

الحیۃ الجاریۃ شرح صحیح البخاری

تحفۃ القاری شرح بخاری

از استاد المحدثین

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ
اور تقریباً ساٹھ شروحات
بخاری کا جامع خلاصہ

مُصَنَّف

حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب دامت فیوضہم
شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

پتہ: فوارہ نعت ان پکستان
فون: 4540513-4519240

Email: taleefat@mul.wol.net.pk Ishaq90@hotmail.com

ادارۃ تالیفات اشرفیہ

الْخَيْرُ الْجَارِي

شرح صحيح البخاري

جلد ۴-۵-۶

تحفۃ لقاری شرح بخاری
(حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی)
اور تقریباً ساٹھ مشروعات بخاری کا جامع خلاصہ

مُصَنَّف
حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب دامت فیوضہم
شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

ادارۃ الیقات اشرفیہ

چوک دارہ نمک ان پاکستان فون: 4540513-4519240



جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب..... الخیر الجاری (مہینہ بولین)
تاریخ اشاعت..... ذیقعدہ ۱۴۲۶ھ
ناشر..... ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
طباعت..... سلامت اقبال پریس ملتان

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان۔۔۔ ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور
مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور۔۔۔ مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور
مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ۔۔۔ کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور۔۔۔ دارالاشاعت اردو بازار کراچی
ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K (ISLAMIC BOOKS CENTRE)
119-121-HALLWELL ROAD BOLTON BL3 9NE (U.K.)

ضروری وضاحت: ایک مسلمان جان بوجھ کر قرآن مجید احادیث رسول ﷺ اور دیگر دینی کتابوں میں غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا بھول کر ہونے والی غلطیوں کی تصحیح و اصلاح کیلئے بھی ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور کسی بھی کتاب کی طباعت کے دوران اغلاط کی تصحیح پر سب سے زیادہ توجہ اور عرق ریزی کی جاتی ہے۔ تاہم چونکہ یہ سب کام انسان کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لئے پھر بھی کسی غلطی کے رہ جانے کا امکان ہے۔ لہذا قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر ایسی کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرمادیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہو سکے۔ نیکی کے اس کام میں آپ کا تعاون صدقہ جاریہ ہوگا۔ (ادارہ)

فہرست مضامین

(جلد چہارم)

۳۹	باب برکۃ الغازی فی مالہ	بقیۃ ابواب کی فہرست بخاری شریف سے لے لی جائے
۴۱	شقیۃ ان لم اعدل	۹ کتاب الجہاد
۴۲	من قتل قتیلاً فلہ سلبہ	۱۰ باب من اغبرت قدماہ فی سبیل اللہ
۴۳	جزیہ کی مقدار میں اختلاف	۱۲ باب فضل الصوم فی سبیل اللہ
۴۶	باب الوصایۃ باہل ذمۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	۱۳ باب ما یذکر من شوم الفرس
۴۷	قسامہ میں اختلاف	۱۵ باب سهام الفرس
۴۸	کتاب بدأ الخلق	۱۷ باب رکوب البحر
۵۰	ابن تیمیہ کے مختصر حالات وعقائد	۱۸ باب من لم یرکس السلاح عند الموت
۵۱	باب ما جاء فی سبع ارضین	۱۹ باب قتال الذین یتعلمون الشعر
۵۲	باب فی النجوم	۲۱ باب یقاتل من وراء الامام وتبقى به
۵۳	باب ما جاء فی صفة الجنة وانها مخلوقة	۲۳ باب حمل الزاد فی الغزو
۵۶	قصاح ابلیس ای عباد اللہ اخر اکم	۲۴ باب الجاسوس
۵۶	باب ذکر الجن وثوا بہم وعقابہم	۲۶ باب قتل النساء فی الحرب
۵۷	باب قول اللہ عزوجل وبث فیہا من کل دابہ	۲۷ باب الحرب خدعة
۵۹	کتاب الانبیاء علیہم السلام	۲۸ باب فداء المشرکین
۶۱	باب خلق آدم	۳۰ باب العون بالمدد
۶۳	باب وان الیاس لمن المرسلین	۳۱ باب لا ہجرة بعد الفتح
۶۴	باب قصۃ یاجوج وماجوج	۳۲ باب فرض الخمس
۶۵	باب قول اللہ عزوجل واتخذ اللہ ابراہیم خلیلاً	۳۳ لا نورث ما ترکنا صدقة
۶۷	لم یکذب ابراہیم علیہ السلام الا ثلاث کذبات	۳۵ ففضبت فاطمة
۶۸	عند دوحۃ فوق زمزم	۳۷ خطب بنت ابی جہل
۷۰	باب قول اللہ عزوجل واذکر فی الکتاب اسمعیل	۳۸ باب الغنیمۃ لمن شہد الوقعہ

۱۱۱	خلفاء اربعہ کیلئے ترتیب خلافت کے ادلہ	۷۱	باب واذکر فی الكتاب موسیٰ
۱۱۳	شیعہ کے دلائل حضرت علیؑ کی افضلیت پر مع الاوجوبہ	۷۲	حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت کرنے والے حضرات
۱۱۶	سبب المخالفة بینہم مع لحاظ کمال اوہم	۷۳	باب قوله یعکفون علی اصنام لہم
۱۱۸	حدیث الثقلین	۷۵	ولا تکن کصاحب الحوت
۱۱۸	مناقب قرابۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	۷۷	باب قول اللہ عزوجل ووهبنا لداود سلیمان
۱۱۹	ذکر طلحہ بن عبید اللہ	۷۸	باب واذ قالت الملكة یامریم ان اللہ اصفاک
۱۲۰	مناقب عبد اللہ بن عمر	۸۰	حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کی تحقیق
۱۲۱	ذکر معاویہ	۸۱	باب نزول عیسیٰ بن مریم علیہما السلام
۱۲۳	مناقب سعد بن معاذ	۸۳	الرقیم میں اقوال
۱۲۶	باب اسلام ابی بکر بن الصدیق	۸۴	کتاب المناقب
۱۲۷	باب قصۃ ابی طالب	۸۶	باب مناقب قریش
۱۲۸	قال ہی رویا عین	۸۷	باب جہل العرب
۱۲۹	ان اباک واللہ خیر من ابی	۸۸	باب وفاة النبی صلی اللہ علیہ وسلم
۱۳۰	باب اقامة المهاجر	۹۰	معجزہ اور کرامت میں فرق
۱۳۲	کتاب المغازی	۹۰	انواع المعجزات
۱۳۳	مقاصد جہاد	۹۳	باب قول اللہ تعالیٰ یعرفونہ کما یعرفون ابناءہم
۱۳۵	کتاب المغازی کے ابواب کی ترتیب	۹۴	مسئلۃ الاجتہاد والتقلید
۱۳۶	باب ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم من یقتل بیدر	۹۷	باب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم
۱۳۷	اللہم ان شئت لم تعبد	۹۸	عدالت کے معانی مختلفہ
۱۳۹	باب قتل ابی جہل	۱۰۰	جحیۃ اقوال الصحابة
۱۴۰	قرأ والنجم فسجدبہا	۱۰۰	فضائل صحابہ کا اجمالی ذکر
۱۴۲	ما انتم باسمع لما اقول منهم	۱۰۳	باب فضل ابی بکر بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم
۱۴۳	انما قال انہم الآن لیعلمون	۱۰۵	فاخذ عمر بیدہ فباعہ وباعہ الناس
۱۴۴	لعل اللہ اطلع الی اہل بدر	۱۰۶	روایۃ غدیر خم
۱۴۵	باب شہود الملكۃ بدرا	۱۰۷	باب مناقب عمر بن الخطاب
۱۴۷	فجميع من شہد بدراً	۱۰۸	مناقب عثمان بن عفان
		۱۰۹	مناقب علی بن ابی طالب

فہرست مضامین

(جلد پنجم)

۱۷۶	باب وفد عبدالقیس	۱۲۸	باب تسمیة من سمی من اهل بدر فی الجامع
۱۷۷	باب قددم الاشعريين واهل اليمن	۱۲۹	باب غزوة احد
۱۷۸	باب جحة الوداع	۱۵۱	باب اذ تصعدون
۱۷۸	باب غزوة تبوک	۱۵۲	باب قتل حمزة
۱۷۹	باب حديث كعب بن مالك	۱۵۳	باب غزوة الرجيع الخ
۱۸۰	فوائد الحديث	۱۵۶	باب مرجع النبي صلى الله عليه وسلم من الاحزاب الخ
۱۸۱	باب نزول النبي صلى الله عليه وسلم الحجر	۱۵۷	باب غزوة ذات الرقاع
۱۸۱	باب كتاب النبي صلى الله عليه وسلم الى كسرى وقیصر	۱۵۸	باب حديث افك
۱۸۱	باب مرض النبي صلى الله عليه وسلم ووفاته	۱۶۳	باب قصة عكل وعرينة
۱۸۲	باب آخر ما تكلم به النبي صلى الله عليه وسلم	۱۶۴	باب غزوة خيبر
۱۸۵	كتاب التفسير	۱۶۷	باب غزوة زيد بن حارثة
۱۸۶	باب قوله تعالى ما ننسخ من آية	۱۶۸	باب غزوة موتة من ارض الشام
۱۸۷	وكان رجال يخونون انفسهم	۱۶۹	باب غزوة الفتح
۱۸۸	فاتوا حرككم اني شتمم	۱۶۹	باب غزوة الفتح في رمضان
۱۹۰	وسع كرسية علمه	۱۶۹	باب دخول النبي صلى الله عليه وسلم من اعلى مكة
۱۹۰	سورة آل عمران	۱۷۱	باب غزوة او طاس
۱۹۳	باب ويستفتونك في النساء	۱۷۱	باب غزوة الطائف
۱۹۳	باب ما جعل الله من بحيرة	۱۷۳	باب حنين میں حکمتیں اور فوائد
۱۹۵	سورة الانفال	۱۷۴	باب سرية عبد الله بن حذافة
۱۹۶	حين وقع بينه وبين ابن الزبير	۱۷۴	باب ذهاب جرير الى اليمن
۱۹۷	واني لارى ان تجمع القرآن	۱۷۵	باب غزوة سيف البحر
۱۹۸	سورة يونس		

۲۳۶	باب نہی رسول اللہ ﷺ عن نکاح المتعة اخرا	۲۰۰	سورة بنی اسرائیل
۲۳۸	باب النظر الى المرأة قبل التزويج	۲۰۲	باب وما جعلنا الروایا التي اربناك الا فتنة للناس
۲۳۹	ولی کی اجازت میں حکمتیں	۲۰۳	سورة كهيعص
۲۴۰	باب اذا كان الولی هو الخاطب	۲۰۴	سورة الحج
۲۴۱	باب تزويج التيممة	۲۰۶	سورة النمل
۲۴۲	باب ضرب الذف في النكاح والوليمة	۲۰۷	سورة يسين
۲۴۳	باب الشروط في النكاح	۲۰۸	سورة مومن
۲۴۵	باب من احب البناء قبل الغزو	۲۰۹	سورة حم الجاثية
۲۴۶	باب الوليمة حق	۲۱۰	سورة الحجرات
۲۴۷	باب المداراة مع النساء	۲۱۲	سورة والذاريات
۲۴۷	باب حسن المعاشرة مع الاهل	۲۱۳	سورة الرحمن
۲۵۰	باب موعظة الرجل ابنة سبحة زوجها	۲۱۴	سورة الجمعة
۲۵۱	باب لزوجك عليك حق	۲۱۵	سورة لم تحرم
۲۵۲	باب العدل بين النساء	۲۱۶	سورة المزمل
۲۵۳	باب الغيرة	۲۱۸	سورة انا اعطيناك الكوثر
۲۵۵	باب طلب الولد	۲۱۹	سورة قل اعوذ برب الفلق
۲۵۶	كتاب الطلاق	۲۲۰	كتاب فضائل القرآن
۲۵۷	باب من اجاز طلاق الثلث	۲۲۱	باب جمع القرآن
۲۵۸	تین طلاقیں اکٹھی دیں تو ایک ہوگی یا تین	۲۲۳	باب تالیف القرآن
۲۶۰	تین کو ایک کہنے والوں کے دلائل مع اجوبہ	۲۲۴	باب فضل فاتحة الكتاب
۲۶۱	تین کو ایک کہنے والوں کی باقی دلیلیں	۲۲۵	باب فضل القرآن علی سائر الکلام
۲۶۴	باب من قال لامراته انت علی حرام	۲۲۷	باب الترتیل فی القراءة
۲۶۴	باب لا طلاق قبل النکاح	۲۲۸	باب البكاء عند قراءة القرآن
۲۶۵	باب الطلاق فی الاغلاق والکفر	۲۲۸	كتاب النکاح
۲۶۶	باب الخلف وكيف الطلاق فيه	۲۳۱	باب من جعل عتق الامة صداقها
۲۶۷	باب خيار الامة تحت العبد	۲۳۲	باب الحرية تحت العبد
۲۶۷	باب قول الله تعالى ولا تنكحو المشركات	۲۳۳	باب من قال لارضاع بعد الحولين
۲۶۷	حتى یومن	۲۳۴	باب ما یحل من النساء وما یحرم
۲۶۸	باب نکاح من اسلم من المشركات وعدتهن	۲۳۶	باب نکاح المحرم

فہرست مضامین

(جلد ششم)

۳۰۱	كتاب اللباس	بقية فہرست بخاری شریف سے لے لی جائے
۳۰۲	باب الثياب البيض	باب الحكم المفقود کا تتمہ
۳۰۵	باب اعفاء اللحی	باب اللعان
۳۰۷	باب عذاب المصورین يوم القيامة	باب قول الله تعالى والمطلقات يتربصن
۳۰۹	كتاب الادب	بانفسهن ثلثة قروعه
۳۱۱	باب رحمة الناس بالبہائم	باب مراجعة الحائض
۳۱۴	باب ما ينهى عن التحاسد	باب الكحل للحادة
۳۱۶	باب هجاء المشركين	كتاب الاطعمة
۳۱۸	باب ما يدعى الناس بأباءهم	باب التسمية
۳۲۱	باب تسليم الصغير على الكبير	كتاب العقیقه
۳۲۳	باب القائلة في المسجد	كتاب الذبائح
۳۲۴	كتاب الدعوات	باب لحوم الخیل
۳۲۷	باب الصلوة على النبي صلى الله عليه وسلم	كتاب الاضاحی
۳۲۹	باب فضل التهليل	كتاب الاشربة
۳۳۰	كتاب الرقاق	باب الكرع في الحوض
۳۳۲	باب فضل الفقر	كتاب المرضی
۳۳۵	باب يقبض الله الارض يوم القيامة	كتاب الطب
۳۳۵	باب صفة الجنة والنار	باب المن شفاء من العين
۳۳۷	كتاب الحوض	باب الرقی بالقرآن والمغوذات
۳۳۸	كتاب القدر	باب الشرك والسحر من الموبقات

٣٤٢	باب الرويا الليل	٣٣٠	باب حيف القلم على علم الله
٣٤٣	باب التحرير فى المنام	٣٣٢	كتاب الايمان والنذور
٣٤٦	كتاب الفتن	٣٣٣	باب النية فى الايمان
٣٤٩	باب ذكر الرجال	٣٣٥	كتاب الفرائض
٣٨٠	كتاب الاحكام	٣٣٨	كتاب الحدود
٣٨٣	باب من قضى ولا عن فى المسجد	٣٥٠	باب الاعتراف بالزنا
٣٨٥	باب كيف يبايع الامام الناس	٣٥٢	باب احكام اهل الذمة واحسانهم
٣٨٦	كتاب التمنى	٣٥٥	باب اذا اقربا لقتل مرة قتل
٣٨٧	كتاب اخبار الاحاد	٣٥٦	باب القسامه
٣٨٨	كتاب الاعتصام	٣٥٩	باب لا يقتل المسلم بالكافر
٣٩٣	كتاب الرد على الجهمية وغيرهم التوحيد	٣٦٠	باب ما جاء فى المتاولين
٣٩٠	باب فى المشية والارادة	٣٦١	كتاب الاكراه
٣٩٢	باب وكلم الله موسى تكليماً	٣٦٣	كتاب الحيل
٣٩٣	باب قول الله تعالى ونضع الموازين القسط	٣٦٥	باب الحيلة فى النكاح
٣٩٤	الوداعى لصيحتين	٣٦٨	باب فى هبة والشفعة
		٣٧٠	كتاب التعبير



الخیر الجاری شرح صحیح البخاری جلد چہارم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کتاب الجہاد

کہتا ہے کہ شہادت فی سبیل اللہ کی دعا مانگنی مکروہ ہے کیونکہ یہ شہادۃ غلبہ کفار کا سبب ہے جواب یہ ہے کہ مقصود درجات قرب میں اور ثابت قدمی ہے اور فتح پر اللہ تعالیٰ کی نصرت مانگنا ہے اس لئے اس کو مکروہ کہنا مناسب نہیں ہے۔ انت من الاولین: یعنی تو سمندر کے شہداء میں سے ہے اور فریق ثانی تو خشکی کے مجاہدین کا ذکر ہے۔ ثبج: اس کے معنی متن اور معظم بحر کے ہیں۔

باب درجات المجاہدین فی سبیل اللہ
غرض یہ ہے کہ نیت کے اخلاص کی وجہ سے جہاد کے عمل کے مختلف درجات ہو جاتے ہیں جتنی اچھی نیت ہوگی اتنا ہی اونچا درجہ ملیگا۔ ان فی الجنة مائتہ درجۃ غرض یہ ہے کہ صرف دخول جنت پر اکتفا نہ کرنا چاہئے بلکہ جہاد اور اعمال صالحہ کے ذریعہ سے اونچے درجے حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

باب الغدوة والروحة فی سبیل اللہ
غرض یہ بیان فرمانا ہے کہ تھوڑا سا وقت صبح اور شام جہاد میں گزارنے کی بہت فضیلت ہے۔ قاب: لبائی

باب الحور العین و صفتھن
حوروں کی صفا کا ذکر ہے تاکہ جہاد اور اعمال صالحہ کا شوق ہو جن کے بدلہ میں یہ نعمتیں ملیں گے۔ یحار فیہا الطرف: جس میں آنکھ حیران ہوگی مقصود عجیب و غریب صفات کا بیان ہے لفظ حور کا مادہ بیان کرنا مقصود نہیں ہے کیونکہ حور تو جوف وادی ہے اور یحار کا لفظ حیرت سے ہے جو جوف یا ئی ہے۔ ولنصفہا نصف کے معنی دو ٹوٹا ہوا ٹکڑی کے ہیں یعنی سر پر لینے کا کپڑا۔

غرض جہاد کے احکام اور فضائل کا بیان ہے۔ لغت میں جہاد کے معنی مشقت کے ہیں اور شریعت میں بذل الطائفة فی مقاتلۃ اعداء اللہ تعالیٰ لا علاء کلمۃ اللہ تعالیٰ اس کے علاوہ نفس کی مخالفت پر بھی جہاد کا لفظ بولا جاتا ہے پھر حضرت انور شاہ صاحب نے فرمایا ہے کہ اگر جھگڑوں کا فیصلہ مسلمانوں کے اختیار میں ہو تو اس کو دارالاسلام کہیں گے ورنہ وہ دارالحرب ہے۔ رہنے والوں پر مدار نہیں ہے۔

رابط: پہلے جب منفعت کا ذکر تھا اب دفع مضرت کا ذکر ہے۔
باب فضل الجہاد والسیور: لفظ سیر کا مفرد سیرت ہے جس کے لغوی معنی طریقہ کے ہیں اور مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے۔ غزوات میں لیستن: بھاگتا ہے۔
باب افضل الناس مؤمن مجاہد بنفسہ ومالہ فی سبیل اللہ

اس باب کی دو غرضیں ہیں۔ ۱۔ جہاد جان سے بھی ہوتا ہے اور مال سے بھی۔ ۲۔ جہاد باقی تمام اعمال سے افضل ہے بشرطیکہ ضروریات دین میں خلل نہ ہو۔ ان یدخلہ الجنة: معنی۔ ۱۔ بلا عذاب اور بلا حساب جنت میں داخل فرما دیں گے۔ ۲۔ مرتے ہی روح جنت میں چلی جائے گی۔

باب الدعاء بالجہاد والشہادۃ

للرجال والنساء

غرض کی دو تقریریں ہیں۔ ۱۔ مردوں اور عورتوں کے لئے مستحب ہے کہ وہ یہ دعا کریں کہ یا اللہ مجھے جہاد کی توفیق دیجئے اور مجھے شہادت فی سبیل اللہ نصیب فرمائیے۔ ۲۔ اس شخص پر رد ہے جو

جانا اور بھی واپس تیرے پاس آنا۔

باب قول اللہ عزوجل من المومنین

رجال صدقوا ما عاهدوا اللہ علیہ

غرض فی سبیل اللہ تعالیٰ ثابت قدم رہنے کی فضیلت کا بیان ہے۔

باب عمل صالح قبل القتال

تقدیر عبارت یوں ہے ہذا باب یاد کر فیہ عمل صالح قبل القتال اور اضافت باب کی عمل صالح کی طرف بھی صحیح ہے۔ غرض یہ ہے کہ جہاد شروع کرنے سے پہلے کوئی نہ کوئی نیک کام کر لینا مستحب ہے۔ اس سے جہاد میں ثابت قدمی ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ اور آسان ترین عمل استغفار ہے۔ کانہم بنیان موصول:۔ اس آیت مبارکہ کو ذکر کرنے کی مناسبت باب کے ساتھ یہ ہے کہ صف کو درست کرنا بھی ایک عمل صالح ہے جو قتال سے پہلے پایا جاتا ہے۔ مقلع بالحدید: یہ لفظ مقلع اسم مفعول کا صیغہ ہے لوہے سے ڈھانپنا ہوا۔ باب من اتاہ سہم غرب فقتلہ: غرض یہ ہے کہ جس مجاہد کو ایسا تیر لگ جائے کہ پتہ نہ چلے کہ کس نے مارا ہے وہ بھی شہید ہی ہے۔

باب من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا

غرض یہ ہے کہ جہاد صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہوتا ہے وطن یا قوم کے لئے نہیں ہوتا ہے اور یہ جو مرفوعاً وارد ہے حب الوطن من الایمان یہ وطن جنت ہے کیونکہ یہی حقیقۃً وطن اصلی ہے۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے جنت کا شوق دلانے کے لئے ایک رسالہ لکھا جس کا نام شوق وطن رکھا۔

باب من اغبرت قدما في سبيل الله

غرض یہ ہے کہ جہاد میں شامل ہونے کا بہت ثواب ہے پھر لفظ فی سبیل اللہ امام بخاری نے بھی عام رکھا اور حدیث پاک میں بھی عام ہے لیکن یہ بطور عبارتہ النص کے تو جہاد کے لئے ہے اور اشارۃً النص اور دوسرے درجہ میں حج اور علم اور تبلیغ کے سفر کو بھی شامل ہے۔

باب تمنی الشهادة: غرض یہ ہے کہ شہادت کی تمنا کرنا مستحب ہے اور تمنا ایسے ہی موقعہ میں ہوتی ہے جب امید کم ہو اس لئے ایسے موقعہ میں یہ تمنا کرنی مراد ہے جبکہ ظاہری طور پر جہاد اور شہادت کے اسباب نظر نہ آ رہے ہوں اور اس تمنا کا حاصل یہ ہوا کہ دل چاہے کہ میری زندگی اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ختم ہو۔

باب فضل من يصرع في سبيل الله

فمات فقد وقع اجره على الله

غرض یہ ہے کہ جو شخص سفر جہاد میں جانور سے گر کر مر جائے وہ بھی شہید ہی شمار ہوگا عند اللہ۔

باب من ينكت او يطعن في سبيل الله

غرض یہ ہے کہ اس شخص کی بہت فضیلت ہے جس کو کوئی تکلیف جہاد میں پہنچے یا نیزہ لگ جائے اور بہت ثواب ہے نکتہ کے معنی مصیبت اور تکلیف کے ہیں۔ من بنی سلیم الی بنی عامر:۔ یہ الفاظ کسی راوی کا وہم شمار کیا گیا ہے۔ صحیح یہ ہے بنی سلیم کی طرف اور بنی عامر کی طرف انصار کو بھیجا گیا تھا اور یہ وہم امام بخاری کے بلا واسطہ استاد حفص بن عمر سے ہوا ہے اور بعض نے خود امام بخاری ہی کی خطا شمار کی ہے۔ ثم نسخ بعد:۔ ۱۔ یہ اپنے ظاہر پر ہے۔ ۲۔ ہم قرآن پاک کی طرح ان الفاظ کو پڑھا کرتے تھے پھر ہمیں منع کر دیا گیا کہ ایسا نہ کرو ایسا نہ ہو کہ لوگ ان الفاظ کو قرآن پاک ہی شمار کر لیں اسی کو نسخ سے تعبیر کر دیا گیا ہے۔

باب من يجرح في سبيل الله عزوجل

غرض یہ ہے کہ جیسے شہادت فی سبیل اللہ کا اونچا مقام ہے ایسے ہی جہاد میں زخمی ہونے کا بھی بہت ثواب ہے۔

باب قول الله عزوجل هل تربصون بنا

الا احدى الحسينين

غرض اس آیت مبارکہ کی تفسیر ہے۔

فزعمت ان الحرب سجال و دول

لفظ دول جمع ہے دولۃ کی کسی چیز کا کبھی تیرے ساتھی کے پاس

التفسیر میں یہی روایات آتی ہے اس میں یہ الفاظ موجود ہیں۔ یہ تعارض پایا گیا۔ جواب۔ حضرت سفیان بن عیینہ بھول گئے تھے بعد میں یاد آ گیا تو وہ الفاظ بھی بیان فرمادیے۔

باب ظل الملائكة علی الشہید

غرض شہید کی یہ کرامت بیان فرمائی ہیں کہ بعض دفعہ فرشتے شہید پر سایہ بھی کرتے ہیں۔ قلت لصدقة: یہ امام بخاری کی کلام ہے کہ میں نے اپنے استاد حضرت صدقہ سے کہا۔

باب تمنی المجاہد ان یرجع الی الدنیا

غرض شہادت کا اونچا مرتبہ بیان فرماتا ہے کہ اس کا مرتبہ اتنا اونچا ہے کہ شہید بار بار دنیا میں آنا اور شہید ہونا چاہتا ہے تاکہ بار بار یہ اونچا مرتبہ ملے۔

باب الجنة تحت بارقة السیوف

بارقہ کے معنی چمک کے ہیں غرض یہ ہے کہ جنت جہاد میں ثابت قدم رہنے سے ملتی ہے۔

باب من طلب الولد للجهاد

غرض یہ ہے کہ جو ولد طلب کرے جہاد کے لئے اس کو بھی مجاہد بیٹے کے جہاد کا ثواب مل جاتا ہے اگرچہ اس کے ہاں بچہ پیدا نہ ہو۔ فلم یقل ان شاء اللہ یعنی دل سے کہا زبان سے نہ کہا اور دل سے کہنے ہی کو کافی شمار فرمایا۔

باب الشجاعة فی الحرب والجبن

غرض جہاد میں شجاعت کی مدح کرنا اور بزدلی کی مذمت کرنا ہے۔

باب ما یتعوذ من الجبن

غرض یہ ہے کہ دوسروں کو جہاد کا شوق دلانے کے لئے اگر کوئی شخص اپنے جہاد کے واقعات ذکر کرے تو یہ جائز بلکہ مستحب ہے البتہ اپنی بڑائی ظاہر کرنے کے لئے بطور فخر بیان کرنا جائز نہیں ہے۔

باب وجوب النفیر وما یرجب

من الجہاد و النیة

نفیر کے معنی خروج للجهاد کے ہیں پھر اس باب کی تین غرضیں

باب مسح الغبار عن الراس فی سبیل اللہ
غرض اس شبہ کا ازالہ ہے کہ شاید عبادت کا اثر دور کرنا مکروہ ہو۔ مثلاً جہاد کا غبار ہے یا وضو کا پانی ہے۔

باب الغسل بعد الحرب و الغبار

غرض یہ ہے کہ لڑائی کے بعد غبار کو باقی رکھنا اور نہ رکنا دونوں جائز ہیں جیسے اس باب کی حدیث پاک میں حضرت جبریل علیہ السلام کا باقی رکھنا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا غسل فرمایا نہ مذکور ہے۔

باب فضل قول اللہ تعالیٰ والا تحسبن

الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا

تقدیر عبارت یہ ہے باب فضل من نزل فیہ هذا الایات اس سے غرض بھی واضح ہو گئی کہ شہداء کی فضیلت بیان فرمائی مقصود ہے پھر ان آیات میں جو شہداء کی حیات کا ذکر ہے اس کی تفصیل میں اقوال مختلف ہیں۔ ۱۔ جمہور اس کے قائل ہونے کے شہداء کا کھانا پینا اور حیوۃ جسمانیہ بیان فرمانا مقصود ہے کیونکہ صرف روح کی حیوۃ تو سب مسلمانوں کو حاصل ہے بلکہ کافروں کو بھی حاصل ہے کیونکہ قبر پر آنے والوں کو مردے پہنچاتے ہیں اور ان کو بھی پہنچاتے ہیں جو ان کو سلام کرتے ہیں اس لئے انبیاء علیہم السلام اور شہداء کی حیوۃ فرشتوں جیسی ہے جو اشکال مختلفہ اختیار کرتے ہیں پس انبیاء علیہم السلام اور شہداء کرام کو اس قسم کی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں جو عامۃ المؤمنین کو قیامت کے بعد حاصل ہوں گی۔ ۲۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ عنقریب آخرت میں اور قیامت میں زندہ ہوں گے۔ ۳۔ ان کا ذکر اور ان کا شہید ہونا باقی رہتا ہے۔ ۴۔ وہ دین میں زندہ ہیں یعنی ان کو دین میں اونچا مقام دیا گیا ہے۔ ان سب قولوں میں سے پہلے جمہور کے قول کو ہی صحیح قرار دیا گیا ہے۔

فقیل لسفیان من اخر

ذلک الیوم قال لیس هذا فیہ

سوال۔ یہاں تو یہ آ گیا کہ اس حدیث کے اخیر میں من آخر ذلک الیوم کے الفاظ نہیں ہیں اور بخاری شریف میں ہی کتاب

باب الصبر عند القتال

غرض کی دو تقریریں۔ ۱۔ جہاد میں صبر کی فضیلت۔ ۲۔ جہاد میں صبر کا وجوب۔

باب التحریض علی القتال

غرض یہ ہے کہ امیر کے لیے مستحب ہے کہ جہاد کا شوق دلائے۔

باب حفر الخندق

غرض یہ ہے کہ ضرورت کے موقع میں کافروں کا طریقہ لینا بھی جائز ہے۔ یہ خندق کھودنا کفار فارس کا طریقہ تھا۔
ینقل: ای ینقل التراب۔

باب من حبسه العذر من الغزو

غرض یہ ہے کہ جو عذر کی وجہ سے لڑائی سے رہ جائے اس کو غازی کا ثواب مل جاتا ہے۔

باب فضل الصوم فی سبیل اللہ

غرض یہ ہے کہ قوی کے لیے جہاد میں روزہ افضل ہے اور کمزور کے لیے روزہ نہ رکھنا افضل ہے۔

باب فضل النفقة فی سبیل اللہ

جہاد میں مال خرچ کرنے کی فضیلت کا بیان ہے مقصود ہے۔
ای فل: دو طرح پڑھنا صحیح ہے۔ ۱۔ لام کے ضمہ کے ساتھ۔
۲۔ لام کے فتح کے ساتھ اس کی اصل ہے یا فلان۔ لا تو کوئی علیہ:-
اس کے ضائع ہونے کا کوئی خوف نہیں ہے۔ او خیر ہو کیا مال کامل خیر ہے استفہام انکاری ہے۔

ان الخیر لا یاتی الا بالخیر

یعنی خیر حقیقی تو صرف خیر ہی کو لاتی ہے مال خیر حقیقی نہیں ہے یہ کبھی خیر کو لاتا ہے کبھی شر کو لاتا ہے۔

باب فضل من جہز غاز یا او خلفه بخیر

غرض دو چیزوں کی فضیلت کا بیان ہے۔ ۱۔ غازی کو سامان سفر دینا۔ ۲۔ غازی کے جانے کے بعد اس کے بچوں کا خیال

ہیں۔ ۱۔ جہاد فرض ہے۔ ۲۔ فرضیت اور وجوب کا درجہ بیان کرنا ہے۔ ۳۔ اخلاق نیت جہاد کے لئے ضروری ہے۔ دوسری غرض کی تفصیل یہ ہے کہ جہاد کس حالت میں فرض ہوتا ہے اور فرض عین ہے یا فرض کفایہ ہے۔ مزید تفصیل یہ ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نفیر عام کا حکم فرماتے تھے تو فرض عین ہو جاتا تھا ورنہ فرض کفایہ رہتا تھا اب بھی یہی حکم ہے کہ اصل تو فرض کفایہ ہے کہ ہر وقت مسلمانوں کی کوئی نہ کوئی جماعت جہاد یا جہاد کی تیاری میں مشغول رہے اور اگر کسی وقت مسلمانوں کا بادشاہ سب کو نکلنے کا حکم دے تو سب پر فرض عین ہو جائیگا۔

باب الکافر یقتل المسلم

ثم یسلم فیسدد بعد ویقتل

غرض یہ ہے کہ کفر میں کسی نے مسلمان کو قتل کیا پھر مسلمان ہو کر ایمان مضبوط کیا پھر شہید ہو گیا تو قاتل اور مقتول دونوں جنتی ہیں یہ حکم ترجمۃ الباب میں نہیں بیان فرمایا کیونکہ حدیث سے معلوم ہو رہا تھا۔
یضحک اللہ الی رجلین ہاں صنعت تفسیر ہے متوجھا الی رجلین۔

باب من اختار الغزو علی الصوم

غرض یہ ہے کہ جو صاحب جہاد میں شریک ہونے کو روکنے پر ترجیح دیتے ہیں ان کے پاس سنت سے دلیل موجود ہے اور جو شخص روزے سے کمزوری محسوس نہ کرتا ہو وہ جہاد کے ساتھ روزہ بھی اگر جمع کر لے تو جائز ہے۔

باب الشهادة سبع سوی القتال

غرض یہ ہے کہ اس باب کی حدیث میں جو جہاد کے سوئی چار شہدا کا ذکر ہے ان میں حصر نہیں ہے کیونکہ ایک حدیث میں سات بھی مذکور ہیں لیکن وہ ان کی شرط پر نہیں ہے پھر ان ساتھ میں بھی حصر نہیں ہے۔ پھر مشقت اور نیت کے اختلاف کی وجہ سے درجات میں فرض ہوتا ہے۔

باب قول اللہ تعالیٰ لا یستوی

القاعدون من المومنین غیر اولی

الضرر والمجاهدون فی سبیل اللہ

غرض آیت کی تفسیر ہے اور مجاہدین کی غیر مجاہدین پر فضیلت کا بیان ہے۔

ہے اور میرے ذمہ اتنا دین ہے وہ ادا کر دینا چنانچہ حضرت خالد بن ولید نے درع حاصل کر لی اور حضرت ابوبکر نے وصیت جاری فرما دی۔ ان کے سوا کسی کی وصیت مرنے کے بعد جاری نہیں کی گئی۔

باب فضل الطلیعہ

غرض یہ ہے کہ جہاد کے لئے جاسوس بننے کا بھی ثواب ہے۔

باب هل یبعث الطلیعۃ وحده

غرض یہ ہے کہ اگر قتل سے اس ہو تو جاسوس اکیلا بھیجنا بھی جائز ہے۔

باب سفر الاثنین

غرض کی دو تقریریں ہیں۔ ۱۔ سنن میں یہ روایت ہے عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مرفوعاً الراکب شیطان والراکبان شیطانان والثلاثۃ ركب اس حدیث کے متعلق بتلانا چاہتے ہیں کہ ضعیف ہے۔ ۲۔ یہ بتلانا مقصود ہے کہ یہ مذکورہ روایت استحباب پر محمول ہے۔ پھر بعض شارحین کو یہاں وہم ہو گیا ہے کہ مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ یوم الاثنین یعنی پیر کے دن سفر کرنا اچھا ہے۔ یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ حدیث الباب میں یہ مضمون نہیں ہے۔

باب الخیل معقود فی نواصیہا

الخیر الی یوم القیامۃ

غرض اس حدیث پاک کا بیان ہے اور گھوڑے کی پیشانی میں جو خیر پائے جانے کا ذکر اس حدیث پاک میں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جہاد دنیا اور آخرت کی بھلائی کے لئے جامع ہے اور گھوڑا جہاد کا بہت بڑا آلہ ہے پھر ناصیہ کا خصوصی ذکر اس لئے ہے کہ پیشانی سب سے زیادہ دشمن کی طرف متوجہ ہوتی ہے پس حاصل یہ ہوا کہ جہاد اور اس کے آلات قیامت تک باقی رہیں گے۔

باب الجہاد ماض مع البر و الفاجر

غرض یہ ہے کہ جہاد نماز کی طرح ہے جیسے نماز کفار بادشاہ کے پیچھے بھی پڑھنی پڑتی ہے اسی طرح جہاد بھی بادشاہ کے ظالم ہونے کی وجہ سے چھوڑ نہیں سکتے اور یہ الفاظ باب والے ابوداؤد اور مسند ابی یعلیٰ

رکھنا۔ ام سلیم:۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی خالہ ہیں۔ قتل اخوہا معی:۔ حضرت ام سلیم کے بھائی کا نام تھا حرام بن ملکان معی کے معنی ہیں میرے لشکر کے ساتھ جویر معونہ میں شہید ہوئے تھے ان میں یہ بھی تھے۔

باب التحنط عند القتال

غرض یہ کہ حنوط لگانا لازمی شروع کرتے وقت جائز ہے۔ حنوط دواہ ہوتی تھی جو چند قسم کی خوشبو سے مرکب ہوتی تھی اس کو بدن پر لے لیتے تھے کیونکہ اس سے بدن جلدی خراب نہ ہوتا تھا اس لئے کہ شاید مشغولی کی وجہ سے شہید ہونے کے بعد بدن اٹھانے میں کچھ دیر ہو جائے اس دوران بدن خراب نہ ہو۔ ذکر کرنا:۔ حضرت انس نے ذکر فرمایا۔

انکشافاً من الناس:۔ بعض مسلمانوں کا جنگ میں بھاگ جانا۔ فقال ہکذا عن وجوہنا:۔ یہ عن بمعنی من ہے اذا تقارب الکفار من وجوہنا جب ایسا ہوتا اور کافر ہمارے چہروں کے قریب آتے۔ حتیٰ نضارب القوم:۔ ہم نہ ہٹتے تھے یہاں تک کہ ہم لڑتے تھے کافروں کی قوم سے۔ ما ہکذا کنا نفعل مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا بھاگنا ہم نہ کرتے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ۔ بنس ماعود تم اقرانکم:۔ تم نے اپنے کافر دشمنوں کو بری چیز کا عادی بنا دیا ہے کہ تم بھاگ جاتے ہو پھر روایات میں حضرت ثابت بن قیس کا عجیب واقعہ ذکر کیا گیا ہے کہ اس جنگ یمامہ میں انہوں نے جہاد فرمایا اور شہید ہو گئے اور جب لشکر واپس مدینہ منورہ آ رہا تھا تو کسی نے خواب میں ان کو دیکھا خواب میں فرمایا کہ میرے شہید ہونے کے بعد میری عمدہ درع جو چوری ہو گئی تھی وہ اسی لشکر کے پچھلے حصہ میں ابلق گھوڑے والے مسلمان کے پاس ہے خالد بن ولید امیر لشکر سے کہو کہ اس سے لے کر میرے گھر والوں کو دے دیں اس شخص نے وہ درع ہنڈیا کے نیچے چھپا رکھی ہے اور اسے خواب نہ سمجھنا اور واپس پہنچ کر حضرت ابوبکرؓ سے کہنا کہ میں نے اپنے دو غلاموں کو آزاد کر دیا ہے جن کا نام سعد اور سالم

میں مرفوعاً وارد ہوئے ہیں۔ معقود فی نواصیہا الخیر الی یوم القیامۃ: اس حدیث کی باب سے مناسبت یہ ہے کہ جب جہاد قیامت تک باقی رہے گا اور امام اچھے برے دونوں قسم کے آتے ہی ہیں تو جہاد برے امام کے ساتھ مل کر کرنا بھی ضروری ہوا۔

باب من احتبس فرسا فی سبیل اللہ

غرض کی دو تقریریں ہیں۔ ۱۔ جو شخص اپنے لئے ہی گھوڑا روک رکھے یعنی اس نیت سے اپنے پاس رکھے کہ اس پر جہاد کروں گا اس کو بہت ثواب ملے گا۔ ۲۔ جو شرعی وقف میں گھوڑا دے دے کہ لوگ اس پر سوار ہو کر جہاد کیا کریں اس کو بہت ثواب ملے گا۔

باب اسم الفرس و الحمار

غرض یہ ہے کہ گھوڑے اور حمار کا نام رکھنا بھی جائز ہے۔

باب ما یدکر من شوم الفرس

یہاں دو بحثیں ہیں ایک یہ کہ نحوست مطلقاً گھوڑے میں ہے یا کسی خاص گھوڑے میں ہے باقی گھوڑوں میں نہیں ہے۔ دوسری بحث یہ ہے کہ یہ نحوست اپنے ظاہر پر ہے یا اس میں تاویل ہے پھر امام بخاری کی غرض میں ظاہر یہی ہے کہ ان کے نزدیک ہر گھوڑے میں نحوست نہیں ہے بلکہ صرف اس گھوڑے میں ہے جو جہاد کے لئے نہ ہو بلکہ فخر و ریاء کے لئے ہو جیسا کہ اس باب کے بعد والے باب میں بیان فرما دیا ہے اور گھوڑے کی تین قسمیں ذکر فرمائی ہیں پھر وہ احادیث جن میں شوم اور نحوست کا ذکر ہے دو قسم کی ہیں۔ ۱۔ شوم کا ذکر بطور خبر کے ہے جیسے اس باب کی پہلی حدیث ہے عن عبد اللہ بن عمر مرفوعاً انما الشوم فی ثلاثۃ فی الفرس والمرأة والدار۔

۲۔ شرط کے ساتھ شوم کا ذکر فرمایا جیسا کہ اس باب کی دوسری حدیث میں ہے عن سہل بن سعد الساعدی مرفوعاً ان کان فی شئ ففی المرأة والفرس والمسکن اس میں سیاق کے لحاظ سے مراد شوم ہی ہے کہ اگر شوم کسی چیز میں ہے تو ان تین چیزوں میں ہے۔ بظاہر یہ تعارض ہے تطبیق۔ ۱۔ پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شوم کا علم نہ دیا گیا تھا اس لئے شک اور شرط کے ساتھ ذکر فرمایا بعد میں علم دے دیا

گیا اس لئے خبر کے ساتھ ذکر فرمایا۔ ۲۔ شرط کو خبر پر محمول کریں گے کہ ان تین چیزوں میں سے جب کوئی چیز ایسی ہو جو موافقت نہ کرے تو اس کو بدل لیا کرو پھر شوم کی تفصیل یہ ہے کہ کوئی چیز شریعت کے احکام کی مخالفت کا سبب بنتی ہو یا طبیعت کے خلاف ہو پھر گھوڑے میں اس مخالفت کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں۔ مثلاً ۱۔ گھوڑے کا قابو میں نہ آنا اور شوخی کرنا۔ ۲۔ گھوڑے کا جہاد میں استعمال نہ کرنا بلکہ فخر اور ریاء کے لئے رکھنا۔ ایسے ہی بیوی میں شوم کی صورتیں مختلف ہو سکتی ہیں۔ مثلاً ۱۔ ایذا پہنچاتی ہو۔ ۲۔ مال زیادہ مانگتی ہو۔ ۳۔ اس سے اولاد نہ ہوتی ہو۔ ایسے ہی مکان میں شوم کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں مثلاً ۱۔ پڑوسی اچھے نہ ہوں۔ ۲۔ مسجد سے دور ہو۔ ۳۔ تنگ ہو کہ ضرورت رہائش کی پوری نہ ہوتی ہو۔ سوال۔ طاعون وغیرہ میں شہر چھوڑنے سے ممانعت احادیث میں وارد ہے اور اس شوم والی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مکان میں نحوست بھی بعض دفعہ ہوتی ہے اس لئے اس نحوست سے بچنے کے لئے اس مکان کو چھوڑنا بھی جائز ہے یہ بظاہر تعارض ہے جواب چیزیں تین قسم کی ہیں ۱۔ وہ چیزیں جو بالکل کسی اثر کا سبب نہیں ہیں نہ حقیقتاً نہ عادتاً جیسے لاحمۃ حدیث پاک میں وارد ہے کہ الوکو نحوس سمعنا غلط ہے۔ ۲۔ وہ چیزیں جو عادتاً مؤثر ہیں لیکن وہ کبھی کبھی دنیا کے مختلف علاقوں میں پائی جاتی ہیں وہاں شہر چھوڑنے سے منع فرما دیا گیا ہے جیسے طاعون کیونکہ ایسے موقعہ میں نقل مکانی سے معاشی طور پر مشقتیں پیش آتی ہیں۔ ۳۔ وہ چیزیں جن میں تاخیر عادتاً ہے اور ان کا وقوع زیادہ ہے ان میں تبدیلی کی اجازت دے دی گئی۔

باب الخیل لثلاثة

غرض گھوڑوں کی تین قسمیں بیان کرنی ہیں نیت کے لحاظ سے۔ نوا۔۔ دشمنی۔

باب من ضرب دابة غیرہ فی الغزو

غرض یہ ہے کہ جہاد کے سفر میں یا کسی اور سفر میں دوسرے کے جانور کو اچھے مقصد کے لئے مارنا جائز ہے اچھے مقصد کی مثال۔ ۱۔ مالک کی اعانت کرنا۔ ۲۔ خوش طبعی کرنا اور خوش طبعی

ہیں۔ ۲۔ وہ چیز لوہے کی بنی ہوئی ہو تو رکاب کہتے ہیں اور اگر چمڑے کی بنی ہوئی ہو تو غرز کہتے ہیں۔ ۳۔ گھوڑے کی سواری میں اس چیز کو رکاب کہتے ہیں اور اونٹ کی سواری میں غرز کہتے ہیں۔

باب رکوب الفرس العری

غرض یہ ہے کہ بغیر زین کے بھی گھوڑے پر سوار ہونا جائز ہے۔

باب الفرس القطوف

قطوف کے معنی آہستہ چلنے والے کے ہیں غرض ست گھوڑے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پر سوار ہونے کی ایسی برکت ہوئی کہ پھر گھوڑ دوڑ میں اس گھوڑے کا کوئی مقابلہ ہی نہ کر سکتا تھا۔

باب السبق بین الخیل

غرض یہ ہے کہ گھوڑ دوڑ کا مقابلہ مستحب ہے تاکہ اس آیت پر عمل ہو سکے واعدواہم ما استطعتم۔

باب اضحار الخیل للسبق

یہ تخصیص بعد التعمیم ہے کہ اضمار جائز ہے یعنی گھوڑے کو خوب کھلا پلا کر مونا کر کے پھر کمل وغیرہ ڈال کر پسینہ نکالنا اس سے گھوڑا بہت مضبوط ہو جاتا ہے اور ایک ہی دوڑ میں دیر تک دوڑ سکتا ہے یعنی اس کے لئے ایک ہی وقت میں بہت سادوڑ نا آسان ہو جاتا ہے۔

باب غایۃ السبق للخیل المضمرة

اضمار اور تفسیر دونوں سے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے اس لئے اس باب میں بھی دونوں احتمال ہیں اور غرض اضمار والے گھوڑوں کی غایت کا ذکر ہے کہ ان کی غایت زیادہ دور ہونی چاہئے۔

باب ناقة النبی صلی اللہ علیہ وسلم

غرض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کا ذکر ہے پھر مفرد کا صیغہ لا کر امام بخاری نے اشارہ فرمادیا کہ قصواء اور عصباء ایک ہی اونٹنی کے دو نام تھے۔

باب بغلة النبی صلی اللہ علیہ وسلم البیضا

غرض یہ ہے کہ خچر پر جہاد کرنا بھی جائز ہے۔

سے مالک کا دل خوش کرنا۔ ۳۔ جانور میں برکت کا سبب بننا لیکن یہ تیسرا مقصد خصوصیت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ ارکب: سرخ رنگ کا اونٹ ساتھ سیای بھی ہو۔ شیت: داغ۔

باب الرکوب علی دابة والفحولة من الخیل

غرض یہ ہے کہ جہاد میں سخت جانور پر سوار ہونا بھی جائز ہے کیونکہ یہ جہاد میں نرم جانوروں سے بھی زیادہ مفید ہوتا ہے۔

باب سهام الفرس

غرض گھوڑے کا حصہ بیان کرنا اور بظاہر امام بخاری جمہور ائمہ کے ساتھ ہیں۔ اختلاف: عندنا من ابی حنیفہ گھوڑے والے کے لئے دو حصے ہیں اور عندنا جمہور تین حصے ہیں ولنا: روایت ابی داؤد عن مجمع بن جاریہ مرفوعاً فاعطی الفارس سهمین وللجمہور رواية ابی داؤد والبخاری حدیث الباب عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جعل للفارس سهمین ولصاحبه سهماً جواب یہاں فرس بمعنی فارس ہے معنی حدیث کے یہ ہو گئے کہ گھوڑ سوار کے لئے دو حصے مقرر فرمائے اور اس کے پیدل ساتھی کے لئے ایک حصہ مقرر فرمایا۔ والبراذین: یہ جمع ہے برزوں کی جس کے معنی ترکی گھوڑے کے ہیں۔ والخیل والبالغ والحمیر لترکبوا وزینہ: یہ آیت مبارکہ اس لئے ذکر فرمائی کہ گھوڑے کو اللہ تعالیٰ بطور نعمت کے ذکر فرما رہے ہیں یہ علامت ہے اہمیت کی۔

باب من قاد دابة غیرہ فی الحرب

غرض یہ ہے کہ دوسرے کے جانور کو آگے سے پکڑ کر پیدل چلانا جائز ہے اور کبھی یہ مستحب ہو جاتا ہے جبکہ تواضع کی وجہ سے ہو یا اصلاح باطن کے لئے ہو یعنی تواضع پیدا کرنے کے لئے ہو۔

باب الرکاب والغرز للداة

غرض یہ ہے کہ جانور پر سوار ہونے کے لئے رکاب اور غرز کا بنانا جائز ہے پھر رکاب اور غرز کے معنی اور مصداق میں تین قول ہیں۔ یہ دونوں مترادف ہیں وہ چیز جس میں پاؤں رکھے جاتے ہیں سواری پر سفر کرنے کے دوران اس کو رکاب بھی کہتے ہیں اور غرز بھی کہتے

باب جہاد النساء:- غرض عورتوں کے جہاد کا حکم بیان کرنا ہے کہ ان کے لئے حج جہاد کے قائم مقام ہے کیونکہ اس میں زیادہ ستر ہے۔

باب غزو المرأة فی البحر

غرض یہ ہے کہ کوئی عورت اگر خاوند یا محرم کے ساتھ جہاد میں نکل آئے تو گنجائش ہے اگرچہ اس پر جہاد واجب نہیں ہے۔

باب حمل الرجل امرأته فی الغزو دون بعض نساء غرض یہ ہے کہ کسی کی ایک سے زائد بیویاں ہوں تو جہاد میں یا سفر میں سب کو نہ بھی لے جانا چاہے تو جس کو مناسب سمجھے لے جائے یہ جائز ہے اس موقعہ میں قسم اور برابری ضروری نہیں ہے۔ قرعہ اندازی بھی واجب نہیں ہے۔

باب غزو النساء وقتا لهن مع الرجال

غرض یہ ہے کہ عورتوں کی جہاد میں شرکت جائز ہے لیکن اس کی صورت مرد مجاہدین کی اعانت کرنا ہے۔ خدم:- یہ خدمت کی جمع ہے اس کے معنی پاؤں کے زیور کے ہیں۔ تنقز ان:- یہ لفظ نقر سے لیا گیا ہے جس کے معنی دھب اور کودنے کے ہیں۔

باب حمل النساء القرب الی الناس

غرض یہ بیان فرمانا ہے کہ عورتوں کے جہاد کی ایک نوع یہ ہے کہ وہ مشکیزے سے لوگوں کو پانی پلائیں۔ یریدون ام کلثوم بنت علی یعنی حضرت عمر کے نکاح میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی حضرت فاطمہ اور حضرت علیؓ کی صاحبزادی ام کلثوم تھیں۔ تزفر:- مشک اٹھاتی تھیں۔ ۲- سلائی کرتی تھیں جیسا کہ خود امام بخاری بھی یہی دوسرے معنی ذکر فرما رہے ہیں۔

باب مداواة النساء الجرحی فی الغزو

غرض عورتوں کے جہاد کی ایک اور نوع بیان فرمانا ہے زخمیوں کی مرہم پٹی کرنا۔

باب رد النساء الجرحی و القتلی

غرض یہ ہے کہ عورتیں شہیدوں اور زخمیوں کو میدان سے اٹھا

کر لائیں تو یہ جائز ہے۔

باب نزع السهم من البدن

غرض یہ ہے کہ شہید ہونے کے بعد یا پہلے تیر اور ہتھیار شہید کے بدن سے اتار لینا اور ان سے نفع اٹھانا جائز ہے اور ہتھیار کپڑوں کی طرح نہیں ہیں۔ شہید کے کپڑے بدن سے نہیں اتارے جاتے اور کپڑوں سمیت دفن کیا جاتا ہے۔ فترامنه الماء:- ای دھب یعنی پانی زور سے نکلا۔ اللهم اغفر لعبيد ابی عامر اس فرمانے سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی سے یا فراست سے معلوم ہو گیا تھا کہ یہ اس زخم سے فوت ہو جائیں گے۔

باب الحراسته فی الغزو فی سبیل اللہ عزوجل

غرض یہ ہے کہ ۱- جہاد میں پہرہ دینے کا بھی بہت ثواب ہے۔ ۲- دوسری غرض یہ بھی ہے کہ جہاد میں پہرہ دینا توکل کے خلاف نہیں ہے۔ تعس:- ہلاک ہو گیا۔ اذا شیک فلا انتقش:- اللہ تعالیٰ ایسا ہی کریں کہ جب کاٹنا لگے تو نہ نکلے۔

باب فضل الخدمة فی الغزو

غرض یہ ہے کہ جہاد کے سفر میں ایک دوسرے کی خدمت کرنے میں بھی بہت ثواب اور فضیلت ہے پھر اس خدمت کی تین صورتیں ہیں ہر ایک کے لئے امام بخاری اس باب میں ایک ایک حدیث لائے ہیں۔ ۱- بڑا چھوٹے کی خدمت کرے اس کی مثال کے لئے پہلی حدیث ہے۔ ۲- اس کا عکس اس کے لئے دوسری حدیث ہے اور برابر والا اپنے برابر والے کی خدمت کرے اس کے لئے تیسری حدیث لائے ہیں۔

باب من حمل متاع صاحبه فی السفر

غرض یہ ہے کہ سفر میں کسی کا سامان اٹھا کر اس کے جانور پر لاد دینا بھی بہت ثواب کا کام ہے۔ باب فضل رباط یوم فی سبیل اللہ:- غرض یہ ہے کہ سرحد پر گھوڑے باندھنا ایک دن یا پیدل سرحد کی حفاظت میں کھڑے رہنا بھی بہت فضیلت اور ثواب کا کام ہے۔

باب من غزا بصبی للخدمة

غرض یہ ہے کہ جہاد میں خدمت کے لئے بچے کو ساتھ لے

باب لا یقول فلان شہید

غرض یہ مسئلہ بتلاتا ہے کہ بلاوجہ یقین سے نہ کہنا چاہئے کہ فلاں شخص یقیناً شہید ہے اور حدیث الباب کی مناسبت باب سے یہ ہے کہ اس واقعہ میں اس شخص کو خودکشی سے پہلے بعض صحابہ نے کہہ دیا تھا کہ یہ اگر مارا جائے گا تو شہید ہوگا اور واقع میں یہ شخص منافق تھا کیونکہ اس نے اخیر وقت میں یہ کہا تھا ما قاتلت علی دین ما قاتلت الا علی الحفاظ یعنی میں نے کسی دین پر لڑائی نہیں کی بلکہ اپنی عزت کی حفاظت کے لئے لڑائی کی ہے اس شخص کا نام زمان تھا یہ غزوہ احد میں شریک نہیں ہوا تھا تو عورتوں نے اس کو عار دلائی تھی۔ مانت الامراۃ اس لئے یہ غزوہ خیبر میں شریک ہوا اور یہ واقعہ پیش آیا جو اس حدیث میں ہے کہ خوب لڑائی کی اور پھر دشمنوں سے تنگ آ کر خودکشی کر لی۔

باب التحریض علی الرمی

غرض یہ ہے کہ امیر کے لئے مستحب ہے کہ وہ جنگ کی تیاری کا شوق دلائے۔

قال ابو عبد اللہ اکثبو کم یعنی اکثر و کم امام بخاری کی یہ تفسیر مشہور نہیں ہے مشہور تفسیر یہی ہے کہ قریب آجائیں۔

باب اللہو بالحرب ونحوها

غرض یہ ہے کہ نیزے وغیرہ آلات حرب سے کھیلنا اور لڑائی کی مشق کرنا جائز ہے۔

باب المجن و من تیترس بترس صاحبه

اس باب کی دو غرضیں ہیں۔ ۱۔ ڈھال کا استعمال توکل کے خلاف نہیں ہے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے خذوا حذرکم۔ ۲۔ ساتھی کی ڈھال سے پناہ لینا بھی جائز ہے۔

باب الدرق

غرض یہ ہے کہ درق کا استعمال بھی جائز ہے۔ درق اس ڈھال کو کہتے ہیں جو چمڑوں سے بنائی گئی ہو۔

جانا بھی جائز ہے۔ ضلع الدین۔ قرضہ کا بوجھ۔

باب رکوب البحر غرض یہ ہے کہ جہاد کے لئے سمندر کا سفر بھی جائز ہے۔ قال یوماً فی بیتھا: ان کے گھر میں دو پہر کے وقت آرام فرمایا یہ مال قبولہ سے ہے۔

باب من استعان بالضعفاء

والصالحین فی الحرب

غرض یہ ہے کہ کمزوروں اور صالحین سے امداد لینا لڑائی میں مستحب ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے اس کی مختلف تقریریں ہیں۔ ۱۔ صالحین اور ضعفاء کا لڑائی میں موجود ہونا ہی باعث برکت اور باعث فتح ہے۔ ۲۔ صالحین اور ضعفاء کی برکت سے فتح ہوتی ہے۔ ۳۔ صالحین کے تقویٰ کی وجہ سے فتح ہوتی ہے کیونکہ یہ حق تعالیٰ کی خصوصی توجہ کا محل ہے اور صحابہ میں ان کا صحابی ہونا فتح کا سبب ہے۔

کیونکہ یہ بھی حق تعالیٰ کی خصوصی توجہ کا محل ہے اور کمزور ہونا حق تعالیٰ کی خصوصی توجہ کا محل ہے۔ اس کی تین اہم وجہیں ہیں۔ ۱۔ عموماً ضعیف کی دعا میں اخلاص زیادہ ہوتا ہے۔ ۲۔ عموماً ضعیف کی عبادت میں تواضع زیادہ ہوتی ہے۔ ۳۔ عموماً ضعیف کا دل دنیا کے تعلق سے خالی ہوتا ہے اس لئے اس کی توجہ دین کی طرف غنی کی نسبت زیادہ ہوتی ہے۔ ان سب باتوں کی تائید چند چیزوں سے ہوتی ہے۔ ۱۔ بخاری شریف کا ایک نسخہ یوں ہے۔

انما ینصر اللہ هذه الامة بضعفاء هم بدعواتهم و صلاتهم اخلاصهم۔ ۲۔ قال اللہ تعالیٰ و نرید انمن علی الذین استضعفوا فی الارض و نجعلهم ائمه و نجعلهم الورثین و نمکن لهم فی الارض۔ ۳۔ اس باب کی احادیث سے بھی ان باتوں کا ثبوت ملتا ہے صراحۃً اور دلالتاً۔ و رای سعد ان له فضلاً علی من دونه یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شبہ ہوا کہ شاید حضرت سعد اپنے آپ کو بعض کمزوروں سے افضل سمجھتے ہیں تو ان کو سمجھایا کہ کسی مسلم کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھنا چاہئے۔

باب ما قیل فی الرماح

غرض یہ ہے کہ جہاد میں نیزہ استعمال کرنے کی بڑی فضیلت ہے۔

باب ما قیل فی درع النبی صلی اللہ

علیہ وسلم والقمیص فی الحرب

اس باب کی دو غرضیں ہیں۔ ۱۔ لوہے کا کرتہ جس کو درع کہتے ہیں اس کا پہننا توکل کے خلاف نہیں ہے۔ ۲۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی درع کس چیز کی بنی ہوئی تھی۔

اللہم افی النشدک عہدک ووعدک

اس وعدہ سے مراد وہ وعدہ ہے جس کا ذکر اس آیت میں ہے۔ واذیعدکم اللہ احدی الطائفین انہا لکم اور یہ دعاء غلبہ حال کے طور پر تھی جو انبیاء علیہم السلام میں بہت کم ہوتا ہے اور اولیاء اللہ میں کثرت سے ہوتا رہتا ہے۔ فقال حسبک: حضرت ابو بکر کا یہ عرض کرنا سن جانب اللہ اشارہ تھا کہ آپ کی دعا قبول ہو چکی ہے اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ سیہزم الجمع ویولون الدبر۔ تخلصت علیہ بل گئی۔

باب الجبة فی السفر والحرب

غرض یہ ہے کہ سفر اور حرب میں جبہ پہننا جائز ہے۔

باب الحریر فی الحرب

غرض یہ ہے کہ حرب میں ریشم پہننا مردوں کے لئے جائز ہے گویا امام شافعی اور امام احمد کی تائید کر دی۔ ہمارے امام صاحب اور امام مالک کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ منشاء اختلاف حدیث الباب ہے عن انس رضی اللہ عنہ ان عبد الرحمن بن عوف والذیر شکوا الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی اہل فخر خاص لہما فی الحریر فرای علیہما غراۃ ہمارے نزدیک خصوصیت پر اور ان کے نزدیک عموم پر معمول ہے ترجیح ہمارے استدلال کو ہے کیونکہ ہماری توجیہ محرم ہے ان کی میخ ہے۔

باب ما یدکر فی السکین

غرض یہ ہے کہ چھری کا استعمال بھی جائز ہے۔ سوال۔ ابواب

باب الحمائل و تعلیق السیف بالعنق

۱۔ غرض یہ ہے کہ حمائل استعمال کرنا اور گردن میں تلوار لٹکا لینا بدعت نہیں ہے پھر حمائل کی تحقیق لغوی میں تین قول ہیں۔ ۱۔ جمع ہے حملۃ بکسر الحاء کی تلوار وغیرہ لٹکانے کا ذریعہ۔ ۲۔ حمل کی جمع علی خلاف القیاس آلہ حمل۔ ۳۔ حملہ کی جمع لیکن یہ تیسرا قول ضعیف شمار کیا گیا ہے کیونکہ حملہ تو ان ٹکلوں وغیرہ کو کہتے ہیں جن کو سیلاب بہا کر لاتا ہے۔ قد استبراء الخبر خبر کی تحقیق فرمائی۔

باب ما جاء فی حلیۃ السیوف

غرض یہ ہے کہ تلوار کو مزین کر لینا بھی جائز ہے۔ العلای: کھالیں دباغت سے پہلے لائنک۔ رانگا۔

باب من علق سیفہ بالشجر فی السفر عند القائلۃ

غرض یہ ہے کہ سفر میں درخت پر تلوار لٹکا کر سوجانا بھی جائز ہے۔ قلت اللہ ثلاثا: یعنی میں نے تین دفعہ اللہ اللہ کہا۔ فشم السیف تلوار کو نیام میں کیا اور اس کے معنی تلوار کو نیام سے نکالنے کے بھی آتے ہیں اس لئے یہ الفاظ اضداد میں سے ہے۔ اضداد میں سے وہ لفظ شمار ہوتا ہے جس کے معنی میں دو ضدیں ہوں۔

باب لبس البیضة غرض یہ ہے کہ لوہے کی ٹوپی جس کو خود کہتے ہیں اس کا پہننا لڑائی میں جائز ہے اور توکل کے خلاف نہیں ہے۔ وہ شمت البیضة: ہشم کے معنی ہیں خشک چیز کو توڑنا۔

باب من لم یرکسر السلاح عند الموت

غرض زمانہ جاہلیت کی رسم کا رد ہے کہ بادشاہ اپنی موت کے وقت اپنے ہتھیاروں کو توڑ دینے کی وصیت کر دیا کرتے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رسم کی مخالفت فرمائی اور اس رسم کو توڑ دیا۔

باب تفرق الناس عن الامام

عند القائلۃ والاستظلال بالشجر

غرض یہ ہے کہ بادشاہ کے سفر میں قبولہ کرتے وقت لوگوں کا متفرق ہو جانا جائز ہے۔

گی۔ ترکوں کے مصداق میں تین اہم قول ہیں۔ ۱۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی لونڈی قنظوراء کی اولاد ہیں۔ ۲۔ نوح علیہ السلام کے بیٹے یافث کی اولاد ہیں۔ ۳۔ تبع کی اولاد ہیں۔

ينتعلون نعال الشعر

۱۔ بالوں والے جوتے پہنیں گے۔ ۲۔ بال لے ہوں گے گویا بال جوتوں کے قریب پہنچ جائیں گے۔

باب قتال الذین ينتعلون الشعر

غرض پیشین گوئی ہے کہ بالوں والے جوتوں والوں سے مسلمان لڑیں گے یا ایسے لوگوں سے لڑیں گے جن کے بال اتنے لمبے ہوں گے کہ جوتوں کے قریب تک پہنچ جائیں گے۔ پھر ان کے مصداق میں تین قول ہیں۔ ۱۔ ترک ہی ہیں۔ ۲۔ ترک کا غیر کوئی قوم ہے۔ ۳۔ ترک کی دو قسمیں ہیں ایک لمبے بالوں والے یا بالوں والے جوتے والے اور دوسری قسم ان کے علاوہ بظاہر امام بخاری یہی تیسرا قول لے رہے ہیں اسی لئے ان کو دو بابوں میں ذکر فرمایا اور دونوں میں حدیث ایک ہی بیان فرمائی جس کے طرق مختلف ہیں۔

باب من صف اصحابه عند الهزيمة

ونزل عن دابة واستنصر

غرض یہ دو تقریریں ہیں۔ ۱۔ شکست کے موقع پر امام کو چاہئے کہ دوبارہ صف بندی کرے اور سواری سے اتر آئے اور اللہ تعالیٰ سے نصرت کی دعا مانگے۔ ۲۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو طرف غزوہ حنین میں اختیار فرمایا تھا اس کی حکایت کرنی مقصود ہے کہ اس طرح سے یہ واقعہ پیش آیا تھا۔ حسرا: جمع ہے حاسر کی بلا ہتھیار۔ فرشقوہم: ان کو تیر مارے۔

باب الدعاء على المشركين

بالحزيمة والزلزلة

غرض یہ ہے کہ کافروں پر بددعا شکست اور زلزلہ کی جائز ہے۔ اتباعا للسنۃ۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شکست کی بدعا

جہاد سے مناسبت نہیں ہے جواب۔ جیسے چھری کھانے پینے میں استعمال ہوتی ہے ایسے ہی آلہ جہاد بھی ہے۔ یحتر منھا: چھری سے اس کندھے میں سے کاٹ رہے تھے یہاں تو صرف کانٹے کا ذکر ہے لیکن فوراً بعد آنے والی روایت میں ہے فالقی السکین اس سے معلوم ہوا کہ چھری سے کاٹنا مراد ہے اس لئے یہی کل ترجمہ ہے۔

باب ما قيل في قتال الروم

غرض یہ ہے کہ رومیوں سے جہاد کرنے میں بہت ثواب ہے۔ اول جيش من امتي يغزون البحر قدا وجوا اس کا مصداق وہ لشکر ہے جو حضرت عثمان کی خلافت میں حضرت امیر معاویہ کی سرداری میں گیا تھا قدا وجوا کے معنی ہیں کہ انہوں نے اپنے لئے مغفرت اور رحمت ثابت کر لی۔

اول جيش من امتي يغزون

مدينة قيصر مغفور لهم

مدینہ قیصر سے مراد قسطنطنیہ ہے یہ شہر حضرت امیر معاویہ کی خلافت کے زمانے میں فتح ہوا تھا فتح کرنے والے لشکر کے سردار کون تھے۔ اس میں دو قول ہیں۔ ۱۔ یزید بن معاویہ۔ ۲۔ سفیان بن عوف اور یہ فتح ۵۲ھ میں ہوئی حافظ ابن عبد البر نے ائمہ میں لکھا ہے کہ یزید نے حضرت حسین کو شہید کرنے کا حکم نہیں دیا تھا صرف یہ حکم دیا تھا کہ ان کو پکڑ کر میرے پاس لے آؤ۔ انہوں نے بلا امر ہی شہید کر دیا تھا پھر یزید پر لعنت کرنے میں تین قول ہیں۔ ۱۔ جائز۔ ۲۔ ناجائز۔ ۳۔ توقف اور معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا اور اسی تیسرے قول میں زیادہ احتیاط ہے۔

باب قتال اليهود

غرض پیشین گوئی ہے کہ نزول عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں یہودیوں سے لڑائی ہوگی اور مسلمان یہودیوں کو قتل کریں گے۔

باب قتال الترك

غرض پیشین گوئی ہے کہ مسلمانوں اور ترکوں کے درمیان لڑائی ہو

جس کے معنی بادشاہ کے ہیں یہ فارس کے بادشاہوں کا لقب تھا اور قیصر لغت روم میں بقیر کے معنی میں ہے جس کے معنی ہیں وہ بچہ جو ماں کا پیٹ کاٹ کر پیدا ہوا ہو۔ سب سے پہلا قیصر روم ایسا ہی تھا کہ ولادت کے وقت اس کی ماں فوت ہو گئی تھی اور پیٹ کاٹا گیا تو یہ زندہ نکل آیا۔ اور وہ فخر کیا کرتا تھا کہ میں شرم کی جگہ سے پیدا نہیں ہوا۔ پھر روم کے سب بادشاہوں کا یہی لقب ہو گیا۔

باب دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم

الی الاسلام والنبوة وان لا یتخذ

بعضہم بعضاً ارباباً من دون اللہ

غرض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت الی الاسلام کا بیان ہے کہ کیسے تھی۔ گویا اہمیت کی وجہ سے گذشتہ باب کی چار جزئیات میں سے ایک کی تفصیل ہے۔

باب من اراد غزوة فوری بغیر ہا ومن

احب الخروج يوم الخميس

غرض دو مسئلوں کا بیان ہے۔ ۱۔ مستحب یہ ہے کہ لڑائی میں اصل جانے کی جگہ کی تصریح نہ کی جائے بلکہ توریہ سے کام لیا جائے تاکہ دشمن پر اچانک حملہ ہو سکے۔ ۲۔ جمعرات کے دن جہاد کا سفر شروع کرنا مستحب ہے۔

باب الخروج بعد الظهر

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ اگر ظہر کے بعد بھی جہاد کا سفر شروع کر لیا جائے تو گنجائش ہے کیونکہ ایک حدیث پاک میں جو آتا ہے بورک فی امتی فی بکورہ اس میں صرف استحباب ہے کہ صبح کو سفر شروع کرنا مستحب ہے اور برکت کا سبب ہے وجوب بیان نہیں فرمایا گیا اس لئے ظہر کے بعد بھی سفر جائز ہی ہے۔

باب الخروج آخر الشهر

غرض زمانہ جاہلیت کے قول کا رد ہے کہ آخر مہینہ میں سفر کرنا منہوس ہوتا ہے۔

فرمانی ہلاک کی نہ فرمائی کیونکہ ان کی ہدایت کا احتمال تھا اور ان کی اولاد میں بھی ہدایت کا احتمال تھا۔

لابی جہل بن ہشام

یہ لام للبیان ہے جسے ہیت لک میں ہے ای ہذا الدعاء مختص بابی جہل واسماجہ۔

باب هل يرشد المسلم

اهل الكتاب او يعلمهم الكتاب

غرض یہ ہے کہ دینی تعلیم اور قرآن پاک کی تعلیم کافروں کو دینا جائز ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت لکھ کر قیصر روم کو بھیجی۔

باب الدعاء للمشرکین بالهدی لیتا لفہم

غرض یہ ہے کہ کافروں کی تالیف قلبی کے لئے ان کی ہدایت کی دعا بھی جائز ہے۔ سوال کچھ پیچھے تو کافروں پر بددعا کا ذکر تھا۔ جواب۔ بددعا اس وقت ہے جب ان کی ہدایت سے مایوسی ہو جائے۔

باب دعوة اليهود والنصری وعلی

ما یقاتلون علیہ و ما کتب النبی صلی

اللہ علیہ وسلم الی کسری و قیصر

والدعوة قبل القتال

غرض دعوت الی الاسلام کا ذکر ہے جو قتال سے پہلے مستحب ہے اگر پہلے دعوت پہنچ چکی ہو اور واجب ہے اگر پہلے نہ پہنچی ہو۔ پھر ترجمہ الباب میں چار جزئیات کا ذکر ہے۔ ۱۔ اہل کتاب کو بھی دعوت دی جاتی ہے جیسے دوسرے کافروں کو دی جاتی ہے۔ ۲۔ کن الفاظ سے دعوت ہونی چاہئے۔ ۲۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کن الفاظ سے دعوت دیا کرتے تھے۔ ۳۔ دعوت قتال سے پہلے ہونی چاہئے پھر لفظ دعوة بفتح الدال مطلقاً پکارنے اور بلانے کے معنی میں ہے اور دعوة بضم الدال خاص ولیمہ کی دعوت میں استعمال ہوتا ہے اور دعوة بکسر الدال نسب کے دعوے میں استعمال ہوتا ہے پھر کسری کا لفظ خسرو سے معرب ہے

باب الخروج فی رمضان

غرض اس شخص کا رد ہے جو اس کا قائل ہوا کہ رمضان المبارک میں جہاد کے لئے نکلنا مکروہ ہے۔ انما یؤخذ بالآخر:۔ اور وہ اس روایت میں افطار ہے۔

باب التودیع عند السفر

غرض کی تین تقریریں ہیں۔ ۱۔ یہ مسنون ہے کہ مسافر مقیم سے مل کر جائے گویا یہ مسافر کی سنن میں سے ہے جیسا کہ اس باب کی حدیث میں صحابہ مسافرین کا مل کر جانا صراحۃً مذکور ہے۔ ۲۔ مقیم کے لئے مسنون ہے کہ مسافر اور مہمان جب جانے لگے تو اس کو رخصت کرے اور یہ مسئلہ اس باب کی حدیث سے قیاساً ثابت ہوا۔ ۳۔ دونوں کام ہی مسنون ہیں اور امام بخاری کی مراد دونوں سنتوں کا بیان ہے۔

باب السمع والطاعة للامام مالم یامر بمعصیة

غرض یہ ہے کہ امیر کی اطاعت اس وقت تک واجب ہے جب تک کہ گناہ کا حکم نہ کرے۔

باب یقاتل من وراء الامام و یتقی بہ

غرض یہ بیان فرمانا ہے کہ امام حفاظت کا ذریعہ ہونے میں ڈھال کی طرح ہے پھر اس ڈھال کی طرح ہونے کی تفصیل میں تین قول ہیں۔ ۱۔ امام کے بغیر لڑائی نہیں ہو سکتی۔ ۲۔ ایسے امام کے ساتھ مل کر جہاد کرنا چاہئے جس کو مسلمانوں کے اتفاق نے خلیفہ بنایا ہو نہ ایسے کے ساتھ جو غالب آ کر امام بن گیا ہو۔ ۳۔ غرض امام کا واجب الاطاعت ہونے کا بیان ہے۔

باب البیعة فی الحرب علی ان لا یفروا

غرض ایک اختلاف کا بیان ہے اور ساتھ ساتھ ایک قول کو ترجیح دینی مقصود ہے۔ اختلاف یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت رضوان میں نہ بھاگنے پر بیعت لی تھی یا موت تک لڑتے رہنے پر بیعت لی تھی اور یہ صرف لفظوں ہی کا اختلاف ہے

مال دونوں کا ایک ہی ہے۔ امام بخاری پہلے قول کو ترجیح دے رہے ہیں کیونکہ اس کو پہلے ذکر فرمایا ہے۔

فما اجتمع منا اثنا

علی الشجرة التی بایعنا تحتها

معنی کیا ہیں دو قول ہیں۔ ۱۔ ہم پہچان نہ سکے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر مشتبہ فرمادیا۔ کانت رحمة من اللہ:۔ یہ علیہ جملہ ہے معنی یہ ہیں کہ یہ درخت کا خنفي ہو جانا اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت تھی ورنہ خوف تھا کہ بعض جاہل عبادت کے درجہ میں تعظیم نہ شروع کر دیں جیسے زمانہ جاہلیت میں ہوتا رہا ہے۔

باب عزم الامام علی الناس فیما یطیقون

غرض یہ مسئلہ بیان کرنا ہے کہ امام اسی چیز کا وعدہ لے جو وہ کر سکیں۔ مودیا:۔ اداة حرب والا یعنی مسلح۔ لن یزال بخیر ما تقی اللہ:۔ غرض یہ ہے کہ جب تک تقویٰ کے خلاف نہ ہو امام کی اطاعت کرو۔ والذی لا اله الا هو ما ذکر ما غبر:۔ یہ قسم ہے اور اس قسم سے نیا جملہ شروع ہوتا ہے پھر ما ذکر والی مانافہ ہے اور ما غمر والی موصولہ ہے مقصد یہ ہے کہ اچھے لوگ چلے گئے ٹھیکہ گئے۔

باب کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا لم یقاتل

اول النهار اخر القتال حتی تنزل الشمس غرض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتال کا وقت بیان فرمانا ہے کہ شروع نهار میں قتال شروع فرمایا کرتے تھے اور اگر شروع نهار میں شروع نہ فرماتے تو پھر زوال تک مؤخر فرماتے تھے اور اس تاخیر کی کئی وجوہ تھیں۔ ۱۔ زوال کے وقت اللہ تعالیٰ کی خصوصی امداد نازل ہوتی ہے۔ ۲۔ ظہر کی نماز کے بعد دعاء مانگنے کا موقع مل جائے گا اور نماز کے بعد دعاء قبول ہوتی ہے۔ ۳۔ گرمی کا زور کم ہونا شروع ہو جاتا ہے اور خشک میں لڑائی آسان ہوتی ہے۔

باب استیذان الرجل الامام

غرض یہ ہے کہ جہاد سے کسی نے واپس وطن آنا ہو تو امام سے

اجازت لینا واجب ہے۔

ہے۔ سوال۔ اس باب میں حدیث کیوں نہ ذکر فرمائی۔ جواب۔ ۱۔ بلا فصل گذشتہ باب والی حدیث کو کافی خیال فرمایا۔ ۲۔ ارادہ تھا کہ گذشتہ باب والی حدیث ہی کو دوسرے الفاظ کے ساتھ لکھ دوں گا لیکن نہ ملی۔

باب الجعائل والحملان فی السبیل

غرض یہ ہے کہ فوج کی ملازمت کی تنخواہ یا مجاہدین کے بوجھاٹھانے کا کرایہ ضرورت کے درجہ میں لینے اور دینے میں کچھ حرج نہیں اپنے کام کا معاوضہ سمجھ کر اور مقصود سمجھ کر لینا مکروہ ہے ایسے ہی دینا ہے۔ باب الاجیر: غرض یہ ہے کہ اجیر کا جہاد میں شریک ہونا جائز ہے پھر اگر باقاعدہ جہاد کیا تو پورا حصہ غنیمت سے ملے گا ورنہ نہیں۔ واخذ عطیۃ بن قیس فرسا علی النصف اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ گھوڑا جہاد کے لئے کرایہ پر لینا اس شرط پر ہے کہ مال غنیمت جو گھوڑے کی وجہ سے ملے گا آدھا میرا آدھا تیرا اس طرح لینا جائز ہے یا نہ عند احمد جائز ہے عندا حمہور جائز نہیں۔ ولنا اس میں جہالت ہے جو مفید عقد ہے ولاحمد یہ حضرت عطیہ والی روایت واخذ عطیۃ بن قیس فرسا علی النصف۔ جواب حضرت عطیہ جو کہ تابعی ہیں یہ ان کا اپنا اجتہاد ہے۔

باب ما قیل فی لواء النبی صلی اللہ علیہ وسلم

غرض یہ بیان کرنا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی جھنڈا ہوتا تھا پھر لواء اور رایہ کے بارے میں تین اہم قول ہیں کہ ان کا مصداق کیا ہے۔ ۱۔ دونوں لفظ مترادف ہیں ہر جھنڈے کو لواء بھی کہتے ہیں اور رایہ بھی کہتے ہیں۔ ۲۔ لواء نیزے پر باندھا جاتا ہے اور نیزے کی حرکت کے ساتھ حرکت کرتا ہے اور رایہ ہوا کی حرکت سے حرکت کرتا ہے۔ بانس وغیرہ کے ساتھ باندھ دیا جاتا ہے۔ ۳۔ لواء بڑا جھنڈا ہوتا ہے اور رایہ امیر کی جگہ کی نشانی کے طور پر چھوٹا جھنڈا ہوتا ہے پھر راجح یہی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کا کوئی رنگ متعین نہ تھا جو کپڑا سامنے آ گیا بطور علامت کے باندھ لیا جاتا تھا کیونکہ ابوداؤد کے ایک ہی باب میں جھنڈے کی صفات میں لمرہ بھی ہے ایض بھی ہے مفرأ بھی ہے۔

باب من غزا وھو حدیث عہد بعہ

غرض یہ ہے کہ نکاح کے بعد جلدی جہاد میں چلے جانا بھی جائز ہے۔ پھر اس باب میں تعلیقاً حدیث لا کر گذشتہ باب کی حدیث مسند کی طرف اشارہ کر دیا۔ تفصیل سے مسند نہ لائے تاکہ تکرار نہ ہو اور گزری بھی متصل گذشتہ باب میں ہے۔ بلا فصل اس لئے تلاش کرنے میں بھی کچھ مشقت نہیں۔

باب من اختار الغزو بعد البناء

غرض کی دو تقریریں ہیں۔ ۱۔ نکاح ہو چکا ہو تو مستحب ہے کہ رخصتی سے فارغ ہو کر جہاد میں جائے پہلے نہ جائے تاکہ اس کے افکار جمع رہیں اور یکسوئی سے جہاد کی عبادت میں مشغول ہو۔ ۲۔ بناء اور رخصتی ہو جانے کے بعد بھی جو جہاد میں جانا پسند کرے اور غزو اختیار کرے اس کو بھی منع کیا جائے گا یا نہ حدیث ابی ہریرہ مرفوعاً آگے مفصلاً آئے گی۔ انشاء اللہ اور وہ یہ ہے غزائی من الانبیاء فقال لقومہ لا تتبعنی رجل ملک بضع امرأۃ وھو یدان ینی بھا ولما بین بھا الحدیث لفظ بضع کے تین معنی آتے ہیں۔ ۱۔ عقد نکاح، ۲۔ جماع، ۳۔ فرج۔ اس حدیث سے بطور دلالت انفس کے ثابت ہوتا ہے کہ مستحب ہے کہ بناء کے بعد بھی قریب زمانہ میں جہاد میں نہ جائے بلکہ کچھ عرصہ کے بعد جائے تاکہ یکسوئی سے جہاد میں شریک ہو سکے۔

باب مبادرۃ الامام عند الفزع

غرض یہ ہے کہ امام کے لئے مستحب ہے کہ گھبراہٹ کے موقع پر خود سب سے پہلے جا کر تحقیق کرے۔

باب السرعة والركض فی الفزع

غرض یہ ہے کہ گھبراہٹ کے موقع پر گھوڑے کو ایڑھی مار کر بھاگانا اور جلدی گھبراہٹ کی چیز کی تحقیق کرنا مستحب ہے اور یہ باب گذشتہ باب کی تاکید کے لئے ہے۔

باب الخروج فی الفزع وحده

غرض یہ ہے کہ گھبراہٹ کے موقع میں امام کا اکیلا نکل جانا بھی جائز

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم

نصرت بالرعب مسيرة شهر

غرض یہ بیان فرمانا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ نے یہ خصوصی شان عطاء فرمائی تھی کہ ایک ماہ کے سفر کی دوری پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت اور رعب اور دبدبہ محسوس ہوتا تھا۔ سوال۔ بہت سے لوگ بادشاہوں سے دور بیٹھے ڈرا کرتے ہیں۔ جواب۔ ۱۔ اس رعب کی تائید فتوحات کثیرہ سے ہوئی۔ ۲۔ بادشاہوں کے پاس ڈرانے کے ظاہری اسباب ہوتے ہیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا رعب ظاہری اسباب کے بغیر تھا۔ تشنگو تھا۔ تم وہ خزانے نکال رہے ہو۔

باب حمل الزاد فی الغزو

غرض یہ ہے کہ جہاد میں زاد لے کر جانا تو کل کے خلاف نہیں ہے۔ فاحتشی الناس: لوگوں نے دونوں ہاتھوں سے اپنے برتنوں کو بھرا۔

باب حمل الزاد علی الرقاب

غرض یہ ہے کہ جب سوار یاں زاد اٹھانے کے لئے نہ ہوں تو گردنوں پر لا کر زاد لے جانا بھی جہاد میں جائز ہے۔ ما احینا: ماموصلہ ہے فاکلنا کا۔

باب ارداف المرأة خلف اخیها

غرض یہ ہے کہ کسی عورت کو اس کے بھائی کے پیچھے بٹھانا بھی جائز ہے۔

باب الارتداف فی الغزو والحج

غرض یہ ہے کہ حج اور جہاد کے سفر میں کسی کے پیچھے سواری پر بیٹھنا بھی جائز ہے۔ پھر اس باب کی حدیث پاک میں توجج کا ذکر ہے۔ امام بخاری جہاد کو حج پر قیاس فرما رہے ہیں۔

باب الردف علی الحمار

غرض یہ ہے کہ اگر حمار برداشت کر سکتا ہو تو اس پر کسی کے پیچھے بیٹھنے والا بن جانا بھی جائز ہے ردف کے معنی پیچھے بیٹھنے والا۔

باب من اخذ بالرکاب و نحوه

غرض یہ ہے کہ کسی عالم کا احترام کرتے ہوئے اس کی رکاب پکڑنا

جہاں پاؤں رکھے جاتے ہیں یہ بھی ثواب کا کام ہے نحوہ سے مراد ہے کہ مثلاً اس کے سوار ہونے میں امداد کرنا یعنی میں اس باب میں یہ واقعہ نقل فرمایا گیا ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابن عباس نے حضرت زید بن ثابت کی رکاب پکڑ لی۔ انہوں نے فرمایا لا تفعل یا ابن عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہوں نے فرمایا لکذا امرنا ان نفعل بال رسول اللہ صلی علیہ وسلم۔

باب کراهیة السفر بالمصحف

الی ارض العدو

غرض یہ ہے کہ اگر خطرہ ہو کہ دشمنوں کے ہاتھوں میں قرآن پاک لکھا ہوا آ جائے گا اور وہ اس پاک کتاب کی توہین کریں گے تو دشمن کے علاقہ میں قرآن پاک کا نسخہ لے کر جانا مکروہ ہے اور اگر ایسا اندیشہ نہ ہو تو گنجائش ہے۔

وہم یعلمون القرآن

اس عبارت کی تین توجیہات ہیں۔ ۱۔ العلمون باب سمع یسمع سے ہے۔ ۲۔ باب تفعلیل سے ہے اور مصحف دیکھ کر پڑھانا مراد ہے۔ ۳۔ باب تفعلیل سے ہے اور حفظاً پڑھانا مراد ہے۔ پھر امام بخاری کی غرض اس عبارت سے کیا ہے اس کی دو توجیہات ہیں۔ ۱۔ پہلی یا تیسری توجیہ لینا چاہتے ہیں اور غرض یہ ہے کہ آگے اسی باب کی مسند روایت میں جو قرآن پاک دشمن کی زمین میں لے جانے سے ممانعت آرہی ہے اس کا تعلق قرآن پاک کے مصحف سے ہے نفس قرآن پاک سے نہیں ہے کیونکہ صحابہ کرام کے سینوں میں قرآن تھا اور وہ حفظاً پڑھتے پڑھاتے بھی تھے اور دشمن کی زمین میں جاتے بھی تھے۔ ۲۔ دوسری توجیہ امام بخاری لینا چاہتے ہیں کہ ممانعت چھوٹے لشکر میں مصحف ساتھ لے جانے سے ہے کیونکہ بڑے لشکروں میں تو صحابہ کرام بھی مصحف لے جاتے تھے۔

باب التکبیر عند الحرب

غرض یہ ہے کہ جہاد میں اللہ اکبر کہنا مستحب ہے۔

باب ما یکرہ من رفع الصوت فی التکبیر

غرض یہ ہے کہ تکبیر کے ساتھ آواز بلند کرنا مکروہ ہے۔ سوال

کفایہ ہے اس لئے والدین کی خدمت مقدم ہے۔

باب ما قیل فی الجرس

ونحوہ فی اعناق الابل

غرض یہ ہے کہ اونٹوں کے گلے میں گھٹی ڈالنا مکروہ ہے کیوں۔ ۱۔ فرشتے اس سے نفرت رکھتے ہیں۔ ۲۔ اس کی آواز سے دشمن کو پتہ چل جاتا ہے۔ اسی لئے کراہت عدم ضرورت کے موقعہ میں ہے۔ ضرورت کے موقعہ میں مکروہ نہیں۔ پھر نحوہ سے مراد گلے میں بطور تعویذ کے دھاگا ڈالنا ہے۔ اور تعویذ کے جائز ہونے کی تین شرطیں ہیں۔ ۱۔ مؤثر بالذات نہ سمجھے۔ ۲۔ کوئی لفظ یا کام گناہ کے درجہ کا نہ ہو۔ ۳۔ بے موقعہ استعمال نہ ہو۔

باب من اکتب فی جیش فخر جت

امراتہ حاجة او کان له عذر هل یوذن له

غرض یہ ہے کہ بیوی کے ساتھ حج پر جانے کا عذر ہو یا کوئی اور عذر ہو تو جہاد میں نام لکھنے کے بعد بھی جہاد کی شرکت چھوڑنی جائز ہے۔

باب الجاسوس

جاسوس کا حکم بیان کرنا مقصود ہے جاسوس اسے کہتے ہیں جو دشمن کے حالات معلوم کرے پھر اس کی تین قسمیں ہیں۔ ۱۔ مسلمان جاسوس بھیجیں یہ ضرورت کے موقعہ پر جائز ہے۔ ۲۔ کافر کسی مسلمان کو جاسوس بنائیں اس کو تعزیر لگائی جائے گی۔ ۳۔ کافر کسی کافر کو جاسوس بنائیں اس کو قتل کیا جائے گا۔

فاخرجة من عقاصها

عمدة القاری للعینی میں یحییٰ بن سلام کی تفسیر سے اس خط کے الفاظ یوں منقول ہیں یا معشر قریش فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاءکم بحش کاللیل بیسر کاللیل فواللہ لو جاءکم وحده نصرہ اللہ وانجز له وعدہ فانظروا لانفسکم والسلام۔

قال سفیان وای اسناد هذا

حضرت سفیان بن عیینہ فرما رہے ہیں کہ کیا ہی اچھی سند ہے یہ

یہ باب گزشتہ باب کے خلاف ہے۔ جواب ۱۔ گزشتہ باب میں بیان جواز تھا اور اس باب میں کراہت تنزیہی کا ذکر ہے کیونکہ نبی دنیا کی آسانی کے لئے ہے۔ ۲۔ گزشتہ باب میں ہلکی آواز سے کہنا مراد تھا اور اب بہت زور سے کہنے سے ممانعت ہے۔

باب التسیب اذہبط وادیا

غرض یہ ہے کہ بچی جگہ کی طرف جاتے وقت تسبیح مسنون ہے تاکہ اجتماع ہو حضرت یونس علیہ السلام کا جنہوں نے پھلی کے پیٹ میں جو بیجی جگہ تھی تسبیح سے نجات پائی تھی اور کمال قرب خاص ہوا تھا ہم بھی نجات عن العذاب اور کمال قرب چاہتے ہیں۔

التکبیر اذا علا شرفاً

غرض یہ کہ پہاڑوں وغیرہ کی بلندی دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا اظہار اور اللہ اکبر پڑھنا مستحب ہے۔ فد فد۔ اونچی جگہ جو سخت بھی ہو۔ یکتب للمسافر مثل ما کان یحمل فی الاقامة غرض یہ ہے کہ اقامت کے زمانہ میں نفلوں کی عادت ڈالنی چاہئے تاکہ سفر میں وہ ساری عبادت بالاعمال ہی مل جائے۔

باب السیر وحده

غرض یہ ہے کہ امن ہو اور ضرورت ہو تو اکیلے آدمی کا سفر بھی جائز ہے اور خوف میں اور بلا ضرورت مکروہ ہے۔ اس باب کی دونوں حدیثوں کو ملانے سے یہ سب باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

باب السرعة فی السیر

غرض یہ ہے کہ وطن کو واپس آتے وقت بھیڑ کئے بغیر سواری کو قدرے تیز کر لینا بھی جائز ہے۔

باب اذا ت حمل علی فرس فراھا تباع

غرض یہ ہے کہ کسی کو گھوڑا بھریا ہو پھر وہ بیچ رہا ہو تو یہ بھریا کرنے والا نہ خریدے یہ جواب حدیث سے معلوم ہو رہا تھا اس لئے ذکر نہ فرمایا۔

باب الجہاد باذن الابیین

غرض یہ ہے کہ والدین کی خدمت فرض عین ہے اور جہاد فرض

اور مقصد اس سند کی قوت کا بیان ہے۔

باب الكسوة للاسارى

غرض یہ ہے کہ کافر قیدی جو ہمارے قبضہ میں آ جائیں ان کو کپڑے پہنانا ہمارے ذمہ واجب ہوتا ہے کیونکہ کسی کی چھپانے کی جگہ کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے۔ یقیناً علیہ:۔ عبد اللہ بن ابی کا کرتہ لبائی چوڑائی میں حضرت عباس پر پورا آتا تھا اور ناپ برابر تھا۔

باب فضل من اسلم علی یدیه رجل

غرض یہ ہے کہ کسی کے ہاتھ پر کوئی ایک شخص بھی مسلمان ہو جائے تو اس کا بھی بہت ثواب ہے۔

باب الاسارى فی السلاسل

غرض اسلام کے کمال کا بیان ہے کہ بعض مسلمان زنجیروں سے جنت میں جائیں گے پھر اس حدیث پاک کے معنی میں اور شان و ردد میں تین قول ہیں۔ ۱۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ زیر بحث باب والی روایت حضرت عباس اور دوسرے اساری بدر کے متعلق وارد ہوئی ہے۔ عن ابی ہریرۃ مرفوعاً عجب اللہ من قوم یدخلون الجنۃ فی السلاسل اس لئے معنی یہ ہوئے کہ بعضوں کو اللہ تعالیٰ زبردستی اسلام میں داخل فرماتے ہیں کہ قیدی بن کر آتے ہیں۔ اسلام کی خوبیاں دیکھ کر مسلمان ہو جاتے ہیں اور مسلمان ہونا جنت میں داخل ہونا ہے کیونکہ اسلام دخول جنت کا سبب ہے۔ ۲۔ یہ حدیث ان مسلمانوں کے متعلق ہے جو اضطراراً کافروں کے قیدی بن جاتے ہیں اور اسی حالت میں شہید کر دیئے جاتے ہیں یا فوت ہو جاتے ہیں۔ یہ قیامت کے دن زنجیروں کے ساتھ اٹھیں گے جیسے شہداء اپنے خون کے ساتھ اٹھیں گے اس قیامت میں اٹھنے کو دخول جنت سے تعبیر فرمایا گیا مجازاً کیونکہ یہ اٹھنا سبب ہے دخول جنت کا۔ ۳۔ بعض خواص کو اللہ تعالیٰ ایک دم گمراہی سے ہدایت کی طرف کھینچ لیتے ہیں جیسے بشر حافی اپنے گھر میں گناہوں میں مشغول رہتے تھے کہ ایک درویش نے دروازے پر آواز دی ایک لونڈی باہر گئی پوچھا یہ آ زاد کا گھر ہے یا غلام کا کہا آ زاد کا یہ کہہ کر چل دیئے کہ اگر غلام کا ہوتا ایسے نہ کرتا جیسے

یہ کر رہا ہے جب اندر پیغام پہنچا تو ایک دم دل پراثر ہو گیا۔ ان کے پیچھے بھاگے ننگے پاؤں اور دوبارہ یہی الفاظ سنے اور توبہ کی اور بزرگ بن گئے حافی لقب ہوا کیونکہ ننگے پاؤں بھاگ کر گئے تھے ایسے ہی بادشاہ ابراہیم بن ادھم رات اپنے محل میں تھے چھت پر کسی کے چلنے کی آواز آئی پوچھا کون کہا میرے بیل گم ہو گئے ہیں۔ فرمایا بھلا چھت پر بھی بیل ملا کرتے ہیں کہا جیسے تمہیں تخت پر اللہ تعالیٰ مل جائیں گے ایسے ہی مجھے چھت پر بیل مل جائیں گے۔ اس پر سلطنت چھوڑی اور دن رات عبادت شروع کی۔ بزرگوں میں شمار کئے گئے ایسے ہی حضرت شیخ عطاری پہلے عطاری کی دکان تھی ایک درویش نے گھوڑ پھور کر دیکھنا شروع کر دیا پوچھنے پر فرمایا کہ میں سوچ رہا ہوں کہ آپ کی جان ان لیس دار چیزوں میں انگی ہوئی ہے یہ نکلے گی کیسے فرمایا جیسے آپ کی نکلے گی ایسے ہی ہماری نکل جائے گی وہ درویش کہنے لگے کہ ہماری جان تو لو ابھی نکلے جاتی ہے یہ کہہ کر لیٹ گئے اور روح پرواز کر گئی۔ اس سے ایسا دھکا دل کو لگا کہ دن رات عبادت میں لگ گئے۔ عجب اللہ:۔ سوال تعجب کے معنی تو ہیں اور اک امور غریبہ اور اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی چیز امر غریب یعنی نئی چیز نہیں ہے اس لئے تعجب اللہ تعالیٰ کی ذات میں پایا جانا محال ہے۔ جواب۔ مبدا یعنی سبب بول کر غایت یعنی مسبب مراد ہے اور تعجب بول کر اس کا اثر جو یہاں رضا اور ثواب ہے وہ مراد ہے۔

باب فضل من اسلم من اهل الكتاب

غرض یہ ہے کہ اہل کتاب میں سے جو ایمان لائے اس کو دو گنا ثواب ہے اس کی تفصیل کتاب العلم میں گزر چکی ہے۔

باب اهل الدار یبتون فیصاب الولدان والدراى

غرض یہ ہے کہ کافروں پر رات کے وقت حملہ کرنا جس کو شب خون مارنا کہتے ہیں جائز ہے اس میں جو بچے اور عورتیں بھی ہلاک ہوتے ہیں یہ معاف ہے قصد ان کا قتل جائز نہیں ہے۔

باب قتل الصبیان فی الحرب

غرض یہ ہے کہ بچوں کا قتل جائز نہیں ہے دو وجہ ہے۔

۱- وہ کافر نہیں ہیں کیونکہ کفر تو بالغ ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے۔

۲- ان کے باقی رکھنے میں مسلمانوں کا نفع ہے کیونکہ یا تو ان کو غلام بنایا جائے گا یا فدیہ لے کر چھوڑا جائے گا۔ دونوں میں ہمارا نفع ہے۔ البتہ اگر بچے بھی لڑتے ہوں تو ان کو قتل کرنا جائز ہے۔

باب قتل النساء فی الحرب

غرض یہ ہے کہ عورتوں کا قتل کرنا منع ہے۔

باب لا یعذب بعذاب اللہ

غرض یہ ہے کہ آگ سے جلانا بلا ضرورت ممنوع ہے۔ البتہ اگر اس کے بغیر فتح نہ ہوتی ہو تو ان کے قلعوں کو آگ لگانا جائز ہے۔

ان علیا رضی اللہ عنہ حرق قوماً

مرتدین اور ملحدین پر تشدید فرماتے ہوئے جو ایسا کیا تو اس کی دو توجہیں ہیں۔ ۱- حضرت انور شاہ صاحب نے فرمایا ہے کہ قتل کرنے کے بعد جلایا تھا۔ ۲- حضرت علیؓ اور حضرت خالد بن الولیدؓ کے نزدیک جلانا جائز تھا ان کے نزدیک نہی تنزیہی تھی اور ان کا محل استدلال عربین کی آنکھوں میں لوہے کی سلائیاں ڈالنے کا واقعہ تھا حضرت عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک جلانا ممنوع و مکروہ تھا خواہ کافر ہو یا مقاتل ہو یا قصاص لیا جا رہا ہو کیونکہ نہی ان کے نزدیک تحریم کے لئے ہے اور یہی راجح ہے کیونکہ اسی میں احتیاط ہے۔ ۲- نہی میں اصل تحریم ہی ہے۔ باقی رہا واقعہ عربین والا تو اس کی سزا منسوخ ہے کیونکہ بالاتفاق مثلہ منسوخ ہے۔

باب قوله فاما منا بعد واما فداء

حتى تضع الحرب اوزارها

غرض یہ ہے کہ قید کرنے کے بعد مفت چھوڑنا بھی جائز ہے اور فدیہ لے کر چھوڑنا بھی جائز ہے۔

باب هل للاسیران یقتل او یخذع

الذین اسمروہ حتی ینجمن الکفرة

غرض اس مسلمان کا حکم بتلانا ہے جس کو کافروں نے قید کر لیا

ہو کہ اس کے لئے وہاں سے بھاگ آنا جائز ہے یا نہ۔ ظاہر یہی ہے کہ امام بخاری جمہور کے ساتھ ہیں کہ بھاگ آنا جائز ہے امام مالک کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ ولنا۔ واقعہ ابی بصیر جو کہ پیچھے کتاب الشروط میں گزر چکا ہے ان کے بھاگنے پر انکار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ فرمایا۔ البتہ معاہدہ کی وجہ سے اپنے پاس نہ رکھا۔ ولما لک اوفوا بالعہدان العہد کان مستولاً۔ جواب۔ اس مجبوری کے عہد کا اعتبار نہیں ہے۔ فیہ مسور عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس سے وہی روایت مراد ہے جو پیچھے مسند کتاب الشروط میں گزری ہے جس میں حضرت ابوبصیر کا واقعہ مذکور ہے۔

باب اذا حرق المشرک المسلم هل یحرق

غرض میں دو قول ہیں۔ ۱- ابتداءً تو کافر کو جلانا جائز نہیں ہے۔ لیکن کوئی کافر مسلمان کو جلائے تو اسی کافر کو بطور سزا کے جلانا جائز ہے۔ ۲- سیاست اور انتظام کے درجہ میں کافر کو جلانا جائز ہے۔ ابغنا رسلاً۔ ایسا انتظام فرماویں کہ جانوروں کے دودھ کی دھاریں ہم اپنے منہ میں مار سکیں۔ فاتی الصریخ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ پناہ مانگنے والے کی چیخ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی۔ فمات رجل النہار۔ نہ بلند ہوا دن۔

باب۔ یہ باب بلا ترجمہ ہے اور گذشتہ باب کا تتمہ ہے۔ تتمہ ہونے کی توجیہ یہ ہے کہ گذشتہ باب میں انسانوں کے جلانے کا ذکر تھا اور اس باب کی روایت میں چوٹیوں کو جلانے کا ذکر ہے۔ احرقت امة من الامم تسبیح اللہ اس وحی کا مقصد کیا تھا دو قول ہیں۔ ۱- یہ خلاف اولیٰ کرنے پر اس نبی کو عتاب تھا۔ اس نبی کی شریعت میں چوٹیوں کا جلانا صرف خلاف اولیٰ ہی تھا اور یہ عتاب اس درجہ میں تھا حسنات الارباب رسیئات المقربین۔ ۲- وحی بطور عتاب کے نہ تھی بلکہ اس حکمت کا بتلانا مقصود تھا کہ جب مجرم کے ساتھ غیر مجرم غلط کرے اور امتیاز مشکل ہو جائے تو دنیا میں سب پر عذاب آجاتا ہے۔

خفیہ تدبیر جائز ہے۔

باب فی الحرب

ورفع الصوت فی حضر الخندق

غرض یہ ہے کہ بلند آواز سے رجز پڑھنا بھی لڑائی میں اور خندق کھودنے میں جائز ہے اور رجز کو بعض نے نظم اور شعر شمار کیا ہے اور بعض نے نثر سمجھ شمار کیا ہے۔

باب من لا یثبت علی الخیل

غرض کی دو تقریریں ہیں۔ ۱۔ واقعہ بیان کرنا مقصود ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے صحابی کے لئے کیا دعا فرمائی تھی جو گھوڑے پر سوار نہ رہ سکتے تھے۔ ۲۔ اہل خیر کو چاہئے کہ جو گھوڑے پر سوار نہ ہو سکے اس کے لئے دعا کریں سنت کا اتباع کرتے ہوئے۔

باب دواء الجرح باحراق الحصیر

وغسل المرأة عن ابیہا الدم عن وجهہ

وحمل الماء فی الترس

غرض تین مسئلے بتلانا ہے۔ ۱۔ چٹائی جلا کر زخم کا علاج کرنا جائز ہے۔ ۲۔ عورت اگر اپنے والد کے چہرے کا زخم دھوئے تو جائز ہے۔ ۳۔ ڈھال کو پانی لانے کے لئے استعمال کرنا بھی جائز ہے۔

باب ما یکرہ من التنازع والاختلاف

فی الحرب و عقوبة من عصی امامہ

دو غرضیں ہیں۔ ۱۔ لڑائی میں اختلاف اور جھگڑا مکروہ ہے۔ ۲۔ بعض دفعہ مخالفت امام کی سزا دینا ہی میں شکست اور غنیمت سے محرومی کی صورت میں دے دی جاتی ہے۔

باب اذا فرز عوا باللیل

غرض یہ ہے کہ اگر رات کے وقت امام کوئی گھبراہٹ کی آواز سنے تو اسے چاہئے کہ تحقیق میں جلد کرے۔

باب من رای العدو فنادی باعلی

صوته یا صباحا حتی یسمع الناس

غرض یہ ہے کہ یا صباحا کے لفظ سے بھی ساتھیوں کو امداد کے

باب حرق الدور والنخیل

غرض یہ ہے کہ ضرورت کے موقع پر گھروں اور کھجوروں وغیرہ کو جلا دینا بھی جائز ہے کیونکہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے ما قطعتم من لينة او تركتموها قائمة علی اصولها فباذن الله ولیخزی الفاسقین

باب قتل النائم المشرک

غرض یہ ہے کہ اگر کوئی کافر موذی ہو اور ذی ہونے کے عہد کو توڑنے والا ہو تو اس کو سونے کی حالت میں قتل کر دینا بھی جائز ہے۔

باب لا تتمنو لقاء العدو

غرض یہ ہے کہ دشمن سے لڑنے کی تمنا کرنا ممنوع ہے۔ وجہ۔ ۱۔ بظاہر یہ عجب اور خود بینی کی علامت ہے اور خود بینی گناہ ہے۔ ۲۔ بظاہر یہ اپنی قوت پر اعتماد اور توکل چھوڑنے کی علامت ہے۔ ۳۔ انجام کا پتہ نہیں کہ اس وقت لڑائی مفید ہوگی یا نہ۔ ۴۔ یہ بظاہر تواضع کے خلاف ہے تواضع یہ ہے کہ ہمیشہ عافیت مانگے۔

باب الحرب خدعة

دو غرضیں ہیں۔ ۱۔ لڑائی میں دھوکے اور خفیہ تدبیر کی گنجائش ہے کیونکہ الماكرة النفع من الماكرة۔ ۲۔ غرض دوسری یہ ہے کہ غفلت سے روکنا مقصود ہے ایسا نہ ہو کہ کافر کوئی خفیہ تدبیر کر لیں کیونکہ الحرب خدعة لیکن تین چیزیں اس خداع سے مستثنیٰ ہیں۔ ۱۔ نقض عہد۔ ۲۔ نقض امان۔ ۳۔ صریح جھوٹ۔

باب الکذب فی الحرب

غرض اس کا بیان ہے کہ لڑائی میں جھوٹ جائز ہے یا نہ اور اگر جائز ہے تو صریح یا تو یہ جواب حدیث پاک سے سمجھ میں آ رہا ہے کہ تو یہ جائز ہے۔

باب الفتک باهل الحرب

غرض یہ ہے کہ اہل حرب کو اچانک قتل کر دینا بھی جائز ہے۔

باب ما یجوز من الاحتیال

والحذر مع من تخشی معرفته

غرض یہ ہے کہ جس کے فساد کا اندیشہ ہو اس سے احتیاط اور

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھوکیا کرتا تھا۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ ۴۔ اس کی دوگانے والی عورتیں تھیں جو مسلمانوں کی بھوکیا کرتی تھیں۔

هل يستاسر الرجل ومن لم

يستاسر ومن ركع ركعتين عند القتل

غرض تین مسئلے ہیں۔ ۱۔ عزیمت یہ ہے کہ شہید ہو جائے کافروں کا قیدی نہ بنے۔ ۲۔ رخصت ہے کہ اضطرار میں قیدی بن جائے۔ ۳۔ کافر جب شہید کرنے لگیں تو مستحب ہے کہ دو رکعتیں پڑھ لے۔ جد عاصم بن عمر:- یہاں جد سے مراد ابوالام ہے جسے ہم نانا کہتے ہیں۔ اوصال شلو ممزع:- کٹے ہوئے عضو کے جوڑ۔ الدبر:- زنجور جس کو اردو میں بھڑ اور تیا اور پنجابی میں بھونڈھ کہتے ہیں۔

باب فكاك الاسير

غرض یہ ہے کہ مسلمان جو کافروں کی قید میں ہوں ان کو چھڑانا واجب ہے۔ بیت المال سے فدیہ دے کر ہو یا کسی اور طریقہ سے ہو اس کا درجہ فرض کفایہ کا ہے۔

باب فداء المشرکین

غرض یہ ہے کہ کافروں کو فدیہ لے کر چھوڑ دینا جائز ہے۔

باب الحربی اذا دخل دار الاسلام بغير امان

غرض یہ ہے کہ اگر کوئی کافر حربی بغیر امان کے دارالاسلام میں داخل ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے یقین سے حکم ذکر نہ فرمایا کیونکہ اختلافی مسئلہ تھا لیکن ظاہر یہی ہے کہ اس مسئلہ میں امام بخاری، جمہور کے ساتھ ہیں۔ عند الشافعی ایسا آدمی اگر کہے کہ میں تو اپنی ہوں تو اس کو قتل نہیں کر سکتے و عند الجمہور وہ قیدی کی طرح ہے اور امام کو قتل کرنے یا غلام بنانے وغیرہ کا اختیار ہے ولنا۔ حدیث الباب عن سلمة بن الاکوع مرفوعاً اطلبوه واقتلو یعنی حضرت سلمة بن الاکوع نے اس جاسوس کو قتل کر دیا وللاشافعی اجماع ہے کہ اپنی کو قتل نہیں کیا جاتا اور یہ اجماع اہل اسلام کا بھی ہے اور جمع ملل عالم کا بھی ہے جواب

لئے بلانا جائز ہے اگرچہ یہ لفظ زمانہ جاہلیت میں استعمال ہوتا تھا اور صبح کا لفظ اس لئے استعمال کیا جاتا تھا کہ زیادہ تر ڈاکے صبح کے وقت پڑتے تھے۔ الرضع:- ذلیل گویا اس نے اپنے آپ کو یا ساتھیوں کو قتل کرا کے ملامت کے بطور دودھ کے پی لیا۔ فاسجح:- معاف کر دو۔ یقرون فی قومہم:- ان کو اپنی قوم میں مہمانی کھلائی جا رہی ہے یعنی وہ تو اب اپنی قوم میں واپس پہنچ چکے ہیں۔

باب من قال خذها وانا ابن فلان

غرض یہ ہے کہ اپنے آپ کو جوش دلانے کے لئے اس قسم کا لفظ کہنا جائز ہے کہ میں فلاں کا بیٹا ہوں۔ بطور فخر کے کہنا جائز نہیں ہے کیونکہ فخر تکبر کی ایک قسم ہے اور تکبر حرام ہے اس لئے فخر بھی حرام ہے۔

باب اذا نزل العدو علی حکم رجل

غرض یہ ہے کہ اگر کافر کسی خاص مسلمان کے ثالث بننے پر راضی ہو جائیں تو اس مسلمان کو ثالث بنا دینا جائز ہے۔ قوموالی سید کم: وجہ میں دو احتمال ہیں۔ ۱۔ وہ بیمار تھے اس لئے سواری سے اترنے میں اعانت کرنے کے لئے کھڑے ہونے کا حکم فرمایا تھا۔ ۲۔ احترام اور اظہار محبت کے لئے کھڑے ہونے کا حکم فرمایا خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی بطور اظہار محبت کھڑے ہونا چند صحابہ کے لئے ثابت ہے۔ مثلاً حضرت فاطمہؓ حضرت جعفر بن ابی طالبؓ حضرت زید بن حارثہؓ حضرت صفوان بن امیہؓ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

باب قتل الاسیر و قتل الصبر

غرض یہ ہے کہ قیدی کو قتل کر دینا جائز ہے قتل صبر کی صورت یہی ہوتی ہے کہ ہاتھ پاؤں باندھ دیئے جائیں اور ایک آدمی اس کو پکڑے دوسرا قتل کر دے۔ فقال اقتلوه: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن حنظل کو قتل کرنے کا حکم کیوں صادر فرمایا تھا اس کی کئی وجہیں تھیں۔ ۱۔ وہ مسلمان ہو کر مرتد ہو گیا تھا نعوذ باللہ من ذلک۔ ۲۔ اس کا ایک خادم مسلمان تھا اس کو اس نے قتل کر دیا تھا۔ ۳۔ وہ نبی

تقریباً یہی تقریر ہے کیونکہ جو حدیث دونوں بابوں کے بعد ہے اس کی مناسبت دونوں بابوں کے ساتھ ہے۔

باب التَّجْمَلُ لِلْوَفْدِ

غرض یہ ہے وفد کے احترام کی نیت سے عمد لباس پہننا بھی جائز ہے۔

باب كيف يعرض الاسلام على الصبي

غرض یہ ہے کہ نابالغ پر جبکہ سمجھدار ہو اسلام پیش کرنا اور اس کا اسلام لے آنا صحیح ہے اور محل استیضاد ابن صیاد پر اسلام پیش فرماتا ہے۔

باب قول النبي صلى الله عليه وسلم

لِلْيَهُودِ اسْلَمُوا تَسْلَمُوا

غرض وہ طریقہ بیان فرماتا ہے جس طریقہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہودیوں پر اسلام پیش فرمایا کرتے تھے تاکہ ہم بھی اس اسوہ حسنہ پر عمل کر سکیں۔ پھر تسلّموا کے معنی یہ ہیں کہ اسلام لانے کی صورت میں تم دنیا میں جزیہ اور قتل سے بچ جاؤ گے اور آخرت میں عذاب نار سے بچ جاؤ گے۔ قالہ المقبري عن ابی هريرة: - یہ حدیث آگے جزیہ کے باب میں آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

باب اذا اسلم قوم في دار الحرب

ولهم مال وارضون فہی لهم

غرض یہ ہے کہ دار الحرب کی کوئی زمین و مال والی قوم اگر ہمارے حملہ سے پہلے ہی مسلمان ہو جائے تو ان کا مال اور زمین ان کے پاس ہی رہے گی۔ یدعی حنفیاً: - یہ ایک فضیلت والے مسلمان تھے ان کو سرکاری چراگاہوں کا نگران مقرر فرمایا تھا۔ ادخل رب الصریمۃ ورب الغنیمۃ: - داخل ہو جانے دو تھوڑے اونٹوں والے کو اور تھوڑی بکریوں والے کو سرکاری چراگاہوں میں کیونکہ ان کے جانور اگر ہلاک ہو گئے تو وہ اپنے بال بچے لے کر میرے پاس آ جائیں گے پھر میرے لئے ان کو سونا اور چاندی دینا مشکل ہو جائے گا۔ وایای ونعم ابن عوف ونعم ابن عفان یہ دونوں بہت باغوں اور کھیتوں والے ہیں ان کے جانوروں کا کچھ نقصان بھی

اچھی وہ ہوتا ہے کہ امن لے کر دارالاسلام میں داخل ہو یہ تو نہیں کہ جو چاہے جاسوسی کرتا رہے اور جب پکڑ لیا جائے تو کہہ دے کہ میں اچھی ہوں۔ اس طرح تو کوئی جاسوس پکڑا نہیں جاسکتا۔

باب یقاتل عن اهل الذمة ولا یسترقون

غرض یہ ہے کہ ذمی بن جانے کے بعد ان کی حفاظت ہمارے ذمہ ہے اور ہم ان کو غلام بھی نہیں بنا سکتے۔ و اوصیہ بذمة اللہ یعنی جو شخص میرے بعد خلیفہ بنے گا میں اس کو وصیت کرتا ہوں۔

باب هل یتشفع الی اهل الذمة ومعاملتهم

غرض میں دو تقریریں ہیں۔ ۱۔ ہم اہل ذمہ کے پاس سفارش نہ لے جائیں گے بلکہ ان کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مشورہ ہمیں یہی ہے کہ جب وہ ہماری مصلحت کے خلاف کام کریں گے تو ہم ان کو نکال باہر کریں گے۔ ۲۔ اہل یہاں پر لام کے معنی میں ہے کہ اگر اہل ذمہ ہماری مرضی کے خلاف کوئی کام کریں گے تو ہم ان کے حق میں کسی کی سفارش نہ سنیں گے بلکہ ان کو نکال باہر کریں گے۔ سوال اس باب میں حدیث کیوں ذکر نہ فرمائی۔ جواب۔ ۱۔ اپنی شرط پر نہ پائی۔ ۲۔ آئندہ باب والی حدیث دونوں بابوں کے لئے کافی ہے اسی پر دونوں بابوں میں اکتفاء فرمایا۔ محل ترجمہ اس حدیث میں یہ ہے کہ اس میں یہودیوں کے جزیہ عرب سے اخراج کا حکم مذکور ہے یہی اس باب کے لئے محل ترجمہ ہے کہ نہ ہم ان کی طرف سفارش لے جائیں گے اور نہ ہی ان کے حق میں سفارش قبول کریں گے بلکہ ان کو نکال باہر کریں گے پھر بعد میں اگر ان میں سے کوئی ہمارا مہمان بنے گا تو اس کے لئے جائزہ بھی ہوگا۔

باب جوائز الوفد

غرض یہ ہے کہ کافروں کے وفد کو مناسب عطیہ دینا بھی جائز ہے اور اس عطیہ کو جائزہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس کی مقدار اتنی ہوتی ہے کہ ایک منزل سے دوسری منزل تک گزرنے اور جواز کے لئے کافی ہوتی ہے پھر بعض نسخوں میں جواز والا باب پہلے ہے اور بلا حدیث اس کے بعد استشفاع والا باب ہے اس کی بھی

ہو گیا تو یہ اپنے باغوں اور کھیتوں کے ذریعہ اپنا گزارا کر لیں گے۔
لولا المال اس مال سے مراد اونٹ ہیں۔

باب کتابۃ الامام الناس

غرض یہ ہے کہ آسانی کے لئے مجاہدین کے نام لکھ لینا بھی جائز ہے۔ لیصلی وحدہ وهو خائف: مقصد میں رد قول ہیں۔ پہلے پندرہ سو مجاہد ہوتے تھے پھر بھی خوف سے تعجب ہوتا تھا گویا بالکل نہ ڈرتے تھے اب بہت زیادہ ہیں پھر بھی کافروں سے ڈر کر چھپ کر اکیلے نماز کیوں پڑھتے ہیں ۲۔ اب باغیوں سے ڈر کر چھپ کر اکیلے نماز کیوں پڑھتے ہیں پھر پندرہ سو تک لکھے گئے تین قول ہیں ۱۔ غزوہ خندق میں ۲، غزوہ احد میں ۳، صلح حدیبیہ میں۔

باب اللہ اللہ یوید الدین بالرجل الفاجر
غرض یہ ہے کہ بعض دفعہ ایک بے دین سے بھی دین کی تائید اللہ تعالیٰ کر دیتے ہیں۔

باب من تامر فی الحرب من غیر امرۃ اذا خاف العدو

غرض یہ ہے کہ دشمن کا خوف ہو تو امام کی اجازت کے بغیر بھی لڑائی کا امیر بن جانا جائز ہے لیکن اس میں دو شرطیں بھی ہیں ۱۔ امام کی اجازت کے انتظار میں مسلمانوں کا نقصان ہو جانے کا اندیشہ ہو ۲۔ حاضرین اس کی سرداری پر متفق ہوں۔

باب العون بالمدد

غرض میں دو تقریریں ہیں ۱۔ فوج بادشاہ سے مزید فوج امداد کے لئے مانگے یہ جائز ہے ۲۔ بادشاہ مزید فوج بطور امداد کے پہلی فوج کی طرف بھیج دے یہ جائز ہے۔ حتی بلغوا بشر معونة: رعل و ذکوان والے واقعہ میں بزم معویہ کا ذکر کسی راوی سے غلطی سے ہو گیا ہے۔ یہ دونوں واقعے الگ الگ ہیں۔ تفصیل کتاب المغازی میں آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

باب من غلب العدو فاقام علیٰ صتہم ثلثاً
غرض یہ ہے کہ غلبہ کے بعد تین دن وہاں ٹھہرنا مستحب ہے

تاکہ دشمن کو ڈرایا جاسکے اور غلبہ کی تکمیل ہو سکے۔

باب من قسم الغنیمۃ فی غزوہ وسفرہ

غرض جمہور کی تائید اور حنفیہ پر رد ہے عندا ما منا ابی حنیفہ دارالاسلام میں لانے سے پہلے غنیمت تقسیم کرنی جائز نہیں ہے و عندا الجمہور جائز ہے منشاء اختلاف اس باب کی دونوں روایتیں ہیں ۱۔ وقال رافع کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم بذی الحلیفۃ فاصبنا غنماً وابلما فعدل عشرۃ من الغنم بعیر۔

۲۔ عن انس اعتمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم من البحر اثناء حیث قسم غنائم حنین ہمارے نزدیک یہ ہے۔ دارالاسلام بنالینے پر محمول ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتلا دیا گیا تھا کہ اب یہ جگہیں کافر نہ لے سکیں گے ان کے نزدیک یہ اس پر دال ہیں کہ امام جہاں چاہے تقسیم کر دے دارالحرب ہو یا دارالاسلام ہو ہمارے قول کے رائج ہونے کی وجہ ۱۔ احتیاط ہمارے قول میں ہے کیونکہ دارالحرب میں مال غنیمت ضائع ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے اور غلبہ وہاں مکمل نہیں ہوتا کیونکہ غلبہ دارالاسلام میں لانے سے ہوتا ہے اور غلبہ سے ملک آتی ہے اس لئے دارالاسلام میں لانے سے پہلے تقسیم صحیح نہیں ہے ۲۔ ان روایات میں ذی الحلیفہ اور ہجرۃ کا ذکر ہے اور یہ دونوں جگہیں دارالاسلام بلاشبہ تھیں ۳۔ جن احادیث میں بیع الغنیمۃ فی دارالحرب کی ممانعت ہے ان سے بھی ہمارے قول کی تائید ہوتی ہے کیونکہ تقسیم میں معنی بیع کے پائے جاتے ہیں۔

باب اذا غنم المشرکون مال المسلم ثم وجده المسلم

غرض یہ ہے کہ اگر مسلمان کے مال پر کافر غالب آ جائیں پھر وہ دوبارہ مسلمانوں کے قبضہ میں آ جائے تو اس کا کیا حکم ہے۔ صراحتہ حکم بیان نہ فرمایا اختلاف کی وجہ سے ظاہر یہی ہے کہ اس مسئلہ میں امام بخاری امام شافعی کے ساتھ ہیں و عندا الجمہور تقسیم سے پہلے تو اس کا حق ہے تقسیم کے بعد نہیں۔ اگر تقسیم کے بعد بھی لینا چاہے تو قیمت دینی ہوگی۔ منشاء اختلاف اس باب کی تطبیق ہے اور

یہ تعلق ہے اور یہ تعلق اس لئے ہے کہ ابن نمیر سے امام بخاری کا سماع ثابت نہیں ہے۔ تعلق یہ ہے عن ابن عمر قال ذهب فرس لہ فاخذہ العدو فظہر علیہ السلسون فرد علیہ فی زمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے نزدیک یہ تقسیم سے پہلے واپس کرنے پر محمول ہے اور ان کے نزدیک بعد القسمۃ پر ہمارے لئے مرجح حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ للفقراء المهاجرین الذین اخرجوا من دیار ہم و اموالہم معلوم ہوا کہ ہجرت کی وجہ سے ان کے مال کا فروں کی ملک میں داخل ہو گئے تھے اسی لئے ان کو فقراء شمار فرمایا ہے۔

باب من تکلم بالفارسیۃ والرطانۃ
رطانہ کے معنی غیر عربی کے ہیں غرض یہ ہے کہ کبھی سفر جہاد میں غیر عربی بولنے کی بھی ضرورت پیش آ جاتی ہے اس لئے گنجائش ہے اس تقریر سے اس شبہ کا ازالہ بھی ہو گیا کہ ابواب جہاد میں زبانوں کا ذکر مناسب نہیں۔ ان جابر اقد صنع سورۃ۔ بضم السین وسکون الواو معنی۔ ۱۔ فارسی لفظ وہ کھانا جس کی طرف بلایا جائے۔ ۲۔ فارسی لفظ مطلقاً کھانا۔ ۳۔ فارسی لفظ ولیمہ۔ ۴۔ جبشہ کا لفظ بمعنی الطعام یہاں مراد سب سے پہلے معنی ہیں۔ فبقیۃ حتی ذکر ت: وہ کرتے طویل عرصہ باقی رہا حتی کہ باقی رہنے کی وجہ سے اس کا ذکر کیا جاتا تھا یہ برکت تھی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ کنخ کنخ: فارسی لفظ ہے جو عربی میں لایا گیا ہے اس کو چھ طرح پڑھتے ہیں۔ ۱۔ کنخ کا ففتح۔ ۲۔ کاف کا کسرہ ہر ایک کے ساتھ خاء کو تین طرح پڑھا جاسکتا ہے۔ ۱۔ کنخ کا سکون۔ ۲۔ کسرہ بلا تین۔ ۳۔ کسرہ مع تین کل چھ طرح ہو گیا۔

باب ما یکرہ من ذبح الابل

والغنم فی المغانم

غرض یہ ہے کہ امام کی اجازت کے بغیر تقسیم سے پہلے اونٹ یا بکری ذبح کرنا مکروہ ہے۔

باب البشارة فی الفتوح

غرض یہ ہے کہ اچھی خبر دینا جائز اور مشروع ہے پھر باء کے کسرہ کے ساتھ معنی ہیں دل میں خوشی ڈالنا اور ضمہ کے ساتھ معنی ہیں وہ چیز جو خوشخبری سن کر بطور انعام دی جائے جیسے عمالہ وہ تنخواہ جو عامل کو دی جائے۔

باب ما یعطی البشیر

غرض یہ ہے کہ اچھی خبر سن کر بطور انعام کچھ دے دینا جائز ہے۔

باب لا ہجرة بعد الفتح

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ جو ہجرت ایمان کا حصہ تھی وہ فتح مکہ سے ختم ہو گئی کیونکہ مکہ سے پہلے ہجرت نہ کرنے کی صورت میں مرتد ہو جانے کا خوف تھا نعوذ باللہ من ذلک اب وہ خوف نہ رہا اس لئے وہ ہجرت جو جزء ایمان تھی ختم ہو گئی۔ البتہ وہ ہجرت اب بھی باقی ہے جس میں ایسی جگہ چھوڑی جائے جہاں رہ کر فرض ادا نہ کر سکے یہ فرض ہے اور جہاں واجب نہ ادا کر سکے وہاں سے ہجرت واجب ہے اور جہاں مستحب سے رکاوٹ ہو وہاں سے مستحب ہے۔

باب من تکلم بالفارسیۃ والرطانۃ

رطانہ کے معنی غیر عربی کے ہیں غرض یہ ہے کہ کبھی سفر جہاد میں غیر عربی بولنے کی بھی ضرورت پیش آ جاتی ہے اس لئے گنجائش ہے اس تقریر سے اس شبہ کا ازالہ بھی ہو گیا کہ ابواب جہاد میں زبانوں کا ذکر مناسب نہیں۔ ان جابر اقد صنع سورۃ۔ بضم السین وسکون الواو معنی۔ ۱۔ فارسی لفظ وہ کھانا جس کی طرف بلایا جائے۔ ۲۔ فارسی لفظ مطلقاً کھانا۔ ۳۔ فارسی لفظ ولیمہ۔ ۴۔ جبشہ کا لفظ بمعنی الطعام یہاں مراد سب سے پہلے معنی ہیں۔ فبقیۃ حتی ذکر ت: وہ کرتے طویل عرصہ باقی رہا حتی کہ باقی رہنے کی وجہ سے اس کا ذکر کیا جاتا تھا یہ برکت تھی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ کنخ کنخ: فارسی لفظ ہے جو عربی میں لایا گیا ہے اس کو چھ طرح پڑھتے ہیں۔ ۱۔ کنخ کا ففتح۔ ۲۔ کاف کا کسرہ ہر ایک کے ساتھ خاء کو تین طرح پڑھا جاسکتا ہے۔ ۱۔ کنخ کا سکون۔ ۲۔ کسرہ بلا تین۔ ۳۔ کسرہ مع تین کل چھ طرح ہو گیا۔

باب الغلول

غرض مال غنیمت کی خیانت کی حرمت کا بیان ہے۔

باب القلیل من الغلول

غرض یہ ہے کہ غنیمت میں تھوڑے مال کی خیانت بھی حرام ہے۔
وہذا اصح: غرض یہ ہے کہ ابوداؤد میں جو مرفوع روایت ہے اذا وجدتم الرجل قد غل فاحرقوا متاعہ یہ روایت ضعیف

باب اذا اضطرب الرجل الى النظر في

شعور اهل الذمة والمومنات اذا

عصين الله و تجريدھن

غرض یہ ہے کہ مومن اور ذمی عورتوں کے بالوں اور بدن کی طرف شدید مجبوری کے موقعہ پر دیکھنا بقدر ضرورت جائز ہے۔
وكان عثمانيا: وہ حضرت عثمان کو حضرت علی سے افضل سمجھتے جیسا کہ اہل السنۃ والجماعۃ کا رائج قول ہے۔ وکان علیو: وہ حضرت علی کو حضرت عثمان سے افضل سمجھتے تھے جیسا کہ بعض کا قول ہے۔ انی لاعلم مالذی جرا صاحبک علی الدماء: یہ بطور خوش طبعی فرمایا ورنہ مناسبت نہ تھا اور فرمایا یہ کہ حضرت علیؓ بدری صحابی ہیں اور بدری صحابہ کے سب اگلے پچھلے گناہ معاف ہو چکے ہیں اس لئے قتل کرنے میں جلدی کرتے ہیں یہ صرف خوش طبعی میں فرمایا اصل حقیقت یہی تھی کہ ضرورت شرعیہ اور ادا شرعیہ کی بنا پر قتال وغیرہ میں مشغول ہوئے تھے۔ فاخرجت من حجز تھا:

سوال۔ حجرہ کہتے ہیں معتقد ازار کو جہاں تہ بند باندھا جاتا ہے اور بخاری شریف میں پیچھے باب الجاسوس میں گزرا ہے کہ اس نے عقاص سے خط نکالا تھا اور عقاص کے معنی ہیں گندھے ہو اور بٹے ہوئے بال بظاہر یہ تعارض ہے جواب۔ ۱۔ تہ بند باندھنے کی جگہ سے نکال کر بالوں میں چھپالیا پھر مجبوری دیکھ کر وہاں سے نکال کر دے دیا۔ ۲۔ حجرہ کے معنی مطلقاً باندھنے کی جگہ کے بھی آتے ہیں یہاں یہی مراد ہیں گویا سر کے بال باندھنے کی جگہ مراد ہے۔ ۳۔ حجرہ اور مجاز رسی کو بھی کہتے ہیں یہاں یہی معنی مراد ہیں کہ وہ رسی جس سے بال باندھے ہوئے تھے۔ ۴۔ اس کے سر کے بٹے ہوئے بال جس کو چوٹی کہتے ہیں ازار باندھنے کی جگہ تک پہنچی ہوئی تھی اس لئے عقاص سے نکالنا اور حجرہ سے نکالنا ایک ہی بات ہے۔ ۵۔ اس کے پاس دو خط تھے اور دونوں کا مضمون ایک ہی تھا ایک سر کے بالوں میں تھا ایک معتقد ازار میں تھا۔

باب استقبال الغزاة

غرض یہ ہے کہ غازیوں کا استقبال مستحب ہے۔

لابن جعفر اس سے مراد عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب ہیں۔

باب مايقول اذا رجع من الغزو

غرض یہ ہے کہ ایسی دعائیں جہاد سے واپسی پر پڑھنا مستحب ہے جن سے تواضع اور توبہ اور اللہ تعالیٰ کی حمد ظاہر ہو۔

باب الصلوة اذا قدم من سفر

غرض یہ ہے کہ مستحب ہے کہ سفر سے واپسی پر دو رکعت پڑھے۔

باب الطعام عند القدوم

غرض یہ ہے کہ وطن پہنچنے پر اچھے کھانے کا اہتمام مسنون ہے تاکہ خود بھی کھائے اور جو ملنے آئے اس کو بھی کھلائے چنانچہ پہلی تعلق میں حضرت ابن عمر کا سفر سے واپس آ کر کچھ دن روزے نہ رکھنا مذکور ہے تاکہ جو ملنے آئیں ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا سکیں۔

باب فرض الخمس

غرض خمس کی فرضیت کا وقت بیان کرنا ہے اور ابتداء خمس میں چار قول ہیں۔ ۱۔ غزوہ بدر جیسا کہ اس باب کی پہلی حدیث سے ظاہر ہو رہا ہے ان علیا قال کانت لی شارف فی نصیبی من الخمس یوم بدر وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعطانی شارفاً من الخمس۔ ۲۔ قبیل بدر اور زیر بحث باب کی پہلی روایت کے معنی صرف یہ ہیں کہ جو خمس قبیل بدر لیا گیا تھا اس میں سے مجھے ایک قوی اوٹنی عطا فرمائی عطا فرمانا یوم بدر میں ہے خمس کچھ پہلے نکالا گیا تھا۔ ۳۔ قتل قرظہ سے کچھ پہلے۔ ۴۔ حنین سے پہلے پوری تعین نہیں کی جاسکتی پھر وہ آیت جس سے خمس فرض ہوا یہ ہے واعلموا انما غنتم من شئی فان الله خمسہ وللرسول الایۃ اسی آیت مبارکہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ باقی چار خمس مجاہدین کے ہیں کیونکہ غنتم میں غنیمت مجاہدین کی طرف منسوب ہے اور صرف پانچواں حصہ اس میں سے نکالا گیا معلوم ہوا کہ باقی حصے مجاہدین کے پاس ہی رہیں گے۔ یہی بات کہ باقی چار

متواترہ کی وجہ سے ہے گویا احادیث متواترہ ناسخ ہیں اس آیت کے لئے صرف انبیاء علیہم السلام کے حق میں اور چونکہ حضرت ابوبکرؓ نے بلا واسطہ یہ حدیث سنی تھی اس لئے اگر یہ حدیث خبر واحد بھی ہوتی تو حضرت ابوبکرؓ کے حق میں قطعی تھی اور متواتر کے برابر تھی کیونکہ متواتر اور خبر واحد کا فرق تو بواسطہ سننے والوں کے لئے ہے۔ بلا واسطہ سننے والوں کے لئے سب احادیث قطعی تھیں پھر یہ حدیث تو ہے بھی متواتر اس لئے یہ نسخ ایسا ہی ہے جیسے مسح علی الخنجر والی احادیث پاؤں دھونے کے حکم کے لئے ناسخ ہیں حالانکہ وہ حکم آیت کا ہے اور جیسے رجم والی متواتر احادیث حصن کے حق میں آیت جلد کے لئے ناسخ ہیں ۲۔ حافظ ابن تیمیہ نے یہ جواب دیا ہے کہ وراثت کی آیت میں صرف امت کو خطاب ہے جیسے فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ و ثلث و رباع الایۃ میں صرف امت کو خطاب ہے کہ چار سے زائد عورتوں سے ایک وقت میں نکاح نہیں کر سکتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو زائد نکاح کی اجازت تھی ۳۔ آیت وراثت میں موروث اور وارث کی تفصیل سے سکوت ہے اختلاف دین کی وجہ سے وراثت جاری نہیں ہوتی۔ رقیہ کی وجہ سے وراثت جاری نہیں ہوتی۔ قتل کی وجہ سے وراثت جاری نہیں ہوتی اسی طرح نبوت کی وجہ سے بھی وراثت جاری نہیں ہوتی ۴۔ وراثت اموال مملوکہ میں جاری ہوتی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب اموال وقف کے درجہ میں تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تصرف مالکانہ نہ تھا بلکہ متولی ہونے کے درجہ میں تھا اس لئے وراثت جاری نہیں ہو سکتی۔ سوال: حق تعالیٰ کا ارشاد ہے وورث سلیمان داؤد زیر بحث روایت اس کے خلاف ہے یہ بھی تعارض ہے جواب ۱۔ یہ وراثت علم و نبوت کی ہے کیونکہ داؤد علیہ السلام کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام کے علاوہ بھی تھے ان کے وارث ہونے کا ذکر نہیں ہے اگر وراثت مال کی مراد ہوتی تو ان کا بھی ذکر ہوتا معلوم ہوا علم و نبوت کی وراثت مراد ہے ۲۔ اگر مال کی وراثت ہی مراد ہوتی تو پھر یہ آیت عبث بن جاتی نعوذ باللہ من ذلک کیونکہ یہ تو ہر ایک جانتا ہے کہ بیٹا باپ کا وارث ہوتا ہے اس کو بیان کرنے کی کیا ضرورت

ہے مجاہدین میں تقسیم ہوں گے احادیث متواترہ سے بھی ثابت ہے اور اس پر اجماع بھی ہے۔ پھر نبی وہ مال ہوتا ہے جو بلا قتل لیا جائے اسی میں خراج اور جزیہ بھی داخل ہوتا ہے۔ یہ بیت المال میں داخل ہوتا ہے اور اس میں سب مسلمانوں کا حق ہوتا ہے اور نفل وہ مال ہوتا ہے جو امام غنیمت کے حصہ کے علاوہ ایک یا زائد مجاہدین کو بطور انعام دیتا ہے۔ الغرائر: یہ جمع ہے غرارة کی اس کے معنی وہ جال ہیں جس میں بھوسہ وغیرہ باندھا جاتا ہے۔

ان یقسم لہا میراثہا: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت صدیق سے یہ سوال تقسیم وراثت کا اس لئے کیا تھا کہ ان کا خیال تھا کہ وراثت جیسے غیر انبیاء کے لئے ہے ایسے ہی انبیاء علیہم السلام کے لئے بھی ہے۔ مما افاء اللہ علیہ: اس کی تفصیل اسی حدیث میں آگے مذکور ہے من خیر و فذک و صدقۃ بالمدينة ان تینوں کی تفصیل یہ ہے کہ خیر کا کچھ حصہ لڑائی سے فتح ہوا تھا اور کچھ حصہ بغیر لڑائی کے فتح ہوا تھا۔ یہ دوسرا حصہ فتنی میں شمار کیا گیا اور بیت المال کا حصہ بنا اور فذک ایک بستی تھی مدینہ منورہ سے تین منزل کے فاصلہ پر تھی۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر فتح فرمایا تو فذک کے رہنے والوں نے جو یہودی تھے یہ پیغام بھیجا تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کہ ہمیں امن دے دیا جائے گویا یہ بغیر لڑائی کے فتح واقع ہوئی تھی اس لئے یہ فتنے میں داخل ہے اور جس کو صدقہ مدینہ کہا گیا ہے اس سے مراد بنی نصیر کی چھوڑی ہوئی زمین ہے ان کو جلا وطن کر دیا گیا تھا۔ یہ یہودی تھے ان کی زمین اکثر مہاجرین میں تقسیم کر دی گئی تھی تھوڑا سا حصہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ضروریات کے لئے رکھا تھا۔ لانورث ماتر کنا صدقۃ: سوال: بظاہر یہ آیت وراثت کے خلاف ہے اسی لئے حضرت فاطمہؓ گوشہ ہوا کہ شاید میراث حق بنتا ہے۔ جواب ۱۔ جس طرح انبیاء علیہم السلام اس آیت مبارکہ سے احادیث متواترہ کی وجہ سے خارج کر دیئے گئے۔ انما الصدقات للفقراء والمساکین الایۃ اسی طرح آیت وراثت سے انبیاء علیہم السلام خارج کر دیئے گئے اور یہ اخراج احادیث

لئے مال جمع فرمایا ہے۔ ۲۔ انبیاء علیہم السلام کو دیکھ کر لوگ بھی دنیا سے زہد اور بے رغبتی اختیار کریں کہ جیسے انبیاء علیہم السلام نے یہ اپنے لئے مال جمع کیا نہ اپنی اولاد کے لئے ہی ہم بھی مال کے پیچھے زیادہ نہ پڑیں۔ ۳۔ تاکہ انبیاء علیہم السلام کے وارث ان کی موت کی تمنا نہ کریں۔ ۴۔ انبیاء علیہم السلام امت کے لئے بمنزلہ باپ کے ہوتے ہیں اس لئے ساری امت ہی ان کی اولاد ہوتی ہے اس لئے سب ہی ان کے وارث ہوئے یہی معنی ہیں اس ارشاد پاک کے ماتر کنا صدقۃ ساری امت ہی اس مال متروک کی مالک ہوتی ہے۔ ۵۔ انبیاء علیہم السلام اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے مہمان سمجھتے ہیں اور مہمان بقدر ضرورت اور بقدر خواہش مہمانی لے لیتا ہے اور کھاپی لیتا ہے باقی میزبان کا ہی ہوتا ہے۔ ماتر کنا صدقۃ یہ صدقۃ اللہ تعالیٰ کا ہی تو ہے وہی تو میزبان ہیں۔ سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم۔ ۶۔ چونکہ انبیاء علیہم السلام کی حلاۃ شہداء سے بھی زیادہ قوی ہے۔ وہ ایسے ہیں جیسے کوئی ایک کمرے سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں کچھ دیر کے لئے آرام کرنے کے لئے چلا جائے جیسے اس دوسرے کمرے میں جانے والے کی وراثت تقسیم نہیں کی جاتی ایسے ہی انبیاء علیہم السلام کی وراثت بھی تقسیم نہیں کی جاتی۔ ۷۔ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے خلفاء کاملین ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ کی وراثت تقسیم نہیں ہو سکتی ایسے ہی اللہ تعالیٰ کے کامل خلفاء کی وراثت بھی تقسیم نہیں ہو سکتی۔ تحریف الامامیہ: شیعہ کو امامیہ بھی کہا جاتا ہے بعض شیعہ نے اس حدیث پاک کی یہ تحریف کی ہے کہ صدقۃ جو مرفوع ہے اس کو صدقۃ منصوب بنا دیا ہے اور معنی یہ کر لئے ہیں کہ جو ہم نے بطور صدقۃ کے چھوڑا ہے صرف اس میں وراثت جاری نہ ہوگی لائورث ماتر کناہ حال کوکھا صدقۃ باقی مال میں وراثت جاری ہوگی۔ نعوذ باللہ من ذلک:- جواب ۱۔ اگر یہ معنی لئے جائیں جو شیعہ کرتے ہیں تو نعوذ باللہ یہ کلام لغو بن جائے گی کیونکہ یہ حکم تو سب کا ہے ہی کہ جو صدقہ اور وقف مال کوئی چھوڑتا ہے اس میں وراثت جاری نہیں ہوتی اس میں انبیاء علیہم السلام کی کیا تخصیص ہے۔ اور یہاں تو مقصود انبیاء

تھی معلوم ہوا کہ عام وراثت کے علاوہ کوئی وراثت ہے اور وہ علم و حکمت و نبوت کی وراثت ہے۔ یروثی و یورث من ال یعقوب کی وجہ سے اشکال: یہ ہے کہ اس آیت سے انبیاء علیہم السلام میں وراثت کا جاری ہونا ثابت ہوتا ہے کہ ذکر یا علیہ السلام دعا مانگ رہے ہیں کہ مجھے بیٹا دیجئے جو میرا وارث بن جائے اور زیر بحث روایت لائورث ماتر کنا صدقۃ اس کے خلاف ہے جواب ۱۔ یہ بھی وراثت علم و نبوت کی ہی ہے کیونکہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا کوئی مال حضرت ذکر یا علیہ السلام کے ہاتھ میں ہو یہ ثابت نہیں ہے اس لئے یہ مال کی وراثت نہیں ہے بلکہ نبوت و علم ہی کی وراثت ہے۔ ۲۔ بڑے سے بڑا بخیل بھی یہ ارادہ نہیں کرتا کہ میرے مرنے کے بعد میری اولاد کے سوا کوئی بھی میرے مال کا وارث نہ ہو۔ ذکر یا علیہ السلام نبی ہو کر یہ کیسے قصد فرما سکتے ہیں کہ میرے مال کا وارث صرف میرا لڑکا ہو اور کوئی رشتہ دار نہ ہو لامحالہ یہ نبوت و علم کی وراثت ہے۔ ۳۔ حضرت ذکر یا علیہ السلام کے پاس مال کثیر ہونا ثابت نہیں ہے وہ غریب آدمی تھے لکڑی کا کام کر کے گزارا کرتے تھے اور ان کے صاحبزادے حضرت یحییٰ علیہ السلام تو زہد میں بہت ہی اونچے مقام پر تھے وہ تو دنیا کے مال و اسباب کی طرف توجہ ہی نہ کرتے تھے اس لئے یہ معنی کرنا کہ اپنے مال کی وراثت کے لئے دعا فرمائی تھی ہرگز صحیح نہیں ہے لامحالہ یہ وراثت علم و نبوت کی تھی۔ ۴۔ حضرت ذکر یا علیہ السلام کی دعا میں قرآن پاک میں یہ بھی ہے کہ عرض کیا وانی خفت الموالی من ورائی لآیۃ مال کے متعلق دعا ہوتی تو یہ ہرگز نہ فرماتے کہ مجھے موت کے بعد موالی سے ڈر ہے کیونکہ مال کے متعلق تو زندگی میں ڈر ہوتا ہے کہ کوئی مال کے لالچ میں قتل نہ کر دے مرنے کے بعد ڈر صرف بے دینی کا تھا کہ میرے بعد بے دین ہو جائیں گے کوئی میرا نیک بیٹا ہو جو میری طرح ان کے دین کا خیال رکھے۔ اس لئے نبوت اور علم کی وراثت مراد ہے مال کی وراثت مراد نہیں ہے۔

انبیاء علیہم السلام میں وراثت

جاری نہ ہونے میں حکمتیں

۱۔ تاکہ کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ انبیاء علیہم السلام نے اپنی اولاد کے

حضرت فاطمہؑ کے ترجمہ میں نقل فرمایا ہے کہ انہوں نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے غسل کی نگرانی حضرت صدیقؑ کی اہلیہ حضرت اسماء بنت عمیس اور حضرت علیؑ کریں اور یہ بھی نقل فرمایا کہ حضرت اسماء مذکورہ نے ہی جنازہ اٹھاتے وقت چاروں کونوں پر کھڑیاں لگا کر اوپر کپڑا ڈالنے کا انتظام فرمایا تھا۔ اس کو غسل کہتے ہیں انہوں نے حبشہ میں ایسا دیکھا تھا۔

فہجرت ابابکر فلم تزل مهاجرة حتی توفیت

سوال۔ اس سے بھی بظاہر حضرت ابوبکرؓ پر حرف آتا ہے کہ حضرت فاطمہؑ ان سے الگ رہیں اور وفات تک ملاقات نہ فرمائی۔

جواب۔ ۱۔ ملاقات نہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ناراض

رہیں۔ اپنی بیماری کی وجہ سے یا دوسری مشغولیوں کی وجہ سے

ملاقات نہ فرمائی۔ ۲۔ اگر کچھ انقباض تھا تو طبعی تھا عقلی طور پر

ناراضگی ثابت نہیں ہے۔ ۳۔ یہ ملاقات نہ کرنا ندامت کی وجہ سے

تھا کہ میں نے نامناسب سوال کیوں کیا جیسے نوح علیہ السلام نے

اپنے بیٹے کے بارے میں سوال کیا تھا اور بعد میں بہت ندامت

ہوئی تھی۔ ۴۔ اگر بالفرض کچھ اختیاری ناراضگی تھی تو حضرت

صدیقؑ نے وہ دور فرمادی تھی جیسا کہ بتیہی میں ہے عن العنسی قال

لما مرضت فاطمة اتاحا ابوبکر لیتاذن علیہا فقال علی یا فاطمة هذ ابوبکر

یتاذن علیک فقلت اتحب ان اذن لہ قال نعم فاذنت لہ فدخل علیہا

عترضا فقال واللہ ماترت الدار والمال والاهل والعشیرۃ الا ابتغا

مرضاۃ رسولہ ومرضاتکم اہل البیت ثم ترضا ہا حتی رضیت۔ اس

حدیث کی سند حافظ ابن حجر اور حافظ عینی کے نزدیک عہدہ ہے۔

سوال۔ روانض نے دعویٰ کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فدک حضرت فاطمہؑ کو ہبہ کر دیا تھا اور حضرت علیؑ اس کے گواہ تھے

لیکن حضرت صدیقؑ نے زوج ہونے کی وجہ سے حضرت علیؑ کی

گواہی کا اعتبار نہیں فرمایا اور ان کو فدک نہیں دیا۔ جواب۔ ۱۔ ہبہ

اور وراثت ایک دوسرے کی تقیہیں ہیں جب روایات میں صراحتہ

وراثت مانگنے کا ذکر ہے تو ہبہ کا احتمال باطل ہو گیا کیونکہ ایک نفیض

کے ثابت ہونے سے دوسری نفیض کی نفی ہو جاتی ہے۔ ۲۔ اگر ہبہ

علیہم السلام کا خصوصی حکم بیان فرماتا ہے اس لئے یہ معنی غلط اور

تحریف معنوی شمار ہوں گے۔ ۲۔ اگر یہ معنی ہوتے تو حضرت

صدیقؑ اکبر کا جواب نہ بن سکتا حالانکہ وہ جواب دے رہے ہیں

حضرت فاطمہؑ کو آپ کو وراثت نہ ملے گی کیونکہ انبیاء علیہم السلام

کے مال میں بالکل وراثت جاری نہیں ہوتی اور وہ سارے کا سارا

صدقہ اور وقف ہوتا ہے۔ ۳۔ اس تحریف کی تردید بخاری شریف

کی اس روایت سے ہوتی ہے جو آگے باب نفقۃ نساء النبی صلی اللہ

علیہ وسلم بعد موتہ میں آئے گی اس کے الفاظ یہ ہیں لا تقسم وراثتی

دینا را ماترکت بعد نفقۃ نسائی وموتہ عالمی فہو صدقۃ اس روایت کے

الفاظ میں صدقۃ کے لفظ کے حال بننے کا قطعاً کوئی احتمال ہی نہیں

ہے۔ **فغضبت فاطمة:** سوال۔ حضرت صدیقؑ حضرت

فاطمہؑ کے غصہ میں آگئے جو حضرت صدیقؑ کے شایان شان نہیں

ہے۔ جواب۔ ۱۔ صحیحین کی ایک روایت میں یہاں فغضبت کی جگہ

فوجدت ہے وہ غمگین ہو گئیں راوی نے یہ خیال کیا کہ یہ غم ناراضگی

اور غصہ کی وجہ سے ہے اس لئے وجدت کی جگہ غضبت نقل کر دیا۔

اس لئے حضرت صدیقؑ کا صرف غم کا سبب بننا لازم آیا مورد

غضب ہونا لازم نہ آیا۔ ۲۔ اصل روایت میں وجدت ہی تھا اور غم

کے معنی مراد تھے لیکن کسی راوی نے وجدت کو غضبت کے معنی میں

سمجھ کر روایت بالمعنی کرتے ہوئے غضبت نقل کر دیا۔ ۳۔ وقتی طور

پر طبعاً کچھ ناراضگی ہوئی جو تھوڑی دیر کے بعد ختم ہو گئی جیسے حضرت

موسیٰ علیہ السلام کو بچھڑے کی پوجا کا سن کر غصہ آیا تھا پھر اتر گیا۔

۴۔ شیعہ جو اس کو دائمی ناراضگی پر محمول کرتے ہیں وہ حقیقت میں

حضرت فاطمہؑ پر اعتراض کر رہے ہیں حضرت صدیقؑ پر تو کوئی

اعتراض نہیں پڑتا کیونکہ انہوں نے تو صرف شرعی حکم پر عمل فرماتے

ہوئے وراثت سے انکار فرمایا تھا ان کی کوئی ذاتی مصلحت نہ تھی۔

شیعہ نے حضرت فاطمہؑ کو ان منافقین جیسا سمجھا جن کے بارے

میں قرآن پاک میں ہے فان اعطوا امنہا رضوا وان لم

يعطوا امنہا اذا ہم یسخطون حالانکہ حضرت فاطمہؑ ہرگز ایسی

نہ تھیں۔ ۵۔ حافظ ابن عبد البر نے اپنی کتاب الاستیعاب میں

کو حدیث پہنچ چکی تھی لائنورث ماتر کنا صدقہ تو پھر ان حضرات نے حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں اپنا حصہ کیوں مانگا۔ جواب۔ ۱۔ ان دونوں حضرات کا خیال تھا کہ حدیث کا تعلق خاص وراثت سے ہے اور یہ باقی وراثت کے متعلق سوال فرما رہے تھے۔ ۲۔ ان دونوں حضرات کا خیال تھا کہ حدیث معنی یہ ہیں کہ ورثہ کو بقدر کفایت دینے کے بعد ماتر کنا صدقہ پر عمل ہوگا۔ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ بخاری شریف میں آگے باب نفقہ نساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد موتہ میں روایت مرفوعاً آئے گی۔..... انشاء اللہ تعالیٰ لا تقسم ورثتی دیناراً ماترکت بعد نفقہ نسائی و مسوئہ عالمی فہو صدقہ لیکن اس سے حضرت عباس اور حضرت علی کا استدلال صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ اس میں ازواج مطہرات کی تصریح و تخصیص ہے کیونکہ اس کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد نکاح حرام تھا اس لیے ان کے لئے نفقہ کے انتظام کی ضرورت تھی۔ باقی ورثہ میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔ ۳۔ ان دونوں حضرات کے نزدیک ماتر کنا صدقہ کا تعلق عقار کے ساتھ تھا۔ منقولات کے ساتھ نہ تھا اس لیے منقولات متعلقہ بالا راضی میں وراثت کا سوال کیا تھا۔ ۴۔ یہ سوال مالک بننے کے لیے نہ تھا بلکہ بطور تولیت کے تھا کہ ہم نگرانی کریں گے اور اس نگرانی کی تنخواہ ہمیں مل جائے گی۔

باب اداء الخمس من الدین

غرض یہ ہے کہ خمس دین کا شعبہ ہے۔ سوال۔ کتاب الایمان میں گزرا ہے۔ باب اداء الخمس من الایمان اور دین امام بخاری کے نزدیک ایک ہی ہے اس لیے تکرار پایا گیا۔ جواب وہاں ایمان کا مرکب ہونا بیان فرمانا مقصود تھا اور یہاں خمس کی اہمیت بیان فرمانی مقصود ہے۔

باب نفقہ نساء النبی

صلی اللہ علیہ وسلم بعد وفاته

غرض یہ ہے کہ ازواج مطہرات وارث تو نہ ہونگی لیکن ان کا نفقہ بیت المال میں ہوگا جبکہ دو تقریریں ہیں۔ ۱۔ ازواج مطہرات کی پوری زندگی ایک درجہ میں عدت تھی کیونکہ ان کو نکاح کی اجازت نہ

فرمایا ہوتا تو یہ بات مشہور ہو جاتی حالانکہ ایسا نہیں ہوا۔ ۳۔ ہبہ بغیر قبضہ کے معتبر نہیں ہوتا اور قبضہ ہرگز ثابت نہیں ہے اس لیے اگر بالفرض ہبہ تھا بھی تو قبضہ نہ ہونے کی وجہ سے وہ ختم ہو گیا۔ فاما صدقۃ بالمدينة فقد فعها عمر الی علی وعباس: یہ دنیا متولی بنا کر تھا مالک نہیں بنایا تھا۔ پھر اس طریقہ کو حضرت علی نے اپنی خلافت کے زمانے میں بھی نہ بدلا۔ معلوم ہوا کہ ان کی رائے بھی بالکل وہی تھی جو حضرت صدیق اور حضرت عمرؓ کی تھی۔ اقص بینی و بین هذا سوال۔ مسلم شریف میں اس موقعہ میں یہ لفظ ہیں اقص بینی و بین هذا الکاذب الاثم الغادر یہ تو برا بھلا کہتا ہوا حضرات صحابہ کا آپس میں ایسے الفاظ استعمال فرمانا بعید ہے۔ جواب۔ بھتیجا بیٹے کی طرح ہوتا ہے اس لیے بطور ناز کے ایسے الفاظ سے ڈانٹنے کی گنجائش ہوتی ہے۔ قید کم:- یہ لفظ چار طرح پڑھا جاتا ہے تاء کے فتح کے ساتھ اور کسرہ کے ساتھ پھر دونوں صورتوں میں دال کے فتح کے ساتھ اور دال کے ضمہ کے ساتھ پھر تقدیر عبارت اور معنی میں دو تقریریں ہیں۔ ۱۔ چاروں لفظ اسم فعل ہیں بمعنی اصر و ۲۔ یہ مصدر ہے نصب کی صورت میں مفعول بہ ہے فعل محذوف کا الزاموا سید کم لازم پکڑو اپنے صبر کو اور رفع کی صورت میں یہ مبتدا ہے اور خبر محذوف ہے حید کم لازم ای صبر کم لازم۔ و اما فاء اللہ علی رسولہ الایۃ:- ان دو آیتوں کی دو تفسیریں کی گئی ہیں۔ ۱۔ یہ دونوں آیتیں فئی کے متعلق ہیں۔ ۲۔ پہلی آیت بنی نصیر کے متعلق ہے اور دوسری باقی اموال فئی کے متعلق ہے مال دونوں تفسیروں کا ایک ہی ہو جاتا ہے پھر دوسری آیت مال غنیمت کو بھی شامل ہے اسی لیے فتح عراق کے موقعہ پر حضرت عمرؓ نے اس سے استدلال فرمایا تھا کہ غنیمت والی زمین کا فیصلہ امام وقت کے اختیار میں ہوتا ہے۔ انتھلی اس اختیار کا حاصل یہ ہے کہ امام چاہے تو کفار کو اس زمین پر برقرار رکھے اور ان سے خراج وصول کرتا رہے چاہے تو غانمین مجاہدین میں تقسیم کر دے اور چاہے تو سب مسلمانوں کے لیے وقف کر دے۔ تستلنی نصیبک من ابن اخیک:- سوال۔ جب حضرت عباس و حضرت علی

ملبدہ کہتے ہیں۔ مکان الشعب:۔ بھٹن کی جگہ مقصد یہ ہے کہ جہاں سے پیالہ پھٹ گیا تھا وہاں چاندی کی زنجیر لگائی تھی۔ خطب بنت ابی جہل:۔ حضرت مسور نے جو یہ واقعہ بیان فرمایا تھا تو مقصد یہ تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی صاحبزادی سے بہت محبت تھی اس لیے میرے دل میں صاحبزادی کا بیت اکرام و تعظیم و محبت ہے اور امام بخاری اس لمبی حدیث کو اس لیے لائے ہیں کہ اس میں تلوار مبارک کا ذکر ہے۔ فاتیہ بھا:۔ میں اس صحیفہ کو لے کر حضرت عثمان کی خدمت میں حاضر ہوا جس میں حضرت علیؓ نے صدقات کے احکام لکھ کر رکھے ہوئے تھے۔ اغنھا عنا: اس صحیفہ کو آپ لے جائیں یہ کیوں فرمایا اس کی وجہ کی دو تقریریں ہیں۔ ۱۔ عالمین پر جو لوگ اعتراض کرتے تھے وہ حضرت عثمان کے نزدیک ثابت نہ تھے اور صدقات کے احکام ان کو اچھی طرح معلوم تھے۔ ۲۔ صحیفہ میں صرف مستحبات مذکور تھے۔ واجبات نہ تھے۔

باب الدلیل علی ان الخمس لنواب رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والمساکین غرض امام بخاری کی خمس کے مصرف میں امام مالک کے قول کی تائید فرمائی ہے یہی تائید آئندہ تین بابوں میں بھی ہے کل چار باب امام مالک کے مسلک کی تائید کے لئے باندھے ہیں۔ ۱۔ پہلا تو یہی ہوا۔ ۲۔ دوسرا اس کے بعد بلا فصل ہے باب قول اللہ تعالیٰ فان للہ خمسہ و للرسول یعنی للرسول خمس ذلک۔ ۳۔ سات باب کے بعد ہے باب ومن الدلیل علی ان الخمس لنواب المسلمین۔ ۴۔ اس کے بعد ایک باب چھوڑ کر ہے باب ومن الدلیل علی ان الخمس للامام الخ اختلاف:۔ عند مالک خمس کا مصرف بعینہ فنی کا مصرف ہے کہ امام وقت کی رائے پر ہے جہاں مناسب ہو خرچ کرے و عند الجمهور خمس کا مصرف وہی پانچ قسمیں ہیں جو قرآن پاک میں مذکور ہیں۔ منشاء اختلاف یہی آیت ہے واعلموا انما غنمتم من شئی فان للہ خمسہ و للرسول

تھی اور عدت میں خاوند پر نفقہ ہونا چاہیے اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بیت المال کے ذریعہ نفقہ دیا گیا۔ ۲۔ چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اس لحاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ ازواج مطہرات کا نفقہ بھی تھا جو بیت المال کے ذریعہ ادا کیا جاتا تھا۔ شطر شعیر:۔ شطر کے معنی میں تین قول ہیں۔ ۱۔ نصف و سق۔ ۲۔ شطر بمعنی شئی یعنی کچھ جو تھے۔ ۳۔ شطر کے معنی جزء کے ہوتے ہیں اس لیے معنی یہ ہوئے کہ شعیر کی کسی چیز کا جزء تھا مثلاً صاع کا جزء پھر زیادہ تر جزء نصف لیا جاتا ہے اس لحاظ سے نصف صاع یا نصف و سق کے معنی ہو گئے۔ فی رف لی:۔ رف وہ لکڑی ہوتی ہے جو دیوار میں لگائی جاتی ہے اور بطور آلہ کا استعمال ہوتی ہے۔

باب ماجاء فی بیوت ازواج النبی صلی اللہ

علیہ وسلم و مانسب من البیوت الیہن

غرض یہ بیان فرماتا ہے کہ ازواج مطہرات کے مکانات ان کی زندگی میں ان کی رہائش کے لیے تھے کیونکہ ان کی پوری زندگی عدت کی طرح تھی اور ان کے لیے نکاح حرام تھا اسی لیے ان کی وفات کے بعد ان کے مکانات ان کے وارثوں میں تقسیم نہیں کئے گئے بلکہ مسجد میں شامل کرائے گئے۔ و بین سحری و نحری:۔ نحر کے معنی تو سینہ کے ہیں اور سحر کے معنی سینہ کا وہ کنارہ جو گلے سے ملا ہوا ہے۔ حاصل یہ ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک میرے سینہ اور گلے کے درمیان تھا۔

باب ما ذکر من درع النبی صلی اللہ علیہ

وسلم و عصاه و سیفہ و قدحہ و خاتمہ

الخ غرض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی درع عصا۔ تلوار۔ پیالہ۔ انگٹھی۔ بال۔ جوتا اور برتنوں کا ذکر ہے جن کو وفات کے بعد خلفاء نے رکھایا صحابہ وغیرہ نے بطور تبرک استعمال فرمایا کسی میں بھی وراعت کے طور پر تقسیم جاری نہ ہوئی۔ جردا وین:۔ یہ نعلین کی صفت ہے تثنیہ ہے خبردار کا جو مونث ہے اجد کی معنی پرانا۔ تدعونہا الملبدة:۔ ایک کپڑا تھا جو پیوند کے مشابہ تھا اس کو

کو آگ کھا جاتی تھی البتہ عیسیٰ علیہ السلام کی امت میں بھی آگ نہ آتی تھی۔ گویا یہ خری دو امتیں آگ کے کھانے سے مستثنیٰ تھیں۔

باب الغنیمۃ لمن شہد الوقعة

غرض یہ ہے کہ مال غنیمت حاضرین کے لئے ہے غائبین کے لئے نہیں ہے۔ سوال۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت جعفر بن ابی طالب اور ان کے ساتھی غزوہ خیبر میں شریک نہ ہوئے تھے۔ پھر ان کو خیبر کی غنیمت میں سے حصہ کیوں دیا گیا تھا۔ جواب۔ ۱۔ مجاہدین کی اجازت سے ایسا کیا گیا تھا۔ ۲۔ امام طحاوی نے تفصیل فرمائی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے نصف کو مجاہدین میں تقسیم فرمایا تھا اور باقی نصف کو اپنی اور مسلمانوں کی ضروریات کے لئے وقف فرما دیا تھا اور یہ جو وقف کیا تھا یہی یہود خیبر کو بطور مزارعت کے دیا تھا اور اسی نصف میں سے حضرت جعفر اور ان کے ساتھیوں کو دیا تھا جو حبشہ سے کشتی میں آئے تھے۔ اس تفصیل سے اس باب کی پہلی حدیث کی تفصیل بھی ہوگئی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو غانمین میں تقسیم فرمایا تھا۔ بین اصلاہ سے مراد بین الغانمین ہے۔

باب من قاتل للمغنم هل ينقص من اجرہ

غرض مجاہدین کی تین قسموں کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ ۱۔ جس کی نیت خالص اعلاء کلمۃ اللہ کی ہے اس کو ثواب پورا ملے گا۔ ۲۔ جس نے کچھ غنیمت کا ارادہ بھی کیا اس کو ثواب کم ملے گا۔ ۳۔ جس کا مقصد صرف غنیمت ہے اس کا ثواب ضائع ہو جائے گا۔

باب قسمة الامام ما يقدم عليه

ويخبالمن لم يحضره او غاب عنه

غرض یہ ہے کہ امام کو اختیار ہے چاہے تو حاضرین ہی میں ہدیہ تقسیم کر دے اور چاہے تو غائبین کو بھی شریک کرے اور اس باب سے رد ہو گیا ان صاحب کا جو یہ فرماتے ہیں کہ ہدیہ صرف حاضرین کا ہی حق ہے پھر من لم يحضرہ سے مراد وہ شخص ہے جو مجلس میں حاضر نہ ہو اور غاب عنہ سے مراد وہ شخص ہے جو تقسیم کے شہر سے غائب ہو۔

ولذی القربیٰ والیتمیٰ والمسکین وابن السبیل امام مالک کے نزدیک اس آیت میں سب مصارف مذکور نہیں ہیں بلکہ بعض مصارف کا ذکر ہے اور جمہور کے نزدیک آیت میں خمس کے سب مصارف کا ذکر ہے اور ترجیح جمہور ہی کے قول کو ہے کیونکہ اسی میں احتیاط ہے کہ ان مذکورہ مصارف ہی میں خرچ کیا جائے ان سے باہر مصارف میں خرچ نہ کیا جائے۔ البتہ فنی کا مال بالاتفاق امام کی رائے پر ہی ہوتا ہے پھر جو ذوی القربی کا حصہ ہے یہ بطور صلہ رحمی کے بقدر حاجت ہوتا تھا اس لئے بعض دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دیتے تھے اور بعض دفعہ نہ دیتے تھے اس تقریر سے روایات کا تعارض ختم ہو گیا کہ بعض میں دینا مذکور ہے بعض میں نہ دینا ہے پھر امام بخاری نے اس باب میں پہلی دلیل یہ ذکر فرمائی عن علی مرفوعاً الا انکم اعلیٰ خیر مما سألتمایہ حصہ نہ دینا اس کی دلیل ہے کہ ذوی القربی کا حق نہ تھا۔ جواب۔ ۱۔ ذوی القربی کا حق حاجت پر مبنی تھا جو بنی نہ تھا۔ ۲۔ اس واقعہ میں خمس نہ تھا بلکہ مال فنی تھا۔

باب قول الله تعالى فان لله خمسہ

وللرسول یعنی قسم ذلک

غرض تائید کرنی ہے۔ امام مالک کی کہ خمس کا مصرف وہی ہے جو فنی کا مصرف ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خمس کا مالک بنانا مقصود نہیں ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ صرف تقسیم ہے اور شروع میں جو حدیث نقل فرمائی واللہ اعطی اس سے اشارہ فرما دیا کہ آیت میں اللہ میں حق تعالیٰ کا ذکر بطور تبرک ہے اس سے رد ہو گیا حضرت ابو العالیہ کے قول کا جو یہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا حصہ خانہ کعبہ میں داخل ہونا چاہئے اور اس سے خانہ کعبہ کی ضروریات پوری ہونی چاہئیں۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم

احلت لکم الغنائم

غرض یہ ہے کہ اس امت کی یہ خصوصیت ہے کہ غنیمت حلال قرار دے دی گئی ہے۔ پہلی امتوں میں مال غنیمت جس میں غلول نہ ہو اس

باب کیف قسم النبی صلی اللہ علیہ وسلم قربطۃ والنضیر و ما اعطی من ذلک فی نوابہ

غرض بنی قریظہ اور بنی نضیر کی زمینوں کی تقسیم کا بیان ہے پھر اس باب کی روایت میں اجمال ہے کتاب المغازی کی روایت میں تفصیل ہے حاصل یہ ہے کہ بنی نضیر کی زمین فئی تھی اس کا اکثر حصہ مہاجر کو بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا تھا۔ تقسیم سے پہلے انصار سے فرمایا تھا کہ اگر تم چاہو تو بنی نضیر کی زمین تمہارے اور مہاجرین کے درمیان تقسیم کر دی جائے اس صورت میں بھائی چارہ اور ہمدردی تمہارے پھلوں میں مہاجرین کے لئے پہلے کی طرح باقی رہے گی اور اگر تم چاہو تو بنی نضیر کی زمین تمہارے اور مہاجرین کے درمیان تقسیم کر دی جائے اس صورت میں بھائی چارہ اور ہمدردی تمہارے پھلوں میں مہاجرین کے لئے پہلے کی طرح باقی رہے گی اور اگر تم چاہو تو صرف مہاجرین میں تقسیم کر دی جائے اس صورت میں تمہارے پھلوں میں ان کی شرکت جو بطور بھائی چارہ اور ہمدردی کے تھی وہ باقی نہ رہے گی۔ انصار نے عرض کیا کہ آپ صرف مہاجرین میں تقسیم فرمادیں اور بھائی چارہ اور پھلوں میں ہمدردی بھی باقی رہے گی۔ چنانچہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین ہی میں اکثر زمین بنی نضیر کی تقسیم فرمادی اور مہاجرین انصار کے پھلوں سے مستغنی ہو گئے اس طرح دونوں جماعتیں مستغنی ہو گئیں مہاجرین اس زمین کے ملنے کی وجہ سے اور انصار اس وجہ سے کہ اب ان کو وہ پھل نہ دینے پڑتے تھے جو پہلے مہاجرین کو دیا کرتے تھے پھر خیبر فتح ہو گیا۔ اسی زمانہ میں جب بنی قریظہ کے یہودیوں نے عہد شکنی کی تو بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا محاصرہ فرمایا۔ بنی قریظہ حضرت سعد بن معاذ کے حکم پر صلح پر آمادہ ہو گئے۔ بنی قریظہ کی زمین بھی بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ میں تقسیم فرمادی اور اپنے حصہ میں سے نواب کا انتظام فرمایا۔ نواب سے مراد اپنی ازواج کا نفقہ اور مہمانوں کا انتظام ہے جو چٹا وہ جہاد کے آلات کے لئے خرچ فرماتے تھے۔ وما اعطی :- اس کا عطف - ۱ - کیف پر ہے تفصیل گزر گئی - ۲ - قسم پر ہے اور عطف

تفسیری ہے۔ یرید علیہم :- ان انصار صحابہ پر واپس فرمادیے تھے سمجھو رہیں کیونکہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اب حاجت نہ رہی تھی۔

باب برکۃ الغازی فی مالہ حیاً ومیتاً مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم وولایۃ الامر

غرض یہ ہے کہ جہاد کی برکت سے غازی کے مال میں برکت ہو جاتی ہے کیونکہ حضرت زبیر کی حیۃ میں تو جائیداد بیچ کر قرضہ پورا ہونے کی بھی امید نہ تھی لیکن شہادت کے بعد قرضہ بھی ادا ہو اوصیت بھی پوری ہوئی پھر ورثہ کے لئے بھی بہت زیادہ مال بیچ گیا جس کی تفصیل ابھی ذکر کی جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ! احد ثکم هشام :- یہاں روایت کے اخیر میں نعم نہیں ہے لیکن اسی سند سے مسند اسحاق بن راحویہ میں یہی روایت ہے۔ اس کے اخیر میں نعم ہے۔ فوجדתہ الفی الف و مائتی الف :- یہ بائیس لاکھ ہوا کیونکہ سو الف ایک لاکھ ہوتا ہے ہزار الف جس کو الف الف کہتے ہیں دس لاکھ بن گیا اس کا دو گنا بیس لاکھ ہوا۔ پس فوجדתہ الفی الف کے معنی ہوئے کہ میں نے بیس لاکھ قرضہ پایا آگے و مائتی الف بھی ہے مائت الف ایک لاکھ اور مائتا الف دو لاکھ اس طرح کل قرضہ بائیس لاکھ ہو گیا جس کو ہندسوں میں ۲۲ کے ساتھ پانچ صفر لگا کر لکھا جاتا ہے۔ اسی طرح ۲۲۰۰۰۰۰ - اشتری الغابۃ بسبعین ومائۃ الف :- ایک لاکھ ستر ہزار کا خرید ا تھا ٹکڑا غابہ جگہ کا حضرت زبیر نے (۱۷۰۰۰۰) فباعھا عبد اللہ بالف الف وستمائة الف :- بیچا یہی ٹکڑا سولہ لاکھ کا (۱۶۰۰۰۰) اربعمائة الف :- چار لاکھ (۴۰۰۰۰۰) فاصاب کل امرأۃ الف الف و مائتا الف :- چار بیویاں تھیں ہر ایک کو ۱۲ لاکھ (۱۲۰۰۰۰۰) ملا تو کل چار بیویوں کو اڑتالیس لاکھ ملا (۳۸۰۰۰۰۰) کیونکہ بارہ چار گنا اڑتالیس ہوتا ہے اور بیویوں کو چونکہ ترکہ کا آٹھواں حصہ ملتا ہے اس لئے یہ ثابت ہوا کہ کل ترکہ جو ورثہ میں تقسیم ہوا وہ اڑتالیس لاکھ کا آٹھ گنا تھا اور یہ آٹھ گنا تین کروڑ چوراسی لاکھ بنتا ہے۔

موقوفاً لولا آخر المسلمین مفتحت قریۃ الا قسمتها بین اھلھا کما قسم النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیر اس روایت میں اھلھا سے مراد مجاہدین ہیں معلوم ہوا کہ غنیمت مجاہدین کا حق ہے جو اب جہاد میں حاضر ہونا عام ہے ھقیقۃً ہو یا حکماً ہو جس کو خود امام نے کسی ضروری کام میں مشغول کر کے جہاد سے روکا ہے وہ حکماً جہاد میں شریک ہونے والا شمار ہوگا۔

باب من قال ومن الدلیل علی ان الخمس

لنوابیہ المسلمین ما سال ہوا زن النبی صلی اللہ علیہ وسلم برضاہ فیہم فتحلل من المسلمین غرض امام مالک کے مسلک کی تائید ہے کہ خمس کا مصرف وہی ہے جو فنی کا مصرف ہے۔ پھر داؤ کی ترکیب میں دو قول ہیں۔ ۱۔ ومن الدلیل کا داؤ عطف کے لئے ہے اور اس کا عطف آٹھ باب چھوڑ کر پہلے جو باب گزرا ہے اس پر ہے وہ باب یہ تھا باب الدلیل علی ان الخمس لنوابیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ اور یہاں فرما دیا لنوابیہ المسلمین مقصد یہ ہے کہ خمس دونوں کی حاجات کے لئے ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور المسلمین جیسے فنی کا مصرف دونوں کی حاجات کو شامل ہے۔ ۲۔ یہ داوا استفتاح اور استیفاف کے لئے ہے اور فاصلہ زیادہ ہو جانے کی وجہ سے عطف مناسب نہیں ہے۔ برضاہ: حضرت حلیہ سعدیہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی والدہ تھیں وہ ان میں سے تھیں۔ فتحلل من المسلمین: اس لفظ تحلل کی دو توجیہیں ہیں۔ ۱۔ حلتہ سے ہے حلت طلب فرمائی کہ ہوا زن کے لئے حلال کر دو۔ ۲۔ حلول بمعنی نزول سے ہے کہ اپنے حق سے اتر آؤ اور اپنا حق چھوڑ دو۔ ما سال ہوا زن: یہ مبتدأ مؤخر ہے اور اس سے پہلے وہ من الدلیل خبر مقدم ہے۔ استدلال یوں ہے کہ جب اثماس اربعہ میں امام کی رائے پر عمل کرنا جائز ہے جو مجاہدین کا حق ہے تو خمس میں بطریق اولیٰ امام کی رائے پر عمل کرنا جائز ہے اور خمس کی مصرف وہی ہے جو فنی کا ہے اور یہی امام مالک کا مسلک ہے جواب۔ یہ واپسی تو اہل حق کی رضا سے ہوئی ہے اگر امام ہی کو اختیار تھا تو تو پھر مجاہدین سے اجازت لینے کی اور

(۳۸۴۰۰۰۰۰) وصیت اس کے علاوہ تھی۔ وصیت کل مال کا تیسرا حصہ ہوتی ہے اور وارثوں کے حق سے آدھی ہوتی ہے۔ مثلاً زید نے تین سو روپے چھوڑے ہوں تو اس کا ثلث ایک سو ہے اور ورثہ کا حق دو سو ہے اور ظاہر ہے کہ ایک سو دو سو کا نصف ہے اس لئے اگر ہمیں معلوم ہو کہ زید کے وارثوں کو دو سو ملے ہیں اور یہ معلوم کرنا ہو کہ وصیت کتنی تھی یعنی زیادہ سے زیادہ کتنی ہو سکتی تھی تو ہم دو سو کا نصف نکال لیں گے ایک سو اس سے وصیت کی مقدار معلوم ہو جائے گی ایسے ہی یہاں وارثوں کا حق ہمیں معلوم ہو چکا تین کروڑ چوراسی لاکھ اس سے معلوم ہوا کہ وصیت اس کا نصف تھی یعنی ایک کروڑ بانوے لاکھ (۱۹۲۰۰۰۰۰) ان دونوں کو جمع کریں تو قرضہ کے سوا باقی مال کی مقدار معلوم ہو جائے گی۔ یعنی پانچ کروڑ چھتر لاکھ (۵۷۶۰۰۰۰۰) اور قرضہ بائیس لاکھ تھا (۲۲۰۰۰۰۰) ان دونوں کو جمع کریں تو کل مال جو حضرت زبیر نے چھوڑا معلوم ہو جائے گا یعنی پانچ کروڑ اٹھانوے لاکھ درہم (۵۹۸۰۰۰۰۰)۔ سوال: اس حدیث کے اخیر میں کل مال خمسون الف الف واما الف مذکور ہے جو پانچ کروڑ دولاکھ ہے (۵۰۲۰۰۰۰۰) اور اوپر کے حساب میں اس سے چھپانوے لاکھ زائد بنتا ہے۔ جواب۔ چونکہ وراثت چار سال بعد تقسیم کی گئی تھی تو چار سال کے عرصہ میں مکانوں کا کرایہ اور زمین کی آمدن چھپانوے لاکھ ہو گئی۔

باب اذا بعث الام رسولاً فی حاجة

او امرہ بالمقام هل یسہم لہ

غرض یہ ہے کہ امام کسی شخص کو اپیلچی بنا کر بھیجے یا ٹھہرنے کا حکم کرے تو اس کو حصہ ملے گا یا نہ؟ حدیث سے جواب مل گیا کہ ملے گا اور اس مسئلہ میں حنفیہ کی تائید فرمائی جمہور کے نزدیک حصہ نہ ملے گا ہماری دلیل زیر بحث باب کی روایت عن ابن عمر قال انما تعقب عثمان عن بدر فانه کانت تحب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکانت مریضۃ فقتل لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان لک اجر رجل ممن شہد بدرًا وسہمہ وجمہور تین باب چھوڑ کر پیچھے گزر چکی عن عمر

انعام مقرر کرنا مستحب ہے کیونکہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے یا ایہا النبی حرض المومنین علی القتال لیکن امام کے حصہ سے نہ کہ مجاہدین کے حصہ سے پھر اس تقریر سے ترجمۃ الباب والے امام بخاری اور امام مالک کے استدلال کا جواب بھی ہو گیا کہ نفل امام صرف اپنے حصہ میں سے دیتا ہے اس سے یہ لازم نہ آیا کہ خُص کا مصرف فئ والا ہی ہے اور یہ نفل اقسامِ خمسہ مذکورہ فی الآیۃ ہے خارج ہے جواب ہو گیا کہ اقسام مذکورہ میں جو امام کا حصہ مذکور ہے اس میں سے نفل ہے۔ فاسہم لنا:۔ یہ محل ترجمہ ہے کہ جب اصل غنیمت میں سے حضرت ابو موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کو دیا گیا تو اس قسم کا خرچ خُص میں سے بطریق اولیٰ جائز ہے۔ جواب ۱۔ امام ابو عبیدہ نے کتاب الاموال میں اس دینے کو خُص پر محمول کیا ہے کیونکہ مقاتلین سے اجازت لینا منقول نہیں ہے اور حاجت کی وجہ سے یہ حضرات ان پانچ قسموں میں داخل ہیں ۲۔ امام ابن منیر نے اصل غنیمت میں سے دینا خصوصیت کی بنا پر شمار کیا ہے ۳۔ بعض نے اصل غنیمت میں سے دینا مقاتلین سے اجازت لینے پر محمول کیا ہے ۴۔ پیچھے گزر چکا ہے کہ امام طحاوی نے اس حصہ میں سے دینا شمار فرمایا ہے جو بلا قتال فتح ہوا تھا۔ یقسم غنیمۃ بالجعرانۃ:۔ یہی محل ترجمہ ہے اور مراد خُص کو اپنی رائے سے تقسیم فرمانا ہے اسی لئے اس شخص نے اعتراض کر دیا جواب۔ یہ غنیمت کا تقسیم کرنا ہے اس لئے استدلال صحیح نہیں ہے۔ شقیۃ ان لم اعدل:۔ اکثر نے شقیۃ بضم التاء متکلم کا صیغہ نقل فرمایا ہے اس صورت میں معنی ظاہر ہیں ایک روایت میں شقیۃ بفتح التاء خطاب کا صیغہ بھی ہے اس کے معنی میں دو قول ہیں ۱۔ توشقی بن گیا کیونکہ غیر عادل کا اتباع کر لیا۔ توشقی بن گیا کیونکہ اپنے نبی پر اعتراض کر دیا اور یہ خیال کر لیا کہ تیرا نبی انصاف نہیں کرتا۔

باب ما من النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی الاساری من غیر ان یخمس:۔ غرض یہ کہ تقسیم بین

اس کا بہت اہتمام فرمانے کی کیا ضرورت تھی کہ تم اپنے غیموں میں جاؤ اور تمہارے سردار تم سے ملیں اور وہ تلی کریں کہ تم دل سے اجازت دے رہے ہو یا نہ اور پھر وہ سردار میری تلی کریں کہ انہوں نے دل سے اجازت دی ہے پھر میں غنیمت کے تقسیم شدہ بچے اور عورتیں واپس کروں گا۔ وما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعد الناس ان یعطیہم من الفیثی:۔ اس کا عطف ماسال پر ہے۔ والانفال من الخمس:۔ والانفال کا عطف ان یعطیہم پر ہے معنی یہ ہو گئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وعدے فئ سے پورے فرماتے تھے اور انفال کے وعدے خُص سے پورے فرماتے تھے۔ وعدے پورے کرنے میں فئ اور خُص ایک جیسے تھے اور وعدے پورے کرنے میں ان پانچ قسموں کے علاوہ قسمیں بھی آ سکتی ہیں اس لئے خُص مذکور فی الآیۃ پانچ قسم میں بند نہیں ہے پھر انفال جمع ہے نفل کی فاء فتح اور سکون دونوں آتے ہیں اور فتح اکثر استعمال میں آتا ہے اور نفل کے معنی ہیں۔ ما یشرط الامیر زائد علی السہم لتعاطی عمل ذی خطر۔ امام بخاری و امام مالک کی دلیل کا جواب اسی باب کی تیسری حدیث کی تقریر میں آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ حتیٰ نعطیہ ایاہ منا ول ما یفشی اللہ علینا:۔ یہ عبارت محل ترجمہ ہے کہ اس میں فئ میں سے دینا مذکور ہے اور بظاہر مراد خُص میں سے دینا ہے تو خُص پر فئ کا اطلاق کیا گیا معلوم ہوا کہ خُص اور فئ ایک ہی چیز ہیں۔ جواب۔ یہ اطلاق مجازی ہے اس لئے اس سے استدلال صحیح نہیں ہے۔ ونفلوا بعبیر اعبیراً:۔ اس میں اختلاف ہوا کہ نفل اصل غنیمت میں سے ہے یا کہ خُص میں سے عند احمد اصل غنیمت میں سے ہے وعند الجمہور خُص میں سے جو پانچویں حصہ امام کے لئے ہوتا ہے اس میں سے ہے فناء اختلاف طحاوی کی روایت عن معن بن یزید مرفوعاً لائل الابد خمس عند احمد یہ اربعۃ انخاس پر محمول ہے اور ہمارے نزدیک خُص انخاس پر محمول ہے۔ ترجیح جمہور کے قول کو ہے کیونکہ اسی میں احتیاط ہے پھر

قاعدہ کلیہ کا بیان ہے ترجیح ہماری توجیہ کو ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سلب بہت کم قاتل کو دیا گیا ہے۔

۲۔ سلب میں سے خمس نکالنے کا اختلاف

عند مالک سلب میں سے خمس نکالا جائے گا و عند الجہو نہیں نکالا جائے گا و جمہور روایت ابی داؤد عن عوف بن مالک مرفوعاً ولم یخمس السلب ولما لک واعلموا انما غنمتم من شئی فان للہ خمسہ لایۃ جواب۔ یہاں غنمتم جمع کا صیغہ ہے یہ دلالت کرتا ہے اس پر کہ خمس عمومی غنیمت سے نکالا جائے گا اور سلب خصوصی غنیمت ہے اس لئے امام مالک کا استدلال آیت سے صحیح نہیں ہے۔ فقال کلا کما قتله۔ دونوں کی تطیب قلبی کے لئے یہ فرمایا سلبہ لمعاذ بن عمر و بن الجموح۔ کیونکہ انہوں نے قتل اور خون بہانے میں زیادہ کوشش کی تھی۔ سوال بعض روایات میں حضرت معوذ بن عفرہ اور بعض میں حضرت عبداللہ بن مسعود کو بھی ابو جہل کا قاتل شمار کیا گیا ہے اور یہاں صرف معاذ بن عمرو بن الجموح اور معاذ بن عفرہ ہی کو قاتل شمار کیا گیا ہے۔ جواب۔ گو حضرت معوذ نے بھی کچھ اعانت کی تھی اور حضرت عبداللہ بن مسعود نے بھی لڑائی ختم ہونے کے بعد ابو جہل کا سر کاٹ کر الگ کر دیا تھا لیکن زیادہ کام ان دو حضرات نے ہی کیا تھا جن کا ذکر یہاں بخاری شریف کی روایت میں ہے۔

اسی واقعہ کا متمہ عجیبہ۔ ابو جہل کے قتل میں یہ بھی منقول ہے کہ لڑائی کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود دیکھ رہے تھے کہ کون کون سا کافر مارا گیا ہے تو دیکھا کہ ابو جہل شدید زخمی پڑا ہے لیکن ابھی سانس آ رہا ہے تو ارادہ فرمایا کہ گردن کاٹ کر الگ کر دیا جائے تو ابو جہل نے یہ کہا کہ ذرا نیچے سے گردن کاٹنا تاکہ جب مرنے والوں کے سراکٹھے کئے جائیں تو میرا سراو نچا نظر آئے اسی لئے بعض اکابر کا ارشاد ہے کہ ابو جہل کا تکبر فرعون کے تکبر سے بھی زیادہ تھا کیونکہ فرعون نے آثار موت دیکھ کر کہا تھا آمینت انہ لا الہ الا الذی آمینت یہ بنو اسرائیل وانا من المسلمین گو یہ ایمان معتبر نہ

الغنائم سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مال غنیمت میں تصرف کا حق تھا کیونکہ ابھی ان سے غنائم کا حق متعلق نہ ہوا تھا۔

باب و من الدلیل علی ان لخمس للامام و انہ یعطی بعض قرابة دون بعض ما قسم النبی صلی اللہ علیہ وسلم لبنی المطلب و بنی ہاشم من خمس خیر۔

غرض تائید ہے امام مالک کی اس مسئلہ میں کہ خمس کا مصرف وہی ہے جوئی کا مصرف ہے اور یہ تائید میں چوتھا باب ہے تائید اس طرح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض ذوی القربیٰ کو دیا اس میں سے بعض کو نہ دیا جواب یہ ہے کہ مدار قرابت مع الحاجۃ پر ہے اکیلی قرابت پر نہیں۔ وان کان الذی اعطی۔ اس کے بعد عبارت محذوف ہے بعد من الذی لم یعط پس باب سے مناسبت یوں ہوگئی کہ قرابت پر مدار ہوتا تو اقرب کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دیتے۔ جواب۔ قرابت مع الحاجۃ پر مدار ہے اکیلی قرابت پر مدار نہیں ہے پھر بعض روایت سے یہ بھی ثابت ہے کہ ذوی القربیٰ کو خمس اس لئے دیا جاتا ہے کہ وہ صدقات واجبہ سے نہیں لے سکتے کیونکہ وہ اوساخ الناس ہیں۔

باب من لم یخمس الاسلاب و من قتل قتیلًا

فلہ سلبہ من غیر الخمس و حکم الامام فیہ

اس ترجمہ الباب کے اخیر میں جو حکم الامام فیہ ہے اس کا عطف من لم یخمس پر ہے پھر اس باب کی غرض دو اختلافی مسئلوں میں امام شافعی اور امام احمد کے قول کی تائید کرنا ہے اور وہ دو اختلاف یہ ہیں۔ ۱۔ من قتل قتیلًا فلہ سلبہ کا اختلاف۔ ۲۔ عند امامنا ابی حنیفہ و مالک مقتول کے بدن پر جو سامان ہو سارا قاتل مسلم کو مل جانے کا حکم صرف اس وقت ہوگا جب مسلمانوں کا سپہ سالار اعلان کر دے کہ ایسا ہوگا۔ اگر اعلان نہ کرے تو پھر یہ مال بھی عام غنیمت ہی میں شمار ہوگا۔ و عند الشافعی و احمد ہر لڑائی میں ایسا ہی ہوگا امیر لشکر اعلان کرے یا نہ کرے منشاء اختلاف زیر بحث باب کی دوسری روایت من ابی قتادہ مرفوعاً من قتل قتیلًا علیہ پینۃ فلہ سلبہ ہمارے نزدیک یہ اعلان کے موقعہ پر محمول ہے و عند الشافعی و احمد عام حکم اور

یعنی ترجیح ناجائز درجہ کی نہیں ہے بعد میں ایسی ترجیح آئے گی اس وقت مبر کرنا۔ قال رجل والله ان هذه القسمة ما عدل فیہا:۔ اس قول کی توجیہ میں دو قول ہیں۔ ۱۔ یہ ارتداد تھا لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معاف کر دینے کی وجہ سے معاف ہو گیا اور معاف کر دینے کا اختیار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تو حاصل تھا ہمیں حاصل نہیں ہے۔ اب اگر کوئی ایسی گستاخی کرے اور توبہ نہ کرے تو ارتداد کی سزا قتل جاری ہوگی۔ ۲۔ یہ قول صرف مال کے لالچ میں صادر ہوا۔ گستاخی ہرگز مقصود نہ تھی۔ اس لئے یہ صرف فسق کا درجہ تھا امید ہے کہ توبہ کر لی ہوگی اور معاف ہو گیا ہوگا۔

باب ما یصیب من الطعام فی ارض الحرب
غرض یہ ہے کہ شدید حاجت میں تقسیم اور دارالاسلام میں لانے سے پہلے بھی کھانے پینے کی چیز کھانی لینے کی گنجائش ہوتی ہے ذخیرہ بنانے کی اجازت نہیں ہوتی۔

باب الجزية والموادعة

مع اهل الذمة والحرب

غرض دو چیزوں کا حکم بیان کرنا ہے بطور لف و نش مرتب کے۔ ۱۔ اہل ذمہ کے ساتھ جزیہ کا معاملہ کرنا۔ ۲۔ اہل حرب کے ساتھ ایک معین وقت تک کے لئے صلح کر لینا یہ دونوں جائز ہیں پھر جزیہ کی وجہ تسمیہ کی دو توجیہ ہیں۔ ان کو جو ہم نے دارالاسلام میں رہنے کی اجازت دی یہ اس کی جزاء ہے۔ ۲۔ ہم جو مسلمانوں کو ان سے قتال کرنے سے روکتے ہیں یہ اس کی جزاء ہے۔ من الذین اوتوا الکتاب:۔ سوال جب حکم جزیہ کا عام ہے تو آیت مبارکہ میں اہل کتاب کے لئے جزیہ کا خصوصی ذکر کیوں فرمایا گیا ہے جواب ان کی زیادہ قباحت بیان فرمانی مقصود ہے۔ کہ علم کامل رکھتے ہوئے حق کا انکار کیوں کیا۔ وکم یدھب الی السکون:۔ یہ امام بخاری کے شاگرد امام فریدی کا مقولہ ہے کہ امام بخاری نے مسکین کے لفظ کو سکون سے مشتق نہیں مانا جو ضد ہے حرکت کی بلکہ مسکنہ سے مانا ہے جس کے معنی

ہوا کیونکہ مرتے وقت جب آخرت کی چیزیں نظر آنی شروع ہو جائیں جس کو حالت باس کہتے ہیں اس وقت ایمان معتبر نہیں ہوتا اس سے پہلے حالت یاس میں معتبر ہو جاتا ہے اگرچہ بھائی کے تختہ پر کھڑا ہو۔ بہر حال فرعون کا تکبر مرتے وقت ٹوٹ گیا۔ ابو جہل کا تکبر نہ ٹوٹا اس لئے ابو جہل کا تکبر فرعون کے تکبر سے بڑھ گیا۔

باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعطی المولفة قلوبہم وغیرہم من الخمس وغیرہ
یہاں وغیرہم سے مراد مولفۃ القلوب کے غیر ہیں پھر غرض باب سے یہ ہے کہ خمس میں سے مولفۃ القلوب کو دینا جو خمس کے پانچ آیت والے مصارف میں سے نہیں ہیں اس بات کی دلیل ہے کہ خمس کا مصرف پانچ مصارف آیت میں بند نہیں ہے اس سے بھی امام مالک کے قول کی تائید ہوتی ہے کہ خمس کے مصارف وہی ہیں جو فقی کے ہیں کہ دونوں خمس اور فقی امام کی رائے پر ہیں۔ جواب اس باب کی بعض روایات میں خمس کا ذکر نہیں ہے اس لئے وہ فقی ہی پر محمول ہیں اور بعض احادیث غزوہ حنین والی ہیں وہاں رد کرنا مقصود ہے۔ اصلی مالکوں کی طرف مصرف خمس نہیں ہے۔
مولفۃ القلوب کا مصداق:۔ دو قسم پر ہے۔ ۱۔ وہ نئے اسلام لانے والے جن کی نیت میں ضعف کا شبہ ہو۔ ۲۔ وہ شرفاء کہ جن کے اسلام لانے سے دوسرے کافروں کے ایمان لانے کی امید ہو۔ لم یعتمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الجعرانة:۔ یہاں عمرہ کی نفی ہے دوسری روایات میں اثبات ہے اور ترجیح مثبت کو ہوتی ہے نافی پر اس لئے عمرہ جعرا نہ ثابت ہے۔ عن ابن عمر قال من الخمس:۔ یعنی وہ دونوں لوندیاں خمس میں سے تھیں۔ یہی محل ترجمہ ہے اس سے تائید ہوئی امام مالک کے مسلک کی جواب۔ یہ خمس کا مصرف نہیں ہے بلکہ اصل مالکین کی طرف بچوں اور عورتوں کو واپس کرنا ہے اس لئے استدلال صحیح نہیں ہے۔ انکم سترون بعدی اثرہ:۔ اس ارشاد کا مقصد یہ تھا کہ میرے فعل میں اثرہ

احتیاج کے ہیں۔ سوال۔ یہاں تو مسکین کا لفظ نہیں ہے پھر یہ تفصیل کیوں بیان فرمائی۔ جواب یہاں وہم صاغرون ہے اور اسی مضمون کو دوسری آیت میں یوں بیان فرما دیا گیا ہے ضربت علیہم الذاتہ والمسکنۃ اس مناسبت سے مسکین اور مسکنت کا ذکر فرما دیا اور یہ امام بخاری کی عادت مبارکہ ہے کہ معمولی مناسبت کی وجہ سے بھی بعض دفعہ تفسیر کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں۔ وما جاء فی اخذ الجزیۃ من الیہود والنصری والمجوس والعجم:۔ یہ ترجمۃ الباب کا جزء ہے اور اس سے مقصود ہمارے امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے قول کی تائید ہے کہ مشرکین عرب کے سوا سب کفار سے جزیہ لیا جاتا ہے البتہ مشرکین عرب کے لئے صرف اسلام یا قتال ہے کیونکہ ان کے لئے اسلام کی حقانیت کا ظہور علی اکمل وجہ ہو چکا ہے۔ امام شافعی و احمد کے نزدیک صرف اہل کتاب سے ہی جزیہ لیا جائے گا اور ان حضرات کے نزدیک مجوسی بھی اس مسئلہ میں اہل کتاب ہی کے حکم میں ہیں۔ منشاء اختلاف یہی آیت ہے جو اس باب میں نقل کی گئی ہے قاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ ولا بالیوم الآخر ولا یحرمون ما حرم اللہ ورسولہ ولا یدینون دین الحق من الذین اوتوا الكتاب حتی یعطوا الجزیۃ عن یدوہم صاغرون ہمارے نزدیک اس آیت مبارکہ کا حکم عام ہے سب کافروں کو شامل ہے اور اہل کتاب کا ذکر اس لئے ہے کہ اہل کتاب کی زیادہ مذمت مقصود ہے کیونکہ وہ علم کامل رکھتے ہوئے بھی حق کا انکار کرتے ہیں یعرفونہ کما یعرفون ابناءہم البتہ مشرکین عرب اس آیت کی وجہ سے اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ استدعون الی قوم اولی باس شدید تقاتلونہم او یسلمون اس کا مصداق مشرکین عرب قرار دیئے گئے ہیں۔ اہل کتاب کی علمی غلطی تھی۔ اس لئے ان کی علمی مذمت کی گئی کہ قرآن پاک میں جزیہ میں ان کا خصوصی ذکر فرمایا اور مشرکین عرب کی حسی غلطی تھی کہ وحی اور صاحب وحی کا مشاہدہ حسا کرنے کے باوجود بعض نے ایمان سے منہ پھیرا اس لئے ان کی سزا عملی

اعتیار فرمائی کہ بلا ایمان زندہ رہنے کی اجازت نہ دی گئی۔ امام شافعی و امام احمد کے نزدیک اہل کتاب کی قید احترازی ہے اور اہل کتاب کے سوئی کسی سے جزیہ نہ لیا جائے گا اور ان کے نزدیک مجوسی بھی اہل کتاب ہی میں داخل ہیں۔ ترجیح حنفیہ اور مالکیہ کے قول کو ہے اس باب کی روایت کی وجہ سے عن بجلالہ ولم یکن عمر اخذ الجزیۃ من المجوس حتی شہد عبدالرحمن بن عوف ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخذہا من مجوس بحرنا بلہ اور شوافع حضرات یہ توجیہ کرتے ہیں کہ مجوسی بھی اہل کتاب ہی میں داخل ہیں لیکن یہ توجیہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر مجوسی اہل کتاب میں داخل ہوتے تو ان کا ذبیحہ حلال ہوتا اور ان کی عورتوں سے مسلمانوں کا نکاح بھی صحیح ہوتا حالانکہ بالا جماع ایسا نہیں ہے۔ جزیہ کی مقدار میں اختلاف:۔ عند امامنا و فی روایۃ عن احمد بطور جزیہ امیر سے سالانہ چار دینار متوسط مال والے سے دو دینار اور غریب سے ایک دینار لیا جائے گا اور دینار ساڑھے چار ماشہ سونے کا ہوتا ہے وعند الشافعی سب سے ایک دینار لیں گے وعند مالک سب سے چار دینار لیں گے اور امام احمد سے چار روایتیں ہیں۔ ۱۔ ایک تو ہمارے مسلک کے ساتھ گزر گئی۔ ۲۔ بادشاہ کی رائے پر ہے۔ ۳۔ غریب پر ایک دینار ہے باقی بادشاہ کی رائے پر ہے۔ ۴۔ اہل یمن میں سے ہر ایک سے ایک دینار باقی بادشاہ کی رائے پر ہے ولنا فی مصنف ابن ابی شیبہ عن عمر موقفاً جیسے ہم کہتے ہیں ولنا فی روایۃ ابی داؤد عن معاذ مرفوعاً امرہ ان یاخذ من کل عالم یعنی ختماً دیناراً۔ جواب۔ ان کے ساتھ صلح کے طور پر یہی طے ہوا تھا۔ یہ عام حکم نہ تھا ولما لک فی البخاری تعلیقاً عن مجاہد مقطوعاً چار دینار اہل شام پر مقرر کئے گئے تھے جواب اسی قول میں یہ بھی تصریح ہے کہ وہ غنی تھے اس لئے یہ ہمارے خلاف نہیں ہے اور امام احمد کی پہلی روایت کی دلیل تو ہمارے ساتھ ہو گئی دوسری روایت کہ بادشاہ کی رائے پر ہے اس کی دلیل یہی روایت ابوداؤد کی عن معاذ مرفوعاً امرہ ان یاخذ من کل عالم یعنی ختماً دیناراً کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معین فرمانا بادشاہ ہونے کی حیثیت سے تھا نبی

سردار حضرت سعد بن ابی وقاص تھے کافروں کے ساتھ ۳۳ ہاتھی بھی تھے قادیسیہ کو نہ سے ایک دن کی مسافت پر ایک بستی کا نام تھا یہ لڑائی یکم محرم ۱۲ھ کو ہوئی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی امداد آندھی سے فرمائی جس سے کافروں کے خیمے اکھڑ گئے اور رستم کا تخت بھی گر گیا جو کافروں کے لشکر کے اگلے حصہ میں تھا۔ رستم ایک خچر پر سوار ہو کر بھاگا دو مسلمانوں نے اس کا تعاقب کیا آگے دریا آ گیا رستم نے اس میں چھلانگ لگا دی تو ان دو مسلمانوں نے ناگوں سے پکڑ کر باہر نکالا اور اس مشہور پہلوان کو قتل کیا اس لڑائی میں تیس ہزار کافروں نے اپنے آپ کو ایک دوسرے کے ساتھ زنجیروں سے باندھ رکھا تھا ان سب کو مسلمان شیروں نے قتل کر دیا اور ان کے علاوہ دس ہزار کافروں کو واصل جہنم کیا اور اس لڑائی کے بعد مسلمان مدائن شہر میں داخل ہو گئے جس میں کسریٰ کا ایک خصوصی محل بھی تھا۔ ہرمزان نے جنگ قادیسیہ میں بھاگ کر جان بچائی اس کے بعد ہرمزان اور مسلمانوں کے درمیان ایک اور لڑائی بھی ہوئی پھر ہرمزان نے مسلمانوں سے صلح کر لی پھر ہرمزان نے صلح توڑ دی تو مسلمانوں نے ہرمزان کا ستر نامی شہر میں محاصرہ کر لیا تو ہرمزان نے کہا کہ مجھے اپنے خلیفہ عمر کے پاس لے چلو حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مان گئے۔ مدینہ منورہ میں آ کر ہرمزان نے حضرت عمرؓ سے مناظرہ کیا اور پھر بخوشی اپنے بال بچوں سمیت اسلام قبول کر لیا اور پھر حضرت عمرؓ کے ساتھ ہی رہا یہاں تک کہ حضرت عمرؓ کو ابولؤلؤ نے شہید کر دیا پھر بعض لوگوں نے ان پر الزام لگایا کہ حضرت عمرؓ کے قاتل ابولؤلؤ کے ساتھ ان کے کچھ تعلقات تھے۔ اس الزام کی وجہ سے حضرت عبید اللہ بن عمر نے ہرمزان کو قتل کر دیا واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ حضرت عمرؓ جہادات میں ہرمزان سے مشورے لیا کرتے تھے۔ ان مشوروں میں سے ایک مشورہ کا ذکر اس زیر بحث حدیث میں ہے۔ فقال انی مستشیرک فی مغازی ہذہ:۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں آپ سے اپنے ان جہادات میں مشورہ لینے والا ہوں وجہ اس کی یہی تھی کہ ہرمزان ان علاقوں سے اچھی طرح واقفیت رکھتے تھے۔ قال

ہونے کی حیثیت سے قیامت تک کے لئے ضابطہ بیان فرمانا مقصود نہ تھا اس لئے ہر زمانہ کا بادشاہ حالات کے لحاظ سے کی بیشی کر سکتا ہے۔ جواب۔ جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل مبارک میں دونوں احتمال برابر درجے کے ہوں کہ نبوت کی وجہ سے ہے یا بادشاہ ہونے کی وجہ سے ہے تو نبوت کا لحاظ رائج ہوتا ہے کیونکہ اصل یہی ہے امام احمد کی تیسری روایت کہ اقل ایک دینار ہے۔ زیادہ بادشاہ کی رائے پر ہے اس کی دلیل بھی یہی ابوداؤد ہی کی روایت ہے جواب۔ یہ ایک دینار صلحا تھا امام احمد کی چوتھی روایت کی دلیل بھی یہی ابوداؤد والی روایت ہے۔ حضرت معاذ والی کہ اہل یمن کی خصوصیت تھی باقی امام کی رائے پر ہے کیونکہ وہ مسکوت عنہ ہے اور ایسے موقعہ میں امام کی رائے پر مدار ہوتا ہے۔ جواب ہو چکا کہ اہل یمن سے اسی پر صلح ہوئی تھی۔

فرقوا بین کل ذی محرم من المجوس:۔ اصل تو یہی ہے کہ ہم ذمیوں کو ان کے دین پر عمل کرنے کی آزادی ہی دیتے ہیں لیکن اگر کوئی بہت ہی قبیح چیز کا اظہار کرے تو ممانعت کی جاتی ہے جیسے اس موقعہ میں مجوسیوں نے محرم سے نکاح شروع کر دیئے تھے جو سب دینوں میں حرام تھے اس لئے اس سے منع فرمایا ورنہ ہم ان کے مخفی معاملات دیکھنے میں دخل نہیں دیتے البتہ کفر کی تبلیغ سے لاعمالہ روکیں گے یا وہ شعائر کفر نئے جاری کرنے کی کوشش کریں تو اس سے روکیں گے۔ **بعث عمر الناس فی افناء الامصار** افناء کے معنی جماعات کے بھی آتے ہیں اور افناء الناس اخلاط الناس کو بھی کہتے۔ یہاں افناء الامصار سے مراد اخلاط الامصار ہے مختلف قسم کے شہروں میں مسلمانوں کو فتح کرنے کے لئے بھیجا۔ **فاسلم الہرمزان:۔** یہ ہرمزان حضرت عمر کی خلافت کے زمانہ میں فارس کے کئی حصوں کا کسرائے فارس یزدجرد کی طرف سے گورنر تھا اور جنگ قادیسیہ میں کافروں کے لشکر کے سینہ کا سردار تھا اور پورے لشکر کفار کا سردار مشہور پہلوان رستم تھا۔ کافروں کا لشکر دو لاکھ تھا اور مسلمانوں کا لشکر ۷ ہزار اور آٹھ ہزار کے درمیان تھا۔ مسلمانوں کے لشکر کے

باب ما قطع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من البحرین وما وعد من مال البحرین والحزبة ولمن یقسم الفینی والحزبة یہاں اقطاع کے معنی زمین کا ٹکڑا دینے کے نہیں بلکہ مال کا حصہ معین کرنے کے ہیں یعنی مال دینا کیونکہ بحرین کی زمین وہاں کے رہنے والوں ہی کے پاس تھی۔ بطور صلح کے اور ان سے جزیہ اور خراج لیا جاتا تھا۔ اس باب کی غرض تین چیزوں کا بیان ہے۔ ۱۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیسے بحرین کا جزیہ اور خراج تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ ۲۔ اور کیسے اس مال کے آنے سے پہلے بھی وعدے فرمایا کرتے تھے۔ ۳۔ فنی اور جزیہ کا مصرف کیا ہے۔ دعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم الانصار لیکتب لہم بالبحرین: بحرین کے خراج میں سے حصہ معینہ انصار کے لئے رکھنے کا ارادہ فرمایا۔ بحرین کی زمین دینے کا ارادہ مراد نہیں ہے کیونکہ پیچھے گزر چکا ہے کہ بحرین کی زمین وہاں کے رہنے والوں ہی کے پاس صلحا رکھی گئی تھی اور ان سے صرف خراج اور جزیہ لیا جاتا تھا۔ ذلک لہم ماشاء اللہ: ذالک کا اشارہ مال کی طرف ہے یا خلافت کی طرف ہے کہ مہاجرین کو تو اللہ تعالیٰ نے بہت سا مال یا خلافت عطا فرمائیں گے۔ علی ذلک یقولون لہ: علی کا تعلق مابعد سے ہے وہ انصار یہی بات بار بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرتے رہے کہ بحرین کے مال میں سے مہاجرین کو بھی دیجئے۔

باب اثم من قتل معاهداً بغیر جرم

غرض یہ ہے کہ بلا جرم ذمی کو قتل کرنا حرام ہے۔ پھر یہ بغیر جرم کی قید اگرچہ حدیث میں نہیں ہے لیکن امام بخاری نے قواعد شرع کا لحاظ فرماتے ہوئے لگائی ہے۔

باب اخراج اليهود من جزيرة العرب

غرض یہ ہے کہ سب کافروں کو جزیرہ عرب سے نکال دینا چاہئے۔ یہود کا خصوصی ذکر اس لئے ہے کہ وہ دعویٰ توحید کا کرتے ہیں۔ جب ان کو بھی نکال دینے کا حکم ہے تو باقیوں کے لئے بطریق اولیٰ نکال

نعم مثلها ومثل من فیها: اس عبارت کو دو طرح پڑھا گیا ہے۔ ۱۔ نعم نون اور عین کے فتح اور میم کے سکون کے ساتھ حرف اثبات کہ ہاں میں مشورہ دوں گا آگے مشورہ کا بیان ہے۔ ۲۔ نعم نون کے کسرہ عین کے سکون اور میم کے فتح کے ساتھ فعل مدح ہے۔ تقدیر عبارت یوں ہے نعم المثل مثلاً و مثل من فیها کہ اچھی مثال ہے ان شہروں کی اور ان کے رہنے والوں کی آگے مثال کا بیان ہے سوال اس مثال میں پرندے کے پاؤں کا مصداق نہیں بیان کیا۔ جواب شہرت کی بنا پر چھوڑ دیا کہ ظاہر ہے کہ فارس کا پاؤں ہند تھا اور روم کا پاؤں افرنج تھا جس کو انگلستان کہتے ہیں۔ وان شدخ الثراس: شدخ کے معنی ہیں ایسی چیز کو تڑنا جو اندر سے خالی ہو۔ نعرف اباه وامہ: غرض یہ کہ ان کے ماں باپ دونوں اچھے حسب و نسب والے تھے صلی اللہ علیہ وسلم۔ فلم یدک: مطلب یہ ہے کہ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ماتحت زوال تک جہاد مؤخر کرنے سے شرمندہ نہ ہوئے شاید آپ ان واقعات کو بھول گئے ہیں۔ لیکن میں تو نہیں بھولا اس لئے میں زوال تک تاخیر کرنا اتباعاً للسنۃ اولیٰ سمجھتا ہوں یہ اس لئے فرمایا کہ حضرت مغیرہ زوال سے پہلے لڑائی شروع کرنا چاہتے تھے۔

باب اذا وادع الامام ملک القرية

هل یكون ذلک لبقیتهم

غرض یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کا امام کسی کافروں کی بستی کے سردار سے صلح کر لے تو کیا یہ صلح پوری بستی کے لئے شمار ہوگی یا نہ؟ جواب یہی ہے کہ شمار ہو جائے گی۔

باب الوصاة باهل ذمة

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وصاة الفتح الواو معنی وصیت ہوتا ہے غرض یہ ہے کہ اہل ذمہ سے اچھا سلوک کرنے کی شریعت میں بہت تاکید ہے۔

ورزق عیالکم:

یہ معنی ہیں کہ ذمیوں سے جو لیا جاتا ہے وہ تمہارے بچوں کے لئے رزق بنتا ہے۔

دینے کا حکم ہے۔ **ہجر**: اس میں ہمزدہ استفہام انکاری کے لئے ہے۔

باب اذا عذر المشرکون

بالمسلمین هل یعفی عنهم

غرض یہ ہے کہ جب کافر مسلمانوں سے عہد شکنی کریں تو معاف کرنے یا نہ کرنے کا معاملہ امام کی رائے پر ہے۔ نعم یا ابا القاسم: یہودی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لفظ سے نہ پکارتے تھے کیونکہ یہ نام پاک ان کی کتابوں میں لکھا ہوا تھا۔

باب دعاء الامام علی من نکث عہداً

غرض یہ ہے کہ عہد شکنی کرنے والوں پر امام کا بدعہا کرنا جائز ہے۔
باب امان النساء وجوارهن
غرض یہ ہے کہ مسلمان عورت ایک یا زائد کسی کافر کو امان دے دیں تو وہ امان بھی معتبر ہے۔

باب ذمة المسلمین وجوارهم

واحدة یسعی بها ادناهم

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ مسلمانوں کا امان دینا ایک ہی ہے ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان بھی کسی کافر کو امان دے دے تو وہ سب کی طرف سے معتبر ہے۔

باب اذا قالوا صبأ ناولم یحسنوا المسلمنا

غرض یہ ہے کہ کافر اگر مسلمان کہتا نہ جانتے ہوں تو اپنی زبان میں اس کے ہم معنی لفظ بھی کہہ دیں تو وہ بھی معتبر ہے۔ پھر وہ حدیث جس میں صبأ نا کہنے کا اور حضرت خالد بن ولید کی اجتہادی غلطی کہ اس کو کافی نہ سمجھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر ناراض ہوئے لیکن اجتہادی غلطی ہونے کی وجہ سے قصاص نہ لیا یہ حدیث یہاں صرف ترجمہ الباب میں اشارتاً بیان فرمادی آگے کتاب المغازی میں غرۃ الفتح کے باب میں تفصیل سے بیان فرمائیں گے۔ **اذا قال مترس فقد آمنہ**: یعنی اگر فارسی میں بھی کہہ دے کہ مت ڈرتو

یہ بھی امن دینا ہے مترس فارسی لفظ ہے اس کے معنی ہیں مت ڈر۔

باب المودعة والمصالحة مع المشرکین

بالمال وغیره و اثم من لم یف بالعہد

غرض دو مسئلوں کا بیان ہے۔ ۱- کافروں سے صلح کر لینی جائز ہے۔ ۲- عہد شکنی جائز نہیں ہے پھر اس باب اور آئندہ باب میں فرق یہ ہے کہ اس باب میں کافروں سے عہد شکنی کی مذمت بیان کرنی مقصود ہے اور آئندہ باب عام ہے مسلمان اور کافر دونوں سے عہد شکنی کی مذمت مقصود ہے۔ **انحلفون وتستحقون قاتلکم**: یہ استفہام انکاری ہے۔ قسامہ میں اختلاف: عند امامنا ابی حنیفہ قسامہ میں مدعی پر قسم نہیں ہے وعند الجہور اگر علامت یعنی خون یا عداوت یا ایک گواہ موجود ہو تو مدعی قسمیں کھائیں گے ورنہ مدعی علیہ قسمیں کھائیں گے ولنا روایۃ ابی داؤد عن سهل بن ابی حنیمہ مرفوعاً تبراکم یہود بحمسين یمیناً وللجمہور حدیث الباب عن سهل بن ابی حنیمہ مرفوعاً انحلفون وتستحقون قاتلکم ترجیح ہمارے مسلک کو ہے ترمذی کی روایت کی وجہ سے عن عبد اللہ بن عمرو مرفوعاً البینۃ علی المدعی والیمین علی المدعی علیہ۔ **وهو یتشحط**: ای یضرب وترپ رہے تھے۔ **فعلقه النبی صلی اللہ علیہ وسلم من عنده**: نبی کریم نے اپنے پاس سے دیت ادا فرمادی تاکہ جھگڑا ختم ہو جائے۔

باب فضل الوفاء بالعہد

غرض وعدہ پورا کرنے کی فضیلت کا بیان ہے۔

باب هل یعفی عن الذمی اذا سحر

غرض یہ ہے کہ ذمی اگر جادو کر دے یا کوئی اور تکلیف پہنچائے تو معاف کر دینا بھی جائز ہے پھر اس جادو اور زہر جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی تھی ان دونوں کا اثر دمی پر نہ ہوا تھا خیال پر اثر ہوا تھا کہ خیال ہوتا کہ یہ کام کر چکا ہوں لیکن ابھی کیا نہ ہوتا تھا۔

باب ما یحذر من الغدر

غرض یہ ہے کہ دھوکہ دینا گناہ ہے۔ **موتان**: موت کی

روایت میں ہے عن ابن عباس ان المشرکین ارادوا ان یشرکوا جدرجل من المشرکین فابی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ حدیثنا عبد اللہ بن عثمان:- اور بعض نسخوں میں یہاں عبدان بن عثمان ہے۔ عبدان حضرت عبد اللہ کا لقب تھا۔

باب اثم الغادر للبر والفاجر

غرض یہ ہے کہ امام کی اطاعت کا معاہدہ کر کے توڑنا حرام ہے خواہ امام نیک ہو یا گنہگار ہو۔ عن ابی وائل عن عبد اللہ:- مراد عبد اللہ بن مسعود ہیں۔ جہاں مطلق عبد اللہ صحابہ میں مذکور ہو تو وہاں اصل یہی ہے کہ عبد اللہ بن مسعود ہی مراد ہوتے ہیں جب تک کوئی قرینہ اس کے خلاف نہ پایا جائے۔

کتاب بدأ الخلق

رابط ماقبل سے یہ ہے کہ پیچھے احکام تھے اب احوال بیان فرماتے ہیں علی ترتیب التاريخ گویا امام بخاری تاریخ بیان کرنے کی ایک عمدہ بنیاد رکھ رہے ہیں کہ ابتداء عالم سے قرن صحابہ تک کے حالات ترتیب وار بیان فرما رہے ہیں۔ اہمیت کی بنا پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات مستقلاً کتاب المغازی کے عنوان سے بیان فرمائیں گے۔ تقدیر عبارت:- ہذا کتاب فی بیان ابتداء خلق العالم وازراءه واصنافه۔ خالق و خلق میں اہم مذاہب:- چند اہم مذاہب یہ ہیں۔ اول مذہب:- اہل حق کا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوئی سب مخلوق ہیں اور حادث ہیں اور حدوث کی دلیل تغیر ہے جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمایا ہے کہ کان اللہ ولم یکن مع شئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یوں بیان فرمایا۔ لا احب الاقلین۔ دوسرا مذہب:- حکماء کا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوئی ہیولی کو بھی قدیم مانتے ہیں۔ دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ بغیر کسی چیز کے کسی چیز کا پیدا ہونا ہم کبھی نہیں دیکھتے اس لئے ہیولی کو قدیم کہنا ضروری ہے اسی سے سارا عالم بنا ہے جواب۔ تغیر حدوث کی دلیل ہے اور نہ دیکھنا امتناع کی دلیل نہیں ہے۔ تیسرا مذہب:- دھریہ کا ہے

کثرت کقصاص الغنم:- یہ بیماری ایسی ہوتی ہے کہ ناک سے خون یا خون جھمی کوئی چیز پیپ وغیرہ بہتی ہے اور جلدی ہی بکری مر جاتی ہے پھر اس حدیث میں جو چھ نشانیاں مذکور ہیں ان میں سے پانچ پائی جا چکی ہیں۔ ۱- وفاقی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ ۲- فتح بیت المقدس یہ حضرت عمر کے زمانہ میں ہوا۔ ۳- موت کی کثرت یہ طاعون عمواس کی صورت میں پائی گئی جس میں تین دن ستر ہزار اموات واقع ہوئیں۔ یہ طاعون حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں فتح بیت المقدس کے بعد پایا گیا۔ ۴- کثرت مال یہ حضرت عثمان کے زمانہ میں کثرت فتوحات کی وجہ سے پائی گئی۔ ۵- فتنہ یہ حضرت عثمان کی شہادت اور اس کے بعد کے واقعات تھے۔ ۶- البتہ چھٹی نشانی حد نہ خاص قسم کی صلح ابھی نہیں پائی گئی۔

باب کیف ینبذالی اهل العهد

غرض طریقہ بیان کرنا ہے معاہدہ ختم کرنے کا کہ صاف صاف اعلان کر دیا جائے کہ اب ہمارا معاہدہ ختم ہے۔

باب اثم من عاهد ثم غدر

غرض یہ ہے کہ معاہدہ کر کے اس کے خلاف کرنا گناہ ہے۔ باب:- یہ باب تترہ ہے گزشتہ باب کا کیونکہ اس میں صلح حدیبیہ کا ذکر ہے جو ایک معاہدہ تھا اور گزشتہ باب معاہدہ ہی کا بیان تھا۔

باب المصالحة علی ثلاثة ايام او وقت معلوم

غرض یہ ہے کہ معاہدہ میں مدت مقرر کرنی بھی اچھی ہے۔ مدت تھوڑی ہو یا زیادہ ہو۔ ولایدعونہم احداً:- یعنی کسی کو ساتھ نہیں لے جائیں گے۔

باب المواعدة من غیر وقت

غرض یہ ہے کہ مدت مقرر کئے بغیر بھی کافروں سے معاہدہ کر لینا جائز ہے۔

باب طرح جیف المشرکین

فی البشر ولا یؤخذ لهم ثمن

غرض یہ ہے کہ کافر کا جسم بیچنا جائز نہیں ہے جیسا کہ ترمذی کی

اور قطار میں پھول اور سڑکیں بن گئیں دوسرا آدمی کہے نہیں ایسا نہیں ہوا کسی سمجھدار نے نقشہ بنایا سامان جمع کیا۔ راج اور مزدور اور بڑھی بلائے اور یہ عمدہ مکان اور مالی سے باغیچہ بنوایا۔ ظاہر ہے کہ دوسرے شخص ہی کی بات صحیح ہے اسی طرح دہریہ اور موحد کا حال ہے۔ ۵- حضرت مفتی محمد حسن صاحب نے فرمایا کہ چار پانچ شخص مجھ سے ملنے آئے باتوں باتوں میں ان میں ایک صاحب جن کو ان کے ساتھی شیخ صاحب کہتے اس نے کہا کہ اس کی کیا دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہیں میں نے کہا کہ تمہارا بولنا دلیل ہے کیونکہ زبان مختلف جگہوں پر لگتی ہے جب جا کر مختلف الفاظ اور حروف ادا ہوتے ہیں ہم کو تو خارج کا پتہ بھی نہیں ہوتا یہ ایک کام ہے اس کا کرنے والا یہ بولنے والا تو ہے نہیں کیونکہ اس کو خارج کا پتہ ہی نہیں یہ کام کرنے والے اللہ تعالیٰ ہیں۔ ۶- طالب علم کمرے سے درس گاہ تک آتا ہے یہ نہیں بتا سکتا کہ کتنے قدم اٹھائے پھر ہر قدم میں کتنی رگیں سکڑیں اور کتنی پھیلیں کون کون سے جوڑوں نے حرکت کی لامحالہ یہ خود ان حرکات و سکنات کا خالق نہیں ہے اس کے خالق اللہ تعالیٰ ہیں۔ ۷- یہ موٹی بات ہے کہ کاتب کے بغیر کتاب نہیں پائی جاتی عمارت بنانے والے کے بغیر عمارت نہیں بنتی تو یہ اتنا بڑا عالم بنانے والے کے بغیر کیسے بن سکتا ہے۔ ۸- ایک شی اپنے مثل سے پہلے ہوتی رہتی ہے مثلاً ایک انسان اپنے جیسے انسان سے پہلے ہوتا ہے دن دن سے پہلے ہوتا ہے رات رات سے پہلے ہوتی ہے ایسے ہی انسان انسان سے پیچھے ہوتا ہے دن دن سے پیچھے ہوتا ہے رات رات سے پیچھے ہوتی ہے تو یہ تقدم اور تاخر لفظ ہوگا یا لغیرہ یعنی اس تقدم کو جاری کرنے والی کوئی ذات اور ہوگی یا یہ خود ہی آگے یا پیچھے ہوگا اگر خود ہی آگے یا پیچھے ہوگا اگر خود ہی شی آگے اور پیچھے ہوتی ہو تو سب انسان پہلے بھی ہو جائیں اور سب پیچھے بھی ہو جائیں حالانکہ ایسا نہیں ہے معلوم ہوا کہ کوئی ذات ان کے علاوہ ہے جو ان چیزوں کو آگے یا پیچھے کرتی ہے وہ صالح ہی تو ہے جو اپنے

کہ یہ عالم بلا صانع پایا گیا ہے اور یہ قول بدهاء باطل ہے بطور تنبیہ کے چند باتیں ذکر کی جاتی ہیں۔ ۱- ایک دیہاتی نے کہا تھا البعرة تدل علی البعیرہ والاثر علی المسیر فالارض ذات التجاج والسماء ذات الابرار کیف لا یدلان علی اللطیف الخیر حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے ایک شعر نقل فرمایا

ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے کہہ دیتی ہے شوخی نقش پاکی

۲- ایک مولوی صاحب وعظ کے لئے گاؤں تشریف لائے صرف ایک بڑی بی چرخہ کا تھی ہوئی نظر آئی۔ سمجھانے کے لئے پوچھا کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے کی کوئی دلیل معلوم ہے یا نہ بڑھیا نے کہا یہ چرخہ دلیل ہے کیونکہ جب یہ معمولی سا چرخہ خود بخود نہیں چل سکتا تو زمین و آسمان اور زندگی اور موت کا عجیب و غریب نظام خود بخود کیسے چل سکتا ہے۔ ۳- ہمارے امام صاحب نے ایک دہریہ سے مناظرہ کا وقت مقرر فرمایا قصد اچکھ دیر سے پہنچے وجہ پوچھنے پر سمجھانے کے لئے ایک فرضی صورت بیان فرمائی کہ میں ایک عجیب تماشا دیکھنے میں مشغول ہو گیا تھا کہ ایک دریا کے کنارے درخت گرا۔ ہوا سے اس کے ٹکڑے ہوئے پھر اتفاق سے ایک ہوا سے جڑے اور کشی کی شکل بن گئی اور آندھی سے وہ دریا میں گر گئی اور اس پر مسافر آنے جانے لگے۔ اس دہریہ نے کہا کہ یہ تو ناممکن ہے۔ فرمایا تو بس پورے عالم کا خود بخود بننا بھی ناممکن ہے۔ ۴- جنگل میں ایک خوبصورت کوٹھی اور اس کے ارد گرد باغیچہ اور سڑکیں اور فوارہ اور قطار میں پھول اور کسی کمرے میں کھانے کا دسترخواں اور کسی میں سونے کی چار پائیاں اور کسی کمرے میں بیٹھنے کے غالیچے وغیرہ دیکھ کر دو شخص ان کے تیار ہونے کی صورت سوچنے لگے ایک کہے کہ ہوا چلی تھی اس سے مٹی کے ٹکڑے اور اینٹیں بن گئیں پھر ہوا چلی درخت گرے اور ٹوٹے اور چھت کی لکڑیاں بن گئیں پھر ہوا چلی تو اینٹیں اوپر نیچے ہو کر دیواریں بن گئیں پھر ہوا چلی تو کچھ لکڑیاں دیواروں پر آ گئیں اور چھت بن گئی ایسے ہی غالیچے اور برتن اور چار پائیاں اور فوارے

مذہب:- عیسائیوں کا جو اس آیت میں مذکور ہے لقد کفر الذین قالوا ان الله ثالث ثلثة۔ جواب۔ چوتھے مذہب کے جواب کی طرح۔ ساتواں مذہب:- حشویہ کا کہ اللہ تعالیٰ کی جو صفات مخلوق کے مشابہ ہیں اور قرآن پاک یا حدیث پاک میں ہیں اور واقع میں مشابہات میں سے ہیں یا خلاف ظاہر پر محمول ہیں ان کو بالکل ظاہر پر محمول کرتے ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ کے لئے جہت مانتے ہیں۔ جواب لیس کمثلہ شئی۔ آٹھواں مذہب:- بعض فلاسفہ کا ہے کہ خالق تو اللہ تعالیٰ ہی ہیں لیکن خلق بالا فطر اور بالطبع ہے دوسرے لفظوں میں ہر چیز کی طبیعت اس کی خالق ہے۔ مثلاً آگ اپنی طبیعت کی وجہ سے جلاتی ہے جواب۔ خود طبیعت کا ثبوت بھی خلاف عقل ہے اور اس کا اثر بھی خلاف عقل ہے جو دلائل ثبوت طبیعت کے لئے پیش کرتے ہیں نہایت ضعیف ہیں اور پھر اس کا فعل بلا علم اور بلا قدرت اور بلا ارادہ خلاف عقل ہے اس لئے اللہ تعالیٰ ہی کی خلق سے سب کام ہوتے ہیں۔

باب ماجاء فی قول الله وهو الذی

یبدؤ الخلق ثم یعید وهو اھون علیہ
اھون فرمانا مخاطبین کے لحاظ سے ہے ورنہ حق تعالیٰ کے لئے دونوں برابر ہیں۔ کان اللہ ولم یکن شئی غیرہ وکان عرشہ علی الماء:۔ کان اللہ میں کان ازلی ہے اور وکان عرشہ علی الماء میں کان حادث ہے کہ جب مخلوق کو پیدا فرمایا تو پہلے پانی کو پیدا فرمایا پھر عرش کو پیدا فرمایا چنانچہ مرفوعاً ترمذی میں ہے اور امام ترمذی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے ان الماء خلق قبل العرش۔
ابن تیمیہ کے مختصر حالات وعقائد

یہ ساتویں صدی کے عالم ہیں۔ انہوں نے اور ان کے شاگرد ابن قیم نے اس مقام پر بہت بڑی لغزش کی ہے اور تفرّد اختیار کیا ہے کہ حوادث ازل میں نعوذ باللہ موجود تھے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم تھے جواب یہ بداعتہ تاقص ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ جیسے جنت کی نعمتیں غیر متناہی ہیں اور ان میں ابطال تسلسل

ارادہ سے آگے یا پیچھے کرتا ہے۔ ۹۔ کوئی چیز مرلے یعنی چورس شکل کی ہے کوئی گیند کی طرح گول ہے کوئی انسان لمبا ہے کوئی چھوٹا ہے کسی کا چہرہ خوبصورت ہے کوئی بد شکل ہے۔ کوئی کا لے رنگ کا ہے کوئی سفید رنگ کا ہے کیا یہ سب خود بخود ہیں اگر یہ خود ان کے اختیار میں ہو تو دنیا میں کوئی کالا ہو نہ کوئی بد شکل ہو لا محالہ یہ سب بنانے والی کوئی الگ ذات قدرت و ارادہ والی ہے حکمت والی ہے جو اپنی حکمت و ارادہ کی وجہ سے مختلف قسم کی شکلیں بناتی ہے وہی صانع کی ذات ہے۔ ۱۰۔ جمادات اینٹ پتھر وغیرہ میں تو حیۃ نہیں ہے وہ اپنی خالص کیسے ہو سکتی ہیں کیونکہ خالق کے لئے تو حیۃ علم۔ ارادہ اور قدرت ضروری ہے اس لئے لا محالہ یہ خالق کی محتاج ہیں۔ ۱۱۔ انسان نطفہ کی شکل میں مردہ تھا۔ پھر حیاتی قادر عالم ماہر بن گیا لیکن پھر بھی نہ وہ ایک بال پیدا کر سکتا ہے نہ رگ نہ کان نہ آنکھ نہ دل نہ دماغ تو جب علم و قدرت کے زمانہ میں یہ چیزیں نہیں بنا سکتا تو جب نطفہ مردہ تھا اس وقت کیسے اپنے آپ کو پیدا کر لیا معلوم ہوا کہ اس کو کسی اور ذات نے پیدا کیا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے قال اللہ تعالیٰ اللہ الذی خلقکم من ضعف ثم جعل من بعد ضعف قوۃ ثم جعل من بعد قوۃ ضعیفا وشیئۃ یخلق ما یشاء وهو العلیم القدیر۔ ۱۲۔ امام رازی نے ایک دیہاتی سے فرمایا کہ اس کی کیا دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہیں اور ایک ہیں اس نے مارنے کے لئے لاٹھی اٹھائی کہ یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے معلوم ہوا کہ یہ بات دیہاتیوں کے لئے بھی بالکل بدیہی ہے۔ چوتھا مذہب:- بعض نے کہہ دیا خالق دو ہیں نور اور ظلمت۔ جواب اگر ایک خالق وجود زید کا ارادہ کرے تو دوسرا عدم کا ارادہ کرنے پر قادر ہے یا نہ اگر ہے تو اجتماع ہے نقیضان کا کہ زید موجود بھی ہو اور معدوم بھی ہو اگر قادر نہیں تو وہ خدا ہی نہیں۔ پانچواں مذہب:- خالق ہے تو ایک لیکن وہ انسان کا ہم شکل ہے اور اعضا و جوارح والا ہے جواب پھر ہماری طرح محتاج ہو گا اور حادث ہو گا۔ چھٹا

قدم اور خوشی اور مخلوق جیسا غضب اور حسی طور پر عرش پر بیٹھنا اور حسی طور پر پہلے آسمان پر اترنا مانتے ہیں بلکہ بعض نے تو اللہ تعالیٰ کو نعوذ باللہ جسم ہی قرار دے دیا ہے اور اس کی نسبت امام احمد کی طرف کر دی ہے حالانکہ وہ اس سے بری ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے عقیدہ سے پاک ہیں۔ امام زبیدی فرماتے ہیں کہ ابن تیمیہ نے شیخ نہ پکڑا تھا اس لئے ایسی غلطیوں میں پڑ گئے۔ حتیٰ کہ ان کے زمانہ کے علماء کا اتفاق ہو گیا کہ ان کو قید کر دینا ضروری ہے چنانچہ اس زمانہ کے بادشاہ نے ان کو قید کر دیا اور قید ہی میں ان کی وفات ہوئی۔ و کتب فی الذکر کل شئی:۔ یہاں ذکر سے مراد لوح محفوظ ہے اور اس حدیث کے ظاہر سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ لوح محفوظ کو حق تعالیٰ نے پانی اور عرش کے بعد پیدا فرمایا اور لوح محفوظ کے ساتھ ہی قلم کو پیدا فرمایا۔ تقطع: ۱۔ تاء کے ساتھ باب تفعیل سے ماضی کا صیغہ بمعنی تحویل میرے اور اونٹنی کے درمیان سراب حائل ہو گیا تھا۔ ۲۔ یقطع مجرد سے مضارع معروف ہے بمعنی یقطع کہ سراب میرے اور اس کے درمیان ختم ہو رہا تھا۔ دونوں توجہوں کا حاصل یہی ہے کہ بہت دور چلی گئی۔ اما شتمہ فقوله ان لی ولداً:۔ کیونکہ شتم سے مقصود عیب بیان کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کو نعوذ باللہ صاحب اولاد کہنا عیب بیان کرنا اور تحقیض ہے کیونکہ اس سے نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کا جسم ہونا اور مرکب ہونا اور حادث ہونا اور محتاج ہونا اور صاحب مثل ہونا لازم آتا ہے اور یہ سب تحقیقات ہیں۔

باب ماجاء فی سبع ارضین

غرض سات زمینوں کے حالات کا بیان ہے۔ پھر سات زمینوں کے وجود کا اثبات تو اس آیت سے ہو رہا ہے جو یہاں نقل فرمائی ہے اللہ الذی خلق سبع سموات ومن الارض مثلہن اور ان سات زمینوں میں مخلوق کا ثبوت بھی بعض روایات سے ہے جیسا کہ غریب ایک روایت نقل کی جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ لیکن اس مخلوق کی تفصیل میں چار اہم قول ہیں۔ ۱۔ یہ تفصیل

کے براہین جاری نہیں ہوتے ایسے ہی ماضی میں بھی چیزیں یکے بعد دیگرے ازل سے اور غیر متناہی درجہ سے آرہی ہیں اور ان میں بھی ابطال تسلسل کے دلائل جاری نہ ہوں گے۔ جواب۔ ماضی کی چیزیں وجود حقیقی میں ہوتی ہیں اور مستقبل کی چیزیں وجود مقدر میں ہوتی ہیں اور فرضی محض ہوتی ہیں۔ موجود مجموع اجزاء نہیں ہوتیں۔ اس لئے ان میں ابطال تسلسل کے دلائل نہیں چل سکتے اور ماضی کی چیزوں میں چل سکتے ہیں۔ پھر ابن تیمیہ کے بہت سے تفردات ہیں۔ مثلاً ۱۔ یہ عالم قدیم بالنعوع ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی نہ کوئی مخلوق ہمیشہ رہی ہے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ خود بھی نعوذ باللہ محل حوادث ہیں۔ ۳۔ انبیاء علیہم السلام نعوذ باللہ معصوم نہیں ہیں۔ ۴۔ اہل نار کا عذاب نعوذ باللہ دائمی نہیں ہے۔ ۵۔ تین طلاقتیں ایک ہی شمار ہوں گی۔ ۶۔ روضہ مقدس کے لئے سفر گناہ ہے اس لئے اس میں قصر بھی جائز ہیں۔ ۷۔ توسل بالذوات ناجائز ہے پھر ابن تیمیہ کی کتابوں میں سے چار کتابیں زیادہ مشہور ہیں۔ الجواب الصحیح فی الرد علی من بدل دین المسیح اس میں نصرانی کی تردید کی ہے۔ ۲۔ منہاج السنۃ اس میں شیعہ کی تردید کی ہے۔ ۳۔ بیان موافقہ صریح المعقول صحیح المنقول یہ کتاب منہاج السنۃ کے حاشیہ پر چھپی ہوئی ہے اس میں بہت سے مسائل میں ماتریدہ اور اشعریہ کا رد کیا ہے۔ ۴۔ کتاب الفرقان بین اولیاء الرحمان واولیاء الشیطان۔ اس میں بہت سے اولیاء اللہ تعالیٰ پر رد کر دیا ہے کہ بلکہ بعض کو کافر تک کہہ دیا ہے جیسے شیخ اکبر محمد الدین ابن عربی کو کافر قرار دے دیا ہے۔ ابن تیمیہ کا طریق ابن حزم ظاہری سے ملتا جلتا ہے جنہوں نے مشہور کتاب الملل والنحل لکھی۔ بعض عقائد میں ابن تیمیہ کا عقیدہ حشویہ کے عقیدہ سے ملتا جلتا ہے۔ یہ حشویہ وہ فرقہ ہے جس کے افراد حضرت حسن بصری کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے جب انہوں نے ان کے عقائد کی کمزوری دیکھی تو ان کو ایک طرف بیٹھنے کا حکم دیا تھا اسی لئے ان کا لقب حشویہ ہوا کیونکہ حشو کے معنی طرف کے ہیں یہ حشویہ اللہ تعالیٰ میں چہرہ اور

استدار کھیٹا یوم خلق السموات والارض:
زمانہ جاہلیت میں مبینہ آگے پیچھے کرتے رہتے تھے ۹۰ھ میں جب
حضرت ابوبکر صدیق کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے لئے بھیجا
تھا اس سال بھی حقیقت کے لحاظ سے وہ ذی قعدہ تھا اسی لئے قدرت
کے باوجود خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حج کے لئے تشریف نہ لے
گئے اگلے سال سے حساب درست کر دیا گیا اس لئے ۱۰ھ میں خود نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم حج کے لئے تشریف لے گئے۔ اردو: اس
سے مراد اردو بنت ابی اویس ہیں۔ انا انتقص من حقها
شیئاً: شروع میں استفہام انکاری کا ہمزہ محذوف ہے۔ فانہ
یطوقہ یوم القیامۃ من سبع ارضین: سوال مسند احمد میں
ہے ان بین الارض واللتی تلیہا خمساً ایک انسان کے گلے میں کیسے
ڈالی جاسکتی ہیں۔ جواب اتنا کڑا کاٹ کہ ہر زمین کے اتنے ٹکڑے کے
ساتھ ملا کر گلے میں بطور سزا کے ڈالا جائے گا۔

باب فی النجوم

غرض ستاروں کو مؤثر ماننے کا رد کرنا ہے کہ من جو ستاروں کو
حوادث میں مؤثر مانتے ہیں یہ غلط ہے کیونکہ یہ ستارے بیچارے
خود اپنے طلوع وغروب اور تیز اور آہستہ ہونے سے عاجز ہیں یہ
بیچارے دوسروں پر کیا اثر ڈالیں گے۔

باب صفة الشمس والقمر بحسبان

غرض سورج اور چاند کا حال بیان کرنا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے
خصوصی حساب کے مطابق چلتے ہیں۔ فانہا تذهب حتی
تسجد تحت العرش: اس سجدہ کی صورت کیا ہوتی ہے یہ
ہم نہیں جانتے سجدہ بہر حال کرتا ہے جو بھی اس کی شان کے
مناسب ہے۔ الشمس والقمر مکوران یوم
القیامۃ: اور مسند بزار اور بعض دوسروں کتابوں میں یہ زیادتی
بھی ہے اور فی النار پھر اس کی توجیہ میں دو قول ہیں۔ ۱۔ جن لوگوں
نے سورج اور چاند کی عبادت کی ہے ان کو ڈانٹنا مقصود ہے خود چاند
اور سورج کو عذاب نہ ہوگا جیسے دوزخ کا انتظام کرنے والے فرشتے

مفوض الی اللہ ہے۔ گویا اس مخلوق کی حقیقت کو متشابہات میں سے
شمار کیا گیا ہے اور دعوت ایمان کی اسی زمین کے ساتھ مختص ہے
جس پر ہم رہتے ہیں کیونکہ کسی نبی کا باقی زمینوں میں سے کسی
زمین کی طرف جانا کسی قطعی دلیل سے ثابت نہیں ہے۔ ۲۔ بعض
حضرات نے مستدرک حاکم کی روایت کو لے لیا جو حضرت ابن
عباس سے موقوفاً منقول ہے فی کل ارض آدم کا اولکم ذوح کنو حکم
وابراہیم کا براہیمکم وعیسیٰ کعیسکم ونبی کننیکم اور اس کے معنی یہ کئے
کہ عالم مثال ہے۔ تصویروں کی طرح ہے جس قسم کی چیزیں
خواب میں اور کشف میں نظر آتی ہیں۔ عالم غیب اور عالم شہادت
کے علاوہ ایک تیسرا عالم ہے جس کو عالم مثال کہتے ہیں۔ ۳۔ بعض
حضرات نے اسی مذکورہ روایت کو لے لیا اور معنی یہ کئے کہ ان
طبقات ارض میں ہادی ہیں جو ہماری زمین کے انبیاء علیہم السلام
سے ہدایت لیتے رہے ہیں وہ ہادی ہماری زمین کے انبیاء علیہم
السلام کے مشابہ اور ان کے متبع ہیں حقیقی نبی نہیں ہیں۔ ۴۔ بعض
حضرات نے اسی روایت کو لے لیا اور وہاں حقیقی نبی مان لئے۔
سوال پھر تو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بے مثال نہ رہے۔
جواب۔ دوسری زمینوں کے آخری نبی بعض صفات میں نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم جیسے ہیں۔ سب صفات میں ہمارے نبی پاک
صلی اللہ علیہ وسلم جیسے نہیں ہیں اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے
افضل البشر ہونے پر کوئی اشکال نہ رہا۔ سوال۔ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کی ختم نبوت باقی نہ رہی کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ان زمینوں
میں کوئی نبی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آیا ہو۔ جواب ان
زمینوں کے نبی آخر الزمان کا آخری نبی ہونا صرف ان کی اپنی
زمین کے لحاظ سے ہے اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا
آخری نبی ہونا مطلقاً ہے اور سب زمینوں کے لحاظ سے ہے یعنی
ان سب زمینوں کے آخری نبی ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
سے پہلے پہلے ہو چکے ہیں کیونکہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کی ختم نبوت دلائل قطعیہ سے ثابت ہے۔ الزمان قد

رہتے ہیں یسبحون اللیل والنہار لایفترون۔ ۲۔ کچھ فرشتے مختلف تدابیر میں مشغول رہتے ہیں قال اللہ تعالیٰ والمدبرات۔
امراً بین النائم والیقظان یہ نیند اور بیداری کے درمیان ہونا شروع شروع میں تھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پورے بیدار ہو گئے تھے۔ حتیٰ اتینا السماء الدنیا۔ رائج یہی ہے کہ بیت المقدس سے آسمان کا سفر سیڑھی پر یا فرشتوں کے پروں پر ہوا اور مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک براق پر ہوا۔ فلما جاوزت بکنتی۔۔ موسیٰ علیہ السلام کا یہ رونا حسد کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اپنی امت پر شفقت اور ان کی کوتاہیوں پر افسوس کی وجہ سے رونا آگیا۔
هذا الغلام: غلام جو فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی دو تو جیہیں ہیں۔ ۱۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جوانوں کی طرح قوی تھے۔ ۲۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر زیادہ لمبی نہ تھی۔ **مراق البطن:** یہ لفظ اس حدیث کے ابتدائی حصہ میں ہے اس کے معنی پیٹ کے نیچے کے حصہ کے ہیں۔ **سلمت بخیر:** یعنی میں نے اپنے پروردگار کے فریضہ کو قبول کر لیا۔ موکب۔ سواروں کی جماعت ہوزینت کے ساتھ اس کو موکب کہتے ہیں۔

باب اذا قال احدکم امین والملئکة فی السماء فوافقت احدهما الاخری غفر له ماتقدم من ذنبه

غرض یہ ہے کہ کچھ فرشتے امین کہنے پر مقرر ہیں۔ **رفوفا:** بچھونا۔ **فجث:** پہلے جیم پھر ہمزہ پھر ثاء کے معنی ہیں رعب ڈالا گیا اس کے قریب قریب ایک اور لفظ بھی استعمال ہوتا ہے جیم اور دو ثاءوں کے ساتھ اس کے معنی ہیں میں گر گیا لیکن اس حدیث صرف پہلا لفظ ہی منقول ہے۔ **فلا تکن فی مریة من لقاء:** ایسے قادر کی ملاقات میں اور قیامت قائم کرنے میں شک نہ کریں۔

باب ماجاء صفة الجنة وانها مخلوقة
 غرض معتزلہ کا رد ہے جو اس کے قائل ہونے کہ جنت اور دوزخ قیامت کے دن پیدا کی جائیں گی۔

دوزخ میں ہوں گے لیکن ان کو عذاب نہ ہوگا۔ ۲۔ یہ دونوں آگ سے پیدا کئے گئے ہیں اس لیے دوزخ میں اور اپنی اصل میں داخل کر دیئے جائیں گے اور عمدۃ القاری میں ایک روایت یوں منقول ہے عن ابن مسعود مرغوباً تکلم ربنا بکلمتین صیر احداہما سماء والاخری قمر او کلاہما من النور وبعادوا ان یوم القیلة الی البزخ لیکن رائج پہلا قول ہے کیونکہ اس کی تائید آیت سے ہوتی ہے اذا الشمس کورت۔

باب ماجاء فی قوله تعالیٰ وهو الذی ارسل الراح بشرنا بین یدی رحمة
 غرض یہ بیان کرنا ہے کہ ہوائیں اللہ تعالیٰ کے حکموں کے مطابق چلتی ہیں۔ **قاصفا تقصف کل شئی:** ہوا کی صفات میں سے جو قاصف آیا ہے اس کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ جس چیز پر سے گزرتی اس کو توڑ پھوڑ دیتی ہے۔

باب ذکر الملائکة
 غرض فرشتوں کا اور ان کی انواع کا ذکر ہے پھر ملاحظہ جمع ہے ملک اور ملک کی اصل میں چار قول ہیں۔ ۱۔ اصل ملاک ہے ثقل کی وجہ سے ہمزہ چھوڑا گیا ہے۔ جیسے شمائل جمع ہے شمائل کی اور یہ ماخوذ ہے ملئکۃ بمعنی رسالت سے اور میم زائد ہے۔ ۲۔ ماخوذ ہے الوکۃ بمعنی رسالت سے پھر لام اور ہمزہ میں قلب واقع ہوا باقی تقریر قول اول والی ہے۔ ۳۔ ماخوذ ہے ملک بفتح المیم سے جس کے معنی اخذ بالقوة کے ہیں اور ملاحظہ میں ہمزہ زائد ہے جیسے طرائق جمع ہے طریقۃ کی۔ ۴۔ ماخوذ ہے ملک بکسر المیم سے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بعض کو موت کا مالک بنایا بعض کو صورا۔ ایسے ہی اوروں کو۔ اور ہمزہ ملاحظہ میں تیسرے قول کی طرح زائد ہے۔ پھر مصداق میں تین قول ہیں۔ ۱۔ جمہور مسلمین کے نزدیک ملائکہ اجسام ہیں اور مستقل نوع ہیں ان میں توالد و تناسل نہیں ہے۔ لا یعصون اللہ۔ ۲۔ عیسائیوں کی ایک جماعت اس کی قائل ہے کہ فرشتے بعض صالحین کی روحیں ہیں۔ ۳۔ حکماء فرشتوں کو جواہر مجردہ مانتے ہیں پھر فرشتوں کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ کچھ فرشتے ہمیشہ عبادت میں مستغرق

التسنیم یغلو شراب اهل الجنة

یہ تسنیم جنت میں ایک خاص قسم کی پانی ہوگا۔

ختامہ طینہ مسک: اس آیت کی تفسیر مقصود ہے ریح مختم کی طین کی جگہ مشک پر مہر لگائی گئی ہوگی۔ ومنہ وضین الناقۃ: اونٹنی کی زین کا اندرونی حصہ جو دوہرا بنا ہوا ہو۔

والکوب مالا اذن له ولا عروۃ اذن سے مراد پانی نکلنے کی جگہ ہے اور عروہ سے مراد پکڑنے کا دستہ ہے۔ عربا مثقلة: یہاں تنقیل سے مراد ضمہ ہے جو فتح کی نسبت ثقیل ہوتا ہے یعنی دو ضموں کے ساتھ۔ عرب: پسندیدہ۔ المنضود الموز: یہ تفسیر ہے طرح مضود کی کہ تہ جس چیز کا ذکر ہے وہ کیے ہیں۔ واطلعت فی النار فرایت اکثر اهلہا النساء: سوال۔ ایک حدیث پاک میں ہے کہ ہر اہل جنت کی دو بیویاں ہوگی تو اس طرح مردوں سے عورتیں جنت میں دو گنی ثابت ہو گئیں اس لیے دوزخ میں عورتیں مردوں سے کم ہونی چاہئیں اور زیر بحث روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ دوزخ میں عورتوں کی تعداد مردوں سے زائد ہوگی یہ تعارض ہو گیا۔ جواب ہر جنتی کی جو دو بیویاں ہوگی اور اس زیر بحث روایت میں دنیا کی عورتوں کا ذکر ہے۔ حوریں جنت میں مردوں سے زیادہ ہوگی اور دنیا کی عورتیں جنت میں مردوں سے کم ہوگی دوزخ میں مردوں سے زیادہ ہوگی واللہ اعلم۔ معجا مرہم الالوة: مجامر کے معنی ہیں انگلیٹھیاں جن میں آگ جلائی جاتی ہے اس سے پہلے مضاف محذوف ہے۔ وقد واور الالوة ایک خوشبودار لکڑی ہوتی ہے معنی یہ ہو گئے کہ ان کی انگلیٹھیوں میں خوشبودار لکڑیاں جلتی اور سلکتی رہیں گی۔

لکل امری منهم زو جتان: سوال۔ ایک روایت میں ہے کہ ہر ایک کے لئے بہتر (۷۲) زوجات ہوں گی اور یہاں والی روایت میں صرف دو ہیں تو یہ بظاہر تعارض ہے۔ جواب۔ ۱۔ دو جماعتیں ہوں گی ایک جماعت میں سے ہر ایک کے لئے دوزخ ہوگی اور دوسری جماعت میں سے ہر ایک کے لئے بہتر (۷۲)

زوجات ہوں گی۔ ۲۔ دوزخ میں خاص صفات کی ہوں گی اور باقی ستر میں یہ خاص صفتیں نہ ہوں گی۔ سبعون الفا وسبع مائة الف: یہ اوٹھک راوی کی وجہ سے ہے راجح سبعون الفا ہے کیونکہ مسند بزار میں عن انس مرفوعاً ہے مع کل واحد من السبعین الفا سبعون الفا۔ لا یدخل اولہم حتی یدخل اخرہم: حاصل یہی ہے کہ سب اکٹھے داخل ہوں گے۔ الغابر فی الافق: اس کے معنی ہیں الذاہب فی الافق۔

باب صفة ابواب الجنة

غرض جنت کے دروازوں کا حال بیان کرنا ہے۔

باب صفة النار وانہا مخلوقة

غرض معتزلہ کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ جہنم قیامت کے دن پیدا کی جائے گی اس کا رد کر دیا کہ جہنم اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمادی ہے۔ غسقت عینہ: اس کی آنکھ سے ٹھنڈا پانی نکلا۔ لیساط: اس کے معنی ہیں بخلط۔

مارج خالص الی قوله مارج امر الناس اختلط

مارج کے دو معنی آیت میں ہو سکتے ہیں آیت یہ ہے وخلق الجان من مارج من نار۔ ۱۔ پہلے معنی یہ ہیں خالص۔ ۲۔ دوسرے معنی ہیں ملی ہوئی یعنی ہوا سے ملی ہوئی آگ سے اللہ تعالیٰ نے جنات کو پیدا فرمایا جیسے انسان کو پانی سے ملی ہوئی مٹی سے پیدا فرمایا۔ انسان میں آگ اور ہوا بھی ہیں لیکن پانی اور مٹی غالب ہیں اور ان دونوں میں سے بھی مٹی غالب ہے۔ پھر امام بخاری نے اس لمبی عبارت میں پہلے معنی صراحتاً بیان فرمائے ہیں اور دوسرے معنی اشارۃً بیان فرمائے ہیں۔ فیل لاسلمۃ لواتیت فلاناً: فلان سے مراد حضرت عثمان ہیں کہ فتنہ ختم کرنے کے متعلق ان سے گفتگو کرو۔

انکم لترون انی لا اکلہ الا اسمعکم

تم یہ سمجھتے ہو کہ میں تمہارے سامنے ہی ان سے باتیں کرتا ہوں تمہیں سنا کر ایسا نہیں ہے بلکہ میں تنہائی میں بھی ان سے فتنہ کے بارے میں باتیں کرتا رہتا ہوں۔

۲- وہ کپڑا مراد ہے جس میں بچے کو ولادت کے بعد لپیٹا جاتا ہے۔ حدیث پاک کا حاصل یہ ہوا کہ شیطان جب عیسیٰ علیہ السلام تک نہ پہنچ سکا تو مذکورہ حجاب تک جا پہنچا۔ سوال۔ اس سے تو یہ لازم آیا کہ عیسیٰ علیہ السلام سب انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں۔ حالانکہ افضلیت تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔ جواب۔ ۱- قاضی عیاض نے اشارہ فرمایا ہے کہ یہ شیطان سے محفوظ رہنے کا حکم سب انبیاء علیہم السلام کے لئے ثابت ہے اور اس حکم میں سب انبیاء علیہم السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ شریک ہیں۔ ۲- فضیلت جزئی اس معاملہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ہے اور کلی فضیلت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔ کلی فضیلت اصل مقصد میں ہوتی ہے اور جزئی فضیلت کسی خاص صفت میں ہوتی ہے یہاں کلی فضیلت اللہ تعالیٰ کا قرب ہے۔ سوال۔ اگر انبیاء علیہم السلام پر شیطان کا حملہ مانا جائے تو نعوذ باللہ انبیاء علیہم السلام کا گمراہ ہونا لازم آتا ہے۔ حالانکہ انبیاء علیہم السلام تو معصوم ہیں۔ جواب یہ شیطان کا حملہ صرف دوسرے کے درجہ میں ہے سلطان اور غلبہ کے درجہ میں نہیں ہے اور دوسرے معصوم ہونے کے خلاف نہیں ہے البتہ شیطان کا سلطان اور غلبہ معصوم ہونے کے خلاف ہے اور وہ نیک لوگوں پر شیطان کو حاصل نہیں ہے جیسا کہ ارشاد پاک ہے حق تعالیٰ کا ان عبادی لیس لک علیہم سلطان۔ افیکم الذی اجارہ اللہ من الشیطان علی لسان نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم: کیا تمہارے اندر یعنی عراق میں وہ شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے شیطان سے پناہ دی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پناہ دیئے جانے کو بیان فرمایا ہے اور اس کا مصداق حضرت عمار بن یاسر ہیں جو صفین کی لڑائی میں حضرت علیؓ کے ساتھ شریک تھے اور اسی لڑائی میں شہید کر دیئے گئے تھے۔ زیر بحث روایت کے بعد والی روایت میں تصریح ہے کہ مصداق حضرت عمار بن یاسر ہی ہیں پھر حضرت ابوالدرداءؓ کو کیسے معلوم

ان کان علی امیراً لام محذوف ہے لان کان یعنی امیر ہونے کی وجہ سے میں کسی کو خیر الناس نہیں کہتا جو بات دل میں ہوتی ہے وہی کہتا ہوں کیونکہ ظاہر اور باطن میں فرق کرنے والے کا عذاب خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سن چکا ہوں۔

باب صفة ابلیس و جنوده

غرض ابلیس اور اس کی فوج کے حالات کا بیان کرنا ہے پھر جنات کی نسل کس سے چلی اس میں دو قول ہیں۔ ۱- تفسیر جلالین میں ہے کہ ابلیس ابوالجن ہے۔ ۲- المبتدئ لابن حذیفہ اسحاق بن بشر القرشی میں ہے عن ابن عباس موقوفاً خلق اللہ سومیا ابوالجن وهو الذی خلق من نار قال تبارک وتعالیٰ تمن قال تمنی ان نری ولا نرئی وان نغیب فی الشری وان یصر کلنا شابا فاعطی ذلک پھر اس میں دو قول ہیں کہ جنات آدم علیہ السلام سے پہلے کتنا عرصہ زمین پر رہے۔ بعض روایات میں سومیا ہے اور شین ہی راجح ہے تین نقطوں والا۔ ۱- چالیس (۴۰) سال۔ ۲- دو ہزار (۲۰۰۰) سال) مشط: کنگھی۔ مشاقہ: روئی کا گالا یعنی روئی کا وہ چھوٹا سا ٹکڑا جو انگلی کی شکل میں بنایا جاتا ہے اور چرنے پر کاٹا جاتا ہے۔ وجف طلعة ذکر: غلاف مذکر خوشے کا۔ ان الفتنة ههنا حيث يطلع قرن الشيطان: اس فتنہ کے مصداق میں دو قول ہیں۔ ۱- حضرت عثمان کو شہید کرنے کا فتنہ۔ ۲- روافض کا فتنہ کیونکہ روافض مشرقی بلاد میں پھیلے تھے جیسے عراق خراسان وغیرہ۔ فقال فهل بی جنون: اس شخص کا خیال تھا کہ تعوذ صرف جنون میں پڑھا جاتا ہے۔ اس شخص کے مصداق میں امام نووی نے دو احتمال بیان فرمائے ہیں۔ ۱- منافقین میں سے تھا۔ ۲- موٹی عقل کے دیہاتیوں میں سے تھا۔ ولم یسلط علیہ: یعنی دعا پڑھنے کی برکت سے شیطان پورا مسلط نہ ہو سکے گا کیونکہ دوسرے تو آتا ہی ہے۔ فطعن فی الحجاب: حجاب کے مصداق میں دو توجہیں ہیں۔ ۱- حجاب سے مراد وہ کھال ہے جو شکم مادر میں بچے پر ہوتی ہے۔

کیا۔ ۳۔ اپنے والد صاحب کے اس طریقہ سے قتل ہونے کے غم کا ثواب عند اللہ اخیر دم تک سوچتے رہے۔ ۴۔ مسلمان جو اس خاص آزمائش میں پڑے کہ خطا مسلمانوں سے ہی لڑنا شروع کر دیا اس کا غم حضرت حذیفہ کو اخیر دم تک رہا۔ **الرویا الصالحة من الله**۔ یعنی اچھے خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندہ کو خوش کرنے کے لئے ہوتے ہیں تاکہ وہ نشاط سے عبادت کرے ان میں شیطان کا دخل نہیں ہوتا اور اس کا فیصلہ ماہر معتبر ہی کرتا ہے کہ یہ خواب شیطان کی طرف سے ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت ہے اسی لئے خواب خیر خواہ سمجھدار ہی کے پاس ذکر کرنا چاہئے۔ **فلیبصق عن یسارہ**۔ بائیں جانب اس لئے ہے کہ بائیں جانب گھٹیا شام کی جاتی ہے۔ انت **افظ واغلظ من رسول الله صلی الله علیہ وسلم**۔ یہ جو دو لفظ ہیں افظ اور اغلظ ان دونوں کے معنی ہیں اخلاق میں زیادہ سخت۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سختی تو صرف کافروں اور منافقوں کے لئے تھی۔ یا ایہا النبی جاهد الکفار والمنافقین واغلظ علیہم اور اے عمر آپ کی سختی حد سے آگے بڑھ گئی اور مسلمان مردوں اور عورتوں پر بھی جاری ہوتی ہے۔

باب ذکر الجن وثوابہم وعقابہم

غرض یہ بیان فرمانا ہے کہ جنات بھی موجود ہیں اور ان کو نیکی پر ثواب اور گناہ پر عقاب بھی ہوتا ہے اور وہ انسانوں کی طرح مکلف ہیں۔ بہت سے فلاسفہ اور زنادقہ اور قدیرہ سے جنات کے وجود کا انکار نقل کیا گیا ہے۔ یہ انکار باطل ہے کیونکہ قرآن پاک اور احادیث سے جنات کا وجود ثابت ہے صراحۃً باقی ان کا نظر نہ آنا یہ عدم کی دلیل نہیں ہے جیسے ہوا نظر نہیں آتی لیکن موجود ہے لطافت یا کسی اور مانع کی وجہ سے وہ ہمیں نظر نہیں آتے اس لئے نظر نہ آنا عدم کی دلیل نہیں ہے۔ پھر اہل اسلام میں جنات کے بارے میں تین اہم مذاہب ہیں۔ ۱۔ جمہور اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک جنات بھی مکلف ہوتے ہیں اور ثواب

ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پاک میں ان کو شیطان سے محفوظ قرار دیا گیا ہے اس کی چار توجیہات ہیں۔ ۱۔ اس حدیث پاک سے حضرت ابودرداء نے استنباط فرمایا یدعوہم الی الجنة ویدعونہ الی النار کہ ایسا کرنے والا وہی ہوگا جو شیطان سے محفوظ ہو۔ ۲۔ کسی موقعہ میں حضرت ابودرداء کے سامنے اس قسم کے الفاظ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نے عمار کو شیطان سے پناہ دے دی ہے۔ ۳۔ حضرت عمار بن یاسر ان صحابہ کرام میں سے ہیں جو شروع میں ایمان لے آئے تھے اور ان ہی کے بارے میں یہ آیت بھی نازل ہوئی الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالايمان اس سے حضرت ابودرداء نے استنباط فرمایا کہ دل میں اطمینان ہونا شیطان سے محفوظ ہونے کی علامت ہے۔ ۴۔ حضرت عمار بن یاسر کے متعلق ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا مرحبا بالطیب المطیب اس سے حضرت ابودرداء نے استنباط فرمایا کہ ایسا شخص شیطان سے محفوظ ہوتا ہے۔ **فتقر فی اذن الکاهن کما تقر القارورة**۔ یعنی جیسے شیشی میں پانی وغیرہ ڈالنا ہو تو پانی کے برتن کے ساتھ شیشی کو جوڑا جاتا ہے ایسے ہی یہ شیاطین کاھن کے کان کے ساتھ منہ لگا کر بات کرتے ہیں۔ فصاح ابلیس ای عباد الله اخر اکم: یعنی ابلیس نے پکارا کہ اے اللہ کے بندو اپنے سے پیچھے جو لوگ ہیں ان سے لڑو چنانچہ مسلمانوں نے پیچھے آنے والوں سے لڑنا شروع کر دیا مشرک سمجھ کر حالانکہ وہ تو مسلمان ہی تھے۔ اس طرح غلطی سے کچھ مسلمان شہید ہو گئے۔ ان شہید ہونے والوں میں حضرت حذیفہؓ کے والد حضرت یمان بھی تھے۔ **فما زالت فی حذیفۃ منہ بقیۃ خیر حتی لحق بالله**۔ اس عبارت کی چار توجیہات کی گئی ہیں۔ ۱۔ اخیر دم تک حضرت حذیفہؓ اپنے والد صاحب کے خطا قتل کے لئے دعا اور استغفار فرماتے رہے۔ ۲۔ اخیر دم تک حضرت حذیفہؓ کو یہ غم رہا کہ ان کے والد صاحب کو ایک مسلمان نے قتل کیا کافر نے شہید نہ

صاحب کی ایک روایت کی دلیل یہ آیت ہے یغفر لکم من ذنوبکم و یجوکم من عذاب الیم۔ اس میں بھی اچھے جنات کا ثواب مذکور ہے کہ عذاب سے بچ جانا ان کا ثواب ہے۔ اور واما القاسطون فکانوا الجہنم حطباً میں جنات کا دوزخ میں جانا مذکور ہے کیونکہ یہ جنات کی کلام ہے جو اپنے بارے میں فرما رہے ہیں۔ وانا من المسلمون و منا القاسطون۔ جواب یہ ہے کہ جنت میں جانے کی نفی ان آیات میں نہیں ہے بلکہ سکوت ہے اور ہم نے جو آیات ذکر کی ہیں ان میں جنت میں جانے کا اثبات ہے اور ترجیح مثبت زیادہ کو ہوتی ہے۔

یَمْعِشِرُ الْجَنِّ وَالْإِنْسِ الْمَیَاتُکُمْ رَسْلَ مِنْکُمْ
ان آیتوں سے استدلال یوں ہے کہ ان آیتوں میں یہ بھی ہے ینذرونکم لقاء یومکم هذا اس سے جنات کا عذاب ثابت ہوا اور یہ آیت بھی ہے ولکل درجات معاملاً اس سے ان کا جنت میں جانا ثابت ہوا کہ کیونکہ درجات کا لفظ جنت کے مختلف حصوں پر بولا جاتا ہے۔ ولقد علمت الجنة انهم لمحضرون ستحضر للحساب اس سے صاف معلوم ہوا کہ جنات مکلف ہیں اور ان کا حساب ہوگا۔

باب قوله عز وجل واذصرفنا

الیک نفرأ من الجن

اس باب کی دو غرضیں ہیں۔ ۱۔ جنات موجود ہیں۔ ۲۔ ان کے لئے ثواب و عقاب ہے۔

باب قول الله عز وجل وبث

فیها من کل دابة

اس باب کی دو غرضیں ہیں۔ ۱۔ سب جانور اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ ۲۔ ترتیب خلق کی یوں ہے کہ پہلے فرشتے پھر جن پھر حیوانات پھر آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ الجن والافاعی والاساود جان باریک ہلکا سا سانپ ہوتا ہے۔ الافاعی جمع ہے

وعقاب میں اور دخول جنت اور دخول نار میں انسانوں کی طرح ہیں اور اسی قول کو امام فخر الاسلام نے حنفیہ کا رائج قول قرار دیا ہے۔ ۲۔ ہمارے امام ابوحنیفہ کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ جنات کا ثواب یہی ہے کہ وہ عذاب سے بچ جائیں حضرت انور شاہ صاحب نے اس کی وضاحت یہ فرمائی ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جیسے دنیا میں جنات آبادیوں کے کناروں میں رہتے ہیں ایسے ہی نیک جن جنت میں بھی کناروں پر رہیں گے۔ حضرت انور شاہ صاحب نے فرمایا کہ اصل روایت یہی تھی ناقلین نے تصرف کیا اور جنت میں جان کی مطلقاً نفی امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کر دی۔ حضرت انور شاہ صاحب کی اس وضاحت کا لحاظ کیا جائے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس روایت میں اور آئندہ آنے والے امام مالک کے قول میں فرق باقی نہیں رہتا۔ ۳۔ فتح الباری میں اسی باب میں امام مالک کا قول یوں منقول ہے کہ جنات میں سے برے دوزخ میں جائیں گے اور نیک جنت کے حواشی و اطراف میں جائیں گے۔ ہماری حنفیہ کی رائج روایت اور جمہور کی متعدد دلیلیں ہیں۔ ۱۔ لم یطمئنہن انس قبلہم والاجان اور طمئن سے مراد جماع ہی ہے۔ ۲۔ یَمْعِشِرُ الْجَنِّ وَالْإِنْسِ ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموات والارض فانفذوا۔ ۳۔ ولمن خاف مقام ربہ جنتن۔ ۴۔ فیومنذ لا یستل عن ذنبہ انس ولاجان۔ یہ چاروں آیتیں سورہ رُحْمٰن کی ہیں اور سورہ رحمان میں انسانوں اور جنوں کو صراحتاً بار بار خطاب ہے فبای الاء ویکماتکذبان اس خطاب کے ساتھ مذکورہ چار آیتوں میں مکلف ہونے اور جنت میں جانے اور حوریں ملنے کا ذکر ہے معلوم ہوا کہ جنات کا داخلہ جنت میں انسانوں کی طرح ہوگا۔ امام مالک کی دلیل آخرت کو دنیا پر قیاس کرنا ہے کہ جیسے دنیا میں جنات آبادیوں کے کناروں پر رہتے ہیں ایسے ہی جنت میں بھی رہیں گے جواب یہ ہے کہ نص کی موجودگی میں قیاس سے استدلال نہیں ہو سکتا۔ ہمارے امام

جہور کی دلیل مسلم شریف کی روایت ہے عن ابن مسعود مرفوعاً ان اللہ لم یهلك قوماً او یعذب قوماً فجعل لہنسا وان القردة والخنازیر کا نواقل ذلک حضرت زجاج اور ابن عربی کی دلیل زیر بحث بخاری شریف کی روایت ہے عن ابی ہریرۃ مرفوعاً لی لا اراہا الا الفار کہ میرا خیال یہی ہے کہ بنی اسرائیل کی جو ایک جماعت گم ہو گئی تھی وہ یہ چوہے ہیں معلوم ہوا کہ عذاب والی امت کی نسل باقی رہتی ہے۔ اس لئے جس جماعت کا بندر بننا قرآن وحدیث میں مذکور ہے ان کی نسل بھی باقی ہے جو ہمارے زمانہ میں موجود ہیں۔ جواب۔ ۱۔ زیر بحث حدیث پاک کے معنی یہ ہیں کہ یہ موجودہ چوہے ان کی جنس سے ہیں یہ معنی نہیں کہ ان کا شخص یا ان کی نسل باقی ہے۔ ۲۔ یہ ارشاد پاک اس زمانہ پر محمول ہے جبکہ ان کی موت کی اطلاع ابھی نہ دی گئی تھی۔

فقلت افارقاً التورۃ: یہ حضرت ابو ہریرہؓ کا ارشاد ہے اور استفہام انکاری ہے کہ میں تو تورۃ نہیں پڑھتا کہ اس میں سے نقل کروں اس لئے جو نقل کر رہا ہوں وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر ہی نقل کر رہا ہوں۔ وزعم سعد بن ابی وقاص:۔ یہ کس کا مقولہ ہے اس میں دو قول ہیں۔ ۱۔ حضرت عروہ کا مقولہ ہے۔ ۲۔ حضرت عائشہ کا مقولہ ہے۔

باب خمس من الدواب

قواسق یقتلن فی الحرم

غرض یہ مسئلہ بیان فرمانا ہے کہ ان پانچ جانوروں کو حرم میں قتل کرنا بھی جائز ہے پھر ان کا نام جو فواسق رکھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ فسق کے معنی حد سے نکلنے کے ہوتے ہیں اور یہ پانچ جانور بھی عام حشرات کے طریقہ سے نکلے ہوئے ہیں کیونکہ یہ انسانوں کو زیادہ نقصان پہنچاتے ہیں۔ واجیفوا الابواب: دروازے بند کر دیا کرو۔ نزل بنی من الانبیاء تحت شجرة: یہ کون سے نبی تھے اس میں دو قول ہیں۔ ۱۔ حضرت عزیر علیہ السلام۔ ۲۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ بجہازہ: اس کے معنی سامان کے ہیں۔ فاوحی

افعی کی یہ کالے رنگ کا ہوتا ہے اور انسان پر بہت حملہ کرتا ہے اور اسو جمع ہے اسود کی یہ بہت بڑا سانپ ہوتا ہے اور سب سانپوں میں سے زیادہ مہلک ہوتا ہے۔ پھر بعض نسخوں میں الجان کی جگہ الجمان ہے جم کے کسرہ اور نون کی تشدید کے ساتھ یہ جمع ہے جان کی۔ یستسقطان العجل: یعنی یہ دونوں قسم کے سانپ حمل پر حملہ کر کے اس کو گرا دیتے ہیں۔ فرانی ابولہبۃ اور یزید بن الخطاب: مقصد یہ ہے کہ گذشتہ روایت مشک کے ساتھ بھی منقول ہے اور یزید بن الخطاب حضرت عمر بن الخطاب کے بھائی ہیں جو جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے تھے۔

باب خیر مال المسلم غنم یتبع بہا شعف الجبال: ظاہر یہی ہے کہ غرض یہ ہے کہ بکری برکت والا جانور ہے فتنوں سے بھاگنے کے لئے اس سے استعانت لی جاتی ہے۔ راس الکفر نحو المشرق: اس میں اشارہ ہے کہ مجوسی کفار کا کفر بہت شدید ہے یہ فارس میں رہتے تھے اور متکبر تھے ان کے بادشاہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب مبارک پھاڑ دیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے کر دی۔ اذا سمعتم صیاح الدیکۃ فاسئلوا اللہ من فضله فانہارات ملکا: الدیکۃ دال کے کسرہ اور یاء کے فتح کے ساتھ جمع ہے دیک کی جس کے معنی مرغ کے ہیں اس ارشاد پاک سے تین باتیں ثابت ہوئیں جن کو مسائل مستطبہ کہتے ہیں۔ ۱۔ صالحین کی ملاقات کے وقت دعاء قبول ہوتی ہے۔ ۲۔ رحمت کے فرشتہ کی موجودگی میں دعاء مانگی جائے تو امید ہوتی ہے کہ وہ آمین کہے گا۔ ۳۔ مرغافضیلت والا جانور ہے اور بابرکت ہے اور رات کے اوقات کا ماہر ہے ہمیشہ اذان دیتا ہے رات چھوٹی ہو یا بڑی ہو۔ وانی لا اراہا الا الفار: ابوالحق زجاج اور ابن العربی اس کے قائل ہو گئے کہ بندر جو اس وقت موجود ہیں یہ ان بندروں کی نسل سے ہیں جو اصل میں بنی اسرائیل تھے اور بطور عذاب کے بندر بنا دیئے گئے تھے۔ اور جہور اس کے قائل ہیں کہ یہ ان کی نسل سے نہیں ہیں۔ ہماری

ہزار کا ہے جیسا کہ صحیح ابن حبان میں حضرت ابو ذرؓ سے مرفوعاً وارد ہے۔ ۲۔ دوسرا قول عدد میں آٹھ ہزار کا ہے جیسا کہ مسند ابی یعلیٰ حضرت انسؓ سے مرفوعاً وارد ہے پھر ابن حبان والی مذکورہ روایت میں یہ بھی ہے کہ ان میں سے تین سو تیرہ رسل ہیں۔ لفظ نبی کی تحقیق:۔ اس میں متعدد اقوال ہیں۔ ۱۔ نبأ بمعنی خبر دینا سے لیا گیا ہے کیونکہ نبی خبر دیتا ہے فعلیل بمعنی اسم فاعل ہے۔ ۲۔ نبأ بمعنی خبر دینا سے لیا گیا ہے اور فعلیل بمعنی اسم مفعول ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دیا ہوا۔ ۳۔ نبوة بمعنی ارتقاع سے لیا گیا ہے کیونکہ نبی کا مرتبہ اونچا ہوتا ہے۔ ۴۔ نبی کے معنی لغت میں طریق کے بھی آتے ہیں۔ نبی بھی اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ ہوتا ہے اسی لئے کہا جاتا ہے لا تصل علی النبی کہ راستہ پر نماز نہ پڑھ۔

مدار النبوة:۔ نبوت کا مدار اللہ تعالیٰ کے اعلام اور وحی پر ہوتا ہے انسان کے علم یا کشف یا جملہ پر مدار نہیں ہوتا۔ اسی لئے نبی کی وفات سے نبوت ختم نہیں ہوتی۔ نبوة کے اصطلاحی معنی:۔ النبوة ہی سفارة العبدین اللہ و بین خلقہ لازمة علیہم فیما یحتاجون من مصالح الدارین۔ نبی اور رسول میں فرق مختلف اقوال ہیں۔ ۱۔ کوئی فرق نہیں۔ مصداق ایک ہے۔ ۲۔ رسول کے لئے نئی کتاب اور نئی شریعت ضروری ہے نبی عام ہے۔ ۳۔ رسول کے لئے کم از کم ایک زائد حکم ہونا ضروری ہے۔ نبی سب احکام میں سابق نبی کے تابع بھی ہو سکتا ہے یا حکم ہو یا نہ ہو نبی کہہ سکتے ہیں اس قول میں بھی نبی عام ہے۔ ۴۔ رسول کے لئے ضروری ہے کہ جبریل علیہ السلام ان کے پاس آئیں نبی عام ہے جبریل علیہ السلام آئیں یا صرف نداء یا خواب کی صورت میں وحی آجائے۔ نبی کی تعریف:۔ هو انسان بعہ اللہ الی الخلق تلخیص احکامہ۔

عصمة الانبیاء علیہم السلام:۔ عصمت کے معنی ہیں الزامۃ عن مادة المعصية اور معصیت کا مادہ ہے نفس یا شیطان کا غلبہ اور معصیت کے معنی ہیں قصد مخالفت کرنا۔ المعصية ہی الخالفة قصد اور اس پر اجماع ہے کہ انبیاء علیہم السلام کبار سے معصوم ہوتے

الیہ فہلا نملہ واحدة:۔ اس وحی مبارک کی تفصیل میں تین توجہیں ہیں۔ ۱۔ حیوینیوں کو جلانا اس امت میں جائز تھا صرف خاف اولیٰ کرنے پر تنبیہ کی گئی۔ ۲۔ اس نیت سے انہوں نے جلایا کہ بعد میں کسی انسان کو ان سے تکلیف نہ پہنچے اس لئے اس جلانے کا درجہ الملة الاذی من الطریق جیسا ہے۔ ۳۔ یہ ضابطہ ظاہر فرمانا مقصود ہے کہ دنیا میں بعض دفعہ بعض کی معصیت کی وجہ سے پوری قوم پر بھی عذاب آ جاتا ہے۔

باب اذا وقع الذباب فی شراب

احد کم فلیغمسه

غرض کبھی کی عجیب و غریب خلقت کا بیان فرمانا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ایک پر میں بیماری اور دوسرے پر میں شفا رکھی ہے جیسے سانپ کے زہر کا تریاق اللہ تعالیٰ نے اسی کے سر میں رکھا ہے فبارک اللہ احسن الخالقین۔ پھر وہ کبھی پہلے بیماری والا پر ڈالتی ہے ایسا کیوں کرتی ہے۔ اس کی دو توجہیں کی گئی ہیں۔ ۱۔ اس کی طبیعت ہی ایسی بنا دی گئی ہے کہ پہلے بیماری والا پر پانی وغیرہ پر پڑتا ہے۔ ۲۔ اس کو اس موقع پر الہام ہوتا ہے جیسا کہ شہد کی مکھی کا الہام قرآن پاک میں مذکور ہے۔ و اوحی ربک الی النحل۔

کتاب الانبیاء علیہم السلام

رابط:۔ ۱۔ پیچھے ذکر کر دیا گیا تھا کہ جس ترتیب سے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا اسی ترتیب سے امام بخاری ذکر فرما رہے ہیں یعنی پہلے ملائکہ پھر جنات پھر حیوانات پھر انبیاء علیہم السلام۔ ۲۔ پیچھے مخلوقات کا ذکر تھا اب اشرف المخلوقات کا ذکر ہے اور پھر اشرف المخلوقات میں الاشرف فالاشرف کا ذکر ہے پہلے انبیاء علیہ السلام کا ذکر ہے پھر صحابہ کا اور غرض انبیاء علیہم السلام کے احوال کا بیان ہے۔ پھر غرض اصلی تو انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہی ہے تبعا حضرت لقمان اور حضرت مریم کا ذکر بھی ہے یہ معنی نہیں ہیں کہ یہ دونوں حضرات امام بخاری کے نزدیک نبی تھے۔ عدد الانبیاء علیہم السلام:۔ عدد میں ۱۔ راجح قول ایک لاکھ چوبیس

جواب ۱- میں ان کا بڑا ہوں میں نے یہ کیا ہے ۲- بل فعلہ پر وقف ہے کہ ہاں کیا ہے آگے مبتدا اور خبر ہیں کہ ان کا بڑا یہ ہے۔ اس سے پوچھ لو کس نے کیا ہے۔ کذب نہ رہا ۳- کنایہ کے طور پر فرما دیا کہ میں نے ہی یہ کام کیا ہے جیسے کسی کمرے میں دو شخص رہتے ہوں ایک لکھنا جانتا ہو دوسرا نہ جانتا ہو تو تیسرا آدمی آئے۔ وہاں پڑی ہوئی اچھی لکھائی دیکھے اور پوچھے کہ یہ کس نے لکھ دیا تو لکھنے والا کہے کہ میرے اس ساتھی نے لکھ دیا ہو گا تو کنایہ ہوتا ہے کہ میں نے ہی تو لکھا ہے دوسرا تو کوئی احتمال نہیں ہے۔ اسی طرح یہاں ہے کہ اس بڑے بت کے متعلق تو کوئی احتمال ہی نہیں ہے کہ اس نے سب بتوں کو توڑا ہو اس لئے بالکل ظاہر ہے کہ میں نے ہی یہ کام کیا ہے۔ تو کنایہ ہوا جھوٹ نہ ہوا ۴- اس بڑے نے مجھے غصہ دلایا میں نے گردنیں کاٹ دیں تو یہ بڑا سبب بنا اور سبب ہونے کی وجہ سے نسبت بڑے کی طرف کر دی اس کو اسناد مجازی کہتے ہیں اور اسناد مجازی جھوٹ نہیں ہوتا۔

انی سقیم پر اشکال و جواب

بظاہر اشکال ہوتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام تندرست تھے پھر جو فرمایا انی سقیم تو بظاہر یہ کذب ہے جو گناہ ہے جواب ۱- یہ معنی ہیں کہ احتمال ہے کہ آئندہ کبھی بیمار ہو جاؤں کذب نہیں ہے ۲- باری کا بخار ہوا کرتا تھا جو ایک دن چھوڑ کر وقت مقرر پر ہوا کرتا ہے اس لئے ستاروں کو دیکھ کر وقت کا اندازہ لگایا اور فرمایا کہ عادت کے مطابق مجھے تو بخار ہونے والا ہے اس لئے میں تمہارے ساتھ میلے میں نہیں جاسکتا یہ جھوٹ نہیں ہے ۳- میں آئندہ زمانہ میں مرنے والا ہوں۔ سقم سے مراد سقم کامل یعنی موت ہے۔ وہ سمجھے کہ فی الحال بخار وغیرہ ہے یہ تو یہ ہوا کہ ایک لفظ کے دو معنی ہیں ایک جلد ذہن میں آنے والے ایک ذرا غور سے ذہن میں آنے والے بولنے والا یہ دور کے معنی مراد لے اور سننے والا قریب والے معنی لے۔ ضرورت کے موقعہ میں یہ جائز ہے جھوٹ نہیں ہے جو گناہ کا شبہ ہو ۴- یہ معنی ہیں کہ مجھے

ہیں۔ صغائر میں اختلاف ہوا ہے اور عقل و نقل اس پر بھی جمع ہیں کہ وہ ہر قسم کے نقص و عیب سے بھی پاک ہوتے ہیں اور جمہور فقہاء جن میں حنفیہ بھی آگئے اسی کے قائل ہیں کہ صغائر سے بھی پاک ہوتے ہیں۔ دلائل عصمت: ۱- اجماع مذکور کے علاوہ بہت سی آیات بھی عصمت پر دلالت کرتی ہیں بطور نمونہ صرف چند آیات ذکر کی جاتی ہیں۔ ۱- لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنة اگر نبی صغیرہ گناہ بھی کرتا ہو تو لازم آئے گا کہ وہ گناہ بھی اسوہ حسنہ کا مصداق بن جائے اور اس کا بھی ہمیں امر ہو جائے حالانکہ اللہ تعالیٰ گناہ کا امر نہیں فرماتے ۲- وانہم عندنا لمن المصطفین الاخیار ۳- ان اللہ اصطفیٰ ادم و نوحاً اور کبیرہ گناہ کے ساتھ اصطفیٰ کیسے جمع ہو سکتا ہے ۴- اگر کبیرہ جائز ہو تو کبائر بھی جائز ہوں گے اور کثرت کبائر والا فاسق اور ظالم ہوتا ہے اور ارشاد ہے الا لعنة اللہ علی الظالمین حالانکہ انبیاء علیہم السلام تو مورد رحمت ہوتے ہیں۔ وہ مورد لعنت کیسے ہو سکتے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذلک کیونکہ لعنت کے معنی ہیں ترک رحمت۔ ۵- اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ صغائر صادر ہونے کے شبہ کا جواب: جو شاذ قول ہے کہ صغائر ہو سکتے ہیں تو اس شاذ قول والوں کو شبہ لگنے کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ بعض دفعہ انبیاء علیہم السلام پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عتاب وارد ہوا ہے۔ اس شبہ کے متعدد جواب ہیں۔ ۱- یہ بہت نادر ہے اور النادر کا معدوم ۲- ایسا فعل خطایا نسیاناً وارد ہوا ہے اس لئے اس کو گناہ نہیں کہہ سکتے ۳- ایسے افعال کی تاویل بالکل ظاہر ہوتی ہے جو ان افعال کو گناہ سے نکال دیتی ہے۔ ۴- حضرت جنید کا مقولہ ہے حسنات الابراہیمات المقرین اس لئے انبیاء علیہم السلام کو خلاف اولیٰ پر بھی عتاب ہو جاتا ہے وہ گناہ نہیں ہوتا۔ بل فعلہ کبیر ہم هذا پر اشکال و جواب: بظاہر اشکال ہوتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا یہ فرمانا بل فعلہ کبیر ہم هذا کذب ہے اور کذب گناہ ہے۔

تھے۔ اب رہتے رہتے مناسبت ہو چکی ہے اس لئے کھانے میں کچھ حرج نہیں اور نہ کھانے میں نقصان ہے کیونکہ اس کے بغیر جنت میں خلود نہیں ہو سکتا پھر آدم علیہ السلام نے ابلیس کو یا تو پہچانا نہیں کیونکہ شکل بدل کر آیا تھا یا دوسرے کی صورت تھی یا پہچان تو لیا لیکن اس اصول پر عمل فرمایا نظر الی ما قال ولا تعظری من قال۔
۳۔ ابلیس نے چونکہ بات یوں شروع کی تھی کہ اب آپ کی اپنی بیوی سے جدائی ہونے والی ہے کیونکہ اس دانہ کے بغیر یہاں ہمیشہ رہ نہیں سکتے جب نکلیں گے تو الگ الگ ہو جائیں گے اس جدائی کا صدمہ ایسا ہوا کہ زیادہ غور نہ فرما سکے اور ابلیس کی باتوں میں آ گئے۔ ۴۔ چونکہ ابلیس نے آتے ہی چیخ چیخ کر رونا شروع کر دیا تھا آدم علیہ السلام نرم دل والے تھے اس کے رونے سے گھبرا گئے اور زیادہ غور نہ فرما سکے اور اس کی باتوں میں آ کر دانہ کھالیا۔
۵۔ ابلیس نے چونکہ قسم کھائی تھی اور آدم علیہ السلام کے ذہن میں یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کوئی شخص جھوٹ بول ہی نہیں سکتا اس لئے اس کی باتوں میں آ گئے اور دانہ کھالیا۔

باب خلق آدم وذریۃ

اس باب کی غرض آدم علیہ السلام کے حالات کا بیان ہے اور انبیاء علیہم السلام کے حالات میں سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے حالات ذکر فرمائے کیونکہ وہ اول الرسل اور اول الانبیاء ہیں۔ یہی قول اصح بلکہ یہی صحیح ہے اس کے خلاف صحیح ہی نہیں ہے اور آیت مبارکہ میں جو وارد ہے انی جاعل فی الارض خلیفۃ تو اس میں خلیفہ کے مصداق حضرت آدم علیہ السلام ہی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے احکام زمین تک پہنچانے میں اور جاری کرنے میں وہ اللہ تعالیٰ کے نائب ہیں۔ سوال۔ حدیث شفاعۃ میں مرفوعاً حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں ہے کہ وہ اول الرسل ہیں جواب نوح علیہ السلام کو اول الرسل فرمانے کے معنی ہیں اول الرسل الی الکفار گویا یہ اولیت اضافی ہے اور آدم علیہ السلام کا اول الرسل ہونا حقیقی ہے۔ اس کی تائید اس سے ہوتی

تمہارے کفر کی وجہ سے غم کی بیماری ہے وہ ظاہری بیماری سمجھے یہ بھی تو یہ ہی کی ایک صورت ہے جھوٹ نہیں ہے کہ گناہ کا شبہ ہو۔

خلاف اولیٰ صادر ہونے میں حکمتیں

۱۔ انبیاء علیہم السلام سے جو خلاف اولیٰ کام صادر ہو جاتے تھے ان میں ایک حکمت یہ تھی کہ اگر کبھی بھی غلطی نہ ہوتی تو جاہل ان کو خدا کہنا شروع کر دیتے۔ خلاف اولیٰ کام ہوئے عتاب ہوا تو یہ فرمائی درجہ پہلے سے بھی بہت اونچا ہو گیا۔ ۳۔ بعض کوئی شرعی مسئلہ عملی طور پر ظاہر فرمانا ہوتا تھا جیسے مثلاً اخیر رات میں نیند کے غلبہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فجر کی نماز قضا ہوئی تو نماز قضا کرنے کا طریقہ ظاہر کر دیا گیا۔

آدم علیہ السلام کی غلطی میں خصوصی مصلحتیں

شیطان نے تکبر کر کے شقاوت کا دروازہ کھولا تو حق تعالیٰ کو منظور ہوا کہ آدم علیہ السلام توبہ کریں تاکہ قیامت تک کے لئے توبہ کا دروازہ کھل جائے جو بہت بڑی سعادت ہے۔ ۲۔ مکلف ہونے کی ابتدا اسی غلطی سے ہوئی اور مکلف ہونا رفیع درجات کا ذریعہ ہے مکلف ہونے کی جگہ زمین ہے۔ غلطی ہوئی زمین پر آئے مکلف بنے ترقی فی درجات القرب کا دروازہ کھل گیا۔ ۳۔ زمین پر اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہونے کا ذریعہ یہی غلطی بنی۔ خلافت زمین پر ہی ظاہر ہوئی تھی انی جاعل فی الارض خلیفہ۔ ۴۔ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا ذریعہ یہی غلطی بنی زمین پر آئے مکلف بنے تو رہنمائی کے لئے رسل کی ضرورت ظاہر ہوئی۔ ۵۔ رفیع درجہ کی حکمت ظاہر ہوئی جو باقی انبیاء علیہم السلام کی غلطیوں میں بھی قدر مشترک ہے۔

اس کی توجیحات کہ آدم علیہ السلام کی غلطی گناہ نہ تھی

۱۔ نسی و لم نجد عزمًا یعنی نبی اور عداوت کو بھول گئے اور نسیان میں گناہ نہیں ہوتا۔ ۲۔ ابلیس نے عجیب و غریب تقریر کی کہ نبی اب ختم ہو چکی ہے جب نبی کی گئی تھی اس وقت اس دانہ کے کھانے پر واقعی قادر نہ تھے کیونکہ نئے نئے جنت میں آئے

کیا۔ انہ علی رجعه لقادر النطفة فی الاحلیل: یہ ایک تفسیر ہے کہ اللہ تعالیٰ نطفہ کو واپس احلیل میں داخل فرمانے پر بھی قادر ہیں گو اس کا وقوع نہیں ہوا کرتا صرف بیان قدرت ہے اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بعثت پر قادر ہیں اور اس کا وقوع ہوگا۔ لولا بنو اسرائیل لم یخزن اللحم: وادی تہ میں بنی اسرائیل نے ایک دن سے زائد من و سلویٰ رکھنا شروع کر دیا تو وہ بدبو دار ہونا شروع ہو گیا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو گوشت خراب نہ ہوا کرتا۔ ولولا حواء لم یخن انثیٰ زوجها یعنی حضرت حواء نے مشورہ دیا تھا حضرت آدم علیہ السلام کو دانہ کھانے کا اور وہ سبب بنی تھیں اس اجتہادی خطاء کا اس لئے ان کی اولاد میں بھی عورتیں خاوندوں کی غلطیوں کا سبب بنتی رہتی ہیں۔

باب الارواح جنود مجنودة

تین غرضیں ہیں۔ ۱۔ ارواح کے حالات کا بیان کرنا۔ ۲۔ یہ ثابت کرنا کہ بنی آدم اور خود آدم علیہ السلام مرکب ہیں روح اور جسد سے۔ ۳۔ روح جسم پر مقدم ہے پھر اس باب کا ربط انبیاء علیہم السلام کے ابواب کے ساتھ یہ ہے کہ یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ قدیم زمانہ میں ہماری روحمیں انبیاء علیہم السلام کی ارواح پر عاشق تھیں۔ پھر جنود مجنودہ کے معنی یہ ہیں کہ روحوں کی جماعتیں جمع تھیں اور ان میں اچھے اور برے ملے جلے تھے۔

باب قول الله عز وجل ولقد

ارسلنا نوحاً الى قومه

غرضیں باب سے دو ہیں۔ ۱۔ حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت کا بیان۔ ۲۔ سورہ نوح کی آیات کی تفسیر۔

بتمثال الجنة والنار جنت اور دوزخ کی تصویریں دجال کے ساتھ ہوں گی۔ هل تدرون لمن یجمع الله الاولین والآخرین: یہاں من یعنی ما ہے اور باء سببیہ ہے یعنی لای شئی فیبصرهم الناظر: اس لئے کہ پہاڑ اور ٹیلے ہٹا کر ایک میدان بنا دیا جائے گا۔ فیقول بعض

ہے کہ بخاری شریف میں آگے آئے گا کتاب التوحید میں باب قوله تعالى وجوه يومئذ ناظرة الى ربها ناظرہ میں نوح علیہ السلام کے متعلق اول نبی بعثہ اللہ فی الارض۔ اس روایت میں بالا جماع یہی توجیہ ہے اول نبی بعثہ اللہ فی الارض الی الکفار ایسے ہی اول الرسل الی الکفار ہے پس معتزلہ کا آدم علیہ السلام کی رسالت کا انکار کرنا تمہید کتاب میں ابو الفکور السالمی کی تصریح کے مطابق یہ انکار معتزلہ کا کفر ہے۔ معتزلہ کی دلیل ایک یہ ذکر کی جاتی ہے کہ اولاد سے پہلے رسالت کی ضرورت نہ تھی جواب۔ آدم علیہ السلام کو شریعت دی گئی تھی تاکہ وہ خود عمل فرمادیں اور حضرت حوا عمل فرمادیں۔ معتزلہ کی دوسری دلیل یہ ہے کہ نعوذ باللہ ان سے عصیان صادر ہوئی اور عاصی اسوہ حسنہ نہیں بن سکتا۔ جواب یہ خطا تھی گناہ نہ تھا۔ لفظ عاصی آدم علیہ السلام پر استعمال کرنا جائز نہیں ہے جیسے ایک مرتبہ کچھ سی لینے والے کو خیاط نہیں کہا جاتا اسی طرح ایک دفعہ غلطی ہو جانے سے نعوذ باللہ نہ عاصی کہہ سکتے ہیں نہ فاسق کہہ سکتے ہیں۔

خلق الله آدم وطوله ستون ذراعاً

اس کا مطلب یہ ہے کہ جتنا قد آدم علیہ السلام کا عمر بھر میں ہونا تھا وہ شروع میں ہی بنا دیا گیا تھا ان کی اولاد کی طرح نہ تھا کہ پہلے چھوٹا قد ہو پھر آہستہ آہستہ بڑا ہو۔

ان اول زمرة يدخلون الجنة

على صورة القمر ليلة البدر

یہ انبیاء علیہم السلام کی پاک جماعت کا حال ارشاد فرمایا گیا ہے۔ یا اللہ ان پاک ہستیوں کے طفیل ہماری بخشش بھی بلا عذاب فرمادے آمین یا رب العالمین۔ ثم الذین یلونهم علی اشد کوب درمی: یہ اولیاء اللہ کا حال ہے یا اللہ بلا اتحقاق محض اپنے فضل سے ہمیں بھی ان میں داخل فرمادے۔ آمین یا رب العالمین۔ ستون ذراعاً فی السماء یہاں بمعنی العلو الطول ہے۔ ان کے قد اتنے بڑے ہو گئے۔ کعبۃ: یہ لفظ اس حدیث پاک سے کچھ پہلے ہے اس کے معنی ہیں قلبہ میں نے الٹا

کا ایک ہونا لازم نہ آیا۔ دوسری دلیل ابن عربی کی اس باب کی تعلق ہے ویز کرعن ابن مسعود و ابن عباس ان الیاس ہوا دریس جواب۔ ۱۔ یہ تعلق صیغہ تمریض سے ہے اور یہ تمریض اور مجہول کا صیغہ علامت کمزور ہونے کی ہوتا ہے۔ ۲۔ اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ الیاس نام کے ایک شخص حضرت نوح علیہ السلام کے اجداد میں سے ہیں جیسے حضرت ادریس علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کے اجداد میں سے ہیں۔ البتہ جو الیاس علیہ السلام نبی ہیں وہ تو نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور بنی اسرائیل میں سے ہیں۔

باب ذکر ادریس علیہ السلام

غرض حضرت ادریس علیہ السلام کے حالات کا بتانا ہے پھر بعض نسخوں میں ترجمۃ الباب کے بعد یہ بھی ہے وھو جد ابی نوح علیہ السلام اس پر اشکال ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام کا ذکر جو امام بخاری نے حضرت نوح علیہ السلام کے بعد فرمایا یہ علامت ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام بعد کے زمانہ کے ہیں کیونکہ امام بخاری ترتیب دار انبیاء علیہم السلام کا ذکر فرما رہے ہیں اور یہ عبارت چاہتی ہے مقدم ہوں حضرت نوح علیہ السلام پر جواب۔ ۱۔ ترجمۃ الباب کی ترتیب بعض کے قول پر مبنی ہے اور اس عبارت کا ذکر امام بخاری کی اپنی تحقیق ہے۔ ۲۔ حضرت ادریس علیہ السلام بالا جماع مقدم ہیں حضرت نوح علیہ السلام پر اور ابواب کی ترتیب میں امام بخاری نے ابھی مزید غور کرنا تھا لیکن نہ کر سکے۔ وبقال جد نوح علیہما السلام:۔ یہ عبارت بہت کم نسخوں میں ہے پھر جن نسخوں میں ہے تو اس عبارت کی توجیہ یہ ہے کہ حقیقت تو یہ ہے کہ والد کے دادا تھے لیکن والد کا دادا خود اس شخص کا بھی دادا کہلاتا ہے مجازاً اس لئے جد نوح علیہما السلام کہہ دیا گیا۔ ثم ادخلت:۔ مفعول محذوف ہے اسی ادخلت الجنتہ اور بعض روایات میں یہی مفعول مذکور ہے اور یوں عبارت ہے ثم ادخلت الجنتہ۔

فاذا فیہا جتا بذاللولو واذا اترابہا مسک

اس کے دو معنی کئے گئے۔ ۱۔ سنگریزے موتی تھے یعنی دنیا میں

الناس:۔ شاید اس حدیث شفاعت کبریٰ میں بھی بعض الناس کا مصداق امام ابوحنیفہ ہی ہوں کہ بعض الناس کے مشورہ سے لوگ انبیاء علیہم السلام کی خدمت میں شفاعت کبریٰ کے لئے حاضر ہوں گے۔ فبقولون یا نوح انت اول الرسل:۔ سوال اول الرسل تو آدم علیہ السلام ہیں۔ جواب۔ ۱۔ نوح علیہ السلام ان رسولوں میں سب سے پہلے تھے جو بعثت کے وقت موجود لوگوں کی طرف بھیجے گئے تھے۔ آدم علیہ السلام کی بعثت کے وقت کوئی آدمی آدم علیہ السلام کے سوئی موجود ہی نہ تھا جس کی طرف ان کو بھیجا جاتا۔ ۲۔ کافروں کی طرف وہ پہلے رسول تھے۔ ۳۔ ان لوگوں کی طرف وہ پہلے رسول تھے جو زمین میں پھیلے ہوئے تھے۔ ۴۔ وہ پہلے رسول تھے جو غیر اولاد کی طرف بھیجے گئے۔ ۵۔ وہ ان رسولوں میں سے پہلے تھے جن کی قوم کفر کی وجہ سے ہلاک کی گئی۔ ۶۔ ہو کا دل الرسل کیونکہ وہ آدم ثانی تھے بعد میں صرف ان کی اولاد ہی دنیا میں رہی باقی ہلاک کر دیئے گئے یا ان کی نسل آگے نہ چلی اسی لئے ان کو آدم ثانی بھی کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وجعلنا ذریۃ ہم الباقین۔

باب وان الیاس لمن المرسلین

غرض حضرت الیاس علیہ السلام کے حالات کا بیان ہے پھر امام بخاری نے دو باب الگ الگ باندھے ہیں ایک حضرت الیاس علیہ السلام کے حالات کے لئے اور ایک حضرت ادریس علیہ السلام کے حالات کے لئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کے نزدیک دونوں الگ الگ ہیں اور یہی جمہور کا قول ہے ابن عربی اس کے قائل ہوئے کہ دونوں ایک ہی ہیں جمہور کی دلیل یہ ہے کہ جب دو نام قرآن پاک میں الگ الگ مذکور ہیں تو اصل یہی ہے کہ دو شخص الگ الگ ہیں۔ ابن عربی کی ایک دلیل یہ ہے کہ دونوں کے بارے میں زندہ آسمان پر اٹھایا جانا بعض روایات میں منقول ہے یہ علامت ہے کہ ایک ہی شخص کے دو نام ہیں۔ جواب اس سے دونوں کے حالات کا ایک جیسا ہونا معلوم ہوا ذات

فرش میں جہاں پتھر استعمال ہوتے ہیں وہاں موتی تھے۔ بحری کی جگہ موتی تھے اور مٹی مٹک تھی۔ ۲۔ موتیوں کے گنبد تھے۔

باب قول اللہ عزوجل والی

عادا خاصم ہودا

باب کی دو غرضیں ہیں۔ ۱۔ حضرت ہود علیہ السلام کا ذکر مبارک۔ ۲۔ اس آیت مبارکہ کی تفسیر۔ اذالدر قومہ بالاحقاف: یہ احقاف ایک وادی کا نام ہے۔ خاویہ: گرے ہوئے۔

باب قصۃ یاجوج و ماجوج

غرض یاجوج ماجوج کے قصہ کا ذکر کرنا ہے اور اس قصہ کے ذکر کرنے سے بھی اصل مقصود حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کا ذکر ہے اسی بنا پر یہ باب انبیاء علیہم السلام کے ابواب کے مناسب ہوا۔ پھر امام بخاری کا طرز یہ ظاہر کرتا ہے کہ امام بخاری اس قول کو ترجیح دینا چاہتے ہیں جس میں حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کو انبیاء علیہم السلام میں شمار کیا گیا ہے دوسرا قول یہ بھی ہے کہ وہ نبی نہ تھے ایک نیک بادشاہ تھے۔ اس تقریر سے ان لوگوں کا رد بھی ہو گیا جو کہتے ہیں کہ قرآن پاک والے واقعہ میں اسکندر یونانی کا ذکر ہے روکی تفصیل یہ ہے کہ اسکندر یونانی جو عیسیٰ علیہ السلام کا ہم عصر تھا یہ تو مشرک تھا اس کو صرف اس لئے اسکندر کہے تھے کہ اس کی فتوحات بھی اسکندر رومی حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کی طرح بہت تھیں۔ روکی صورت یہ اختیار فرمائی امام بخاری نے کہ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کا ذکر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذکر سے پہلے فرمایا کیونکہ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہم عصر تھے۔ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کا نام رائج قول کی بنا پر عبد اللہ تھا۔ دوسرا قول ہے کہ مصعب تھا تیسرا قول ہے کہ اسکندر ہی نام تھا لقب جو ذوالقرنین ہوا اس کی وجہ میں مختلف اقوال ہیں۔ ۱۔ انہوں نے جب اپنی قوم کو حق کی طرف بلایا تو قوم نے قرن راس یمین پر مارا شہید ہو گئے پھر اللہ تعالیٰ نے زندہ کر دیا پھر دعوت دی تو قرن یسارنی الراس پر قوم

نے مارا پھر شہید ہو گئے پھر اللہ تعالیٰ نے زندہ کر دیا اس لئے ذی القرنین علیہ السلام لقب ہو گیا۔ ۲۔ زمین کے مغرب و مشرق کے انتہاء تک پہنچے گویا زمین کے قرنین تک پہنچے۔ ۳۔ فارس و روم دنیا کے قرنین تھے دونوں کو فتح فرمایا۔ ۴۔ ضفیر تین تھیں جس کو اردو میں چوٹی اور پنجالی میں گت کہتے ہیں۔ عربی میں قرن کہتے ہیں۔ ۵۔ سر پر دو مینڈیاں تھیں یعنی تھوڑے تھوڑے بال بٹے ہوئے تھے۔ ان کو عربی میں ذؤابہ بھی کہتے ہیں اور قرن بھی کہہ دیتے ہیں۔ ۶۔ ان کے تاج کے دو کنارے تھے۔ ۷۔ سر مبارک میں قرن اور سینک کی طرح چھوٹے چھوٹے کنارے تھے۔ ۸۔ اندھیرا اور روشنی قرنین ہیں دونوں میں سفر فرماتے رہے اس لئے یہ لقب ہوا۔ ۹۔ ظاہر اور باطن قرنین ہیں دونوں کا علم دیا گیا تھا اس لئے یہ لقب پایا۔

باب و قول اللہ عزوجل

ویسئلونک عن ذی القرنین

رائج یہاں پر باب کے بغیر ہے جیسا کہ عینی میں لئے گئے بخاری شریف کے نسخہ میں ہے اور جس نسخہ میں یہاں باب ہے تو یہ باب پہلے باب کا بدل ہے۔ اور اس کے بعد قول اللہ عزوجل گذشتہ قول اللہ تبارک و تعالیٰ پر معطوف ہے بہر حال یہ باب گذشتہ باب کا تتمہ ہے اور غرض حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کے حالات کا بیان ہے۔ فلذلک فتح اسطاع: یعنی اصل میں استطاع تھا پھر تاء کو حذف کر کے اس کا فتح ہمزہ کو دے کر ہمزہ کو قطعی بنا دیا گیا۔ اسی بنا پر ایک قرآۃ ہے فما اسطاعوا۔ والد کداک من الارض مثله: ای مثل ما یعنی زمین سے ملا ہوا اور زمین کے برابر۔ وتلبد: ای لم یقع بلند نہ ہوا۔ حذب اکمة: یعنی حذب کے معنی ٹیلا ہیں۔ مثل البرد المجو: سیاہ سفید لکیروں والی چادر کی طرح تھی وہ دیوار۔ قال رأیت: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی تصدیق فرمادی کہ تو نے واقعی وہ دیوار دیکھی ہے۔ وہ ایسی ہی ہے۔ ویل للعرب من شر قد اقترب: یہ حضرت عثمان کی شہادت

نہیں ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو ثابت ہے وہ اجمال اشارہ دائرہ کا ہے کہ دیوار میں گول سوراخ ہو گیا۔ حساب کی تفصیل بیان فرمانا مقصود نہیں ہے۔ من کل الف تسعمائتہ و تسعة و تسعين :: غرض یہ ہے کہ جہنم میں زیادہ جائیں گے اور جنت میں بہت کم جائیں گے۔ خاص عدد بیان فرمانا مقصود نہیں۔ فکبرنا :: حضرات صحابہ کرام کا یہ اللہ اکبر کہنا تعجب اور خوشی کی وجہ سے تھا۔

باب قول اللہ عزوجل

واتخذ اللہ ابراہیم خلیلاً

۱۔ غرض حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حالات کا بیان ہے۔ پھر خلیل کے معنی میں اقوال مختلف ہیں۔ ۱۔ الخلیل مالیس فی محبتہ خلل۔ ۲۔ الخلیل میں محبتہ تخلل القلب بحیث لایسعه غیرہ۔ ۳۔ الخلۃ حب فیہ احتیاج للحاجات اسی لئے اللہ تعالیٰ کے سوئی کسی دوسرے کے ساتھ غلہ نہیں ہو سکتی۔ الرحیم بلسان الحبشة :: یعنی ادواہ حبشہ کی زبان میں رحیم کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور عربی میں متفرع یعنی آہ و زاری کرنے والا کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ انکم محشورون حفاة عراة غرلا :: لفظ غرل جمع ہے اغرل کی جس کے معنی ہیں ایسا شخص جس کے بدن سے کوئی چیز بھی دور نہ کی گئی ہو جتنی کہ خشتہ کی کھال بھی دور نہ کی گئی ہو۔ سوال۔ ابو داؤد میں ہے عن ابی سعیدانہ لما حضرہ الموت دعا بیثاب جدد فلبسها ثم قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان ا لمیت یبعث فی ثیابہ النی یموت فیہا اور زیر بحث روایت میں بغیر کپڑوں کے حشر مذکور ہے یہ تو تعارض ہے۔ جواب ۱۔ قبر سے کپڑوں کے ساتھ انھیں گے حشر میں کپڑے نہ ہوں گے۔ ۲۔ کپڑے شہداء کے ہوں گے باقیوں کے نہ ہوں گے۔ ۳۔ مؤمنین کا حشر کپڑوں کے ساتھ اور کفار کا بغیر کپڑوں کے ہو گا۔ واول من

کی طرف اشارہ شمار کیا گیا ہے اسی لئے عرب کی تخصیص ہے مقصد یہ ہے کہ حضرت عثمان کی شہادت سے فتنے شروع ہو جائیں گے پھر آہستہ آہستہ بڑھتے رہیں گے۔ مثل هذا وعقد بیدہ تسعین :: تسعین کا اشارہ یوں ہوتا ہے کہ دائیں ہاتھ کی سبابہ (مہ) کے کنارے کو انگوٹھے (ابھام) کی جڑ پر رکھ دیا جائے اس طرح مہ سے گول دائرہ بن جاتا ہے اس لیے معنی یہ ہو گئے اتنا گول سوراخ بن گیا ہے اس دیوار میں جو یا جوج ماجوج کو بند رکھنے کے لیے حضرت ذوالقرنین علیہ السلام نے بنا کی تھی۔ سوال۔ مسلم شریف کی روایت میں ہے وعقد وہیب بیدہ تسعین اور زیر بحث روایت میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عقد فرمانا مذکور ہے۔ یہ تعارض ہوا کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عقد کے ذریعہ سے اشارہ فرمایا یا راوی نے اشارہ فرمایا۔ جواب۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف گول دائرہ بنا کر سمجھا دیا کہ دیوار میں سے اتنا سوراخ ہو گیا ہے۔ اسی کو آگے راویوں نے عقد تسعین وغیرہ کے ساتھ تعبیر کر کے بیان فرمایا۔ سوال بخاری شریف کی کتاب الفتن میں ابن عیینہ کے بارے میں ہے عقد سفیان تسعین اوما تہ اور ما تہ کا اشارہ بائیں ہاتھ سے خضر بند کر کے اور باقی چاروں انگلیاں کھول کر ہوتا ہے اور مسلم میں ہے عقد سفیان بیدہ عشرۃ اور عشرہ کا اشارہ یوں ہے کہ دائیں ہاتھ کی سبابہ کے ناخن کے کنارے کو انگوٹھے کی اوپر والی لکیر پر رکھ دیا جائے یہ تعارض پایا گیا کہ اشارہ تسعین کا تھا یا مائتہ کا یا عشرہ کا جواب۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف دائرہ بنا دیا راویوں نے اسی دائرہ کو بیان کرنے کے لیے کبھی تسعین کبھی مائتہ کبھی عشرہ کی صورت بتائی ان سب میں دائرہ بنتا ہے مقصود دائرہ کا ذکر تھا خاص عدد مقصود نہیں تھا۔

عبارتنا شتی وحسک واحد

کل الی ذاک الجمال لیشیر

سوال۔ یہ سب حدیثیں اس مرفوع حدیث کے خلاف ہیں انا امۃ امیۃ لا نکتب ولا نحسب۔ جواب نفی حساب کی تعیین اور تفصیل کی ہے کہ ہم حساب وغیرہ کی زیادہ تفصیلات سے واقف

یکسی 'یوم القيامة ابراہیم:۔ ایسا کیوں ہوگا اس کی مختلف توجیہات کی گئی ہیں۔ ۱- حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سب سے پہلے خانہ کعبہ کو کپڑے پہنائے تھے اس لئے اس کے بدلہ میں قیامت میں آپ کو سب سے پہلے کپڑے پہنائے جائیں گے۔ ۲- حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چونکہ کپڑے اتار کر دنیا میں کافروں نے آگ میں ڈالا تھا اس تکلیف کے بدلہ میں جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں آئی تھی یہ بدلہ دیا جائے گا کہ آپ کو سب سے پہلے کپڑے پہنائے جائیں گے۔ ۳- چونکہ ابراہیم علیہ السلام نے سب سے پہلے زیادہ پردہ کی نیت سے سلوار پہنی تھی اس نیکی کا بدلہ پہلے کپڑے پہننے کی صورت میں قیامت کے دن دیا جائے گا۔ پھر ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے اول من یکسی ابراہیم حلتہ من الجنۃ اس سے وضاحت ہوگئی کہ یہ اولیت مطلقاً کپڑے پہننے کے لحاظ سے نہیں ہے بلکہ جنت کے کپڑے پہننے کے لحاظ سے ہے کیونکہ حق تعالیٰ کی رحمت سے امید یہی ہے کہ سب مومن کپڑوں کے ساتھ ہی قبروں سے اٹھیں گے جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے۔ فیقال انہم لم یزالوا مرتدین علی اعقابہم منذ فارقتہم:۔ سوال جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر امت کے اعمال پیش کئے جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کا مرتد ہونا کیسے مخفی رہ گیا۔ جواب موحدین کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔ مرتدین کے اعمال نہیں پیش کئے جاتے پھر ان مرتدین کے مصداق میں توجیہات متعدد ہیں۔ ۱- جو اسلام سے مرتد ہوئے نعوذ باللہ من ذلک۔ ۲- اعمال صالحہ چھوڑنے والے مراد ہیں۔ ۳- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے فوراً بعد جو مرتد ہوئے صرف وہی مراد نہیں ہیں بلکہ قیامت تک مختلف زمانوں میں مرتد ہونے والے مراد ہیں۔ سوال۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو فرمائیں گے اصحابی اصحابی جیسا کہ اسی زیر بحث روایت میں صراحت مذکور ہے اس سے اس تیسری توجیہ کی نفی ہوتی ہے کہ قیامت تک کے مرتدین مراد ہیں۔

جواب۔ بعد کے لوگوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم علامتوں سے پہچان لیں گے کیونکہ بعض روایات سے ثابت ہے کہ اس امت کے عصاة اور گنہگاروں کو بھی پہلی امتوں کے گنہگاروں سے پہچانا جاسکے گا جیسا کہ اس امت کے صالحین کو پہلی امتوں کے صالحین سے علامات کے ذریعہ قیامت میں پہچانا جاسکے گا۔ اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہچان لینے پر کچھ اشکال نہیں ہے۔ سوال۔ تیسری توجیہ پر یہ اشکال بھی ہے کہ اگر قیامت تک آنے والے مرتدین مراد ہوں تو ان کو اصحابی اصحابی فرمانا مناسب نہیں ہے۔ جواب۔ یہ اصحابی فرمانا ایسا ہی ہے جیسے امام ابوحنیفہ کے مقلدین کو اصحاب ابی حنیفہ کہہ دیا جاتا ہے اگرچہ بہت بعد کے زمانہ میں ہوں۔ پھر کس قسم کے لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے فوراً بعد یا بعد کے زمانوں میں مرتد ہوئے ہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایسے لوگ چند قسم کے ہوئے ہیں۔ ۱- موٹی عقل کے بے سمجھ دیہاتی جو اپنی عافیت کی کوئی پرواہ نہیں کرتے۔ ۲- منافقین۔ ۳- نو مسلم مولفۃ القلوب جو ابھی تردد میں ہوتے ہیں کہ مضبوطی سے اسلام قبول کریں یا نہ کریں۔ ۴- گنہگار لالچ میں آ کر اپنی آخرت برباد کر لینے والے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ذرا سا سمجھدار بھی دین کو کچھ نہ کچھ سمجھ لینے کے بعد اس سچے دین کو کبھی نہیں چھوڑتا۔ قترۃ:۔ اس کے معنی ہیں سیاهی۔ فاذا ہو بذیخ ملتطخ:۔ ذبح کے معنی ہیں ضعیف کثیر الشعر اور ضعیف کے مصداق میں تین قول ہیں۔ ۱- بجو ہے جو مردے کھاتا ہے۔ ۲- گفتار اور ہنڈار ہے بجو نہیں ہے۔ یہ ہنڈار بکری جیسا ہوتا ہے نہروں کے کنارے پر ہوتا مردے نہیں کھاتا۔ ۳- بجو اور ہنڈار اور گفتار ایک ہی ہے اور یہی ضعیف کا مصداق ہے۔ ان تین قولوں میں سے ہے ہمارے استاد حضرت مولانا خیر محمد صاحب نے دوسرے قول کو ترجیح دی ہے پھر اس حدیث پاک میں جو ملطخ کا لفظ ہے اس کی صورت میں چار قول ہیں۔ ۱- گو برلید سے بھرا ہوا۔ ۲- کچڑ سے بھرا ہوا۔ ۳- خون سے بھرا ہوا۔ ۴- انسانی پاخانہ

والے کا آلہ جسے تیسہ کہتے ہیں۔ ۲۔ شام میں ایک جگہ کا نام ہے اور اگر اس لفظ کو دال کی تشدید کے ساتھ پڑھا جائے تو پھر ایک ہی معنی ہوں گے یعنی شام میں ایک جگہ کا نام لم یکذب ابراہیم علیہ السلام الاثلث کذبات:۔ سوال یہ تو تو یہ وغیرہ کی صورتیں تھیں جیسا کہ تفصیل پیچھے گزر چکی ہے پھر ان کو کذبات کیوں فرمایا۔ جواب۔ مراد یہ ہے کہ کذب کے مشابہ صورتیں تھیں۔ ۲۔ فہم مخاطب کے لحاظ سے کذب تھیں اگرچہ نیست متکلم کے لحاظ سے کذب نہ تھیں اسی لئے شدید ضرورت میں اور خوش طبعی میں جبکہ مخاطب کو ایذا نہ پہنچے ایسی صورتوں کا استعمال جائز ہے۔ ثنیتین منہن فی ذات اللہ عز وجل:۔ سوال۔ ایک روایت میں ہے کلہن فی ذات اللہ تعالیٰ یہ تو تعارض ہوا۔ جواب۔ تیسری صورت جس میں بیوی کو بہن فرمایا۔ اس میں اصل مقصد تو اللہ تعالیٰ کی رضا ہی تھی لیکن ساتھ ساتھ نفس کا نفع بھی تھا اس لئے ایک موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اصل مقصد کا لحاظ فرمایا تینوں کو ذات اللہ تعالیٰ میں قرار دیا اور دوسرے موقع پر نفس کے نفع کے غلط کا لحاظ فرماتے ہوئے صرف پہلی دو کو فی ذات اللہ عز وجل قرار دیا۔ انما اتیتونی بشیطان:۔ کیونکہ ان کا اعتقادیہ تھا کہ شیاطین ہی عادت کے خلاف کام کیا کرتے ہیں۔ وہو قائم یصلی:۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کسی نماز پڑھ رہے تھے دو احتمال ہیں۔ ۱۔ صلوٰۃ الحاجۃ کہ دشمن سے نجات مل جائے۔ ۲۔ صلوٰۃ شکر کہ پتہ چل گیا تھا کہ حضرت سارہ واپس آ رہی ہیں۔ مہیا:۔ یہاں تین نسخے ہیں۔ ۱۔ مہیا ۲۔ مصین ۳۔ مہیم تینوں کے معنی ہیں ما مالک و ماشاک اور کہا جاتا ہے کہ اس کلمہ کا تلفظ سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام نے ہی فرمایا تھا۔ واخدم ہاجر:۔ یعنی بطور تعظیم کے حضرت سارہ کو حضرت ہاجرہ بطور خادم دیں پھر حضرت ہاجرہ کے نسب میں دو روایتیں ہیں۔ ۱۔ حضرت ہاجرہ کے والد قبط کے بادشاہوں میں سے تھے اور ان

سے بھرا ہوا۔ حاکم کی روایت میں ہے عن ابی ہریرہ فیمنسخ اللہ اباہ صنبعاً اور ابن منذر کی روایت میں ہے فاذا راہ کذلک تبرأمنہ۔ صورت بدلنے سے قرابت کا پہچانا ختم ہو گیا اس سے ندامت بھی ختم ہو گئی جیسے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے انہ لیس من اہلک انہ عمل غیر صالح اور ایک روایت میں یوں بھی ہے یوجد بحجرۃ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام فانزع منه ابراہیم علیہ السلام۔ قال اتقاہم:۔ یعنی زیادہ عزت والا لوگوں میں سے وہ ہے جو عمل میں بڑھ کر ہو۔ قال فیوسف نبی اللہ:۔ یعنی اگر تم اکرم الناس نہا پوچھنا چاہتے ہو جج ازمنہ کے لحاظ سے تو یوسف علیہ السلام اور ان کے نسب کی تین پشتیں ہیں کہ مسلسل چار پشتیں نبوت کی ہیں۔ قال فہن معاون العرب تسالون:۔ اس زمانہ میں نسب میں سب سے اونچا کون ہے اگر یہ پوچھنا چاہتے ہو جواب یہ ہے کہ جس نسب کو لوگ اشرف سمجھتے ہیں اس کا شریعت میں لحاظ ہے لیکن دارو مدار علم پر ہے یعنی عربی شرافۃ نسبی ہی معتبر ہے جبکہ اسلام اور علم بھی ساتھ ہو۔ پھر نسب کو معاون سے اس لئے تعبیر فرمایا کہ جیسے سونے چاندی سے مختلف قسم کی اور مختلف شکل کی چیزیں بن سکتی ہیں ایسے ہی نسب بھی مختلف فضائل علیہ اور عملیہ قبول کر لیتا ہے۔ بین عیینہ مکتوب کافر:۔ صحیح یہی ہے کہ یہ حقیقت پر محمول ہے اور یہ ہر مومن کے لئے حسی علامت ہوگی اس کے دجال ہونے کا مومن خواہ پڑھا لکھا ہو یا نہ ہو یہ علامت پہچان لے گا۔ فانظر والی صاحبکم:۔ یعنی صورت اور حلیہ کے لحاظ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ میں ابراہیم علیہ السلام کے بہت مشابہ ہوں۔ محظوم بخلبۃ:۔ موسیٰ علیہ السلام کے اونٹ کی لگام جب میں نے دیکھا تو کھجور کے چھلکے کی تھی۔ تفصیل پیچھے کتاب الحج میں گزر چکی ہے۔ بالقدم:۔ اس لفظ کو اگر دال کی تخفیف کے ساتھ پڑھا جائے تو دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ۱۔ بڑھی یعنی لکڑی کا کام کرنے

ایسے ثابت نہیں ہے پھر حدیث سے مختصر حدیث سنائی۔ شنة:۔
 خشک اور پرانا خشکیزہ۔ لم يرفعہ:۔ موقوفاً نقل فرمایا مرفوعاً نقل
 نہ فرمایا۔ اتخذت منطقاً لتعفی اثرها علی سارة:۔
 سب سے پہلے حضرت حاجرہ نے ازار بند باندھا اور ازار کو باندھ
 کر ازار کو نیچے زیادہ لٹکا دیا تاکہ پاؤں کے نشان مٹ جائیں اور
 حضرت سارہ کو پتہ نہ چلے کہ حضرت حاجرہ حضرت ابراہیم علیہ
 السلام کے پاس آئی ہیں یا نہ۔ عند دوحہ فوق زمزم:۔
 ایک بڑے درخت کے پاس جو زمزم کی جگہ کے پاس اونچائی کی
 جانب تھا۔ ورفع یدیدہ:۔ معلوم ہوا کہ دعا کے وقت استقبال
 قبلہ اور رفیع یدین انبیاء علیہم السلام کی سن میں سے ہے۔ یتلوی
 اوقال یتلبط:۔ یہ شک راوی ہے دونوں کے ایک ہی معنی ہیں
 یضطرب۔ ان کان عندک غواث:۔ غواث کے معنی
 امداد کے ہیں جزاء محذوف ہے فاضی اور غواث کی غین پر تینوں
 حرکتیں صحیح ہیں۔ فقال لها الملك:۔ اس سے ثابت ہوا
 کہ فرشتوں کی گفتگو غیر نبی سے بھی ہو سکتی ہے جیسے حضرت مریم
 کے ساتھ فرشتے کی گفتگو قرآن پاک میں مذکور ہے۔ فکانت
 كذلك:۔ یعنی حضرت حاجرہ کو ماء زمزم کھانے اور پینے
 دونوں سے کافی ہوتا رہا۔ فأوأطائر اعانفا:۔ معنی عائف
 کے ہیں وہ پرندہ جو پانی پر گھومتا ہے اور وہ مرد جو پانی والی زمین
 پہچانتا ہو۔ جریا:۔ اس کے معنی رسول کے ہیں کیونکہ یہ اپنے
 مرسل کی جگہ جاری ہوتا ہے اور اس کے قائم مقام ہوتا ہے۔
 فالفی ذلک ام اسماعیل وہی تحب الانس:۔
 پس پایا اس اجازت مانگنے نے ام اسماعیل علیہ السلام کو کہ وہ مانوس
 ہونا چاہتی تھیں۔ ینشغ لموت:۔ تیز سانس نکال رہا تھا شغ
 کے معنی شہیق کے ہیں وہ سانس جو باہر نکالا جاتا ہے۔ فقال
 بعقبہ:۔ اشارہ کیا اپنی ایزھی سے۔ فانبتی:۔ زمین پھاڑ کر پانی
 نکالا۔ اربعون سنة:۔ بعض آثار سے ثابت ہے کہ آدم علیہ
 السلام نے پہلے بیت اللہ بنایا پھر بیت المقدس بنایا۔ ذکر ابن

کی حکومت مصر کے علاقہ میں ایک شہر پر تھی جسکو خسن کہتے تھے یہ
 بادشاہ جس نے حضرت سارہ کو تحفہ دیا اس نے اس بادشاہ پر حملہ کیا
 اور غالب آ کر اس کو قتل کر دیا اور اس کی بیٹی حضرت حاجرہ کو قیدی
 بنا لیا پھر حضرت سارہ کو دے دیا اور حضرت سارہ نے حضرت
 ابراہیم علیہ السلام کو دے دیں۔ ۲۔ بعض روایات سے یوں ثابت
 ہو رہا ہے کہ اس بادشاہ نے جس کے ساتھ حضرت سارہ والا قصہ
 پیش آیا اس نے اپنی ہی بیٹی حضرت حاجرہ کا نکاح حضرت
 ابراہیم علیہ السلام سے کیا اور لفظ خادم بنانے کا تواضعاً ذکر کیا کہ
 میں اپنی بیٹی حاجرہ آپ کی خادمہ بناتا ہوں یعنی حضرت ابراہیم
 علیہ السلام کے نکاح میں دیتا ہوں۔ اسی دوسری صورت کو حضرت
 انور شاہ صاحب نے ترجیح دی ہے۔ یا بنی ماء السماء:۔
 اہل عرب کو بنی ماء السماء کہتے ہیں کیونکہ ان کے دادا حضرت
 اسماعیل علیہ السلام کی پرورش ماء السماء یعنی آب زمزم سے ہوئی
 تھی۔ اسی بنا پر حضرت ابو ہریرہ کا قول اس روایت میں منقول
 ہے۔ فتلک امکم یا بنی ماء السماء

باب یزفون النسلان فی المشی

یہاں رائج یہ ہے کہ باب بلا ترجمہ ہے اور یہ باب گذشتہ باب
 کا تتمہ ہے اور گذشتہ باب کی طرح اس میں بھی حضرت ابراہیم علیہ
 السلام کے حالات ہی ہیں اور اس نسخہ کو اگر لیا جائے جس میں باب
 کے ساتھ ترجمہ بھی ہے تو مقصد یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے
 حالات کا تتمہ بھی ہے اور ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ میں جو یہ آیت
 آتی ہے فاقبلو الیہ یزفون اس کی تفسیر بھی مقصود ہے۔ پھر نسلان
 فی المشی کے معنی ہیں چلنے میں جلدی کرنا۔ فقال ماہکذا:۔
 کسی نے حضرت سعید بن جبیر سے پوچھا تھا کہ کیا یہ واقعہ صحیح ہے
 کہ ابراہیم علیہ السلام ایک دفعہ حضرت سارہ کے پاس قسم کھا کر
 آئے تھے کہ میں مکہ جا رہا ہوں لیکن وہاں سواری سے اتروں گا نہیں
 تو مکہ آ کر سواری رہے اور مقام ابراہیم علیہ السلام پر پاؤں رکھا
 اترے نہیں اور واپس آ گئے تو سعید بن جبیر نے فرمایا ماہکذا کہ

ہشام فی کتابہ التیجان ان آدم لما بنی البیت امرہ جبریل علیہ السلام بالمسیر الی بیت المقدس وان ینبہہ فیناہ اور زیر بحث حدیث سے معلوم ہوا کہ فاصلہ چالیس سال کا تھا دونوں کی تعمیر کے درمیان پس یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنا کعبہ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی بنا بیت المقدس مراد نہیں ہے کیونکہ ان دونوں حضرات کے درمیان تو فاصلہ ایک ہزار سال سے بھی زائد کا ہے۔ فان الفضل فیہ:۔ فضیلت اسی میں ہے کہ نماز بروقت پڑھی جائے۔ کما صلیت علی ال ابراہیم:۔ اس میں تشبیہ ہے خصوصی عنایات میں اور تشبیہ میں یہ ضروری نہیں ہے کہ مشبہ بہ مشبہ سے افضل ہی ہو جیسے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے مثل نورہ کمشکوۃ فیہا مصباح۔ پھر خاص حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذکر مبارک کی مختلف ترجیحات ہیں۔ مثلاً ۱۔ ابراہیم علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی دعاء فرمائی تھی ربنا وابعث فیہم رسولاً منہم ۲۔ واجعل لی لسان صدق فی الآخرین یہ دعاء ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اور آخرین کا مصداق یہ امت ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ حق تعالیٰ نے یہ دعاء قبول فرمائی اور اس امت میں نماز والے درود شریف میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اچھا ذکر باقی رکھا۔ ۳۔ قرآن پاک میں ہے کہ فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ محترمہ کو خطاب کر کے یہ کہا تھا رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اہل البیت انہ جمید اور یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سوئی کسی نبی کے لئے ثابت نہیں ہے کہ ان کے گھر والوں کے لئے قرآن پاک میں رحمت اور برکت جمع ہونے کا ذکر ہو اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل کا ذکر درود شریف میں کیا جاتا ہے۔ من کل شیطان و ہامۃ:۔ یہ لفظ ہلہ ہرز ہریلے جانور پر بولا جاتا ہے۔

باب قول اللہ عزوجل ونبئہم عن

ضیف ابراہیم

غرض ابراہیم علیہ السلام کے بعض حالات کی تفصیل ہے۔

نحن احق بالشک من ابراہیم:۔ اس ارشاد کی مختلف توجیحات ہیں۔ ۱۔ یہ توجیہ تمہید کے بعد واضح ہوگی وہ تمہید یہ ہے کہ یقین کے تین درجے ہیں ایک علم الیقین سننے سے اور دلائل سے یقین کا درجہ حاصل ہو جائے جس کو شنیدہ بھی کہا جاتا ہے۔ دوسرا درجہ جو اس سے اونچا ہے وہ یہ ہے کہ دیکھ کر کسی چیز کا یقین ہو جائے اس کو دیدہ بھی کہا جاتا ہے اور تیسرا درجہ جو اس سے بھی اونچا ہے کہ خود انسان پر حالت طاری ہو اور وہ خود چمک لے جیسے حضرت عزیر علیہ السلام پر موت آئی پھر دوبارہ زندہ کئے گئے اس کو چشیدہ بھی کہتے ہیں تو ابراہیم علیہ السلام کو علم الیقین حاصل تھا وہ اس سے ترقی کر کے عین الیقین حاصل کرنا چاہتے تھے یہ تو ایمان اور یقین میں ترقی تھی صرف صورت شک کی تھی تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے ہیں کہ ہم زیادہ حقدار ہیں کہ ہمیں یہ صورت شک کی ملے یعنی یقین میں ترقی ملے لیس النحر کالعاینہ ۲۔ ہمیں ایسے معاینہ کا زیادہ شوق ہے یعنی سبب ذکر کے مسبب مراد ہے۔ ۳۔ نحن سے مراد سب انبیاء علیہم السلام ہیں سوائے ابراہیم علیہ السلام کے اور معنی یہ ہیں کہ اگر ابراہیم علیہ السلام کو شک ہوتا تو ہم سب کو ہوتا جب ہم سب کو شک نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام کو بھی نہیں ہے۔ ۴۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سوال ان کی امت دعوت کے انکار قیامت پر مبنی تھا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے ہیں کہ میری امت دعوت کا انکار ان کی امت دعوت سے زیادہ شدید ہے اس لئے ہم اس سوال کے زیادہ مستحق ہیں۔ ۵۔ حق تعالیٰ نے جو ابراہیم علیہ السلام سے سوال کرایا تھا تو مقصود یہ تھا کہ لوگ دیکھ لیں کہ میرے نبی کی دعا کیسے قبول ہوتی ہے اور یہ دیکھ کر ایمان لے آئیں اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرما رہے ہیں کہ میں زیادہ حق دار ہوں کہ لوگ دیکھیں کہ میری دعا قبول ہوتی ہے اور میں اللہ تعالیٰ کا سچا رسول ہوں اور ایمان لے آئیں۔ یرحمہ اللہ لو طأ لقد کان یاوی الی رکن شدید:۔ یعنی قوی خاندان کی

باب ولو طاذقال لقومه اتاتون الفاحشة
 غرض لوط علیہ السلام کا ذکر ہے انہوں نے کیسے اپنی قوم کے عذاب سے نجات پائی۔ یغفر اللہ للوط ان کان لیاوی الی رکن شدید:۔ اس پاک ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ قبیلہ کے قوی ہونے کی تمنا حضرت لوط علیہ السلام کی اونچی شان کے لحاظ سے خلاف اولیٰ تھی پھر خلاف اولیٰ ہونے کی دو توجہیں ہیں۔ ۱۔ چونکہ فرشتے نوجوان انسانوں کی شکل میں آئے تھے اس لئے حضرت لوط علیہ السلام بہت زیادہ گھبرا گئے کہ اب تو قوم کے لوگ ان سے برا کام کریں گے اس گھبراہٹ میں یہ الفاظ نکل گئے کہ میرا قبیلہ قوی ہوتا تو آج میری امداد کرتا۔ ۲۔ دل میں تو اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ رہے تھے لیکن مہمانوں کے سامنے یہی عذر پیش فرمایا کہ میں معذور ہوں میرا قبیلہ ایسا نہیں کہ آپ حضرات کو برے کام سے بچا سکے۔

باب قوله تعالیٰ فلما جاء ال لوط المرسلون
 غرض اس آیت مبارکہ کی تفسیر ہے۔ انکرمہم ونکرمہم واستکرمہم واحد:۔ یعنی ان تینوں لفظوں کے معنی ایک ہی ہیں۔

باب قول اللہ عزوجل والی

ثمود اخاهم صالحا

غرض ان آیات کی تفسیر ہے اور حضرت صالح علیہ السلام کا ذکر ہے۔ اما حارث حجر حرام:۔ یعنی اس آیت میں حجر جگہ کا نام نہیں ہے بلکہ حرام کے معنی میں ہے۔ انتدب لہا رجل:۔ اونٹنی کو قتل کرنے کے لئے قوم کی بات کو ایک شخص نے مان لیا۔ کابی زمعة:۔ اونٹنی کے قاتل کو قوم میں عزت اور قوت مانعہ کے لحاظ سے ابوزمعه کے سات تشبیہ دی یہ ابوزمعه جاہلیت میں فوت ہوا تھا اس کا نام اسود بن المطلب تھا۔ امرہم ان یطرحوا ذلک العجین:۔ تاکہ معذب لوگوں کی جگہ کا پانی قسادت قلبی کا سبب نہ بنے اسی لئے اس پانی سے گوندھے ہوئے آٹے کو بھی گرانے کا حکم دیا۔

تمنا کرنا حضرت لوط علیہ السلام کے اونچے مرتبہ کو دیکھے ہوئے خلاف اولیٰ تھا۔ ولولبت فی السبعین طول مالبت یوسف لاجبت الداعی:۔ اس ارشاد کی مختلف توجہات ہیں۔ ۱۔ صرف حضرت یوسف علیہ السلام کی عظمت بیان فرمانی مقصود ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد اپنے بارے میں کچھ بیان فرمانا نہیں ہے یعنی کوئی اور ہوتا تو جلدی قید خانہ سے نکل آتا یوسف علیہ السلام نے نکلنے میں جلدی نہ مچائی بلکہ دینی مصلحت کی خاطر کچھ اور رہنا گوارا فرمایا۔ ۲۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بطور تواضع فرما رہے ہیں کہ میں تو کمزور ہوں شاید ایسے موقعہ میں مزید صبر نہ کر سکتا۔ یہ صرف تواضع ہے ورنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ صبر کرنے والے تھے اور تواضع سے بڑے کی عظمت کم نہیں ہوتی۔ ۳۔ یہاں صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تبلیغ کا شوق ذکر فرما رہے ہیں کہ مجھے حق تعالیٰ نے تبلیغ کا اتنا شوق عطا فرمایا ہے کہ ایسے موقعہ میں میں جلدی قید خانہ سے باہر آتا اور تبلیغ میں مشغول ہو جاتا۔

باب قول اللہ عزوجل واذکر

فی الكتاب اسمعیل

غرض حضرت اسمعیل علیہ السلام کا تذکرہ ہے اور ان کی مدح ہے وعدہ میں سچا ہونے کے لحاظ سے۔

باب قصة اسحاق بن ابراهيم

النبي صلی اللہ علیہ وسلم

غرض حضرت اسحاق علیہ السلام کا ہے اور چونکہ امام بخاری کو اس سلسلہ میں اپنی شرط پر حدیث نہیں ملی اس لئے کوئی مسند حدیث اس باب میں نہیں لائے۔

باب قوله تعالیٰ ام کنتم شهدا اذ حضر

يعقوب الموت

غرض حضرت یعقوب علیہ السلام کا ذکر ہے اور اس آیت کی تفسیر ہے۔

باب قوله تعالى 'ام كنتم شهداء اذ

حضر يعقوب الموت

غرض اس آیت کی تفسیر ہے اور حضرت یعقوب علیہ السلام کا ذکر ہے۔ الکریم ابن الکریم: کرم کے معنی ہیں کثرت خیر دینا اور آخرت میں۔

باب قول الله عزوجل لقد كان في

يوسف و اخوته ايات للسائلين

غرض ان آیات کی تفسیر اور حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر ہے اور آیات سے مراد یہ ہے کہ ان کے صبر اور امتحان میں بہت نشانیاں ہیں۔ علیہا حمسیٰ بنا فض: بخار سردی سے بحمد اللہ لا بحمد احد: یہ بطور ادلال اور ناز کے عرض کیا ورنہ ظاہر ہے کہ اتنا اونچا مقام کہ تہمت دور کرنے کے لئے بہت سی آیات کا قرآن پاک میں اترنا یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہونے ہی کی وجہ سے تو تھا۔ قالت هم اتباع الرسل: کہ انبیاء علیہم السلام کو گمان ہوا کہ عذاب کی تاخیر سے شاید مونثین مرتد ہو جائیں نعوذ باللہ اور تخفیف والی قرأت کے معنی ہی ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کو وسوسہ ہوا کہ شاید ہم سے جھوٹ بولا گیا ہے یہ وسوسہ شیطان کا کام ہوتا ہے اس لئے اس میں ذرہ برابر گناہ بھی نہیں ہوتا۔

باب قول الله عزوجل وايوب اذ نادى ربه

غرض حضرت ایوب علیہ السلام کے صبر اور نداء کا ذکر کرنا ہے۔

باب و اذكر في الكتاب موسى

غرض موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا ذکر ہے۔

باب قول الله عزوجل

وهل اتاك حديث موسى

غرض اس آیت کی تفسیر ہے۔ ویقال مغیثا او معینا: یعنی یہ الفاظ رضاء کی تفسیر میں کہے جاتے ہیں۔ متممة: تاء کے ادا کرنے میں تردد ہو۔ فافاة: فاء کے ادا

کرنے میں تردد ہو۔ الامثل: اس کے معنی ہیں مستقیم۔ یقول بدینکم: یہ طریقہ تم کے معنی ہیں اس آیت میں ویذہبا بطریقکم المثلی یہ دونوں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام چاہتے ہیں کہ تمہارا مستقیم دین ختم کر دیں۔ یعنی المصلی: جمع ہونے کی جگہ۔

باب وقال رجل مومن من ال فرعون

غرض مومن ال فرعون کا ذکر ہے پھر کوئی حدیث اس مضمون کی اپنی شرط پر نہ پائی اس لئے آیت پر اکتفا فرمایا۔

باب قول الله عزوجل وهل اتاك

حديث موسى و كلم الله موسى تكليما

غرض ان آیات کی تفسیر ہے۔ ضرب: پتے بدن والا۔ ربعة: درمیانے قد والا نہ بہت لمبا نہ بہت چھوٹا۔ پھر ربعة مونث کا صیغہ بتاویل نفس ہے۔ کانما خرج من دیماس: عیسیٰ علیہ السلام ایسے صاف سحرے ہیں گویا کہ ابھی حمام سے نکلے ہیں۔ فاخذت اللبن فشربته فقيل اخذت الفطرت: اس عبارت کی دو توجیہیں ہیں۔ ۱۔ گویا اہل اسلام کی تربیت علم دین سے ایسی ہی ہوگی جیسے بچے کی دودھ سے ہوتی ہے۔ ۲۔ جیسے بدن کے لئے غذا دودھ سے بہتر نہیں ایسے ہی روح کے لئے کوئی غذا اسلام اور علم اسلام سے بہتر نہیں۔ پھر امت تابع ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فطرت کو اختیار فرمایا تو گویا پوری امت نے فطرت کو اختیار فرمایا۔ لاینبغی لعبد ان یقول انا خیر من یونس بن متى: اس ارشاد کی مختلف توجیہات ہیں۔ ۱۔ یہ ارشاد تو اضعا ہے کہ میں تو اپنی ذات میں اس قابل نہیں ہوں کہ حضرت یونس علیہ السلام سے اپنے آپ کو بہتر کہہ سکوں اللہ تعالیٰ کچھ دے دیں تو عطا ہے میرا کمال نہیں ہے۔ اس تقریر سے اس حدیث پاک کا تعارض دوسری حدیث پاک سے نہ رہا جس میں یوں آیا ہے انا سید ولد آدم۔ ۲۔ مقصد صرف یہ ہے کہ ایک آیت کی وجہ سے کسی کو حضرت یونس علیہ السلام

الحکم:۔ اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ قرآن پاک میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں جو قتل کا لفظ آیا ہے اس سے مراد بڑی بڑی جوئیں ہیں جو چچڑیوں جیسی تھیں قتل چچڑی کو کہتے ہیں جنمان چھوٹی جوں کو کہتے ہیں اور علم جمع ہے علمہ کی بڑی چچڑی کو کہتے ہیں۔

باب حدیث الخضر مع موسیٰ علیہما السلام
یہاں باب کو دو طرح پڑھا گیا ہے۔ ۱۔ باب بطور وقف اور یہ باب بلا ترجمہ شمار کیا گیا ہے اس صورت میں یہ تہہ ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات کا اور مابعد الگ جملہ ہے ہذا حدیث الخضر مع موسیٰ علیہما السلام۔ ۲۔ باب کی اضافت ہے حدیث کی طرف اس صورت میں دونوں حضرات کا قصہ بیان فرمانا مقصود ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام کا درجہ:۔ تین اہم قول ہیں۔ ۱۔ نبی تھے یہی جمہور کے نزدیک رائج ہے۔ ۲۔ اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ ۳۔ فرشتہ ہیں۔ ان کے نام کے بارے میں اقوال:۔ ۱۔ بلیا ۲۔ البیع ۳۔ یلیا ۴۔ ارمیا۔ ۵۔ خضرون ۶۔ معمر۔ حضرت خضر علیہ السلام کے نسب میں اقوال:۔ ۱۔ فی الدار قطنی عن ابن عباس موقوفاً الخضر بن آدم لصلبہ ونسبی له فی اجلہ حتی یکذب الدجال۔ ۲۔ ہوا بن قابیل بن آدم۔ ۳۔ ہوا بن فرعون معاصر موسیٰ علیہ السلام۔ ۴۔ فی النسل السابع من نوح علیہ السلام۔ ۵۔ حضرت نوح علیہ السلام کی آٹھویں نسل میں ہیں۔ ۶۔ حضرت اسحاق علیہ السلام کی چوتھی نسل میں ہیں۔ ۷۔ حضرت الیاس علیہ السلام کے بھائی ہیں۔ حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت کرنے والے حضرات:۔ رائج یہی ہے کہ وہ زندہ ہیں اور بہت سے اہل کشف نے ان کی زیارت کی ہے۔ زیارت کرنے والے بہت سے ہیں۔ مثلاً ۱۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز۔ ۲۔ ابراہیم بن ادھم۔ ۳۔ بشر الحافی۔ ۴۔ معروف کرخی۔ ۵۔ سری سقطی۔ ۶۔ جنید بغدادی۔ ۷۔ ابراہیم الخواص۔ ۸۔ اس کتاب الخیر الجاری کا مؤلف احقر محمد سرور عفی عنہ عرض کرتا ہے کہ احقر کے بڑے بھائی مولانا محمد انور جو اس تحریر کے وقت بقید حیات ہیں

سے بدگمانی نہ کرنی چاہئے کہ نعوذ باللہ ان کا مرتبہ بہت کم ہو گیا بلکہ مجھے بھی مناسب نہیں ہے کہ میں بطور فخر کے کہوں کہ میرا مرتبہ ان سے اونچا ہے وہ آیت یہ ہے ولا تکن کصاحب الحوت۔ ۳۔ مجھے ہر لحاظ سے یونس علیہ السلام سے افضل نہ کہو کہ ان کے لئے کوئی بھی جزئی فضیلت باقی نہ رہے کیونکہ ہر نبی کی کوئی نہ کوئی جزئی فضیلت ہوتی ہے۔ ۴۔ ایسے طریقہ سے میری تعریف کہ کسی نبی کی توہین ہو کفر ہے۔ ۵۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت یہ ارشاد فرمایا تھا اس وقت ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم نہ دیا گیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب نبیوں کے سردار ہیں۔ ۶۔ کسی انسان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے آپ کو حضرت یونس علیہ السلام سے افضل سمجھے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر قیامت تک خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے سوئی کوئی بھی نبی نہیں ہے اور مراد بھی ان تینوں کے سوئی کا حکم بیان کرنا ہی ہے کہ ان تینوں کے سوئی کوئی بندہ اپنے آپ کو حضرت یونس علیہ السلام سے افضل نہ سمجھے کیونکہ غیر نبی کسی نبی سے افضل نہیں ہو سکتا۔

باب قول اللہ عزوجل

وواعدنا موسیٰ ثلاثین لیلۃ

غرض اس آیت کی تفسیر ہے۔ پھر اس آیت مبارکہ میں جو وارد ہے کہ ترانی اور یہ وارد نہ ہوالی ارئی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جنت میں رویت ہو سکتی ہے۔ دنیا میں کوئی انسان نہیں دیکھ سکتا اور اخیر میں جو یہ وارد ہے وانا اول المومنین اس کے بھی یہی معنی ہیں کہ میں پہلا مومن ہوں اس عقیدہ کے لئے کہ دنیا میں زیارت نہیں ہو سکتی۔

باب طوفان من السیل

غرض یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں قرآن پاک میں جو وارد ہے فارسلنا علیہم الطوفان والجراد والقمل والضفادع والدم آیات مفصلات تو اس آیت مبارکہ میں طوفان وغیرہ کا مصداق کیا ہے۔ القمل الحممان يشبه صغار

یوں منقول ہے عمدۃ القاری میں کہ جب نماز پڑھتے تھے تو آس پاس کی جگہ سرسبز ہو جاتی تھی۔ حضرت خضر علیہ السلام کی وفات کے قائلین۔ ان کے اولہ مع الاجوبہ:- امام بخاری ابن الجوزی ابراہیم المحرّبی اور ابوالحسن السنادی یہ حضرات خضر علیہ السلام کی وفات کے قائل ہیں کہ وفات ہو چکی ہے۔ ۱۔ ان کی دلیل ایک تو حق تعالیٰ کا ارشاد ہے وما جعلنا لبشر من قبلك الخلد جواب یہ ہے کہ خلود کے ہم بھی قائل نہیں ہیں جب نفع صور ہوگا تو خضر علیہ السلام بھی وفات پائیں گے۔ ۲۔ فی مسند احمد عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل موته بقليل او بشهر مامن نفس منقوسته او مامنكم اليوم من نفس منقوسته ياتي عليها ماته سنة وهي يومئذ حية۔ جواب اول جو حضرات اس وقت مجلس میں حاضر تھے صرف ان کے بارے میں ہی یہ ارشاد ہے کیونکہ حضرت سلمان فارسی کی عمر تین سو سال ہوئی اور حضرت حکیم بن حزام کی عمر ایک سو بیس سال ہوئی احقر محمد سرور غنی عنہ کے استاد حضرت مولانا رسول خان صاحب کی وفات ایک سو تیس سال کی عمر میں ہوئی اور بہت سے لوگوں کی عمر سو سال سے زائد ہوئی۔ جواب ثانی یہ حدیث پاک صرف اس وقت زمین پر موجود لوگوں کے متعلق تھی کہ یہ آج کے بعد سو سال کے اندر فوت ہو جائیں گے اور حضرت خضر علیہ السلام اس وقت سمندر میں تھے۔ جواب ثالث یہ ہے کہ اہلسنت تو بالاجماع اس حدیث سے مستثنیٰ ہے ایسے ہی حضرت خضر علیہ السلام بھی اس حدیث سے مستثنیٰ ہیں۔

باب:- یہ باب بلا تردید ہے اور تہہ ہے گذشتہ ابواب کا جن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات ہیں۔ وان الحجر عذابوبہ:- اس حدیث پاک سے چند مسائل مستنبط کئے گئے۔ ۱۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں بغیر کپڑوں کے نہانا جائز تھا صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام خود شرم کی وجہ سے تنہائی میں نہاتے تھے۔ ہماری شریعت میں چونکہ صراحت ممانعت ہے اس لئے یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ ۲۔ ضرورت کے موقع میں

انہوں نے بلا واسطہ احقر کو بتلایا کہ میں نے حضرت خضر علیہ السلام کو فضاء میں معلق دیکھا انہوں نے فرمایا کہ میں خضر ہوں اور مجھے ایک تکوینی کام کا حکم دیا اور فرمایا کہ اگر تم نے یہ کام نہ کیا تو تمہیں سزائے موت دی جائے گی۔ چنانچہ میں نے وہ کام کر دیا احقر محمد سرور غنی عنہ نے پوچھا کہ وہ کام کیا تھا بھائی صاحب نے فرمایا کہ بتلانا مناسب نہیں ہے اور بھائی صاحب نے اپنا دوسرا واقعہ بھی احقر محمد سرور غنی عنہ کو سنایا کہ میں جب حج کرنے گیا تو مسجد حرام میں ہم اخیر شب پہنچے ہمارے معلم صاحب نے بہت بھگا بھگا کر ہمیں عمرہ کا طواف کرانا شروع کرایا میں نے کتاب کھول کر دیکھنا شروع کیا تو معلم صاحب ناراض ہو گئے کہ تم کتاب دیکھ کر رہو ہم طواف کر کے جاتے ہیں چنانچہ وہ سب ساتھیوں کو طواف اور صفامرہ کی سعی جلدی جلدی کرا کے ساتھ لے گئے ہیں اکیلا رہ گیا طواف سے فارغ ہو کر دو رکعت مقام ابراہیم کے پاس پڑھ کر میں نے عاجزی سے دعا کی کہ یا اللہ مجھے تو ملتزم کا پتہ نہیں ہے کہاں ہے۔ اتفاق سے اس وقت مجھے کوئی شخص وہاں نظر نہ آیا اور یہ بہت شاذ و نادر ہوتا ہے کہ کوئی بھی طواف نہ کر رہا۔ میری دعا پر آسمان سے ایک روشن لکیر نیچے آئی اور اس میں سے سرخ چہرہ والے لمبے قد والے خضر علیہ السلام نمودار ہوئے اور گرجدار آواز کے ساتھ ملتزم کی طرف اشارہ فرما کر فرمایا ہذا ملتزم میں خانہ کعبہ کے دروازہ کے پاس جا کھڑا ہوا تو میرا بازو پکڑ کر ملتزم کے سامنے کھڑا کر دیا اور غائب ہو گئے۔ انما سمي الخضر انه جلس على فروة بيضاء فاذا هي تهتز من خلفه خضراء:- لفظ فروہ کے دو معنی کئے گئے ہیں اس لئے وجہ تسمیہ میں بھی دو قول ہو گئے۔ خالی سخت زمین۔ اب وجہ تسمیہ یہ ہو گئی کہ جس خالی زمین پر بیٹھے تھے وہ سرسبز ہو جاتی تھی اس لئے ان کو خضر علیہ السلام کہا گیا۔ ۲۔ فروہ کے معنی خشک گھاس اب وجہ تسمیہ یہ ہو گئی کہ جس خشک گھاس پر تشریف فرما ہوتے تھے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے سرسبز ہو جاتی تھی۔ ۳۔ اس کے علاوہ اسی کے قریب قریب ایک تیسری وجہ تسمیہ حضرت مجاہد سے

استعمال ہوتا ہے جیسے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے جمالت صفر سیاہ اونٹ جو زردی مائل ہوں۔ بقرہ کے واقعہ میں لفظ صفراء کے دونوں معنی صحیح ہیں اسے مخاطب تو دونوں معنوں میں سے جو چاہے لے لے۔

باب وفاة موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

و ذکرہ بعد

غرض دو چیزوں کا بیان ہے۔ ۱۔ وفات کا واقعہ ۲۔ وفات کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہمیشہ احترام سے ہوتا ہے۔ فلما جاءه صكه: اس کی دو توجیہیں ہیں۔ ۱۔ فرشتہ ایک انسان کی شکل میں آیا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے گھر میں داخل ہونے لگا بلا اذن تو غصہ آ گیا اور منہ پر طمانچہ مارا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نہ پہچانا کہ فرشتہ ہے کیونکہ امتحان تھا اور نہ فرشتہ جب کسی نبی کے پاس آتا ہے تو نبی اس کو پہچان لیتا ہے۔ ۲۔ چونکہ انبیاء علیہم السلام سے جان قبض کرنے سے پہلے مشورہ لیا جاتا ہے اور اس موقع میں امتحان ایسا نہ ہوا اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نہ پہچان سکے اور ایسا واقعہ حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ بھی پیش آیا تھا کہ دو فرشتے انسانی شکل میں دیوار پھانڈ کر جب آئے تو حضرت داؤد علیہ السلام ان کو پہچان نہ سکے کہ یہ فرشتے ہیں۔

لا تخیر و فی علی موسیٰ: اس عبارت کی مختلف توجیہات ہیں مثلاً۔ ۱۔ ایسے طریقہ سے مجھے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو کہ ان کی توہین ہو۔ ۲۔ ایسے طریقے سے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو کہ ان کی کوئی فضیلت جزئی بھی باقی نہ رہے کیونکہ ہر نبی کی کوئی نہ کوئی فضیلت جزئی ہوتی ہے۔

احتج آدم و موسیٰ: یہ مناظرہ کب ہوا اس میں دو قول ہیں۔ ۱۔ دونوں کی وفات کے بعد عالم برزخ میں۔ ۲۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس لایا گیا۔ عرضت علی الامم: اس کی تین توجیہات ہیں۔ ۱۔ کشف میں صورتیں دکھائی گئیں۔ ۲۔ معراج میں دکھائی گئیں۔ ۳۔ خواب میں دکھائی گئیں۔

کپڑوں کے بغیر چلنا جائز ہے۔ ۳۔ علاج وغیرہ کی ضرورت کی وجہ سے نظر کرنا چھپانے کی جگہ کی طرف جائز ہے۔ ۴۔ حضرات انبیاء علیہم السلام ظاہری اور باطنی نقائص سے پاک ہوتے ہیں۔ ۵۔ کسی نبی کے بدن میں عیب نکالنا ایذا پہنچانا ہے جس میں کفر تک کا خطرہ ہے۔ ۶۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ظاہر ہوا کہ پتھر پر لاٹھی کے نشان پڑ گئے۔ ۷۔ کپڑوں کے بغیر گفتگو جائز ہے۔

باب قوله يعكفون على اصنام لهم

غرض اس آیت کی تفسیر ہے۔ بختنی الکباث: ہم پیلو چنتے تھے۔ وھل من نبی الاوقدر عاھا: یعنی نبوت تو اضع والوں کو دی جاتی تھی متکبرین آرام طلبوں کو نہ دی جاتی تھی پھر اس حدیث کی مناسبت باب سے کیسے ہے اس میں مختلف قول ہیں۔ ۱۔ عکوف علی الاصنام بھی ایک حال ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حالات میں سے اور بکریاں چرانا بھی ایک حال ہے جو حضرات انبیاء علیہم السلام کے ضمن میں مذکور ہے۔ ۲۔ عکوف علی الاصنام ایک گھٹیا حالت ہے اس کے بعد نبوت سے عزت ملی۔ ایسے ہی انبیاء علیہم السلام بکریا چرانے کے گھٹیا کام میں ہوتے ہیں پھر نبوت سے عزت ملتی ہے۔ ۳۔ یہ باب اور اس سے پہلے تین بابوں میں رائج صرف باب بلا ترجمہ ہے اس سے پہلے باب قوله تعالیٰ وو اعدنا موسیٰ ثلثین لیلۃ ہے اس سے اس حدیث کو مناسبت ہے کہ وہ بھی حال تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اور اس حدیث میں حال ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کہ باقی حضرات انبیاء علیہم السلام کی طرح وہ بھی بکریاں چراتے تھے۔

باب واذا قال موسیٰ لقومه ان الله

يامرکم ان تذبحوا بقرة الاية

اس باب کی غرض اس آیت کی تفسیر بیان فرمانا ہے صفراء ان شئت سوداء ويقال صفراء كقوله تعالى جمالت صفر: اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ لفظ صفراء اپنے مشہور معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے یعنی زرد رنگ اور سیاہ میں بھی

باب قول اللہ عزوجل و ضرب اللہ

مثلاً الی قوله و كانت من القانتین

غرض یہ ہے کہ شدید مجبوری میں کافروں کے ساتھ مل کر رہنے کی بھی گنجائش ہوتی ہے۔ اس باب کا ربط ان ابواب سے یہ ہے کہ حضرت آسیہ کا واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات کا تتمہ ہے۔ حضرت آسیہ کے والد کا نام مزاحم تھا اللہ تعالیٰ کے ہاں اونچے مرتبہ والی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں میں سے تقریباً سب سے بڑے دشمن کی بیوی تھیں یعنی فرعون کی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام جادوگروں پر غالب آ گئے تو حضرت آسیہ مسلمان ہو گئیں۔

باب قوله ان قارون كان من قوم موسى الاية

غرض قارون کا ذکر ہے۔ قارون کے بارے میں تین قول ہیں ۱۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ابن عم تھا۔ ۲۔ ابن خالہ تھا۔ ۳۔ عم تھا۔ قارون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر حسد کیا اس لئے ہلاک ہوا اس لئے اس کا ذکر الاشیاء تعریف باضدادھا کے قبیل سے ہے۔ قال المتنبی

ونذیمهم وبهم عرفنا فضله وبضدھا تبیین الاشیاء

باب قول اللہ عزوجل والی مدین

اخاهم شعيبا

غرض حضرت شعیب علیہ السلام کا ذکر ہے۔

باب قول اللہ عزوجل وان یونس لمن

المرسلین الی قوله و هو ملیم

غرض حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر ہے اور اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام مرسلین میں سے تھے اس کے باوجود جو ان کا یہ حال ہوا کہ قرعہ اندازی میں مغلوب ہوئے اور مچھلی کے پیٹ میں رہے تو اس کی وجہ یہ تھی۔ حسنات الابرار سیات المقربین کہ خلاف اولیٰ پر بھی پکڑ ہو جاتی ہے۔ قال مجاہد مذنب:۔ یعنی صورت کے لحاظ سے گنہگار کے مشابہ تھے۔ جیسے بھول کر روزہ میں کھانے والا قصد کھانے والے جیسا نظر آتا ہے۔

من غیر ذات اصل:۔ تنے کے بغیر جسے بیل کہتے ہیں۔

ولا تکن کصاحب الحوت:۔ یعنی آپ ان کی طرح نہ ہوں کہ انہوں نے کچھ تنگی محسوس فرمائی اور صبر کامل سے کام نہ لیا اور قوم کے پاس سے نکلنے میں کچھ جلدی کی۔ ابھی قوم سے نکلنے کا صریح حکم نازل نہ ہوا تھا۔ ان کا غالب گمان یہ ہو گیا تھا کہ اب مجھے قوم کے پاس سے جانے کی اجازت ہے اور اب اللہ تعالیٰ کا حکم یہی معلوم ہوتا ہے کہ میں قوم کے پاس سے چلا جاؤں یہ ان کی اجتہادی غلطی تھی۔ جان بوجھ کر گناہ نہ کیا تھا۔ لیکن ان کے اونچے مرتبہ کی وجہ سے اس اجتہادی غلطی پر پکڑ ہو گئی گناہ ہرگز نہ تھا حافظ ابن جریر فرماتے ہیں انما رجوع من رجوع من الطريق کہ جو ابھی راستہ میں ہوتا ہے وہ تو اس دین کے راستہ کو چھوڑ سکتا ہے اور جو وصول الی اللہ کی منزل مقصود تک پہنچ چکا ہو وہ واپس نہیں آیا کرتا۔ انبیاء علیہم السلام اس منزل تک پہنچ چکے ہوتے ہیں اس لئے وہ گناہ کی طرف نہیں لوٹا کرتے۔ لا یقولن احد کم انی خیر من یونس:۔ وجہ یہ ہے کہ یہ مچھلی کے پیٹ میں جانا حضرت یونس علیہ السلام کے لئے معراج نزول تھا مزید تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔

باب قوله و اسالهم عن القرية التي

كانت حاضرة البحر

غرض اس آیت کی تفسیر ہے۔ جمہور مفسرین کی رائے کے مطابق یہ ایلمہ بستی تھی بحیرہ طبریہ کے ساحل پر تھی مدین اور کوفہ طور کے درمیان واقع تھی اور یہ لوگ توریت کی شریعت پر تھے اور ان کو حکم تھا کہ ہفتہ کا دن عبادت کے لئے فارغ رکھیں جب اس کی مخالفت کی تو جوانوں کو بندر اور بوڑھوں کو خنزیر بنادیا گیا۔

باب قول اللہ عزوجل واتینا داؤد زبوراً

غرض ذکر کرنا ہے اس بات کا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے زبور عطا فرمائی۔ نبوة اور عجیب آواز اور تسخیر جبال اور تسخیر طیور عطا فرمائی۔ لا تدق المسمار فیتسلسل

کی طرف نکاح کا پیغام بھیجا ہوا تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو پتہ نہ تھا کہ انہوں نے پہلے سے پیغام بھیجا ہوا ہے لیکن اگر ذرا احتیاط فرماتے اور تحقیق فرماتے تو پتہ چل سکتا تھا۔ یہ تحقیق نہ فرمانا خلاف احتیاط تھا اونچے مرتبہ کی وجہ سے اس خلاف احتیاط کام پر فرشتوں کے ذریعہ سے تنبیہ کی گئی کہ وہ فرشتے آئے انہوں نے ایک جھگڑا بطور استعارہ تمثیلیہ فرض کر کے گفتگو فرمائی کہ ایک آدمی کے پاس ننانوے (۹۹) بکریاں ہوں اور دوسرے کے پاس ایک ہو پھر یہ ۹۹ والا دوسرے سے ایک بکری بھی چھیننا چاہے تو یہ کام کیسا ہے۔ فرمایا یہ تو ظلم ہے۔ یہ فرمانے کے بعد سمجھ گئے کہ یہ تو مجھے ہی تنبیہ فرمائی گئی ہے۔ ۲۔ ننانوے ازواج مطہرات سے نکاح فرمانے کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک اور نکاح فرمانے کا ارادہ فرمایا۔ اس نکاح سے پہلے زیادہ مناسب یہ تھا کہ وحی کا انتظار فرماتے اگر حکم ہوتا تو نکاح فرماتے ورنہ نہ فرماتے جیسا کہ حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید کے طلاق دینے کے باوجود اور عدت گزرنے کے باوجود خود نکاح فرمانے میں جلدی نہ فرمائی بلکہ وحی کا انتظار فرمایا۔ وحی نازل ہو گئی فلما قضی زید منها وطراً زوجہا نکھا۔ اس انتظار نہ فرمانے پر حضرت داؤد علیہ السلام کو دو فرشتوں کے ذریعہ سے تنبیہ حق تعالیٰ نے فرمائی۔ ۳۔ فی مستدرک الحاکم عن ابن عباس موقوفاً ماصاب داؤد ما اصابہ بعد القدر الامن عجب عجب بہ من نفسه وذلك انه قال يا رب ما من ساعة من ليل او نهار الا وعابد من ال داؤد يعبدك يصلي لك اويسح او يكبر وذكر اشياء فكره الله ذلك فقال يا داؤد لم يكن الابي فلولا عوني ما قوت عليه و جلالی لا كلنك الى نفسك يوما قال يا رب فانخيرني به فاصابته الفتنة ذلك اليوم انتهى وہ فتنہ یہ ہوا کہ حصمین کے ساتھ مشغول ہو گئے اور تسبیح و تہلیل سے غافل ہو گئے۔ ۴۔ امتحان یوں ہوا کہ ضروری فیصلہ تھا اس کی طرف پوری توجہ نہ فرمائی اور عبادت میں مشغول ہو گئے۔ ۵۔ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے یہ تقریر فرمائی ہے کہ یہاں خلاف اولیٰ پر عتاب ہوا تھا اس لئے کہ عبادت میں مشغول تھے

ولا تعظم فيقسم :- نہ کیل اتنے پتلے بنائیں کہ حلقے ڈھیلے رہیں نہ کیل اتنے موٹے بنائیں کہ حلقے ٹوٹ جائیں۔ خفف علی داؤد علیہ السلام القرآن :- یہاں قرآن سے مراد داؤد علیہ السلام کی کتاب ہے جو پڑھی جاتی تھی توریت یا زبور اس حدیث پاک میں ان کی کتاب کو قرآن اس لیے فرمایا کہ داؤد علیہ السلام کی قرآن میں معجزہ ظاہر ہوتا تھا کہ حکم فرماتے تھے کہ میری سواری پر زین سو خادم کئے میں مشغول ہو جاتے اور داؤد علیہ السلام پڑھنے میں مشغول ہو جاتے ان کا کام مکمل ہوتے ہوتے وہ اپنی کتاب پوری پڑھ لیتے تھے۔ جس طرح زمین لپٹی جاسکتی ہے اسی طرح زمانہ لپٹا جاسکتا ہے لیکن اس لپٹنے کی تفصیل فوق العقل ہے جو اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل سے شاید کسی کی سمجھ میں آجائے ورنہ عام عقل سے بالا ہے۔ سمجھنے کے لئے اس کی مثال سونے والے اور گانے والے کی ہو سکتی ہے کہ کبھی خواب میں چند گھنٹوں میں کئی سال کی باتیں دیکھتا ہے کبھی اس کے برعکس ہوتا ہے کئی سال کا زمانہ ذرا سا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ حضرت عزیر علیہ السلام کے واقعہ میں ہے لبت یوماً او بعض یوم حالانکہ ایک سو سال گزر گئے تھے ایسے ہی اصحاب کھف کے واقعہ میں۔

باب احب الصلوة الى الله

صلوة داؤد علیہ السلام

غرض حضرت داؤد علیہ السلام کی عبادت کا ذکر ہے۔

باب واذکر عبدنا داؤد ذا الایدانہ اواب

غرض حضرت داؤد علیہ السلام کے معجزات کا بیان ہے دنیا کے بھی بادشاہ تھے اور آخرت کے بھی بادشاہ تھے۔ سلطنت والے بھی تھے اور گدڑی والے بھی تھے کیونکہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے گزارا کرتے تھے۔ يقال للمراة نعمة :- اس عبارت سے اشارہ فرمادیا کہ آیت مبارکہ میں نجر سے مراد عورت ہے۔ پھر اس واقعہ کی تفصیل میں چند اہم اقوال یہ ہیں۔ ۱۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک عورت کی طرف نکاح کا پیغام بھیجا ان سے پہلے ایک شخص اور یا نے اسی عورت

دوزخ میں دفع کریں گے یعنی دھکے دینگے اس زبانیہ کا مفرد کیا ہے اس میں متعدد اقوال ہیں۔ ۱۔ زبانی۔ ۲۔ زبانی۔ ۳۔ زبانی۔ فقہی بہ الکبریٰ: حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے فیصلوں کے متعلق دو قول ہیں۔ ۱۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے قیاس سے فیصلہ فرمایا تھا کیونکہ کبریٰ صاحب ید تھی اور بینہ موجود نہ تھی۔ اس صورت میں قول صاحب ید کا معتبر ہوتا ہے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا فیصلہ استحسان کا تھا جو قیاس خفی تھا اور قوت علت کی وجہ سے اس کو ترجیح تھی۔ اگر پہلا فیصلہ وحی سے ہوتا تو حضرت سلیمان علیہ السلام اس میں کلام نہ فرماتے۔ ۲۔ دونوں فیصلے وحی سے تھے لیکن دوسری وحی نے پہلی وحی کو منسوخ کر دیا۔

باب قول اللہ عزوجل و لقد اثینا لقمان الحكمة
غرض حضرت لقمان علیہ السلام کا ذکر ہے پھر تفسیر قرطبی میں روایت ہے عن ابن عمر مرفوعاً لم یکن لقمان نبیا ولكن کان عبداً کثیراً تفکر حسن البقین احب اللہ تعالیٰ فاحبه فمن علیہ بالحکمة اس لئے علماء کا اتفاق ہے کہ نبی نہ تھے سوائے حضرت عکرمہ اور حضرت شعبی کے قول کے کہ وہ دونوں حضرات ان کو نبی مانتے ہیں۔ ہماری جمہور کی دلیل تو مذکورہ حدیث ہے ان دونوں حضرات کی دلیل یہ ہے کہ حکمت نبوت ہی تو ہے خصوصاً جبکہ اللہ تعالیٰ کا ان سے کلام فرمانا بھی ثابت ہے۔ جواب یہ ہے کہ یہ ساری تقریر صرف قیاس کے درجہ میں ہے اور مرفوع روایت میں نبوت کی نفی صراحت آگئی تو حدیث کو ہی قیاس پر ترجیح دی جائے گی۔ پھر حکمت کے معنی میں مختلف قول ہیں مثلاً ۱۔ العقل الكامل مع العلم الكامل والعمل الكامل۔ ۲۔ اصابة الرامی فی الامور۔ ۳۔ کمال النفس فی القوة العلمية والعملية بقدر الطاقة البشرية۔

باب قول اللہ تعالیٰ واضرب لهم مثلاً
اصحاب القرية اذ جاءها المرسلون
غرض اس بستی والوں کا ذکر ہے اور اس بستی کا نام انطاکیہ تھا۔

ایک کی بات سن کر دوسرے کی بات سننے سے پہلے اس کی تائید فرما دی۔ اگر ایسا عدالت کی مجلس میں کرتے تو گناہ تھا لیکن عبادت کی مجلس میں تھے اور اچانک آنے سے وہ بھی دیوار پھانڈ کر آئے تو گھبرا گئے اس لئے یہ کام خلاف اولیٰ ہو گیا۔

باب قول اللہ عزوجل ووهبنا لداود سليمان

غرض ذکر فرمانا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا جن کی سلطنت بطور معجزہ کے ہوا اور پرندوں اور جنات پر بھی تھی اور یہ بہت بڑا معجزہ تھا۔ و تمائیل: تصویریں اور یہ ان کی شریعت میں جائز تھیں ہماری شریعت میں جائز نہیں ہیں۔ شاید وجہ فرق کی یہ بھی ہو کہ اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں تھا کہ اس شریعت کے زمانہ میں ٹی وی جیسی لعنت جاری ہونے والی تھی جس کی وجہ سے گھر گھر ناچ گھر بن چکا ہے پہلے زمانوں میں یہ لعنت نہ تھی۔ فیصل آباد کا ایک آدمی مرنے کے بعد اپنے پڑوسی کو خواب میں ملا کہ خدا کے لئے میرے گھر سے ٹی وی نکلوادو۔ لایا تو میں ہی تھا۔ اب میرے بچے دیکھتے ہیں اور میرے بدن پر ہر روز اس کے پزے گرم کر کے لگائے جاتے ہیں۔ یمسح اعراف الخیل وعراقیہا:

کاٹ رہے تھے گردنیں اور ایدھیاں۔ عفریت متمر و من انس او جان: عفریت کا اطلاق انسان پر مجازاً ہوتا ہے بطور استعارہ تصریح کے کہ مشبہ بہ بول کر مشبہ مراد ہوتا ہے انتہائی شریہ انسان کو عفریت کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ شریہ جن جیسا ہے پھر جنات میں مراتب ہیں ۱۔ ہرجن کو جنی کہتے ہیں ۲۔ پھر جنات میں سے جو انسانوں سے ملتا ہے اس کو عامر کہتے ہیں ۳۔ جو جن انسانی بچوں کو چھیڑتا ہے اس کو روح کہتے ہیں ۴۔ جو جن خباثت میں بڑھ جاتا ہے اس کو شیطان کہتے ہیں ۵۔ جو اور زیادہ خباثت میں بڑھ جاتا ہے اس کو مار د کہتے ہیں ۶۔ جو جن مار د سے بھی خباثت میں بڑھ جاتا ہے اس کو عفریت کہتے ہیں۔ الزبانیہ: دوزخ کے فرشتوں کو کہتے ہیں اور یہ لفظ زبن بمعنی الدفع سے لیا گیا ہے سپاہیوں کو کہتے ہیں جو مدافعت اور حفاظت کرتے ہیں دوزخ کے فرشتے کافروں کو

ہے اس لئے یہ باب تتمہ ہے گذشتہ باب کا اور اس میں بھی حضرت مریم علیہا السلام کے حالات ہیں اور ان کی طہارت اور نساء عالین سے افضل ہونا بیان کیا گیا ہے۔

باب قوله جل جلاله واذا قالت الملكته يا مريم ان الله يشبرك بكلمته منه

اسمه المسيح عيسى بن مريم

غرض یہ بیان کرنا ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کو بشارت بیٹے کی دی گئی تھی۔

باب قوله تعالى يا اهل الكتاب

لاتغلو في دينكم

غرض اہل کتاب کی گمراہی کا نشانہ بیان فرمانا ہے کہ غلو تھا یعنی افراط و تفریط تھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کہ یہود نے تفریط کی کہ ان کے نسب پر اعتراض کر دیا اور نصری نے افراط کہ ان کو خدا کہہ دیا۔

باب قول الله عز وجل واذا كر في

الكتاب مريم اذ انتبذت من اهلها

غرض اور ربط یہ ہے کہ یہ باب عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر کے لئے ہے اور تین باب پہلے اسی قسم کا باب تھا اس میں مقصود حضرت مریم علیہا السلام کا ذکر تھا۔ قرآن پاک میں ہے وجعلناها وابنها آية اس میں اشارہ ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کا ذکر قرآن پاک میں تبعاً ہے ورنہ ارشاد ہوتا آیتین۔ لم يتكلم في المهد الاثلاثة۔ یہ حصر صرف بنی اسرائیل کے لحاظ سے ہے۔ ذو شارة۔ حسن و جمال والا۔ مضطرب۔ اس کے معنی میں یہاں دو قول ہیں کہ معنی مرادی یہاں کون سے ہیں۔ ۱۔ لم يتكلم في المهد الاثلاثة۔ یہ حصر صرف بنی اسرائیل کے لحاظ سے ہے۔ ۲۔ پتلہ بدن والے۔ رجل۔ سیدھے بالوں والے۔ رایت عیسیٰ و موسیٰ و ابراہیم۔ یہاں دو قول ہیں۔ ۱۔ ظاہر محققین کے نزدیک یہاں ملاقات روح مع الجسد سے ہے۔

باب قول الله تعالى ذكر رحمة

ربك عبده زكريا

حضرت زکریا علیہ السلام کا ذکر اور آیات کی تفسیر مقصود ہے۔

قال ابن عباس مثلاً: یہ لفظ سمیا کی تفسیر ہے۔

باب قوله تعالى واذا كر في الكتاب

مريم اذ انتبذت من اهلها

غرض حضرت مریم علیہا السلام کا ذکر ہے اور یہ تمہید ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر کی۔ یہ مقصد نہیں ہے کہ وہ نبی نہیں تھیں کیونکہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے وما ارسلنا من قبلك الا رجالا نوحی الیہم اس لئے یہ اتفاقی مسئلہ ہے کہ کوئی عورت نبی نہیں ہوئی صرف بعض کا شاذ قول ہے حضرت مریم علیہا السلام کے متعلق کہ وہ نبی تھیں کیونکہ ان کی طرف وحی ہوئی جواب اس کا یہ ہے کہ یہ وحی ایسی ہی ہے جیسے اوحی ربک الی النحل قرآن پاک میں وارد ہوا ہے یہ وحی احکام نہ تھی جو نبوت کے لوازم سے ہے۔ قال ابن عباس وال عمران المؤمنون۔ غرض یہ ہے کہ ان آیتوں میں ال ابراہیم اور ال عمران میں عام بول کر خاص مراد ہے پھر آیت کے ال عمران میں عمران کے مصداق دو ہیں اور یہاں دونوں ہی مراد ہیں اور دونوں کے درمیان ایک ہزار آٹھ سو سال کا فاصلہ ہے۔ ۱۔ عمران بن یصھر جو والد ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے۔ ۲۔ عمران بن ماثان یہ والد ماجد ہیں حضرت مریم علیہا السلام کے۔ ال یسین۔ یعنی ایک آیت مبارکہ میں الیا سین ہے اس کی دوسری قرأت ال یسین ہے یہاں بھی ال سے مراد مؤمنین ہیں۔

يقول ان اولی الناس بابراہیم للذین اتبعوه

وهم المؤمنون۔ اس میں قائل حضرت ابن عباس ہی ہیں اور انہوں نے یہ آیت تلاوت فرمائی گذشتہ قول کی تائید میں کہ اس آیت سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے کہ ال ابراہیم سے مراد مؤمنین ہیں۔

باب واذا قالت الملكته يا مريم

ان الله اصطفاك

اس باب میں آیت ترجمہ الباب نہیں ہے اور باب بلا ترجمہ

لا تشعرون اور انبیاء علیہم السلام شہداء سے افضل ہیں اس لئے انبیاء علیہم السلام کی حیۃ بطریق اولیٰ اور بطور دلالت النص ثابت ہوئی۔ ۵۔ ابوداؤد اور نسائی میں روایت ہے اور ابن خزمیہ اور بعض دوسرے ائمہ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے عن اوس بن اوس الثقفی مرفوعاً ان من الفضل ایامکم یوم الجمعة فاکشروا علی من الصلوة فیہ فان صلوتکم معروضتہ علی قالو یا رسول اللہ وکیف تعرض علیک صلوتنا و قد امنت یعنی بلیت فقال ان اللہ حرم علی الارض ان تاكل اجساد الانبیاء۔ ۶۔ فی ابن ماجہ برجال ثقات عن ابی الدرداء مرفوعاً اکثر وامن الصلوة علی یوم الجمعة فانه یوم مشہود تشهدہ الملئکتہ وان احداً لن یصلی علی الاعرضت علی صلوتہ حتی یفرغ منها قلت وبعد الموت قال و بعد الموت ان اللہ حرم علی الارض ان تاكل اجساد الانبیاء۔ ۷۔ نقل السبکی فی کتبہ شفاء السقام عن ابی بکر مرفوعاً لا ینفی رفع الصوت علی نبی حیا ومیتاً۔ ۸۔ فی شفاء السقام عن عائشہ انها کانت تسمع صوت الوتدیوتد والمسمار یضرب فی بعض الدور المطینتہ بمسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فترسل الیہم لاتوء ذوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ۹۔ فی شفاء السقام قالوا وما عمل علی بن ابی طالب مصراعی دارہ الا بالمناصع توقیا لذلک۔ ۱۰۔ فی شفاء السقام عن عروۃ قال وقع رجل فی علی عند عمر بن الخطاب فقال له عمر بن الخطاب قبحک اللہ لقد اذیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی قبرہ۔ دلیل سابع سے لیکر عاشریک احقر نے تحفۃ القاری سے لی ہیں ان کے طرز سے ظاہر یہی ہے کہ انہوں نے شفاء السقام سے نقل فرمائی ہیں۔ احقر محمد سرور غنی عنہ نے بلا واسطہ شفاء السقام سے نقل نہیں کیا۔ ۱۱۔ فی البخاری عن عمر بن الخطاب انه قال لرجلین من

۲۔ بعض قائل ہوئے کہ یہاں ملاقات فقط روح سے بیان فرمائی مقصود ہے۔ سبب: اس کے وہی معنی ہیں جو پیچھے رجل کے گزرے ہیں سیدھے بالوں والے۔ کانہ من رجال الزط:۔ یہ معرب ہے جٹ کا جو کہ ہند میں ایک قبیلہ ہے اور اس لفظ کو زاء کے فتح اور ضمہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ فتح کے ساتھ پڑھا جائے کیونکہ اس کی اصل جٹ ہے اور وہ فتح کے ساتھ ہے۔ ارانی اللیلۃ عند الکعبتہ فی المنام:۔ اس حدیث پاک میں اور اس کے بعد والی حدیث پاک میں تو خواب میں دیکھنے کی تصریح ہے اور گذشتہ دو حدیثوں میں معراج میں بیداری میں دیکھنا مراد ہے گذشتہ دو حدیثوں میں سے پہلی میں لیلۃ اسری بہ کی تصریح ہے جس سے بیداری میں انبیاء علیہم السلام کو دیکھنا صراحتہً ثابت ہوا یہ اشخاص اور اجسام ہی کا دیکھنا ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی حیۃ فی القبر المبارکہ ثابت ہے اور نماز پڑھنا اور حج کرنا اور طواف کرنا ثابت ہے۔ اس حیۃ کے چند دلائل یہ ہیں۔ ۱۔ قال الحافظ السیوطی حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قبرہ هو وسائر الانبیاء معلومتہ عندنا علماً قطعاً لما قام عندنا من الادلۃ فی ذلک وتواترت بہ الاخبار۔ ۲۔ فی مسند ابی یعلی عن انس مرفوعاً الانبیاء احياء فی قبور ہم یصلون قال المنادی هو حدیث صحیح۔ ۳۔ فی صحیح مسلم عن انس مرفوعاً مرت بموسیٰ لیلۃ اسری بی عند الکئیب الاحمر و هو قائم یصلی فی قبرہ پھر اس عبادت نماز اور حج اور طواف کی ایک توجیہ یہ ہے کہ یہ لذت لینے کے لیے ہے مکلف ہونے کی حیثیت سے نہیں ہے اسی لیے ہم ان کو طواف فرماتے ہوئے دیکھتے نہیں جیسے ہم فرشتوں کو نہیں دیکھتے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی خصوصیت ہے کہ ان کو عالم برزخ کے اعمال کا بھی ثواب ملتا ہے۔ ۴۔ قرآن پاک سے صراحتہً شہداء کی حیوۃ ثابت ہے ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات هل احياء ولكن

حیۃ قرآن پاک سے ثابت ہے تو انبیاء علیہم السلام کی حیۃ کے بطور دلالت لخص ثابت ہو گئی اس کی ایک وجہ تو پیچھے بیان کر دی گئی کہ انبیاء علیہم السلام شہداء سے افضل ہیں۔ ۲۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ حدیث پاک میں ہے من سن سنتہ فله اجرہا واجر من عمل علیہا الی یوم القیامتہ۔ اس لئے قیامت تک جتنے مسلمان شہید ہوں گے سب کا ثواب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ملے گا اس لحاظ سے لاکھوں کروڑوں شہیدوں کا ثواب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ملے گا۔ تو کروڑوں شہیدوں کی حیۃ کے برابر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حیۃ ماننی پڑے گی۔ ۳۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو زہری گئی اور اس کا اثر وفات تک رہا اس لحاظ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی شہید ہیں اور شہید والی حیۃ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کی تحقیق حضرت موصوف کی تحقیق یہ ہے کہ نبی کی موت سائر ہوتی ہے اور شہید کی موت قاطع ہوتی ہے یعنی شہید کی روح تو بدن سے الگ کر دی جاتی ہے اور نبی کی موت کی صورت یہ ہوتی ہے کہ روح کا پھیلاؤ پورے بدن سے ختم کر کے صرف دل میں روح کو چھپا دیا جاتا ہے۔ یہ موت کا انکار نہیں بلکہ موت کی کیفیت میں ان کی یہ رائے ہے۔ چونکہ موت خاص قسم کی ہے اسی لئے ازواج مطہرات کسی اور جگہ نکاح نہیں کر سکتیں اور اسی لئے نبی کی وراثت تقسیم نہیں ہوتی حضرت موصوف کی اس تحقیق کی تائید دیگر خصوصیات سے ہوتی ہے مثلاً۔ ۱۔ بیہوشی میں ہے حضرت عائشہ سے قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل الغائط دخلت علی اثرہ فلا اری شیئاً الا کنت اشم رائحته الطیب فذکر ذلک له فقال اما علمت ان اجسادنا تنبت علی ارواح اهل الجنة۔ ۲۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ مشک سے زیادہ خوشبو دار تھا۔ ۳۔ چالیس اہل جنت کے برابر مردانہ قوت تھی۔ ۴۔ احلام سے محفوظ تھے۔ ۵۔ بجائی کبھی نہ آتی تھی۔ جیسے عام آدمی کا منہ نیند کے غلبہ سے کھل جاتا ہے ایسا نہ ہوتا

اہل الطائف لو کنتما من اهل البلد لا وجعتكما ترعان اصواتكما فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان اخیر کی متعدد روایات سے حضرات صحابہ کرام کا عقیدہ بھی بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ سوال۔ بہت سی آیات و روایت انبیاء علیہم السلام کی موت پر دلالت کرتی ہیں۔ مثلاً۔ ۱۔ کل نفس ذائقته الموت۔ ۲۔ انک میت وانہم میتون۔ ۳۔ حدیث شریف میں ہے انی امرہ مقبوض۔ ۴۔ حضرت صدیق اکبر کا ارشاد من کان یعبداً محمداً فان محمداً قد سات جواب امام بیہقی نے دیا کہ شہداء کی طرح انبیاء علیہم السلام پر بھی موت کے بعد دوبارہ حیات دی جاتی ہے۔ سوال۔ حدیث شریف میں ہے ما من مسلم یسلم علی الاراد اللہ علی روحی اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی حیۃ باقی نہیں رہتی بلکہ صرف جواب دینے کے لئے تھوڑی سی دیر کے لئے ہوتی ہے پھر ختم ہو جاتی ہے جواب۔ ۱۔ اس رد کے معنی ہیں اس سلام کرنے والے کی طرف توجہ کرنا۔ نفس حیۃ تو قبر مبارک میں شروع ہونے کے بعد باقی رہتی ہے۔ ۲۔ رد کے معنی ہیں رومن رجل الی رجل آخر۔ ومن انسان الی انسان آخر۔ ۳۔ رومی النطق ہے کہ بولنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ نفس حیۃ تو شروع ہونے کے بعد باقی رہتی ہے سوال۔ سلام تو روضہ اقدس پر تقریباً ہر وقت پڑھا جاتا ہے اور حدیث پاک کے مطابق جو دور سے پڑھا جاتا ہے وہ بھی فرشتوں کے ذریعہ سے پہنچایا جاتا ہے تو پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو توجہ الی اللہ کا تو وقت ہی نہ ملتا ہوگا جو حیۃ سے اصل مقصود ہے جواب۔ اس اشکال کا مدار فلاسفہ کے اس قول پر ہے النفس لا متوجہ فی وقت الی جہتین یہ اصول دنیا میں تو انسانوں کے حق میں مسلم ہے لیکن آخرت میں روح قوی ہو جاتی ہے وہ دوطرف توجہ کر سکتی ہے۔ توجہ الی اللہ بھی ہو جو اصل مقصود ہے اور سلام کا جواب دیتے ہوں جو حدیث پاک سے ثابت ہے اس لئے اشکال نہ رہا۔ چوتھی دلیل کا متمم۔ انبیاء علیہم السلام کی حیۃ کے ادلہ میں سے چوتھی دلیل یہ ذکر کی گئی ہے کہ جب شہداء کی

روایت صحیح ہے اس صحیح روایت کے مقابلہ میں مستدرک حاکم کی اس کزور روایت کا اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ ان رجلا من اهل خراسان قال للشبعی فقال الشعبي: اُس خراسانی نے کیا کہا تھا یہاں مذکور نہیں ہے۔ صحیح ابن حبان میں مذکور ہے اور اس کا حاصل یہ ہے کہ ہم یہ کہتے رہتے ہیں کہ اپنی ام ولد کو آزاد کر کے اُس سے نکاح کرنے والا اپنی ہی اوٹنی پر سوار ہونے والے کی طرح ہے۔ اس کے جواب میں حضرت قسطنطینی نے یہ حدیث سنائی کہ نہیں اس کا تو دو گنا ثواب ہے۔

باب نزول عیسیٰ بن مریم علیہما السلام
غرض حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا بیان ہے۔ اور اس نزول میں بہت سی حکمتیں ہیں مثلاً ۱۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سب انبیاء علیہم السلام میں سے قریب ترین ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس لئے مناسب ہوا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید فرما دیں۔ ۲۔ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مبشر ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے و مبشرا بر رسول یاتی من بعدی اسمہ احمد اس لحاظ سے بھی مناسب ہوا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید فرما دیں۔ ۳۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہود نے بہت تفریط کی اور ان کو گریا حتیٰ کہ ان کے نسب پر اعتراض کیا اور فطری نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق افراط کی اُن کو حد سے زائد اونچا قرار دیا اور خدا قرار دیا دونوں کی تردید خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کریں گے۔ ۴۔ دجال مسیح الضالانہ ہے حق تعالیٰ کو منظور ہوا کہ اس کو مسیح المہدیٰ ہی قتل کرے۔ ۵۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر ختم ہونے لگے گی تو ان کو زمین پر اتار دیا جائے گا کیونکہ وہ زمین سے پیدا ہوئے ہیں اور جو زمین سے پیدا ہوا ہے اس کے لئے مناسب یہی ہے کہ وہ زمین ہی میں دفن ہو حق تعالیٰ کا ارشاد ہے منھا خلقنا کم وفيھا نعید کم ومنھا نخو جکم تارة اخرى۔ ۶۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ہونے کی دعاء کی تھی اس لئے دیگر مجددین حضرات کی طرح ان کو اسلام کا ایک

تھا۔ ۶۔ کبھی قہقہہ نہ فرمایا۔ ۷۔ خواب وحی تھی۔ ۸۔ موت سے پہلے پوچھا گیا کہ دنیا میں اور رہنا چاہتے ہیں۔ ۹۔ پیچھے بھی دیکھتے تھے جیسے آگے دیکھتے تھے۔ ۱۰۔ ارشاد فرمایا تمام عینای ولا ینام قلبی۔ صلی اللہ علیہ وسلم جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی خصوصیات ثابت ہیں جن کا تعلق بدن مبارک اور روح مبارک سے ہے تو کسی نقلی قرینہ سے یا طبعی ذوق سے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی نے موت کے بارے میں بھی خصوصیات کا قول اختیار فرمایا تو یہ کچھ بعید نہیں اور نہ ہی موت کے انکار کو مستزم ہے۔

قالوا المسيح الدجال: خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دجال کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیچھے پیچھے طواف کرتے دیکھا تو اس کا مطلب یہ تھا کہ دجال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بنائے ہوئے دینی کاموں کو توڑنے کی کوشش کرے گا تو دجال کا پیچھے لگنے سے مقصد عبادت نہ ہوگا بلکہ دینی کاموں کا توڑنا ہوگا پس اس خواب سے یہ لازم نہ آیا کہ دجال مکہ مکرمہ میں داخل ہوگا۔ صرف تعاقب کا ایک نقشہ خواب میں دکھایا گیا ہے۔ انا اولیٰ باہن مریم: یہ فرمانا کئی وجوہ کی بناء پر ہے۔ ۱۔ و مبشرا بر رسول یاتی من بعدی اسمہ احمد ۲۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس دین کی تائید کے لئے آسمان سے قرب قیامت میں اتریں گے۔ ۳۔ ان کا زمانہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے بالکل قریب گزرا ہے۔ والا نبیاء اولاد علالت: اس کی وجہ یہ ہے کہ سب انبیاء علیہم السلام میں اصول توحید رسالت قیامت کے عقیدے ایک ہیں یہ اتحاد اب کی طرح ہے اور فرعی احکام الگ الگ ہیں یہ اختلاف ام کی طرح ہے اس لئے انبیاء علیہم السلام علاقائی یعنی باب شریک بھائیوں کی طرح ہیں۔ لیس بینی و بینہ نبی: یہی رائج ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان اور کوئی نبی نہیں ہے اس لئے مستدرک حاکم میں جو درمیان میں خالد بن سنان کا نبی ہونا مذکور ہے اس کا اعتبار نہیں ہے کیونکہ اس کی سند ضعیف ہے اور زیر بحث بخاری شریف کی

یوں ہیں واذہم بعیسیٰ فیقال تقدم یاروح اللہ فیقول
لیتقدم اما مکم فلیصل بکم پھر بخاری شریف کی اس
حدیث سے ابن ماجہ کی ایک روایت کا ضعف ظاہر ہو گیا جس میں
سے عن انس لا مہدی الا عیسیٰ یعنی اس ابن ماجہ والی
روایت میں کسی راوی سے وہم ہوا ہے۔

باب ما یذکر عن بنی اسرائیل

غرض بنی اسرائیل کی عجیب و غریب حکایات کا ذکر ہے۔ یوما
راحا آدمی کا دن۔ بلغوا عنی ولوائتہ: اس شریعت
کے احکام آگے پہنچاؤ معلوم ہوا کہ اس شریعت کے احکام کو آگے
پہنچانا فرض ہے پھر ولوائتہ کے تین معنی کئے گئے ہیں۔ ۱۔ علامتہ
ظاہرہ یعنی صرف فعل ہو یا اشارہ ہو تو وہ بھی آگے پہنچاؤ معلوم ہوا
کہ اصل مسئلہ کا آگے پہنچانا تو بطریق اولیٰ ضروری ہے۔ ۲۔ آیت
قرآنیہ مراد ہے کہ آیت کی حفاظت کا تو اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا
ہوا ہے جب اس کو آگے پہنچانا ضروری ہے تو حدیث پاک کا
آگے پہنچانا بطریق اولیٰ ضروری ہے۔ ۳۔ ایک آیت مراد ہے
یعنی یہ نہ سوچے کہ جب تک پورا قرآن پاک نہ پڑھ لوں یا حفظ نہ
کر لوں آگے نہیں پہنچا سکتا۔ نہیں اگرچہ پورا حافظ نہیں ہوا اگر
آگے پڑھ سکتا ہے تو پڑھا دے تاکہ ایک ایک آیت کر کے اور
ایک ایک حدیث کر کے سارا دین آگے پہنچ جائے یہ تینوں معنی یعنی
میں نقل کئے گئے ہیں اور کوئی چوتھے معنی اس حدیث کے ماتحت
نہیں نقل فرمائے۔ اس لئے اس حدیث سے یہ نکالنا کہ جاہل کے
لئے بھی خطاب عام جائز ہے صحیح نہیں کیونکہ جاہل اگر خطاب عام
کرے گا اور کوئی غلطی کرے گا تو اس کا تذکرہ نہ ہو سکے گا کہ
سب کو تلاش کر کے تذکرہ مشکل ہو جائے گا۔ وحدثوا عن
بنی اسرائیل ولا حرج مقصد یہ ہے کہ بنی اسرائیل
کے واقعات کا نقل کرنا عبرت کے لئے مباح ہے البتہ ان
واقعات سے مسائل کا استنباط صحیح نہیں ہے اور لا حرج کے دو معنی
کئے گئے۔ ۱۔ ان کے نقل کرنے میں حرج نہیں۔ ۲۔ ان کے

مجدد بنایا گیا۔ ۷۔ چونکہ عیسائیوں نے ان کو خدا کہہ دیا اس لئے وہ
اپنی الوہیت کے ابطال کے لئے خود اتریں گے۔ ۸۔ حضرت مریم
علیہا السلام کے گریبان میں حضرت جبریل علیہ السلام نے دم کر دیا
تھا تو وہ حاملہ ہو گئی تھیں اس کا حق تعالیٰ نے یہ اثر ظاہر فرمایا کہ طویل
عرصہ فرشتوں کی طرح آسمانوں پر رہے اب اپنی والدہ حضرت مریم
علیہا السلام کا اثر ظاہر ہوگا اور اتریں گے۔

واقراوان شتم وان من اهل الكتاب الا
لیؤمنن به قبل موته: حضرت ابو ہریرہ قتل موتہ کی ضمیر
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹا رہے ہیں اور آیت کی
مناسبت سجدہ کی قدر و قیمت والی بات کے ساتھ یہ ہے کہ جب
سب اہل کتاب ایمان لے آئیں گے تو سب کے دل میں دین کی
قدر بڑھ جائے گی اس لئے سجدہ کی قدر بھی بڑھ جائے گی اور ایک
سجدہ دنیا و مافیہا سے زیادہ قیمتی محسوس ہوگا۔ کیف انتم اذا
نزل ابن مریم فیکم واما مکم منکم: اس
عبارت کے تین معنی کئے گئے ہیں۔ ۱۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام
حضرت مہدی کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور اس سے دو باتیں
ظاہر ہوں گی ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اس امت کے تابع
ہونا اور دوسرے اسلام کا قیامت تک باقی رہنا اور آخری امت
ہونا ان ہی دونوں باتوں سے صحابہ کو خوش کرنے کے لئے نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور استفہام کے ارشاد فرمایا کیف
انتم۔ ۲۔ دوسرے معنی یہ کئے گئے کہ مبتداء محذوف ہے وھو اما
مکم منکم کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمہارے امام ہوں گے
حال کو نہ منکم ای من اهل دینکم کیونکہ وہ حضرت مہدی
سے افضل ہوں گے۔ ۳۔ تیسرے معنی بھی خذف مبتداء کے
ساتھ ہی ہیں اور امامت سے مراد فیصلے کرنا ہے کہ وہ چونکہ تمہارے
دین پر ہوں گے اس لئے وہ فیصلے قرآن پاک کے مطابق کریں
گے انجیل کے مطابق نہ کریں گے ان تین معنوں میں سے رائج
پہلے معنی ہیں کیونکہ مسند احمد میں حضرت جابر کی حدیث میں الفاظ

وسیلہ سے دعاء کی تو پھر ہٹ گیا۔ گویا امام بخاری کے نزدیک رقم بمعنی غار ہے اور مراد ان تین حضرات والی غار ہے۔ ۲۔ امام بخاری کی غرض اس باب سے کیا ہے اس کی دوسری توجیہ یہ ہے کہ ان تین حضرات کا واقعہ یہاں بیان فرمایا اس بناء پر کہ یہ تین حضرات بھی بنی اسرائیل میں سے ہی تھے جیسا کہ بعض روایات میں صراحتہ بیان فرما دیا گیا ہے۔

الرقیم میں اقوال :- ۱۔ اصحاب کہف کی غار۔ ۲۔ ان تین حضرات کی غار جن کا ذکر زیر بحث روایت میں ہے۔ ۳۔ رصاص یعنی سکہ کی تختی جس پر اصحاب کہف کے نام لکھے ہوئے تھے۔ ان کے بادشاہ نے لکھوا کر رکھے تھے تا کہ ان کو پکڑا جاسکے۔ ۴۔ الرقیم ایک شہر کا نام ہے وہاں ایک غار ہے۔ یہ شہر روم کے علاقہ میں ہے۔ اس غار میں اکیس آدمی سوئے ہوئے ہیں۔ وہ بھی اصحاب کہف کی طرح زندہ ہیں۔ فانساخت:۔ اس کے معنی ہیں پتھر پھٹ گیا۔ فیتکنا:۔ اپنے گن یعنی مکان میں انتظار کریں اور ایک نسخہ میں یہاں ہے فیتکنا یہ لفظ استکانہ سے ہے جس کے معنی ہیں کمزور ہونا کہ والدین دودھ نہ پینے کی وجہ سے کمزور نہ ہو جائیں۔ باب:۔ بلا ترجمہ ہے تہ ہے مائل کا۔ محدثون:۔ محدث کے معنی میں دو قول ہیں۔ ۱۔ من یلهم من الصواب۔ ۲۔ من یتکلم معہ ولا یكون نبیاً۔ فناء بصلوہ:۔ اس کے معنی ہیں کہ سینے سے ریگ مال بصد رہی حکمی نبیاً من الانیاء:۔ اس عبارت کی مختلف توجیہات ہیں۔ ۱۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا ہی واقعہ ارشاد فرما رہے ہیں اور عجیب ہونے کی وجہ سے امام بخاری نے بنی اسرائیل کے عجیب واقعات میں جمعا ذکر فرمایا ہے۔ ۲۔ بنی اسرائیل کے کسی نبی کا واقعہ ہے۔ ۳۔ حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ ہے اور عجیب ہونے کی وجہ سے جمعا بنی اسرائیل کے عجیب واقعات میں امام بخاری نے ذکر فرمایا ہے۔ رخصہ اللہ ہالا:۔ سوال۔ اس قول سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص بعثت کا منکر تھا پھر تو وہ کافر ہوا اور کافر کی بخشش نہیں ہوتی حالانکہ اس شخص کی بخشش اسی

چھوڑنے میں حرج نہیں حضرت انور شاہ صاحب نے ان واقعات کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ ۱۔ وہ واقعات جو ہماری شریعت کے مطابق ہیں۔ ان پر ہم عمل کر لیں گے۔ ۲۔ وہ واقعات جو ہماری شریعت کے موافق نہیں ہیں لیکن صحیح سند سے ثابت ہیں۔ ایسے واقعات کی دو توجیہیں ہم کریں گے ایک یہ کہ پہلے ایسا کرنا جائز تھا اب منسوخ ہے دوسری توجیہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل نے اپنی شریعت میں تحریف کر کے ایسا کیا ہے۔ ۳۔ تیسری قسم ان واقعات کی ہے جو ہماری شریعت کے خلاف ہیں اور ان واقعات کا ثبوت کمزور سند سے ہے یا ہمیں سند کی تفصیل معلوم نہیں تو ایسے واقعات کی نہ ہم تصدیق کریں گے نہ تکذیب کریں گے لیکن اجمالی طور پر ایمان لے آئیں گے۔ سوال زیر بحث روایت میں تو بنی اسرائیل کے واقعات نقل کرنے کی اجازت ہے اور بعض احادیث میں بیان کرنے اور ان میں نظر کرنے سے ممانعت ہے جواب۔ ۱۔ اجازت قصص میں ہے اور ممانعت مسائل کے استنباط سے ہے۔ ۲۔ پہلے ممانعت تھی کہ احادیث سے غلط نہ ہو جائے۔ جب قرآن و حدیث کی تفصیل سے حضرات صحابہ کرام اچھی طرح واقف ہو گئے اور غلط کا اندیشہ نہ رہا تو نقل کرنے کی اجازت دے دی گئی۔ ان الیہود والنصری لا یصبغون فخالقوہم:۔ اس حدیث پاک کی وجہ سے سر اور داڑھی کے بالوں پر مہندی وغیرہ لگانا مستحب ہے۔ البتہ بالکل کالے خضاب میں رائج قول یہ ہے کہ خلاف اولیٰ ہے۔ ہو شک فی ذلک:۔ مسلم شریف میں تصریح ہے کہ یہ شک اسحاق راوی کو ہوا ہے

باب حدیث الغار

غرض کی دو توجیہیں ہیں۔ ۱۔ یہ اشارہ فرمانا ہے کہ قرآن پاک میں جو وارد ہوا ہے ام حسب ان اصحاب الکھف والرقیم کا نوا من ایا تناعجا اس آیت مبارکہ میں اصحاب الرقیم کا مصداق یہی تین حضرات ہیں جن کا ذکر اس حدیث پاک میں ہے کہ غار میں آئے اور اوپر پتھر آگیا اپنے اپنے نیک عمل کے

اور اس طرح سے کتاب الانبیاء کی تکمیل ہوگئی پھر قبائل کا ذکر صلہ رحمی کی نیت سے ہونا چاہئے اسی لئے یہاں امام بخاری نے دو آیتیں اکٹھی ذکر فرمائیں ایک قبائل کی اور ایک ارحام کی۔ اس کی تائید طبرانی کی ایک روایت سے ہوتی ہے تعلّموا من انسابکم ماتصلون بہ من ارحامکم پھر جو پہلی آیت یہاں نقل فرما رہے ہیں یا یہا الناس انا خلقنا کم من ذکر وانثی وجعلنا کم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم اس آیت مبارکہ کا حاصل یہی ہے کہ نسب پر فخر نہ کرنا کیونکہ سب حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حواء علیہا السلام کی اولاد ہیں۔ اور عزّت کا دارو مدار تو تقویٰ اور اعمال صالحہ پر ہے اس میں کوشش کرو۔ وتجدون خیر الناس فی هذا الشان اشدھم له کراہیتہ:۔ یہاں فی هذا الشان سے مراد ولایت اور سرداری اور امیر بننا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ امیر بننے کا زیادہ اہل وہی شخص ہوتا ہے جو امیر بننے سے زیادہ نفرت رکھتا ہو۔ اس نفرت کی دو بڑی وجہیں ہیں۔ ۱۔ لوگوں کے درمیان پورا پورا انصاف کرنا اور ظلم و ستم کو ختم کرنا بہت ہی مشقت کا کام ہے۔ ۲۔ آخرت میں حقوق العباد اور حقوق اللہ چھوڑنے پر سخت مواخذہ کا اندیشہ ہے امیر بننے کے زمانہ میں تعلقات بہت زیادہ بڑھ جاتے ہیں اس لئے حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں بڑھ جاتے ہیں اس لئے آخرت میں مواخذہ کا اندیشہ بھی بڑھ جاتا ہے۔ تجدون من خیر الناس اشد الناس کراہیتہ لهذا الشان حتیٰ یقع فیہ:۔ گذشتہ حدیث پاک کے الفاظ مبارکہ سے اس حدیث پاک میں کچھ الفاظ زائد ہیں یعنی حتیٰ یقع فیہ اس لئے اس حدیث کی تفصیل میں چار تقریریں ہیں۔ ۱۔ خلافت اور امارت کا زیادہ اہل وہی شخص ہوتا ہے جو اس سے ڈرتا رہتا ہے کیونکہ انصاف کرنا مشقت کا کام ہے اور تعلقات بڑھ جانے کی وجہ سے حقوق اللہ اور حقوق العباد بڑھ جاتے ہیں اس لئے آخرت میں مواخذہ سخت

حدیث پاک میں مذکور ہے۔ جواب۔ ۱۔ بحث کو مانتا تھا صرف جہالت سے یہ سمجھا کہ شاید یہ تدبیر مجھے بحث سے مستثنیٰ بنانے کا ذریعہ بن جائے۔ ۲۔ قدر بمعنی متیق ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر تنگی فرمائی نرمی نہ فرمائی اور معافی نہ دی تو سخت عذاب دیں گے۔ ۳۔ عقیدہ ٹھیک تھا صرف گھبراہٹ کی وجہ سے کچھ بے ہوشی سی ہوگئی اس میں اس طرح کہہ دیا۔ اور بے ہوشی کی بات معاف ہوتی ہے۔ من خشاش الارض:۔ نقطہ والی خاء کے ساتھ ہے اور اس کے معنی حشرات الارض کے ہیں یعنی کیڑے مکوڑے۔ کہ بلی کو کیڑے مکوڑے نہ کھانے دیئے۔

کتاب المناقب

لفظ مناقب جمع ہے مقبہ کی پھر مکارو و مفاخر کو مناقب کیوں کہتے ہیں اس میں دو قول ہیں۔ ۱۔ لان المکرمتہ لعظمتہا کا نہا تنقب الصخرة۔ ۲۔ المکرمتہ تنقب قلب الحاسد پھر یہاں دو نسخے ہیں۔ ۱۔ کتاب المناقب۔ ۲۔ باب المناقب دوسرا نسخہ باب والا زیادہ مناسب ہے کیونکہ حقیقت میں یہ باب المناقب کتاب الانبیاء علیہم السلام کا تتمہ ہے اور جو پہلا نسخہ ہے کتاب والا اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کو اہتمام کی وجہ سے مستقل کتاب قرار دے دیا۔ پھر غرض اس کتاب المناقب کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شائل اور معجزات اور حالات کا بیان ہے۔ اسی لئے شروع میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب مبارک کا ذکر فرمایا پھر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فضائل و مناقب ذکر فرمائے جو حقیقت میں تمہید ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کی۔ پھر کتاب المغازی کے عنوان سے تاریخ وار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے واقعات ذکر فرمائے اور ترتیب تاریخ کے حساب سے رکھی کہ جس واقعہ کو امام بخاری نے مقدم مانا اس کو پہلے ذکر فرمایا اور جس واقعہ کو موخر مانا اس کو بعد میں ذکر فرمایا ان تمام ابواب کو جمع کرنے سے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات مکمل ہو گئے

مانگتا ہوں کہ صلہ رحمی کے طور پر میری بات غور سے سنو اور سمجھو اور
ضد نہ کرو اور اپنی آخرت برباد نہ کرو۔ اور ایمان لے آؤ اس تقریر
سے معلوم ہوا کہ قریش میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونے کو
بہت اہمیت حاصل ہے اور اسی اہمیت کی طرف اس آیت میں
اشارہ ہے اور اسی اہمیت کو بیان کرنے کے لئے امام بخاری رحمہ
اللہ تعالیٰ نے یہ ابواب باندھے ہیں۔ فقال سعید بن
جبیر قربی محمد صلی اللہ علیہ وسلم :-
اس حدیث پاک کے واقعہ کا حاصل یہ ہے کہ حضرت سعید بن جبیر
حضرت ابن عباس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو حضرت سعید بن
جبیر نے اس آیت کی ایک تفسیر کی طرف اشارہ کیا تو حضرت ابن
عباس نے اس کا رد فرمادیا کہ میرے نزدیک رائج تفسیر دوسری ہے
اور وہی تفسیر بیان فرمائی جو ابھی اوپر ذکر کر دی گئی ہے۔ پھر اس
آیت کی مختلف تفسیریں کی گئی ہیں۔ ۱۔ جو حضرت سعید بن جبیر نے
اشارۃً حضرت ابن عباس کے سامنے ذکر فرمائی کہ اے نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم آپ مومنین سے فرمادیں کہ میں تبلیغ اور دین پر تم
سے کوئی اجر نہیں مانگتا صرف یہ حکم دیتا ہوں کہ میرے قریبی
رشتہ داروں سے محبت رکھنا۔ ۲۔ جو حضرت ابن عباس نے ذکر فرمائی
جس کی پوری تفصیل ابھی گزر چکی ہے۔ ۳۔ خطاب سب انسانوں
کو ہے کہ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ سب انسانوں سے فرما
دیجئے کہ میں تبلیغ پر کوئی مال نہیں مانگتا البتہ یہ کہتا ہوں کہ تم اللہ
تعالیٰ کے قرب سے محبت رکھو اور ثواب آخرت کی تیاری کرو۔ ۴۔
القرنیٰ کا صدیق حضرت علی حضرت فاطمہ اور ان کے دونوں بچے
ہیں کہ اے مسلمانو! ان سے دوستی رکھو۔ ۵۔ اے مسلمانو قریش کی
تعلیم کرو اور قریش سے دوستی رکھو۔ ۶۔ اے مسلمانو! تم اللہ تعالیٰ
کا قرب حاصل کرنے والوں سے محبت رکھو۔ فنزلت علیہ
الا ان تصلوا قرابتہ بینی و بینکم :- سوال :- یہ
الفاظ تو قرآن پاک میں نہیں ہیں۔ جواب :- ۱۔ الا ان تصلوا
قرابتہ بینی و بینکم کا مضمون نازل ہوا اس تقریر پر الا ان

ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے لیکن جب کراہیت اور نفرت کے باوجود
کندھوں پر بوجھ آہی پڑے تو کراہیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ
خصوصی امداد فرماتے ہیں اور اس امداد کی وجہ سے راحت محسوس کرتا
ہے اور خوش ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دین کو بچا لیا اور
امیری کی وجہ سے میرے دین کا نقصان نہ ہوا۔ گویا پہلے کراہت تھی
پھر اللہ تعالیٰ کی خصوصی امداد کی وجہ سے یہ کراہت ختم ہو جاتی ہے
یہ معنی ہیں حتیٰ بقیہ کے۔ ۲۔ امیر اور خلیفہ بننے سے پہلے پہلے تو
امیری سے نفرت مستحسن ہے لیکن امیر بن جانے کے بعد امیری
سے نفرت رکھنا جائز نہیں ہے بلکہ پوری ہمت اور کوشش سے ذمہ
داری کو پورا کرے اگر اب بھی کراہیت کو باقی رکھے گا تو ہمت اور
کوشش نہ کر سکے گا۔ ۳۔ حدیث پاک کا مقصد یہ ہے کہ عام طور پر
امارت اور خلافت صالح آدمی کو فاسق و فاجر بنا دیتی ہے کیونکہ
حکومت میں اصل فساد ہی ہے الا نادراً۔ ۴۔ حدیث پاک کا مقصد
مارت و خلافت کی طلب سے ڈرانا ہے اگرچہ سلطنت کی ذات میں
تو فساد نہیں ہے لیکن امیر بننے کے بعد عام طور پر اپنے دین کی
حفاظت کے اسباب موافقت نہیں کیا کرتے اور نیک آدمی بھی عموماً
فسق و فجور میں پڑ جاتا ہے اس لئے احوط دور رہنا ہی ہے۔

باب

یہ باب بلا ترجمہ ہے اس لئے تتمہ ہے اہمیت قبائل کے لئے۔
الا المودة فی القربی :- اس آیت والی حدیث کو امام
بخاری اس باب میں اس لئے لائے ہیں کہ اس آیت مبارکہ کے
مختلف معانی میں سے اہم ترین معنی یہ ہیں کہ حق تعالیٰ نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرما رہے ہیں قل لا استلکم علیہ اجرا
الا المودة فی القربی کہ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ
قریش سے فرمادیں کہ اے قریش میری تمہاری ہر ہوطن میں رشتہ
داری ہے اور تم اس رشتہ داری کا خیال کیا کرتے تھے نبوت کے
دعوے سے پہلے اب بھی اس رشتہ داری کا خیال کرو اور صلہ رحمی کرو
اور مجھ پر ایمان لے آؤ میں تم سے مال نہیں مانگتا صرف صلہ رحمی

اشارہ ماقاموالدین کے لفظ میں موجود ہے۔ وددث انی جعلت حين حلفت عملاً اعمله فافرع منه:- یعنی میں بجائے قسم کھانے کے کوئی عمل متعین کر لیتی کہ اگر میں یہ کام کروں تو مثلاً دس نفل پڑھوں گی یا دو روزے رکھوں گی تو زیادہ اچھا تھا وہ عمل کر لیتی اور فارغ ہو جاتی۔

باب نزل القرآن بلسان قریش

غرض قبیلہ قریش کی ایک بہت بڑی فضیلت کا بیان ہے کہ کتاب اللہ ان کی لغت میں اتری ہیں۔

باب نسبتہ الیمن الی اسماعیل علیہ السلام غرض یہ ہے کہ یمن قبیلہ اگرچہ قریش سے خارج ہے لیکن حضرت اسماعیل علیہ السلام کے نسب میں داخل ہے۔ منہم اسلم بن اقصیٰ بن حارثہ بن عمرو بن عامر من خزاعہ:- یعنی یمن قبیلہ میں سے بنی اسلم قبیلہ بھی ہے جس کا ذکر بلا فصل آگے مرفوع حدیث آ رہا ہے کہ بنی اسلم حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ اور یہ بنی اسلم یمن قبیلہ سے ہے معلوم ہوا کہ یمن قبیلہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہے۔ پھر لفظ من خزاعہ یہ حال ہے اسلم سے کہ یہاں وہ اسلم قبیلہ مراد ہے جو بنی خزاعہ سے ہے کیونکہ اقصیٰ ہی خزاعہ ہے۔ اور من خزاعہ کی قید سے دو اسلم قبیلے نکل گئے۔ ۱۔ اسلم جو مذج قبیلہ سے ہے۔ ۲۔ اسلم جو بحیلہ قبیلہ سے ہے۔

باب: یہ باب بلا ترجمہ ہے اس لئے گذشتہ باب کا تہہ ہے کیونکہ اس میں نسب میں احتیاط کرنے کی تاکید ہے۔

باب ذکر اسلم و غفار و مزینتہ

وجہینتہ و اشجع

اس باب میں ان قبیلوں کی فضیلت بیان فرمانی مقصود ہے کیونکہ انھوں نے اسلام قبول کرنے میں جلدی کی تھی جیسا کہ اس باب کی پہلی حدیث میں اشارہ موجود ہے۔

تصلوا الخ نزلت کا فاعل ہے۔ ۲۔ نزلت کی ضمیر لوٹی ہے آیت مذکورہ کی طرف اور آگے الا ان تصلوا یہ اس آیت مذکورہ کی تفسیر ہے یعنی مذکورہ آیت نازل ہوئی جس کی تفسیر یہ ہے۔

باب مناقب قریش

غرض قبیلہ قریش کے مناقب کا بیان ہے پھر قریش قبیلہ کا مصداق کیا ہے۔ ۱۔ محققین مورخین کے نزدیک نصر بن کنانہ کی اولاد کو قریش کہتے ہیں۔ ۲۔ مشہور قول یہ ہے کہ فہر بن مالک بن نصر کی اولاد کو قریش کہتے ہیں پھر فہر کے بارے میں دو قول ہیں۔ ۱۔ نام فہر تھا ان کی والدہ محبت اور شفقت سے قریش کہہ دیا کرتی تھی۔ ۲۔ نام قریش تھا اور فہر لقب تھا کیونکہ فہر اس چکنے پتھر کو کہتے ہیں جو پتھلی بھرنے کی مقدار ہو۔ وهو عندہ فی وفد من قریش:- یہ دونوں جیلے محمد بن جبیر سے حال ہیں۔ ان عبد اللہ بن عمرو بن العاص یحدث:- اس ان کا عامل بلغ ہے۔ پوری عبارت کا مطلب یہ بنا کر جب محمد بن جبیر حضرت امیر معاویہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور قریش کا ایک وفد بھی حضرت امیر معاویہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو حضرت امیر معاویہ کو یہ بات پہنچی کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص یہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک بادشاہ قحطان قبیلہ کا ہوگا اس پر حضرت امیر معاویہ غضبناک ہو گئے اور یہ حدیث نقل فرمائی ان هذا الا مر فی قریش لا یعاد یہم احد الا کہہ اللہ علی وجہہ ما اقاموا الدین۔ سوال قحطان قبیلہ غیر قریش ہے کیونکہ یہ یمن کا قبیلہ ہے۔ اب حضرت عبد اللہ بن عمرو اور حضرت معاویہ کی روایات میں بظاہر تعارض ہو گیا۔ جواب۔ ۱۔ حضرت ابن عمر کی روایت میں بیان واقعہ ہے اور حضرت امیر معاویہ والی روایت میں بیان استحقاق ہے۔ ۲۔ قحطانی اس وقت بادشاہ ہوگا جب قریش میں سے کوئی بادشاہ نہ بن سکے گا اور کوئی بادشاہ بننے کے لائق اور اہل نہ رہے گا۔ ۳۔ جب دین پر عمل کرنے والے کمزور ہو جائیں گے تو قحطان قبیلہ سے بادشاہ بن جائے گا اور اسی طرف

باب ذکر قحطان

قحطان یمن کے اب ہیں۔ ان سے یمن قبیلہ شروع ہوا ہے۔

باب ما ینہی عنہ من دعوة الجاهلیۃ

غرض عصبیت سے منع کرنا ہے کہ اپنے خاندان کے لوگوں کا ساتھ دے خواہ وہ حق پر ہوں یا ناحق پر ہوں۔

باب :- اس کے معنی ہیں جمع ہو گئے۔ فکسع :- خوشی طبعی سے دوسرے کے مقصد پر ہاتھ پیاؤں مار دیا۔

باب قصۃ خزاعہ

غرض بنی خزاعہ کا قصہ بیان فرماتا ہے۔ قصۃ اسلام ابی ذر باب قصۃ زمزم :- غرض حضرت ابو ذر کے اسلام کا اور زمزم کا قصہ بیان فرماتا ہے۔ بعض نسخوں میں یہاں یہ قصہ نہیں ہے اور نہ ہوناسی رائج ہے کیونکہ حضرت ابو ذر کے اسلام کا ذکر حضرت ابو بکر اور حضرت سعد وغیرہ کے ذکر کے بعد آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ

باب جہل العرب

زمانہ جاہلیتہ کا ذکر مقصود ہے بعض نسخوں میں یہاں یوں ہے باب قصۃ زمزم وجہل العرب یہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اس باب میں زمزم کا بالکل ذکر نہیں ہے۔

باب من انتسب الی ابائہ

فی الاسلام والجاہلیۃ

غرض رد کرنا ہے اس شخص کا جو نسب کے ذکر کو مطلقاً قبیح قرار دیتا ہے کیونکہ ممانعت صرف فخر اور تکبر کے طور پر ذکر کرنے سے ہے بلا فخر صرف تعارف کے لئے ذکر کرنے میں کچھ حرج نہیں ہے اور اس کی دلیل اس باب کی مرفوع روایات ہیں جن میں نسب کا ذکر موجود ہے۔

باب ابن اخت القوم ومولی القوم منهم

غرض یہی مسئلہ بیان فرماتا ہے کہ ابن اخت اور مولیٰ یہ دونوں اسی قوم میں سے شمار ہوتے ہیں۔

باب قصۃ الحبش و قول النبی صلی

اللہ علیہ وسلم یا بنی ارفدۃ

غرض حبش کا ذکر ہے اور حبش حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے حام کی اولاد بلا واسطہ میں سے ایک ہیں یہ سات بھائی تھے۔ ۱۔ السند ۲۔ الہند ۳۔ الزنج ۴۔ القبط ۵۔ الحبش ۶۔ النوبتہ ۷۔ کنعان پھر باب کے عنوان میں جو ارفدۃ کا ذکر ہے اس میں دو قول ہیں۔ ۱۔ ارفدۃ حبش کی والدہ تھیں ۲۔ ارفدہ بنی حبش میں سے کسی دادا کا نام تھا۔

باب من احب ان لا یسب نسبہ

غرض یہ مسئلہ بیان فرماتا ہے کہ جائز ہے کہ کوئی شخص یہ پسند کرے کہ کوئی میرے نسب کو نہ بھلا نہ کہے۔ وعن ایہ قال ذہبت یعنی ہشام کے والد سے منقول ہے جو حضرت عروۃ بن الزبیر تھے۔ ینافح :- مدافعت کرتے تھے۔

باب ما جاء فی اسماء رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم

غرض نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ناموں کا ذکر ہے۔ لی خمستہ اسماء :- سوال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک تو اور بھی بہت سے ہیں جواب ۱۔ یہ پانچوں میرے ساتھ خاص ہیں۔ باقی اوروں پر بھی بولے جاسکتے ہیں ۲۔ یہ پانچ نام زیادہ عظمت والے ہیں ۳۔ یہ پانچ نام پہلی امتوں میں مشہور تھے ۴۔ پانچ کا عدد راوی نے بڑھایا ہے اصل حدیث صرف ناموں کا ذکر تھا۔ یمحوا اللہ بی الکفر :- اس کے مختلف معنی کئے گئے ہیں ۱۔ جزیرہ عرب سے کفر میری وجہ سے مٹا دیا جائے گا ۲۔ اکثر شہروں سے کفر میری وجہ سے مٹا دیا جائے گا جیسا کہ قرب قیامت میں ہوگا ۳۔ جمع بلاد سے کفر کی عزت کو مٹا دیا جائے گا۔ وانا العاقب :- اس کے معنی یہ ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اخیر زمانہ میں مبعوث ہوئے ہیں۔

باب خاتم النبیین

غرض نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا بیان ہے یعنی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم وجود اور نبوت دونوں کے لحاظ سے اخیر میں ہیں اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی خصوصیت ہے سوال حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی تو قرب قیامت میں آسمان سے نزول فرما دیں گے وہ بھی نبوت اور وجود دونوں میں اخیر میں ہو گئے۔ جواب ان کو نبوت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے چکی اور اب ان کا اتنا ایک مجدد اور دین کا ایک بڑا خادم ہونے کی حیثیت سے ہوگا نبوت کی حیثیت سے نہ ہوگا۔ اس لئے وہ صرف وجود میں پیچھے ہوئے وجود اور نبوت کے مجموعہ کے لحاظ سے پیچھے نہ ہوئے۔ فانا اللہ البتہ وانا خاتم النبیین سوال۔ اینٹ تو ایک چھوٹی سی چیز ہے اس کے ساتھ تشبیہ سے تو عظمت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہر نہیں ہوتی جواب تشبیہ صرف تکمیل میں ہے کہ جیسے ایک اینٹ کی جگہ خالی ہو اس سے محل کی تکمیل ہو جاتی ہے ایسے ہی مجھ سے نبوت کی تکمیل ہو گئی حجم اور لمبائی چوڑائی تھوڑی ہو یا زیادہ ہو اس کا بیان مقصود نہیں ہے۔

باب وفاة النبی صلی اللہ علیہ وسلم

یہاں غرض عمر مبارک کا بیان ہے واقعہ وفات بیان فرمانا مقصود نہیں ہے۔ بعض نسخوں میں یہ باب نہیں ہے اور یہی نہ ہونا زیادہ مناسب ہے کیونکہ اصل محل اس باب کا کتاب المغازی کا اخیر ہے۔ اور وہاں تفصیل سے واقعہ وفات کا آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ یہاں صرف بیان عمر کے درجہ میں ذکر کیا گیا ہے پھر اسماء کے ابواب سے اس باب کی مناسبت یہ ہے کہ پہلی کتابوں میں جیسے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء مبارکہ لکھے ہوئے تھے ایسے ہی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک بھی پہلی کتابوں میں لکھی ہوئی تھی۔

باب کنیتہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

غرض نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت کا بیان ہے اور کنیت کے حکم کا بیان ہے کنیت کے حکم میں چار اہم قول ہیں۔ ۱۔ حیۃ طیبہ

میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت رکھنی منع تھی۔ وفات کے بعد کچھ حرج نہیں ہے۔ ۲۔ نام اور کنیت کو جمع کرنا اب بھی منع ہے۔ ۳۔ کنیت رکھنی اب بھی منع ہے۔ ۴۔ جمع کرنا پہلے بھی جائز تھا اور اب بھی جائز ہے۔ ان اقوال میں سے پہلا قول رائج شمار کیا گیا ہے منشاء اختلاف اس باب کی پہلی روایت ہے۔ عن انس رضی اللہ عنہ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی السوق فقال رجل یا ابا القاسم فالتفت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال سموا باسمی ولا تکتبوا بکنیتی۔ پہلے قول والوں کے نزدیک ممانعت کا منشاء اشتباہ تھا جو وفات کے بعد نہ رہا دوسرے قول والوں کے نزدیک منشاء جمع تھا جواب یہ ہے کہ جمع پر کوئی چیز دال نہیں کہ صرف جمع کی ممانعت تھی اور اب بھی ممانعت ہے تیسرے قول والوں نے ظاہری ممانعت کو لیا جواب اصل احکام میں یہ ہے کہ ہر حکم کسی نہ کسی علت پر مبنی ہوتا ہے چوتھے قول والوں نے اصل اباحت کو لیا اور ممانعت کو تنزیہ پر محمول فرمایا جواب۔ احتیاط اسی میں ہے کہ ممانعت کا اعتبار کیا جائے اور میخ اور موجب کراہت میں تعارض ہو تو موجب کراہت کو ہی ترجیح ہوتی ہے۔

باب: یہ باب بلا ترجمہ ہے اس لئے یہ تمہ ہے گذشتہ باب کا اور تمہ ہونے کی صورت یہ ہے کہ گذشتہ باب نام مبارک اور کنیت مبارکہ کے متعلق تھا اور اس باب کی روایت میں خطاب کا طریقہ بتلایا گیا ہے کہ نام مبارک یا کنیت مبارکہ سے نہ پکارنا چاہئے بلکہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لفظ سے پکارنا چاہئے۔

باب خاتم النبوة

غرض مہر نبوة کی صفت کا بیان کرنا ہے یہ مہر کندھوں کے درمیان قلب مبارک کی سیدھ میں تھی اور یہ اہل کتاب میں مشہور تھی اسی لئے اس کا لقب خاتم النبوة تھا یعنی ایسی مہر جس سے نبوت جانی جاتی تھی حق تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے مکتوباً عندهم فی التورۃ والانجیل اور پیچھے ہونے میں شاید یہ اشارہ ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور سب نبیوں کے اخیر میں ہیں ان کے بعد

اور کوئی نبی نہیں ہے۔ وقح: اس کے معنی ہیں بیمار الحجلتہ من حجل الفرس الدی بین عیینہ :- اس تفسیر پر اشکال ہے دو لحاظ سے۔ ۱۔ ماتھے کی سفیدی کو غرہ کہتے ہیں تجمل تو پاؤں کی سفیدی کو کہتے ہیں۔ ۲۔ پھر اس کا تعلق خاتم النبوة سے نہیں ہے اس لئے اس موقع میں یہ تفسیر مناسب نہیں ہے۔

باب صفتہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم
غرض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق اور خلق کا بیان ہے۔ قد شمت: یعنی سر کے بال کھجڑی تھے کچھ سیاہ اور کچھ سفید تھے۔ العنقفتہ: لب کے نیچے چھوٹی داڑھی کو کہتے ہیں۔ فاحشاً: پیدا آئی طور پر حد سے نکلنے والا۔ متفحشاً: کسی طور پر حد سے باہر نکلنے والا۔ اوعر فاقط: عرف کے بھی وہی معنی ہیں جو ریح کے ہیں یعنی بواور یہ اوبطور شک راوی کے ہے۔

باب کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم

تنام عینہ ولا ینام قلبہ

غرض نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ صفت بیان فرمائی ہے کہ نیند کی حالت میں بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک بیدار رہتا تھا تاکہ خواب کی باتیں بھی سمجھ سکیں جو وحی ہوتی تھیں۔ قبل ان یوحی الیہ: اس عبارت کی دو توجہیں ہیں۔ ۱۔ معراج سے پہلے آپ پر یہ وحی نہ آئی تھی کہ آپ معرب معراج کے طور پر آسمانوں پر جانے والے ہیں۔ ۲۔ معراج کا واقعہ نبوة سے پہلے کا ہے لیکن اس معنی کے لحاظ سے یہ روایت راوی کا وہم شمار کی گئی ہے۔ کیونکہ یہ بات قطعی طور پر ثابت ہے کہ معراج وحی اور نبوت کے بعد ہوا ہے۔ فلولہ جبریل: حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مانوس کیا۔

باب علامات النبوة فی الاسلام

غرض نبوت کی علامات یعنی معجزات وغیرہ کا بیان فرمایا ہے پھر لفظ معجزات کا اس لئے نہ رکھا کہ علامات کا لفظ معجزات کے علاوہ بہت سی چیزوں کو شامل ہے۔ مثلاً (۱) کرامت جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی متبع سنت امتی سے خرق عادت کے طور پر صادر ہو۔

۲۔ ارہاصات یعنی وہ خرق عادت باتیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نبوت سے پہلے صادر ہوئی ہوں۔ ۳۔ محاسن اخلاق جو عام آدمی کے لحاظ سے خرق عادت کے درجہ میں تھے۔ ۴۔ محاسن اعمال جو عام آدمی کے لحاظ سے خرق عادت کے درجہ میں تھے۔ فی الاسلام: ترجمہ الباب کے اس لفظ کی دو توجہیں ہیں۔ ۱۔ ارہاصات کو نکالنا مقصود ہے کیونکہ وہ نبوت اور اسلام سے پہلے پائی گئیں۔ ۲۔ قید واقعی ہے احترازی نہیں ہے اور اس لفظ سے ارہاصات خارج نہیں ہوتیں کیونکہ ارہاصات کا وقوع اگرچہ اسلام سے پہلے ہوا لیکن ان کا علامت ہتھیہ اسلام بننا یہ نبوة اور ظہور اسلام کے بعد ہی ہوا اس لئے وہ بھی علامات نبوة میں داخل ہیں اور فی الاسلام کے باوجود داخل ہی رہیں۔ عدد الصحف: حضرت آدم علیہ السلام پر ۱۰ صحیفے نازل ہوئے حضرت شعیب علیہ السلام پر ۵۰ حضرت ادریس علیہ السلام پر ۳۰ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ۱۰ کل صحیفے ۱۰۰ نازل ہوئے۔ حضرت آدم علیہ السلام کا رسول ہونا اور ان کی عمر: حضرت آدم علیہ السلام اپنی اولاد کی طرف رسول تھے اور بلا واسطہ حضرت آدم علیہ السلام کے چالیس بچے ہوئے بیس مرد اور بیس عورتیں ہر دفعہ ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتے تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی عمر میں دواہم قول ہیں۔ ۱۔ ایک ہزار سال ۲۔ ۹۵۰۔ معجزہ کی تعریف: ہوا مر خارق للعادة مقرون بالتحدی موافق المدعوی سالم من المعارضة: معجزہ اور جادو اور کہانت میں فرق: یہ فرق کئی وجوہ سے ہے۔ ۱۔ نبی کی ہر خبر سچی ہوتی ہے اور کاہن وغیرہ کی کوئی سچی کوئی جھوٹی۔ ۲۔ نبی کا ہر امر عدل پر مبنی ہوتا ہے اور نبی کا ہر عمل صالح ہوتا ہے اور ساحر و کاہن کے امر اور عمل غلط ہوتے ہیں۔ ۳۔ معجزہ اسباب کو توڑنے والا ہوتا ہے اور جادو وغیرہ میں اسباب خفیہ ہوتے ہیں۔ ۴۔ ساحر اور کاہن کسی چیز میں معجزہ بلا کسب ہوتا ہے۔ ۵۔ ساحر اور کاہن کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے اور اس کے مثل یا اس سے اعلیٰ کر تب دکھایا جاسکتا ہے۔ نبی کا مقابلہ

نہیں کیا جاسکتا۔ ۶۔ ایک نبی کا معجزہ دوسرے کسی نبی کے معجزہ کو توڑنے والا نہیں ہوتا اور ساحر کا سحر بعض دفعہ دوسرے ساحر کے سحر کو توڑنے والا ہوتا ہے۔ **ظہور المعجزات** :- معجزات کا ثبوت قرآن پاک سے بھی ہے اور احادیث متواترہ سے بھی ہے پھر تو اتر کی چونکہ چار قسمیں ہیں تو معجزات کے اثبات میں بھی بعض معجزات کا اثبات ایک قسم سے ہے بعض کا دوسری قسم سے بعض کا باقی اقسام سے اور یہ بات ہم تک پہنچ چکی ہے کہ ایک ذات پاک زمین ہی پر رہتی تھی اُس نے یہ پاک دعویٰ فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے اس دعوے پر بعض نے اُس پاک ذات کی بات کو مان لیا اور بعض نے مخالفت کی اور اللہ تعالیٰ نے اُس ذات پاک کی امداد فرمائی اور غلبہ نصیب فرمایا اور اس کے دشمنوں کی سزا دی اور اُس کی زبان پاک پر عمدہ علوم کو ظاہر فرمایا۔ ان سب باتوں کا ظہور ملوک سابقہ اور فلاسفہ سابقہ ارسطو افلاطون وغیرہ سے کہیں زیادہ روشن اور واضح ہے اس طرح سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اظہر من الشمس ہے۔ اہم مشترک معجزات کی انواع :- جو معجزات تقریباً سب جلیل القدر انبیاء علیہم السلام کے درمیان مشترک رہے ان کی تین قسمیں ہیں۔ ۱۔ انبیاء علیہم السلام بتلاتے رہے کہ دیکھو ہماری امداد اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی ہے اور ہمیں نہ ماننے والے ہلاک ہونے والے ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہو گیا۔ ۲۔ انبیاء علیہم السلام کے مخالفین کو خرق عادت طریقوں سے ہلاک کیا گیا ہے جیسے فرعون کا غرق ہونا۔ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ کے کافروں کا طوفان نوح علیہ السلام سے غرق ہونا۔ ۳۔ انبیاء علیہم السلام کی پاک زبانوں سے ایسے احکام مخلوق تک پہنچائے گئے اور ایسے عقائد اور اخلاق خلق کو سکھائے گئے جو شاہد عدل تھے کہ یہ پاک ہستیاں سراپا صدق ہیں اور دجال و کذاب نہیں ہیں اور ایسی پاک ذات کی طرف سے بھیجی ہوئی ہیں جو منجہ علم و حکمت ہے اور جو مخلوق پر رحمت و شفقت صادر ہونے کا سرچشمہ ہے اور جو مخلوق کی اعلیٰ درجہ کی

بھلائی اور منفعت کا ارادہ رکھتی ہے۔ جل جلالہ و عم نوالہ و سبحانہ عما یصفون۔ معجزہ اور کرامت میں فرق :- ۱۔ نبی پر معجزہ کا اظہار واجب ہوتا ہے۔ ولی پر کرامت کا اظہار واجب نہیں ہوتا بلکہ اظہار سے منع کیا جاتا ہے صرف نادار انجائش ہوئی ہے جیسے حضرت عمر نے منبر پر فرمایا یا ساریۃ الجبل اے ساریہ پہاڑ کو لازم پکڑ اور جیسے حضرت خالد بن الولید نے ایک موقعہ میں زہر پی لی تھی یہ دکھانے کے لئے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر موت نہیں آتی۔ مخلوق کی ہدایت کی مصلحت کی وجہ سے ان کرامتوں کو ظاہر کرنا جائز بلکہ مستحب ہو گیا تھا۔ ۲۔ کرامات اگرچہ معجزات کی جنس سے ہوتی ہیں لیکن معجزات بڑی علامتیں ہوتی ہیں کیفیت کے لحاظ سے بھی اور کرامت کے لحاظ سے بھی جیسے بعض بزرگوں کا ہوا میں اڑنا بطور کرامت کے واقع ہوا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت کا ہوا میں اڑنا بطور معجزہ کے تھا۔ تو اس تخت کا اڑنا کم اور کیف کے لحاظ سے ایک آدمی کے اڑنے سے بہت بڑا تھا۔ ۳۔ معجزات اور ان کے آثار نبی کی وفات کے بعد بھی باقی رہتے ہیں جیسے طوفان نوح علیہ السلام کی خبر آج تک باقی ہے غرق فرعون اور ابراہیم علیہ السلام کی آگ کی خبر آج تک باقی ہے انشقاق قمر اور معراج کی خبر آج تک باقی ہے۔ کرامات کا یہ مقام نہیں ہوتا۔ انواع المعجزات :- ۱۔ الاخبار بالغیب پھر اس کی تین قسمیں ہوتی ہیں ماضی بعید کی خبریں مثلاً آدم علیہ السلام اور ابلیس اور نوح علیہ السلام کے واقعات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے حالانکہ نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھے لکھے تھے نہ تاریخ کی کتابیں گھر میں چھپا رکھی ہوں اور پڑھ پڑھ کر لوگوں کو سنا دیتے ہوں۔ اور نہ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رابطہ تاریخ دانوں سے تھا۔ کہ اُن سے معلوم کر کے یہ باتیں یاد کر لی ہوں لامحالہ یہ باتیں وحی سے بتلاتے تھے دوسری قسم آئندہ کی باتیں جو دنیا میں ہونے والی تھیں مثلاً فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار النی وقودھا الناس والحجارہ کہ تم ہرگز قرآن پاک کی سورت جیسی

السلام علیک یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ایسے ہی غزوہ بدر میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا مٹی پھینکنا بھی آیا ہے جس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی و ما رمیت اذ رمیت ولكن الله رمى۔ ۷۔ فرشتوں کا تائید کرنا قرآن پاک میں اذ تستغيثون ربکم انی ممدکم بالف من الملائکۃ مرد فین اور یہ واقعہ غزوہ بدر کا ہے اس کے علاوہ غزوہ خندق کے متعلق قرآن پاک میں ہے فارسلنا علیہم ریحاً و جنوداً لم تروہا ایسے ہی غزوہ حنین کے متعلق قرآن پاک میں ہے۔ و انزل جنوداً لم تروہا و عذب الذین کفروا و ذلک جزاء الکفرین۔ اور ہجرت کے واقعہ کے متعلق قرآن پاک میں ہے ثانی اثین اذہما فی الغار اذ یقول لصاحبه لا تحزن ان الله معنا فانزل الله سکینتہ علیہ و ایدہ بجنود لم تروہا۔ ۸۔ حق تعالیٰ کی خصوصی حفاظت اس کا ذکر اس آیت مبارکہ میں ہے و الله یعضمک من الناس اور اسی طرح دوسری آیت میں ہے انا کفیناک المتهزنین۔ ۹۔ دعاء کا قبول ہونا اور اس کی مثالیں بہت ہیں مثلاً نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء پر حق تعالیٰ نے فوراً بارش شروع فرمادی اور ایک ہفتہ بعد دعاء سے مدینہ منورہ پر سے بادل ہٹ گئے۔ ۱۰۔ دشمنوں کی ہلاکت جیسا کہ بدر کے واقعہ میں لڑائی سے ایک دن پہلے فرما دیا تھا کہ کل یہاں فلاں کافر مرا پڑا ہوگا اور یہاں فلاں کافر مرا پڑا ہوگا۔ اور اسی طرح ہوا۔ انہ۔ یہ اسم فعل ہے صیحات کے معنی میں ہے۔ یعنی پانی بہت دور ہے۔ انہا مؤ تمته۔ ایسی عورت کو کہتے ہیں جس کی اولاد یتیم ہو چکی ہو۔ تنص۔ اور ایک نسخہ میں نون کی جگہ باء ہے حمض دونوں کے معنی ہیں پھٹ رہی تھی ذلک الصرم۔ وہ بستی فرأیت الماء ینبع من تحت اصابعہ۔ یہ ایسا عجیب و غریب معجزہ تھا کہ جس کی مثال انبیاء سابقین علیہم السلام میں نہیں ملتی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کے نیچے سے پانی اچھل رہا تھا۔ فجہش الناس۔ لوگوں نے جلدی کی۔

سورت نہ لاسکو گے۔ چنانچہ آج چودہ سو سال سے زائد عرصہ گزر چکا آج تک قرآن پاک کی سورتوں جیسی سورت کوئی نہ لاسکا تیسری قسم آخرت کی باتیں کہ قیامت کی باتوں کی تردید نہ ہو سکی کہ قرآن وحدیث میں جو قیامت کے واقعات مذکور ہیں ان میں سے کوئی غلط ہے اور فلاں آسانی کتاب سے اس کی غلطی ثابت ہوتی ہے ۲۔ معجزات کی دوسری قسم وہ معجزات ہیں جن کا تعلق اجرام علویہ سے ہے۔ مثلاً معراج انشقاق قمر کی حفاظت کے لئے شہاب ثاقب کا شیطین پر گرنا۔ ۳۔ وہ معجزات جن کا ظہور فضاء میں ہوا جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء سے فوراً بادلوں کا آجانا اور بارش برسانا اور زیادہ بارش ہونے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعاء فرمانا حوالینا ولا علینا اور بادلوں کا گول حوض کی شکل میں درمیان سے پھٹ جانا کہ مدینہ منورہ پر بارش نہ ہو۔ باقی ہوتی رہے۔ ایسے ہی غزوہ خندق میں ہوا سے کافروں کے پاؤں کا اکھڑ جانا فارسلنا علیہم ریحاً و جنوداً لم تروہا۔ ۴۔ حیوانات میں معجزات ظاہر ہونے جیسے ایک اونٹ نے شکایت کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ میرا مالک مجھے کھانے کو کم دیتا ہے اور کام زیادہ کراتا ہے جیسا کہ ابوداؤد اور مسلم میں منقول ہے۔ ۵۔ کھانے پینے کی چیزوں میں معجزات کا ظہور ہوا جیسے تھوڑے پانی کا زیادہ ہو جانا۔ ۶۔ بعض معجزات پتھروں میں ظاہر ہوئے جیسا کہ بخاری شریف میں ہے عن انس قال صعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم احد اومعہ ابو بکر و عمر و عثمان فرجف بہم فقال اسکن و ضربہ برجلہ فلیس علیک الا نبی او صدیق او شہیدان ایسے ہی صحیحین کی روایت میں ہے عن جابر بن سمرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انی لا عرف حجراً بمکتہ کان یسلم علی ایسے ہی ترمذی میں اور متدرک حاکم میں حضرت علی سے روایت ہے قال کنت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم بمکتہ فخر جنا فی بعض نواحیہا فما استقبلہ شجرہ لا جبل الا وهو یقول

رعامھا:- وہ پانی جو بکری کے ناک سے بہتا ہے۔ لا تقوم الساعۃ حتی یقتل فتنان دعوا ہما واحدة:- اس کے دو معنی کئے گئے ہیں۔ ۱۔ دونوں کا دین ایک ہوگا۔ ۲۔ دونوں میں سے ہر ایک کہتا ہوگا کہ میں حق پر ہوں۔ پھر اس کا مصداق جنگ صفین قرار دیا گیا ہے جو حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ کے درمیان ہوئی ان میں سے ایک حق پر تھے اور دوسرے کی خطا اجتہادی تھی۔ اور اس میں سکوت اولیٰ ہے۔ یمرقون من الدین:- اس کے دو معنی کئے گئے ہیں ایمان سے نکل جائیں گے۔ ۲۔ امام کی اطاعت سے نکل جائیں گے۔ رصافہ:- وہ پٹھا جو متصل پر لپیٹا جاتا ہے جہاں وہ مکڑی میں داخل ہوتا ہے۔ گویا تیر کے جوڑ پر لپیٹا ہوا پٹھا۔ قذذہ:- اس کا مفرد ذہ ہے ایک پر ضابطہ:- دھندا قرا فلان:- یہاں حرف نداء محذوف ہے تقدیر عبارت یوں ہے اقرا فلان فردۃ وہ کھال جو پہنی جاتی ہے۔ انفض:- میں پہرہ دوں گا۔ قعب:- دودھ کے لئے پیالہ فار تلمت سخت زمین میں گھوڑا ڈھنسا گیا۔ رایث فی یدی سوارین من ذہب:- دونوں ہاتھ بمنزلہ دو شہروں کے تھے ایک صنعا جو سودغسی کا شہر تھا اور دوسرا یمامہ جو مسلمہ کذاب کا شہر تھا اور سواران یعنی ننگن مولیٰ چوڑیاں خود ان دونوں کذابوں کی صورت مثالی تھی اور ان کا سونے سے بنا ہوا ہونا اشارہ تھا ان کی ان باتوں کی طرف جو یہ کرتے تھے جن کی وجہ سے لوگ دھوکے میں آ جاتے تھے اور ان کے پیچھے لگ جاتے تھے یخر جان بعدی:- میرے ظہور کے بعد ظاہر ہوں گے۔ انی ہزرت سیفا فانقطع صدرہ:- سیف کا مصداق مومنین ہیں جو دین کی امداد کرتے ہیں۔ اور تلوار کو ہلانایہ مومنین کا استعمال کرنا ہے کافروں کے ساتھ لڑنے میں اور تلوار کے اگلے حصے کا ٹوٹنا یہ بعض صحابہ مثلاً حضرت حمزہ وغیرہ کا شہید ہونا ہے غزوہ احد میں۔ وراثیت فیہا بقراً:- یعنی گائے میں نے خواب میں دیکھی جو ذبح ہو رہی تھی۔ یہ بھی وہی بعض مسلمانوں کا غزوہ

والثانی مجھ پر لپیٹ دیا۔ ثم قال اندن بعشرة:- صرف دس کو اجازت کیوں دی دو تو جنہیں ہیں۔ ۱۔ تاکہ کھانا آسان ہو جائے۔ ۲۔ برتن دس سے زیادہ کی گنجائش نہ رکھتا تھا۔ کنا بعد الایات ہر کتہ وانتم تعدونها تخويفاً۔ معجزات میں برکت اور تخويف کے لحاظ سے دو تو جنہیں ہیں۔ ۱۔ ابتداء اسلام میں معجزات میں غلبہ تخويف کفار کا تھا پھر ظہور غلبہ اسلام کے بعد غلبہ برکت کا ہو گیا اور مومنین کے دلوں کو مضبوط کرنے کا غلبہ ہو گیا۔ ۲۔ بعض نشانیاں برکت کے لئے ہیں جیسے کھانے کا زیادہ ہونا اور پانی کا زیادہ ہونا اور بعض نشانیاں تخويف کے لئے ہیں جیسے زلزلہ سورج گرہن اور چاند گرہن۔ وابو بکر و ثلثہ:- یہاں ثلثہ مرفوع ہے اصل عبارت یوں ہے وانطلق ابو بکر و ثلثہ۔ یا غنثم:- اس کے معنی ہیں یا جاہل۔ کصوت العشار:- یہ جمع ہے عشاء کی دس ماہ کی حاملہ اونٹنی کو کہتے ہیں۔ لا تقوم الساعۃ حتی تقاتلوا حوزا و کرمان:- یہ دونوں جگہوں کے نام ہیں جن کو مسلمان فتح کر چکے ہیں۔ لم اکن فی شئی احرص علی ان اعی الحدیث منی فیہن:- یعنی جتنا میں ان تین سالوں میں حدیث یاد کرنے پر حریص تھا اتنا کسی زمانہ میں حدیث یاد کرنے پر حریص نہ تھا۔ گویا مفضل بھی حضرت ابو ہریرہ ہی ہیں ان تین سالوں کے لحاظ سے اور مفضل علیہ بھی حضرت ابو ہریرہ ہی ہیں باقی عمر کے لحاظ سے وهو هذا البارز:- راء کے کسرہ کے ساتھ اسم فاعل کا صیغہ نکلنے والا مراد جنس ہے جہاد کے لئے نکلنے والے۔ وقال سفیان مرة وهم اهل البازر:- اس میں زاء کا فتح ہے اور یہ عجی لفظ بازار سے لیا گیا ہے۔ کہ جو سوق کو بازار کہتے ہیں ان سے تم جہاد کرو گے اور اس حدیث پاک میں جو اشارہ ہے وہ اوپر سے نیچے ہاتھ کو تر چھالانا ہے یعنی تلوار چلانا اور جہاد کرنا فاین دعار طینی:- یہ لفظ دعار جمع ہے داعر کی جس کے معنی ہیں مفسد قد سعو البلاد:- شہر جلادے یعنی بہت فتنہ برپا کیا۔

اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی یہودی اور عیسائی علماء پہچان لیتے تھے کہ یہی نبی آخر الزمان ہیں صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تعالیٰ اولم یکن لہم آیتہ ان یعلمہ علماء بنی اسرائیل۔

باب سوال المشرکین ان یریہم النبی صلی اللہ علیہ وسلم آیتہ فاراہم انشقاق القمر

غرض معجزہ انشقاق قمر کا بیان فرماتا ہے اور یہ واقعہ قرآن پاک سے بھی ثابت ہے اور حدیث متواتر سے بھی ثابت ہے۔ سوال بعض لحد اعتراض کرتے ہیں کہ یہ ایک عجیب واقعہ ہے اور عجیب واقعہ کو لوگ بہت نقل کیا کرتے ہیں اس کو بہت زیادہ لوگوں نے نقل نہیں کیا۔ جواب چونکہ یہ رات کے وقت واقع ہوا جبکہ اکثر لوگ سوئے ہوئے تھے اس لئے انھوں نے توجہ نہ کی جیسے چاند گرہن کا پتہ بہت کم لوگوں کو ہوتا ہے۔ حضرت تھانوی نے تاریخ سے ایک ہندو راجہ کا واقعہ نقل فرمایا ہے کہ وہ اپنے محل میں سیر کر رہا تھا کہ اس نے چاند کا دو ٹکڑے ہونا دیکھا۔ اور تحقیق کرائی تو معلوم ہوا کہ عرب کے ایک شخص کے اشارہ سے ایسا ہوا ہے۔ اور اب تو یہ بات مشاہدہ سے بھی ثابت ہو گئی ہے کہ چاند کے دو ٹکڑے ہوئے ہیں اور دوبارہ چاند کو جوڑا گیا ہے۔ اور وہ اس طرح کہ امریکہ نے چاند گاڑی وغیرہ کے ذریعہ سے جو چاند تک آدمی پہنچائے ہیں انھوں نے مشاہدہ کیا ہے کہ پورے چاند کے درمیان ایک لیکر موجود ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کسی زمانہ میں چاند کے دو ٹکڑے کئے گئے ہیں اور پھر دوبارہ ان دونوں ٹکڑوں کو جوڑا گیا ہے اور ان چاند پر جانے والوں نے اس لیکر کا نام بھی اسی قسم کا رکھا ہے جس کے معنی ہیں اہل عرب کی کھائی یا اہل عرب کی لیکر کیونکہ اہل عرب کی وجہ سے دو ٹکڑے ہوئے تھے سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

باب: یہ باب علامات النبوة کا تتمہ ہے۔ حتی یا تیہم امر اللہ وہم ظاہرون :- بعض نے اس حدیث سے یہ استدلال کر لیا کہ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا

احد میں شہید ہونا ہے۔ واللہ خیر :- یعنی یہ الفاظ مبارکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں سنے۔ ان الفاظ مبارکہ کی تعبیر میں اقوال مختلف ہو گئے۔ ۱۔ اللہ تعالیٰ کا معاملہ شہداء کے ساتھ اُن کے دنیا میں رہنے سے بہتر ہے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ کی فتوح اور ثواب جو بدر ثانیہ کے بعد حاصل ہوئیں وہ بہتر ہیں اس نقصان سے جو غزوہ احد میں ظاہری طور پر مسلمانوں کو برداشت کرنا پڑا۔ ۳۔ واللہ خیر کا تعلق خواب سے نہیں ہے بلکہ یہ جملہ مستانفہ ہے لیکن یہ تیسرا قول ضعیف شمار کیا گیا ہے کیونکہ آگے حدیث پاک میں واللہ خیر کی تعبیر مذکور ہے واذا اللہ خیر ما جاء اللہ بہ من الخیر و ثواب الصدق الذی اتانا اللہ بعد یوم بدر۔ ولعل اللہ ان یصلح بہ بین فتنین من المسلمین :- اس حدیث پاک سے شیعہ کے دو عقیدوں کی تردید ہو گئی۔ ۱۔ شیعہ حضرت امیر معاویہ کو نعوذ باللہ اسلام سے خارج شمار کرتے ہیں اس حدیث میں اُن کے اسلام کی تصریح ہے کیونکہ فتنین من المسلمین ارشاد فرمایا ہے اسی بات کی مزید تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت حسن کو تو شیعہ مانتے ہیں تو ان کا صلح کر لینا حضرت امیر معاویہ سے خود اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت حسن ان کو دائرہ اسلام سے خارج نہ مانتے تھے ورنہ لازم آتا کہ نعوذ باللہ مسلمانوں کی سلطنت ایک کافر کے حوالے کر دی۔ ۲۔ شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علی کی مخالفت کفر ہے اس کی صراحتہ تردید ہو گئی کہ حضرت امیر معاویہ نے مخالفت فرمائی اس کے باوجود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مومن قرار دیا اھا انھا سیكون لکم الا نماط :- دو باتیں ثابت ہوئیں۔ ۱۔ اخبار بالغیب بطور معجزہ ۲۔ نمدوں کا استعمال جائز ہے۔ ضرب الناس بعطن :- اونٹوں کے پیٹھ کے جگہ کو عطن کہتے ہیں۔

باب قول اللہ یعرفونہ کما یعرفون ابناءہم غرض اور ربط یہ ہے کہ توراۃ اور انجیل میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی علامات اتنی زیادہ بیان فرمادی گئی تھیں کہ نبی کریم صلی

درجہ اجتہاد کو پہنچتی ہے۔ نہ ۱۲ سال کا بچہ اجتہاد کے درجہ تک پہنچتا ہے۔ اور ۹ سال کی بچی بالغ ہو سکتی ہے اور ۱۲ سال کا بچہ بالغ ہو سکتا ہے اب وہ عمل کیسے کریں ظاہر ہے کہ تقلید کریں البتہ شروع کی چار صدیوں میں بعض حضرات بالغ ہونے کے کچھ عرصہ بعد یا بالغ ہوتے ہی درجہ اجتہاد کو پہنچ جاتے تھے تو ان کے ذمہ صرف یہ تھا کہ جب تک درجہ اجتہاد کو نہ پہنچیں تقلید کریں جب پہنچ جائیں تو اجتہاد کریں پس یہ بات ثابت ہو گئی کہ پہلی چار صدیوں میں بعض پر اور بعد میں سب پر تقلید واجب ہوئی ۲۔ دوسری دلیل اسی دعوے کی کہ ہم سب درجہ اجتہاد کو پہنچے ہوئے نہیں اور ہم پر تقلید واجب ہے اور پہلی چار صدیوں میں بعض درجہ اجتہاد کو پہنچے ہوئے نہ ہوتے تھے اور ان بعض پر تقلید واجب ہوتی تھی یہ ہے کہ جب خیر القرون میں حضرات صحابہ کرام دونوں قسم کے تھے۔ بعض درجہ اجتہاد کو پہنچے بعض نہ پہنچے تو آج کیسے کہہ سکتے ہیں کہ ہم سب یقیناً درجہ اجتہاد کو پہنچ چکے ہیں۔ سنن ابی داؤد میں ہے عن جابر قال خرجنا فی سفر فاصاب رجلا منا حجر فشحجه فی راسه ثم احتلم فسال اصحابه فقال هل تجدون لی رخصته فی التیمم قالوا ما نجد لک رخصته وانت تقدر علی الماء فاغتسل فحات فلما قد منا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخبر بذلک فقال قتلوه قتلهم اللہ تعالیٰ الا سئلوا اذلم يعلموا فانما شفاء العیسی السوال یہ دو تین صحابی جنہوں نے فتویٰ دیا کہ سر کا دھونا ضروری ہے درجہ اجتہاد کو پہنچے ہوئے نہ تھے۔ ان پر تقلید واجب تھی انما شفاء العی السوال پھر بھی تقلید نہ کی اور اجتہاد کیا تو ایک صحابی کی موت کا ذریعہ بن گئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شدید ناراض ہوئے اسی طرح سنن ابی داؤد میں ہے عن ابی سعید الخدری قال خرج رجلان فی سفر فحضرت الصلوٰۃ و لیس معهما ماء فیتما صعبا طیباً فصلیا ثم وجد الماء فی الوقت فاعاد احدهما الصلوٰۃ ولم يعد

ہے کہ اجتہاد کا دروازہ قیامت تک کھلا رہے گا۔ کیونکہ اس حدیث پاک میں ہے کہ قیامت تک دین غالب رہے گا اور غلبہ دین کے بقاء سے اور علم دین کے بقاء سے اور اجتہاد فی الدین کے بقاء سے ہے اس لئے اجتہاد بھی قیامت تک باقی رہے گا جواب اس کا یہ ہے کہ دین کا بقاء علم دین پر تو موقوف ہے اجتہاد فی الدین پر موقوف نہیں۔ مسئلہ الا اجتہاد و التقليد۔ اس مسئلہ میں ہمارے اہل السنۃ والجماعۃ کے سات دعوے ہیں ۱۔ پہلی چار صدیوں میں بعض پر تقلید واجب تھی اور بعد میں سب پر تقلید واجب ہے۔ کیونکہ اجتہاد کے معنی ہیں قرآن اور حدیث اور قواعد عقلیہ صحیحہ اور قواعد عربیہ صحیحہ کی امداد سے ایسے اصول مرتب کرنا جن کی امداد سے قیامت تک پیش آنے والے مسائل کو قرآن و حدیث سے نکالا جاسکے اور نصوص کی تین قسمیں ہیں ۱۔ واضحہ غیر متعارضہ ۲۔ غیر واضحہ ۳۔ واضحہ متعارضہ۔ پہلی قسم میں نہ اجتہاد کی ضرورت ہے نہ تقلید کی بلکہ بلا واسطہ قرآن و حدیث پر عربی لغت جاننے والا عمل کر سکتا ہے اور ایسے مسائل عموماً مشہور و معروف ہوتے ہیں جیسے نماز کا فرض ہونا۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج کا فرض ہونا۔ چوری ڈاکہ۔ زنا سو کا حرام ہونا وغیرہ نصوص کی باقی دو قسموں میں اگر مجتہد ہے تو اپنے اجتہاد کی وجہ سے خفاء کو دور کرے گا۔ تو تعارض اٹھالے گا اور اگر مجتہد نہیں ہے تو مخفی نص پر بھی عمل نہیں کر سکتا اور متعارض نصوص پر بھی عمل نہیں کر سکتا کیونکہ متعارض نصوص میں ہے ہر ایک پر عمل کرنا محال ہے دونوں کو چھوڑ دے تو سارا دین چھوٹ جاتا ہے کیونکہ اکثر اعمال میں اجتہادی اختلاف اور تعارض نصوص موجود ہے اور ظاہر ہے کہ پورے دین کو چھوڑنا اس آیت کے خلاف ہے ایحسب الا نسان ان یتروک سدئ لامحاله غیر مجتہد کے ذمہ مجتہد کی تقلید ہے تاکہ اس کی رائے کے مطابق خفاء کو دور کرے اور تعارض کو اٹھائے اور ان دونوں قسم کی نصوص پر عمل کرے اب غیر مجتہد چار صدیوں کے بعد سب ہیں کیونکہ ظاہر ہے کہ چار صدیوں کے بعد نہ ۹ سال کی بچی

الآخر ثم ابتار رسول الله صلى الله عليه وسلم فذكر
ذلك له فقال للذي لم بعدا صبت السنه واجزا
تک صلوتک وقال للذي تواضعا واعدلک الاجر
موتین جس نے نماز دہرائی وہ غلطی پر تھا لیکن کسی سے بھی نبی
پاک صلی اللہ علیہ وسلم ناراض نہ ہوئے کیونکہ دونوں درجہ اجتہاد کو
پہنچے ہوئے تھے۔ پس جب صحابی بعض درجہ اجتہاد تک پہنچے ہوئے
نہ تھے تو آج کیسے کہا جاسکتا ہے کہ ہم سب یقیناً درجہ اجتہاد کو پہنچے
ہوئے ہیں۔ پس غیر مجتہد کے ذمہ تقلید ہے۔ ۳۔ تیسری دلیل حق
تعالیٰ کا ارشاد ہے لعلمہ الذین یستنبطونہ منہم کہ غیر مجتہد
صحابہ کے ذمہ ہے کہ وہ صحابہ میں سے ان کو جہاد کی خبریں
پہنچائیں جو درجہ اجتہاد کو پہنچے ہوئے ہیں تو وہ مجتہدین جان لیں
گے کہ اس خبر کو مشہور کرنا مناسب ہے یا نہ اس آیت سے بھی
صاف معلوم ہوا کہ سب صحابہ درجہ اجتہاد کو پہنچے ہوئے نہ تھے۔ ۴۔
اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم ان
اولی الامر سے مراد یا تو بادشاہ اور اس کے ساتھی حکام ہیں یا
فقہاء ہیں اگر حکام ہیں تو حکام کے ذمہ بھی بالاتفاق واجب ہے
کہ اگر وہ مجتہد نہیں ہیں تو فقہاء کا اتباع کریں۔ دونوں تفسیروں
سے یہی ثابت ہوا کہ فقہاء کی تقلید ضروری ہے اور منکم سے یہ بھی
ثابت ہوا کہ سب مجتہد نہیں ہیں۔ ۵۔ لو کنا نسمع او نعقل
ما کنا فی اصحاب السعیر معلوم ہوا کہ نجات کے دو ہی
راستے ہیں۔ خود عاقل و مجتہد ہو یا عاقل و مجتہد کی بات سن کر اس کو
مانے اور عمل کرے یہی تقلید ہے۔ دعویٰ ۲۔ تقلید شخصی ضروری
ہے وجہ ۱۔ واتبع سبیل من اصاب الی اصل مفرد کا صیغہ ایک
کے لئے ہی ہوتا ہے۔ ۲۔ حدیث پاک میں صحابہ کرام کے متعلق
ارشاد ہے بایہم اقتدینم اھتدینم کہ کسی ایک صحابی کا اتباع
نجات کے لئے کافی ہے۔ ۳۔ دو کی تقلید سے لازم آتا ہے کہ کسی
ایک اصول کے مطابق اس نے قرآن و حدیث پر عمل نہیں کیا جو
ضروری تھا مثلاً مفہوم مخالف سے سینکڑوں مسائل متفرع ہوتے

ہیں جو ایک کی تقلید نہیں کرتا اس نے ایک دن میں پچاس مسئلے
مفہوم مخالف کو حجت مان کر لئے اور پچاس حجت نہ مان کر لئے
کسی ایک اصول کے لحاظ سے وہ قرآن و حدیث پر عمل کرنے والا
نہ رہا۔ بعض غیر مقلد کہہ دیتے ہیں کہ ہم اصول نہیں مانتے تو اس کا
جواب یہ ہے کہ پھر تو آپ نماز کو فرض بھی نہیں کہہ سکتے کیونکہ نماز کا
فرض ہونا بھی تو اصول کی بناء پر ہے وہ اصول یہ ہے الامر للوجوب
اور اقموا الصلوٰۃ میں امر ہے اس لئے نماز واجب بمعنی فرض ہے۔
اس لئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ہم اصول کو نہیں مانتے۔ اسی طرح جو
دو اماموں کی تقلید کرتا ہے اس پر لازم آتا ہے کہ ایک دن میں وہ
پچاس دفعہ اپنا اصول بدلتا ہے مثلاً خبر واحد ہمارے نزدیک ایسی
ہے کہ اس سے قرآن پاک پر زیادہ نہیں ہو سکتی شوافع حضرات
کے نزدیک زیادتی ہو سکتی ہے اس اصول اختلاف سے بھی
سینکڑوں مسائل نکلتے ہیں اب جو شخص تقلید شخصی نہیں کرتا اُس نے
مثلاً ایک دن میں ایک سو عمل کئے جن کا تعلق خبر واحد سے زیادتی
کے جواز و عدم جواز سے ہے اب ان صاحب کو کچھ پتہ نہیں کہ
میں خبر واحد سے زیادتی کر رہا ہوں یا نہ اس نے ایک دن میں
پچاس باتوں میں خفیہ کا قول لیا پچاس کاموں میں شوافع کا لیا گویا
پہلے خبر واحد سے قرآن پاک پر زیادتی کو جائز کہا پھر پانچ منٹ
کے بعد نا جائز کہہ دیا کسی ایک اصول کے مطابق بھی قرآن و
حدیث پر عمل کرنے والا نہ بنا گویا تارک قرآن و حدیث بن گیا
اور جو صرف خفی فقہ پر عمل کر رہا ہے اُس نے زیادتی کو نا جائز کہا۔
پس کوئی خرابی لازم آئی اور جس نے صرف امام شافعی کی تقلید کی
اُسی نے صرف جائز کہا بس۔ کوئی خرابی لازم نہ آئی اس لئے تقلید
شخصی ضروری ہے۔ ۴۔ چوتھی دلیل تقلید شخصی کے واجب ہونے کی
یہ ہے کہ اگر تقلید شخصی نہ کی جائے تو بعض دفعہ خلاف اجماع لازم آ
جاتا ہے مثلاً گھر سے نکلتے وقت بیوی کو ہاتھ لگا لیا تو کہے گا خفی
مسک پر میرا وضو نہیں ٹوٹا راستہ میں کاٹنا چھ گیا تو کہے گا کہ اگرچہ
خون بہہ گیا ہے۔ لیکن شافعی مسلک کے لحاظ سے میرا وضو نہیں ٹوٹا

اب جا کر جو نماز پڑھی یا پڑھائی بالا جماع نہ ہوئی۔ ۵۔ دو اماموں کو تقلید کرنا بالکل ایسا ہی ہے جیسے ایک مسجد کے دو دروازے ہوں ایک سے داخل ہو کر پھر باہر نکلے اور دوسرے سے داخل ہو جائے۔ مقصد اتباع سنت ہے ہر امام اسی کی کوشش کرتا ہے اس لئے ایک امام کا اتباع کافی ہے۔ دوسرے امام کے اتباع کی کیا ضرورت ہے۔ ۶۔ دو اماموں کا اتباع کرنا بیک وقت دو گھوڑوں پر یا دو کاروں پر یا دو بسوں پر سوار ہونے کی طرح ہے۔ جب نجات کے لئے ایک امام کا اتباع کافی ہے تو بیک وقت دو اماموں کا اتباع غلط طریقہ ہے۔ دعویٰ ۳۔ چار صدیوں کے بعد اجتہاد کرنے والا کوئی پیدا نہ ہوا۔ اس کی دلیل ۱۔ علماء کا اجماع ہے جو تنبیح اور تلاش کے بعد واقع ہوا ہے۔ اکابر علماء کی جستجو اور تلاش سے یہ بات بالا اتفاق ثابت ہو چکی ہے کہ چار صدیوں کے بعد دنیا بھر میں ایک عالم بھی ایسا پیدا نہیں ہوا جو درجہ اجتہاد کو پہنچا ہوا ہو اور علماء نے اس کو مجتہد تسلیم کر لیا ہو۔ ۲۔ دوسری دلیل مشاہدہ ہے کہ چالیس سال فقہ اور حدیث پڑھانے والے اقرار کرتے ہیں کہ ہم درجہ اجتہاد کو نہیں پہنچے۔ اگر تقلید حرام ہو تو بالغ ہونے سے پہلے ہر بچہ اور بچی کا درجہ اجتہاد کو پہنچنا ضروری ہے آپ ہمیں دکھادیں کہ ۹ سال کی کوئی بچی درجہ اجتہاد کو پہنچی ہوئی ہے اور ۱۲ سال کا کونسا بچہ درجہ اجتہاد کو پہنچا ہوا ہے۔ کوئی ایک دو حدیث کی کتابیں پڑھنے والا اگر اپنے آپ کو مجتہد سمجھتا ہے تو وہ علماء کے سامنے اپنے آپ کو پیش کرے وہ فیصلہ کر دیں گے کہ جناب کتنے پانی میں ہیں

بشما صاحب نظرے گو ہر خود را عیسیٰ نواں گشت بتصدیق خرے چند دعویٰ ۴۔ ہمارے علاقوں میں حنفیت کے سوا چارہ نہیں کیونکہ دوسرے مسالک کے مفتی نہیں ملتے۔ شام میں حنفی اور شافعی دونوں قسم کے مفتی حضرات موجود ہیں۔ مصر میں مالکیہ کے مفتی ہیں۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں چاروں فقہوں کے مفتی مل جاتے ہیں۔ دعویٰ ۶۔ چار صدیوں میں اجتہاد پائے جانے میں حکمت تھی۔ اگر قرآن و حدیث میں معانی مختلفہ اور ظاہر متعارض نصوص اور

ناخ و منسوخ کا مخفی رہنا اور بہت سی حدیثوں کے متعلق ضعیف اور قوی ہونے کا اختلاف نہ ہوتا تو سارا دین صرف قدوری جیسی ایک کتاب میں بند ہو کر رہ جاتا۔ نہ فقہ کی کتابوں کے انبار ہوتے نہ دلائل نہ طلب علم کی ضرورت ہوتی نہ فضیلت علم ظاہر ہوتی۔ نہ علماء کی فضیلت ثابت ہوتی نہ علم کی وسعت ہوتی نہ مدارس ہوتے اس لئے حق تعالیٰ نے ایسے اسباب پیدا فرمادیئے کہ اجتہاد ہو اور اجتہاد میں اختلاف ہو اور یہ سب چیزیں ثابت ہو جائیں دعویٰ ۷۔ چار صدیوں کے بعد اجتہاد بند ہونے ہی میں حکمت تھی۔ ورنہ دین میں اجتماعیت اور اتفاق و اتحاد ختم ہو جاتا ہر شخص کا اپنا مسلک ہوتا۔ اور ایک شہر میں ہزار ہزار مسلک ہوتے اور اسلام کی اجتماعی عظمت و شوکت ظاہر نہ ہوتی۔ غیر مقلدین کی دلیلیں اور جواب: ۱۔ واذا قيل لهم اتبعوا ما انزل الله قالوا بل ننبع ما الفينا عليه اباءنا۔ یہ مقلد بھی قرآن و حدیث کو چھوڑ کر ائمہ کا اتباع کرتے ہیں۔ جواب۔ ہمارے آباء یعنی حضرات مجتہدین اور مشرکین کے آباء و اجداد میں دو فرق ہیں۔ ایک یہ کہ ان کے آباء جاہل تھے۔ ہمارے مقتداء علم و تقویٰ کے پہاڑ ہیں۔ دوسرے وہ صریح دلائل اور صریح آیات و معجزات کو چھوڑ کر آباء کے اقوال لیتے تھے۔ ہم صریح آیات میں تو تقلید کی ضرورت ہی نہیں سمجھتے صرف تعارض اور آیات و احادیث کے معانی مخفی ہونے کی صورت میں تقلید کرنے پر مجبور ہیں۔ کیونکہ ہم نہ خود تعارض اٹھا سکتے ہیں نہ مخفی آیات و احادیث کے معانی خود سمجھ سکتے ہیں۔ اس لئے تقلید کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں۔ ۲۔ غیر مقلدین کی دوسری دلیل یہ ہے کہ ہم تو کہتے ہیں کہ قرآن و حدیث میں یہ لکھا ہے اور تم اس کے مقابلہ میں کہتے ہو کہ ہمارے امام نے یوں کہا ہے بتلاؤ کس کا قول اقویٰ ہے۔ جواب۔ تم قرآن و حدیث میں اپنی رائے پر عمل کرتے ہو اور ہم قرآن و حدیث کے معنی سمجھنے میں بڑے درجہ کے علماء و مجتہدین کی رائے پر عمل کرتے ہیں مقابلہ تمہاری رائے اور امام ابو حنیفہ کی رائے کا ہے تم میں تو قرآن و حدیث کے اردو ترجمہ پڑھنے کی بھی

فقہاء کی بھی رعایت فرماتے رہتے تھے کسی نے پوچھا حضرت آپ قراءت خلف الامام کے مسئلہ میں کیسے دوسرے فقہاء کے اقوال کی رعایت فرما سکتے ہیں خفی مسلک میں پیچھے پڑنا مکروہ تحریمی ہے اور شافعی مسلک میں فرض ہے۔ فرمایا میں تو ہمیشہ امام ہی بنتا ہوں۔ وہم بالشام: یہ الفاظ موقوفاً ہیں مرفوعاً ثابت نہیں ہیں کہ حضرت معاذ فرما رہے ہیں کہ وہ دین پر رہنے والی جماعت شام میں ہوگی پھر حضرت معاویہ جو خوالہ دے رہے ہیں کہ دیکھو مالک بن یخامر یہ بھی فرما رہے ہیں وہم بالشام کہ وہ دین پر قائم رہنے والی جماعت شام میں ہوگی تو گویا حضرت امیر معاویہ اپنا حق پر ہونا ثابت فرمانا چاہتے ہیں اس پر یہ اشکال ہے کہ اہل السنۃ والجماعت کے نزدیک تو حضرت علی حق پر تھے اور حضرت امیر معاویہ کی غلطی اجتہادی تھی جواب یہ ہے کہ حضرت معاذ کی تفسیر کا تعلق قرب قیامت سے ہے کہ قرب قیامت میں جو جماعت حق پر ہوگی وہ شام میں ہوگی کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام شام میں دمشق میں اتریں گے۔

باب فضائل اصحاب النبی ﷺ

غرض حضرات صحابہ کرام کے فضائل کا بیان فرمانا ہے اس پر اجماع امت ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پاک ہستیاں اعلیٰ درجہ کی عادل تھیں روایت میں بھی اور شہادت میں بھی بہت سے دلائل ان پاک ہستیوں کی فضیلت میں وارد ہیں مثلاً۔
۱- محمد رسول اللہ والدین معہ اشداء علی الکفار ورحماء بینہم الا یہ حق تعالیٰ خود حضرات صحابہ کرام کی مدح فرما رہے ہیں۔ جن کی اللہ تعالیٰ مدح فرمادیں ان پر اعتراض کرنے والے کا منہ کالا۔ وکذالک جعلنا کم امتہ وسطاً یہاں وسط بمعنی خیار کے ہے اور اس آیت کا اولیٰ مصداق حضرات صحابہ کرام ہیں۔ ۳- یوم لا یخزی اللہ البعی والذین امنوا معہ نورہم یسعئ بین ابیدیہم وبایمانہم۔ ۴- حدیث پاک ہے اصحابی کالنجوم باہم اقتدیتم اھتدیتم رواہ رزین اس میں اقتداء کا حکم ہے اور ظاہر ہے کہ فاسق کا اقتداء نہیں ہوتا

آج کل کے مجتہد نے یہ کیا کہ جب اکیلا نماز پڑھتا تھا تو آرام سے پڑھتا تھا اور جب کبھی امام بن جاتا تو بہت بل بل کر اور بدن کو ہلہلا کر پڑھتا۔ کسی نے وجہ پوچھی تو جناب اردو ترجمہ والی مشکوٰۃ شریف اٹھا لائے اس میں حدیث پاک تو یوں تھی فمن ام قوماً فلیخفف کہ تم میں سے کوئی کسی قوم کا امام بنے تو وہ ہلکی نماز پڑھائے یعنی بہت لمبی نہ پڑھائے وہ مجتہد صاحب ترجمہ یوں پڑھتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی کسی قوم کا امام بنے تو وہ بل کے نماز پڑھائے۔ ایک جلد ساز بھی مجتہد تھے ہر کتاب میں جو جلد بننے آتی کانٹ چھانٹ کرتے ایک شخص نے قرآن پاک جلد بنانے کے لئے دیا اور تاکید کر دی کہ اس میں کوئی کانٹ چھانٹ نہ کرنا لیکن جب جلد تیار ہوئی تو علامہ وقت جلد ساز صاحب فرماتے ہیں کہ صرف چھاپے کی دو تین غلطیاں ٹھیک کی ہیں ایک یہ کہ تمہارے قرآن پاک میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے نام کے ساتھ کفر کا لفظ غلطی سے چھپ گیا تھا ماکثر سلیمان میں نے ٹھیک کر دیا یا مسلمان سلیمان دوسرے خر موسیٰ صقلا۔ چھپ گیا تھا۔ حالانکہ خرا گدھا تو عیسیٰ علیہ السلام کا تھا اس لئے میں نے ٹھیک کر دیا خر عیسیٰ اور تمہارے قرآن پاک میں کافروں کے نام فرعون اور ہامان لکھ دیئے گئے تھے میں نے کہیں تمہارا نام لکھ دیا کہیں اپنا نام لکھ دیا یہ ہے تمہاری رائے کا حال اور ہمارے ائمہ امام ابو حنیفہ اور امام مالک وغیرہ علم کے پہاڑ تھے جن کے سامنے قرآن وحدیث کے مضامین دو دو نے چار کی طرح واضح تھے۔ ۳- غیر مقلدوں کی تیسری دلیل یہ ہے کہ دیکھو شاہ ولی اللہ جیسے بڑے درجے کے علماء غیر مقلد تھے جن کے تم شاگرد ہو۔ جواب۔ یہ غلط ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ غیر مقلد تھے وہ یکے خفی تھے ان کی نگرانی میں عالمگیری خفی فتویٰ کی کتاب تیار ہوئی تھی لیکن وہ خفی ہونے کے ساتھ ساتھ جہاں تک ہو سکے دوسرے فقہاء کے اقوال کا بھی لحاظ فرماتے تھے اور یہ مستحب ہے جبکہ اپنے مذہب کے لحاظ سے مکروہ تحریمی لازم نہ آئے۔ ایسے ہی مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی خفی تھے لیکن دوسرے

زمانہ کے لوگوں کی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اصلاح نہ فرما سکے بقول ان معترضین کے تو بعد والوں کی کیا اصلاح فرمائیں گے۔ نعوذ باللہ من ذلک اگر ان اہق معترضین کے قول کے مطابق قرن صحابہ شرا القرون ہے تو پھر خیر کس صدی میں ہوگی اس لئے حضرات صحابہ کرام پر اعتراض کرنے والے دین کے دشمن اور قرآن و حدیث کے منکر ہیں۔ ۸۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عدالت پر اجماع امت خود مستقل دلیل ہے۔ ۹۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس جماعت کا تذکرہ فرمایا ہے۔ ۱۰۔ اگر وہ عادل نہ ہوں گے تو عادل کون ہوگا۔ ۱۱۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عدالت کا انکار اس کو مستلزم ہے کہ دین کا فائدہ کوئی حاصل ہی نہیں کر سکتا۔ ۱۲۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو عادل نہ ملتا قرن اول کو شرا القرون قرار دیتا ہے جو باطل ہے۔ ۱۳۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی پاک ہستیوں پر جرح کرنے سے لازم آئے گا کہ قرآن پاک اور حدیث کا نقل ہو کر آگے پہنچنا صحیح نہ ہو۔ ۱۴۔ اس جرح سے معجزات کا ثبوت نہ ہو سکے گا۔ ۱۵۔ اس جرح سے لازم آئے گا کہ سینکڑوں سالوں سے دنیا ساری اندھیرے میں ہے اور قیامت تک اندھیرے میں ہی رہے گی کیونکہ یہ آخری دین ہے اور قیامت تک رہنے والا ہے جب نعوذ باللہ یہ ثابت ہی نہیں ہے تو پوری دنیا نعوذ باللہ اندھیرے میں ہی ہے۔ ۱۶۔ تو اتارے سلف و خلف سے ثابت ہے کہ وہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مخالفت سے ڈرتے تھے اور ان کی قوی محبت رکھتے تھے اور ان کے اتباع سے محبت رکھتے تھے۔ عدالت کے معانی مختلفہ: ۱۔ الانصاف فی المعاملات والیصال الحقوق الی مستحقہا اسی معنی کے لحاظ سے بادشاہ کو بھی عادل کہا جاتا ہے۔ ۲۔ فسق و عصیان کے مقابلہ میں تقویٰ کو عدالت کہتے ہیں۔ ۳۔ عصمت یعنی گناہ ہونا محال ہو جائے۔ ۴۔ حفاظت کہ گناہ کا ارتکاب نہ ہو اگرچہ ممکن ہو یہ درجہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی عنایت سے حاصل ہوتا ہے۔ اللھم احفظنا اللھم احفظنا اللھم احفظنا اور شیخ اکبر نے جو اپنی کتاب

بلکہ عادل کا اتباع ہوتا ہے پھر اس حدیث پاک کی سند میں گو محدثین نے کچھ کلام کی ہے لیکن کثرت طرق کی وجہ سے اس حدیث پاک کا درجہ حسن کا شمار کیا گیا ہے۔ ۵۔ صحیحین میں مرفوع روایت ہے خیر القرون قرنی اور خیریت بلا عدالت کیسے ہو سکتی ہے اس لحاظ سے بھی عدالت کا اعلیٰ مقام حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے ثابت ہے۔ ۶۔ فی مسند بزار و رجالہ ثقات عن جابر مرفوعاً ان اللہ اختار اصحابی علی الثقلین سوی النبیین والمرسلین۔ ۷۔ خود عقل اور قیاس عادل گواہ ہے ان پاک ہستیوں کی عدالت و عظمت بیان کرنے کے لئے کیونکہ ان پاک ہستیوں نے اپنی جانیں اور اپنے مال دین مبین کی نصرت میں خرچ کر دیئے اس لئے ان پاک ہستیوں پر اعتراض کرنے والا اپنے آپ پر اعتراض کرنے والا ہے۔

۸۔ حملہ بر خودے کی اے سادہ مرد بھجوا آں شیرے کہ بر خود حملہ کرد ایک خرگوش نے ایک شیر سے کہا کہ اس کنویں میں شیر رہتا ہے اس کو ختم کر دو اس نے جھانک کر دیکھا تو اپنا عکس نظر آیا اس پر حملہ کر دیا اور ہلاک ہو گیا۔ بس ان پاک ہستیوں کی عدالت قرآن حدیث اجماع اور قیاس سے ثابت ہے اور ان حضرات کا آپس میں اختلاف اجتہادی ہے۔ پس جب حق تعالیٰ نے ہم پر فضل فرمایا ہے کہ ان پاک ہستیوں کے خون سے ہمارے ہاتھ نہیں رنگے تو ہمیں ہوش کرنی چاہئے ہم اپنی زبانوں کو ان پاک ہستیوں کی برائیوں کا ذکر کر کے کیوں گندا کریں۔ ہم کیوں کسی صحابی کی برائی کریں۔ ہم کوئی قاضی ہیں ثالث ہیں ہم نے ان میں سے کسی کو سزا دی نی ہے کہ ہم بحث کریں کہ نعوذ باللہ فلاں کی یہ غلطی تھی فلاں کہ یہ غلطی تھی پس سکوت سکوت ہی مناسب ہے۔ ان حضرات کی عدالت کا انکار حقیقت میں قرآن اور حدیث اور اجماع اور قیاس کا انکار ہے۔ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مربی اور مژگی اور مصلح ہونے کا انکار ہے پس جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کی اصلاح نہ فرما سکے نعوذ باللہ وہ حقیقت میں نبوت ہی کے منکر ہیں کیونکہ اصلاح ہی تو مقصد تھا نبوت کا جب نعوذ باللہ اپنے

متوجہاً الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نانبروہ الخیر فقال والذی بعث محمد اصلی اللہ علیہ وسلم بالحق مارایۃ بتہ ولا اثنائی فلما دخل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال منعت الزکوۃ واردت قتل رسولی فقال لا والذی بعثک بالحق مارایۃ ولا رانی ولا اقبلت الا حین احبس علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خشیتہ ان یکون سخطۃ من اللہ ورسولہ فنزل یایہا الذین امنوا ان جاءکم فاسق بنیاً فتبینوا الی قولہ سبحانہ حکیم یظاہراس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود ایک صحابی کو فاسق قرار دے رہے ہیں تو اس جزئی واقعہ سے قاعدہ کلیہ ٹوٹ گیا الصحابہ کلہم عدول کیونکہ منطق کا اصولی ہے کہ سالبہ جزئیہ سے موجبہ کلیہ ٹوٹ جاتا ہے۔ جواب:- صاحب روح المعانی علامہ آلوسی نے اس کے دو جواب اپنی کتاب الاجوبۃ العراقیۃ علی الاسئلۃ الایوانیۃ میں دیئے ہیں وہ دونوں بلفظہ نقل کئے جاتے ہیں۔ ۱۔ لا یدکر علی العدالۃ اللتی ندعیہا لہم اعنی امامت من ابتلی بما یفسق الاتائباً عدلاً ببرکۃ نور الصحبۃ فلا یرد ایضاً صلوتہ اہل الناس الصبح وهو سکران حین دلی کوفتہ من قبل عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ وشر بہ الخمر قبل ذلک حتی جلدہ علیہ بعد ثبوتہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کما هو مخرج فی الصحیحین. ۲. وقیل 'ای فی شان نزول الایۃ المذکورہ' ان القوم لما احسوا بقدمہ خرجوا یتلقونہ وعلیہم السلاح فظن انہم خرجوا یقاتلونہ فرجع وقال ما قال بناءً علی ظنہ فاخبرہ انما کان عما فی ذہنہ علی نحو قول ذی الیدین (ای قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم مخاطباً لذی الیدین) کل ذلک لم یکن ومثلہ لا یعد کذباً بل هو صدق مطابق للواقع لکن بحسب الاعتقار فلا یفسق بہ حقیقۃً انما قیل لہ فاسق مجازاً عدد الصحابة:۔ حضرات صحابہ کرام رضی

فتوحات مکہ میں امام مہدی کو معصوم کہہ دیا ہے وہ بمعنی محفوظ ہی ہے۔ ۵۔ التجنب عن تعدد الکذب فی الروایۃ و النحراف فیہا اور یہ محدثین کی اصطلاح ہے اور بعض حضرات کے نزدیک یہ پانچویں معنی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں پائے جاتے ہیں لیکن رائج حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عدالت میں یہ ہیں کہ ان پاک ہستیوں میں چوتھے معنی اور پانچویں معنی دونوں جمع ہیں اور اگر شاذ و نادر کسی صحابی سے کوئی گناہ ہوا ہے مثلاً زنا یا شراب پینا تو اس نے موت سے پہلے بلکہ گناہ کے فوراً بعد توبہ کر لی ہے اور ظاہر ہے کہ ہر توبہ کرنے والے کو معافی مل جاتی ہے اس لئے ایسے صحابی بھی پاک صاف ہی فوت ہوئے ہیں۔ عدالت کے تیسرے معنی انبیاء علیہم السلام کی خصوصیت ہے اور فرشتوں کی خصوصیت ہے اور دوسرے معنی بہت سے مومنین کا طین میں پائے جاتے ہیں۔ پس تاریخ میں جو بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر اعتراض مذکور ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان تاریخوں کو مدون کرنے والے کافر ہیں یا شیعہ ہیں پس قرآن پاک اور احادیث کے مقابلہ میں ان تاریخ والوں کے اعتراض کا کوئی اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ اگر کسی صحابی سے کوئی اجتہادی غلطی ہوئی ہے تو وہ عند اللہ تعالیٰ معاف ہے۔ ایک اشکال: مسند احمد اور مجمل طبرانی وغیرہ میں سند جید کے ساتھ عن الحارث ابن ضرار اس آیت مبارکہ کا شان نزول ان جاءکم فاسق بنیاً فتبینوا یوں مذکور ہے آئندہ عبارت کا اکثر حصہ روایت باللفظ ہے الجائی کان صحابیاً وهو الولید بن عقبہ بن ابی معیط اخو عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ لامہ بعثہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الحارث بن ضرار الخزاعی لیقبض ماکان عنده مما جمع من زکوۃ قومہ فلما بلغ بعض الطرق فرق منه لما کانت لیبنہما شحنا فی الجاہلیۃ فرجع واتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ان الحارث منعنی الزکوۃ واراد قتلی فبعث الیہ علیہ الصلوۃ والسلام بعثاً فصاد فوہ فی الطريق

راے اور اجتہاد سے نہ ہو سکتا ہو تو وہ عند ابی حنیفہ و ما لک حکم میں مرفوع روایت کے ہے اور یہی قول جمہور علماء کا ہے پھر بعض نے یہ قید لگائی ہے کہ وہ صحابی ایسے ہوں جو اسراہیلیات میں سے نہ لیتے ہوں جیسے حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس اور حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہ یہ حضرات بنی اسرائیل سے لی گئی روایات بیان نہ فرمایا کرتے تھے اور دیگر بعض علماء نے یہ قید بھی نہیں لگائی کہ اسراہیلیات میں سے نہ لیتے ہوں بلکہ حکم عام رکھا کہ قول صحابی غیر قیاسی حکم میں مرفوع کے ہے۔ ۳۔ تیسری قسم قول صحابی کی یہ ہے کہ ایسے معاملہ میں قول صحابی وارد ہوا ہو کہ اس میں رائے کا دخل ہو سکتا ہو اور پھر وہ قول صحابی ہو بھی مرفوع روایت کے خلاف تو ایسے قول کے چھوڑنے پر اتفاق ہے۔ ۴۔ چوتھی قسم قول صحابی کی یہ ہے کہ معاملہ ایسا ہو کہ رائے کا اس میں دخل ہو سکتا ہو اور مرفوع روایت کے خلاف نہ ہو تو بعض فقہائے نے اسے لے لیا ہے اور اسی میں احتیاط ہے کیونکہ سماع من النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا احتمال موجود ہے اور بعض فقہاء نے ایسے قول صحابی کو نہیں لیا۔ فضائل صحابہ کا اجمالی ذکر:۔ روافض نے کہہ دیا کہ نعوذ باللہ حضرت علی کی بیعت جو صحابہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے فوراً بعد نہ کی تو نعوذ باللہ سب کے سب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مرتد ہو گئے حتیٰ کہ شیعہ میں ایک فرقہ ہے کہ ملیہ اس نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے فوراً بعد جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت خلافت نہ کی تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذمہ اُن سے قتال واجب ہو گیا تھا اس واجب کو چھوڑنے کی وجہ سے نعوذ باللہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی مرتد ہو گئے۔ شیعہ شیعہ کی یہ سب باتیں انتہائی گستاخانہ ہیں۔ اہل السنۃ والجماعت کا اجماع ہے کہ جو لوگ کندہ حنیفہ فزارہ بنی اسد اور بنی بکر بن وائل میں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے فوراً بعد نعوذ باللہ مرتد ہو گئے تھے یہ نہ تو انصار میں سے تھے نہ فتح مکہ سے پہلے ہجرت کرنے والوں میں

اللہ تعالیٰ عنہم کی گنتی میں تین اہم قول ہیں۔ ۱۔ ساٹھ ہزار ۲۔ ۱۲۰ ہزار ۳۔ ۱۵۰ ہزار یعنی ڈیڑھ لاکھ یہ تیسرا قول ہی رائج ہے کیونکہ یہ مثبت زیادہ ہے پھر ان میں سے احادیث نقل کرنے والے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پانچ ہزار شمار کئے گئے ہیں۔ حجیتہ اقوال الصحابة:۔ ۱۔ والسبقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضی اللہ عنہم ورضو اعنہ۔ معلوم ہوا کہ مہاجرین و انصار کا اتباع کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ راضی ہو چکے ہیں۔ ۲۔ اولئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ هم المفلحون حضرات صحابہ کرام کو حزب اللہ مفلح قرار دیا معلوم ہوا کہ ان جیسا کام کرنے والے اور ان کی پیروی کرنے والے بھی کامیاب ہیں۔ ۳۔ دارقطنی میں حضرت ابن عمر سے مرفوعاً وارد ہے اصحابی کالنجوم بالہم اقتدیتم احمد یتم اور کثرۃ طرق کی وجہ سے یہ روایت درجہ حسن تک پہنچی ہوئی ہے۔ ۴۔ فی الترمذی عن عبد اللہ بن عمر و مرفوعاً و تفتقر امتی علی ثلث و سبعین ملة کلہم فی النار الا ملة واحدة قالوا من ہی یا رسول اللہ قال ما انا علیہ واصحابی ۵۰۔ روئے احمد و الترمذی و ابو داؤد عن عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعاً علیکم بسنتی و سنتہ الخلفاء الراشدين اور بعض روایتوں میں من بعدی بھی ہے اس سے خلفاء اربعہ کی پیروی کا واجب ہونا ثابت ہوا۔ ۶۔ اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر اس سے حضرات شیعین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اتباع کا واجب ہونا ثابت ہوا سوال حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی رائے میں تو تناقض رہا ہے جواب جیسے اخبار آحاد کا تناقض دور کیا جاتا ہے مختلف مرجحات سے ایسے ہی اقوال صحابہ کا تناقض بھی مختلف مرجحات سے دور کیا جاسکتا ہے۔ انواع اقوال الصحابة:۔ ۱۔ جب قول صحابی پھیل جائے اور کوئی دوسرا صحابی اس کی مخالفت نہ کرے تو وہ حکم میں اجماع کے ہو جاتا ہے۔ ۲۔ صحابہ میں اختلاف ہو اور کسی ایک صحابی کا قول ایسا ہو کہ وہ

الفتح۔ پھر ہجرت اور نصرة کے لحاظ سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تقسیم میں دو قول ہیں پہلا قول تین قسموں والا ہے۔ ۱۔ من ہاجر قبل الفتح۔ ۲۔ الا نصاری الاوس والخزرج حلفاء ہم وموالیہم۔ ۳۔ من اسلم بعد الفتح يوم الفتح بعدہ دوسرا قول پانچ قسموں والا ہے۔ ۱۔ سباق المهاجرین ۲۔ سباق الا نصار۔ ۳۔ بقیۃ المهاجرین ۴۔ بقیۃ الا نصار۔ ۵۔ بقیۃ الصحابۃ الا تنصرو لا فقد نصرہ اللہ الی قولہ ان اللہ معنا: اس آیت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خصوصی فضیلت کا ذکر ہے حضرت صدیق اکبر کے بہت فضائل ہیں مثلاً ۱۔ ایمان میں باقی حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر سبقت لے جانا۔ ۲۔ بہت زیادہ دین کی امداد کی اپنی جان سے بھی اور اپنے مال سے بھی۔ ۳۔ مسلمانوں میں بہت زیادہ خیرات فرمانے والے تھے۔ ۴۔ اسلام کی دعوت دوسروں تک پہنچانے میں باقی صحابہ کرام پر سبقت لے گئے کیونکہ حضرت صدیق اکبر کی دعوت پر حضرت عثمانؓ حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ حضرت عثمان بن مظعون وغیرہ مسلمان ہوئے جو کہ خود اکابر صحابہ بنے۔ ۵۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حیا طیبہ میں بھی اور بعد میں بھی کافروں کے جھگڑے حضرت صدیق اکبر نمٹایا کرتے تھے۔ ۶۔ حضرت علیؓ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں کوفہ کی منبر پر اعلان فرمایا جبکہ ان پر کوئی خوف نہ تھا اور پھر شیعہ تو ان کو معصوم بھی مانتے ہیں اور وہ اعلان یہ تھا خیر الناس بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر الصدیق سوال حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خلافت کے ابتدائی دنوں میں یہ بھی فرمایا تھا اقبلونی اقبلونی فلسنت بخیر کم جواب پہلایا ہے کہ اقالہ بعد عقد کے ہوتا ہے معلوم ہوا کہ خلافت لازم ہونے کے بعد یہ کلام فرمائی جبکہ سب صحابہ حضرت صدیق اکبر کو اپنا سردار مان چکے تھے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ بہتر تو وہی ہوتا ہے جو اپنے آپ کو کمتر سمجھے حتی کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے لا تفضلونی

سے تھے اور مہاجرین کا مصداق شریعت کی اصطلاح میں وہی حضرات ہیں جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے ہجرت فرمائی اور اس پر بھی اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماع ہے کہ بدری صحابہ اور قرمان کے سوئی غزوہ احد میں شریک ہونے والے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بیعت رضوان میں شریک ہونے والے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب جنتی ہیں اور قرمان کا استثناء ایک روایت میں مذکور ہے۔ اور اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک یہ حدیث بھی ثابت ہے کہ اس امت میں سے ستر ہزار جنت میں بلا حساب داخل ہوں گے جن میں سے ایک حضرت عکاشہ بن محسن بھی ہوں گے اس حدیث کے مصداق میں ظاہر یہی ہے کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہی میں سے ہوں گے۔ پھر اسی حدیث پاک میں یہ بھی ہے کہ ان ستر ہزار میں سے ہر ایک ستر ہزار کی سفارش کرے گا اور اہل السنۃ والجماعۃ اس کے بھی قائل ہوئے ہیں کہ عشرہ مبشرہ یا ازواج مطہرات کو کافر کہنے والا خود کافر ہے اور اس کے بھی قائل ہوئے کہ ہم سب کے دل میں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے مشہور بزرگان سے محبت ہونی چاہئے۔ مثلاً الحسن بن الحسن و عبد اللہ بن الحسن و علی بن الحسن زین العابدین و محمد بن علی بن الحسن المعروف بالباقر و جعفر بن محمد المعروف بالصادق و موسیٰ بن جعفر علی بن موسیٰ الرضا رحمہم اللہ تعالیٰ۔ اور اہل السنۃ والجماعۃ اس کے بھی قائل ہوئے ہیں کہ مشہور تابعین اور صحابہ و تابعین کے متبعین سے بھی محبت ہونی چاہئے۔ اضماء: اس کے معنی ہیں لوگوں کی جماعت اور اس کے لئے اس مادہ سے مفرد نہیں ہے۔

باب مناقب المهاجرین و فضلہم

باب کی غرض حضرات مہاجرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فضائل کا بیان فرمانا ہے۔ پھر مہاجرین کے مصداق میں دو قول ہیں ۱۔ من ہاجر من مکۃ الی المدینۃ قبل مکۃ۔ ۲۔ من ہاجر من مکۃ الی المدینۃ قبل فتح مکۃ او امن يوم

المؤمنین عند اللہ ہیں۔ ۱۵۔ مرفوع حدیث پاک میں ارشاد ہے انہ
 آمن الناس علی فچی مالہ و نفسہ و صحبتہ۔ ۱۶۔ مسجد کے
 ارد گرد باقی صحابہ کے دروازے جو مسجد میں کھلتے تھے وہ نبی پاک
 صلی اللہ علیہ وسلم نے بند کرادئے کہ دوسری طرف راستہ بناؤ
 حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دروازہ باقی رہنے دیا۔
 ۱۷۔ اپنی مرض وفات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود بعض
 کے دوسرا مشورہ دینے کے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو
 ہی اپنی جگہ مقرر فرمایا اور بہت سی نمازیں انھوں نے مرض وفات
 میں پڑھائیں۔ ۱۸۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو
 حدیث مرفوع کے مطابق جنت کے سب دروازوں سے پکارا
 جائے گا کہ یہاں سے داخل ہو جائیں۔ ۱۹۔ مجلس میں حضرت
 صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں
 جانب بیٹھا کرتے تھے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بائیں طرف
 بیٹھا کرتے تھے۔ باقی حضرت ذراہٹ کر بٹھا کرتے تھے۔ ۲۰۔
 فی الترمذی عن ابن عمر مرفوعاً قال لا بی بکر انت
 صاحبی علی الحوض و صاحبی فی الغار۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم

سدوا الابواب الا باب ابی بکر

امام بخاری کی غرض اس حدیث پاک کا بیان ہے اور یہاں یہ
 حدیث تعلیقاً بیان فرمائی ہے اور کتاب الصلوٰۃ میں یہی حدیث
 اسناداً بھی بیان فرمائی ہے۔ پھر یہ حدیث پاک مرض وفات کے
 زمانہ کی ہے جبکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امامت کا
 بھی حکم دیا تھا اس لئے اس میں خلافت کی طرف بھی اشارہ ہے۔
 اس لئے بعض حضرات نے اس حدیث کے معنی یہ کئے ہیں
 سدوا ابواب طلب الخلافۃ الا باب خلافۃ ابی بکر
 سوال مسند احمد اور نسائی میں ہے عن سعد بن ابی
 وقاص قال امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 بسدوا ابواب الشارعتہ فی المسجد وترک باب

علیٰ یونس بن مٹی۔ ۷۔ آگے ایک باب چھوڑ کر بخاری
 شریف میں ہی باب فضل ابی بکر بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی
 روایت ہے عن ابن عمر موقوفاً کنا نخیر بین الناس فی
 زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فنخیز ابا بکر ثم عمر
 بن الخطاب ثم عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم۔ ۸۔
 آگے دو باب چھوڑ کر بخاری شریف میں ہی باب قول النبی
 صلی اللہ علیہ وسلم لو کنت متخذاً خلیلاً ہے اس کی
 پہلی روایت میں ہے عن ابن عباس مرفوعاً لو کنت
 متخذاً من امتی خلیلاً لا اتخذت ابا بکر۔ ۹۔ عن
 عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی
 اللہ علیہ وسلم بعثہ علی حبش ذات السلاسل فاتیتہ
 فقلت ای الناس احب الیک قال عائشہ فقلت من
 الرجال فقال ابوہایہ روایت بخاری شریف میں ہی ہے آگے
 تین باب چھوڑ کر باب میں چوتھی روایت ہے۔ ۱۰۔ اسی بلا ترجمہ
 باب کی باقی ۱۶ احادیث بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ کے فضائل سے لبریز ہیں۔ ۱۱۔ متدرک حاکم کی ایک روایت
 میں ہے کہ ان کا نام اللہ تعالیٰ نے صدیق رکھا ہے علی لسان
 جبریل و محمد صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث اور یہ صدیق کا لقب اتنا اونچا
 مقام ہے کہ اس لقب والے شخص اور نبی کے درمیان کوئی اور درجہ
 نہیں ہوتا۔ ۱۲۔ قرآن پاک میں ہے ثانی الثین اذ ہما فی
 الغار حق تعالیٰ حضرت صدیق کو یار غار قرار دے رہے
 ہیں۔ ۱۳۔ قرآن پاک میں ہے اذ یقول لصاحبہ گویا حق تعالیٰ
 حضرت صدیق اکبر کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا خصوصی مصاحب
 قرار دے رہے ہیں۔ ۱۴۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے وسیجنہا الا
 تقی الذی یوتی ما لہ یتزکی بالاجماع یہ آیت حضرت صدیق
 اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق اور آپ کی مدح میں نازل ہوئی
 ہے اس میں آپ کو اقی قرار دیا گیا ہے اور قرآن پاک میں یہ بھی
 ہے۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ معلوم ہوا کہ آپ اکرم

اخوة الا سلام افضل: سوال۔ اس روایت کے شروع کے حصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خلتہ اخوة سے افضل ہے اور آخری حصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اخوت سب سے افضل ہے اس لئے اخوت خلتہ سے بھی افضل ہے جواب۔ ۱۔ یہ روایت بالمعنی ہے۔ ان الفاظ کے ساتھ محفوظ نہیں ہے۔ ۲۔ معنی یہ ہے کہ پہلے خلتہ کا درجہ ہے پھر اخوة اسلام باقی تعلقات سے افضل ہے اور تیسرا درجہ باقی تعلقات کا ہے گویا اخوة کی افضلیت اضافی ہے کہ خلتہ کے ماسویٰ سے افضل ہے۔ سوال اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صدیق اکبر کا اسلام افضل ہے حالانکہ اسلام میں تو سب مسلمان برابر ہیں۔ جواب نفس اسلام میں سب برابر ہیں کمال اسلام کے لحاظ سے حضرت صدیق کا درجہ اونچا ہے۔ اما الذی قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لو كنت متخذاً من هذه الا مته خليلاً لا اتخذته انزلہ ابا یعنی ابا بکر۔ حضرت عبداللہ بن الزبیر کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق جن کے متعلق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد وارد ہے کہ اگر میں امت میں سے غلیل پکڑتا تو ان کو پکڑتا ان ابوبکر صدیق کا فتویٰ یہ ہے کہ دادا بمنزل آب کے ہے وراثت کے احکام میں اما الذی کی خبر ہے انزلہ ابا اور انزلہ میں فاعل محذوف ہے

باب: یہ باب بلا ترجمہ ہے اس لئے تتمہ ہے مائل کا اور اس میں اشارہ ہے اثبات خلافت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف۔ یعنی ایسی روایات ہیں جن میں اشارے خلافت بلا فضل کے ملتے ہیں۔ ان لم تجدینی فاتی ابا بکر سوال اس حدیث پاک سے تو معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر کو اپنے بعد خلیفہ قرار دے دیا تھا اور اس کے معارض ہے حضرت عمر کا قول جو انہوں نے اپنی مرض وفات میں فرمایا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خلیفہ مقرر نہ فرمایا تھا جواب۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کا مطلب یہی ہے کہ صراحتہ یہ نہ فرمایا تھا کہ میرے بعد ابوبکر کو خلیفہ بنالینا اور

علی جواب۔ ۱۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی حدیث سند کے لحاظ سے اقویٰ ہے۔ ۲۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی حدیث متاخر ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ایک روایت میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شکایت کرنا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں منقول ہے انک اخرجت غمک وادخلت ابن عمک فقال ما فعلک عن امری اور یہ بات معلوم ہی ہے کہ حضرت حمزہ غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے اور حضرت صدیق اکبر والی روایت کا واقعہ مرض وفات کا ہے۔ ۳۔ پہلے حضرت علی والی حدیث میں دروازے بند کرنے کا حکم تھا چھوٹی چھوٹی کھڑکیاں مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے آنے کی غرض سے بند نہ کی گئی تھیں پھر کھڑکیوں کے بھی بند کرنے کا حکم حضرت ابوبکر والی حدیث میں دے دیا گیا اس لحاظ سے بھی تعارض نہ رہا اور آخری حکم وہی بنا جو حضرت صدیق اکبر والی حدیث میں ہے۔ الا باب ابی بکر۔ طبرانی کی روایت میں اس کے بعد یہ بھی ہے فانی رایت علیہ نور اُپس اس نور میں اشارہ خلافت کی طرف پایا گیا۔

باب فضل ابی بکر بعد النبی ﷺ

غرض حضرت صدیق اکبر کی فضیلت کا بیان ہے اور یہاں بعدیت سے مراد شرافت کی بعدیت ہے زمانی بعدیت نہیں ہے اور شرافت کی بعد بہت ثواب کے لحاظ سے ہوتی ہے اور یہ مع اور توقیف سے ہی معلوم ہو سکتی ہے حضرات صحابہ گرام نے یہ چیز اقوال وقرائن سے معلوم کی اور ہم نے اقوال منقولہ سے معلوم کی۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو كنت متخذاً خليلاً قاله ابو سعيد

غرض یہ ہے کہ خلتہ محبت کے مقامات میں سے سب سے اونچا ہے اس لئے اس حدیث پاک سے حضرت صدیق اکبر کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سب لوگوں سے زیادہ پیارا ہونا ثابت ہوا کہ وہ احب الناس الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ لو كنت متخذاً خليلاً لا اتخذته خليلاً و لكن

اختیار سے نہیں ہے لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اگر نیت تکبر کی نہ ہو تو قصداً ٹخنے ڈھانپنا بھی جائز ہے بلکہ معافی صرف اسی صورت میں ہے کہ غیر اختیاری طور پر ایسا ہو جائے اور علم کے بعد ٹھیک کر لے پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بشارت بھی ذکر فرمادی کہ آپ تکبر سے خالی ہیں اور آپ میں عبدیت کامل ہے۔ فقال ابو بکر ما علی هذا الذی یدعی من تلک الابواب من ضرورة: یعنی یہ پکارا جانا ضرورت کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ مولائے کریم کا احسان عظیم اور انعام و نکریم ہے فضل و عطاء ہے احترام و اکرام ہے اللھم ارزقنا والنعمة علینا بھدا یا ارحم الراحمین پھر اس حدیث پاک میں جنت کے آٹھ دروازوں میں سے چار کا ذکر ہے۔ ۱۔ باب الصلوۃ۔ ۲۔ باب الجہاد۔ ۳۔ باب الصدقۃ۔ ۴۔ باب الصیام اور اسی کا دوسرا نام باب الریان بھی ہے تروتازگی کا دروازہ۔ باقی چار دروازے کون کون سے ہوں گے۔ ۵۔ بعض شارحین نے ظناً و احتمالاً باب الحج کا ذکر فرمایا ہے گو کسی حدیث پاک میں مذکور نہیں ہے۔ ۶۔ باب التوکلین اسی کو الباب الایمن بھی کہتے ہیں۔ ۷۔ باب کاظمین الغیظ اور اس کے متعلق مسند احمد میں ایک حدیث ہے۔ ۸۔ باب الذکر یا باب العلم اور اس کی طرف ترمذی شریف کی ایک حدیث پاک میں اشارہ موجود ہے۔ پھر جس شخص کو کئی دروازوں سے پکارا جائے گا وہ کیسے داخل ہو گا اس میں مختلف احتمال بیان فرمائے گئے ہیں۔ ۱۔ جس باب کا عمل اس شخص میں غالب ہو گا اسی باب سے داخل ہو گا۔ ۲۔ اس شخص کے اجسام مثالیہ بنائے جائیں گے ایک ایک باب میں سے ایک ایک جسم مثالی داخل ہو جائے گا۔ اجسام مثالی تصویریں ہوتی ہیں۔ ۳۔ اس شخص کے اعمال کو جسموں کی شکل میں ظاہر کیا جائے گا اور وہ اعمال ان مختلف دروازوں سے گزریں گے۔ ہر عمل اپنے مناسب دروازے سے گزرے گا۔

وار جوان تكون منهم یا ابا بکر:۔ وجہ ظاہر ہے کہ حضرت صدیق اکبر جامع کمالات تھے۔ وقال عمر

زیر بحث روایت میں صرف اشارہ ہی تو ہے تصریح نہیں ہے۔ اس لئے تعارض نہ رہا۔ عامر: اس کے معنی ہیں خاتم فہل انتم تار کولی صاحبی: دو دفعہ اپنی طرف نسبت فرمانا یعنی دو دفعہ یائے متکلم کا استعمال فرمانا حضرت صدیق اکبر کی عظمت ظاہر فرمانے کے لئے ہے۔ فانی او من بذلک و ابو بکر و عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما: یعنی تصدیق بلا تردد و بلا تعجب میں بھی کرتا ہوں اور اگر یہ دونوں حضرات سنیں تو وہ بھی میری طرح ہی ایمان لے آئیں یہ بات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں حضرات کی مجلس میں عدم موجودگی میں بھی فرماتے رہتے تھے۔ وفی نزاعہ ضعف: اس کمزوری کی مختلف توجیہات کی گئی ہیں۔ ۱۔ اشارہ ہے روت کے فتنہ کی طرف کیونکہ ارتداد کے اس فتنہ کا مقابلہ بہت مشکل تھا۔ ۲۔ ضعف کا مطلب یہ ہے کہ ان کا زمانہ خلافت چھوٹا ہو گا اس لئے فتوحات کم ہوں گی اس فتوحات کی کمی کو ضعف سے تعبیر فرمایا۔ ۳۔ ضعف کا مصداق تو قلیلہ فتوحات ہی ہے لیکن قلیلہ فتوحات کی وجہ سے مشغولی ہے فتنہ ارتداد میں۔ ۴۔ حضرت صدیق اکبر کی شان بہت بلند تھی اس شان کو دیکھتے ہوئے فتوحات کا کم ہونا اور فتنہ ارتداد کا مقابلہ کرنا ضعف کے درجہ میں ہو گا۔ یعنی جتنی اونچی شان ہے اس شان کے لحاظ سے فتوحات کم ہوں گی اور اس شان کے لحاظ سے اس فتنہ کا جس طرح سے مقابلہ ہونا چاہئے اس سے کچھ کم ہو گا اور جتنی قوت استعمال فرمانی چاہئے اس سے کچھ کم استعمال فرمائیں گے۔

واللہ یغفر لہ: اس کی دو توجیہیں کی گئی ہیں۔ ۱۔ اشارہ فرمادیا کہ ان کی وفات جلدی ہو جائے گی جیسے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے قریب ہونے کی طرف اشارہ فرمادیا گیا تھا ان آیات میں فسبح بحمد ربک واستغفر ہ انہ کان توابا۔ ۲۔ اس ضعف کی وجہ سے کوئی گناہ نہ ہو گا کیونکہ یہ ضعف غیر اختیاری ہے انک لست تصنع ذلک خیلاء: یعنی کسی وقت آپ کے ازار کا ٹخنوں سے نیچے ہو جانا آپ کے

دوسرے دوست سے ناراض ہوتا ہے جب یہ دیکھتا ہے کہ اس کی توجہ میری طرف کم ہوگئی ہے۔ سوال: بخاری شریف کی بعض روایات میں ایسی عبارت ہے جس سے اشارہ ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست مبارک پر بیعت حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کے بعد فرمائی تھی اور ان کی وفات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے چھ ماہ بعد ہوئی تھی۔ جواب: امام بیہقی نے اپنی تصنیف کتاب الاعتقاد میں اس کا جواب ان لفظوں میں دیا ہے والذی روی ان علیاً لم یبالغ اباً بکری فی سۃ اشہر لیس من قول عاکشۃ انما هو من قول الزہری فادجہ بعض الرواۃ فی الحدیث عن عاکشۃ فی قصۃ فاطمۃ رضی اللہ عنہم وحفظہ معمر بن راشد فرداہ مفصلاً وجعلہ من قول الزہری مقطوعاً وقد روینا فی الحدیث الموصول عن ابی سید الخدری و من تابعہ من اہل المغازی ان علیاً بالیعة فی بیعتہ العامۃ بعد البیعتہ الہی جرت فی السقیفۃ (ای سقیفۃ بنی ساعدۃ) و یمکن ان علیاً بالیعة فی بیعتہ العامۃ کما روینا فی حدیث ابی سعید الخدری وغیرہ ثم شجر بین فاطمۃ والابی بکر کلام بسبب المیراث اذ لم تسمع من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی باب المیراث مسموعہ ابوبکر وغیرہ فکانت معذورۃ فیما طلبتہ وکان ابوبکر معذوراً فیما منع فتحلف علی عن حضور ابی بکر حتی توفیت ثم کان من تجرید البیعتہ والقیام بواجباتہا کما قال الزہری انھیں بلفظ امام الحرمین کا قول اس بارے میں یوں منقول ہے ماتخص (ای قال بالخص) یہ الروافض فی ذلک (ای فی تاخیر بیعتہ علی) فھو کذب صریح انھیں۔ واقعہ کا حاصل یہ نکلا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سقیفۃ بنی ساعدہ کے مشورہ میں شریک نہ ہو سکے کیونکہ وہ بہت غمگین تھے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر اور اس مشورہ کے لئے بلانے کا اہتمام نہ کیا گیا تھا حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بلا دعوت خود بخود تشریف لے گئے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس ڈر سے خلافت جلدی سے قبول فرمائی تھی کہ ان کو خوف تھا فتنہ کا اور ارتداد کا اور حضرت علی

واللہ ما کان یقع فی نفسی الا ذاک ولیبعتہ اللہ:- حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعد میں فرمایا کہ خدا کی قسم میرے دل میں یہی تھا کہ آپ کی وفات ابھی نہیں ہوئی اور اللہ تعالیٰ اس بے ہوشی سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھائیں گے فن شج الناس یمکون:- لوگوں نے ہچکیاں لے کر رونا شروع کر دیا۔ فاخذ عمر بیدہ فباعہ و بایعہ الناس:- مساریہ کی شرح مسامرہ میں یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ اس بیعت خاصہ کے دوسرے دن یا تیسرے دن لوگ بیعت عامہ کے لئے جمع ہوئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف بھی پیغام بھیجا اور وہ بھی تشریف لے آئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ایہا الناس ان الذی رأیتہ منی لم یکن حرصاً علی ولا یتکم ولكن خفت الفتنة والا خلافا وقد رددت امرکم الیکم فولو امن شتم فقالوا لا نقیلک وقال ابو بکر هذا علی بن ابی طالب لا بیعتہ لی فی عنقہ وهو بالخیار فی امرہ الا فانتم بالخیار جمیعاً فی بیعتکم ایا ی فان رأیتہم لها غیری فانا اول من یمایعہ فقال علی رضی اللہ عنہ لا نری لها احداً غیرک فبا یعہ هو و سائر المتخلفین فتم بذلك اجماع الصحابۃ علی بیعتہ وقال علی والزبیر ما غضبنا الا لا نا اخرنا عن المشورۃ وانا لنری ان ابا بکر احق الناس بها بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانه لصاحب الغار و ثانی اثین وانا لنعرف شرفہ وسنہ ولقد امرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یصلی بالناس وهو حی انتھی اور اسی کے قریب قریب نقل کیا ہے امام حاکم نے حضرت ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں اور اس حدیث کے متعلق ابن کثیر فرماتے ہیں اسنادہ جید اس لمبی حدیث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ حضرت علیؑ کی ناراضگی ایسی تھی جیسے ایک دوست

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی باقی حضرات کے ساتھ بیعت فرمائی اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مطیع رہے اور غزوہ بنی حنیفہ میں بھی حضرت علی تشریف لے گئے اور اس غنیمت میں ان کو ایک لونڈی بھی ملی۔ روایت غدیر خم :- شیعہ میں ایک روایت حدیث غدیر خم کے نام سے مشہور ہے کہ حجۃ الوداع سے واپسی کے موقعہ پر غدیر خم جگہ پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا تھا اور اس میں ایک لاکھ سے زائد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم موجود تھے اور اس میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کی تصریح فرمادی تھی۔ اہل السنۃ والجماعۃ کی طرف سے اس کے مختلف جواب دیئے گئے ہیں۔ ۱۔ یہ روایت باطل محض اور محال محض ہے کیونکہ ذخیرہ احادیث میں یہ منقول نہیں ہے کسی نے بھی اس کو نقل نہیں کیا اور خود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی تو اس حدیث کو پیش کر کے خاصہ نہیں فرمایا اور اگر شیعہ یہ کہیں کہ ایک لاکھ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس حدیث کو چھپا لیا تو یہ جواب بالکل باطل و مہمل ہے کیونکہ اس سے تو لازم آتا ہے کہ ایک لاکھ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نعوذ باللہ کتمان حق کیا اتنے بڑے کتمان حق کو دیکھ کر تو ہر دشمن اسلام کہہ سکتا ہے کہ نعوذ باللہ قرآن پاک کا مثل پایا گیا تھا صحابہ نے کتمان حق کیا۔ نعوذ باللہ سیلہ کذاب کے ہاتھ پر بڑے بڑے معجزات ظاہر ہو گئے تھے صحابہ کرام نے نعوذ باللہ کتمان حق کیا۔ دین کا ایک مسئلہ بھی ثابت نہ ہو سکے گا۔ ۲۔ جب آپ یہ حدیث بھی نقل کرتے ہیں کہ ایک لاکھ صحابہ نے سنی اور پھر وہ نعوذ باللہ جھوٹ پر اتفاق کرنے والے بھی بن گئے اور دوسری طرف آپ خود یہ حدیث بیان بھی کرتے ہیں تو یہ صریح تعارض ہے جب چھپانے پر اتفاق ہو گیا تو وہ وہیں ختم ہو گئی یہ ختم ہونا اور آپ تک پہنچ جانا اجتماع ضدین اور تعارض ظاہر ہے اس لئے اس روایت کا کوئی اعتبار نہیں۔ ۳۔ یہ واقعہ غدیر خم اگر ثابت ہے تو خبر واحد ہے اور شیعہ کے نزدیک خبر واحد معتبر ہی نہیں۔ ۴۔ شاید خبر غدیر خم ان لوگوں کا تعلق ہو جنہوں نے یہ خبر نقل کی ہے

گویا تعلقہ کا مذہب اختیار کر کے شیعہ سلفطانیہ میں داخل ہو چکے ہیں وہ کوئی چیز بھی ثابت نہیں کر سکتے ہر چیز میں تعلقہ اور جھوٹ کا احتمال موجود ہے۔ ۵۔ خبر غدیر خم دو حال سے خالی نہیں ظاہر تھی یا مخفی تھی اگر ظاہر تھی تو اس پر عمل کیوں نہ ہوا اور اگر مخفی تھی تو نہ آپ تک پہنچ سکتی تھی نہ ہم تک۔ ۶۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اجماع حضرت صدیق اکبر کی بیعت پر اس روایت کو رد کرتا ہے اگر ایسا ہوتا تو سب حضرات حضرت صدیق اکبر کی بیعت پر کیسے جمع ہو جاتے۔ ۷۔ اس نص میں دو احتمال ہیں اول یہ کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نص اہل تو اتر تک پہنچائی ثانی یہ کہ نہ پہنچائی دونوں احتمال باطل ہیں اس لئے یہ روایت باطل ہے اول احتمال کئی وجوہ سے باطل ہے اولاً اس لئے باطل ہے کہ جو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم خود خلافت کے اپنے لئے خواہش مند نہ تھے اور تقریباً سبھی ایسے ہی تھے سوائے چند ایک کے تو انہوں نے کیسے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع چھوڑ دیا اور عذاب الیم کے مستحق بن گئے حالانکہ وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق تھے ثانیاً حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالا جماع بہادر تھے اور شیعہ کے نزدیک حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کمزور تھے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک بہادر ایک کمزور آدمی سے ڈر جائے۔ اور حق کو چھپالے۔ ثالثاً حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متبعین بڑی عظمت والے تھے جیسے حضرت فاطمہؓ حضرت حسنؓ حضرت حسینؓ حضرت زبیرؓ جنہوں نے بقول شیعہ حضرت ابو بکر پر تلوار بھی نکالی تھی۔ تو ایسے متبعین کی موجودگی میں حضرت علی کو ڈرنے کی کیا ضرورت تھی۔ رابعاً۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنی اُمیہ کے سرادر تھے اور شیعہ کے نزدیک ان کو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شدید بغض تھا۔ اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت برا بھونچا کیا تھا کہ تم اپنا حق ضرور امامت کا مانگو پس جب ان کی حمایت بھی حاصل تھی تو حضرت علی نے کیوں اس حدیث کو چھپا لیا۔ خامساً بعض انصار نے اس موقعہ میں مشورہ کے طور پر یہ بھی فرمایا تھا من

اظہار حق اور اظہار حقیقت اور اصل واقعہ کا بیان تھا اور اس کی بھی ضرورت تھی۔ عن محمد بن الحنفیہ: یہ محمد بن علی بن ابی طالب ہیں۔ حضرت ابو بکر کی خلافت کے زمانہ میں جنگ یمامہ میں حضرت علیؓ جب شریک ہوئے تو بطور غیبت کے حصہ کے ان کو خولہ حنفیہ ملی تھیں ان سے یہ محمد بن علی پیدا ہوئے تھے اور یہ اپنی والدہ کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے محمد بن الحنفیہ کہلاتے تھے اس سے اس کی بھی تائید ہوئی کہ حضرت علیؓ حضرت صدیق کے ماتحت لڑائیوں میں شریک ہوتے تھے اور حضرت ابو بکر کے حکم پر اپنی جان بھی قربان کرنے کے لئے حاضر رہتے تھے اور آج شیعہ اپنی جہالت اور حماقت اور اسلام دشمنی کی وجہ سے ان دونوں حضرات کو ایک دوسرے کا دشمن ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

وخشیث ان یقول عثمان:۔ اس عبارت سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت محمد بن الحنفیہ کی رائے یہ تھی کہ حضرت علیؓ حضرت عثمان سے افضل ہیں۔ قال ما انا الا رجل من المسلمین:۔ حضرت علیؓ کا اس وقت یہ فرمانا تو اعضا تھا کیونکہ حقیقت یہی تھی کہ حضرت عثمان کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ خیر الناس فی ذلک الوقت تھے۔ و توسط قفھا:۔ یعنی کنویں کی منڈیر کے درمیان نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔

قال سعید بن المسیب فالولہا قبورہم:۔ اس سے معلوم ہوا کہ تعبیر کا تعلق خواب کے علاوہ بیداری کے واقعات سے بھی ہوتا ہے۔

باب مناقب عمر بن الخطاب ابی

حفص القرشی العدوی رضی اللہ عنہ

غرض حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب کا بیان ہے۔ آپ کے چند اہم مناقب یہ ہیں۔ ۱۔ آپ کا لقب فاروق ہے اور یہ لقب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے استعمال فرمایا تھا یا حضرت جبریل علیہ السلام نے یا اہل کتاب نے وجہ یہ تھی کہ جس دن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول فرمایا اس دن حق اور باطل کا فرق بالکل واضح ہو گیا اور مشرکین نے بھی کہہ دیا

امیر و منکم امیر اگر یہ نص موجود ہوتی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف اس کو ضرور ذکر فرماتے جب وہ بطور مشورہ کے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف باتیں ذکر فرما رہے ہیں تو یہ بات حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی بھی ضرور ذکر فرماتے۔ اور اگر احتمال ثانی لیا جائے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث پاک اہل تو اتر تک نہ پہنچائی تو یہ احتمال بھی باطل ہے کئی وجہ سے اولاً اس لئے باطل ہے کہ اس سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نعوذ باللہ خیانت ظاہر ہو رہی ہے کہ جو حدیث اہل تو اتر تک پہنچائی تھی وہ اہل آحاد تک پہنچائی نعوذ باللہ من ذلک ثانیاً یہ احتمال اس لئے باطل ہے کہ خبر واحد سے بالا جماع قطعی مسائل ثابت نہیں ہوتے ثالثاً شیعہ کے نزدیک خبر واحد عملیات میں بھی معتبر نہیں ہے تو پھر یہ مسئلہ جو ان کے نزدیک جزو ایمان ہے اور قطعی ہے اس میں خبر واحد کیسے معتبر ہو سکتی ہے۔ یعنی مسئلہ امامت۔ ۸۔

آٹھواں جواب اہل السنۃ والجماعۃ حدیث غدیر خم کا یہ دیتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب نصوص خفیہ کو بھی ہمیشہ ذکر فرمایا ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایسی نص جلی کو چھپالیا ہو اور ذکر نہ فرمایا ہو معلوم ہوا کہ اس روایت کی بالکل کسی درجہ میں کوئی اصل نہیں ہے۔ سوال۔ اگر یہ روایت کسی درجہ میں بھی ثابت نہ تھی تو شیعہ کے درمیان کیسے مشہور ہو گئی حتیٰ کہ شیعہ اس مشرق و مغرب میں بیان کرتے پھرتے ہیں۔ جواب۔ امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب معالم اصول الدین میں لکھا ہے کہ اس خبر کو ابن الرادندی نے وضع کیا پھر شیعہ نے اس کو قبول کر کے مشہور کر دیا کیونکہ وہ اس مسئلہ میں بہت زیادہ منہمک تھے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھانے کا مسئلہ شروع میں پانچ چھ آدمیوں نے مشورہ کر کے گھڑا اور یہود نصرانی نے اس خبر کو لے کر مشہور کر دیا۔ فما کانت من خطبتہما من خطبۃ الا نفع اللہ بہا:۔ وجہ یہ کہ حضرت عمرؓ کے خطبہ میں منافقوں کو ڈرانا تھا اور اس کی بھی ضرورت تھی اور حضرت صدیق اکبرؓ کے خطبہ میں

محدث:- آیت یوں ہے وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی الا اذا تمنی تو اس آیت میں جو حضرت ابن عباس نے ولا محدث کا ذکر فرمایا تو اس کی مختلف توجیہات ہیں۔ ۱۔ بطور قیاس اور تفسیر کے محدث کا لفظ ذکر فرمایا۔ ۲۔ منسوخ قرأت ذکر فرمائی۔ ۳۔ شاذ قرأت ذکر فرمائی مناقب عثمان بن عفان:- غرض حضرت عثمان کے مناقب کا بیان فرمانا ہے پھر حضرت عثمان کا جو لقب ذوالنورین تھا اس کی وجہ تسمیہ میں اقوال مختلف ہیں۔ ۱۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اپنی صاحبزادی حضرت رقیہ کا نکاح حضرت عثمان سے فرما دیا پھر ان کی وفات کے بعد اپنی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم کا نکاح بھی حضرت عثمان سے فرما دیا اور کسی اور شخص کے بارے میں معلوم نہیں ہوا کہ اس کے نکاح میں نبی کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے آئی ہوں۔ ۲۔ آپ کا عہد خلافت نور نبوت اور نور ولایت کے لئے جامع تھا اور عہد انبیین میں نور نبوت تھا اور عہد علی میں نور ولایت تھا۔ ۳۔ ہر رات میں نفلوں میں ایک قرآن پاک ختم فرماتے تو اس میں ایک نور قیام اور دوسرا نور قرآن ہوتا تھا اس لئے آپ ذی النورین تھے۔ فحضرہ عثمان سوال بعض روایات میں خریدنے کا ذکر ہے جواب خرید اٹھا پھر کھودا تھا۔ فجملہ ثمانین:۔ شراب پینے کی وجہ سے لا نفاضل بینہم:۔ اس کے مختلف معانی کئے گئے ہیں۔ ۱۔ ان تین حضرات کا تفاضل بہت مشہور تھا باقیوں کا اتنا مشہور نہ تھا۔ ۲۔ حجت ہے کرنے میں کہ ان تین کی فضیلت ثابت ہے مرفوعاً نہ کرنے میں حجت نہیں ہے کیونکہ وہاں عدم دلیل ہے۔ ۳۔ ان تین حضرات کے فضائل بیان کرنے کی ہم پوری کوشش کرتے تھے تاکہ ان کے فضائل سب کو معلوم ہو جائیں باقی میں ہم کوشش نہ کرتے تھے کیونکہ اس کی کوئی شدید ضرورت نہ تھی۔

باب قصتہ البیعتہ والا تفاق علی عثمان

بن عفان دفیہ مقتل عمر بن الخطاب

غرض وفات عمر و خلافت عثمان کا واقعہ بیان فرمانا ہے۔ ما فیہا کبیر فضل: ہم نے کچھ زیادہ خراج مقرر نہیں کیا۔ لا وعن

انصف القوم الیوم متا اور یہ آیت بھی نازل ہوئی یاہا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المؤمنین۔ ۲۔ مستدرک حاکم میں ہے عن ابن مسعود موقوفاً ما استطعنا ان نصلى عند الکعبۃ ظاہرین حتی اسلم عمر۔ ۳۔ فی مستدرک حاکم وابی داؤد ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر و قلبہ۔ ۴۔ روایات کثیرہ سے ثابت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پاک کے مطابق شیطان حضرت عمر سے ڈرتا تھا اور بھاگتا تھا۔ ۵۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ محدث تھے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کثرت سے الھامات ہوتے رہتے تھے۔ ۷۔ لو کان بعدی نھی لکان عمر۔ انا بالرمیضاء:- یہ حضرت انس کی والدہ محترمہ کا نام ہے۔ خشفۃ: اس کے معنی ہیں حرکت۔ فقالوا لعمر: انبیاء علیہم السلام کی خواب وحی ہوتی ہے۔ اس لئے وحی سے ثابت ہو گیا کہ حضرت عمر فاروق جنتی ہیں اور شیعہ کے خرافات کا جواب ہو گیا۔ اصول الدین میں لکھا ہے کہ حضرت صدیق اکبر نے حضرت عمر کو خلیفہ بنایا اور کسی صحابی نے اس پر انکار نہ فرمایا اور الصواعق المحرقة میں حافظ ابن حجر کی جو اس کتاب کے مصنف ہیں فرماتے ہیں اخرج ابن عساکر عن یسار بن حمزہ قال لما قتل ابوبکر اشرف علی الناس من کوفۃ فقال لہما الناس انی قد عہدت عہداً انفرضون بہ فقال الناس رضینا یا خلیفہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) فقام علی فقال الارضی الا ان یکون عمر قال فانه عمر انتھی بلفظہ اسی کتاب الصواعق المحرقة لابن حجر المکی میں یہ بھی ہے ثم کان یکتب (ای عمر) من خلیفۃ خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا ہذ لبطول فقالوا امرناک علینا وانت امیرنا قال نعم اتم المؤمنون وانا امیرکم فکتب امیر المؤمنین انتھی بعبقریہ:۔ ای کاملاً یفری فریہ:- ان کی طرح کام کرتا ہو۔ عتاق الزرابی: عمدہ عالیچے۔ یہ سورہ رمن کے اخیر کی آیت کی تفسیر ضمناً کر دی متکین علی رفرف خضرو عبقری حسان یہاں عالیچہ والے معنی مراد نہیں ہیں۔ الزرابی الطنفا فس لها حمل: یعنی زرابی ان بستر و کوکتے ہیں جن کے کنارے پردھاگے بھی ہوں۔ ایہ:- اس بات کو چھوڑ دو کوئی اور بات کرو۔ حتی انتھی:- اسی حتی مات۔ ما من نبی ولا

ارا مل اهل العراق لا یحتجن الی رجل بعدی اس کے مختلف معانی کئے گئے ہیں۔ ۱۔ راستوں کی حفاظت کا ایسا انتظام کر دوں گا کہ حفاظت کے لئے ساتھ محافظ نہ لے جانا پڑے گا۔ ۲۔ میں ان کو ایسے ٹکڑے زمین کے دے دوں گا کہ خرچ میں کسی کی محتاج نہ رہیں گی۔ ۳۔ میں ان کا وظیفہ بیت المال میں مقرر کر دوں گا پھر وہ خرچ میں کسی کی محتاج نہ رہیں گی۔ کذبت:۔ اس کے معنی یہاں ہیں اخطأت۔ ما اجدنا حق بهذا الا امر من هو لا ۛ النفر:۔ یہاں هذا الامر کا اشارہ امر خلافت کی طرف ہے۔ عشرہ مبشرہ میں سے چھ کے نام ذکر کر دیئے باقی چار میں سے دو تو خود خصرات شیخین ہیں اور تیسرے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح وفات پا چکے تھے اور چوتھے سعید بن زید کو چھوڑ دیا کیونکہ حضرت عمر کے قریبی رشتہ دار تھے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ بھی اختیار فرمایا کہ صاف نام کسی ایک کا نہ لیا۔ اور حضرت صدیق اکبر کا طریقہ بھی اختیار فرمایا کہ چھ کا نام لے دیا۔ البتہ یہ بھی منقول ہے کہ اگر ابو عبیدہ بن الجراح زندہ ہوتے تو پھر مجھے ان کے مقرر کر دینے میں کوئی تردد نہ ہوتا۔ کھشیۃ التعزیتہ لہ:۔ یعنی عبد اللہ بن عمر کی دلجوئی اور تسلی کے لئے فرمایا کہ صرف مشورہ میں ان کو بھی شریک کر لینا باقی خود ان کو خلیفہ بننے کا حق نہ ہوگا۔ وجباۃ المال:۔ مال کو جمع کرنے والے۔ واقعۃ شہادت عثمان:۔ حضرت عثمان کو شہید کرنے کے لئے ایک ہزار یا چار ہزار باغی مدینہ منورہ آئے تھے۔ اور مدینہ منورہ میں ۲۰ ہزار افراد ان کا مقابلہ آسانی سے کر سکتے تھے لیکن حضرت عثمان نے اپنی خاطر کسی ایک کا ایک قطرہ خون بہانا بھی پسند نہ فرمایا اور سب کو اپنے پاس سے اٹھا دیا۔ مند احمد میں ہے عن ابی سعید مولیٰ عثمان ان عثمان احق عشرین مملوکا ودعا بسر اویل فشدھا علیہ ولم یلبسھائی جالبیۃ ولا اسلام وقال انی رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم البارحۃ فی المنام ورأیت ابا بکر وعمر وانہم قالوا لی اصبر فانک تقطر عندنا القابلۃ ثم دعا بمصحف فنشرہ بین یدہ

فقتل وهو بین یدہ اتھلی حاصل یہ ہے کہ حضرات صحابہ مجاہدین اور انصار نے اپنی امداد پیش کرنے میں کوتاہی نہ فرمائی کہ ہم امام اہل حق کی حفاظت کے لئے حاضر ہیں۔ لیکن حضرت عثمان نے ان کی امداد لینے سے انکار فرمادیا اور ان کو وصیت فرمائی کہ اپنے ہاتھوں کو روکیں اور فتنہ کا دروازہ کھولنے کی بجائے اپنی جان کی قربانی دے دی کہ مسلمانوں کا خون نہ بہے اور یہ قربانی دینا آپ کا اختیاری فعل تھا۔ ایسا کرنے پر کسی نے مجبور نہ کیا تھا پھر ایک قول یہ ہے کہ محمد بن ابی بکر نے آپ کی داڑھی مبارک سے آپ کو پکڑا تھا اور کنانہ نے ذبح کر دیا تھا اور بہت سے صحابہ کرام کے لئے یہ عذر بھی تھا امداد کی کمی میں کہ ایک جھوٹا خط مشہور ہو چکا تھا جو مروان کی طرف منسوب تھا اس کی وجہ سے بعض صحابہ کی اجتہادی خطا ہو گئی تھی کہ امداد کرنے کو ضروری نہ سمجھا تھا اور یہ اجتہادی غلطی ایسی ہی تھی جیسی بعض صحابہ سے اس وقت ہوئی جب ان حضرات نے حضرت علی سے لڑائی کی۔ اور پھر ان حضرات کا خیال یہ نہیں تھا کہ حضرت عثمان کو شہید ہی کر دیا جائے گا اور معاملہ اس حد تک پہنچ جائے گا۔ پھر شہید کرنے کے واقعہ میں رائج یہ ہے کہ محمد بن ابی بکر داخل ہوئے حضرت عثمان کے پاس اور آپ کی داڑھی مبارک کو پکڑا تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر آپ کے والد صاحب دیکھتے تو ان کو اس صورت سے تکلیف ہوتی تو ان کا ہاتھ پیچھے ہٹ گیا اور پھر دو آدمی داخل ہوئے۔ انہوں نے آپ کو شہید کر دیا اور بھاگتے ہوئے جس طرف سے آئے تھے اسی طرف کو واپس چلے گئے اور آپ کی اہلیہ محترمہ نے بلند جگہ سے اعلان فرمادیا کہ امیر المؤمنین کو شہید کر دیا گیا ہے۔ احقر مولف کہتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مناقب علی بن ابی طالب:۔ غرض حضرت علیؑ کے مناقب کا بیان ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب کو زیادہ مشہور ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی مخالفت بہت کی گئی تھی اس لئے اہل حق نے اہتمام فرمایا آپ کے مناقب کی تشہیر کا تاکہ یہ بات ثابت ہو جائے کہ ان اختلافات میں آپ ہی

حق پر تھے۔ ورنہ مناقب چاروں خلفاء کے بہت زیادہ ہیں آپ کے دست مبارک پر بیعت اواخر ذی الحجہ ۳۵ھ میں ہوئی اور اہل شام کے سوئی سب مسلمانوں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت فرمائی تھی۔ اور حضرت علی باغوں میں چھپتے رہے ہیں بیعت سے بھاگتے ہوئے اور جو آپ کو ملتے تھے ان کو واپس کرتے رہے ہیں۔ لیکن لوگوں نے آپ کو بیعت کے لئے مجبور کر دیا تاکہ زیادہ فتنہ سے حفاظت ہو جائے طبرانی میں ہے عن علی موقوفاً ولولا الخشیۃ علی الدین لم أجہم (ای للبیعة) انھی۔ یدو کون :- سوچتے رہے۔ لیا خلدن الرايته غداً رجل یحبہ اللہ ورسولہ :- اس حدیث خیر سے شیعہ استدلال کرتے ہیں کہ حضرت علی خلافت بلا فصل کے مستحق تھے جواب یہ ہے کہ اس سے خلافت بلا فصل ثابت نہیں ہوتی کیونکہ قرآن پاک میں ہے فسوف یاتی اللہ بقوم یحبہم و یحبونہ اور اس آیت کا مصداق وہ حضرات ہیں جنہوں نے حضرت ابوبکر کے ساتھ مل کر مرتدین سے جہاد فرمایا اس کے علاوہ احادیث میں حب کا لفظ حضرت عائشہ حضرت خدیجہ حضرت فاطمہ حضرت رقیہ حضرت ام کلثوم حضرت زینب حضرت حسن حضرت حسین کے لئے۔ ثابت ہے تو کیا یہ سب حضرات خلافت بلا فصل کے مستحق قرار دیئے گئے ہیں ہرگز نہیں نہ اس کا کوئی قائل ہوا اور نہ ہی یہ ممکن ہے کیونکہ صریح تعارض ہے کہ خلافت بلا فصل کا مستحق تو صرف ایک شخص ہی ہو سکتا ہے ایک سے زائد کو مستحق کہنا صریح تعارض و تناقض ہے۔

حدیث البغض :- بعض احادیث میں حضرت علی سے بغض پر وعید ہے اس سے شیعہ استدلال کر کے حضرت امیر معاویہ اور حضرت عائشہ کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں ہم جواب یہ دیتے ہیں کہ ان میں خوارج حرور یہ کی مذمت ہے جو دنیا کی خاطر حضرت علی سے لڑے حضرت عائشہ تو صرف حضرت عثمان کے قصاص کا مطالبہ فرما رہی تھیں ان کی مذمت ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ ان میں حضرت علی سے بغض اور دشمنی نہ تھی صرف ایک مطالبہ اور مشورہ اور

رائے پیش کی تھی۔ اس کو بغض نہیں کہہ سکتے یہ تو خیر خواہی ہے کہ قصاص کا معاملہ بہت اہم ہے اگر اس کی طرف توجہ نہ کی گئی تو کل کو آپ کی جان بھی خطرہ میں پڑ سکتی ہے اور حضرت عائشہ کو احادیث میں جنت کی بشارت دی جا چکی ہے۔ اس لئے بھی ان پر بدگمانی جائز نہیں ہے۔ اما تر ضی ان تکون منی بمنزلۃ ہارون من موسی :- شیعہ اس سے حضرت علی کے لئے خلافت بلا فصل ثابت کرتے ہیں جواب ۱۔ یہ تو خلافت فی اہل تھی حیۃ میں کہ غزوہ تبوک میں جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جا رہے تھے اور حضرت علی کو مدینہ منورہ ہی میں رہنے کا حکم فرمایا تو انھوں نے عرض کیا اختلفی مع الذریۃ فقال اما تر ضی ان تکون منی بمنزلۃ ہارون من موسی جیسا کہ نسائی اور ابن ماجہ میں تفصیل موجود ہے ۲۔ مختلف اسفار میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف حضرات کو اپنا خلیفہ مدینہ منورہ میں بنا کر چھوڑا ہے جیسے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم اور حضرت عثمان اور دیگر حضرات اس لئے اگر اس خلافت کو وفات کے بعد خلافت بلا فصل کی دلیل بنایا جائے تو صریح تناقض ہے کہ حضرت علی کو خلیفہ بلا فصل قرار دیا ہے۔ یا حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کو یا حضرت عثمان کو یا دوسرے حضرات کو کیونکہ وفات کے بعد خلیفہ بلا فصل تو ایک ہی ہو سکتا ہے کئی تو نہیں ہو سکتے ۳۔ اسی غزوہ تبوک میں امامت صلوٰۃ کے لئے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خلیفہ مقرر فرمایا تھا اور باقی انتظامات میں حضرت علی کو خلیفہ بنایا تھا تو خاص اسی سفر کے واقعہ میں بھی خلافت کی کمی بلکہ تناقض لازم آگیا کہ اصل خلیفہ حضرت ابن ام مکتوم ہیں یا حضرت علی ہیں۔ اس لحاظ سے بھی استدلال شیعہ کا صحیح نہیں ہے ۴۔ غزوہ تبوک رجب ۹۰ھ میں ہوا اس کے بعد ذی الحجہ ۹۰ھ میں حضرت صدیق اکبر کو امیر حجاز بنا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ بھیجا اور بعد میں حضرت علیؑ کو چند اعلانات کے لئے پیچھے بھیجا کیونکہ اہل عرب بادشاہ کے قریبی رشتہ دار کا اعلان مانتے تھے جب حضرت علی

حضرت ابو بکر پاس پہنچے ہیں تو حضرت ابو بکر نے پوچھا امیرام مامور تو حضرت علی نے عرض کیا مامور اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے نماز بھی پڑھتے رہے تو یہ واقعہ چونکہ بعد کا ہے اس لئے اس کو ناخ کہا جائے گا۔ تبوک والے واقعہ کے لئے۔ صحیحین کی روایات میں مذکور ہے کہ بدر کے قیدیوں کے متعلق جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کرام سے مشورہ فرمایا تو حضرت ابو بکر نے فدیہ لے کر قیدیوں کو چھوڑ دینے کا مشورہ دیا اور حضرت عمر نے قتل کا مشورہ دیا تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ملک یا ابابکر مکمل ابراہیم اذا قال فمن تبعني فانه مني ومن عصاني فانك غفور رحيم ومثل عيسى اذا قال ان تعذبهم فانهم عبادك وان تغفر لهم فانك انت العزيز الحكيم ومثل نوح اذا قال رب لا تذر علي الا رض من الكافرين ديارا اور مثل موسى اذا قال ربنا اطمس على اموالهم واشدد على قلوبهم فلا يؤمنوا حتى يروا العذاب الاليم تو جیسے حضرت علی کو حضرت عیسیٰ امواہم واشدد علی قلوبہم فلا یؤمنوا حتی یروا العذاب الالیم تو جیسے حضرت علی کو حضرت ہارون علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ ذکر فرمائی ایسے ہی حضرات شیخین کو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ ذکر فرمائی ایسے ہی حضرات شیخین کو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ بیان فرمائی ان میں سے کسی سے بھی خلافت بلا فصل ثابت نہیں ہوتی۔

حدیث الموالاة:۔ حدیث پاک میں مرفوعاً ثابت ہے من کنہ مولاه فعلی مولاه اس سے بھی شیعہ استدلال کرتے ہیں کہ حضرت علی خلافت بلا فصل کے مستحق تھے جواب۔ ۱۔ اس میں صرف حضرت علی سے محبت رکھنے کی ترغیب ہے خلافت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ ۲۔ اس حدیث پاک کا شان ورود یہ ہے کہ جب حضرت علی یمن کے والی تھے تو بعض حضرات نے ان کی کچھ

شکایت کی تھی اس پر یہ ارشاد فرمایا تھا اس لئے مقصد یہ ہوا کہ ان کی شکایت مناسب نہیں ہے۔ خلافت سے اس کا کچھ تعلق نہیں ہے۔ ۳۔ حضرت علی کو اس حدیث پاک کا علم تھا پھر بھی انہوں نے کبھی اس سے خلافت بلا فصل پر استدلال نہیں فرمایا۔ معلوم ہوا کہ خود حضرت علی کے نزدیک بھی اس حدیث پاک کا خلافت سے تعلق نہیں ہے۔ خلفاء اربعہ کے لئے ترتیب خلافت کے اولہ:۔ ۱۔ اجماع صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے یہی ترتیب ثابت ہوئی۔ ۲۔ وعدہ اللہ الدین امنوا منکم و عملوا الصالحات لیست خلفکم فی الارض الا ینزل اللہ تعالیٰ فیہ اپنا وعدہ اسی ترتیب سے پورا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کو کوئی مجبور نہیں کر سکتا۔ اس لئے یہی ترتیب اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ تھی۔ ۳۔ اس ترتیب سے چاروں حضرات کو خلافت میں حصہ مل گیا۔ اگر بالفرض حضرت علی کو ہی بلا فصل خلیفہ بنادیا جاتا تو باقی تین حضرات تو بالکل محروم رہ جاتے کیونکہ حضرت علی کی وفات ان چاروں میں سب سے اخیر میں ہوئی ہے۔ ۴۔ اسی ترتیب سے ان چاروں حضرات سے جمکین دین واقع ہوئی اور ان چاروں حضرات نے پوری ہمت سے دین کو مضبوط فرمایا اس سے ان حضرات کی فضیلت اسی ترتیب سے ثابت ہوتی ہے پس جب واقعات سے ترتیب فضیلت ثابت ہو گئی تو ترتیب فضیلت سے استحقاق خلافت بھی اسی ترتیب سے ثابت ہو گیا۔ ۵۔ جیسا کہ نبوۃ اس زمانہ کے افضل ترین شخص کو دی جاتی ہے ایسے ہی خلافت نبوۃ بھی اس زمانہ کے افضل ترین کو دی جاتی ہے جبکہ وہ واقعی خلافت نبوت ہو اور ان چاروں حضرات کی خلافت خلافت نبوت تھی۔ ۶۔ شیعہ میں سے فرقہ راوندیہ اس کا قائل ہوا کہ حضرت عباس احق للخلافت تھے اور باقی شیعہ کا قول ہے کہ حضرت علی احق بالخلافت تھے اور ہم کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر احق بالخلافت تھے جب حضرت علی حضرت عباس دونوں نے حضرت ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت فرمائی تو حضرت ابو بکر کی خلافت پر اجماع منعقد ہو گیا۔ سوال یہ تھیہ تھا جواب اگر اس معاملہ میں تھیہ مانا جائے

اللہ دہلوی میں ہے۔ کیا حضرت ابو بکر کی خلافت پر نص موجود ہے:- اس میں تین قول ہیں پہلا قول موجود ہے دلیل ۱۔ فی البخاری ان امرأۃ قالت یا رسول اللہ ارایت ان رجعت فلم اجدک کا تھا تعنی الموت قال فاتی ابا بکر ۲۔ صحیح حدیث میں ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لعائشۃ فی مرضہ الذی توفی فیہ لقد هممت ان ابعث الی ایک وانیک واکتب کتابا واعہد عہدا کیلا یقول قائل انا حق او تمنی متمن ویابی اللہ ورسولہ والمؤمنون الا ابا بکر ۳۔ حدیث حدیثہ مرفوعاً اقد و بالذین من بعدی ابی بکر و عمر دوسرا قول کہ حضرت ابو بکر کی خلافت پر نص موجود نہیں ہے اس کی دلیل ۱۔ قول عمران استخلف فقدا استخلف من هو خیر منی یعنی ابا بکر وان ترک فقد ترک من هو خیر منی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۲۔ عن عائشۃ اذ سئلت من کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مستخلفا لو استخلف قالت ابو بکر اس روایت میں لو سے معلوم ہوا کہ استخلاف نہ فرمایا تھا۔ تیسرا قول یہ ہے کہ خلافت ابی بکر نص خفی سے ثابت ہے اس کے اول متعدد ہیں ۱۔ فی البخاری مرفوعاً رايت کانی علی قلب اززع منھا فاخذھا ابن ابی قحافة فززع ذنوباً او ذنوبین و فی نزاع ضعف واللہ یغفر لکم اخذھا ابن الخطاب فاستألت غریبا فلم ارعق ریا من الناس یفری فریاً حتی ضرب الناس بطن ۲۔ فی البخاری مرفوعاً مردوا بکر فلیصل بالناس ۳۔ فی البخاری مرفوعاً لا یستقین فی المسجد خوختہ الاسدت الا خوختہ ابی بکر ۴۔ فی ابی داؤد عن ابی اکبرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ذات یوم من رای منکم رویا فقال رجل انا رأیت کان میزانا انزل من السماء نوزنت انت و ابو بکر فرحت ثم وزن ابو بکر و عمر فرح ابو بکر و وزن عمر و عثمان فرح عمر ثم رفع المیزان فرأیت الکراہیۃ فی وجہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۵۔ فی ابی داؤد عن جابر ان کان یحدث ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ارئی اللیلۃ رجل صالح ان ابا بکر یط (علق) برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و یط عمر بانی بکر و یط عمر بانی بکر و یط عثمان یحمر قال جابر فلما قمنا من عند رسول اللہ علیہ وسلم قلنا اما الرجل الصالح فرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و اما نوط

تو خارج کا مذہب ثابت ہو جائے گا جو کہتے تھے کہ حضرت علی نے جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم دست مبارک پر بیعت کی تھی اس میں ظاہر خلاف باطن تھا اس لئے تقیہ کی توجیہ باطل ہے۔ ۷۔ قل للمخلفین من الاعراب ستدعون الی قوم اولی باس شدید تقا تلو نهم او یسلمون فان تطیعوا یوتکم اللہ اجرا حسنا وان تتولوا کما تو لیتم من قبل یعذبکم عذاباً الیما۔ اب راعی خرد نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تو ہو ہی نہیں سکتے کیونکہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے لن تخرجوا معی ابدالاً ولن تقاتلوا معی عدوا۔ لا محالہ داعی حیلۃ مخاطبین میں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر ہی ہیں اس لئے ان دونوں حضرات کی اطاعت کا وجوب قرآن پاک سے ثابت ہو گیا پھر اولی باس شدید کا مصداق ایک قول میں مسلمہ کذاب کے ساتھی ہیں دوسرے قول میں اہل روم ہیں تیسرے قول میں اہل فارس ہیں۔ قتال جمل یا قتال صفین والے مصداق نہیں بن سکتے کیونکہ اس میں یہ بھی وارد ہے۔ تقاتلو نهم او یسلمون اور اہل جمل اور اہل صفین پہلے سے مسلمان تھے پس جب داعی واجب الاطاعت ہے تو وہ خلیفہ حق ہے اور روم اور فارس کا قتال حضرت صدیق اکبر کے زمانہ میں شروع ہوا اور حضرت عمر کے زمانہ میں مکمل ہوا۔ ۸۔ بعض احادیث میں اسی ترتیب سے خلافت کے اشارے موجود ہیں اگرچہ تصریح خلافت کی نہیں ہے ان میں سے ایک حدیث میزان ہے عن ابی بکرۃ ۹۔ ایک حدیث الدلو و النزاع من البئر ہے ۱۰۔ ایک حدیث وہ ہے جس میں صدقات حضرات شیخین کو دینے کا حکم فرمایا ہے۔ ۱۱۔ دخلت انا و ابو بکر و عمر ۱۲۔ آمنت انا و ابو بکر و عمر ۱۳۔ ما من نبی الا و لدہ وزیران ۱۴۔ ہما کالسمع و البصر منی ۱۵۔ اقد و بالذین من بعدی ابی بکر و عمر ۱۶۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف بیٹھا کرتے تھے اور حضرت عمر بائیں طرف کھڑے ہو جایا کرتے تھے مزید تفصیل قرۃ العین فی تفصیل الشیخین للشاہ ولی

بعضہم بعض فہم ولاۃ هذا الامر الذی بعث اللہ بہ نبیہ۔ ۶۔ فی ابی داؤد عن سمرۃ بن جندب ان رجلاً قال یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) رأیت کان دلو ادلی من السماء فباء ابو بکر فاخذ بعراقیمہا جمع عروۃ وحی الخشبۃ المعروضۃ علی الدلو) فغرب حتی تصلع فغرب شرباً خفیفاً ثم جاء عمر فاخذ بعراقیمہا فغرب حتی تصلع ثم جاء عثمان فاخذ بعراقیمہا فغرب حتی تصلع ثم جاء علی فاخذ بعراقیمہا فانشطت (فاضطربت) فانفتح (فرش) علیہ منہما شی۔ ۷۔ فی ابی داؤد عن سعید بن جحمان عن سفینۃ مرفوعاً خلافتہ ابوہ ۳۰ ثلاثون سنۃ ثم یوتی اللہ ملکہ من ریشاء قال سعید قال سفینۃ امسک مدۃ ابی بکر سنتان وعمر عشر وعثمان اثنتا عشر وعلی کذا قال سعید قلت لسفینۃ ان حولاء (یعنی بنی مروان) یزعمون ان علیاً لم یکن تخلیقہ فقال کذب استاہ بنی زرقا یعنی نبی مروان اھذا اللفظ ابی داؤد اور مسند احمد میں یوں ہے علی ستۃ پھر ان تین قولوں میں تطبیق یہ ہے کہ مذکورہ ادلہ میں سے ہر ایک کو الگ الگ دیکھیں تو نص خفی ہے لیکن جب سب ادلہ کو جمع کر لیں اور ساتھ آیت اختلاف بھی ملا لیں تو نص علی بن جاتی ہے اور نفی اختلاف کا مطلب یہ ہے کہ جیسے بادشاہوں میں متعارف ہے کہ ایک شخص کو ولی عہد نامزد کر کے اس کو مشہور کر دیتے ہیں یہ صورت نہ ہوئی تھی اور سقیفہ بنی ساعدہ میں اجتماع انہی نصوص کو ولی عہد نامزد کر کے اس کو مشہور کر دیتے ہیں یہ صورت نہ ہوئی تھی اور سقیفہ بنی ساعدہ میں اجتماع انہی نصوص کو یاد کرانے کے لئے تھا۔ شیعہ کے دلائل حضرت علی کی افضلیت پر مع الا جوابہ۔ شیعہ کی پہلی دلیل ۱۔ اسلام لانے میں حضرت علی سب پر مقدم تھے اس لئے سب صحابہ سے افضل تھے جواب۔ پہلا قال ابو حنیفۃ الا وریع ان یقال اول من اسلم من الرجال الاحرار ابو بکر ومن الصبیان علی ومن النساء خدیجۃ ومن الموالی زید ومن العبد بلال اٹھلی پھر اولیت حقیقیہ میں اقوال مختلف ہیں۔ پہلا قول حضرت ابو بکر ہیں کیونکہ ترمذی میں حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے مخاطباً لابی بکر السیف اول من اسلم الحدیث دوسرا قول مائی خدیجہ

تیسرا قول حضرت زید چوتھا قول حضرت بلال پانچواں قول خباب بن الارت چھٹا قول حضرت علی اتنے اقوال کے ہوتے ہوئے کیسے استدلال کیا جاسکتا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت ثعلبی نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ سب سے مقدم ایمان لانے میں حضرت خدیجہ تھیں تیسرا جواب یہ ہے کہ نفس اولیت اگر دیکھیں تو وہ حضرت خدیجہ کو حاصل ہوئی اور اگر اولیت موثرہ فی الفضلیۃ کو دیکھیں تو وہ حضرت صدیق اکبر کو حاصل ہوگی کیونکہ حضرت خدیجہ حضرت زید حضرت بلال حضرت علی یہ سب حضرات تابع تھے اور حضرت ابو بکر رئیس تھے ذوو جاہت تھے مستقل تھے اور ایمان لائے بلاتانیہ بلا طلب معجزہ طوعاً بلا ائفاء جبکہ حضرت علی اپنے والد ابو طالب سے اپنا ایمان چھپاتے تھے۔ چوتھا جواب حضرت علی کا ایمان لازمی تھا اور حضرت صدیق کا ایمان متعدی تھا اور وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مبلغ بھی تھے چنانچہ حضرت ابو بکر کے دست مبارک پر حضرت عثمان بن عفان حضرت زبیر حضرت طلحہ حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبدالرحمن بن عوف جیسے جلیل القدر صحابہ جو عشرہ مبشرہ میں سے بھی ہیں ایمان لائے اسی لئے امام دارقطنی کے شاگرد ابو طالب عشاری جنبل کی کتاب جزء فضائل ابی بکر میں ایک روایت ہے عن ابن عمر قال لما ولی علی ابن ابی طالب قال لہ رجل یا امیر المؤمنین کیف تحطاک المہاجرین والا نصار الی ابی بکر رضی اللہ عنہ وانت اکرم مقبض و اقدم سابقہ فقال لہ و تحک ان ابا بکر سبقنی الی اربع لم اتھن ولم احتض منھن الی مرافقۃ الغار والی تقدم الحجۃ وانی امدت صغیراً وامن کبیراً والی اقام الصلوۃ اٹھلی۔ ۲۔ شیعہ کی دوسری دلیل یہ ہے کہ حضرت علی شجاعت میں حضرت ابو بکر سے بڑھے ہوئے تھے جیسا کہ غزوہ بدر غزوہ احد غزوہ اتراب اور غزوہ خنین کے واقعات سے ظاہر ہوتا ہے۔ جواب پہلا یہ ہے کہ شجاعت سے مقصود اعانت فی الدین اور نصرت دین ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اس نصرت دین میں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کا مقام بہت اونچا تھا اور وہ اس میں حضرت علی پر سبقت لے جا

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے موقع پر اور فتنہ ارتداد کے موقع پر اور حضرت اسامہ کے لشکر کو روانہ کرنے کے موقع پر ان سب واقعات سے حضرت ابو بکر کی اعلیت ظاہر ہوتی ہے۔ ۶۔ صحیحین میں حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک بندہ کو اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت میں اختیار دیا اُس بندہ نے آخرت کو اختیار کر لیا اس پر حضرت ابو بکر رونے لگے تو ہمیں تعجب ہوا بعد میں جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات جلدی ہو گئی تو اس وقت ہمیں اس ارشاد کی تفصیل معلوم ہوئی کہ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کی طرف اشارہ فرمایا تھا وکان ابو بکر اعلمنا۔ ۷۔ حضرت ابو بکر و حضرت عمر نے شریعت کے قواعد کی بنیاد رکھی ہے اور قیاس اور اجماع کو شروع فرمایا قضاء کے معنی تو صرف ذہن کا جلدی منتقل ہونا ہے۔ اس کا درجہ دین کی بنیاد رکھنے اور اس پر فروغ کو تفریع بٹھانے اور علوم کی تنقیح کرنے سے بہت نیچے ہے۔ پھر اب ہمارے زمانہ کی قضاء تو تقلیدی ہے اور حضرت علی کے زمانہ کی قضاء اجتہادی تھی یہ دونوں تائیس قواعد شرح سے بہت نیچے ہیں یہ تائیس حضرت ابو بکر اور حضرت عمر ہی کا کام تھا۔ ۸۔ اقتضا کم علی فضیلتہ جزئیہ ہے جیسے اقراء کم ابی۔ اعلکم بلحلال والحرام معاذ افرضکم زید (بن ثابت) لکل امتہ امین و امین ہذہ الامتہ ابو عبیدۃ بن الجراح ان اکل نبی حواریا و حواریتی الزہیر غدا و اربع العلم من ہذہ الخمر اء (عاکشہ) اور فضیلت کلیہ حضرات شیخین کے فضائل سے معلوم ہوتی ہے۔ اقتدا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر۔ سید اکھول اہل الجنۃ ابو بکر و عمر۔ ما سلک (عمر) فجاء الاسلک الشیطان فجاء غیرہ۔ رویا القمیس واللمین اور ان کی تعبیر دین اور علم۔ ۹۔ حضرت علی کی طرف علوم کی نسبت حقیقت میں حضرات شیخین ہی کی طرف ہے کیونکہ حضرت علی نے حضرات شیخین ہی سے تو علوم لئے ہیں۔ یہ ایسا ہی ہے کہ قراءتوں کی نسبت سات اور دس قراء حضرات کی طرف ہے حالانکہ سب سے پہلے کتابی شکل میں قرآن پاک کو جمع کرنے والے حضرت عمر

چکے تھے کیونکہ ان دونوں حضرات نے اپنی جان اور مال اسلام پر خرچ کیا اور ہجرت سے پہلے بھی اور بعد میں بھی دین کی نصرت کے لئے مجاہدات فرمائے اور اپنی خلافت کے زمانہ میں بھی دونوں حضرات نے نصرت دین فرمائی اور حضرت صدیق اکبر کی استقامت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دن اور فتنہ ارتداد اور فتنہ منع زکوٰۃ اور جیش اسامہ کو روانہ کرنے کے موقع پر روز روشن کی طرح ظاہر ہو گئی دوسرا جواب یہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت شاہانہ تھی اور حضرت ابو بکر کی شجاعت وزیرانہ تھی اور حضرت علی کی شجاعت سپاہیانہ تھی حضرت ابو بکر غزوات میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے ہوتے تھے اور قدم قدم پر مشورہ دیتے تھے اور تدبیریں ذکر فرماتے تھے اس لئے شجاعت میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر کا مقام سب سے اونچا تھا۔ شیعہ کی تیسری دلیل یہ ہے کہ مرفوعاً ثابت ہے اقتضا کم علی اور حضرات صحابہ ان کی طرف بہت سے واقعات میں رجوع کرتے تھے غلطی کے بعد حتیٰ کہ عمر فاروق نے فرمایا لولا علی لھلک عمر اور بعد کے فضلاء نے بھی سب علوم میں حضرت علی کی طرف سند بیان کی ہے۔ جواب۔ ۱۔ قضاء کا منصب صدیقیت اور فاروقیت اور محدثیت کے منصب سے بہت نیچے ہے پس علم و حکمت میں پہلا مقام نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا اور دوسرا حضرت ابو بکر کا تیسرا حضرت فاروق کا تھا جو محدث بھی تھے اور ان کی رائے کے مطابق کئی معاملات میں قرآن پاک بھی نازل ہوا۔ ۲۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات میں صدق تو قرآن پاک میں آیا ہے۔ قضاء کا لفظ نہیں آیا۔ ۳۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے علم حاصل کرنے کا موقع حضرت صدیق اکبر کو حضرت علی سے زائد ملا ہے اور اصل علم یہی تعلیم من النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ ۴۔ حضرت ابو بکر کی عارت سکوت کی تھی اور حضرت علی کی عادت تکلم کی تھی اس لئے ظہور حضرت علی کے علوم کا زیادہ ہوا گو علمی مقام حضرت ابو بکر کا اونچا تھا۔ ۵۔ صحابہ کرام کا رجوع حضرت ابو بکر کی طرف ظاہر ہوا

حضرت ابن عباسؓ حضرات شیخین کے قول پر فتویٰ دیتے تھے کتاب وسنت کے بعد اور باقی سب حضرات کے اقوال پر ان دونوں حضرات کے قول کو مقدم قرار دیتے تھے کتاب وسنت کے بعد۔ ۱۵۔ فی مصنف ابن ابی شیبہ عن عمر کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لہم فی الامر عند ابی بکر من امر المسلمین وانا معہ شیعہ کی چوٹی دلیل: یہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی ازہد الناس تھے اس لئے خلافت بلا فصل کے مستحق تھے جواب۔ ۱۔ حضرات شیخین کے بعد ازہد کہنا صحیح ہے۔ ابوطالب عشاری نے اپنی کتاب جز فضاائل الصدیق میں نقل کیا ہے عن ابی الحجاج لما یولیج ابو بکر رضی اللہ عنہ اعلق بابہ ثلاثۃ ایام یخرج الہم فی کل یوم فیقول لہما الناس قد اقلنکم بیعتکم فبايعوہن اجبتم فکل ذلک یقوم الیہ علی بن ابی طالب فیقول لا نقبلک ولا نستقبلک وقد قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فن ذابوہم۔ ۲۔ زہدی دوتہیں ہیں۔ زہد الا ولیاء یہ ہے ترک دنیا یہ حضرت علی میں تھا اور دوسری قسم ہے زہد الا نبیا کہ ہر ایک کا حق ادا کیا جائے یہ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں تھا اور اسی کا عکس حضرت ابو بکر اور حضرت عمر میں تھا۔ ۳۔ اس لحاظ سے بھی حضرات شیخین کا زہد بڑھا ہوا تھا کہ حضرات شیخین بہت زیادہ احتیاط فرماتے تھے حتیٰ کہ مختلف اطراف کے عامل اور گورنراپنے رشتہ داروں میں سے نہ بناتے تھے حضرت علیؓ میں اس اونچے درجہ کی احتیاط نہ تھی۔ ۴۔ حضرت ابو بکر کے زہد کا مقام اتنا اونچا تھا کہ اسلام سے پہلے وہ بہت بڑے مالدار تھے اور وفات کے وقت فقیر تھے اور ترکہ بہت ہی تھوڑا چھوڑا اور حضرت علیؓ ابتداء اسلام میں محتاج اور وفات کے وقت مالدار تھے حتیٰ کہ ۱۱۹ م و لد چھوڑیں اور ۲۴ افراد اولاد میں سے چھوڑے اور اتنا مال چھوڑا کہ سب اولاد کے گزارے کے لئے کافی تھا۔ اس لئے حضرت ابو بکر کے زہد عالی کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔ شیعہ کی پانچویں دلیل: حضرت علیؓ کے لئے قربت تھی۔ اخوت تھی۔ وجوب محبت و نصرت تھی خصوصاً

کے مشورہ سے حضرت ابو بکر ہیں اس لئے علوم کی نسبت جو حضرت علیؓ کی طرف ہے یہ حقیقت میں حضرات شیخین ہی کی طرف ہے۔ پھر فقہاء کے علوم کا مدار جماعیات عمر اور قضا یا شیخین پر ہے پھر جو کتابیں حدیث کی امہات السنۃ القدیمہ کے درجہ میں ہیں جیسے مسند امام عظیم موطا مالک کتاب الامار محمد اور مسند الشافعی یہ کتابیں شیخین کی روایتوں سے بھری ہوئی ہیں کہ کیا فرمایا اور کیا ان کے سامنے ہوا اور کیا ان کے زمانہ میں ہوا اور ان بنیادی حدیث کی کتابوں میں حضرت علیؓ کی روایتیں کم ہیں پس قراءات فقہ اور حدیث کی اصل بنیاد نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرات شیخین کے زمانہ پر ہے۔ ۱۰۔ حضرت علیؓ حضرات شیخین کی مجلس میں کثرت سے حاضر رہتے تھے اور ان سے علم حاصل فرماتے تھے اور حضرات شیخین نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے علم حاصل فرمایا تھا۔ ۱۱۔ سب سے پہلے اصول فقہ کو تہذیب کے ساتھ مدون فرمانے والے امام شافعی ہیں اپنی تصنیف کتاب الام کے مقدمہ میں اور یہ مقدمہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمرؓ کی کلام سے ماخوذ ہے۔ ایسے ہی متکلمین حضرات نے اہل السنۃ والجماعۃ کے مذاہب مرتب فرمائے ایمان بالقدر کے متعلق اور اسماء حسنیٰ کے متعلق اور صفات باری تعالیٰ اور عذاب قبر اور رویت باری تعالیٰ اور شفاعت کے متعلق ان سب کی بنیاد بھی ان روایتوں پر ہے جو حضرت ابو بکر اور حضرت عمرؓ سے منقول ہیں اور از اللہ الخفاء عن خلافتہ الخلفاء للشاہ ولی اللہ میں ایک رسالۃ التصوف منقول ہے۔ جو حضرت عمرؓ کی طرف منسوب ہے۔ ۱۲۔ حافظ ابن تیمیہ نے ایک مرفوع روایت نقل فرمائی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اذا اتفقتم علی امر لم اخالقکم اس سے حضرات شیخین کے علم اور قرب نبی کا اندازہ ہوتا ہے۔ ۱۳۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی حضرات شیخین امر بھی فرما لیتے تھے اور ان دونوں کے سوئی کسی کو بھی ایسا کرنے کی جرأت نہ تھی۔ ۱۴۔

وجہ اور خوش طبعی تو خلافت کے لئے مضر ہے کیونکہ ہنسی مذاق کی کثرت سے رعب ختم ہو جاتا ہے اور خلافت و انتظام میں کچھ رعب کی بھی ضرورت ہوتی ہے جیسے حضرت عمر فاروق کا رعب اور دبدبہ مشہور تھا۔ باقی رہی فصاحت تو اس کا خلافت سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے۔ شیعہ کی ساتویں دلیل:۔ قوت نفسانیہ اور قوت بدنیہ حضرت علی کی زیادہ تھی جواب۔ اس کا خلافت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ صدیقیت اور محدثیت میں فرق:۔ صدیقیت کی علامات یہ ہیں۔ ۱۔ صدیق کی شان یہ ہے کہ وہ نبی کی خبر کی ایسی تصدیق کرتا ہے کہ گویا خبر وہ خود دے رہا ہے اور اس چیز کو اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے پھر جیسا بھی مطالبہ ہوتا ہے اس کے مطابق وہ اپنے نفس اور مال کو خرچ کرتا ہے گویا کہ وہ فانی فی اللہ ہوتا ہے۔ ۲۔ تعبیر رویا میں مہارت بھی علامات صدیقیت میں شمار کی گئی ہے۔ ۳۔ ایک علامت تقدم فی الایمان ہے کہ بالکل ابتداء میں نبی پر ایمان لاتا ہے۔ ۴۔ بلا طلب معجزہ و بلا رویۃ معجزہ ایمان لے آتا ہے۔ ۵۔ گویا نبی کی روح اس کی زبان پر بولتی ہے اور محدثیت کی علامتیں یہ ہیں۔ ۱۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر موقعہ میں صلح کا القاء اس پر ہوتا ہے۔ ۲۔ وحی (قرآن) اس کی رائے کے مطابق نازل ہوتی ہے۔ ۳۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دودھ پی کر سیراب ہو کر باقی حضرت عمرؓ کو دیا یہ بھی ان کے محدث ہونے کی علامت تھی۔ **الا مساک من مشاجرات الصحابۃ**۔ اس پر اجماع ہے کہ حضرات صحابہ گرام کا اختلاف ایسے طریقہ سے بیان کرنا جس سے کسی ایک صحابی کی اونچی شان میں گستاخی لازم آئے منع ہے حق تعالیٰ نے جب ہمارے ہاتھوں کو ان پاک ہستیوں کے خون سے رنگنے سے محفوظ رکھا تو ہم اپنی زبانوں کو کیوں ان پاک ہستیوں کی گستاخی سے ملوث کریں۔ طبرانی میں ہے عن ابن مسعودؓ مرفوعاً اذ ذکر اصحابی فامسکوا اور ابن عدی نے نقل فرمایا حضرت عائشہؓ سے مرفوعاً شرار امتی اجرہم علی اصحابی۔ سبب المخالفتہ بینہم مع

حدیث غدیری کی وجہ سے جواب۔ ۱۔ رشتہ داری کی وجہ سے خلیفہ بنانا دنیا کے بادشاہوں کا طرز ہے۔ دین میں خلافت کا مدار تقرب الی اللہ و رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے۔ یعنی تقویٰ پر ہے جیسا کہ حضرت طاہرؓ کے واقعہ میں اور آیت اختلاف میں مذکور ہے۔ علم۔ قوت جسمانیہ اور عمل صالح۔ ۲۔ اگر نفس قربت کا لحاظ ہو تو سب سے قریبی حضرت عباس ہیں اور اگر قربت ولادت کو لیا جائے تو حضرت فاطمہؓ پھر حضرت حسنؓ پھر حضرت حسینؓ پھر حضرت علیؓ آتے ہیں اور اگر مصاہرت کا لحاظ کیا جائے تو حضرت عثمانؓ ذوالنورین ہیں اگر چہ ان کی دونوں اہلیہ محترمہ فوت ہو گئی تھیں لیکن فوت ہونے سے فضیلت میں کمی نہیں آتی جیسے حضرت فاطمہؓ الزہرا رضی اللہ عنہا کے فوت ہونے سے حضرت علیؓ کی فضیلت میں کمی نہ آئی۔ باقی رہی حدیث غدیر تو اس کا جواب پیچھے گذر چکا ہے۔

شیعہ کی چھٹی دلیل:۔ حضرت علیؓ عبدہم تھے اشرافہم خلقاً تھے اطلتہم دھما تھے انہم لسانا تھے اسدہم رأیا تھے جواب۔ ۱۔ یہ سب کچھ حضرات شیخین کے مقابلہ میں کچھ بھی نہ تھا مثلاً قیام لیل ہی کو لیجئے حضرت ابو بکر اور حضرت عمرؓ کی مواظبت قیام لیل میں احادیث میں منقول ہے بخلاف حضرت علیؓ کے جیسا کہ بخاری شریف میں حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں رات کے وقت تشریف لائے اور فرمایا الاتصلیان فقلت انفسا بید اللہ فاذا شاء اللہ ان یجئہ یثنا فانصرف حین قلت ذلک ولم یرجع الی بشی ثم سمعته وهو یقول یضرب فخذہ وهو یقول وکان الا نسان اکثر شیء جدلاً۔ ۲۔ مسلمانوں کا انتظام یہ متعدی طاعت ہے یہ عبادت سے بہتر ہے جو لازمی طاعت ہے حسن خلق اور سداورای یہ دونوں حضرات شیخین کے بعد مسلم ہیں کیونکہ حضرات شیخین کے لئے پوری امت کی محبت مسلم ہے اور حضرت علیؓ سے بہت سے حضرات نے مخالفت بھی کی ہے۔ اسی طرح سداہ رای کی برکات شیخین کے زمانہ میں ظاہر ہوئیں کہ امت متفق رہی اور حضرت علیؓ کے زمانہ میں انتشار پیدا ہو گیا طلاقۃ

پر حملہ کر دیا۔ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر یہ سمجھے کہ حضرت علی نے ہم پر حملہ کر دیا پس مدافعت کے طور پر ان حضرات نے لڑائی شروع کر دی۔ حضرت علی نے یہ خیال فرمایا کہ میرے لشکر پر حملہ کر دیا گیا ہے تو انھوں نے اپنی جان بچانے کے لئے لڑائی شروع فرمادی اسی طرح سے غیر اختیاری طور پر غیر ارادی طور پر یہ لڑائی شروع ہو گئی اور حضرت عائشہ نے کسی سے لڑائی نہ فرمائی اور نہ ہی لڑائی کے ارادہ سے نکلی تھیں وہ تو صرف مسلمانوں کے درمیان صلح کرانے کے لئے نکلی تھیں اور یہ خیال فرمایا کہ میرا نکلتا مسلمانوں میں صلح کا سبب ہو گا پھر بعد میں معلوم ہوا کہ میرا نہ نکلتا ہی اولیٰ تھا۔ نہ انہوں نے کسی کو قتل کیا نہ لڑائی کا حکم فرمایا اور بعد میں حضرت عائشہ جب اپنے اس نکلنے کو ذکر فرمایا کرتی تھیں تو رویا کرتی تھیں حتیٰ کہ آنسوؤں سے دوپٹہ گیلا ہو جاتا تھا اور اسی طرح اکابر صحابہ اس لڑائی پر شرمندہ ہوئے حتیٰ کہ حضرت علی حضرت طلحہ اور حضرت زبیر بھی اس لڑائی پر نادم ہوئے کتاب الاعتقاد میں امام بیہقی فرماتے ہیں وروی ان علیا بعث الی طلحہ یوم الجمل فاتاہ فقال نعدتک اللہ حمل سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من کف من مولاہ فعلی مولاہ اللہم وال من والاہ وعاد من عاداہ قال نعم قال فلم تقتلی قال لم اؤکر قال فالصرف طلحہ ثم روی انہ جین رمی بالرجل من اصحاب علی ثم قضیٰ نجہ فاجر علی بذلک فقال اللہ اکبر صدق اللہ ورسولہ ابی اللہ ان یدخل الجنۃ الا وبتحتی فی عقبہ (روی) ان علیاً بلعہ رجوع الزبیر بن العوام فقال اما اللہ ما رجع حینا وکنہ رجع تائباً وحن جاء ابن جرموز قاتل الزبیر قال لیدخل قاتل ابن صفیۃ النار سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لکل نبی حوارق حواربہ الزبیر اتھنی اصول الدین کے صفحہ ۲۸۹ پر امام عبد القاہر البغدادی فرماتے ہیں اجمع اصحاب علی ان علیاً رضی اللہ عنہ کان مصیباً فی قتال اصحاب الجمل و فی قتال اصحاب معاویۃ اتھنی استاد محترم حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی اپنی تصنیف تحفۃ القاری محل مشکلات البخاری میں زیر بحث حدیث کے ماتحت حضرت محمد دلف ثانی کے مکتوبات کی جلد اول صفحہ ۲۳۱ سے

لحاظ کمال ادبہم:۔ اب ڈرتے ڈرتے پوری احتیاط اور ادب کے ساتھ اجمالی طور پر کچھ سبب اختلاف ذکر کر رہا ہوں تا کہ ناظرین کے دل میں اگر کوئی وسوسہ ان پاک ہستیوں کے بارے میں کبھی آیا ہو تو وہ صاف ہو جائے اور کسی قسم کی بدگمانی کسی ادنیٰ سے ادنیٰ صحابی کے متعلق بھی باقی نہ رہے اور جن کافروں اور بے دینوں نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے تاریخی واقعات کو غلط رنگ میں پیش کر کے سادہ لوح مسلمانوں کے دل میں ان پاک ہستیوں کی عظمت کم کرنے کی ناپاک جسارت کی ہے ان کا ناپاک منہ بند ہو جائے یا اللہ ذکر حق باخلاص عمدہ الفاظ میں ذکر کرنے کی توفیق نصیب فرما آمین۔ یا رب العالمین۔ سبب اختلاف میں دو اہم قول ہیں۔ ۱۔ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر اور حضرت عائشہ کی رائے یہ تھی کہ حضرت علی کی بیعت اور متابعت اسی وقت ہو سکتی ہے جبکہ پہلے حضرت عثمان کے ورثہ کو قاتلین پر قدرت دی جائے پھر وہ قصاص لے لیں یا معاف کر دیں اور حضرت علی کی رائے یہ تھی کہ قاتلین پر قابو اسی وقت پایا جاسکتا ہے جبکہ سب لوگ میرے ہاتھ پر بیعت خلافت کر لیں پھر حضرت عثمان کے ورثہ اور قاتلین میرے پاس مقدمہ لائیں۔ ۲۔ سبب اختلاف میں دوسرا اہم قول یہ ہے کہ حضرت علی نے خیال فرمایا کہ باغیوں نے قتل شبہ کی بناء پر کیا ہے کیونکہ انہوں نے کچھ چیزیں دیکھیں اور ان چیزوں کو صحیح سمجھ لیا اور یہ سمجھ لیا کہ اجتہادی خطا کی وجہ سے قتل ہوا اس پر پکڑ نہیں ہے خصوصاً جبکہ خطا ظاہر ہونے پر تو بہ بھی کر لی ہو۔ ان دونوں قولوں میں سے رائج پہلا قول شمار کیا گیا ہے۔ پھر جنگ جمل کا واقعہ یوں پیش آیا کہ جب حضرت علی اور حضرت طلحہ اور حضرت زبیر نے پیغامات ایک دوسرے کی طرف بھیجے اور صلح پر اتفاق کر لینے کا ارادہ فرمایا اور یہ طے فرمایا کہ جب خلافت پختہ ہو جائے گی تو حضرت عثمان کے قاتلین کو ضرور تلاش کریں گے تو حضرت عثمان کے قاتلین کو اس صلح اور اتفاق کی اطلاع مل گئی تو ان قاتلین نے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر کے لشکر

مکتوب نمبر ۲۵۱ کو ان الفاظ میں نقل فرماتے ہیں ان منشاء اثارة هذه الفتنة هو قتل عثمان رضي الله تعالى عنه وطلب القصاص من قتلته فان طلحة وزيبر انما خرجا اولاً من المدينة بسبب تاخير القصاص ووافقتهم الصديقية (ای عاکثہ الصدیقہ) فی هذا الامر فوقع حرب الجمل التي قتل فيها ثلاثة عشر الفا من الصحابة وقتل فيها طلحة والزبير اللذان هما من العشرة المبشرة ثم خرج معاوية من الشام وصار شريكاً لهم فوقع حرب الصقيين - صرح الامام الغزالي ان تلك المنازعة لم تكن لامر الخلافة بل كلات لاستيفاء القصاص في بدأ خلافة علي وحده ابن حجر هذا القول من معتقدات اهل السنة وقال الشيخ ابو شوكور السالمي الذي هو من اكابر علماء الحنفية ان منازعة معاوية لعلي كانت في امر الخلافة فان النبي صلى الله عليه وسلم قال لمعاوية اذ ملكك الناس فارق بهم رواه ابن ابی شیبہ واحمد والطبرانی عن ابی ہریرۃ بمعناه فحصل لمعاوية الطمع في الخلافة من هذا الكلام ولكن كان وقت خلافة علي والتوفيق بين هذين القولين هو ان منشاء المنازعة يمكن ان يكون اولاً تاخير القصاص ثم بعد ذلك يقع في طمع الخلافة وعلي كل الا جهتا ووقع في محله فان (كان) خطاف درجۃ واحدة من الثواب و للحق درجتان (ليها الاخ) ان الطريق الاسلام في مثل هذه المواطن السكوت عن ذكر ما شجر بينهم كما تقدم من قول النبي صلى الله عليه وسلم اذا ذكر اصحابي فامسكوا انهم - اقضوا كما كنتم تقضون :- حضرت علي جب عراق تشریف لائے تو فرمایا کنٹ رلیٹ مع عمران تعق اصحات الاولاد وقد رلیٹ الان ان یستر ققن فقال عبیدہ رایک یومئذ فی الجماعۃ احب الی من رایک الیوم فی الفرقة فقال اقضوا كما كنتم تقضون انما رابعہ کا اس مسئلہ میں اتفاق ہے کہ ام ولد مرنے کے بعد آزاد ہوتی ہے - فانی اکرہ الاختلاف :- سوال - حدیث پاک میں تو مرفوعاً اختلاف امتہ کو رحمت قرار دیا گیا ہے - جواب - یہاں وہ اختلاف مراد ہے جو لڑائی جھگڑے کی طرف لے جائے - ان عامتہ ما یروی علی علی ن الکذب :- ایک روایت میں عن علی بھی

آیا ہے یعنی شیعہ جو مخالفت شیخین کی باتیں نقل کرتے ہیں حضرت علی سے وہ جھوٹ ہیں - حدیث الثقلین :- طبرانی میں ہے عن زید بن ثابت ثابت مرفوعاً انی تارک فیکم ثقلین کتاب اللہ جبل مدود ما بین السماء والارض وعترتی اہل بیتی وأنھما لن یضرقا حتی یردا علی الحوض یہ حدیث صحیح ہے اس کے دو معنی ہیں - ۱۔ اگر تم کتاب اللہ کے اوامروں کو اسی کو پکڑو گے اور اس وقت جو میری اولاد ہدایت یافتہ موجود ہے ان کی طرح ہدایت اختیار کرو گے تو گمراہ نہ ہو گے - ۲۔ قرآن پاک اور قیامت تک میری اولاد کے علماء و صلحاء یعنی جن میں علم و عمل دونوں ہوں یہ ہدایت کا ذریعہ ہوں گے - اہل بیت کی تخصیص اس لئے ہے کہ سید علماء کا اثر دوسروں سے زیادہ ہوتا ہے دلوں پر - مناقب جعفر بن ابی طالب :- غرض حضرت جعفر بن ابی طالب کے مناقب کا بیان ہے یہ حضرت علی کے حقیقی بھائی ہیں حضرت علی سے دس سال بڑے تھے قدیم الاسلام ہیں - ذوہر تین ہیں - پہلے حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی پھر مدینہ منورہ کی طرف یہی سبب بنے تھے حضرت نجاشی کے خفیہ اسلام کا جب یہ غزوہ موتہ میں شہید ہوئے ایسی حالت میں کہ ان کے دونوں ہاتھ کٹے ہوئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو دو پر عطا فرمائے جن سے جنت میں فرشتوں کے ساتھ اڑتے تھے اس لئے ان کا لقب ذوالجنا حین ہو گیا - ذکر عباس بن عبد المطلب :- سوال - امام بخاری نے یہاں مناقب کی جگہ صرف ذکر کا لفظ رکھا - یہ تو مناسب نہ تھا - جواب چونکہ اس باب کی روایات میں صرف حضرت عمر کا ذکر ہے کہ وہ حضرت عباس کی تعظیم فرماتے تھے اس کے علاوہ کوئی خصوصی منقبت مذکور نہیں ہے - اس لئے مناقب کی جگہ امام بخاری نے صرف ذکر کا لفظ درج فرمایا - مناقب قرابتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :- غرض قرابت کے مناقب کا بیان ہے اور لفظ قرابت نسب اور نکاح دونوں کے رشتوں کو شامل ہے پھر شیعہ یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت لا استلکم علیہ اجر الا المودة فی القربی حضرت علی حضرت

طلحہ عشرہ مبشرہ میں سے بھی تھے اور اُن آٹھ حضرات میں سے بھی تھے جو سب سے پہلے مسلمان ہوئے اور ان چھ میں سے بھی تھے جن کے نام حضرت عمرؓ نے خلافت کے لئے ذکر فرمائے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جب وفات پائی تو ان سے راضی تھے اور ان پانچ میں سے بھی ہیں جو حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بالکل شروع میں مسلمان ہوئے ان کو طلحہ الخیر اور طلحہ الجود بھی کہا جاتا تھا جنگ جمل میں حضرت عائشہؓ کا ساتھ دیا اور اسی میں ۳۶ھ میں شہید ہوئے۔ لڑائی کے بعد حضرت علیؓ حضرت طلحہ کے بدن مبارک کے پاس کھڑے ہو کر اتار دئے کہ آنسوؤں نے داڑھی مبارک کو تر کر دیا پھر فرمایا اِنی لار جوان اکون انا وانت ممن قال اللہ تعالیٰ ونزعنا ما فی صدور ہم من غل اخوانا علی سرر متقابلین۔ مناقب سعد بن ابی وقاص الزہری:۔ غرض حضرت سعد کے مناقب کا بیان ہے ان کا لقب تھا فارس الاسلام اور مستجاب الدعوات یہ دونوں ان کے لقب تھے۔ لقد رایتنی وانا ثلث الاسلام:۔ یہ ان کا اپنا خیال تھا کہ وہ تیسرے اسلام لانے والے ہیں راجح یہ ہے کہ وہ ساتویں اسلام لانے والے تھے جیسا کہ حافظ ابن عبد البر نے اپنی کتاب الاستیعاب میں ذکر فرمایا ہے۔ ما سالم احد الا فی الیوم الذی اسلمت فیہ:۔ یہ بھی اُن کے اپنے علم کے لحاظ سے ہے ورنہ ان سے پہلے چھ حضرات اسلام لا چکے تھے جیسا کہ ابھی ذکر کیا گیا۔ مالہ خلط:۔ ہم ایسی میٹکیں کرتے تھے جو ایک دوسرے سے ملی ہوئی نہ ہوتی تھیں کیونکہ بالکل خشک ہوتی تھیں۔

باب ذکر ادھار النبی صلی اللہ علیہ

وسلم منهم ابو العاص بن الربیع

غرض اصحاب کا ذکر ہے اور اصحاب کہتے ہیں ان رشتہ داروں کو جو بیوی کی وجہ سے ہوں یا بیٹی کی وجہ سے ہوں۔

باب مناقب زید بن حارثہ:۔ غرض حضرت زید کے

مناقب کا ذکر ہے۔ یہ نبی پاک کے منہ بولے بیٹے تھے اور ان کا نام مبارک

فاطمہ حضرت حسن اور حضرت حسین کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ ان کا یہ کہنا کذب ہے اس لئے کہ ۱۔ یہ آیت مکی ہے اور حضرت فاطمہ کا نکاح بدر کے بعد ہوا تھا اور ولادت حضرت حسن کی ۳۰ھ کی ہے اور حضرت حسین کی ۴۰ھ کی ہے۔ ۲۔ اگر شیعہ کی بات ٹھیک ہوتی تو الفاظ یوں ہوتے الا المودة لذی القربی۔ ارقبو محمداً صلی اللہ علیہ وسلم فی اہل بیتہ:۔ حضرت ابوبکر کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ اہل بیت کی محبت یہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی محبت ہے۔ مناقب الزبیر بن العوام:۔ غرض حضرت زبیر کے مناقب کا بیان ہے۔ حضرت زبیر سولہ سال کی عمر میں مسلمان ہوئے اور آپ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں جن کا ذکر مسند احمد اور ترمذی میں ہے کہ یہ دس صحابہ جنتی ہیں ہر ایک کا نام لے کر فی الجنتہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب جہادات میں شریک ہوئے۔ حضرت عمرو بن العاص کے ساتھ فتح مصر میں بھی شریک ہوئے حضرت علیؓ کے زمانہ میں حضرت عائشہ کے ساتھ تھے جنگ جمل میں اور جنگ جمل سے واپس جا رہے تھے کہ وادی السباع جگہ میں ابن جرموز نے شہید کر دیا حالانکہ حضرت علیؓ نے فرمایا ہوا تھا کہ جو واپس جا رہا ہو یا بھاگ رہا ہو اس کو قتل نہ کرنا اور قتل کر کے جب ابن جرموز نے آخر خبر دی حضرت علیؓ کو کہ میں نے حضرت زبیر کو جبکہ وہ واپس جا رہے تھے قتل کر دیا ہے تو حضرت علیؓ نے فرمایا قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر قاتل ابن صفیۃ بالنار اس حدیث کو سن کر اس کو چاہئے تھا کہ روتا اور توبہ کرتا لیکن ابن جرموز غصہ میں آگیا اور کہا ان قاتلنا کم فخن فی النار وان قاتلنا کم فخن فی النار اس قول سے معلوم ہوا کہ وہ منافق تھا یا فاسق تھا چنانچہ یہ کہہ کر اس نے خودکشی کر لی۔ ذکر طلحہ بن عبید اللہ:۔ غرض حضرت طلحہ کا ذکر ہے۔ مناقب کے لفظ کی جگہ ذکر کے لفظ کی وجہ پیچھے گزر چلی کہ ان کی شرط پر مناقب کی زیادہ روایتیں نہ تھیں اس لئے لفظ مناقب نہ استعمال فرمایا حضرت

نہیں ہیں کہ حضرت ابن مسعود ازواج مطہرات اور محرم عورتوں پر بھی داخل ہو جاتے تھے بلکہ مطلب یہ ہے کہ کھانس کر آ جایا کرو اگر ضرورت ہوگی تو اس وقت منع کر دوں گا۔

باب مناقب ابی عبیدۃ بن الجراح

غرض حضرت ابو عبیدہ کے مناقب کا بیان ہے۔ ان کا نام عامر بن عبد اللہ بن الجراح ہے انھوں نے غزوہ بدر میں اپنے کافر باپ کو قتل کر دیا تھا اور غزوہ احد میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہنے والے حضرات میں سے تھے اور عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں۔ ذکر مصعب بن عمیر: یہ باب بعض نسخوں میں متن میں ہے اور بعض نسخوں میں حاشیہ پر ہے۔ اس باب میں مقصود حضرت مصعب بن عمیر کا ذکر مبارک ہے۔ سوال اس باب میں حدیث کیوں نہ لائے۔ جواب: ۱۔ اس حدیث پر کفایت فرمائی جو ان کے متعلق کتاب الجنائز میں لائچکے ہیں۔ ۲۔ کوئی ایسی حدیث جو بطور مناقب کے ذکر کر سکیں امام بخاری نے اپنی شرط پر نہ پائی۔

مناقب الحسن و الحسین: غرض حضرت حسن اور حضرت حسین کے مناقب کا بیان ہے۔ سوال دونوں کے لئے الگ الگ باب کیوں نہ باندھا جواب۔ دونوں حضرات کے مناقب ایک جیسے تھے اور اکثر احادیث میں دونوں حضرات کا ذکر اکٹھا ہے اس لئے ایک ہی باب میں دونوں حضرات کا ذکر فرمایا۔ حضرت حسن کی خلافت چھ ماہ تھی ان چھ ماہ کی وجہ سے ۳۰ سال خلافت راشدہ کے پورے ہو گئے۔ جب حضرت علی شہید کر دیئے گئے تو اسی دن چالیس ہزار حضرات نے حضرت حسن کے ہاتھ پر بیعت کی اور کوفہ میں قیام فرمایا جب حضرت معاویہ ایک بڑا لشکر لے کر لڑنے کے لئے آئے تو حضرت حسن نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے خلافت چھوڑ دی اور معاملہ حضرت معاویہ کے سپرد کر دیا تاکہ امت پر شفقت ہوایا کرنے سے حضرت معاویہ کی خلافت پختہ ہوگئی اور ایسے ہی ان کے بعد بنی امیہ کے خلفاء کی خلافت بھی پختہ ہوگئی۔ پھر خلافت بنی عباس کی طرف منتقل ہوئی پھر دوسروں

قرآن پاک میں مذکور ہے یہ غزوہ موتہ میں ۸۰ھ میں شہید ہو گئے تھے۔

باب ذکر اسامہ بن زید

غرض حضرت اسامہ کا ذکر ہے جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے تھے اور پیارے کے بیٹے تھے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے اور حضرت حسن کے لئے اکٹھی دعاء فرمایا کرتے تھے اور دونوں کے لئے دعاء کے الفاظ بھی ایک ہی ہوتے تھے۔ وکانت حاضنتہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کی آزاد شدہ لونڈی تھیں اور انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بچپن میں پالا تھا۔ دودھ پلانا ثابت نہیں ہے۔

باب مناقب عبد اللہ بن عمر بن الخطاب

غرض حضرت ابن عمر کے مناقب کا بیان ہے

باب مناقب عمار و حذیفہ

غرض حضرت عمار اور حضرت حذیفہ کے مناقب کا بیان ہے۔ پھر ان دونوں حضرات کا اکٹھا ذکر اس لئے فرمایا کہ حضرت ابوالدرداء نے ان دونوں حضرات کی ثناء اکٹھی بیان فرمائی تھی۔ سوال حضرت ابوالدرداء کے ذکر میں تو حضرت ابن مسعود بھی تھے پھر ان کے لئے الگ باب کیوں باندھا۔ جواب ابن مسعود کے لئے الگ حدیث بھی مل گئی تھی اس لئے ان کے لئے الگ باب باندھا۔ سوال جب حضرت حذیفہ کا ذکر یہاں ہو گیا تو پھر مناقب کے اخیر میں ان کے لئے دوبارہ باب کیوں باندھا جواب اس باب میں مقصود حضرت حذیفہ کے والد ماجد کا ذکر ہے۔ ایس فیکم او منکم صاحب السواک او السواد حضرت ابن مسعود کو صاحب سواد اس لئے قرار دیا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا تھا ذک ان ترفع الحجاب و تسمع سوادى (ای شخص) اور ایک روایت میں ہے و تسمع سراری حتی افھاک (ما انکلم سرّاً) یعنی یہ فرمایا ہوا تھا کہ جب تمہیں پتہ چل جائے کہ میں اندر موجود ہوں تو آنے کی اجازت ہے یا جب میری آہستہ آہستہ باتیں کرنے کی آواز سن لو آنے کی اجازت ہے اس کے یہ معنی

نے آپ کا لقب سیف اللہ رکھا۔ حضرت عمر کی خلافت میں محض میں بلا شہادت فوت ہوئے حالانکہ بہت تمنا تھی شہادت کی کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تلواری توڑی نہیں جاسکتی۔

باب مناقب سالم مولیٰ ابی حذیفہ

غرض حضرت سالم کے مناقب کا بیان ہے۔ مناقب عبد اللہ بن مسعود :- غرض حضرت ابن مسعود کے مناقب ذکر فرماتا ہے۔ حنفی میں اہل اسلام میں سے تھے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دار ارقم میں داخل ہونے سے بھی پہلے مسلمان ہو گئے تھے ان کے القاب صاحب الوسادہ صاحب الطہور صاحب الغلین ہیں۔ ذکر معاویہ :- غرض حضرت معاویہ کا ذکر مبارک ہے۔ آپ کب اسلام لائے اس میں دو قول ہیں۔ ۱۔ صلح حدیبیہ کے بعد فتح مکہ سے پہلے۔ ۲۔ صلح حدیبیہ کے دن اسلام لائے دونوں قولوں پر اپنا اسلام اپنے والدین سے چھپائے رکھا اور فتح مکہ کے موقع پر ظاہر فرمایا۔ سوال۔ امام بخاری نے لفظ مناقب یہاں استعمال کیوں نہ فرمایا۔ جواب جیسے حضرت عباس اور حضرت اسامہ کے احوال میں مناقب کا لفظ چھوڑا ایسے ہی یہاں چھوڑا ظاہر یہی ہے کہ امام بخاری کو ان کی شرط پر ایسی روایات نہ ملیں۔ جو اعلیٰ مناقب پر مشتمل ہوں اس لئے صرف لفظ ذکر درج فرمایا۔ حضرت معاویہ کے چند مناقب یہ ہیں۔ ۱۔ صحابی ہونا ہی بہت بڑی منقبت ہے۔ ۲۔ آپ کا تب ورج بھی تھے۔ ۳۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت ام حبیبہ حضرت معاویہ کی ہمیشہ تھیں۔ ۴۔ خلفاء راشدین کے بعد سب بادشاہوں سے افضل و بہتر تھے اس پوری امت میں۔ ۵۔ بنی عباس کے دار الخلافۃ مدینۃ السلام کی مساجد کے دروازوں پر لکھا ہوا تھا۔ خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی ثم معاویہ خال المؤمنین رضی اللہ عنہم۔ ۶۔ فی الترمذی وقال الترمذی انہ حدیث حسن مرفوعاً اللہم اجعلہ ہادیا مہدیاً۔ ۷۔ فی مصنف ابن ابی شیبہ عن معاویہ موقوفاً مازلت اطلع فی الخلافۃ منذ قال لی رسول

میں طرف منتقل ہوئی جب حضرت معاویہ کی وفات ہوئی تو حضرت حسین کا اقدام یزید کی خلافت کو دفع کرنے کے لئے تھا کیونکہ ابی خلافت نام نہ ہوئی تھی اس لئے اس اقدام کو بغاوت نہیں کہہ سکتے۔ اس وقت صرف اہل شام نے یزید کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اہل حریم نے ابھی بیعت نہ کی تھی اگرچہ حضرت حسین کے اقدام کی گنجائش تھی لیکن محمد بن حنفیہ نے حضرت حسین کو اس اقدام سے منع فرمایا تھا اور حضرت ابن عباس اور بعض دوسرے حضرات نے بھی منع فرمایا تھا لیکن حضرت حسین نے اہل عراق پر اعتماد فرمایا جنہوں نے خط لکھ کر حضرت حسین کو اپنے پاس آنے کی دعوت دی تھی۔ لیکن ابھی راستہ ہی میں تھے کہ شہید کر دیئے گئے حالانکہ حضرت حسین نے فرمایا تھا کہ میں نے خلافت کو چھوڑا مجھے یا تو اپنے شہر کی طرف واپس جانے دو یا سرحد تک جانے دو یا لوگوں کے متولی یزید کے پاس جانے دو اور اس حالت میں ایسی نرمی کرنی ہی مناسب تھی جیسا کہ حضرت حسن بصری کا قول ہے کہ ان الحجاج عذاب فلا تدفعوا عذاب اللہ بایدکم وکن علیکم بالا سکتہ والتضرع فان اللہ تعالیٰ یقول ولقد اخذنا ہم بالعذاب فما استکانوا لوبہم وما یتضرعون۔ ینکث :- ناک میں درخت کی شاخ ڈال رہا تھا۔ بالو سمتہ :- ایک قسم کا خضاب ہے۔

باب مناقب بلال بن رباح

غرض حضرت بلال کے مناقب کا بیان ہے۔ آپ کی والدہ محترمہ کا نام حمامہ تھا حضرت ابو بکر نے ان کو پانچ اوقیہ سے خرید کر آزاد فرما دیا تھا۔

باب مناقب ابن عباس

غرض حضرت ابن عباس کے مناقب کا ذکر ہے آپ کا لقب ترجمان القرآن اور سید المفسرین ہے۔

باب مناقب خالد بن الولید

غرض حضرت خالد بن الولید کے مناقب کا بیان ہے۔ آپ صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیان مسلمان ہوئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم

سے اور حضرت خدیجہ افضل تقدم فی الاسلام اور اعانت فی المهمات کے لحاظ سے اور حضرت فاطمہ افضل ہیں قرابت کے لحاظ سے اور حضرت مریم افضل ہیں اس لحاظ سے کہ ان کا ذکر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہے۔ قرآن پاک میں حتیٰ کہ بعض ان کے نبی ہونے کے قائل بھی ہو گئے گوراج یہی ہے کہ کوئی عورت نبی نہ ہوئی اور حضرت آسیہ افضل ہیں اس لحاظ سے کہ ان کا ذکر قرآن پاک میں مدح کے ساتھ ہے۔ فضل عائشہ: غرض حضرت عائشہ کی فضیلت کا بیان ہے آپ کے القاب میں سے حمیراء بھی ہے آپ کی اور حضرت مریم کی براءت کا منکر کافر ہے۔ تقدمین علی فرط صدق: آپ ان دو حضرات کے پاس جاری ہیں جو صادق فرط ہیں۔ اور آپ کے لئے جنت میں جگہ بنانے والے ہیں۔

باب مناقب الانصار

غرض حضرات انصار کے مناقب کا ذکر ہے انصار کا مصداق اوس اور خزرج ہیں اور ان کے حلقاء ہیں اور انصار جمع ناصر کی ہے جیسے اطہار جمع طاہر کی ہے یا جمع نصیر کی ہے جیسے اشراف جمع شریف کی ہے۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم

لولا الهجرة لکنت من الانصار

غرض اس حدیث پاک کا بیان ہے اور اس حدیث پاک میں اشارہ ہے کہ ہجرت کے بعد نصرة کا بہت اونچا مقام ہے۔

باب اخاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم

بین المهاجرین والانصار

غرض مهاجرین اور انصار کے درمیان اخوت کا بیان ہے۔ باب حب الانصار غرض انصار کی محبت کی اہمیت کا بیان ہے۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم

للانصار انتم احب الناس الی

غرض اس حدیث پاک کا بیان فرمانا ہے سوال ایک حدیث پاک

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ املکت فاحسن۔ ۸۔ حضرت عمر نے آپ کو شام کا عامل اور گورنر مقرر فرمایا تھا۔ ۹۔ حضرت عثمان نے بھی اس گورنری کو باقی رکھا۔ ۱۰۔ جب حضرت حسن نے خلافت آپ کے سپرد کر دی تو آپ بالا جماع خلیفہ بن گئے۔ ۱۱۔ آپ نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر اور اور حضرت ام حبیبہ سے احادیث حاصل فرمائیں اور آگے امت تک پہنچائیں۔ ۱۲۔ آپ سے احادیث حاصل کرنے والوں میں حضرت ابن عباس حضرت ابن عمر حضرت عبداللہ بن الزبیر حضرت ابوسعید خدری حضرت ابوامامہ اور دیگر صحابہ اور تابعین ہیں۔ ۱۳۔ آپ کی احادیث صحاح ستہ میں بھی ہیں مسند احمد میں بھی ہیں اور دوسرے ائمہ حدیث نے بھی لی ہیں۔ ۱۴۔ آپ سے حضرت علی کی مذمت پوری عمر میں کبھی بھی منقول نہیں بلکہ مسند احمد میں حضرت علی کی مدح منقول ہے۔ ۱۵۔ آپ کے زمانہ خلافت میں بہت سی فتوحات ہوئی ہیں۔ یزید کو ولی عہد بنانا: یزید کو ولی عہد بنانے میں حضرت امیر معاویہ معذور تھے کیونکہ یزید اپنے والد صاحب پر یہی ظاہر کرتا تھا کہ میں عادل ہوں صالح ہوں یہاں تک کہ حضرت معاویہ نے یہی خیال فرمایا کہ دوسرے صحابہ کرام کی اولاد سے یزید ہی خلافت کے لئے زیادہ مناسب ہے اور یہ خیال فرمایا کہ جو یزید کو برا کہتا ہے وہ صرف حسد کی بنا پر ایسا کرتا ہے اور اگر حضرت معاویہ پر یزید کا فسق ظاہر ہو جاتا تو وہ کبھی اس کو اپنا ولی عہد نامزد نہ فرماتے۔ حضرت معاویہ فتنہ اور اختلاف سے ڈرتے تھے اور اس پر اجماع ہے کہ افضل کی موجودگی میں بھی اگر مفضل کو خلیفہ بنا دیا جائے تو یہ خلافت صحیح ہے۔ مناقب فاطمہ: غرض حضرت کے مناقب کا بیان ہے آپ کی ولادت نبوت سے ساڑھے سات سال پہلے ہوئی تھی جب قریش خانہ کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے پھر جن پانچ عورتوں کے بارے میں پانچ قول پائے جاتے ہیں کہ یہ تمام عورتوں سے افضل ہیں تو بعض حضرات نے ان پانچوں قولوں کو اس طرح جمع فرمایا ہے کہ حضرت عائشہ افضل ہیں علم کے اعتبار

میں مرفوعاً حضرت ابوبکر کو احب الناس فرماندہ کو رہے یہ بظاہر تعارض ہے جواب مجموعہ کے لحاظ سے انصار احب الناس ہیں اور اشخاص کے لحاظ سے حضرت ابوبکر احب الناس ہیں ممثلاً: قائماً۔

باب اتباع الانصار

اتباع ہمزہ کے فتح کے ساتھ ہے انصار کے حلفاء امراد ہیں اور باب کی غرض انصار کے اتباع کی فضیلت کا بیان ہے۔

باب فضل دور الانصار

یہاں حذف مضاف ہے اہل الدور یعنی قبیلے اس لئے غرض انصار کے قبائل کی فضیلت ہے۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم للا انصار صبر واحتیٰ تلقو نی علی الحوض
غرض اس حدیث پاک کا بیان ہے۔

باب دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اصلح الانصار والمہاجرہ

غرض اس حدیث پاک کا بیان ہے۔ علی اکثادنا: یہ جمع ہے کتد کی کندھے اور پشت کے درمیان کی جگہ کو کہتے ہیں۔

باب ویو ثرون علی انفسہم ولو کان

بہم خصاصہ

غرض انصار کی فضیلت بیان فرمائی ہے اس آیت کے ذریعہ سے۔ اصحی سرا جک: اپنے چراغ کو جلا لو۔

باب قول النبی اللہ علیہ وسلم اقبلوا من

محسنہم وتجاوزوا عن مسیئہم

غرض اس حدیث پاک کا بیان ہے کوشی: او جری۔ وعیبتی: کپڑے رکھنے کا برتن ٹریک وغیرہ۔ متعظفا: اوڑھنے والے تھے۔

باب مناقب سعد بن معاذ

غرض حضرت سعد بن معاذ کے مناقب کا بیان ہے یہ سردار

ہیں قبیلہ اوس کے جیسا کہ حضرت سعد بن عبادۃ سردار ہیں قبیلہ خزرج کے اہتز العرش لموت سعد بن معاذ: عرش رحمن نے حرکت کی خوشی کے اظہار کے لئے کہ ان کی روح عرش کی طرف آرہی ہے اور بعض روایات میں اہتز از سریر ہے یعنی وہ چار پائی جس پر جنازہ اٹھایا جاتا ہے تطیق یہ ہے کہ دونوں نے حرکت کی تھی جیسے زمین اور آسمان صالحین کی موت کے وقت روتے ہیں۔ بین ہذین الحیین ضغائن: ضغائن جمع ہے ضغینہ کی اس کے معنی ہیں حقد یعنی کینہ۔ دلی دشمنی۔ پھر حضرت جابر کے اس ارشاد کی دو توجیہیں کی گئی ہیں۔ ۱۔ حضرت سعد بن معاذ اوس قبیلہ کے ہیں اور حضرت براء خزرج قبیلہ کے ہیں اور دونوں قبیلوں میں رنجش رہتی ہے شاید اسی رنجش کی وجہ سے عرش سے مراد حضرت براء نے سریر لیا ہو کہ عرش رحمن مراد نہیں عرش انسان یعنی سریر مراد ہے چار پائی جس پر جنازہ رکھا جاتا ہے۔ لیکن یہ پہلی توجیہ باطل قرار دی گئی ہے اس لئے کہ حضرت براء بھی اوس قبیلہ کے ہیں۔ ۲۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ اوس و خزرج میں کچھ دشمن ضرور ہے لیکن میں خزر جی ہونے کے باوجود حدیث میں عرش سے مراد عرش رحمن ہی لے رہا ہوں تو حضرت براء اوس قبیلہ سے ہونے کے باوجود عرش سے عرش انسان کیوں مراد لے رہے ہیں لیکن عذر حضرت براء کی طرف سے یہ ہے کہ وہ فضیلت کا انکار نہیں کرنا چاہتے بلکہ ان کی تحقیق ہی یہ ہے کہ یہاں سریر ہی مراد ہے جیسا کہ حضرت ابن عمر کی بھی پہلے یہی تحقیق تھی کہ اس حدیث میں عرش رحمن مراد نہیں بلکہ عرش انسان اور سریر انسان مراد ہے کیونکہ حضرت ابن عمر کا قول منقول ہے لا یہتز العرش لاحد لیکن بعد میں حضرت ابن عمر نے رجوع فرمایا تھا اور یقین فرمایا تھا عرش رحمن ہی مراد ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے عذر یہ ہے کہ یہی شبہ ہوا کہ حضرت براء حضرت سعد بن معاذ کی فضیلت کو قصد اچھا پانا چاہتے ہیں اس لئے حضرت سعد بن معاذ کی حمایت فرمائی۔

باب ذکر جریر بن عبد اللہ البجلی
غرض حضرت جریر کا ذکر ہے۔

باب منقبت أسید بن حضیر و عباد بن بشر
غرض ان دونوں حضرات کی منقبت کا بیان فرماتا ہے۔ ان رجلیں
خارجا :- رجلیں کے نام آئندہ دو روایتوں میں آرہے ہیں۔

باب ذکر حذیفہ بن الیمان العبسی
غرض حضرت حذیفہ کا ذکر ہے اور اصل مقصد ان کے والد
صاحب کا ذکر ہے جیسا کہ پیچھے بتلایا جا چکا ہے۔

باب مناقب معاذ بن جبل
غرض حضرت معاذ کے مناقب کا بیان ہے۔

باب ذکر ہند بنت عتبہ بن ربیعہ
غرض حضرت ہند کا ذکر ہے۔

باب منقبت سعد بن عبادہ
غرض حضرت سعد بن عبادہ کی منقبت کا بیان فرماتا ہے۔

باب حدیث زید بن عمرو بن نفیل
غرض زید بن عمرو بن نفیل کا واقعہ بیان فرماتا ہے۔ سوال جب زید
بن عمرو صحابہ میں سے نہیں ہیں تو ان کا ذکر یہاں صحابہ کے تذکرہ کے

باب مناقب ابی بن کعب
غرض حضرت ابی بن کعب کے مناقب ذکر فرماتا ہے۔

ساتھ مناسب نہ تھا جواب بعثت سے پہلے ان کی ملاقات نبی پاک صلی
اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور جتنی ہونا بھی مرفوع حدیث میں مذکور
ہے تو امام ذہبی نے ان کو بھی صحابہ میں شمار فرمایا ہے۔ امام بخاری کا
میلان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے۔ اسی لئے ان کو حضرات صحابہ میں
ذکر فرمادیا۔ بلدرج :- ایک وادی کا نام ہے۔ جو مکہ مکرمہ اور تنعیم کے
درمیان ہے۔ فابی ان یا کل منها :- زید بن عمرو نے کھانے
سے انکار کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تناول فرمانا بھی ثابت نہیں
ہے۔ سوال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقعہ میں کیوں نہ سب کو
منع فرمایا کھانے سے جواب ابھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آئی
شروع نہ ہوئی تھی کیونکہ یہ واقعہ بعثت سے پہلے کا ہے۔

باب مناقب زید بن ثابت
غرض حضرت زید بن ثابت کے مناقب کا ذکر ہے کلہم
من الانصار :- بطور تحدیث بالعمۃ اپنے قبیلہ کا ذکر فرمادیا
دوسرے قبیلوں کی نفی مقصود نہیں ہے۔

باب مناقب ابی طلحہ
غرض حضرت ابی طلحہ کے مناقب کا ذکر ہے۔

باب بنیان الکعبہ
غرض تعمیر کعبہ کے واقعہ کا بیان ہے اور اس وقت نبی پاک صلی
اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک ۲۵ سال تھی

باب مناقب عبد اللہ بن سلام
سلام کے لام کی تخفیف ہے غرض حضرت عبد اللہ بن سلام کے
مناقب کا بیان ہے ان کا نام جاہلیت میں حصین تھا نبی پاک صلی اللہ
علیہ وسلم نے عبد اللہ رکھ دیا اور ان کی کنیت ابو یوسف تھی اور یہ حضرت
یوسف علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ لا ادری قال مالک
ادفی الحدیث :- یہ عبد اللہ بن یوسف راوی کا مقولہ ہے کہ آیت
کا ذکر امام مالک نے خوف فرمایا ہے۔ یا حدیث مسند میں ہے۔ منصف
چھوٹا خادم و صیف :- اس کے معنی بھی چھوٹا خادم ہی ہیں۔

باب ایام الجاہلیتہ
غرض ایام جاہلیت کا ذکر ہے اور ایام جاہلیت کے مصداق میں
دو قول ہیں۔ ۱۔ مدت فترۃ وحی ۲۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی
ولادت سے بعثت تک کا زمانہ فکسا ما بین الجبلین :-

باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم
خدیجۃ و فضلہا
تزویج بمعنی تزویج ہے اور بعض نسخوں میں تزویج ہے غرض
حضرت خدیجہ کی فضیلت اور نکاح کا ذکر ہے۔

ہے جو حضرت ابن عباس نقل فرما رہے ہیں۔ ۱۔ یعنی زمانہ جاہلیت میں کوئی معاہدہ کرتے تھے اور کوڑا یا جوتا یا کمانِ حطیم میں ڈال دیتے جب تک وہ گل سڑ نہ جاتا عہد کو باقی سمجھتے۔ ۲۔ دوسری یہ ہے کہ حطیم بمعنی حاطم نہیں ہے جیسا کہ پہلی وجہ تسمیہ میں تھا بلکہ حطیم بمعنی محطوم ہے توڑی ہوئی چیز یعنی تعمیر میں اور چھت ڈالنے میں چھوڑی ہوئی جگہ۔ ۳۔ حطیم بمعنی محطوم فیہ یعنی ایسی جگہ جس میں لوگ ایک دوسرے کو توڑتے ہیں بھیڑ کی وجہ سے۔

باب مبعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

غرض اور ربط یہ ہے کہ کتاب بدأ الخلق میں ابتداء عالم کے حالات تھے پھر کتاب الانبیاء علیہم السلام میں انبیاء علیہم السلام کے حالات تھے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پھر کتاب للمناقب تمہید تھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کی اور اس میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مناقب کے ساتھ ساتھ کچھ ذکر جاہلیت بھی تھا اور کچھ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات ولادت سے نبوت تک کے تھے اب یہاں سے کتاب المغازی تک نبوت سے ہجرت تک کے حالات ہیں۔ اور پھر کتاب المغازی میں ہجرت سے لے کر وفات تک کے حالات ہیں اس طرح سے امام بخاری نے تاریخ اسلام بالمعنی الاعم اور تاریخ اسلام بالمعنی الاخص کی بنیاد رکھی۔ اسلام بالمعنی الاعم ہر زمانہ کے اہل حق کے دین کو کہتے ہیں اور اسلام بالمعنی الاخص ہمارے مذہب کا حکم ہے۔ جیسا کہ شروع میں حدیث ہر قل میں دونوں معنوں کی تفصیل گزر چکی ہے۔ محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :- بعض حضرات اس کے بھی قائل ہوئے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں سے کم از کم تین حضرات کا نام یاد کرنا واجب ہے۔ ابن عدنان: عدنان کے بعد اجداد کے نام میں اختلاف کثیر ہے اس لئے امام بخاری نے چھوڑ دیا۔

باب ذکر ما لقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ من المشرکین بمکثہ

غرض ان تکلیفوں کا بیان فرمانا ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

سیلاب نے احاطہ کیا جیسا کہ کپڑا احاطہ کرتا ہے۔ قال سفیان: مراد ابن عبیدہ ہیں یقول ان هذا الحديث له شان: حضرت عمر و راوی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث لمبی تھی یہاں مختصر مذکور ہے کنت فی اہلک ما انت مرتین: اس عبارت کے مختلف معنی کئے گئے ہیں۔ ۱۔ دوسرے کہتے تھے کہ جیسے تم پہلے اپنے عزیزوں میں تھے اب بھی ہو کیونکہ ان میں سے بعض میں یہ مشہور تھا کہ مرنے والا الو پرندے کی شکل میں دوبارہ عزیزوں میں آجاتا ہے۔ ای کما انت۔ ماموصلہ ہے۔ ۲۔ دوسرے کہتے تھے کہ تم اپنے عزیزوں میں شرافت والے تھے اب تمہارا کیا حال ہے۔ ما استفہامیہ ہے۔ ۳۔ مرتین کا لفظ مقولہ میں داخل ہے اور مانا فیہ ہے کہ پہلے تو تم اپنی قوم اور اپنے عزیزوں میں تھے اب دوبارہ ان میں نہ آؤ گے۔ القسامتہ فی الجاہلیتہ: غرض یہ ہے کہ قسامہ کی صورت زمانہ جاہلیت میں بھی تھی۔ اسلام نے اس کو باقی رکھا۔ بعض نسخوں میں یہ سرخی نہیں ہے اور اس سرخی کا نہ ہونا ہی اولیٰ ہے کیونکہ اس پہلی لمبی حدیث میں تو قسامہ کا ذکر ہے اس کے بعد اس باب کی باقی احادیث میں قسامہ کا ذکر نہیں ہے۔

اشد بہ عروۃ جو القی: بوری کا دستہ باندھ لوں۔ جو القی بوری بالضم مفرد ہے اور جواق بالفتح جمع ہے۔ ما حال الحول ومن الثمانیتہ والا ربیعین عین تطرف:

ایک سال میں وہ ۲۸ سب کے سب مر گئے۔ فی دخولہم فی الاسلام: یعنی زمانہ جاہلیت میں جو جنت بعاث ہوئی اور اس میں تفرق ہوا۔ موتیں واقع ہوئیں اس سے کفار کا تکبر کچھ ٹوٹا اور یہ تکبر ٹوٹا اسلام میں داخل ہونے کا ذریعہ بن گیا۔ لیس السعی بطن الوادی بین الصفاء والمروۃ سنتہ: یہ صرف حضرت ابن عباس کا اجتہاد ہے۔ ولا

تقولوا الحطیم: یہ حضرت ابن عباس کی رائے ہے کہ اس کو حطیم نہ کہو کیونکہ یہ نام بھی زمانہ جاہلیت کی نشانی ہے۔ لیکن جہور نے اس نام پر انکار نہیں فرمایا پھر وجہ تسمیہ میں ایک قول تو یہی

کو اور حضرات صحابہ کرام کو مکہ مکرمہ میں شروع اسلام میں پہنچیں۔
والذنب علی غنمہ:۔ بھیڑیے کا خطرہ تو ہوگا انسانوں
کا خطرہ نہ ہوگا پورا امن ہوگا

باب اسلام ابی بکر بن الصدیق

حضرت ابو بکر کے اسلام لانے کا واقعہ بیان کرنا مقصود ہے

باب اسلام سعد

غرض حضرت سعد کے اسلام کا بیان فرمانا ہے۔

باب ذکر الجن

غرض یہ بیان فرمانا ہے کہ جنات میں سے بھی بعض صحابہ
ہیں۔ یعنی عبد اللہ:۔ مراد عبد اللہ بن مسعود ہیں۔

باب اسلام ابی ذر

غرض حضرت ابو ذر کے اسلام لانے کا واقعہ بیان فرمانا ہے۔
اسلام سعید بن زید:۔ غرض حضرت سعید بن زید کے اسلام
لانے کا واقعہ بیان فرمانا ہے۔ ولو ان احدا ن ارفض
للذی صنعتہ بعثمان لکان:۔ اور اگر احد پہاڑ بھی اپنی جگہ
سے ہٹ جائے تو بعید نہیں شہادت عثمان کی وجہ سے۔

باب اسلام عمر بن الخطاب

غرض یہ بیان فرمانا ہے کہ حضرت عمر ایک نبی آواز کی وجہ سے
مسلمان ہوئے تھے۔ الا کان کما یظن:۔ حضرت عمر کی
کے بارے جیسا خیال ظاہر فرماتے وہ ویسا ہی نکلتا تھا یعنی حضرت
عمر محدث تھے والحدیث هو الذی یلقی فی نفسہ شی فیخبر بہ حدسا و
فراۃ لقد اخطا ظنی او ان هذا علی دینہ فی
الجاهلیۃ او لقد کان کما ہنہم دودفعہ او ہے اور کل
تین احتمال مذکور ہیں۔ ۱۔ میرا خیال اس شخص کے جاہلیت پر باقی
رہنے کا غلط ہے اور یہ اسلام بھی لا چکا ہے اور پہلے کافران بھی نہیں
رہا۔ ۲۔ اس وقت یہ جاہلیت کے دین پر ہے۔ ۳۔ اس وقت تو
مسلمان ہو چکا ہے لیکن زمانہ جاہلیت میں کافران رہ چکا ہے۔ پھر

تحقیق کے بعد معلوم ہو گیا کہ ان تین احتمالوں میں سے تیسرا ٹھیک
تھا۔ فقال ما رایت کا لیوم استقبل بہ رجل
مسلم:۔ پس کہا اس شخص نے اور ان کا نام حضرت سواد بن
قارب ہے رضی اللہ عنہ اور وہ مسلمان ہو چکے تھے یہ عبارت تین
طرح پڑھی گئی ہے ہر ایک کی تقدیر عبارت الگ الگ ذکر کی جاتی
ہے۔ ۱۔ استقبال مجہول کا صیغہ اور رجلا مسلما منصوب تقدیر
عبارت یہ ہے۔ ارلیٹ یوما کا لیوم رلیٹ رجلا مسلما استقبال فی
هذا الیوم بہ ای المثل هذا الکلام اتیج کہ میں تو مسلمان ہو چکا ہوں
پھر میرے سامنے جاہلیت کا ذکر کلام اتیج ہے۔ ۲۔ رجل مسلم مرفوع
اور استقبال معروف تقدیر عبارت یوں ہے۔ ارلیٹ یوما مثل هذا
الیوم حیث استقبال بہ ای فیہ رجل مسلم مثل هذا الکلام اتیج۔ ۳۔
استقبال مجہول اور رجل مسلم مرفوع تقدیر عبارت یہ ہے۔ ارلیٹ
یوما مثل هذا الیوم حیث استقبال بہ ای فیہ رجل مسلم کلاما قیما پھر
حضرت سواد بن قارب کا مسلم ہو چکے ہونا اس مکالمہ کے وقت تو
یہاں صراحتہ مذکور ہے لیکن حضرت عمر کا اس مکالمہ کے وقت مسلم
ہو چکے ہونا گور صراحتہ مذکور نہیں ہے لیکن قرآن سے احقر محمد سرور غنی
عنہ کا اندازہ یہی ہے کہ وہ بھی اس مکالمہ کے وقت مسلمان ہو چکے
تھے۔ جائنتنی:۔ یعنی وہ جن عورت آئی جو پہلے مجھے کچھ خبریں
سنایا کرتی تھیں۔ ابلا سہا:۔ اس کے معنی ہیں حیرت۔ ان
کا سہا:۔ رد کیا جانا فرشتوں کی کلام سننے سے کہ وحی کی وجہ سے
جنات پر سختی کر دی گئی تھی وہ فرشتوں کی باتیں نہ سن سکتے تھے۔
ولحوقہا بالقلاص واحلا سہا:۔ کہ اب اونٹوں
کے ساتھ اور ان کے ٹائوں کے ساتھ ہی رہیں گے و بمعنی مع ہے
اور احلا منصوب ہے کیونکہ اب کافرانوں کے پاس تو جاہلی نہ سکیں
گے کیونکہ فرشتوں کے پاس جانے میں سختی کر دی گئی ہے اس لئے
اب شہروں میں نہ جاسکیں گے اب جنگلوں ہی میں رہنا پڑے گا۔
یا جلیح:۔ کھلا دشمن۔ امر شیح:۔ ای امر ذو نجاہ یعنی کامیابی
والاکام ما نشبنا:۔ ہم نہ ٹھہرے۔ پھر اس واقعہ کو اس باب میں

صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا خواجہ ابوطالب کا واقعہ بیان کرنا ہے ان کی وفات ۱۰ھ نبوت میں ہوئی شعب سے نکلنے کے بعد ان کا نام عبد مناف تھا۔

هو فی ضحضاح من نار :۔ ضحضاح کے معنی ہیں ٹخنوں تک پانی۔ یہاں بطور استعارہ تصریحیہ کے ٹخنوں تک آگ مراد ہے اور یہ حدیث دلیل ہے ان کے کفر پر مرنے کی ایک روایت جو ان کے اسلام کی ذکر کی جاتی ہے اگر وہ روایت صحیح بھی ہو تو اس بخاری شریف کی روایت کی برابری نہیں کر سکتی۔

باب حدیث الاسراء

غرض اسراء کا بیان ہے۔ پھر اسراء اور معراج میں یہ فرق ہے کہ اسراء کہتے ہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک جانے کو اور معراج کہتے ہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے آسمانوں پر جانے کو معراج کے لغوی معنی سیڑھی کے ہیں اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اوپر جانا بھی ایک سیڑھی کے ذریعہ سے ہوا تھا۔ سوال یہاں امام بخاری نے اسراء اور معراج کو دو بابوں میں بیان فرمایا اور کتاب الصلوٰۃ میں باب یوں باندھا باب کیف فرضت الصلوٰۃ لیلۃ الاسراء اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسراء اور معراج ایک ہیں۔ جواب رائج یہ ہے کہ اسراء اور معراج ایک ہی رات میں واقع ہوئے اس لئے کتاب الصلوٰۃ کا باب دونوں کے اکٹھے ہونے پر دلالت کرنے والا رکھ دیا اور دونوں کا واقعہ الگ الگ ہے کہ پہلے امراء کا تحقق ہوا پھر اسی رات معراج کا تحقق ہوا اس لحاظ سے یہاں دو باب الگ الگ رکھ دیئے پھر حکمت بیت المقدس لے جانے کی یہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس کی برکت بھی حاصل ہو جائے جس کی طرف اکثر انبیاء علیہم السلام نے ہجرت فرمائی ہے اور اسی زمین میں حشر قائم ہوگا۔ پھر اسراء اور معراج کے متعلق تین قول ہیں۔ ۱۔ معراج اور اسراء ایک رات میں واقع ہوئے یہی صحیح ہے اور اسی پر جمہور ہیں۔ ۲۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ایک رات میں اسراء واقع ہوا اور ایک دوسری رات میں معراج

اس لئے بیان فرمایا کہ یہ نبی آواز کا واقعہ حضرت عمرؓ کے اسلام کا سبب ہوا۔ سمعت سعید بن زید :۔ یہ حضرت عمرؓ کے بہنوئی ہیں فاطمہ بنت الخطاب کے خاوند ہیں۔ ولو ان احداً ن انقض لما صنعت بعثمان لکان محقوقاً ان ینقض :۔ اگر احد پہاڑ غم سے ٹوٹ جائے اور مرجائے تو مناسب ہے کہ تم نے حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا۔

باب انشقاق القمر

غرض مجرہ انشقاق قمر بیان فرمانا ہے انبیاء سابقین کے معجزات زمین ہی سے تعلق رکھتے تھے نبی پاک کے معجزات کا تعلق علوی اجرام سے بھی تھا۔ سوال۔ فلاسفہ کہتے ہیں کہ اجرام علویہ ٹوٹ نہیں سکتے اور وہ خرق والتیام کو قبول نہیں کرتے۔ جواب جس ذات نے ان کو پیدا کیا ہے وہ جوڑ توڑ پر بطریق اولیٰ قادر ہے۔

باب ہجرة الحبشه

مکہ مکرمہ سے حبشہ صحابہ کرام کی ہجرت بیان فرمانا مقصود ہے اور یہ دو دفعہ ہوئی پہلی دفعہ ۵ھ نبوت میں ۱۱ مرد اور ۴ عورتیں مکہ مکرمہ سے حبشہ ہجرت فرما گئے اور کچھ عرصہ بعد ۸۲ مرد اور ان کے علاوہ کچھ عورتیں اور بچے مکہ مکرمہ سے حبشہ ہجرت فرما گئے۔

باب موت النجاشی

غرض حضرت نجاشی کی وفات کا بیان ہے۔ اور نجاشی لقب تھا حبشہ کے ہر بادشاہ کا سوال۔ ان کی وفات تو ۶ھ یا ۸ھ میں ہوئی ہے اس لئے یہاں ذکر مناسب نہ تھا کیونکہ یہاں تو قبل الهجرة کے واقعات ہیں جواب۔ ہجرت حبشہ کا ذکر تھا جعاشاہ حبشہ کی وفات کا ذکر فرمادیا۔

باب تقاسم المشرکین علی النبی

صلی اللہ علیہ وسلم

غرض اس قطع تعلق کا بیان ہے جو مشرکین مکہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کی تھی۔ باب قصۃ ابی طالب :۔ غرض نبی پاک

واقع ہوا۔ ۳۔ اولاً اسراء اور معراج اکٹھے خواب میں واقع ہوئے اور یہ بیداری کے لئے تمہید تھے پر دونوں اکٹھے بیداری میں واقع ہوئے پھر انبیاء علیہم السلام سے جو ملاقاتیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مختلف آسمانوں میں ایک خاص ترتیب سے ہوئی ہیں اس ترتیب کی حکمت یہ ہے کہ سب سے پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام سے اس لئے ملاقات ہوئی کہ وہ جداول ہیں۔ ان کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دوسرے آسمان پر ملاقات ہوئی کیونکہ ان کا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت قرب ہے کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔ پھر تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی کیونکہ یہ امت حضرت یوسف علیہ السلام کی شکل پر جنت میں داخل ہوگی پھر چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی کیونکہ ان کے بارے میں قرآن پاک میں ہے ورفعناہ مکانا علیا اور چوتھا آسمان سات آسمانوں کے درمیان میں ہونے کی وجہ سے بلند اور معتدل ہے جیسے ہار میں درمیان کا موتی بڑا اور عمدہ شمار کیا جاتا ہے۔ پھر پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تاکہ وہ اپنے بھائی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قریب رہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا درجہ چونکہ تکلم مع اللہ کی وجہ سے اونچا تھا اس لئے وہ ان سے ایک درجہ اونچے آسمان پر ملے یعنی چھٹے آسمان پر اور سب سے اوپر ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی کیونکہ وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل الانبیاء ہیں رائج ترتیب یہی ہے جو اوپر ذکر کی گئی حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہی دوسرے آسمان پر ملے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت یحییٰ علیہ السلام کی خالہ زاد بہن حضرت مریم علیہا السلام کے صاحبزادے ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کے قریبی رشتہ دار ہیں پھر اس ترتیب کو یاد کرنے کی آسانی کے لئے بقول حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی ایک لفظ یاد کر لینا کافی ہے اعیاما

اس میں ہر آسمان کے نبی کے نام کا پہلا حرف ہے حضرت آدم علیہ السلام سے شروع کا ہمزہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عین حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قریبی رشتہ کی وجہ سے الگ یاد کر لیا جائے حضرت یوسف علیہ السلام سے یا حضرت ادریس علیہ السلام سے الف حضرت ہارون علیہ السلام سے ہاء حضرت موسیٰ علیہ السلام سے میم حضرت ابراہیم علیہ السلام سے الف اور اگر زیادہ با معنی لفظ یاد کرنا ہو تو اعیاما یاد کر لیا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سب انبیاء علیہم السلام کو تھکا دیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام مبارک الگ یاد کر لیا جائے فحلاً اللہ لی بیعت المقدس۔ تین چیزیں الگ الگ ہوتی ہیں۔ ۱۔ تجلی۔ ایک جھلک دکھانا۔ یہ مبداء انکشاف ہے اس سے اجمالی علم تو آجاتا ہے تفصیلی علم کا آنا ضروری نہیں ہے کبھی آتا ہے کبھی نہیں آتا۔ جیسے معراج کی روایات میں ہے تجلث لی کل شی۔ ایک جھلک دکھائی گئی اس سے تفصیلی علم لازم نہیں آتا اسی لئے قیامت میں فرشتے کہیں گے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے مرتدین کے بارے میں لا تدری ما حدثوا بعدک معلوم ہوا قیامت کے موقعہ میں بھی علم کا کان و ما یکن کا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل نہ ہوگا۔ ۲۔ عرض۔ جیسے ارشاد ہے فعرضہم علی الملئکتہ یہ بھی تجلی کے قریب قریب ہی ہے۔ ۳۔ علم یہ انکشاف تام کا نام ہے و علم آدم الاسماء کلہا۔

باب المعراج

غرض واقعہ معراج کا بیان فرمانا ہے۔ فقلت للجبار و دو ہوالی جنبی ما ینبئ بہ۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جبارود سے کہا جو کہ میرے قریب ہی تھے یہ کہا کہ ما ینبئ بہ کہ حضرت انسؓ اس عبارت سے کیا مراد لیتے ہیں فقہ ما ینبئ ہذہ الی ہذہ۔ ثغرة نحرہ۔ راس الصدر یعنی سینہ کے اوپر کا کنارہ یہی معنی قص کے ہیں جر آگے مذکور ہے۔ الی شعرتہ۔ اس کے معنی ہیں موئے عانہ یعنی زیر ناف بال۔ قال ہی رؤ یا عین۔ حضرت ابن عباسؓ کی غرض یہ ہے کہ معراج کا واقعہ خواب کا نہیں ہے بلکہ بیداری کا ہے۔ حضرت انور شاہ صاحب کشمیری نے

میں موسم حج میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر مشرف باسلام ہوئے یہ بیعت عقبہ ثانیہ کہلاتی ہے۔

باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

عائشة و قدومه المدینتہ و بناء و بها

غرض حضرت عائشہؓ کے نکاح اور رخصتی کا بیان فرمانا ہے پھر تزویج کے لفظ کی دو توجہیں ہیں۔ ۱۔ بمعنی التزوج ہے جیسے تقدیم بمعنی تقدم آتا ہے۔ ۲۔ تزویج لفظ لیا تھا۔ تمزق :- تقطع۔ بالگر گئے۔ وانی لا نهج :- میرا سانس پھولا ہوا تھا۔

باب ہجرة النبی صلی اللہ علیہ وسلم

و اصحابہ الی المدینتہ

غرض نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اور صحابہ کرام کی ہجرت الی المدینہ کا بیان فرمانا ہے۔ وضعت الحرب اثبت آپ نے ثابت کی۔ رسل :- تازہ دودھ۔ رضیفهما :- وہ دودھ جس میں گرم پھر ڈال کر اس کے ثقل کو کم کیا گیا ہو تاکہ ہضم ہو جائے اثنان :- غبار۔ اولی :- چڑھا۔ اطم :- ا۔ ٹیلا۔ ۲۔ قلعه مبیضین یزول بہم السراب :- سفید پتروں والے کہ سراب ان سے چھپ گیا تھا۔ مریداً للتمر :- کھجوروں کا کھلیان جس میں کھجوریں توڑ کر ڈالی جاتی تھیں۔ هذا الحمال لا حمال خیر هذا ابر ربنا و اطهر :- بوجھ تو یہ ہے اس کے مقابلہ میں خیر سے کھجوروں کا بوجھ لانا کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ اے پروردگار یہ زیادہ نیکی کام کام ہے اور زیادہ پاکی کا کام ہے۔ غیر هذه الا بیات :- یہ صرف امام زہری کی رائے ہے ورنہ اور شعر بھی ثابت ہیں۔ وانا متم :- میں حمل کی مدت پوری کرنے والی تھی۔ مسلحتہ لہ :- ان کے لئے ہاتھیار محافظ بنے ہوئے تھے۔ یختر ف لہم :- پھل جن رہے تھے۔ ان اباک واللہ خیر من ابی :- حضرت ابو موسیٰ نے جو فرمایا وہ بھی ٹھیک تھا لیکن حضرت عمر کا مقام تواضع میں زیادہ اونچا تھا۔ اشمط :- کچھ بال سفید کچھ سیاہ جس کو اردو میں کچھڑی کہتے

فرمایا کہ لغت عرب میں ایسا کوئی لفظ نہیں ہے جو بیداری میں غیب کی چیزیں دیکھنے میں استعمال کیا جاتا ہو اس لئے رویا کا لفظ استعمال کر لیا جاتا ہے جس کے معنی خواب میں دیکھنے کے ہوتے ہیں اسی لفظ کو بیداری میں غیب کی چیزیں دیکھنے میں استعمال کیا جاتا ہے کیونکہ یہ معنی رویا کے حقیقی معنی کے قریب ہیں تو راتہ میں لفظ رویا کثرت سے مشاہدات انبیاء علیہم السلام میں استعمال ہوا ہے ایسے ہی کشف کا لفظ ہے اس کے معنی وضاحت کے ہیں پھر بیداری میں غائب چیزوں کو ان آنکھوں سے دیکھنے میں استعمال ہوتا ہے اور اس معنی کے لئے بھی لغت عرب میں الگ لفظ نہیں ہے۔ پس لفظ رویا اور لفظ کشف دونوں اس لحاظ سے ایک جیسے ہیں۔

باب وفود الانصار الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

بمکتہ و بیعتہ العقبہ

غرض بیعت عقبہ کا بیان فرمانا ہے جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے موسم حج میں مئی میں لی انصار سے اور انصار کا مصداق اوس و خزرج اور ان کے حلیف ہوتے ہیں۔ فبیاعته علی ذلک امام بخاری اور قاضی عیاض اور بعض دیگر حضرات کے نزدیک اس حدیث میں جو بیعت تفصیلاً مذکور ہے یہ بیعت عقبہ ہی ہے جو ہجرت سے پہلے ہوتی اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی تحقیق یہ ہے کہ یہ بیعت فتح مکہ کے بعد اور سورہ ممتحنہ کے نزول کے بعد ہے۔ پھر بیعت عقبہ چونکہ جمرہ عقبہ کے پاس ہوئی تھی اسی گھاٹی میں جس کی وجہ سے جمرہ عقبہ کو جمرہ عقبہ کہتے ہیں اس لئے اس بیعت کا نام بھی بیعتہ العقبہ ہو گیا گویا بیعت کا نام اور جمرہ عقبہ کا نام ایک ہی گھاٹی کی وجہ سے ہے اور عقبہ کے معنی پہاڑی راستہ کے ہیں بیعت عقبہ دو دفعہ ہوئی دونوں دفعہ موسم حج میں ہوئی بیعت عقبہ اولیٰ میں بارہ صحابہ نے جو انصار میں سے تھے اور ان میں حضرت عبادہ بن الصامت بھی تھے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر ایمان کی بیعت اختیار فرمائی اور اس کے بعد والے سال میں انصار میں سے ستر (۷۰) حضرات کو سعادت نصیب ہوئی کہ وہ اسی عقبہ

وین۔ من نسأهم :- ای من ساء الانصار ان عثمان بن مظعون طارلهم فی السکنی :- حضرت عثمان بن مظعون کا قرعہ ہمارے نام پر نکل آیا۔ وہ مہاجرین میں سے تھے۔ وما ادری واللہ وانا رسول اللہ ما يفعل بی :- اس ارشاد پاک کی مختلف توجیحات ہیں۔ ۱۔ وحی کے بغیر کسی چیز کا جزم اور یقین نہ کرنا چاہیے۔ ۲۔ اظہار تواضع ہے کہ اللہ تعالیٰ خصوصی انعام نہ فرمائیں تو میں کسی قابل نہیں ہوں۔ ۳۔ تنبیہ کرنی مقصود ہے کہ ایمان خوف اور امید کے درمیان ہے۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ کے مستغنی ہونے کی طرف توجہ فرمائی مقصود ہے اگرچہ یقین تھا کہ انجام اچھا ہوگا۔ ۵۔ اس میں یہ بیان ہے کہ مجھے یقین نہیں کہ میری شفاعت امت کے حق میں قبول ہوگی یا نہ لیکن بعد میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دے دی گئی تھی کہ شفاعت قبول ہوگی۔ ۶۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرما رہے ہیں کہ مجھے اپنے جنت کے گھر کا علی العین پورا پورا علم نہیں کہ مجھے کون سا گھر دیا جائے گا۔

باب اقامتہ المهاجر بمکته بعد قضاء نسکھ
غرض مہاجرین کے لئے اقامتہ مکہ کا مسئلہ بیان فرمانا ہے۔ فتح مکہ سے پہلے تو مہاجرین کے لئے اقامتہ مکہ حرام تھی۔ اور فتح مکہ کے بعد تین دن کے اقامت کی اجازت دی گئی البتہ غیر مہاجرین کے لئے اقامتہ مکہ جائز تھی۔

باب : یہ باب بلا ترجمہ ہے اس لئے تتمہ ہے ماقبل کا اور بعض نسخوں میں یہاں باب کا ترجمہ بھی ہے اور وہ ترجمہ یہ ہے باب التاريخ ومن این ارخوا التاريخ اس ترجمہ کے لحاظ سے غرض تاریخ کی مشروعیت کا بیان ہے اور تاریخ کی ابتداء کا بیان ہے۔ پس اہم مراتب تاریخ کے ۹ ہیں۔ ۱۔ ہبوط آدم علیہ السلام۔ ۲۔ طوفان نوح علیہ السلام۔ ۳۔ نارابراہیم علیہ السلام۔ ۴۔ زمان یوسف علیہ السلام۔ ۵۔ خروج موسیٰ علیہ السلام من مصر۔ ۶۔ زمان داؤد علیہ السلام۔ ۷۔ زمان سلیمان علیہ السلام۔ ۸۔ ولادت عیسیٰ علیہ السلام۔ ۹۔ ہجرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی ہجرت سے اسلامی تاریخ

ہیں۔ قنا لونہا :- زیادہ سرخ ہو گیا رنگ اس کا و ما ذا با لقلب قلب بلر من الشیزی تزین بالسنام :- شیزی الکڑی کے پیالے جن کی زینت کو ہاں کے گوشت سے ہو مطلب یہ ہے کہ قریش کے سردار یہاں دفن ہو گئے اور وہ سردار نہ رہے جو ان پیالوں میں شراب پیتے تھے اور کوہاں کا گوشت کھاتے تھے۔ اصداء :- ہڈیاں۔ هام :- کھوپریاں۔ فاعمل من وراء بحار فان اللہ لن یتروک :- اگر تو بالفرض سمندر سے پار جا کر بھی عمل صالح کرتا رہے گا تو مولائے کریم کی نہ فرمائیں گے۔

باب مقدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم

واصحابہ الی المدینتہ

غرض نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے مدینہ منورہ پہنچنے کو بیان فرمانا ہے۔ فما قدم حتی قرأت سبح اسم ربک الا علی :- اس سے معلوم ہوا کہ یہ سورت مکی ہے سوال ایک روایت میں ہے کہ ذکر اسم ربہ فصلی ۲۰ھ میں صلوۃ العید اور صدقہ فطر میں نازل ہوئی جواب نازل تو مکہ مکرمہ میں ہوئی لیکن ۲۰ھ یہ بتلایا گیا کہ صلوۃ العید اور صدقہ فطر بھی اس کے مصداق ہیں۔ مصبح :- صبح موت دیا جاتا ہے۔ ۲۔ صبح کے وقت کہا جاتا ہے صبحک اللہ بالخیر لیکن باقی دن میں موت اچانک آ جاتی ہے۔ مجتہ :- ایک چشمہ کا نام ہے شامتہ و طفیل :- دو پہاڑیوں کے نام ہیں جو مکہ مکرمہ کے قریب تھیں۔ بالجحفۃ :- مدینہ منورہ سے یہ جگہ سات منزل دور تھی اور سمندر سے چھ میل دور تھی اس وقت یہودی وہاں رہتے تھے اب اہل مصر کی میقات ہے۔ یجمع رعاء الناس :- موسم حج تو گھٹیا لوگوں کو بھی جمع کر لیتا ہے اس لئے یہاں آپ کچھ نہ کہیں وجہ یہ تھی کہ کسی نے کہہ دیا تھا کہ حضرت ابو بکر کی بیعت اچانک ہو گئی تھی اب حضرت عمرؓ کے بعد ہم فلاں کو خلیفہ بنائیں گے۔ اس کے متعلق حضرت عمرؓ کچھ موسم حج میں فرمانا چاہتے تھے تو حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف نے مشورہ دیا کہ یہاں کچھ نہ کہیں مدینہ منورہ جا کر کچھ فرما

مقصود ہے۔ لو امن بی عشرة من اليهود لا من بی اليهود :- سوال دس سے تو زائد یہودی ایمان لائے ہیں۔ جواب دس خاص احبار مراد ہیں جو مدینہ منورہ میں تھے وہ سب ایمان نہ لائے ان میں سے صرف دو ایمان لائے حضرت عبداللہ بن سلام اور حضرت عبداللہ بن مسعود یا اس لئے سب یہودی ایمان نہ لائے۔

باب السلام سلمان الفارسی

غرض حضرت سلمان فارسی کے اسلام لانے کا بیان ہے۔ تداو له بضعتہ عشر من رب الی رب :- یعنی ان کو پکڑ کر غلام بنالیا گیا تھا اور دس سے زائد مالکوں نے ان کو یکے بعد دیگرے بیچا۔

رام ہر مز :- یہ فارس میں ایک جگہ کا نام ہے۔ فترۃ بین عیسیٰ علیہ السلام و محمد صلی اللہ علیہ وسلم ستمائتہ سنتہ :- فترۃ اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں ار سال رسل کو بند کر دیا گیا تھا پھر ایک روایت میں مرفوعاً وارد ہے انا اولی الناس بعیسی بن مریم یس بنی و بینہ نبی۔ اس سے امام کلبی کی نقل کی ہوئی اس روایت کی تردید ہوگئی کہ ان دونوں حضرات کے درمیان چار نبی آئے ہیں تین بنی اسرائیل میں سے اور ایک عرب سے خالد بن سنان العجسی پھر کلبی والی اس روایت کی مختلف توجہات کی گئی ہیں۔ ۱۔ یہ حضرات نیک لوگ تھے نبی نہ تھے۔ ۲۔ خالد بن سنان نبی تھے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے تھے۔ ۳۔ چار حضرات نبی تو تھے لیکن صرف عیسیٰ علیہ السلام کے دین کی تبلیغ کے لئے نبی بنائے گئے تھے مستقل شریعت والے نہ تھے۔

ذکر معاویہ :- بعض نسخوں میں یہاں یہ الفاظ ہیں امام بخاری کو حضرت معاویہ کے مناقب میں سے کسی منقبت کے متعلق کوئی حدیث اپنی شرط پر نہ ملی اس لئے ذکر کا لفظ رکھا چند مناقب ذکر کئے جاتے ہیں۔ ۱۔ کاتب وحی تھے۔ ۲۔ زوجہ محترمہ حضرت ام حبیبہ کے بھائی ہیں۔ ۳۔ مدینۃ السلام جو کہ بنی عباس کے خلفاء کا دار الخلافۃ تھا اس کی مساحد کے دروازوں پر لکھا ہوا تھا

شروع کرنے پر حضرات صحابہ کرام کا اتفاق ہوا کیونکہ عقلی احتمال چار تھے۔ ۱۔ ولادت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم۔ ۲۔ وفات۔ ۳۔ بعثت۔ ۴۔ ہجرت۔ پہلے احتمال کو نہ لیا گیا کیونکہ اس میں نصاریٰ کے ساتھ مشابہت تھی دوسرے احتمال کو اس لئے نہ لیا گیا کہ اس سے مسلمانوں کو غم ہوگا۔ باقی دو احتمالوں میں سے چوتھے کو تیسرے پر ترجیح اس لئے ہے کہ اس میں عظمت اسلام کا ظہور ہے پھر پہلا مہینہ حرم کا رکھا گیا کیونکہ۔ ۱۔ اس میں ہجرت واقع ہوئی تھی۔ ۲۔ اس مہینہ میں حج سے فارغ ہو کر حاجی واپس جاتے ہیں۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہم امض لا صحابی ہجر تہم

و مرثیتہ لمن مات بمکتہ

غرض اس دعاء اور اس مرثیہ کا بیان پھر مرثیہ کے مختلف معانی آتے ہیں۔ ۱۔ دل کی نرمی۔ ۲۔ رونا۔ ۳۔ کسی کے محاسن بیان کرنا۔ ۴۔ غمگین ہونا یہاں یہ چوتھے معنی مراد ہیں۔

باب کیف اخی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بین اصحابہ

غرض مواخاۃ کی کیفیت کا بتلانا ہے۔ پھر مواخاۃ میں دو احتمال ہیں۔ ۱۔ مکہ مکرمہ میں ایمان کی وجہ سے جو بھائی چارہ پیدا ہوا تھا وہ بھی مواخاۃ تھی۔ ۲۔ مدینہ منورہ میں انصار اور مہاجرین میں بھائی چارہ مقرر فرمایا تھا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک ایک انصار کے حضرات میں سے ایسا تھا کہ اس کے ساتھ ایک ایک مہاجر کو ملا دیا تھا اس باب میں یہی دوسری مواخاۃ مراد ہے۔ باب : یہ باب بلا ترجمہ ہے اس لئے تہہ ہے ما قبل کا۔

باب ایتان الیہود النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین قدم المدینتہ

غرض یہ ہے کہ جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہود آئے تھے امتحان کی نیت سے اس کا بیان فرمانا

مرتبہ موقع ملا تو واپس میں راستہ میں بھی اثر رہا تیسری مرتبہ موقع ملا تو گھر پہنچنے کے بعد بھی اثر باقی رہا اور گناہ کے اسباب ختم کر دیئے چونکہ حضرت ابوسلیمان دارانی بڑے درجہ کے بزرگ ہوئے ہیں اور جن کا وعظ سنا تھا وہ معمولی واعظ تھے اس لئے کسی نے یہ واقعہ سن کر فرمایا عصفودۃ صادت النعامۃ یا اللہ جیسے ان تین واقعات میں صرف آپ کی امداد سے معمولی چیزوں کو بڑے کاموں کی توفیق ہوئی اس طرح اس احقر کو بھی دین مبین کی عمدہ خدمت کی توفیق نصیب فرمائیے آمین۔ یا رب العالمین بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم علی الہ واصحابہ واتباعہ اجمعین۔

کتاب المغازی کا ربط :- ۱۔ پیچھے کتاب الجہاد تھی۔ جہاد میں چونکہ ایک بڑا مقصد شہادت بھی ہے۔ اس لئے موت کی مناسبت سے ابتدا تخلیق کا ذکر فرمایا کتاب بدء الخلق میں پھر کتاب الانبیاء اور مناقب صحابہ میں دو بڑے درجے کے مجاہدین کا ذکر فرمایا اب کتاب المغازی میں واقعات جہاد ہیں۔ ۲۔ دوسرا ربط یہ ہے کہ کتاب الجہاد کے اختتام تک ایمان کے بعد احکام تھے اب کتاب بدء الخلق سے احوال شروع ہوتے ہیں تاریخ کے طرز پر کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے زمین و آسمان پیدا فرمائے پھر فرشتے پھر جنات پھر دو اب پھر آدم علیہ السلام پھر یکے بعد دیگرے مخلوق میں انبیاء علیہم السلام ارسال فرمائے حتیٰ کہ اخیر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ مناقب صحابہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات مبارکہ کا ہی حصہ ہیں چنانچہ مناقب صحابہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قبل النبوة اور بعد النبوة ہجرت تک کے حالات آگئے اب کتاب المغازی میں ہجرت سے وفات تک کے حالات کا بیان ہے۔ اس طرح سے امام بخاری نے کتاب بدء الخلق اور کتاب الانبیاء علیہم السلام اور کتاب المناقب اور کتاب المغازی میں ترتیب وار زمین و آسمان کی تخلیق سے لے کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک کی تاریخ بیان فرما کر اسلام تاریخ کی بنیاد رکھی ہے۔ فضائل جہاد :- پیچھے صحیح بخاری کے متن میں کتاب الجہاد میں

خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکرؓ ثم عمرؓ ثم عثمانؓ علیؓ ثم معاویہؓ خال المؤمنین وجہ یہی کہ حضرت ام حبیبہؓ ام المؤمنین ہیں۔ اس لئے ان کے بھائی حضرت معاویہؓ خال المؤمنین ہوئے۔ ۴۔ کبھی حضرت علیؓ کی برائی نہ کی نہ کوئی گناہ کا عمل منقول ہے کہ کیا ہو۔ ۵۔ ان سے اکابر صحابہ جیسے حضرت ابن عباسؓ حضرت ابوسعیدؓ خدریؓ حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ اور اکابر تابعین جیسے حضرت سعیدؓ بن المسیبؓ اور حضرت عروہ بن الزبیرؓ اور حضرت ابن سیرین وغیرہ نے روایتیں لی ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن کل الصحابة اجمعین۔

کتاب المغازی

احقر محمد سرور غفرلہ نے ۱۴۰۹ھ میں سب سے پہلے مولائے کریم نے بخاری شریف جلد ثانی پڑھانے کا موقع ملا استحقاق محض اپنے فضل سے عطا فرمایا پھر اگلے سال جلد اول پڑھانے کا موقع ملا استحقاق محض اپنے خصوصی فضل و کرم سے عطا فرمایا الحمد للہ علی ذلک اس لئے کتاب المغازی کی ابتداء میں پہلے بھی دعاء کی اب بھی کرتا ہوں کہ یا اللہ محض اپنے فضل سے اخلاص و محنت سے پڑھانے کی اور خود سمجھنے کی توفیق نصیب فرما اور قبول فرما اور نجات بلا عذاب کا ذریعہ بنا گواحق ہر لحاظ سے گھٹیا ہے لیکن حق تعالیٰ نے تو طیر ابابیل سے ہاتھیوں کے لشکر کو ختم فرما دیا اور ایک لنگڑے چمھر سے خدائی کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے نمرود کو قتل کر دیا وہ ناک کے راستے نمرود کے دماغ میں گھس گیا اور چکر لگانے لگا ڈنڈے مارنے والے مقرر کئے کیونکہ ڈنڈا مارنے سے وہ چمھر کچھ دیر کے لئے بیٹھ جاتا تھا اور نمرود کو سکون مل جاتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک خادم نے ایسا ڈنڈا مارا کہ نمرود کا سر پھٹ گیا اور مر گیا تو جیسے طیاراً ابابیل نے چھوٹے ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی توفیق سے بڑا کام کیا تھا اور چمھر نے چھوٹا ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی قوت سے بڑا کام کیا تھا کیا عجب کہ احقر جیسے چھوٹے آدمی سے تدریس بخاری علی احسن وجہ کا کام حق تعالیٰ لے لیں حضرت ابوسلیمان دارانی فرماتے ہیں کہ میں ایک واعظ کی مجلس میں گیا صرف وعظ میں اثر رہا دوسری

اور اپریشن کرنے والے ہیں۔ ۴۔ ولولا دفع اللہ الناس بعضهم ببعض لفسدت الا رض ولكن اللہ ذو فضل علی العالمین یعنی کفار مفسدین کے غلبہ کو ختم کرنا مقصود ہے۔ اور تیسرے مقصد میں ازالہ فساد تھا اور اب چوتھے مقصد میں ازالہ غلبہ مفسدین ہے اس لئے دونوں میں فرق ہے۔ ۵۔ اعلاء کلمۃ اللہ لیکن اس کی صورت یہ ہے کہ لوگوں کے ایمان لانے میں جو لوگ رکاوٹ بنتے ہیں ان سے جہاد کیا جاتا ہے۔ یہ صورت نہیں ہے جیسا کہ کافر اعتراض کرتے ہیں کہ بزور شمشیر لوگوں کو مسلمان ہونے پر مجبور کیا جاتا ہے اور اس کی ہمارے پاس کئی دلیلیں ہیں کہ اسلام بزور شمشیر نہیں پھیلا۔ پہلی دلیل یہ ہے کہ جو سب سے پہلے مسلمان ہوئے تھے ان پر شمشیر کس نے چلائی تھی کئی زندگی میں تو مسلمان ہونے والوں کو سخت تکلیفیں دی جاتی تھیں جیسے وہاں پھیلا ایسے ہی بعد میں پھیلا دوسری دلیل یہ ہے کہ ایمان تو دل کی صفت ہے جبراً زبان سے کچھ کہلویا جاسکتا ہے دل کو تلوار سے بدل نہیں جاسکتا تیسری دلیل یہ ہے کہ اسلام میں اجازت ہے کہ کافر ذمی بن کر ہمارے ملک میں رہیں۔ معلوم ہوا کہ ہم کافروں کو کفر کے ساتھ زندہ رہنے کی اجازت دیتے ہیں اور ان کی حفاظت ہم پر واجب ہو جاتی ہے اس لئے یہ اعتراض بالکل غلط ہے کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے چوتھی دلیل مشاہدہ ہے کہ ہمیشہ اپنی مرضی سے کافر مشرف باسلام ہوتے رہے ہیں چنانچہ ہندوستان میں کچھ لوگ تو مسلمان تاجروں کی دیانت تقویٰ اور صفائی معاملات کو دیکھ کر مسلمان ہوئے اور کچھ اولیاء اللہ کے دینی کمالات اور روحانیت اور تعلق مع اللہ کے انوار کو دیکھ کر مسلمان ہوئے۔ ۶۔ اہل حق کی حفاظت کے لئے بھی جہاد کیا جاتا ہے۔ ۷۔ بعضوں کو زنجیروں کے ذریعہ سے جنت میں لے جانا مقصود ہوتا ہے کہ جہاں میں کافر قید ہو کر آئیں اہل اسلام کے گھروں میں رہ کر اسلام کے کمالات و انوار محسوس کریں اپنی خوشی سے مسلمان ہو جائیں جبر نہیں کیا جاتا بلکہ نرم سلوک کی ہمیشہ تاکید کی جاتی ہے کہ بھائیوں کی طرح گھر میں رکھیں اگر خوشی مسلمان ہو

گذر چکے۔ مقاصد جہاد: ۱۔ مظلوم کی طرف سے انتقام لینا کیونکہ سب سے پہلے جواذن جہاد نازل ہوا۔ اس میں ارشاد ہے۔ اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا وان اللہ علی نصر ہم لقدیر اور مظلوم کی طرف سے بدلہ لینا شرعاً اور عقلاً اور طبعاً مستحسن ہے۔ شریعت عقل پر مقدم ہے اور عقل طبع پر مقدم ہے۔ اور شریعت جامع ہے حکمت اور شجاعت اور عفت کے لئے انسان میں تین قوتیں ہیں عقل غضب شہوت پھر عقل کی کمی حماقت ہے حد سے زائد استعمال کرنا جزیرہ کہلاتا ہے درمیانہ درجہ حکمت ہے غضب کے معنی ہیں مرضی کے خلاف چیز کو دور کرنے کی خواہش۔ اس کی کمی جبن اور بزدلی ہے حد سے زائد کہ مثلاً میں منارے سے گر جاؤں تو کچھ نہ ہو گا تہور کہلاتا ہے درمیانہ درجہ شجاعت ہے۔ شہوت کے معنی مرضی کے مطابق چیز کو حاصل کرنے کی خواہش۔ اس کی کمی کو خمود اور جمود کہتے ہیں حد سے زائد استعمال کرے تو فسق و فجور کہتے ہیں درمیان درجے کا نام عفت ہے تو شریعت حکمت اور شجاعت اور عفت کا مجموعہ ہے۔ طبع یعنی نفس کی حقیقت یہ ہے کہ غضب اور شہوت کے مجموعہ کو کہتے ہیں۔ حاصل یہ ہوا کہ شریعت کا مقام طبع اور عقل دونوں سے اونچا ہے لیکن یہاں شرع اور عقل اور طبع تینوں جمع ہیں اور تینوں کے نزدیک مظلوم کی طرف ظالم سے بدلہ لینا مستحسن ہے۔ پس کفار مغرب کا اعتراض کہ جہاد میں خون بہا کر ظلم کیا جاتا ہے غلط ہے کیونکہ قتل بُرا ہے لیکن قصاص مستحسن ہے جہاد قصاص کے درجہ میں ہے۔ ۲۔ جہاد میں دوسری حکمت یہ ہے کہ جہاد کافروں پر عذاب ہے جو اللہ تعالیٰ کے باغی ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ تک تو آسمان سے ہی عذاب نازل ہوتا رہا۔ جہاد کا حکم نہ تھا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جہاد نازل ہوا اور جہاد کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کے باغیوں کو سزا دی گئی اور باغی کو سزا دینا عقلاً بھی مستحسن ہے۔ ۳۔ وقتلوا ہم حتی لا ینکون فتنہ و یکون الدین اللہ فساد کرنے والے کافر ناسور کی طرح ہیں بدن انسان پر جہاد جراح کے علاج اور اپریشن کی طرح ہے اور مسلمان صرف جراح

جائیں تو جنت میں چلے جائیں ۸۔ جہاد کے سفر میں ثواب اعمال صالحہ کا بڑھ جاتا ہے۔ مسلمانوں کو یہ زاد ثواب دینا مقصود ہے۔ ۹۔ شہادت سے گناہ معاف کرانے مقصود ہیں ۱۰۔ شہادت سے حیات ابدیہ حاصل کرنی مقصود ہے ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات ۱۱۔ ثواب جہاد حاصل کرنا مقصود ہے کیونکہ جہاد بہت بڑی عبادت ہے ۱۲۔ شہادت سے بلند مرتبہ اللہ تعالیٰ کے قرب میں حاصل کرنا مقصود ہے ۱۳۔ مشقت کی وجہ سے جہاد کا خصوصی ثواب حاصل کرنا مقصود ہے ۱۴۔ صبر کے موقعے چونکہ جہاد میں بہت ہیں اس لئے صبر کا خصوصی ثواب حاصل کرنا مقصود ہے۔ جہاد کے بعض آداب: ۱۔ ثابت قدم رہنا یا ایہا الذین امنوا اذا لقیتم فتنۃ فاثبتوا ۲۔ اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنا واذا کروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون ۳۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری پوری اطاعت کرنا کیونکہ مومن کی فتح اس سے ہے کثرة الرجال والاسلحہ سے نہیں ہے۔ واطیعوا اللہ ورسولہ ۴۔ آپس میں جھگڑا نہ کیا جائے اور یہ چیز تواضع سے حاصل ہوتی ہے اسی لئے تواضع پر دینی ترقی کا دار و مدار ہے قال اللہ تعالیٰ ولا تنازعوا ۵۔ صبر کرنا قال تعالیٰ واصبروا اور صبر کے چھ اسباب قرآن پاک میں یکجا جمع ہیں وبشر الصابرین الذین اذا اصابتهم مصیبتہ قالوا انا لله وانا الیہ راجعون پہلا سبب بشر میں ہے کہ مصیبت میں اور پھر صبر میں ثواب اتنا زیادہ ہے کہ قیامت کے دن جب مصیبت والوں کو اونچے درجات ملیں گے تو راحت سے دنیا میں رہنے والے تمنا کریں گے کہ کاش دنیا میں ہماری کھالیں قینچیوں سے کاٹی جاتیں آج ہمیں یہ درجے تو مل جاتے اور حضرت ابن عباس سے ان کے والد کی وفات پر سب سے زیادہ سکون ایک دیہاتی کے شعروں سے ہو۔

اصبر لکن بک صابرین فانما صبر الرعیۃ بعد صبر الراس
خیر من العباس اجرک بعدہ واللہ خیر منک للعباس
دوسرا سبب الصابرین کے جمع کے میخہ میں ہے کہ اکیلے ایک

آدمی پر مصیبت آتی تو برداشت مشکل تھی اب یہ سوچ لے گا کہ سب پر مصیبت آتی رہتی ہے مرگ انبوہ ہٹنے دار ایک عورت نے ایک عالم سے کہا دعا کرو میرا بیٹا زندہ ہو جائے فرمایا ایسے گھر سے تھوڑا آٹا لاؤ جس گھر میں کوئی فوت نہ ہوا ہو کئی گھروں میں گئی سب گھروں سے تین تین چار چار موتوں کے حالات سن کر آئی تو تسلی ہو گئی تیسرا سبب کلمہ اذا میں ہے جو یقین کے لیے آتا ہے کلمہ اذا میں اللہ تعالیٰ نے تقدیر کے مسئلہ کی طرف اشارہ فرما دیا کہ یہ مصیبت تو تقدیر میں لکھی تھی اور ضروری آتی تھی کوئی تذہیر اس میں کامیاب نہ ہو سکتی تھی تقدیر کا مسئلہ کچھ مشکل تھا اس لئے بظاہر بیان نہ فرمانا چاہئے تھا لیکن دو حکمتوں کی وجہ سے قرآن و حدیث میں بیان فرمایا گیا پہلی حکمت لکیلا فاسوا علی ما فاتکم اگر تقدیر کا مسئلہ معلوم نہ ہوتا تو ہمیشہ پریشان رہتا کہ والد صاحب کو مثلاً فلاں دوا مل جاتی تو بیچ جاتے فلاں ڈاکٹر کو دکھانے تو بیچ جاتے۔ دوسری حکمت ولا تفرحوا بما اتمکم کہ راحت میں حسد سے زیادہ خوش نہ ہو جو فخر اور تکبر تک جا پہنچے بلکہ سوچے کہ اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور تقدیر میں بھی لکھ دیا کہ یہ نعمت ملے میرا اس میں کمال نہیں ہے۔ چوتھا سبب قالوا انا لله میں ہے کہ مصیبت میں دو غم ہوتے ہیں ایک عقلی اور ایک طبعی انا لله میں عقلی کا ازالہ ہے کہ ہمارے والد کو کون ہے ہم سے جدا کرنے والا اس شبہ پر سوچو کہ ہم سب اللہ تعالیٰ کے ہیں کوئی شخص اپنی الماری کی ایک کتاب کو ایک خانہ سے اٹھا کر دوسرے خانہ میں رکھ دے تو کسی اجنبی آدمی کو اعتراض کا حق نہیں ہوتا پانچواں سبب ہے وانا الیہ راجعون کو معنی سوچ کر پڑھنا تاکہ طبعی غم بھی دور ہو جائے کہ اکٹھے رہنے کی وجہ سے طبعاً جدائی کا غم ہے ازالہ فرما دیا کہ سوچو کہ یہ جدائی عارضی ہے ہم بھی وہاں ہی جانے والے ہیں جہاں ہمارے والد مثلاً گئے ہیں اسی لفظ راجعون میں چھٹا سبب بھی صبر حاصل کرنے کا مذکور ہے اور وہ یہ ہے کہ رجوع کہتے ہیں جہاں سے آئے ہوں وہاں واپس جانے کو معلوم ہوا کہ آخرت

ہمارا اصلی وطن ہے اور دنیا میں ہم مسافر ہیں اور سفر میں کچھ تکلیف بھی ہو تو عارضی ہونے کی وجہ سے وہ تکلیف بہت ہلکی لگتی ہے اور برداشت کرنی آسان ہوتی ہے اس تصور سے بھی صبر آسان ہو جاتا ہے۔ یہ چھ سبب تو اکٹھے قرآن پاک میں مذکور ہیں ایک ساتواں سبب قریب ہی مذکور ہے ان اللہ مع الصابین کہ مصیبت میں سوچا کرو کہ صبر کرنے سے معیت حق تعالیٰ مل جائے گی اور آٹھواں صبر کا سبب سلف کا کلام میں یوں مذکور ہے کہ مصیبت میں سوچا کرو۔

خدا گر محکمت پسند ددرے
بفضلش کشاید درے دیگرے

ان سبب اسباب کا لحاظ کر کے اے میرے روحانی بچو بے صبری اور گناہ سے بچو اے بچو بچو وقلکم اللہ تعالیٰ کتاب المغازی کی تقدیر عبارت اور لفظی تحقیق:۔ تقدیر عبارت یہ ہے ہذا کتاب فی بیان مغازی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور لفظ مغازی جمع ہے مغزئی کی اور یہاں یہ مصدری معنی میں ہی ہے البتہ بعض دفعہ یہی لفظ ظرفی معنی میں بھی استعمال ہو جاتا ہے یہاں بہر حال مصدری معنی میں ہی استعمال ہوا ہے۔ پھر مغزئی اور غزوہ کے اصل لغوی معنی قصد کے ہیں یہاں مراد ہے قصد النبی صلی اللہ علیہ وسلم الکفار للقتال اور یہ مغزئی کے شرعی معنی ہیں۔ پھر غزوہ اور سریہ میں فرق یہ ہے کہ جس جہاد میں خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم بھی شریک ہوئے ہوں اس کو غزوہ کہتے ہیں ورنہ سریہ کہتے ہیں لیکن احادیث میں ایک دوسرے کی جگہ یہ الفاظ استعمال ہو جاتے ہیں غزوہ کی جگہ سریہ اور سریہ کی جگہ غزوہ استعمال ہو جاتا ہے پھر غزوہ اور غزوہ میں یہ فرق ہے کہ تاء لکنے سے معنی ہو جاتے ہیں ایک دفعہ کی لڑائی۔ غزوات اور سرایا کی تعداد:۔ رائج یہ ہے کہ غزوات ۱۹ اور سرایا ان سے دو گنے یعنی ۳۸ ہیں ایک قول یہ بھی ہے کہ غزوات ۱۶ اور سرایا ۴۷ ہیں لیکن پہلا قول رائج شمار کیا گیا ہے اور بعض نے یہ تطبیق بھی دی ہے کہ ایک سفر کے دو جہادوں کو بعض راویوں نے ایک ہی شمار کر لیا اور بعض راویوں نے

دو شمار فرمایا اس لئے تعداد کے ذکر کرنے میں فرق ہو گیا۔ کتاب المغازی کے ابواب کی ترتیب:۔ امام بخاری نے کتاب المغازی کے ابواب کو علم تاریخ کی طرح ترتیب وار بیان فرمایا ہے یعنی جس ترتیب سے وقوع ہوا اسی ترتیب سے باب باندھے ہیں۔ اور حضرات محدثین میں سے یہ امام بخاری کا خصوصی طرز ہے دوسرے محدثین حضرات ترتیب وقوعی کا اہتمام نہیں فرماتے۔ مدار محمد بن اسحاق بن یسار المدنی پر رکھا ہے جنہوں نے حضرت انسؓ کی زیارت کی ہے کتاب المغازی کے مصنف ہیں وفات ۵۵ھ میں ہوئی ہے مسائل میں امام بخاری نے اس صحیح میں ان کو بطور استشہاد لیا ہے اور امام بخاری نے اپنی کتاب جزء القراء خلف الامام میں بھی ان کی روایت کو لیا ہے اور امام مسلم نے متابعات میں ان کی روایت لی ہے اور امام نسائی امام ابوداؤد امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے ان سے روایات لی ہیں۔ امام محمد بن اسحاق کے علاوہ اسلامی مورخین میں سے واقدی اور موسیٰ بن عقبہ سے بھی امام بخاری نے اپنی اس کتاب المغازی میں روایات لی ہیں۔

باب غزوة العسيرة او العسيرة

جہاد کی سب سے پہلی آیت یہ شمار کی گئی ہے اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا وان الله على نصرهم لقدير۔ اور اس مغازی کے پہلے باب کی غرض اس غزوہ عسیرہ کا بیان ہے۔ امام بخاری نے او کے ساتھ دو لفظ ذکر فرمائے یہ اوٹک کے لئے ہے امام نووی نے العسیر بغیر تاء کے بھی ذکر فرمایا اور ان سبب میں رائج العسیرہ ہے پھر عسیرہ کے معنی ہیں مافیہ قلعة الاذینہ جس میں مشقت تھوڑی تھی اور العسیرہ جگہ کا نام ہے بیچ جگہ کی جانب واقع تھی اول ما غزا النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا بواء ثم بواط ثم العسيرة:۔ الا بواء ایک جگہ کا نام ہے جو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان واقع ہے اور مدینہ منورہ سے زیادہ قریب ہے۔ یہ سب سے پہلا جہاد تھا۔

مشہور نہ تھے اس لئے حضرت زید بن ارقم کو معلوم نہ ہوئے۔

باب ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم

من یقتل بدر

بعض نسخوں میں قتل ماضی مجہول کا صیغہ ہے لیکن رائج مضارع کا صیغہ ہے تاکہ روایت جو اس باب میں ہے باب اس کے مطابق ہو جائے اور روایت میں واقعہ سے پہلے اطلاع دینا مذکور ہے جو اخبار بالغیب ہونے کی وجہ سے معجزہ ہے اسی معجزہ کے اظہار کے لئے خبر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے دی تھی اور اسی معجزہ کا بیان باب کا مقصد ہے الصباۃ:۔ یہ جمع ہے صحابی کی جو ہٹنے والا ہوا اپنے دین سے دوسرے دین کی طرف۔ لا منعک ماہو اشد علیک منہ طریقک:۔ دو طرح پڑھ سکتے ہیں ۱۔ طریقک منصوب اس صورت میں یہ بدل ہوگا ما کا ۲۔ طریقک مرفوع اس صورت میں یہ خبر ہوگی مبتدا محذوف کی ای ہو طریقک انہم قاتلوک:۔ اے امیہ مسلمان تجھے قتل کر دیں گے۔ ۲۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تجھے قتل کر دیں گے اور جمع کا صیغہ تعظیماً ہے ۳۔ ابو جہل اور اس کے ساتھی تجھے قتل کر دیں گے کیونکہ یہ قتل کا سبب بنیں گے۔ قتله اللہ عزوجل بدر:۔ اللہ تعالیٰ نے امیہ کا قتل مقدر فرمادیا حضرت بلال موذن کے ذریعہ سے بدر میں۔

باب قصتہ غزوۃ بدر

غرض غزوہ بدر کے واقعہ کا بیان ہے۔ لفظ باب مضاف ہے تقدیر عبارت یہ ہے ہذا باب قصتہ غزوۃ بدر معنی یہ ہیں ہذا باب فی بیان واقعۃ غزوۃ بدر و قول اللہ تعالیٰ:۔ یہ قول کا لفظ مجرور ہے اور عطف ہے قصہ پر لقہد نصر کم اللہ بدر:۔ یہ بیان بطور منت کے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا احسان فرمایا مسلمانوں پر کہ باوجود وعدہ کی اور ہتھیار کی قلت کے اسلام کو غلبہ نصیب فرمایا۔ بدر:۔ اس جگہ کو بدر اس لئے کہتے تھے۔ ۱۔ کہ یہاں ایک کنواں تھا ایک آدمی کا جس کا نام بدر بن الحارث تھا۔ ۲۔ یہ کنواں بدر کی طرح گول تھا اس لئے اس کنویں کو بدر کہتے تھے۔

اس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم خود نکلے تھے ہجرت کے تقریباً بارہ ماہ بعد صفر ۶۲ھ میں ہوا اور مدینہ منورہ میں حضرت سعد بن عبادہ کو اپنا نائب مقرر فرمایا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ قریش اور بنی ضمرہ پر حملہ فرمانا تھا۔ بنی ضمرہ نے صلح کر لی تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم لڑائی کے واپس تشریف لے آئے۔ بواط قبیلہ جھینہ کے پہاڑوں میں سے ایک کا نام بواط ہے جو مدینہ منورہ سے تقریباً ۳۶ میل دور واقع ہے۔ ۲۔ ربیع الاول ۶۲ھ کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے ایک قافلہ سے جہاد فرمانے کے لئے مدینہ منورہ سے نکلے السائب بن عثمان بن مظعون کو مدینہ منورہ میں اپنا خلیفہ مقرر فرمایا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو سو سوار تھے۔ اور جہنڈا اس جہاد میں حضرت سعد بن ابی وقاص نے اٹھایا ہوا تھا۔ قریش کے اس قافلہ میں امیہ بن خلف بھی تھا اور قریش کے سومرد تھے اور پانچ سوانٹ تھے بواط پہاڑ کے پاس نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ربیع الاول کے آخر اور جمادی الاولیٰ کے کچھ دن قیام فرمایا پھر بغیر لڑائی کے واپس تشریف لے آئے۔ العشیرۃ:۔ اس مقام پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا ۶۲ھ میں جمادی الاولیٰ میں اور کچھ دن جمادی الاخریٰ میں ارادہ تھا کہ قریش کا جو قافلہ شام کی طرف جا رہا ہے اس پر حملہ کیا جائے اس میں جہنڈا حضرت حمزہ کے ہاتھ میں تھا وہاں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح فرمائی بنی مدج قبیلہ سے اور ان کے حلفاء سے جو بنی ضمرہ قبیلہ کے تھے پھر بغیر لڑائی کئے واپس تشریف لے آئے اور اس سفر میں حضرت ابوسلمہ بن عبداللہ سدو مدینہ منورہ میں اپنا خلیفہ چھوڑا تھا۔ فایہم کانت اول:۔ اور ترمذی شریف کی روایت میں ہے اتھنن یہ محاورات کے زیادہ قریب ہے سوال اصحاب سیز نے غزوہ عشیرہ سے پہلے تین غزوے ذکر کئے ہیں جن میں سے دو یہاں بخاری شریف میں بھی مذکور ہیں جواب۔ ۱۔ حضرت زید بن ارقم ان تین کے بعد اسلام لائے تھے۔ ۲۔ یہ تین چھوٹے چھوٹے تھے۔ ۳۔ یہ تین

جب حضرت حمزہ نے طعیہ کو قتل کر دیا بدر میں تو بخیر نے حضرت وحشی سے کہا اگر تم حمزہ کو میرے چچا کے بدلے قتل کر دو تو تم آزاد ہو چنانچہ غزوہ اُحد میں حضرت وحشی نے جو ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے۔ حضرت حمزہ کو شہید کر دیا۔ پھر بخاری شریف کی اس عبارت میں ابن الخیار کا لفظ کسی راوی کا وہم ہے صحیح نام ہے عدم بن نوفل۔

باب قول اللہ تعالیٰ اذ یستغیثون ربکم الایۃ
غرض ان آیات کی تفسیر ہے۔ اذ یغشیکم النعاس :-

حضرت ابن عباس نے فرمایا النعاس فی القتال امنہ من اللہ وفی الصلوٰۃ وسوسۃ من الشیطان۔ فثبتوا الذین امنوا :- تثبیت کی صورت میں چند قول ہیں۔ ۱۔ شاباش کہنا۔ ۲۔ نکثیر سواد کہہ دیکھنے میں زیادہ لگیں اس سے بھی دشمنوں کا حوصلہ پست ہوتا ہے۔ ۳۔ ساتھ مل کر کافروں سے لڑائی کرنا اس تیسرے قول پر بعد والا ارشاد فاضر ہوا فوق الا عناق اسی تثبیت کی وضاحت ہوگی۔

فوق الا عناق :- اس کے مصداق میں دو احتمال ہیں۔ ۱۔ جہاں جانوروں کو ذبح کیا جاتا ہے۔ گردن کا اوپر کا حصہ۔ ۲۔

سر مراد ہیں۔ کل بنان :- اس کے مصداق میں بھی دو احتمال ہیں۔ ۱۔ انگلیوں کے کنارے۔ ۲۔ سب جوڑا حب الی مما

عدل بہ :- اس ما کے مصداق میں فتح الباری میں حافظ ابن حجر نے تین احتمال بیان فرمائے ہیں۔ ۱۔ ایسا ثواب کا کام۔ ۲۔ ایسا دنیا کا کام۔ ۳۔ دونوں ایسا ثواب کا یا دنیا کا کام اللہم

انشدک عہدک :- اے اللہ میں آپ سے وعدہ کا پورا ہونا مانگتا ہوں۔ اللہم ان شئت لم تعبد :- اے اللہ

اگر ہمیں آج شکست ہوگئی تو آپ کی عبادت نہ ہوگی کیونکہ میں آخری نبی ہوں تو کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی عبادت نہ ہو۔

اس لحاظ سے یہ دعاء بھی ختم نبوت کی ایک دلیل ہے۔ فاخذ ابو بکر بیدہ فقال حسبک :- سوال بظاہر یہ شبہ

ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر کو اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر زیادہ بھروسہ تھا اسی لئے دعاء ختم کرنے کا مشورہ دیا حالانکہ نبی کا توکل غیر نبی سے

۳۔ اس کنویں کا پانی صاف تھا اور اس میں سے بدر کا چاند صاف نظر آتا تھا۔ اس بدر جگہ میں سال میں ایک دفعہ بازار بھی لگا کرتا تھا وانتم اذلہ :- کیونکہ صحابہ کرام کی گنتی بھی کم تھی۔ ہتھیار بھی کم تھے اور سواریاں بھی کم تھیں۔ فاتقوا اللہ لعلمکم تشکرون :- ثابت قدم رہ کر تقویٰ اختیار کرو اور اگر ایسا کرو گے تو تمہیں احد میں ایسی نعمت دی جائے گی جس پر تم شکر کرو گے یہاں شکر کا اطلاق شکر کے سبب نعمت پر کیا گیا ہے۔ الن یکفیکم ان یمدکم ربکم بثلاثۃ الاف من المملکتہ منزلین :- مسلمانوں کو اطلاع پہنچی تھی کہ کرز بن جابر مشرکین مکہ کی امداد کے لئے آنا چاہتا ہے تو مسلمانوں کو یہ شاق گذرا اس پر یہ آیت نازل ہوئی الن یکفیکم ان یمدکم ربکم الایۃ پھر جب کرد کو مشرکین کی شکست کی اطلاع پہنچی تو وہ امداد کو نہ آیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی فرشتے نہ بھیجے لیکن رانج یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتے پہلے ایک ہزار بھیجے پھر تین ہزار کر دئے پانچ ہزار کر دیئے۔ بخمسۃ الاف من المملکتہ مسومین :- فرشتوں کی نشانیاں کیا تھیں اس میں مختلف اقوال ہیں۔ ۱۔ بدر میں کالی پگڑیاں تھیں اور احد میں سرخ۔ ۲۔ زرد پگڑیاں تھیں کیونکہ حضرت زبیر کی پگڑی زرد تھی۔ ۳۔ بدر میں سفید اور حنین میں سرخ پگڑیاں تھیں۔ ۴۔ گھوڑے فرشتوں کے سیاہ سفید تھے چنگبرے اور پگڑیاں زرد تھیں۔ ۵۔ گھوڑوں کے کانوں پر اور ماتھوں پر سفید اون تھی۔ فینقلبوا خائبین :- یعنی جو امید لے کر آئے تھے مسلمانوں کو شکست دینے کی وہ حاصل نہ کر سکے۔

سوال :- قافلہ پر حملہ کرنا تو ایک قسم کا ڈاکہ ہوتا ہے۔ مسلمانوں نے یہ کیوں اختیار فرمایا۔ جواب :- کوئی حکومت اور کوئی قوم اس بات کی اجازت نہیں دیتی ہے کہ دشمن ان کی زمین میں سے یا زمین کے ملحقہات میں سے گزرے۔ قریش گزرنا چاہتے تھے اس لئے ان کو سزا دینی ضروری تھی وقال وحشی قتل حمزۃ طعیمتہ بن عدی بن الخیار یوم بدر :- یہ وحشی بیٹے ہیں حرب کے یہ مولیٰ ہیں طعیہ کے یا مولیٰ ہیں حمیر بن مطعم بن عدی کے

زیادہ ہوتا ہے جواب ۱۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت حضرات صحابہ پر زیادہ تھی اس لئے اس عاجزانہ و مسکینانہ دعاء سے صحابہ کی تسلی فرمائی کیونکہ صحابہ کرام یہ جانتے تھے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم مستجاب الدعوات ہیں۔ ۲۔ حضرت ابو بکرؓ کا قول اللہ تعالیٰ کی طرف سے اشارہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعاء قبول فرمائی ہے۔ اسی لئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سیہزم الجمع ویولون الدبر۔ ۳۔ کیفیات اور ان کی کمی بیشی غیر اختیاری حالات ہوتے ہیں ان پر درجات کی کمی بیشی کا مدار نہیں ہوتا۔ ۴۔ حضرت ابو بکرؓ کو کچھ بھی حاصل ہوا یہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہی تو حاصل ہوا۔ ۵۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرات صحابہ کا فکر زیادہ تھا اس لئے یہ توکل کی کمی نہ تھی فکر کی زیادتی تھی۔ پھر اس قسم کی دعاء غزوہ بدر کے علاوہ غزوہ احد میں بھی منقول ہے اور یہ دعاء غلبہ حال پر مبنی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تو ہماری عبادت کے محتاج نہیں ہیں اور یہ غلبہ حال انبیاء علیہم السلام میں بہت کم ہوتا ہے اور اولیاء اللہ میں کثرت سے ہوتا رہتا ہے۔

باب: یہ باب بلا ترجمہ ہے اس لئے تتمہ ہے ماقبل کا۔

باب عدة اصحاب بدر

غرض اصحاب بدر کی گنتی کا بیان ہے۔ سوال۔ اس روایت میں تو یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کو غزوہ بدر میں چھوٹا شمار کیا گیا اس کے برخلاف ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کو غزوہ احد میں چھوٹا شمار کیا گیا۔ جواب دونوں موقعوں میں حضرت ابن عمرؓ کو چھوٹا شمار کیا گیا۔ چنانچہ ایک روایت میں حضرت ابن عمرؓ سے صراحتہ منقول ہے کہ مجھے بدر اور احد میں چھوٹا شمار کیا گیا نیفا علی ستین۔ لفظ نیف کا اطلاق دس سے کم پر ہوتا ہے۔ پھر شرکاء بدر صحابہ کرام کی پاک ہستیوں کی تعداد میں اقوال مختلف ہیں ۳۰۶، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۷، ۳۱۹۔ پھر وجہ اختلاف اور تطبیق یہ ہے کہ ہقیقہ شریک ہونے والے تو ۳۰۵ حضرات ہیں ان کے علاوہ چند قسم کے حضرات حکما شریک ہوئے ۱۔ صغر کی وجہ سے

ساتھ جانے کی اجازت نہ ملی۔ ۲۔ حاجت کی وجہ سے راستہ سے واپس آ گئے۔ ۳۔ خدمت کی پانی پلایا۔ لڑائی میں شریک نہ ہوئے۔ ۴۔ حضرت ابولبابہؓ کو مدینہ منورہ انتظامات کے لئے اپنا نائب بنا کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑا۔ ۵۔ حضرت عاصم بن عدیؓ کو اہل عالیہ کے انتظامات کے لئے اپنا نائب بنا کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑا۔ ۶۔ اپنی حاجات کی وجہ سے بعض حضرات مدینہ منورہ رہ گئے اگرچہ جانا چاہتے تھے۔ ۷۔ بعض حضرات کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جاسوس بنا کر بھیجا تھا اس لئے وہ لڑائی میں شریک نہ ہو سکے۔ ۸۔ بعض کی ہڈی راستہ میں ٹوٹ گئی اس مجبوری سے وہ واپس تشریف لے گئے۔ ۹۔ بعض حضرات کی وفات راستہ میں ہو گئی۔ ۱۰۔ حضرت عثمانؓ کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت رقیہؓ کی تیمارداری کے لئے مدینہ منورہ میں رہنے کا حکم فرمایا وہ حضرت عثمانؓ کی اہلیہ محترمہ تھیں اس لئے وہ ہقیقہ شریک نہ ہوئے حکما ہوئے کیونکہ اصل مقصود تو اللہ تعالیٰ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہے۔ اب ان انواع مذکورہ میں سے بعض نے بعض کو لیا بعض نے سب کو لیا بعض نے کسی کو بھی نہ لیا اور حقیقی شرکاء کی گنتی ۳۰۵ ذکر فرمادی انہم کا نوا عدة اصحاب طالوت۔ بنی اسرائیل پر عمالہ کا بادشاہ جالوت غالب آ گیا اور ان کو ان کے گھروں سے نکال دیا۔ حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں حضرت اشمویل علیہ السلام نبی ہوئے تو نبی اسرائیل نے ان سے بادشاہ مقرر فرمانے کی درخواست کی انہوں نے دعاء مانگی ایک عصا اور ایک سینگ میں تیل دیا گیا کہ جو آنے والا اس لاشی کے برابر ہو اور تیل اس کے آنے پر خشک ہو جائے وہ بادشاہ ہوگا۔ حضرت طالوت گدھے پر پانی لوگوں کو پلایا کرتے تھے۔ ان کا گدھا ایک دفعہ گم ہو گیا اس کو تلاش کرتے کرتے حضرت اشمویل علیہ السلام کے پاس آئے انھوں نے حضرت طالوت کو ناپا تو اس

ہے کہ یہاں دو جملے ہیں اہل کان ذلک الاہذا اور پھر اعمد سے پہلے
ہمزہ استفہام کا محذوف ہے صرف جملے دو ہو گئے دوسرے جملے
کے پھر وہی دو معنی ہیں جو پہلی تقدیر عبارت اور دوسری تقدیر
عبارت میں کئے گئے۔ قد ضربه ابنا عفراء :- مسلم
شریف اور بخاری شریف کتاب الجہاد میں حضرت معاذ بن عمرو کا
بھی ابو جہل کا پاؤں کاٹنا اور گرانا آتا ہے تطبیق یہ ہے کہ حضرت معاذ
بن عمرو نے پاؤں کاٹ کر گرایا پھر حضرت معاذ بن عفراء اور حضرت
معوذ بن عفراء نے حملہ کر کے شدید زخمی کیا پھر لڑائی کے بعد حضرت
عبد اللہ بن مسعود نے گردن کاٹی۔ هل فوق رجل
قتلتموه :- اس کے وہی معنی اور تقدیر عبارت ہے جو گذشتہ
حدیث پاک میں اعمد من رجل کے ذکر کئے گئے ہیں۔ قال
احمد بن یونس انت ابو جہل :- یعنی پہلے دو
ہمزوں کے ساتھ نقل کیا گیا تھا اس روایت میں انت میں ایک
ہمزہ ہے۔ ابنا عفراء :- یعنی حضرت معاذ بن عفراء اور
حضرت معوذ بن عفراء حتیٰ ابرو اور مسلم شریف کی روایت میں ہے
حتیٰ برک ک زمین پر گر گیا اور مسلم شریف والے الفاظ کو ترجیح دی گئی
ہے معنی کے لحاظ سے کیونکہ لڑائی کے بعد ابو جہل کا حضرت عبد اللہ
بن مسعود سے گفتگو کرنا ابھی دو روایتوں میں گذرا ہے اور ایک
روایت میں یہ گفتگو بھی لڑائی کے بعد منقول ہے کہ ابو جہل نے
حضرت عبد اللہ بن مسعود سے کہا کہ میری گردن نیچے سے کاٹنا کہ
جب سر جمع ہوں تو میرا سر اونچا نظر آئے گا یا ابو جہل کا تکبر فرعون
کے تکبر سے بھی بڑھ کر تھا کیونکہ فرعون کا تکبر تو مرتے وقت ٹوٹ گیا
تھا چنانچہ اس نے کہا تھا آمنٹ انه لا اله الا الذی آمنٹ بہ
بنو اسرائیل وانا من المسلمین گو یہ ایمان اس کے کام نہ
آیا کیونکہ جب آخرت کی چیزیں نظر آئی شروع ہو جائیں تو ایمان
معتبر نہیں ہوتا۔ یہ ایمان بھی ایسے ہی وقت میں تھا۔ اس کو حالت
باس کہتے ہیں اس سے پہلے جو حالت یاس ہوتی ہے اس میں تو بہ

عصا کے برابر نکلے دیکھا تو سینک میں تیل خشک ہو گیا بعد میں بنی
اسرائیل کی تسلی کے لئے متبرک صندوق ان کے گھر کے سامنے
پہنچا دیا گیا۔ ۸۰ ہزار میں سے ۳۱۰ سے کچھ زائد نہر پر سے گزر
سکے حضرت داؤد علیہ السلام بھی ان مجاہدین میں تھے ایک پتھر نے
ان سے عرض کیا مجھے رکھ لو میں جالوت کو قتل کروں گا۔ ۴۰ سال
حضرت طالوت کی حکومت رہی اور کہا گیا ہے کہ ان کو نبی بنا دیا
گیا تھا لیکن راجح یہ ہے کہ داؤد علیہ السلام جو ان کی وفات کے بعد
بادشاہ بنے تھے ان پر نبوت اور بادشاہت جمع ہوئی تھیں۔

باب دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم

علی کفار قریش

غرض نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی کفار قریش پر بددعاء کا بیان
فرمانا ہے اور بعض نسخوں میں یہ باب نہیں ہے۔

باب قتل ابی جہل

ایک نسخہ میں یہ باب نہیں ہے اور ایک نسخہ میں یوں ہے باب
قتل ابی جہل وغیرہ یہ زیادہ مناسب ہے کیونکہ اس باب میں قتل ابی
جہل کے علاوہ بھی بعض واقعات جہاد مذکور ہیں پس غرض اس قتل کا
اور بعض واقعات جہاد کا بیان فرمانا ہے۔ و بہ رمق :- بقیہ روح جو
حلق میں اٹکی ہوئی تھی۔ هل اعمد من رجل قتلتموه
لفظ اعمد کے یہاں مختلف معانی کئے گئے ہیں۔ ۱۔ اعجب۔ ۲۔
اغضب۔ ۳۔ اہلک۔ ۴۔ ازید۔ ۵۔ افضل ان پانچوں معنوں میں
سے جو بھی لیں تقدیر عبارت میں تین قول ہیں۔ ۱۔ لیس حالی اعجب
من حال رجل قتلتموه یعنی مجھ پر کوئی عار نہیں کیونکہ عار اس وقت
ہوتی جبکہ میری قوم کا غیر کوئی مجھے قتل کرتا اور تمہارے لئے بھی کوئی
فخر نہیں ہے۔ کیونکہ تم نے اپنی قوم میں سے ایک آدمی کو قتل کر دیا
ہے اور ساری قوم شجاعت میں برابر ہے۔ ۲۔ دوسری تقدیر عبارت
یہ مانی گئی ہے لا افضل منی قتل الیوم۔ کہ آج جتنے قتل ہوئے ہیں ان
میں مجھ سے افضل کوئی نہیں۔ ۳۔ تیسری تقدیر عبارت یہ بھی مانی گئی

بلال اس امیہ کے غلام تھے بہت تکلیف پہنچاتا رہا۔ حضرت ابو بکر نے خرید کر آزاد کر دیا تھا۔ کسی نے اسی وجہ سے یہ شعر کہا۔

— ہنیئاً زادک الرحمن فضلاً

فقد ادرکت ثارک یا بلال

قرا والنجم فسجد بها:۔ سورہ نجم والے واقعہ کو یہاں لانے کی مناسبت یہ ہے کہ اگر آخری دو باب نہ مانے جائیں تو پھر یہ روایت باب عدۃ اصحاب بدر کا حصہ بنے گی تو اس صورت میں مناسبت ظاہر ہے کہ امیہ بن خلف کو جس نے پورا سجدہ نہ کیا تھا بدر میں قتل کیا گیا تھا اور اگر آخری باب میں اس روایت کو شمار کیا جائے اور باب یوں مانا جائے باب قتل ابی جہل وغیرہ تو پھر بھی مناسبت ظاہر ہے اور یہ واقعہ غیرہ میں آجائے گا اور اگر صرف یہ مانا جائے باب قتل ابی جہل تو پھر گزشتہ روایات کا تہہ شمار کی جائے گی یہ روایت اور ایسے ہی اگر قتل ابی جہل والا باب نہ مانا جائے اور اس روایت کو بد دعا والے باب میں شمار کیا جائے تو پھر بھی یہ روایت گزشتہ روایات کا تہہ شمار کی جائے گی و سجد من معہ:۔ یعنی جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ نجم کے اخیر کی آیتیں پڑھیں اور آخری آیت میں سجدہ آیا تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ فرمایا تو اس مجلس میں جتنے مشرک بیٹھے ہوئے تھے انھوں نے بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سجدہ کیا سوائے ایک بوڑھے کے پھر اس کی مختلف توجیحات ہیں کہ مشرکین نے کیوں سجدہ کیا۔ ا۔ علامہ جلال الدین محلی نے تفسیر جلالین میں ایک روایت نقل کی ہے کہ جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت مبارکہ کی تلاوت فرمائی افرایتم اللات والعزی و منات الثالثۃ الا خری تو شیطان نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جیسی آواز بنا کر پڑھ دیا تلک الغرائق العلیٰ وان شفاعتھن لثرتجی۔ اور یہی معنی علامہ محلی کے نزدیک اس آیت کے ہیں وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطن فی امنیہ لیکن جمہور ائمہ کے نزدیک یہ روایت معلول ہے اور اصول ثابتہ فی

اور ایمان معتبر ہو جاتے ہیں انا اول من یجثوبین یدی الرحمن للخصومتہ یوم القیامتہ:۔ یہ اولیت اس امت کے مجاہدین کے لحاظ سے ہے کیونکہ یہ اسلام میں پہلی مبارزہ تھی۔ حمزہ و علی و عبیدہ:۔ حضرت علیؓ نے ولید سے لڑائی کی اور اسے قتل کر دیا۔ حضرت حمزہ نے عتبہ سے یا شیبہ سے لڑائی کی اور اسے قتل کر دیا حضرت عبیدہ کے گھٹنے میں زخم آیا۔ حضرت علیؓ اور حضرت حمزہؓ نے حضرت عبیدہ کی امداد فرمائی اور تیسرے کافر کو بھی قتل فرما دیا پھر سفر سے واپسی پر صفراء کے مقام پر حضرت عبیدہ کی اسی گھٹنے کے زخم کی وجہ سے شہادت واقع ہو گئی۔ کان ینزل فی بنی ضبیعتہ:۔ اس بناء کا ان کو ضبیعی کہتے تھے۔ وھو مولیٰ لبنی سدوس:۔ اسی لئے ان کو سدوسی کہتے تھے۔ کاتبث اُمتیہ بن خلف:۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف فرما رہے ہیں کہ میں نے امیہ بن خلف سے معاہدہ کیا تھا کہ تم مکہ میں میری حفاظت کرنا میں تمہاری حفاظت کروں گا اور اس معاہدہ میں رشتہ دار اور دوست بھی داخل تھے۔ فذکر قتله و قتل ابنہ:۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف فرماتے ہیں کہ یوم بدر میں ایک پہاڑ کی طرف نکلتا کہ میں اس کی حفاظت کروں جبکہ لوگ سو گئے حضرت بلال نے ان کو دیکھ لیا پس حضرت بلال نے انصار کی ایک جماعت کے پاس کھڑے ہو کر پکارا لا نخوت ان نجا امیہ تو ایک جماعت حضرت عبدالرحمن بن عوف وغیرہ کے نشان قدم پر روانہ ہو گئی۔ حضرت عبدالرحمن فرماتے ہیں کہ جب ہمیں خطرہ ہوا کہ یہ ہمیں پکڑ لیں گے تو میں نے امیہ کے ایک بیٹے کو پیچھے چھوڑ دیا تاکہ وہ اس میں مشغول ہو جائیں اور ہم بھاگ جائیں وہ اسے قتل کر کے پھر ہمارے پیچھے آ پہنچے اور امیہ بھاری بدن کا تھا تیز بھاگ نہ سکتا تھا تو میں نے کہا تو زمین پر گر جاوہ گر گیا تو میں اس کے اوپر گر گیا تاکہ اس کی حفاظت کر سکوں تو میرے نیچے سے تلواریں مار کر اسے قتل کر دیا حضرت

ایک نے بطور نمونہ کے پانچ پیسے کی شکر کھالی پھر ایک پیسہ کی خریدی۔ ثم رجع مقبلاً:۔ یعنی حملہ کر کے پھر واپس مسلمانوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ فضربوہ ضربتین علی عاتقه بینہما ضربتہ ضربہا یوم بدر:۔ سوال اس حدیث پاک میں یہ ہے کہ حضرت زبیرؓ پر بدر کی ایک ضرب کا نشان باقی تھا اور گزشتہ روایت سے پہلے جو روایت ابھی گزری ہے اس میں یہ تھا کہ بدر کی دو ضربوں کے نشان باقی تھے یہ تو بظاہر تعارض ہے جواب یہاں ایک نشان یرموک کی ضربوں کے نشان کے درمیان بتلانا مقصود ہے اور ایک روایت چھوڑ کر جو گزشتہ روایت میں بدر کے دو نشان مذکور ہیں ان میں سے ایک تو یہی تھا جو یرموک کے نشانوں کے درمیان تھا اور دوسرا کچھ فاصلہ پر علیحدہ تھا۔ سوال اس حدیث میں یرموک کی دو ضربوں کا ذکر ہے اور گزشتہ سے گزشتہ میں یرموک کی ایک ضرب مذکور ہے۔ جواب ۱۔ ایک ضرب کا نشان مٹ گیا تھا۔ ۲۔ ایک ضرب چھوٹی تھی اس لئے گزشتہ روایت میں اس کا ذکر نہیں ہے وھو ابن عشر سنین:۔ سوال بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس وقت بارہ سال کے تھے جواب یہاں جو دس سال مذکور ہے تو اس میں کسر کو حذف کر دیا گیا ہے یعنی دہائی سے زائد کو حذف کر دیا گیا ہے باریعة و عشیرین رجلاً:۔ آگے حضرت براءؓ کی حدیث میں تفصیل آئے گی کہ کل کافر غزوہ بدر میں ۷۰ مارے گئے تھے ان میں سے جو بڑے بڑے سردار تھے صرف وہ قلیب بدر میں ڈالے گئے تھے۔ اس لئے یہاں ۲۴ کا ذکر ہے جو قلیب بدر میں ڈالے گئے تھے۔ من صنادید قریش:۔ یہ جمع ہے صندید کی عظیم شجاع سردار کو کہتے ہیں۔ طوی:۔ اس کنویں کو کہتے ہیں جس میں پتھر لگا کر قابل استعمال بنالیا گیا ہو۔ حبث:۔ ایسے ساتھی لینے والا جو غیث ہوں علی شفته الرکی:۔ سوال ایک ہی کنویں کو اس حدیث میں طوی بھی کہا گیا ہے جس کے معنی ہیں کہ استعمال کے لیے اس میں پتھر لگائے جا چکے ہوں اور الرکی بھی کہا گیا ہے

الدین کے خلاف ہے کہ اگر شیطان نبی جیسی آواز بنا کر پڑھ سکتا ہے یا نبی کی زبان پر جاری کر سکتا ہے جیسا کہ بعض نے یہ معنی بھی کئے ہیں کہ شیطان نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر یہ مذکورہ الفاظ جاری کر دیئے تھے تو اس صورت میں وحی سے امان اٹھ جائے گا۔ اس لئے یہ روایت معطل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے اور آیت کے معنی صرف یہ ہیں کہ شیطان لوگوں کے دلوں میں نبی کی تلاوت کے بارے میں وسوسہ ڈالتا ہے یہ معنی نہیں ہیں کہ نبی کی زبان پر جاری کرتا ہے یا نبی جیسی آواز بنا کر تلاوت کرتا ہے۔ ۲۔ دوسری توجیہ کافروں کے سجدہ کرنے کی یہ کی گئی ہے کہ بتوں کا نام سن کر وہ کافر خوش ہو گئے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سجدہ کر لیا۔ ۳۔ تیسری توجیہ یہ ہے کہ تجلی قہری نے مجبور کر دیا ان کو سجدہ کرنے پر سوائے امیہ بن خلف کے کہ وہ کفر میں ایک مضبوط درخت کی طرح تھا اور باقی شاخوں کی طرح تھے آندھی کا اثر شاخوں پر ہوتا ہے درخت پر نہیں ہوتا۔ یوم الیرموک:۔ جنگ یرموک حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت کے زمانہ میں ہوا ۱۵ھ میں ہوئی ہرقل کے لشکر کے ساتھ اس میں کافروں کا امیر لشکر ماہان ازمنی تھا اور مسلمان لشکر کے سپہ سالار حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح تھے اس میں سو بدری صحابی شریک ہوئے اور لڑائی میں چار ہزار مسلمان شہید ہوئے اور ایک لاکھ پانچ ہزار کافر مارے گئے اور چالیس ہزار کافر قید ہو کر آئے۔ فاقمناہ بیننا ثلاثہ الاف:۔ حضرت عروہ کی وراثت تقسیم کرتے وقت اس تلوار کی قیمت ہم نے تین ہزار لگائی و اخذہ بعضنا:۔ اس بعضنا کا مصداق حضرت عثمانؓ بن عروہ ہیں کان سیف الزبیر محلی بفضتہ:۔ جنت کے نمونہ کے طور پر تھوڑی سی چاندی تلوار میں لگانی جائز ہے جو ہاتھ کو نہ لگے جیسے چار انگل ریشم کی پٹی لگانی مردوں کے لئے بطور نمونہ جنت کے جائز ہے لیکن یہ نمونہ ہی ہوا زائد نہ ہو حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل فرمایا کہ ایک شخص بطور نمونہ کے پورا ایک پیڑا ہی کھا گیا اور

مدبرین اس کا مشیتیں حضرات یہ جواب دیتے ہیں کہ ۱۔ مطلق سماع کی نفی نہیں ہے بلکہ سماع نافع کی نفی ہے کیونکہ کافروں کو مردوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اس کی تائید اس لفظ سے ہوتی ہے اذا ولو المدبرین کیونکہ مردے تو نہیں بھاگتے اور کافروں سے سماع نافع کی نفی ہے نفس سماع کی نفی نہیں ہے ۲۔ اسماع کی نفی ہے سماع کی نفی نہیں ہے اور ہمارے اکابر چونکہ سماع فی الجملہ کے قائل ہیں اس لئے کوئی دلیل بھی ہمارے خلاف نہیں ہے۔ قال النار يوم يمدد:۔ اس حدیث کی باب سے مناسبت کیا ہے اس کی وہی مفصل تقریر ہے جو گذشتہ حدیث پاک میں گذری۔ وہل ابن عمر:۔ یہ لفظ دو طرح پڑھ سکتے ہیں ۱۔ وهل ہا کے کسرہ کے ساتھ ای غلط لفظا ومعنی ۲۔ وهل ہا کے فتح کے ساتھ ای کسی۔ انہ یعذب بخطیئة:۔ یعنی میت کو اپنے گناہوں کی وجہ سے عذاب ہو رہا ہے اور اسی زمانہ میں لوگ رو رہے ہیں اور اس کی تعریفیں کر رہے ہیں حضرت عائشہ صدیقہ تعارض اٹھا رہی ہیں جو بظاہر ایک حدیث اور ایک آیت میں ہو رہا ہے حدیث پاک یہ ہے ان لمیت یعذب بکاء اہلہ علیہ اور آیت مبارکہ یوں ہے ولا تزدوا ذرة وزر اخری۔ اس تعارض کو اٹھانے کی مختلف توجیحات کی گئی ہیں ۱۔ ایک یہی جبکہ یہ کافروں کے ساتھ خاص کی جائے کہ کافروں کے عذاب اور ان پر رونے کا زمانہ ایک ہے یہ معنی نہیں ہیں کہ رونا سبب ہے عذاب کا اس لئے حدیث آیت کے خلاف نہیں ہے ۲۔ حدیث پاک اسی شخص کے متعلق ہے جس نے نوحہ کا حکم دیا ہو کہ میرے مرنے کے بعد خوب نوحہ کرنا تاکہ پتہ چلے کہ کوئی بڑا آدمی فوت ہوا ہے تو یہ شخص اپنے اس حکم کی وجہ سے عذاب پاتا ہے ۳۔ گھر والوں کی عادت تھی نوحہ کی اس کو منع کرنے کا موقع ملا پھر بھی منع نہ کیا تو یہ بھی اسی حکم میں ہے کہ گویا نوحہ کرنے کا خود حکم کیا۔ اور یہ حکم سبب بنا عذاب قبر کا ۴۔ جب رونے والی عورتیں نوحہ میں جھوٹی تعریفیں اور مدحیں کرتی ہیں تو فرشتے اس میت کو کہتے ہیں کہ اکت ہکذا اس سے اس میت کو کچھ

جس کے معنی ہیں کہ گڑھا ہوا اندر پتھر ابھی نہ لگائے گئے ہوں یہ تو تعارض ہے۔ جواب پہلے آباد تھا پھر بے آباد ہو گیا تھا اس لئے طوق کہنا مجاز ہے ماسبق کے لحاظ سے۔ الیسر کم:۔ یہ فرمانا کس لئے تھا دو قول ہیں ۱۔ استھراء مقصود تھا تاکہ عظمت اسلام اور شوکت اسلام ظاہر ہو ۲۔ تو بیخ اور ڈانٹنا مقصود تھا کہ دوسروں کو عبرت ہو۔ ما انتم باسمع لما اقول منهم:۔ اس حدیث کی مناسبت باب سے کیسے ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر بد دعاء والا باب اور باب قتل ابی جہل نہ مانے جائیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ حدیث باب عدۃ اصحاب بدر میں ہے اس لئے مناسبت باب سے ظاہر ہے کہ اس میں بدر میں شریک ہونے والے مسلمانوں اور کافروں کا ذکر ہے اور اگر باب قتل ابی جہل وغیرہ مانا جائے یعنی غیرہ کا لفظ بھی زیر بحث باب میں مانا جائے تو پھر بھی مناسبت ظاہر ہے کیونکہ غیرہ میں یہ واقعہ بھی ہے۔ اور اگر وغیرہ کی زیادتی نہ مانی جائے تو پھر یہ روایت اس باب میں معمولی مناسبت کی بناء پر لائی گئی جس کو استیناس کہتے ہیں ایسے ہی اگر باب قتل ابی جہل والا باب نہ مانا جائے اور اس روایت کو بد دعاء والے باب میں شمار کیا جائے تو پھر بھی معمولی مناسبت کی بنا پر اس روایت کا یہاں لانا شمار کیا جائے گا۔ قال قتادہ احياهم اللہ حتیٰ اسمعہم:۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول سماع موتی کی نفی پر مبنی ہے اور اہل السنۃ والجماعت کے دونوں قول حضرات صحابہ کرام کے زمانہ سے چلے آ رہے ہیں ۱۔ نفی ۲۔ اثبات۔ ہمارے اکابر دیوبند نے یہ قول اختیار کیا ہے کہ فی الجملہ سماع ہے یعنی بعض مردے بعض وقتوں میں سنتے ہیں سب مردے ہمیشہ سنتے ہوں ایسا نہیں ہے۔ مشیتیں حضرات کی ایک دلیل تو یہی قلیب بدر والی حدیث ہے جبکہ اس کو اپنے ظاہر اور عموم پر رکھا جائے دوسری دلیل حدیث پاک کی یہ دعاء ہے السلام علیکم یا دار قوم مومنین۔ نفی فرمانے والے حضرات کی دلیل حق تعالیٰ کا ارشاد ہے انک لا تسمع الموتی ولا تسمع الصم الدعاء اذا ولوا

اثبات علم سے سماع کی نفی نہیں ہوتی علم بھی ہے سماع بھی ہے۔ ۳۔
اس حدیث سے ایک چھوڑ کر پہلی حدیث میں جو حضرت عمرؓ کا عرض کرنا مذکور ہے یا رسول اللہ ما نکلم من اجساد الارواح لھا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا ما اتم با سمع لما قول منہم یہ حضرت عائشہؓ صدیقہ کی تاویل کی نفی کرتا ہے۔ ثم قوت انک لا تسمع الموتی:۔ اس کے دو جواب دیئے گئے ہیں۔ ۱۔ سماع مانع کی نفی ہے۔ ۲۔ سماع کی نفی ہے۔ سماع کی نفی نہیں ہے کہ آپ قادر نہیں ہیں اللہ تعالیٰ قادر ہیں کہ ان کو زندہ کر دیں اور سناویں جیسا کہ حضرت قتادہ کا قول بھی گذرا ہے احیاہم اللہ حتی اسمعہم۔
تقول حین تبوؤا مقاعدہم من النار:۔ یہ حضرت عروہ کا قول ہے وہ حضرت عائشہؓ صدیقہ کے قول اور حضرات معجبین سماع موتی کے قول کے درمیان تطبیق دینا چاہتے ہیں کہ قرافی النار سے پہلے سماع ہے بعد میں نہیں لیکن اس حدیث کے بعد جو حدیث آ رہی ہے اس میں صراحتہ مذکور ہے کہ حضرت عائشہؓ صدیقہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے تکلم کے وقت سماع کی نفی فرما رہی ہیں اس لئے یہ تطبیق یہاں جاری نہیں ہو سکتی۔ بہر حال ہمارے اکابر کے قول سماع فی الجملہ کے لئے ان دلائل میں سے کوئی بھی معترض نہیں اور معجبین کے لئے وہ روایات بھی مؤید ہیں جن میں قبر میں سوال جواب کے وقت روح کا عود فی الجسم مذکور ہے اور یہی جمہور کا قول ہے صرف شاذ قول ہے کہ اکیلی روح سے سوال جواب ہوتا ہے۔

باب فضل من شہد بدرًا

غرض ان صحابہ کی خصوصی فضیلت کا بیان فرمانا ہے جو غزوہ بدر میں شرکت کی سعادت کبریٰ ہے بہرہ ور ہوئے۔ ویحک:۔ دو قول ہیں۔ ۱۔ شفقت کے اظہار کے لئے یہ کلمہ استعمال فرمایا۔ ۲۔ ڈانٹنے کے لئے یہ کلمہ استعمال فرمایا۔ اوہبلت:۔ ہمزہ استفہام کا ہے اور صیغہ دو طرح پڑھا گیا ہے۔ ۱۔ معروف اور معطوف علیہ محذوف ہے نفدت تقدیر عبارت مع المعنی یوں ہوئی انفتت و ٹکلت۔ ۲۔ مجہول اور معطوف علیہ جفت محذوف ہے تقدیر عبارت

شرمندگی ہوتی ہے اسی کو عذاب کے لفظ کے ساتھ ذکر فرمایا گیا ہے۔ ۵۔ پہلی توجیہ کی طرح اور حدیث کفار اور مسلمین دونوں سے متعلق ہے۔ حضرت عائشہؓ صدیقہ والی توجیہ اس پر بھی محمول ہو سکتی ہے۔ ۶۔ جب میت کو بتلایا جاتا ہے کہ تجھ پر یوں نوحہ ہو رہا ہے تو اس کو افسوس ہوتا ہے کہ یہ کیوں ایسا غلط کام کر رہی ہیں اسی کو عذاب کے لفظ سے ذکر کیا گیا ہے۔ ۷۔ ایک خاص یہودی کے متعلق حدیث پاک وارد ہوئی ہے کہ اس کو تو اپنے گناہوں کی وجہ سے عذاب ہو رہا ہے اور یہ عورتیں اس پر نوحہ کر رہی ہیں زمانہ ایک ہے سمیت نہیں ہے اور یہ توجیہ بھی حضرت عائشہؓ صدیقہ سے ایک روایت میں منقول ہے۔ قالت وذاک مثل قوله:۔ حضرت عائشہؓ صدیقہ فرما رہی ہیں کہ گذشتہ قول کی طرح قلب بدر والے قول کو بھی ابن عمرؓ نے ظاہر پر محمول کیا ہے حالانکہ یہ ظاہر پر محمول نہیں ہے دونوں قول حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک ظاہر پر محمول ہیں اور حضرت عائشہؓ صدیقہ کے نزدیک خلاف ظاہر پر محمول ہیں۔ ۱۔ ان المیت لیعذب بہ کاء اھلہ علیہ۔ ۲۔ انھم یسمعون ما اقول۔ انما قال انھم الآن لیعلمون:۔ حضرت عائشہؓ صدیقہ کی غرض یہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم صرف یہ فرما رہے تھے کہ ان کو پتہ چل گیا ہے کہ میں جو کچھ کہا کرتا تھا وہی ٹھیک تھا یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ اس وقت میری بات سن رہے ہیں اس کا جواب۔ ۱۔ امام بیہقی نے یہ دیا ہے کہ علم سماع کی نفی نہیں کرتا یعنی جیسے علم ثابت ہو سکتا ہے ایسے ہی حق تعالیٰ کی قدرت سے سماع بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ ابن عمرؓ کے قول کا رد نہ ہوا جو علم بصورت سماع مانتے تھے۔ ۲۔ امام اسماعیلی نے یہ جواب دیا ہے کہ اگر حضرت عائشہؓ صدیقہ الفاظ کی روایت کے لحاظ سے اعتراض فرما رہی ہیں کہ الفاظ یسمعون ثابت نہیں ہیں لیعلمون ثابت ہیں تو یہ اعتراض کافی نہیں ہے کیونکہ الفاظ یسمعون بھی ابن عمرؓ کے نزدیک ثابت ہیں اور اگر معنی کے لحاظ سے اعتراض فرما رہے ہیں کہ یسمعون بمعنی لیعلمون ہے تو پھر بھی اعتراض کافی نہیں ہے کیونکہ

تھی اور ماضی کا صیغہ تحقیق وقوع کے لئے ہے کہ معانی یقیناً ملے گی کوئی شک نہیں ہے معانی ملنے میں یہ معنی نہیں ہیں کہ ماضی کے گناہ صرف ہم نے معاف کئے آئندہ جو گناہ کرو گے پکڑے جاؤ گے۔
فدمعت عینا عمر:۔ احقر محمد سرور غنی عنہ عرض کرتا ہے کہ ظاہر یہی ہے کہ یہ آنسو خوشی کے ہیں کیونکہ حضرت عمرؓ خود بھی بدری صحابی ہیں۔

باب:۔ یہ باب بلا ترجمہ ہے اور تتمہ ہے ماقبل کا اور اس میں غزوہ بدر کی متفرق چیزوں اور واقعات کا بیان ہے۔ اذاکتبوکم فارموہم واستبقوا نبلکم:۔ جب تم سے کافر قریب آجائیں تو ان کو پتھر مارنا اور تیروں کو جہاں تک ہو سکے بچانے کی کوشش کرنا کیونکہ تیر تھوڑے تھے۔ یعنی اکثر و کم:۔ راوی نے جو اکثرو کم کی یہ تفسیر کی ہے تو اس تفسیر کو لغت کے خلاف قرار دیا گیا ہے۔ والحرب سجال:۔ جیسے ڈول لوگ باری باری استعمال کرتے ہیں ایسے ہی ہم لڑائی میں باری باری جیتے ہیں کبھی تم جیت گئے کبھی ہم جیت گئے۔ واذا الخیر ما جاء اللہ بہ من الخیر بعد نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں ایک گائے ذبح ہوتی دیکھی اور بہت سامان دیکھا اس کی تعبیر کا ایک حصہ یہاں مذکور ہے تعبیر کا حاصل یہ تھا کہ گائے کا ذبح ہونا تو مسلمانوں کی احد کی مصیبت تھی اور مال جو دیکھا وہ اس مال کی طرف اشارہ تھا جو احد کے بعد ملا اور جو بدر کا ثواب ملا۔

جد عاصم بن عمر بن الخطاب:۔ یہاں جد سے مراد ابوام ہیں جس کو ہم نانا کہتے ہیں۔ بالہدایۃ:۔ یہ ایک جگہ کا نام ہے۔ اور اس کی طرف نسبت ہدوی ہوتی ہے۔
ورجل آخر:۔ یہ حضرت عبداللہ بن طارق تھے فابی ان یصحبہم:۔ دوسری روایتوں میں تصریح ہے کہ ان کو شہید کر دیا **فدرج:**۔ اکی ذہب۔

واقتلہم بدوا:۔ ان کو قتل کر دیجئے اس حال میں کہ وہ متفرق ہوں۔ اوصال شلو ممزع:۔ ٹکڑے ٹکڑے ہونے والے اعضاء کے جو مڑے ٹکڑے ٹکڑے ہونے والے۔ شلو

مع المعنی یوں ہو گئی اجعت وغلبت۔ او جنة واحدة ہی اس میں ہی مبتدا موخر ہے اور معطوف علیہ محذوف ہے تقدیر عبارت یوں ہے الہ درجۃ ناقصۃ وہی جنة واحدة۔ وانہ فی جنة الفردوس:۔ فردوس کے معنی باغ کے ہوتے ہیں اور یہ لفظ کس زبان کا ہے دو قول ہیں ۱۔ عربی ۲۔ رومی یہ ایسی جنت ہے کہ یہاں سے جنت کے سب درجوں کو نہر میں جاتی ہیں اور حدیث پاک میں ہے الفردوس ربوة الجنة واواسطها وافصلها جحر تھا:۔ اس کے معنی ہیں۔ تہہ بند باندھنے کی جگہ لیکن مراد یہاں مطلق باندھنے کی جگہ ہے کیونکہ دوسری روایت میں ہے کہ اس نے عقاص سے خط نکالا جو بالوں کے باندھنے کی جگہ ہے ان لا اکون:۔ یہاں دو اہم نسخے ہیں ۱۔ ان لا اکون ۲۔ الا ان اکون دونوں کا مال ایک ہی ہے۔ اردت ان تکون لی عند القوم ید:۔ بعض حضرات نے یہ توجیہ بھی کی ہے کہ حضرت حاطب کی نیت یہ تھی کہ اہل مکہ لڑائی سے پہلے پہلے مسلمان ہو جائیں لیکن یہ توجیہ ضعیف قرار دی گئی ہے کیونکہ اگر یہ ارادہ ہوتا تو حضرت حاطب اس کو ضرور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کر دیتے بلکہ خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہی مکہ مکرمہ جانے کا اعلان فرما دیتے اور چھپانے کا بہت زیادہ جو اہتمام فرمایا یہ اہتمام نہ فرماتے۔ قد خان اللہ ورسولہ:۔ حضرت عمرؓ کا دوبارہ عرض کرنا کہ یہ جھوٹا ہے اس پر مبنی ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت حاطب کی تاویل پر اعتماد نہ فرمایا۔ لعل اللہ اطلع الی اہل بدر:۔ یہاں لعل یقین ہی کے لئے استعمال ہوا ہے۔ فقد غفرث لکم:۔ یہ معانی آخرت کے لحاظ سے ہے کیونکہ حضرت عمرؓ نے ایک بدری صحابہ کو شراب پینے کی وجہ سے حد لگائی تھی۔ پھر اس میں دو قول ہیں کہ یہ معانی گزشتہ گناہوں کی تھی یا گزشتہ اور آئندہ سب گناہوں کی آخرت میں معافی تھی رائج یہی ہے کہ یہ معافی گزشتہ گناہوں کی تھی یا گزشتہ اور آئندہ سب گناہوں کی آخرت میں معافی تھی رائج یہی ہے کہ معافی عام تھی اور یہ اہل بعد کی خصوصیت

عبید اللہ کو شام کے راستہ کی طرف نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے قافلہ کی جاسوسی کے لئے بھیجا تھا اس لئے یہ دونوں حکماً شریک بدر ہوئے اسی لئے ان کو بدر کی غنیمت میں سے حصہ بھی دیا گیا۔

باب شہود الملئکہ بدر

غرض یہ بیان فرمانا ہے کہ بدر میں فرشتے بھی شریک ہوئے تھے اور فرشتوں کی شرکت قرآن پاک اور حدیث پاک دونوں سے ثابت ہے اور حضرات صحابہ پہنچتے تھے کہ کس کافر کو انسانوں نے قتل کیا ہے اور کس کافر کو فرشتوں نے قتل کیا ہے کیونکہ جس کافر کو فرشتوں نے قتل کیا تھا اس کی گردن اور ہاتھوں کی انگلیوں کے کناروں پر ایسا نشان تھے جیسے آگ سے داغ لگایا گیا ہو کیونکہ حق تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم فرمایا تھا فاضربوا فوق الاعناق واضربوا منهم کل بنان۔ کان رافع من اهل العقبة :۔ ہجرت سے پہلے بعض اہل مدینہ انصاریہ کے موقعہ میں مکہ مکرمہ حاضر ہوتے رہے اور چھپ کر مئی کی ایک گھاٹی میں جو جرہ عقبہ کے پاس تھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر اسلام کی اور نصرت دین کی بیعت کرتے رہے ان کو اہل عقبہ کہتے ہیں پہلے سال چھ حضرات نے بیعت فرمائی تھی دوسرے سال ۱۲ نے اور تیسرے سال ۷۰ نے حضرت رافع بنیوں میں شریک ہوئے۔ ما یسرونی انی شہد بدراً بالعقبہ :۔ حضرت رافع کی اجتہادی رائے یہی تھی کہ شہود عقبہ کا درجہ شہود بدر سے اونچا ہے کیونکہ بیعت عقبہ ہجرت اور نصرت اسلام کا سبب تھی لیکن جمہور کے نزدیک شہود عقبہ کا کوئی الگ درجہ نہیں ہے اور ترتیب مراتب یوں ہے۔ ۱۔ خلفاء اربعہ علی ترتیب الخلافۃ کہ سب سے اونچا مقام انبیاء علیہم السلام کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ کا ہے پھر حضرت عمرؓ پھر حضرت عثمانؓ پھر حضرت علیؓ ۲۔ عشرہ مبشرہ ۳۔ اہل بدر ۴۔ اہل بیعت رضوان ۵۔ من امن قبل الفتح ۶۔ من امن قبل حجة الوداع ۷۔ بقیۃ الصابۃ ۸۔ تابعین ۹۔ تبع تابعین ۱۰۔ بقیۃ المسلمین۔

باب : یہ باب تتمہ ہے باب من شہد بدر کا کیونکہ باب

کے معنی عضو کے ہیں اوصال کے معنی جوڑ کے ہیں۔ و اخبر اصحابہ یوم اصبوا خبر ہم :۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی دن مدینہ منورہ میں صحابہ کرام کو ان صحابہ کے شہید ہونے کی خبر دے دی بطور معجزہ کے جس دن ان کو شہید کیا گیا اور امام بیہقی کی کتاب دلائل الاعجاز میں یہ بھی ہے کہ حضرت ضعیبؓ نے تمنا کی تھی کہ میرا اسلام نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا دیا جائے حق تعالیٰ نے ان کی تمنا کو پورا فرمایا اور حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت ضعیبؓ کا سلام پہنچا دیا۔ و کان قتل رجلاً عظیماً :۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت عامرؓ نے عقبہ بن ابی معیط کو یوم بدر میں قتل کیا تھا جب کہ عقبہ قید ہو کر آیا تھا باقی قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا تھا۔ فبعث اللہ لعاصم مثل الظلۃ من الدبر :۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد بدر کی تفسیر میں منقول ہے زنا بیر یعنی بھڑ اور ایک قول یہ بھی بعض کا منقول ہے کہ اس کا مصداق نخل یعنی شہد کی کھیاں تھیں۔ امام ابو یوسفؒ نے ایک روایت یہ بھی نقل فرمائی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ضعیبؓ کو کون لکڑی سے اتار کر دفن کرے گا۔ جو ایسا کرے گا اس کو جنت ملے گی حضرت زبیرؓ اور حضرت مقدادؓ شریفؓ لے گئے جس دن بدن مبارک کے پاس پہنچے اس دن شہادت کو چالیس دن گزر چکے تھے۔ ابھی تک بدن نرم تھا۔ ہاتھ زخم پر تھا خون ٹپک رہا تھا۔ واپس لا رہے تھے تو کافروں نے تعاقب کیا مجبوراً گھوڑے سے گرا دیا زمین پھٹی اور وہاں دفن ہو گئے۔ لقب یلیح الارض ہوا زمین کا نگلا ہوا۔ اس خون سے مشک کی خوشبو آ رہی تھی۔ رجلین صالحین قد شہدا بدراً :۔ امام زہریؒ نے انکار کیا تھا ان دونوں حضرت کے بدری ہونے سے اس لئے امام بخاریؒ یہاں اس لمبی حدیث کا ایک ٹکڑا نقل فرما رہے ہیں جزوہ تنوک کے بیان میں آئے گی تا کہ امام زہریؒ کے اس قول کی تردید ہو سکے۔ ان سعید بن زید بن عمرو بن نفیل و کان بدریا :۔ ان کو اور حضرت طلحہ بن

کچھلی سند کی تاکید کے لئے ہے۔ وکان من اکبر بنی عدی:۔ یعنی یہ راوی عبد اللہ بن عامر بنی عدی قبیلہ کے سرداروں میں سے تھے۔ ان رافعا اکثر علی نفسہ:۔ حضرت رافع نے اپنے آپ پر ذمہ داری کا بوجھ بڑھا لیا ہے ممانعت تو مزارعت سے ہے کہ پیداوار کا حصہ بطور کرایہ کے لیا جائے یہ ممانعت کو عام قرار دے رہے ہیں کہ نقد کے عوض میں بھی زمین کرایہ پر دینا جائز نہیں ہے۔ نہی عن قتل جنّان البیوت:۔ جنّان میں نون کی تشدید ہے یہ جمع ہے جان کی اس کے معنی ہیں۔ ۱۔ سفید سانپ۔ ۲۔ پتلا سانپ۔ ۳۔ چوٹھا سانپ۔ ان تین معنی میں یہ لفظ مشترک ہے پھر ممانعت کی صورت یہ ہے کہ جب گھر میں سوراخ سے سانپ نکلے تو اس کو تین دفعہ کہا جائے چلے جاؤ اگر نہ جائے تو مار دیا جائے پھر اس ممانعت میں چار قول ہیں۔ بیوت مدینہ منورہ میں صرف ممانعت ہے۔ ۱۔ سب شہروں کے گھروں میں ممانعت ہے۔ ۳۔ سب گھروں میں ممانعت ہے۔ ۴۔ صرف اس سانپ کو مارنے کی ممانعت ہے جو سفید ہو اور اپنے چلنے میں ٹیڑھا نہ ہو بلکہ بیدھا چلے۔ ان چار قولوں میں سے پہلے قول کو امام مالک علامہ سیوطی اور حضرت گنگوہی نے ترجیح دی ہے کیونکہ مدینہ منورہ میں کثرت سے جنّات سانپ کی شکل میں رہتے ہیں۔ ان رجالا من الانصار استاذ نوا:۔ اس روایت کی باب سے مناسبت یہ ہے کہ یہ اجازت مانگنے والے حضرات بدری صحابہ تھے اور حضرت عباسؓ بدر کے قیدیوں میں سے تھے۔ فلو غیر اکّار قتلنی:۔ جن انصار نے ابوہل کو زخمی کیا تھا ان کی تحیر کرنی چاہتا ہے ابوہل کیونکہ اکّار کہتے ہیں کھیتی کا کام کرنے والے کو انصار کا کام زیادہ تر کھیتی باڑی کا تھا سوال۔ پیچھے ابوہل کا قول خوشی کے اظہار کا گذرا ہے کہ میری قوم نے ہی قتل کیا ہے یہاں اس کے خلاف

شہود المملکتہ بدر ابھی باب من شہد بدر ابھی کا تہہ ہے۔ ولم یترک عقباً:۔ کوئی اولاد وغیرہ وارث نہ چھوڑی۔ حدث بعدک امر نقض:۔ آپ کے سفر پر جانے کے بعد نسخ واقع ہوا ہے۔ مد جج:۔ اسم فاعل اور اس مفعول دونوں طرح پڑھنا صحیح ہے ہتھیاروں سے ڈھکا ہوا یا اپنے آپ کو ڈھانپنے والا۔ اباذات الکروش:۔ کرش کے تین معنی آتے ہیں۔ ۱۔ او جری۔ ۲۔ عیاں۔ ۳۔ جماعت۔ یہاں لقب میں تینوں احتمال ہیں۔ تمطّات فکان الجہدان نزعتھا وقد انشئ طر فاھا:۔ نیزے کو (آنکھ سے) کھینچا۔ کھینچنے میں بہت مشقت ہوئی اس کے کنارے مڑ گئے شارف:۔ بوڑھی اونٹنی الغرائر:۔ گھاس ڈالنے کے لئے بورے فلم املک عینی:۔ وجہ۔ ۱۔ حضرت فاطمہ کے ولیمہ کا حق تلف ہوا۔ ۲۔ غصہ کی شدّت کی وجہ سے غیر اختیاری طور پر آلسوا گئے۔ النواء:۔ یہ جمع ہے ناویہ کی بمعنی موٹی۔ شمل:۔ نشہ میں بے ہوش۔ کبیر علی سہل بن حنیف:۔ دو احتمال ہیں۔ ۱۔ چھ بکیریں کہیں۔ ۲۔ پانچ بکیریں کہیں۔ اور متدرک حاکم میں ہے التفت الینا فقال انہ من اہل بدر اس روایت سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ مشہور یہی تھا کہ جنازے پر چار بکیریں ہوتی تھیں جیسا کہ صراحۃ منقول ہے کہ حضرت عرفاروقؓ کے زمانہ خلافت میں چار بکیریوں پر صحابہ کرام کا اجماع ہو گیا تھا لیکن حضرت علیؓ کا اجتہاد تھا کہ کسی کی فضیلت ظاہر کرنے کے لئے ایک یا دو بکیریں زائد کہنی بھی جائز ہیں۔ انفذہ:۔ یہ لفظ اوپر والی عبارت سے پہلے ہے اس کے دو معنی کئے گئے ہیں۔ ۱۔ ٹھیک ٹھیک نقل فرمایا ہے ابن اصہبانی نے۔ ۲۔ ابن اصہبانی نے یہ روایت لکھ کر میرے پاس بھیج دی یعنی تحمل کی صورت مکاتبہ ہوئی ہے سماع من الشیخ یا قراءۃ علی الشیخ وغیرہ نہیں ہوئی ہیں۔ فصدقہ:۔ یعنی یہ سند صرف

ہے جواب۔ ۱۔ وہ انتہاء کے لحاظ سے تھا کہ گردن کاٹنے والے ابن مسعود ہیں۔ ۲۔ وہ خوشی کا اظہار غلبہ کے لحاظ سے تھا کیونکہ مسلمانوں کے حاکم نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تھے جو قریش میں سے تھے۔ **وذلك أول ما قرأ الايمان في قلبي**۔ سوال یہ موقعہ ہے بدر کا یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جبیر اس موقعہ میں مسلمان ہوئے اور ایک روایت میں ہے کہ فتح مکہ کے موقعہ پر مسلمان ہوئے یہ بظاہر تعارض ہے۔ جواب دل میں ایمان بدر کے موقعہ میں آیا لیکن اظہار فتح کے موقعہ پر کیا۔ **في هولاء النتنى**۔ نتنی کے معنی بدبودار چیز کے ہیں یہ اس آیت کا مضمون ہے **انما المشركون نجس**۔ **لتركتهم له**۔ کیونکہ مطعم بن عدی نے وہ کاغذ پھاڑا تھا جس میں قریش نے مقاطعہ بنی ہاشم سے لکھا تھا اور اس کی وجہ سے بنی ہاشم تین سال تکلیف میں رہے تھے اس کے علاوہ جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے واپس تشریف لائے تھے تو مطعم بن عدی نے آپ کو پناہ دی تھی۔ یہ مطعم بن عدی غزوہ بدر سے کچھ

پہلے کفر ہی کی حالت میں تو ۷۰ سال سے کچھ زائد کی عمر میں فوت ہو گیا تھا۔ **ثم وقعت الثالثة**۔ اس سے مراد ابو حمزہ خارجی کا حملہ ہے مردان بن محمد بن مروان بن الحکم پر جو ۱۳ھ میں ہوا۔ **طباخ**۔ اس کے اصلی معنی موٹا پے کے ہیں مراد قوۃ ہے۔ **وهو يلقىهم**۔ اور دوسرے نسخہ میں ہے **يلقيهم** یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ڈالنے کا حکم دے رہے تھے۔ **ما انتم باسمع لما قلت منهم**۔ یہ منہم متعلق ہے اسمع کے اور اس سے معلوم ہوا کہ اس تفصیل اور اس کے متعلق کے درمیان فصل جائز ہے۔ **فجميع من شهد بدراً** الخ۔ یہ کس کا مقولہ ہے دو احتمال ہیں۔ ۱۔ امام بخاری کا مقولہ ہے۔ ۲۔ موسیٰ بن عقبہ کا مقولہ ہے ایسے ہی آگے جو عبارت ہے **وكان عروۃ** اس میں بھی دونوں احتمال ہیں۔ پھر مثبت زیادة کو ترجیح ہے اس لئے قریش میں سے بدری صحابی سو ہونا رائج ہے اور چونکہ بعض نسخوں میں **جميع من شهد بدراً** سے پہلے قال ابو عبد اللہ بھی ہے اس لئے ان دونوں کلاموں میں امام بخاری کا مقولہ ہونا رائج ہے۔

الحمد للہ چوتھی جلد ختم ہوئی

الخیر الجاری شرح صحیح البخاری جلد پنجم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

جب وہ دونوں سو گئے تو ان دونوں کو اس نے قتل کر دیا۔ اُس سے دیت لینے میں بنی نضیر سے امداد لینے کے لئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم چند صحابہ کو ساتھ لے کر بنی نضیر کے ہاں تشریف لے گئے وہ صحابہ یہ تھے حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ حضرت سعدؓ بن معاذؓ حضرت سعدؓ بن عبادہؓ حضرت اسید بن خضیرؓ۔ یہ سب حضرات ایک دیوار کے پاس تشریف فرما تھے کہ بنی نضیر نے عمرو بن جاش کو مقرر کیا کہ وہ اوپر سے بڑا پتھر گرا کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کو شہید کر دے۔ وحی سے اطلاع کر دی گئی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے اُٹھ کر مدینہ منورہ تشریف لے آئے اور پیغام بھیجا کہ دس دن میں یہاں سے نکل جاؤ ورنہ قتل کر دیئے جاؤ گے عبد اللہ بن ابی منافق نے بنی نضیر کو جانے سے روک دیا اس لئے انھوں نے پیغام بھیجا کہ ہم نہیں جاتے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۵ یا ۲۳ یا ۲۵ دن محاصرہ فرمایا صحابہ کرام کے ساتھ مل کر پھر یہ بنی نضیر نکلنے کے لئے تیار ہو گئے اور چونکہ لڑائی نہ ہوئی تھی اس لئے یہ مال فئی بن گیا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی میں آ گیا یہ بنی نضیر کچھ شام میں چلے گئے کچھ خیبر میں چلے گئے اور دو حضرات ان میں سے مشرف باسلام ہو گئے حضرت یامین بن عمیر اور ابوسعید بن وہب اس لئے ان دونوں حضرات کا مال نہ چھینا گیا۔

و جعلہ ابن اسحق بعد بئر معونة وأُخذ: اور یہی قول رائج ہے۔ فكان بعد ذلك يرد عليهم: انصار کا ایک آدمی تھا وہ اپنی کھجوروں کے درختوں کے پھل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا کرتا تھا۔ جب قریظہ اور نضیر فتح ہو گئے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کھجوریں

باب تسمية من سمى من اهل بدر في الجامع یہ باب گذشتہ ابواب کا متمم ہے کیونکہ اس میں اجمال ہے گذشتہ ابواب کا اور مراد جامع سے یہی صحیح بخاری ہے۔ غرض ان حضرات کی فضیلت کا ذکر ہے تاکہ لوگ ان کے لئے خصوصی دعا فرمائیں اور لمعات میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں قیل ان الدعاء عند ذکر ہم فی البخاری مستجاب۔ کان فی النظارة:۔ یہ بدر کا پانی دیکھ رہے تھے قتال کے لئے نہ آئے تھے ان کو حبان بن العرقہ نے قتل کر دیا اور یہ بدر میں انصار میں سے سب سے پہلے شہید ہوئے۔ ہلال بن اُمیۃ الانصاری: یہاں تک ۳۲ بدری صحابہ کے نام مبارک ذکر فرمائے ان کے ذکر کے بعد بھی دعا قبول ہوتی ہے جیسا کہ اوپر نقل کیا گیا اور بعض حضرات نے سب کے نام بھی جمع فرمائے ہیں ان کے ذکر کے بعد بھی دعا قبول ہوتی ہے۔

باب حدیث بنی النضیر

غرض بیان ہے عزوہ بنی نضیر کا یہ مدینہ منورہ کے قریب قبیلہ یہودیوں کا تھا ان سے مسلمانوں کا معاہدہ تھا لیکن انھوں نے خود ہی معاہدہ توڑ دیا تھا۔ فی دية الرجلین: یہ فی تعلیلیہ ہے جیسے حق تعالیٰ کے ارشاد میں ہے فذلک الذی لمتننی فیہ۔ وما ارادوا من الغدر برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: غزوہ بنی نضیر کی تفصیل یہ ہے کہ بنی عامر اور بنی نضیر اور بنی ضمرہ یہ تینوں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیف تھے۔ ایک دفعہ بنی عامر کے دو آدمی سایہ میں آرام کرنے آئے وہاں عمرو بن اُمیۃ ضمری تھا۔ پوچھا کس قبیلہ کے ہو انھوں نے بتلادیا کہ بنی عامر قبیلہ کے ہیں اُس کو پتہ نہ تھا کہ یہ قبیلہ بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیف ہے۔

واپس فرمادیں کہ اب مجھے ضرورت نہیں رہی کیونکہ دینے والے نے پھل دیئے تھے درختوں کی ذات نہ دی تھی۔

سیرۃ بنی لؤی: قریش کے سردار اس کا مصداق مسلمان بھی ہو سکتے ہیں اور مشرکین مکہ کے سردار بھی ہو سکتے ہیں۔

حریق بالبویرة: بویرہ جگہ کا نام ہے۔

ابو سفیان بن الحارث: یہ ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے یہ نبی پاک کے چچا زاد بھائی تھے کیونکہ حارث عبدالمطلب کے بیٹے تھے۔ ادام اللہ ذلک: سوال ابوسفیان نے زمانہ کفر میں بنی نضیر کی آگ کی تائید کیسے کر دی یہ تو مسلمانوں کی تائید ہو گئی۔ جواب۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ بنی نضیر کی آگ اتنی زیادہ بھڑکے کہ مدینہ منورہ بھی جل جائے نعوذ باللہ من ذالک۔

اینا منها بنزہ: ہم میں سے کون برائی سے دور ہے۔

ای ارضینا نصیر: اس میں لفظ ارضینا تشبیہ کا صیغہ ہے۔ اور نصیر کے معنی تھمر کے ہیں اور ایک روایت میں آخری لفظ نصیر ہے بمعنی تروتازہ کیونکہ نصارۃ سے مشتق ہے جس کے معنی تروتازگی کے ہیں۔ کہ ہم دونوں کی زمینوں میں سے کس کی زمین تروتازگی والی ہے۔ قال فحدثت هذا الحديث عروة بن الزبير: اس قال کے فاعل حضرت ابن شہاب زہری ہیں۔

باب قتل کعب بن الاشرف

غرض کعب بن الاشرف کے قتل کے واقعہ کا بیان ہے۔ یہ واقعہ ۳۰ھ ماہ رمضان المبارک میں پایا گیا۔ یہ کعب بن الاشرف نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی جھوکتا تھا اور مسلمانوں کے خلاف کافروں کی امداد کرتا تھا۔ بدر پر بہت روتا تھا اور شعر کہتا تھا۔ اگرچہ یہ ذمی تھا لیکن کافروں کی مدد کرنے کی وجہ سے اس نے خود ہی ذمی ہونے کا معاہدہ توڑ دیا تھا اس لئے ضابطہ کے مطابق اس کا قتل جائز ہو گیا تھا۔ وسقا: یہ ساٹھ صاع کا ہوتا ہے۔

وحدثنا عمرو بن غيرة: یہ سفیان بن عیینہ کا مقلوبہ ہے۔

قائل بشعره: میں اُس کے بالوں کو کھینچنے والا ہوں گا۔ یعنی

جب میں اس کے بال کھینچوں گا تو تم حملہ کر کے اُسے قتل کر دینا۔ متوشحاً: کپڑے اور ہتھیار پہن کر اترنا۔

باب قتل ابی رافع

غرض ابورافع کے قتل کے واقعہ کو بیان فرماتا ہے۔ اور قتل کی وجہ خود متن بخاری شریف کی مسند حدیث میں مذکور ہے۔

وراح الناس بسرجهم: لوگ اپنے چرنے والے مویشی لے آئے۔ ان میں بکریاں اونٹ گائے سب داخل ہیں۔

الاغاليق: چابیاں۔ طبة السيف: تلوار کی نوک۔

النجاء: جلدی سے چلے جاؤ۔ فنلطفٹ: میں باریک تدبیر سوچ رہا تھا۔ فی کوة: ایک آلہ میں چابیاں رکھ دیں۔

سوال پچھلی روایت میں تھا کہ ایک کیل میں لٹکا دیں۔ یہاں ہے کہ آلہ میں رکھ دیں یہ بظاہر تعارض ہے۔ جواب کیل آلہ کے اندر تھا۔ تعارض نہ رہا۔ فانخلعت رجلی: پاؤں میں موج آ گئی۔ سوال گذشتہ روایت میں تھا کہ ہڈی ٹوٹ گئی یہاں ہے کہ موج آ گئی یہ تو بظاہر تعارض ہے۔ جواب۔ دونوں تکلیفیں واقع ہوئی تھیں

ایک روایت میں ایک کا ذکر ہے دوسری روایت میں دوسری تکلیف کا ذکر ۲۔ دونوں روایتوں میں صرف یہ مراد ہے کہ پاؤں کو تکلیف ہو گئی تھی۔ اُحجَلُ: ایک ٹانگ پر چلتا تھا۔

فقمْتُ امشي مابي قلبه: قلبہ کے معنی تکلیف کے ہیں۔ سوال۔ یہاں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قتل کی جگہ ہی میں تکلیف ختم ہو گئی تھی اور گذشتہ روایت میں یہ مذکور ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پھیرنے سے تکلیف ختم ہوئی تھی یہ تو بظاہر تعارض ہے۔ جواب۔ کچھ تکلیف قتل کی جگہ ختم ہوئی اور باقی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پھیرنے سے ختم ہوئی۔

باب غزوة أحد

غرض غزوہ احد کا بیان فرماتا ہے۔ یہ غزوہ ۱۱ شوال ۳ھ میں واقع ہوا احد پہاڑ مدینہ منورہ سے ایک فرسخ سے بھی کم فاصلہ پر واقع

۳۰ھ ماہ رمضان المبارک میں پایا گیا۔ یہ کعب بن الاشرف نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی جھوکتا تھا اور مسلمانوں کے خلاف کافروں کی امداد کرتا تھا۔ بدر پر بہت روتا تھا اور شعر کہتا تھا۔ اگرچہ یہ ذمی تھا لیکن کافروں کی مدد کرنے کی وجہ سے اس نے خود ہی ذمی ہونے کا معاہدہ توڑ دیا تھا اس لئے ضابطہ کے مطابق اس کا قتل جائز ہو گیا تھا۔ وسقا: یہ ساٹھ صاع کا ہوتا ہے۔

وحدثنا عمرو بن غيرة: یہ سفیان بن عیینہ کا مقلوبہ ہے۔ قائل بشعره: میں اُس کے بالوں کو کھینچنے والا ہوں گا۔ یعنی

غرض غزوہ احد کا بیان فرماتا ہے۔ یہ غزوہ ۱۱ شوال ۳ھ میں واقع ہوا احد پہاڑ مدینہ منورہ سے ایک فرسخ سے بھی کم فاصلہ پر واقع

کر دیا۔ ان دونوں تفسیروں میں نحب کے معنی وعدہ کے ہیں۔ ۳۔ بعض نے نذر مانی تھی کہ شہید ہونے تک لڑتا رہوں گا اس کو پورا کر دکھایا اس تفسیر پر نحب بمعنی نذر ہے۔

باب اذہمت طائفان منکم ان تفشلا
غرض اس آیت مبارکہ کی تفسیر ہے۔

خو قاء: دو تفسیریں کی گئی ہیں۔ ۱۔ عقل اور علم سے خالی۔ ۲۔ ایسی لڑکی جس میں نہ نرمی ہو نہ تدبیر و سیاست ہونا تجربہ کار ہو۔ **فَیْبِدِرُ**: ڈھیر لگا دو۔ **أَغْرُوا**: وہ دامن جو کافر تھے غصہ میں آگئے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سفارش کریں گے کہ قرضہ معاف کر دیا کم کر دو اور وہ نہ کم کرنا چاہتے تھے نہ معاف کرنا چاہتے تھے۔ **تُرک ست ہنات**: یہ لفظ اوپر کے دو لفظوں سے پہلے ہے۔ سوال پیچھے ایک روایت میں ۹ بیٹیاں مذکور تھیں جواب۔ ۱۔ تین شادی شدہ تھیں ان کا ذکر یہاں نہ فرمایا۔ ۲۔ چھ شادی شدہ تھیں یہاں ان کا ذکر فرمایا۔ **ومعہ رجلاں لیقاتلان**: یہ جبریل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام تھے۔ جیسا کہ مسلم شریف کی روایت میں تصریح ہے۔

نثل لی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کنانہ
نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ترکش سے اپنے تیر نکال کر دیئے کہ لڑائی میں یہ میرے تیر استعمال کرو۔

لسعد بن مالک: حضرت سعد بن ابی وقاص ہی مراد ہیں مالک ابی وقاص کا نام تھا۔ **عن حدیثہما**: ان دونوں حضرات نے خود اپنا واقعہ حضرت ابو عثمان کو بتلایا تھا سوال۔ حضرت مقداد کا بھی تو ساتھ ہونا پیچھے مذکور ہوا ہے جواب۔ ۱۔ حضرت مقداد اس حملہ کے بعد حاضر ہوئے۔ ۲۔ بعض مقامات میں صرف یہی دو تھے۔ ۳۔ بعض حالات میں صرف یہی دو تھے۔ ۴۔ مہاجرین میں سے صرف یہی دو تھے۔

رایث ید طلحة شلاء: امام حاکم اپنی کتاب اکلیل میں نقل فرماتے ہیں کہ ۳۵ یا ۳۹ زخم ہوئے تھے اور سببہ اور ساتھ

تھا۔ ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے اور پرانا میل انگریزی میل سے ایک فرلانگ بڑا ہوتا ہے اور فرلانگ میل کا آٹھواں حصہ ہوتا ہے اور انگریزی میل ۶۰ کلومیٹر کے برابر ہوتا ہے یعنی تقریباً ڈیڑھ کلومیٹر کے برابر ہوتا ہے۔ اس پیارے پہاڑ کا احداث لے کتے ہیں کہ اس میں تو حد ہے یعنی یہ پہاڑ باقی پہاڑوں سے الگ تھلگ واقع ہے۔ ایک روایت کے مطابق جنت کے اندر دروازے کے قریب ہوگا اور ایک روایت کے مطابق باب جنت کا ستون بنے گا۔

ہذا جبریل: یہ حدیث پاک بہت سے نسخوں میں یہاں نہیں ہے اور یہ حدیث اسی سند کے ساتھ باب شہود الملکۃ میں گذر چکی ہے اور اس میں یوم احد کی جگہ یوم بدر ہے اس لئے یہاں یوم احد کا لفظ کسی راوی کا وہم شمار کیا گیا ہے۔

صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی قتلی احد: اس حدیث پاک سے حنفیہ کے مسلک کی تائید ہوتی ہے کہ شہید پر نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے۔ سوال۔ میت پر تین دن کے بعد نماز جنازہ نہیں پڑھی جاتی جبکہ دفن کرنے کے بعد تین دن گذر چکے ہوں اور یہاں آٹھ سال کے بعد نماز جنازہ پڑھنی منقول ہے۔ جواب۔ ۱۔ یہ خصوصیت ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ ۲۔ یہاں لفظ صلی سے مراد دعاء ہے لیکن یہ توجیہ بعید ہے صلی کا لفظ قرآن وحدیث میں نماز ہی میں بولا جاتا ہے۔

یہد بھا: مچن رہا ہے یعنی دنیا ہی میں بدلہ نیکی کا وصول کر رہا ہے شاید آخرت میں کچھ کمی ہو جائے یہ غلبہ حالی ہے آخرت میں کمی نہیں ہوتی۔ **ما أجڈ**: یہ لفظ چار طرح پڑھا گیا ہے۔ ۱۔ ما أجڈ میں کوشش کرتا ہوں باب ضرب یضرب۔ ۲۔ ما أجڈ میں کوشش کرتا ہوں۔ باب نصر یضرب۔ ۳۔ ما أجڈ میں پاتا ہوں وجدان سے۔ ۴۔ ما أجڈ جو میں مبالغہ کرتا ہوں باب افعال سے۔

فمنہم من قضیٰ نحبه: اس آیت کی مختلف تفسیریں کی گئی ہیں۔ ۱۔ لیلۃ العقیقہ میں جو اسلام اور نصرة پر وعدہ کیا تھا اس کو پورا کر دیا۔ ۲۔ نہ بھاگنے کا بعض نے وعدہ کیا تھا اس کو پورا

والی انگلی شل ہوگئی تھی۔ مجوَّب: ڈھال بنانے والے۔

بحجفة: ڈھال۔ خلم: پاؤں کا زیور۔ تنقزان: اٹھاتی تھیں۔ ولقد وقع السیف: قال ابن عباس النعاس فی القتال آمنه من الله وفي الصلوة وسوسته من الشيطان. ای عباد الله أخر اکم: ابلیس نے کافروں سے کہا پیچھے دیکھو۔ جب دیکھا تو رومی اتر چکے تھے جبکہ خالی تھی تو واپس آگئے۔ اور آگے اور پیچھے سے مسلمانوں پر حملہ کیا۔

فاذا هو بابیه الیمان: ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں عورتوں کے ساتھ کمزوری کی وجہ سے چھوڑ دیا تھا لیکن بعد میں آگئے اور لوگ ان کو کم جانتے تھے۔ مسلمانوں نے عی غلطی سے شہید کر دیا پھر ان کی دیت دی گئی جو حضرت حذیفہ نے خیرات کر دی اس لئے ان کے درجے بلند ہوئے اور لوگوں نے عزت بھی کی۔ بصُرث علمث: روایت میں بصر حذیفہ آیا تھا اور زیادہ ابھر آتا ہے اس لئے امام بخاری نے معنی کر دیئے کہ بعض ابصر اور بصر میں فرق کرتے ہیں بعض نہیں کرتے۔

باب قول الله تعالى

ان الذين تولوا منكم الاية

غرض اس آیت میں مبارکہ کی تفسیر ہے بعض نے اس آیت کو بدر کے متعلق کہا ہے یہ صحیح نہیں ہے۔ امام بخاری بھی احد کے واقعات ہی میں اس پاک آیت کو ذکر فرما رہے ہیں۔

باب اذ تصعدون الاية

غرض اس آیت کی تفسیر ہے۔

فاصابکم غمّاً بغم: اس کی مختلف تفسیریں کی گئی ہیں۔ ۱۔ تم نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو غم پہنچایا کہ گھاٹی میں کھڑے رہنے کا حکم دیا تھا تا فرمائی کی کہ اتر آئے اس کے بدلہ میں ہم نے تم کو غم پہنچایا کہ شکست دلوادی اس صورت میں باء بدلیت کے لئے ہے۔ ۲۔ باء علی کے معنی میں ہے۔ غم پر غم پہنچایا

یعنی بہت زیادہ غم پہنچایا۔ ۳۔ باء علی کے معنی میں ہے معنی یہ ہیں کہ ایک غم پر دوسرا غم پہنچایا پہلا شکست کا دوسرا مشرکین کے پہاڑ پر چڑھ کر جھانکنے کا۔ ۴۔ باء علی کے معنی میں ہے کہ ایک غم پر دوسرا غم دیا اور پہلا غم غنیمت اور فتح فوت ہونے کا ہے اور دوسرا غم مشرکین کے پہاڑ پر چڑھ کر جھانکنے کا ہے۔

لکیلا تحزنوا علی ما فاتکم ولا ما اصابکم: تین تفسیریں کی گئی ہیں۔ ۱۔ لازائدہ ہے۔ ۲۔ لکیلا ذرا دور سے متعلق ہے ولقد عفا عنکم ہم نے معاف کر دیا تاکہ غم نہ ہو۔ ۳۔ ہم نے دنیا میں سزا دے دی تاکہ تم گناہ سے پاک ہو جاؤ اور تمہارا غم ہلکا ہو جائے کیونکہ سلیم الطبع کو سزا مل جانے سے سکون ہو جاتا ہے کہ اچھا ہوا گناہ سے پاک ہو گیا۔ یہ تین تفسیریں اس لئے کی گئی ہیں کہ ظاہر کے لحاظ سے اشکال ہوتا ہے کہ غم پہنچایا تاکہ تم غمگین نہ ہو یہ تو اجتماع ضدین ہے اب ان تین تو جیہوں کے بعد یہ اشکال نہ رہا۔

باب قوله تعالى ثم انزل علیکم الاية

غرض اس نحاس کی وضاحت ہے جو اس آیت مبارکہ میں مذکور ہے۔

باب ليس لك من الا مرشیء الاية

غرض اس آیت مبارکہ کی تفسیر ہے۔ اس آیت مبارکہ میں لام الی کے معنی میں ہے ای لیس الیک من الامرشیء پھر دو اہم تفسیریں کی گئی ہیں۔ ۱۔ ان کی اصلاح اور عذاب میں سے کچھ بھی آپ کے اختیار میں نہیں ہے۔ ۲۔ ان کی فتح و شکست میں سے کچھ بھی آپ کے اختیار میں نہیں ہے۔ پھر اویتوب علیہم میں او بمعنی حتی ہے اور فانہم ظالمون کا تعلق اویتوب علیہم سے ہے کہ وہ عذاب کے مستحق ہیں۔ پھر اس آیت مبارکہ کے شان نزول میں پانچ اہم قول ہیں۔ ۱۔ اس باب کے شروع میں جو تعلق ہے اس کی تفصیل مسلم شریف میں یوں ہے عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کسرت رباعیۃ یوم احد ورجل جہیۃ حتی سال الدم علی وجھہ قال کیف یفلح قوم فلو اھذا یشکم وھو یدعوهم الی ربھم اور زیر بحث باب میں جو تعلق ہے اس میں یہ بھی ہے کہ اس فرمانے پر یہ آیت

بدن نظر نہیں آ رہا تھا چہرہ بھی نظر نہ آ رہا تھا۔ استر وضع لہ: میں دودھ پلانے والی اُس بچے کے لئے تلاش کر رہا تھا اُس بچے کے قدم تمہارے قدموں جیسے تھے گویا پچاس سال کے بعد صرف قدم دیکھ کر پہچان لیا۔ سباع: ایک کافر کا نام تھا۔

ام انمار: یہ نام ہے۔

مقطعة البظور: یعنی تم ختنہ کرنے والی عورت کے بیٹے ہو بظہر ایک گوشت کا ٹکڑا ہوتا ہے جو ختنہ کرتے وقت کاٹ دیا جاتا ہے۔ یہ لفظ بطور ملامت کے حضرت حمزہ نے فرمایا۔

اتحاد: اس کے معنی ہیں کہ کیا تم ضد کرتے ہو۔

فأضعها في ثنتيه: عانہ میں نیزہ مارا یعنی وہ جگہ جو پیشاب کی جگہ کے اوپر ہوتی ہے۔ فکان ذاک العهدہ: یہ کنایہ ہے موت سے۔

لا يهيج رسولاً: اپنی سے ناراض نہیں ہوتے۔

جمل اورق: گندم گونی رنگ والا اونٹ:

باب ما اصاب النبی صلی اللہ علیہ

وسلم من الجراح يوم احد

غرض نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زخمی ہونے کا واقعہ کا بیان ہے غزوہ احد میں۔ اشتد غضب اللہ علی رجل یقتله رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اس رجل کا مصداق اور اس حدیث پاک کا شان ورود یہ ہے کہ جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ احد میں زخمی ہو گئے تو ابی بن خلف نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوا اور اُس نے یہ قسم کھائی کہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دوں گا اس پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلکہ میں اُسے قتل کر دوں گا اور فرمایا کذاب این نفر اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کی درع کے دامن پر حملہ فرمایا وہ گر پڑا اور بیل کی طرح چیخا اس کو اٹھا کر لے گئے ایک دن کے اندر فوت ہو گیا تو فرمایا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اشد غضب اللہ علی رجل یقتله رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سبیل اللہ۔

نازل ہوگئی لیس لک من الامر شئی ۲۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کی ایک قوم پر لعنت فرمائی تھی اُس وقت یہ مذکورہ آیت نازل ہوئی ۳۔ مسلمانوں میں سے جو حضرات غزوہ احد میں بھاگ گئے تھے ان میں حضرت عثمان بھی تھے ان کو بُرا کہنے کا ارادہ فرمایا تھا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی ۴۔ کچھ اصحاب صفہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجے تھے اور ان کو عَصِیۃ اور ذکو ان قبیلوں نے شہید کیا تھا۔ چالیس دن اُن پر قوت نازلہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی تھی اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی تھی ۵۔ جب غزوہ احد میں کافروں نے حضرت حمزہ کا مثلہ کیا تھا تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ کو دیکھ کر فرمایا کہ میں بھی مثلہ کروں گا۔ اس وقت یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

وعن حنظلة بن ابی سفیان: اس روایت کی مناسبت باب سے یہ ہے کہ اس باب میں جو تعلیق سب سے پہلے بیان کی گئی ہے اس میں اُسی کی تفصیل ہے کہ یہ تین حضرات غزوہ احد کے موقع پر کافر تھے ان کے خلاف بددعا فرمانے کا ارادہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا تو آیت نازل ہوگئی اور تینوں حضرات بعد میں مسلمان ہو گئے۔

باب ذکر ام سلیط

غرض ان صحابی عورت کا ذکر مبارک ہے یہ بیعت بھی ہوئی تھیں اور غزوہ احد میں شریک بھی ہوئی تھیں۔ تَزْفِرُ لَنَا الْقَرْبَ: تین معنی آئے گئے ہیں ۱۔ مشکیزوں کی سلائی فرماتی تھیں ۲۔ مشکیزے اٹھاتی تھیں ۳۔ مشکیزے کمر پر اٹھاتی تھیں۔

باب قتل حمزة: غرض حضرت حمزہ کے غزوہ احد میں شہید ہونے کا واقعہ کا بیان فرماتا ہے۔

کأنه حمیت: گویا کہ وہ کبھی کا مشکیزہ ہیں۔ بھاری بدن کے تھے حضرت وحشی اس لئے کبھی کے مشکیزہ کے ساتھ تشبیہ دی۔

وعبید اللہ معتجز بعمامته: حضرت عبید اللہ نے پگڑی سر پر باندھی ہوئی تھی بلکہ سر اور منہ پر لپیٹی ہوئی تھی کہ حضرت وحشی کو پاؤں اور آنکھوں کے سوا حضرت عبید اللہ کا باقی

باب: بعض نسخوں میں یہاں باب نہیں ہے اور جن نسخوں میں ہے تو پھر وہ تہہ ہے گذشتہ باب کا۔

باب الذین استجابوا للہ والرسول

اس باب کی غرض اس آیت مبارکہ کا شان نزول بتلانا ہے اور ربط اس باب کا ان ابواب سے یہ ہے کہ شان نزول کا تعلق غزوہ احد سے ہے۔

باب من قتل من المسلمین یوم احد

غرض شہداء احد کا ذکر ہے۔ ولم یصل علیہم: شہید پر نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے یا نہ یہ مسئلہ کتاب البجائز میں گذر چکا ہے۔ حتی رفع: یعنی ان کا جسم مبارک نماز کے لئے یا دفن کرنے کے لئے اٹھایا گیا۔ وراثیث فیہا بقرا: اور ایک روایت میں ہے بقرا تذبح اور اس خواب مبارک کی تفصیل پیچھے گذر چکی ہے۔ اذا غطی بہار جلیہ: منصوب بزعر الخاضع ہے علی رجليہ۔ یهدبہا: پھل چُن چُن کر کھا رہا ہے۔

باب احد یحبنا: غرض احد پہاڑ کی ایک خصوصی فضیلت کا بیان ہے کہ وہ ہم سے محبت رکھتا ہے اس محبت کی دو توجہیں ہیں۔ ۱۔ احد پہاڑ والے ہم سے محبت رکھتے ہیں۔ ۲۔ خود احد پہاڑ میں اللہ تعالیٰ نے محبت پیدا فرمادی ہے واللہ علی کل شیء قدیر۔

لا بتیہا: لفظ لایہ کے معنی پتھریلی زمین کے ہوتے ہیں۔

باب غزوۃ الرجیع ورعل وذکوان

وبئر معونۃ وحديث عضل والقارة

وعاصم بن ثابت وخبیب واصحابہ

غرض غزوۃ الرجیع اور غزوہ بئر معونۃ کا ذکر ہے۔ رجیع جگہ کا نام ہے چونکہ اس جگہ کے قریب یہ غزوہ ہوا اس لئے اس کا نام غزوۃ الرجیع ہوا۔ پھر امام بخاری کے الفاظ سے جو یہاں ترجمہ الباب میں ہیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ غزوۃ الرجیع اور غزوۃ بئر معونۃ ایک غزوہ کے دو نام ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ غزوۃ الرجیع میں دس صحابہ کرام تشریف لے گئے تھے ان میں حضرت عاصم اور حضرت خبیب بھی تھے اور ہمارے مخالف اس میں قبیلہ عضل اور

قبیلہ قارہ کے کافر تھے ان دونوں قبیلوں کا ذکر صحیح بخاری میں تو نہیں ہے البتہ کتاب المغازی لا بن الحلق میں ہے اور غزوہ بئر معونۃ میں ستر حضرات قراء تشریف لے گئے تھے اور ان کی لڑائی قبیلہ رعل و ذکوان کے ساتھ ہوئی تھی اور یہ دونوں واقعے غزوہ احد کے بعد جلدی ہی پیش آئے تھے اور اکٹھے ہی پیش آئے تھے زمانہ ایک تھا واقعے الگ الگ تھے اور دونوں واقعوں کی خبر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ہی رات وحی سے دی گئی تھی پھر غزوۃ الرجیع کی صورت یہ پیش آئی تھی کہ قبیلہ عضل اور قبیلہ قارہ کے چند آدمی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ عرض کیا کہ چند قراء حضرات ہمارے ساتھ آپ بھیج دیں جو ہمیں اسلام کے احکام سکھائیں تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دس حضرات کو ساتھ بھیجا اور ان میں سے حضرت عاصم کو ان کا سردار بنایا یہاں تک کہ جب الرجیع مقام تک پہنچے تو انھوں نے عہد شکنی کی اور چیخ کر ہذیل قبیلہ کو بلایا اور ان میں سے اکثر کو شہید کر دیا جیسا کہ روایات میں تفصیل آ رہی ہے۔ وھو جد عاصم بن عمر بن الخطاب: یعنی حضرت عاصم بن ثابت حضرت عاصم بن عمر کے ماں کی طرف سے دادا تھے جس کو ہم نانا کہتے ہیں۔ وکان عاصم قتل عظیماً من عظمائہم: اس عظیم سے مراد عقیقہ بن ابی معیط ہے جس کو بدر میں پکڑ لیا گیا تھا لیکن نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت عاصم نے قتل کر دیا تھا۔ من الدبر: ہمارے امام ابو حنیفہ کی تحقیق ہے کہ دبر سے مراد یہاں زنا بیر ہیں زنا بوری جمع جس کو اردو میں بھڑ اور تیتا کہتے ہیں اور پنجابی میں بھونڈ کہتے ہیں دوسرے حضرات نے اس کا مصداق شہد کی کھیاں قرار دیا ہے۔ ھو ابو سروعۃ: یہ کنیت ہے عقبہ بن الحارث کی۔ بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم سبعین رجلاً لحاجة: یہ حاجت تھی دعوت اسلام کی۔ اهل السهل: جنگل والے۔ اهل المدر: شہر والے۔ فطعن عامر: عامر کو طاعون کی

بیماری ہوگی۔ وہو رجل اعرج: صحیح عبارت یوں ہے مو
ورجل اعرج کسی کا تپ نے غلطی سے واوکو مو سے پہلے کر دیا ہے۔
قال بالدم: اس کے معنی ہیں فعل بالدم یعنی نیزہ لگا تھا وہاں
سے خون لے کر اپنے چہرہ اور سر پر چھڑک دیا۔ یا رسول اللہ
الصحة: اصل عبارت یوں ہے انو ید الصحة اور جواب کی
اصل عبارت یوں ہے نعم ارید الصحة وہی الجداء:
یعنی جس کا کان کٹا ہوا ہو۔ واقع میں اس اونٹنی کا کان کٹا ہوا نہ تھا
صرف لاڈ پیار کی وجہ سے یہ اس کا نام رکھا ہوا تھا۔ فیدلج
الیہما:۔ اخیر رات میں آتا تھا تم لیسرح:۔ پھر اونٹ
چرانے چلا جاتا تھا۔ یُعقبانہ: دونوں حضرات باری باری اپنے
پیچھے بٹھاتے تھے۔ فقتل عامر بن فہیرۃ یوم بئر
معونہ:۔ یہی عبارت ترجمۃ الباب کا محل ہے۔ اسر عمرو
بن أمیة الضموی:۔ ان کو عامر بن طفیل نے قتل نہ کیا بلکہ
قید کیا غلام بنایا پھر اپنی ماں کی طرف سے آزاد کیا کیونکہ اس کی
ماں کے ذمہ ایک غلام کا آزاد کرنا تھا اس لئے ان ستر میں سے یہ
بچ گئے۔ سَمِی بہ منذراً: ان شہید ہونے والے ستر
حضرات میں عروہ اور منذر نام کے بھی دو صحابی تھے اس لئے
حضرت زبیر نے بعد میں اپنے دو بچوں کے نام عروہ اور منذر
رکھے۔ و بینہم و بین رسول اللہ صلی علیہ
وسلم عہد قبلہم:۔ اس عبارت میں جو قبلہم ہے اس
کی دو تقریریں ہیں۔ ۱۔ قبل بمعنی جانب پھر یہ مفعول فیہ ہے بعث
کے لئے۔ ۲۔ قبلہم پھر یہ قریب کے متعلق ہے کہ ان حضرات
کے جانے سے پہلے ان سے عہد تھا۔ سوال۔ جب ان سے عہد تھا
تو ان سے لڑنے کے لئے ستر حضرات کا لشکر کیوں بھیجا جواب۔
ان کی امداد کے لئے ان کے مخالفین سے لڑنے کے لئے یہ لشکر بھیجا
تھا لیکن انھوں نے عہد شکنی کی اور شہید کر دیا۔

باب غزوة الخندق وہی الا خراب

غرض غزوہ خندق کی تفصیل ہے۔ قال موسیٰ بن عقبہ:

یہ بھی مغازی کے بیان میں مشہور ہیں ۱۱ھ میں وفات ہوئی امام
بخاری نے اپنی کتاب المغازی میں زیادہ تر محمد بن اخطق اور موسیٰ بن
عقبہ کی روایات پر اعتماد فرمایا ہے۔ کانت فی شوال سنة
اربع:۔ دوسرا قول یہ بھی ہے کہ یہ غزوہ ۵ھ میں ہوا۔ غزوہ احد کے
فوراً بعد غزوہ حراء الاسد ہوا پھر سریہ ابی سلمہ پھر سریہ عبد اللہ بن
انیس اور بعث الرجب حضرت خبیب والا واقعہ اور بئر معونہ ستر قرء والا
واقعہ پھر غزوہ بنی نصیر پھر غزوہ ذات الرقاع پھر غزوہ بدر آخرۃ جس کو
غزوہ بدر صغریٰ بھی کہتے ہیں پھر غزوہ دومۃ الجندل پھر غزوہ خندق۔
اس غزوہ خندق میں مشرکین ۲۴ دن یا ۲۷ دن ٹھہرے رہے لڑائی زیادہ
نہ ہوئی۔ تیر اندازی ہوتی رہی حضرت سعد بن معاذ زخمی
ہوئے۔ علی اکثادنا: کندھے اور پشت کے درمیان کے حصہ کو
کند کہتے ہیں۔ فیصنع لہم باہالۃ سنخۃ:۔ پکائے جاتے
تھے وہ جو بودالی چربی میں وہی بشعة فی الحلق:۔ بد
ذائقہ کھلا پکڑنے والی غذا۔ کدیۃ شلیدة:۔ سخت زمین۔ فعاد
کشیہ اہیل او اہیم:۔ پس ہوگئی وہ ریت بننے والی اہیل اور
اہیم کے ایک ہی معنی ہیں بننے والی۔ والعجین قد انکسر:۔
گندھا ہوا آٹھا نرم ہو گیا۔ ولا تضا عظوا:۔ بھیڑ نہ کرنا۔
فجعل یکسر الخبز:۔ شروع ہوئے روٹیاں توڑتے تھے۔
الخبز کا الف لام جنس کے لیے ہے یعنی جتنے صحابہ کمرے میں آجاتے
ان کے سامنے روٹیاں توڑ کر رکھ دیتے تھے۔ واجن:۔
پالتو۔ سورا:۔ ایک بنائی ہوئی چیز حبشی زبان کا لفظ ہے بمعنی
الصنع۔ ۲۔ دوسرا قول یہ ہے کہ فارسی زبان کا لفظ ہے عرس کے معنی
میں ایک خوشی کی چیز۔ فقالت بک وبک:۔ اے فعل اللہ
بک کذا وکذا۔ لتغط:۔ اہل رہی تھی بھرا ہوا ہونے کی وجہ سے یعنی
اس میں کچھ بھی نہ آئی۔ قالت ذلک یوم الخندق:۔
قریش مکہ دس ہزار کا لشکر لائے خندق کھودی گئی تین ہزار مسلمان
مقابلہ کے لیے نکلے درمیان میں خندق تھی۔ تیر اندازی ہوئی چند گھوڑا
سوار کافروں نے ایک طرف سے جہاں خندق کچھ چھوٹی تھی عبور کر لی

ابن عمر اپنی ہمیشہ حضرت حصہ سے ملنے گئے تو ان کی مینڈھیاں فک رہی تھیں کیونکہ وہ غسل کر کے ابھی ابھی تشریف لائی تھیں۔

فلم يجعل لي من لا موشى ۴: دو معنی: ۱۔ امر خلافت میں سے مجھے کچھ نہیں دیا گیا۔ ۲۔ مجھے مشورہ میں خصوصی طور پر شریک نہیں کیا گیا۔ یہ حضرت ابن عمر کی شان کے زیادہ مناسب ہے کیونکہ وہ امر خلافت کی کبھی بھی امید رکھنے والے نہ تھے۔

خطب معاویہ: حضرت علی اور حضرت معاویہ کے درمیان جنگ صفین ہو چکی تھی اور اب آئندہ جھگڑا ختم کرنے کے لیے اجتماع ہو رہا تھا تو حضرت ابن عمر نے حضرت حصہ سے مشورہ کیا کہ اس اجتماع میں میں شرکت کروں یا نہ تو حضرت حصہ نے بہت تاکید سے مشورہ دیا کہ آپ ضرور شریک ہوں تاکہ فساد مٹے۔ پھر اجتماع میں یہ ہوا کہ حضرت علیؓ نے حضرت ابو موسیٰ کو اور حضرت معاویہ نے حضرت عمرو بن العاص کو اپنا اپنا حکم بنایا تھا حضرت ابو موسیٰ اور حضرت عمرو بن العاص نے یہ طے کیا کہ حضرت علی اور حضرت معاویہ دونوں کو معزول کر دیا جائے اور مجلس شوریٰ قائم کی جائے وہ دوبارہ نیا خلیفہ مقرر کرے چنانچہ اس فیصلہ کے مطابق حضرت ابو موسیٰ نے دونوں کو معزول کر دیا لیکن حضرت عمرو بن العاص نے یوں اعلان کر دیا کہ میں حضرت معاویہ کو باقی رکھتا ہوں اس اختلاف پر لوگ متفرق ہو گئے اور حضرت معاویہ نے خطاب فرمایا اس خطاب کا یہاں ذکر ہے۔ فليطلع لنا قرونہ: ۱۔ قرن سے مراد سر ہے مقصد یہ ہے کہ اپنی رائے پیش کرے۔ فلنحن احق به منه ومن ابیه: ۲۔ دو معنی کئے گئے۔ ۱۔ کنایہ حضرت ابن عمر اور حضرت عمر سے ہے لیکن یہ اجتہادی غلطی اور تقاضائے بشریت ہے۔ حضرت عمر فاروق سے حضرت معاویہ کیسے افضل ہو سکتے ہیں۔ ۲۔ دینی فضیلت تو حضرت ابن عمر اور حضرت عمر کی ہی ہے لیکن سیاسی فضیلت مجھے حاصل ہے یہ بھی اجتہادی غلطی ہی ہے۔ قال حبیب بن مسلمة فهلا اجبته: ۱۔ حضرت حبیب اور ان کے والد دونوں صحابی ہیں یہ حضرت حبیب اگرچہ

اور چھلانگیں لگا کر مسلمانوں کی طرف آگئے۔ ان کافروں میں سے عمرو بن عبدود نامی کافر سے حضرت علیؓ نے مبارزت فرمائی اکیلے اکیلے لڑائی کو دو لشکروں کے درمیان مبارزت کہتے ہیں۔

حضرت علیؓ نے اس کافر کو قتل کر دیا پھر نوفل بن عبد اللہ نامی کافر سے حضرت زبیرؓ نے مبارزت فرمائی اور اس کافر کو قتل کر دیا باقی کافر واپس بھاگ گئے ۳۳ یا ۳۴ دن کافر ٹھہرے رہے پھر آندھی چلی جس سے کافر اکٹھے ہو گئے اور بھاگ گئے جس کو حق تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں بیان فرمایا ہے فارسنا عليهم ريحا وجودائم تروها۔

عمر: مٹی سے چھپا دیا۔

يوتجز بكلمات ابن رواحة: ۱۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت ابن رواحہ کے اشعار پڑھنے کی ایک نظیر یہ بھی ہے کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے خلیفہ حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب کا یہ شعر جب پڑھتے تھے تین دفعہ پڑھتے تھے۔

هر تمنا دل سے رخصت ہو گئی

اب تو آجا اب تو خلوت ہو گئی

حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ میں تو صرف صاحب قال تھا۔ حضرت یعنی حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی صاحب حال تھے یعنی دین رگ و ریشہ میں رچا ہوا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ کی محبت کے جوش میں میرا یہ شعر پڑھتے تھے۔

عن ابن عمر قال دخلت على حفصة: اس

روایت کو یہاں دو وجہ سے ذکر کیا گیا۔ ۱۔ گزشتہ روایت میں یہ مذکور تھا کہ حضرت ابن عمر نے فرمایا اول یوم شہدۃ ہو یوم الخندق۔ اور اب یہ روایت حضرت ابن عمرؓ کے ایک اہم واقعہ کے بیان میں ہے۔ ۲۔ اس روایت میں اس عبارت میں غزوہ خندق کا اشارہ ذکر ہے من قاتلک و اباک علی الاسلام کدے معاویہ آپ سے اور آپ کے والد سے حضرت علیؓ نے غزوہ احد اور غزوہ خندق میں اسلام پر لڑائی کی تھی۔

ونسوا تھا تنطف: ۱۔ اصل لفظ ہے نوسا تھا بطور قلب کے بھی استعمال میں آجاتا ہے نسا تھا معنی یہ ہیں کہ جب حضرت

حضرت امیر معاویہ کے حامی تھے لیکن اس موقعہ میں حضرت ابن عمر ہی کی تائید فرمائی۔ **قال عبد الله فحللت جבותی**۔ وہ عمامہ جس سے حضرت ابن عمر نے اپنی پٹلی اور کمر کو باندھ رکھا تھا اور آرام سے بیٹھے ہوئے تھے اس کو کھولا اور کھڑے ہو کر حضرت علی کی حمایت میں کچھ کہنے کا ارادہ فرمایا۔ **من قاتلك و اباک علی الاسلام**۔ مراد حضرت علی ہیں کیونکہ انہوں نے غزوہ احدا اور غزوہ خندق میں حضرت امیر معاویہ اور ان کے والد حضرت ابو سفیان سے لڑائی کی تھی جبکہ یہ دونوں حضرات ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے کیونکہ فتح مکہ کے موقعہ میں یہ دونوں حضرات مسلمان ہوئے۔ **قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الاحزاب نغزوہم ولا یغزوہنا**۔ یہ بہت بڑی پیشین گوئی تھی کہ اب ہم ان پر حملہ کریں گے وہ کافر ہم پر حملہ نہ کریں گے مراد شرکین مکہ ہیں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یہاں تک کہ مکہ مکرمہ فتح ہو گیا یہ بہت بڑی پیشین گوئی اور معجزہ ہے کہ غزوہ خندق کے بعد اسی دن فرمایا اور ایسا ہی ہوا۔ **من یا تینا بنخیر القوم**۔ اس قوم سے مراد بنی قریظہ ہیں۔ **حواری الزبیر**۔ حواری کے معنی ناصر کے ہیں یہاں یاء کی طرف اضافت ہے اور وہ یاء متکلم تخفیفاً گر گئی ہے اور اس کے قائم مقام یاء پر کسرہ پڑھا جاتا ہے لیکن فتح پڑھنے کی بھی گنجائش ہے۔ **فلاشی بعدہ**۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد میں اس آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے کل شنی ہالک الا وجہہ **باب مرجع النبی صلی اللہ علیہ من الاحزاب ومخرجه الی بنی قریظہ ومحاصرة ایاہم** ۲۳ ذی قعدہ ۵ھ کو تین ہزار لشکر کے ساتھ بنی قریظہ کا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے محاصرہ فرمایا ان میں ۶۸ گھوڑسوار بھی تھے ۱۵ دن محاصرہ فرمایا۔ **فاخرج الیہم**۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے جو اللہ تعالیٰ کا حکم نقل فرمایا کہ بنی قریظہ کی طرف نکلیں اس کی وجہ یہ تھی کہ بنی قریظہ کے یہود نے احزاب مکہ کی اعانت کی تھی اس لیے ان کا جو معاہدہ تھا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم

کے ساتھ وہ ختم ہو گیا۔ **موکب جبریل**۔ زینت والی جماعت راکبین کو موکب کہتے ہیں جس کو آج کل جلوس کہتے ہیں۔ **لا یصلین احد العصر الا فی بنی قریظہ**۔ سوال مسلم میں یہاں عصر کی جگہ ظہر کا لفظ ہے تعارض ہو گیا جواب ۱۔ اس جانے والی جماعت میں سے بعض نے ظہر کی نماز پڑھ لی تھی اس لیے ان کو تو عصر کے متعلق فرمایا کہ بنی قریظہ میں جا کر پڑھنا اور بعض نے ابھی ظہر کی نماز بھی نہ پڑھی تھی ان کو فرمایا کہ تم ظہر کی نماز بنی قریظہ میں جا کر پڑھنا۔ ۲۔ دو جماعتیں بھیجی تھیں ایک ظہر سے پہلے اور ایک عصر سے پہلے ظہر کے بعد۔ ۳۔ بعض راویوں کو غلط یاد ہو گیا پھر غلطی ظہر والوں کو لگی یا عصر والوں کو یہ دونوں احتمال برابر درجے کے ہیں۔ **کان الرجل یجعل للنبی صلی اللہ علیہ وسلم النخلات**۔ یہاں کھجوروں کا پھل مراد ہے کہ انصار کے کسی آدمی نے ان کھجوروں کا پھل نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مقرر کیا ہوا تھا۔ جب قریظہ اور نصیر فتح ہو گئے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو انصاری کے اس پھل کی ضرورت نہ رہی۔ **یقول لک کذا**۔ فرماتے تھے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کہ کھجوروں کے پھل کے بدلے میں اے ام ایمن تم مجھ سے اتنی چیز لے لو انہوں نے انکار کیا تو بدھاتے گئے یہاں تک کہ جتنا بدلہ پہلے ذکر کیا تھا اس کا دس گنا کر دیا۔ **فرد الحکم الی سعد**۔ کیونکہ بنی اوس نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کی تھی کہ آپ ہمارے سردار سعد بن معاذ کو فیصلہ کرنے والا بنادیں۔ **قد وضعت الحرب**۔ اے اللہ آپ نے ہمارے اور قریش کے درمیان لڑائی ختم فرمادی ہے۔ **فانفجرت من لبته**۔ سینہ کے پاس جو جانور کو ذبح کرنے کی جگہ ہوتی ہے وہاں سے خون بہہ پڑا۔ **فلم یرعہم الا الدم**۔ مسجد والوں کو نہیں خوف زدہ کیا مگر خون نے۔ **یغذوا جرحہ دماً**۔ ان کا زخم بہہ رہا تھا خون کے لحاظ سے۔ سوال مسجد میں تو

ہے من بنی ثعلبہ اس میں رائج یوں ہے وبنی ثعلبہ کیونکہ محارب اور ثعلبہ دو قبیلے الگ الگ ہیں۔ فنزل نخلًا:۔ یہ نخل ایک جگہ ہے جو مدینہ منورہ سے دو منزل کے فاصلہ پر ہے۔ وہی بعد خیبر لان اباموسیٰ جاء بعد خیبر: اور حضرت ابو موسیٰ غزوہ ذات الرقاع میں شریک تھے۔ سوال۔ جب یہ غزوہ ذات الرقاع غزوہ خیبر سے پیچھے واقع ہوا تو امام بخاری کو چاہئے تھا کہ اس کو اپنی اس کتاب میں ذکر بھی غزوہ خیبر کے بعد ہی کرتے۔ پہلے کیوں ذکر فرمایا جواب یہ غزوہ خیبر سے پہلے ذکر کرنا یہ امام بخاری کے شاگرد نقل کرنے والے کاتبین کی طرف سے ہوا ہے ظاہر یہی ہے کہ امام بخاری نے غزوہ خیبر کے بعد ہی ذکر کیا ہوگا۔ فی غزوۃ السابعة:۔ اصل میں غزوہ موصوف ہے اور یہاں اضافت موصوف کی صفت کی طرف ہو رہی ہے۔ بلذی قرء:۔ یہ جگہ مدینہ منورہ سے ایک دن کے سفر کے فاصلہ پر ہے۔ یوم القرد:۔ اس غزوہ میں کافروں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیوں پر حملہ کر دیا تھا اس لئے لڑائی ہوئی یہ واقعہ غزوہ ذات الرقاع سے الگ ہے۔ یہاں امام بخاری نے صلوة الخوف کے بیان کے لئے مذکورہ غزوہ کے ساتھ ہی حبعاً بیان فرمایا ہے اور بیان بھی دو دفعہ کیا ہے ایک یہاں ایک دو روایت چھوڑ کر پہلے بیان کیا ہے وقال ابن عباس کے عنوان سے۔ واتمولا نفسهم ثم سلم بهم:۔ یہ مالکیہ اور حنابلہ کی صلوة الخوف کی رائج صورت ہے۔ فی غزوۃ بنی انمار:۔ بنی انمار کی رہائش بنی ثعلبہ کی رہائش کے قریب ہی تھی اس لئے امام بخاری کی تحقیق میں یہ غزوہ اور غزوہ ذات الرقاع ایک ہی ہے اسی لئے یہ روایت یہاں ذکر فرمائی ہے۔ ثم یرکعون ویسجدون سجدتین:۔ اس روایت میں یہ ذکر نہیں ہے کہ امام اپنی دوسری رکعت پڑھتے ہی فوراً سلام پھیرے یا انتظار کرے اور طائفہ ثانیہ کے ساتھ سلام پھیرے اس لئے یہ روایت شوافع کی رائج صورت پر بھی محمول ہو سکتی ہے کہ امام فوراً سلام پھیرے اور مالکیہ وحنابلہ کی رائج صورت پر بھی محمول ہو سکتی ہے کہ امام انتظار کرے اور

خون بہنا اچھا نہیں ہے۔ جواب یہاں مسجد نبوی مراد نہیں ہے۔ جب بنی قریظہ کا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے محاصرہ فرمایا تو ایک جگہ عادت مبارکہ کے مطابق نماز کے لیے مقرر فرمادی تھی اسی کو اس روایت میں مسجد کہا جا رہا ہے۔ مسجد نبوی مراد نہیں ہے۔ ہاجہم:۔ جھو میں ان کے ساتھ شریک ہو جائیں۔

باب غزوۃ ذات الرقاع

اس غزوہ کو غزوہ ذات الرقاع کیوں کہتے ہیں۔ ۱۔ جس جگہ یہ لڑائی ہوئی تھی وہاں ایک درخت تھا جس کے پتے اور پھل اور پھول مختلف رنگوں کے تھے جیسے پیوند کپڑے پر لگے ہوں اس لیے اس درخت کو ذات الرقاع کہتے تھے اور اس کی وجہ سے لڑائی کا بھی یہی نام ہو گیا۔ ۲۔ وہاں ایک پہاڑ مختلف رنگوں کے پتھروں والا تھا اس لیے پہاڑ کا نام ذات الرقاع تھا۔ ۳۔ اس لڑائی میں مختلف قبیلے شریک ہوئے تھے اور ہر قبیلے کے سردار کا الگ جھنڈا وہاں ہوتا تھا جہاں سردار ہوتا کہ اس سے پوچھنا آسان ہوتا اس طرح لشکر میں بہت سے جھنڈے ہو گئے جو کپڑے کے پیوند کی طرح تھے۔ ۴۔ حضرات صحابہ کرام کو اس لشکر میں کافی چلنا پڑا تھا اس لیے بہت سے حضرات کے پاؤں میں زخم ہو گئے تھے اور ان پر کپڑے باندھنے پڑے تھے اس لیے اس غزوہ کا یہ نام ہوا۔ اس لڑائی کے لیے جاتے۔ وقت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا نائب کسے بنایا تھا اس میں دو قول ہیں۔ ۱۔ حضرت ابوذر غفاری۔ ۲۔ حضرت عثمان یہ لڑائی کب ہوئی تین اہم قول ہیں۔ ۱۔ ۳ھ میں۔ ۲۔ غزوہ خندق سے پہلے اور غزوہ بنی نضیر کے بعد اور یہ دوسرا قول جمہور کے نزدیک رائج ہے۔ ۳۔ غزوہ خیبر کے بعد یہ میں یہی رائج ہے امام بخاری کے نزدیک پھر کتنے حضرات صحابہ کرام شریک ہوئے اس میں تین قول ہیں۔ ۱۔ ۴۰۔ ۲۔ ۷۰۔ ۳۔ ۸۰۔ اس غزوہ میں پندرہ دن نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں رہے۔

وہی غزوۃ محارب خصفة:۔ یہاں اضافت باپ کی طرف ہے اصل یوں ہے محارب بن خصفة اس کے بعد جو

وان کبر ذلک:۔ سب سے زیادہ شور مچانے والا والذی تولى کبرہ۔ حین نقہت:۔ جب میں بیماری سے اٹھی۔ المناصع:۔ یہ نصیح سے لیا گیا ہے جس کے معنی واضح ہونے اور ظاہر ہونے کے ہیں مناصع کے معنی ہو گئے ظاہر ہونے کی جگہیں یعنی کھلی جگہیں۔ ای ہنتاہ:۔ دو معنی۔ ۱۔ یا حذہ۔ ۲۔ یا باہاء ای بھولی بھالی۔ اولقد تحدث الناس:۔ معطوف علیہ محذوف ہے القد تکلم الناس ولقد تحدث الناس۔ وقال اسمامة اهلک:۔ مرفوع ومنسوب دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں می اهلک یا الزم اهلک۔ لم یضیق اللہ علیک: حضرت علیؑ نے یہ بات کسی بغض کی وجہ سے نہ کہی تھی بلکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پریشانی دور کرنے کے لئے کہی تھی کہ عورتوں کی آپ کے لئے کیا کمی ہے آپ بریرہ سے تحقیق کر لیں اور اس تحقیق کے مطابق عمل کریں۔ قلص دمعی: میرے آنسو خشک ہو گئے۔ مارام:۔ جدا نہ ہوئے۔ من البرحاء: مشقت سے۔ احمی سمعی وبصری:۔ میں اپنی آنکھ اور کان کو غلط دیکھنے اور سننے سے محفوظ رکھتی ہوں میں وہی کہوں گی جو دیکھا یا سنا غلط نہ کہوں گی ای احفظ سمعی من ان اتول سمعت ولم اسمع واحفظ بصری من ان اتول بصرت ولم ابصر۔ تسامینی:۔ میرے برابر کی تھیں۔ تحارب لہا:۔ تعصب کرتی تھی اور اپنی بہن کی خاطر میرے خلاف باتیں کرتی تھی۔ ما کشف من کنف انشی قط:۔ کنف کہتے ہیں اس کپڑے کو جو ستر کی جگہ پر پہنا جاتا ہے کنایہ جماع سے ہے کہ آج تک میں نے جماع نہیں کیا نہ حلال نہ حرام پھر بعض نے کہہ دیا کہ حضرت صفوان بن امیہ عثمین تھے لیکن یہ غلط ہے کیونکہ ابوداؤد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں ان کی اہلیہ محترمہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ان کی شکایت کی تھی کہ یہ مجھے رات کو زیادہ دیر نماز پڑھنے سے روکتے ہیں اور نفلی روزے رکھنے سے روکتے ہیں اور حضرت صفوان نے اس شکایت کا جواب دیا تھا کہ یہ رات کو نفلی نماز

طائفہ ثانیہ کے ساتھ سلام پھیرے۔ وقام هولاء فقصوا رکعتہم:۔ یہ روایت حنفیہ کی رائج دونوں صورتوں پر محمول ہے۔ تفصیل صلوة الخوف میں گزر چکی ہے۔ العضاة:۔ ہر بڑا کانٹا والا درخت۔ فاذا عنده اعرابی:۔ اس کا نام غوث بن الحارث نقل کیا گیا ہے۔ صلتاً:۔ بمعنی مصلوۃ نیام سے نکالی ہوئی۔ وللقوم رکعتان:۔ یہ صورت منسوخ ہے پہلے ایک ہی نماز دو دفعہ فرض کی نیت سے جائز تھی پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا تھا۔ وقاتل فیہا محارب خصفة:۔ اس عبارت میں قاتل کے فاعل نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ وہی غزوة المریسیع:۔ یہ جگہ کا نام ہے۔ فشامہ:۔ واپس نیام میں ڈال دی۔

باب حدیث افک

واقعة افک غزوہ بنی مصطلق میں پیش آیا اس واقعہ کی حکمت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مبروہم کو ظاہر کرنا تھا۔ بمنزلة النجس والنجس:۔ دو لغتوں کا بیان کرنا مقصود ہے اور افک زیادہ مشہور ہے اور یہ مصدر ہے بمعنی کذب۔ افکہم و افکہم:۔ یہ دونوں شاذ قرأتیں ہیں اور یہ دونوں فعل ہیں پوری آیت یوں ہے بل ضلوا عنہم وذلک افکہم و ما کانوا یفترون۔ اوعی لحدیثہا:۔ زیادہ یاد کرنے والا۔ واثبت لہ اقتصاصاً:۔ زیادہ مضبوط بیان کرنے کے لحاظ سے۔ قافلین: اس حال میں کہ ہم لوٹ رہے تھے۔ من جزع ظفار:۔ ظفار جگہ کے سفید موتیوں سے بنا ہوا۔ لم یہبلہن ولم یغشہن اللحم:۔ عطف تفسیری ہے عورتوں پر گوشت چڑھا ہوا نہ تھا بلکہ وہ دہلی پتلی تھیں۔ السلمی ثم الذکوانی:۔ پہلے سلمی مشہور تھے پھر ذکوانی مشہور ہو گئے بنی سلیم شاخ ہے بنی ذکوان کی۔ وہوی:۔ اس کے دو معنی آتے ہیں۔ ۱۔ جلدی کی۔ ۲۔ اترا یہاں دونوں معنوں میں سے ہر ایک ہو سکتا ہے۔ موغریں:۔ یہ جمع کا صیغہ بھی پڑھ سکتے ہیں اور شنیہ کا بھی پڑھ سکتے ہیں ہم سخت گرمی میں داخل ہونے والے تھے۔

ولید بن عبد الملک کے پاس مسیبا کا لفظ بتانے تشریف نہ لے گئے۔ پھر فراجہ والی عبارت بعض نسخوں میں صحیح بخاری کے متن میں ہے اور بعض نسخوں میں حاشیہ پر ہے۔ ولجت:۔ اس کے معنی ہیں دخلت۔ وعلیہا حمی بنافض:۔ وہ بخار جو سردی لگ کر ہو۔ اذ تلقونہ بالسنتکم: یہ قرأت عشرہ میں سے نہیں ہے بلکہ شاذ ہے۔ ینافح: اس کے معنی ہیں بخام۔ حصان رزان لاتزن بربیة: (حضرت عائشہ صدیقہ) عقیقہ ہیں وقار والی ہیں نہیں تہمت لگائی جاتیں کسی تہمت کے ساتھ۔ وتصبح غوثی من لحوم الغوافل:۔ اور صبح کرتی ہیں (غیبت سے) خالی پیٹ (کیونکہ غیبت کرنے والا تو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھاتا ہے) غافل عورتوں کے گوشت سے (جو گناہ کے تصور سے بھی غافل ہیں)۔

باب غزوة الحديبية

اس باب کی چوتھی روایت میں ہے وحن لعدا لثبیۃ الرضوان اس کی وجہ یہ ہے کہ صلح حدیبیہ فتح مکہ کا مقدمہ تھی۔ رکوۃ:۔ چڑے کا چھوٹا برتن جس سے وضو کیا کرتے تھے اور صوفیہ حضرات اس کو اپنے ساتھ رکھا کرتے تھے۔ فجعل الماء یفور من بین اصابعہ:۔ اس روایت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ چڑے کے چھوٹے برتن میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلیاں رکھ دی تھیں اور ان کے درمیان سے پانی نکل رہا تھا اور گذشتہ روایت میں ہے کہ پانی میں اپنا تھوک مبارک ملا کر کنویں میں ڈال دیا تھا اس سے کنویں میں پانی بہت زیادہ آ گیا تھا بظاہر ان دو روایتوں میں تعارض ہے اس کا ایک جواب تو یہ دیا گیا ہے کہ صلح حدیبیہ ہی کے سفر میں ایک دفعہ رکوہ میں انگلیاں رکھی تھیں اور ایک دفعہ کنویں میں پانی ڈالا تھا دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ پہلے رکوہ میں انگلیاں ڈالیں اور سب نے وضو فرمایا پھر کنویں میں پانی ڈال دیا اور اس پانی کو بھی استعمال کرتے رہے۔ کانوا خمس عشرة مائة:۔ سوال۔ ابھی چودہ سو گزرا ہے یہ تو تعارض ہے جواب۔

بہت زیادہ لمبی کر دیتی ہیں میں زیادہ صبر نہیں کر سکتا اور بہت زیادہ نقلی روزے رکھتی ہیں میں صبر نہیں کر سکتا یہ دلیل ہے کہ وہ عنین نہیں تھے۔ پھر حضرت عائشہؓ کی برأت مسئلہ قطعہ ہے کیونکہ قرآن پاک میں آچکا ہے اس لئے اس کا انکار کفر ہے شیعہ میں سے فرقہ امامیہ بھی اس کا قائل ہے کہ برأت کا انکار ایمان سے خارج کر دیتا ہے۔ ثم قتل بعد ذلک فی سبیل اللہ:۔ ارمینہ کی لڑائی میں شہید ہوئے تھے جو حضرت عمرؓ کی خلافت میں ۱۹ھ میں واقع ہوئی۔ کان علی مسلما فی شانہا:۔ یہاں تین نسخے ہیں۔ ۱۔ مسلما اسم فاعل بمعنی ساکت۔ ۲۔ مسلما اسم مفعول بچائے ہوئے اس معاملہ میں زیادہ مشغول ہونے سے۔ ۳۔ مسیبا خلاف اولیٰ کام کرنے والے اولیٰ یہ تھا کہ حضرت اسامہ کی طرح حضرت عائشہؓ کی برأت صاف لفظوں میں کرتے۔ یہ تیسرا نسخہ مرجوح ہے کیونکہ ظاہری معنی ہیں برا کام کرنے والا۔ اس لئے یہ نسخہ اگر لیں گے تو یہ معنی کریں گے خلاف اولیٰ کام کرنے والے اسی کی کچھ تفصیل آگے صحیح بخاری کے متن میں بھی ہے۔ فراجعہ فلم یرجع:۔ بعض حضرات نے امام زہری سے کہا تھا کہ آپ ولید بن عبد الملک کے پاس دوبارہ جائیں اور ان کو مسلما کی جگہ مسیبا کا لفظ سنائیں لیکن امام زہری نے ان کی بات نہ مانی اور فرمایا کہ مجھے مسلما کے لفظ میں شک نہیں ہے کہنے والے ناصبیہ تھے یعنی حضرت علیؓ کے مخالف۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ مسیبا والا نسخہ صحیح نہیں ہے۔ ناصبیہ کا مقصد بنی امیہ کا قرب حاصل کرنا تھا اس مسیبا کے لفظ اللہ تعالیٰ بھلا کریں امام زہری کا کہ انہوں نے ناصبیہ کا ساتھ نہ دیا اور مسلما کے لفظ پر ہی قائم رہے۔ وعلیہ کان فی اصل العتیق کذلک:۔ یعنی حضرت ہشام راوی نے حفظاً تو علیہ کا لفظ نہیں بیان فرمایا تھا اور مذکورہ روایت حفظ تھی لیکن ان کی پرانی کاپی میں علیہ کا لفظ بھی تھا یہ علیہ کا لفظ فلم یرجع کے بعد ہے اور علیہ کی ضمیر ولید بن عبد الملک کی طرف لوٹتی ہے کہ ناصبیہ نے امام زہری کو بھیجنا چاہا لیکن وہ دوبارہ

یہ دونوں محاصرہ کر کے غنیمت لائے لیکن چونکہ لڑائی نہ ہوئی تھی اس لئے ہم نے وہ مال لے لیا جو یہ دونوں لائے تھے کیونکہ جو مال بغیر لڑائی کے آئے وہ بیت المال میں جمع ہوتا ہے گویا ان دونوں نے بغیر کسی دنیوی فائدہ کے اسلام کی سر بلندی کے لئے مشقت اٹھائی اس لئے ان کی بیٹی کو بہت ملنا چاہئے۔ یقیناً تو نہیں غالباً یہ فتح خیبر میں ہوا کیونکہ اس میں چند قلعے فتح ہوئے تھے۔ ثم انسیتھا بعد:۔ یعنی گذشتہ روایت میں ثم اتیتھا کی جگہ یہ عبارت ہے اور اکثر نسخوں میں ثم انسیتھا والی عبارت نہیں ہے۔ فانتم اعلم:۔ یہ بطور تحکم اور استعزاء کے فرمایا مقصد یہ کہ تم نہیں جانتے۔ فعمیت علینا:۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت عمرؓ کو پتہ چلا کہ بعض حضرات اس درخت کے نیچے نماز پڑھتے ہیں تو حضرت عمرؓ نے اس درخت کو کٹوا دیا یہ بھلا دیا جانا یا کٹوا دینا اس لئے تھا کہ لوگ اس کی پوجا نہ شروع کر دیں۔ اللہم صل علی ال ابی اوفی:۔ غیر نبی کے لئے صلوٰۃ کا لفظ استعمال کرنا بعض کے نزدیک حرام بعض کے نزدیک مکروہ تحریمی بعض کے نزدیک مباح اور بعض کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے۔ راجح مکروہ تحریمی والا قول ہے کیونکہ اس لفظ سے شبہ ہوتا ہے کہ وہ نبی ہے اور شبہ دلیل ظنی ہے اس لئے مکروہ تحریمی ہے اور حرام کہنے والوں کی دلیل بھی یہی ہے کہ سننے والے کو شبہ ہوتا ہے کہ کہنے والا غیر نبی کو نبی کہہ رہا ہے اس لئے اس طرح کہنا حرام ہے جواب یہ دلیل چونکہ قیاس ہے جو کہ ظنی ہے اس لئے حرام کی جگہ مکروہ تحریمی ہی کہہ سکتے ہیں۔ قول اباحت کی دلیل ایک تو آیت ہے خذ من اموالہم صدقة تطہر ہم و تزکیہم بها وصل علیہم ان صلوتک سکن لہم جواب یہاں صلوٰۃ کے معنی دعا کرنے کے ہیں یہ معنی نہیں ہیں کہ لفظ صلوٰۃ استعمال کریں۔ قول اباحت کی دوسری دلیل زیر بحث روایت ہے جو ابو داؤد میں بھی آتی ہے عن عبد اللہ بن ابی اوفی مرفوعاً فقال اللہم صل علی ال ابی اوفی۔ جواب۔ یہ نبی پاک صلی اللہ

عز وجل عدد کثیر کے خلاف نہیں ہوتا۔ پندرہ سو میں چودہ سو بھی تو تھے۔ کانت اسلم ثمن المہاجرین:۔ اور بنی اسلم ایک سو تھے اس لئے بیعت رضوان میں شریک ہونے والے مہاجرین آٹھ سو تھے۔ کحفالة التمر:۔ حفالہ کے اور مثالہ کے ایک ہی معنی ہیں ہر چیز کا ردی حصہ اسی حدیث پاک کے مضمون کو ایک درجہ میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نے اس شعر میں بیان فرمایا ہے۔

تھے جو نوری وہ گئے افلاک پر
رہ گیا میں مثل تلچٹ خاک پر

یعنی موضع الاشعار:۔ کہ زمین کے کس حصہ میں اشعار فرمایا حضرت علی بن المدینی فرما رہے ہیں کہ سفیان بن عیینہ نے پہلے بہت دفعہ اشعار کی جگہ نقل فرمائی پھر بھول گئے۔ مابین صجون کمرأعاً:۔ تین معنی کئے گئے۔ ۱۔ ان کے پاس پائے نہیں ہیں کہ پکا کر کھاسکیں۔ ۲۔ کناہیہ ہے کہ ان کے پاس کھانے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے۔ ۳۔ ان کا چھوٹا ہونا بیان کرنا مقصود ہے کہ اتنے چھوٹے ہیں کہ خود کچھ پکا نہیں سکتے۔ وخشیت ان تا کلہم الضبع:۔ ۱۔ مشہور جانور ہے جو مردے کھاتا ہے بچہ بھی کھا جاتا ہے۔ مقصد بچوں کا چھوٹا ہونا ظاہر کرنا ہے کہ اتنے چھوٹے ہیں کہ ضبع سے بھی اپنی حفاظت نہیں کر سکتے۔ ۲۔ ضبع قحط کو بھی کہتے ہیں کیونکہ بعض دفعہ اتنے زیادہ آدمی قحط میں مر جاتے ہیں کہ بعضوں کو دفن کرنے میں دیر لگ جاتی ہے اور ضبع جانور ان کو کھانا شروع کر دیتے ہیں جب قحط والے معنی لیں گے تو مقصد یہ ہوگا کہ میں ڈرتی ہوں کہ قحط بچوں کو نہ کھا جائے اور وہ قحط سے نہ مرجائیں۔ ثم قال مرحباً بنسب قریب:۔ ۱۔ بنی غفار قریب ہے قریش سے۔ ۲۔ تیرا باپ مشہور ہے پس تو ہمارے علم سے قریب ہے مقصد یہ ہے کہ ہم نے تجھے پہچان لیا ہے۔ ظہیر:۔ اس کے معنی ہیں قوی۔ ثم اصبحنا نستفیئنی سہما نهما فیہ:۔

مشروع نہیں ہے نقص وتر کی صورت یہ ہے کہ رات کو وتر پڑھنے کے بعد اگر جی چاہے مزید مزے لینے کو اور نفل پڑھنے کو تو وتر جو پڑھ چکا ہے ان کو توڑ دے یعنی ایک رکعت پڑھے اس نیت سے کہ وتر تین کی جگہ چار ہو جائیں اور نفل بن جائیں پھر نفل پڑھ لے پھر اخیر میں وتر پڑھ لے مثلاً اختلاف ابوداؤد کی روایت ہے عن طلق بن علی مرفوعاً لا وتر ان فی لیلة جمہور کے نزدیک اس کے معنی یہ ہیں کہ دوبارہ وتر نہ پڑھے نہ پہلے توڑے بس ایک دفعہ ہی وتر ہیں جو پڑھ لئے اب صرف نفل پڑھ لے اور امام اسحاق کے نزدیک معنی یہ ہیں کہ چونکہ دو دفعہ وتر ہو نہیں سکتے اور وتر اخیر میں ہونے چاہئیں اس لئے اگر پہلے وتر پڑھ لئے ہیں تو ایک رکعت پڑھ کر ان کو توڑے پھر اخیر میں پڑھے جمہور کے قول کو ترجیح ہے تین وجہ سے۔ ۱۔ اس روایات کے راوی حضرت طلق بن علی نے جب یہ فرمایا تھا لا وتر ان فی لیلة تو پہلے وتر توڑے نہ تھے۔ ۲۔ فی الترمذی عن ام سلمة ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی بعد الوتر رکعتین۔ ۳۔ زیر بحث روایت عن ابی جریر قال سالت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ وکان من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اصحاب الشجرة هل یحقیق الوتر قال اذا ووترت من اولہ فلا وتر من اخرہ۔ نذرت:۔ اس کے معنی ہیں الحث تو نے بہت اصرار کیا۔ سفیان:۔ یہاں ابن عیینہ مراد ہیں۔ وقد جمعوا الک الاحابیش:۔ ۱۔ وہ جماعتیں جو ایک قبیلہ کی نہ ہوں یہاں مراد بنو قارہ اور بنو حارث ہیں جو اپنے بال بچے چھوڑ کر مکہ کی طرف روانہ ہوئی تھیں قریش مکہ کی امداد کے لئے کیونکہ حبش کے معنی جمع ہونے کے ہیں۔ ۲۔ ہیں تو یہی قبیلے لیکن ان کو احابیش اس لئے کہتے ہیں کہ ایک پہاڑ کا نام تھا حبش اس کے قریب ان قبیلوں نے قریش کی امداد کرنے کی قسم کھائی تھی۔ فان یاتونا کان اللہ عزوجل قد قطع عنا من المشرکین والامر کناہم محروبین: یہ مشکل عبارت ہے اس کی پانچ تقریریں ہیں۔ ۱۔ ہم اچانک ان احابیش کی اولادوں پر حملہ

علیہ وسلم کی خصوصیت تھی ہر ایک کو ایسا کہنے کی اجازت نہیں ہے اور ابوداؤد کی روایت کا ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ اس میں ایک راوی اسود بن قیس مجہول ہے کراہت تنزیہی والے قول کی دلیل یہ ہے کہ دلیلین ممانعت کی بھی ہیں اباحت کی بھی ہیں دونوں کو جمع کرنے سے کراہت تنزیہی نکلتی ہے۔ جواب۔ اصول یہ ہے کہ جب اباحت اور کراہت میں تعارض ہو تو ترجیح کراہت کو ہوتی ہے۔ لما کان یوم الحرة:۔ یہ یوم الحرہ والی لڑائی یزید اور اہل مدینہ کے درمیان ۶۳ھ میں ہوئی تھی۔ لیس للشیطان ظل:۔ عند احمد جمعہ زوال سے پہلے بھی صحیح ہے وعند الجمہور صحیح نہیں ہے ہماری جمہور کی دلیل فی ابی داؤد عن انس مرفوعاً یصلی الجمعة اذا مالت الشمس ولا احمد هذا الحدیث عن سلمة بن الاکوع مرفوعاً کنا نصلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم الجمعة ثم تصرف ولیس للشیطان ظل نستظل فیہ جواب یہ صرف جلدی پڑھنے میں مبالغہ ہے گویا کہ سایہ نہ تھا یہ توجیہ ضروری ہے تاکہ ہماری دلیل اور اس روایت میں تعارض نہ ہو۔ انک لاتدری ما احدثنا بعده:۔ ۱۔ حضرت براء کا یہ فرمانا تواضع کی بنا پر ہے۔ ۲۔ بہت سے فتنے آچکے ہیں جن میں مسلمانوں کی آپس میں لڑائیاں بھی ہیں اس لئے ڈر لگتا ہے کہ ہم سے کوئی غلطی نہ ہو گئی ہو۔ ہنیشاً مریناً:۔ دونوں لفظ خوشی کے اظہار کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں ہنیشاً کے معنی ہیں کہ مبارک ہے اس لئے کہ گناہ سے پاک ہے اور مریناً کے معنی ہیں کہ خوشگوار ہے کیونکہ عیب سے خالی ہے۔ ثم رجعت فذکرت لہ:۔ میں دوبارہ حضرت قتادہ کے پاس گیا اور ان کو یہ حدیث دوبارہ سنائی۔ واما ہنیشاً مریناً فعن عکرمہ:۔ یعنی یہ دونوں لفظ حضرت عکرمہ سے مرسل ہیں۔ او توا بسویق فلا کوہ:۔ یہ لوک سے ہے منہ میں پھیر کر مزے لینا۔ اذا او توت من اولہ فلا وتر من آخرہ:۔ اس روایت سے بھی نقص وتر کی تردید ہوتی ہے عند اسحاق نقص وتر مشروع ہے عند الجمہور

کردیں ان احابیش کا لشکر اگر واپس اپنے گھروں کو آ گیا تو جیسے اللہ تعالیٰ نے ہمارے جاسوس کو ان احابیش مشرکین سے محفوظ رکھا ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ اس لڑائی میں بھی ہماری امداد فرمادیں گے والا تر کننا ہم محروبین یعنی اگر وہ احابیش اپنے گھروں کو واپس نہ آئے تو ہم ان کا سب کچھ چھین کر ان کے مال و اولاد ختم کر دیں گے اور وہ احابیش محروب و مسلوب ہو جائیں گے۔ ۲۔ بعض نسخوں میں یہاں عینا کی جگہ عتقا ہے جس کے معنی جماعت کے ہیں اس صورت میں مذکورہ عبارت کے معنی یوں ہو جائیں گے کہ فرمایا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اے لوگو مجھے مشورہ دو کیا تم یہ رائے رکھتے ہو کہ ہم اچانک احابیش کی اولادوں پر حملہ کر دیں۔ حملہ کی وجہ سے اگر یہ احابیش ہم سے لڑنے کے لیے اپنے گھروں کو واپس لوٹ آئیں تو جیسے اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی ایک جماعت کو غزوہ بدر میں ہمارے ہاتھوں کاٹا ہے اور ختم کیا ہے اب بھی اللہ تعالیٰ ہمیں ان احابیش پر فتح دیدیں گے اور اگر وہ احابیش اپنے گھروں کو لوٹ کر نہ آئے تو ہم ان احابیش کے گھروں کا سب کچھ چھین لیں گے اور یہ محروب و مسلوب ہو جائیں گے۔ ۳۔ جب ہم ان احابیش کے گھروں پر حملہ کریں گے تو اگر یہ احابیش اپنے گھروں کو بچانے کے لیے واپس آ گئے تو ہم ان احابیش کو اللہ تعالیٰ کی امداد سے ختم کر دیں گے گویا اللہ تعالیٰ ان احابیش کو جو اہل مکہ کے جاسوس ہیں بالکل کاٹ کر رکھ دیں گے والا تر کننا ہم محروبین کہ اگر احابیش سب کے سب ہمارے ہاتھوں نہ بھی مارے گئے تو اہل مکہ کم از کم محروب و مسلوب ہو جائیں گے کیونکہ یہ احابیش اہل مکہ سے الگ ہو جائیں گے۔ ۴۔ اور اگر عینا کی جگہ عتقا ہو تو ساری تقریر یہی تیسری ہوگی کیونکہ یہی احابیش عین بھی ہیں اہل مکہ کے عتق بمعنی جماعت بھی ہیں۔ ۵۔ اگر وہ احابیش ہم سے لڑنے گھروں کو واپس آ جائیں گے تو ہم یہ سمجھیں گے کہ کان اللہ عزوجل قد قطع عینا من المشرکین کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے بھیجے ہوئے جاسوس کو ان تک پہنچنے سے روک دیا ہے گویا کہ ہم نے

جاسوس بھیجا ہی نہیں اور اگر وہ گھروں کو نہ آئے تو پھر ہم ان کے گھروں کا صفایا کر دیں گے اور وہ احابیش محروب و مسلوب ہو جائیں گے لما کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:۔ ایک معین مدت کی مصالحت کا معاہدہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوایا۔ ابی سہیل ان یقاضی: سہیل نے انکار کیا کہ صلح کرے بغیر اس شرط کے کہ کافروں میں سے ایمان لا کر اگر کوئی مدینہ منورہ جائے گا تو اسے واپس کیا جائے گا اور مسلمانوں میں سے نعوذ باللہ مرتد ہو کر کوئی مکہ مکرمہ جائے تو واپس نہ کیا جائے گا۔ و امعضوا:۔ غضبانک ہوئے۔ وہی عاتق:۔ تین معنی آتے ہیں۔ ۱۔ شلہ نوجوان۔ ۲۔ قریب البلوغ۔ ۳۔ غیر شادی شدہ۔ کان یمتحن:۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ان مہاجر عورتوں کا امتحان یوں لیتے تھے کہ ہجرت کا سبب پہلے خاوند سے نفرت تو نہیں۔ زمین بدلنا اور جگہ بدلنا اور سیر کرنا تو نہیں اور دنیا کی طلب تو نہیں صرف اللہ تعالیٰ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہی ہجرت کا سبب ہے نا یا ایہا النبی اذا جاءک المومنات یبایعنک:۔ بخاری شریف کے دوسرے نسخہ میں یہاں یہ آیت ہے یا ایہا الذین امنوا اذا جاءکم المومنات مهاجرات اور یہی رائج ہے کیونکہ یا ایہا النبی والی آیت توفیق مکہ میں نازل ہوئی تھی جب مرد بیعت کر چکے اور عورتیں بیعت ہونے آئیں تو یہ آیت نازل ہوئی۔ یا ایہا النبی اذا جاءک المومنات یبایعنک چنانچہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم صفا کے اوپر کے حصہ میں تشریف فرما ہوئے اور نیچے کے حصہ میں حضرت عمر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عورتوں کو بیعت فرماتے رہے پس زیر بحث روایت میں آیت بدل کر لکھ دینا یہ بخاری شریف کو نقل کرنے والے کسی کا تب کی غلطی ہے۔ وعن عمہ:۔ اس کا عطف شروع روایت میں عن عمہ پر ہے وہاں بھی اور یہاں بھی عن عمہ سے مراد ابن شہاب زہری ہیں۔ ان ابابصیر فذکرہ بطولہ:۔ دوسری

یہی فرمایا تھا بیٹے کو کہ جاؤ گھوڑا لے آؤ وہ جانے ہی لگے تھے کہ لوگوں کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا احاطہ کرتے دیکھا تو بیٹے سے فرمایا کہ یہ بھی دیکھو کہ احاطہ کیوں کر رہے ہیں حضرت ابن عمر احاطہ کی وجہ معلوم کرنے گئے تو بیعت ہو گئے پھر گھوڑا لے آئے اور آکر والد صاحب کو احاطہ بتلائی تو والد صاحب بھی بیعت ہو گئے۔ منصفین:۔ یہ جگہ کا نام ہے اس جگہ حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے درمیان لڑائی ہوئی تھی حضرت معاویہؓ چاہتے تھے کہ پہلے حضرت عثمانؓ کا نصاب لیا جائے پھر کچھ اور کیا جائے اور حضرت علیؓ پہلے غلاف کے معاملات مضبوط کرنا چاہتے تھے اجتہادی اختلاف تھا جمہور کے نزدیک حضرت علیؓ کی رائے اولیٰ تھی اور حضرت امیر معاویہؓ کی غلطی اجتہادی تھی زیادہ بحث خلاف ادب ہے کیونکہ اس میں کسی صحابی کی توہین کا اندیشہ ہے۔ یوم ابی جندل:۔ یہ لفظ ہی محل ترجمہ ہے کیونکہ یوم ابی جندل یوم حدیبیہ ہی کو کہتے ہیں کیونکہ حضرت ابو جندل مسلمان ہو کر میدان حدیبیہ میں آئے تھے اور معاہدہ کی وجہ سے ان کو واپس کر دیا گیا تھا۔ لوددت:۔ یوم حدیبیہ میں میرا نہ لڑنا کوتاہی اور کمزوری کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اطاعت کی وجہ سے تھا ایسے ہی اب صفین وغیرہ میں میرا شریک نہ ہونا کمزوری کی وجہ سے نہ تھا بلکہ احتیاط اور تقویٰ کی وجہ سے ہے۔ وما وضعنا اسیا فنا علی عواقبنا:۔ جب بھی ہم کندھے پر تلوار اٹھاتے تھے لڑنے کے لیے تو وہ تلواریں مشکل کام کو آسان کر دیتی تھیں۔ یفضعنا:۔ اس کے معنی ہیں یزیدنا گھبراہٹ میں ڈالتا تھا۔ هذا الامر:۔ امر صفین۔ خصماً:۔ مشکیزہ کی جانب یعنی ہم مشکیزہ کی ایک جانب ٹھیک کرتے ہیں تو دوسری جانب سے پانی بہنا شروع ہو جاتا ہے۔ معاملہ ہمارے قابو میں نہیں آتا۔ وفرة:۔ سر کے بال کانوں کی لونیک۔

باب قصۃ عکل وعرینہ

یہ دو قبیلے ہیں ان کا قصہ بیان کرنا مقصود ہے۔

روایت میں حضرت ابوالبصیر کا واقعہ تفصیل سے مذکور ہے خلاصہ یہ ہے کہ یہ مسلمان ہو کر مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے معاہدہ کی وجہ سے واپس فرما دیا جن دو مشرک آدمیوں کے ساتھ واپس جا رہے تھے ان میں سے ایک کی تلوار حیلہ سے چھین لی اور اسے قتل کر دیا دوسرا بھاگ کر مدینہ پہنچا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے کہ تم تو لڑائی کرنا چاہتے ہو اس پر حضرت ابوالبصیر سمندر کے کنارے چلے گئے اب جو صاحب ایمان قبول فرماتے وہ ان کے ساتھ مل جاتے اب یہ ایک بڑی جماعت بن گئی اور کافروں کے قافلوں کو لوٹنا شروع کر دیا اس پر مشرکین مکہ نے خود ہی کہا کہ ہم یہ شرط ختم کرتے ہیں کہ جو مسلمان ہو اس کو مکہ مکرمہ واپس کر دیا جائے۔ یستلثم:۔ ہتھیار باندھ رہے تھے۔ ان ابن عمرو اسلم قبل عمر:۔ حاصل حدیث کا یہ ہے کہ لوگوں میں جو یہ مشہور ہے کہ ابن عمر حضرت عمر سے پہلے ایمان لائے تھے اس کی حقیقت صرف یہ ہے صلح حدیبیہ کے موقعہ میں بیعت رضوان حضرت ابن عمر نے اپنے والد صاحب سے پہلے کر لی تھی اسلام پہلے نہیں لائے تھے۔ فاذا الناس محدقون:۔ لوگ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا احاطہ کر رہے تھے اس حدیث کی وجہ سے اشکال ہوتا ہے کہ گذشتہ حدیث سے تو معلوم ہوا تھا کہ حضرت عمرؓ نے اپنے صاحبزادے کو کسی سے گھوڑا لانے کے لیے بھیجا تھا تو راستہ میں حضرت ابن عمر نے دیکھا کہ لوگ بیعت ہو رہے ہیں تو بیعت ہو گئے پھر گھوڑا لائے پھر والد صاحب سے بیعت کا ذکر کیا تو وہ بھی بیعت ہو گئے اور اب اس حدیث میں یوں آگیا کہ حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ لوگ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہو رہے ہیں تو اپنے بیٹے کو تحقیق کرنے بھیجا انہوں نے جا کر دیکھا کہ لوگ بیعت ہو رہے ہیں تو وہ بھی بیعت ہو گئے پھر والد صاحب کو آکر بتلایا تو وہ بھی بیعت ہو گئے تو ان دونوں حدیثوں کے واقعے ایک دوسرے کے خلاف ہیں اور متعارض ہیں جواب یہ ہے کہ پہلے

دوہنے کی آواز سن کر دودھ نہ مانگ لے۔ استلبت:۔ میں نے
چھین لیں۔ قد حمیت القوم الماء:۔ میں نے ان کو پانی
نہیں پینے دیا۔ فاسحج:۔ باب افعال سے ہے نرمی کر سجادۃ
کے معنی سہولت کے ہوتے ہیں۔

باب غزوة خیبر

مدینہ منورہ سے شام کو جائیں تو راستہ میں چند قلعے آتے تھے
ان کا نام خیبر تھا راجح یہ ہے کہ یہ غزوہ ۶ھ میں ہوا۔ بعض نے ۶ھ
میں بھی مانا ہے۔ قوم عمالیت کا ایک آدمی خیبر نام کا یہاں اتر اٹھا
اس کے نام پر یہ نام ہوا۔ ہنیاتک:۔ اصل میں مبہم چیز کو
کہتے ہیں جیسے کہیں فلاں بن فلاں یہاں مراد اشعار ہیں۔
یحدو بالقوم:۔ حد کے معنی ہیں اونٹوں کو چلانے کے
لیے نظم پڑھنا وہ نظم سن کر زیادہ چلتے ہیں۔ سب سے پہلے نضر بن
نزار نے نظم پڑھی تھی وہ اونٹ سے گر گیا اور ہاتھ ٹوٹ گیا تھا اس
لیے پڑھا وایداہ وایداہ۔ فاغفر فداء لک ما بقینا:۔

یہ ماصولہ ہے دو معنی کئے گئے ہیں۔ ۱۔ اے نبی پاک صلی اللہ علیہ
وسلم آپ ہمیں وہ حقوق معاف فرمادیں جو ہم نے چھوڑے ہیں۔
۲۔ یا اللہ آپ ہمارے گناہ معاف فرمادیں جو ہم نے کمائے
ہیں۔ اتینا:۔ کہ جب ہمیں حق کی امداد کے لیے پکارا جاتا ہے تو
ہم آجاتے ہیں اور ایک نسخہ میں اس کی جگہ ایٹنا ہے پھر معنی یہ ہیں
کہ جب ہمیں غیر حق کی طرف بلایا جاتا ہے تو ہم انکار کر دیتے
ہیں۔ عولوا علینا:۔ ہمیں امداد کے لیے پکارتے ہیں۔
وجبت:۔ جنت ثابت ہوگئی یا شہادت ثابت ہوگئی۔
لولا امتعتنا بہ:۔ آپ کیوں نہیں دعا فرماتے کہ کچھ دن اور
زندہ رہ جائے۔ مشیٰ بہا:۔ اس میں بھاضمیر کے مرجع میں
چار احتمال ہیں۔ ۱۔ ارض۔ ۲۔ مدینہ۔ ۳۔ حرب۔ ۴۔ نصلہ۔
نشاء بہا:۔ بڑا ہوا اور جوان ہوا اور ایک نسخہ میں ہے مشابہا
پھر یہ حال ہوگا۔ بمساحیہم:۔ یہ جمع سے مسحاۃ کی کسی۔
ومکاتلہم:۔ یہ جمع ہے مکتل کی ٹوکرا۔ والخمیس:۔

تکلموا بالاسلام:۔ کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہونے کا
اظہار کیا۔ اہل ریف:۔ کھیتی باڑی کرنے والے۔ واستو
خمو المدینۃ:۔ مدینہ منورہ کی آب و ہوا کو اپنے لئے
ناموافق پایا۔ بذود:۔ تین سے دس تک اونٹوں کو زود کہتے
ہیں۔ فاین حدیث انس فی العرنیین:۔ مقصد یہ
تھا کہ عرنین کا واقعہ بھی قسامہ کے مشابہ ہے۔ سوال۔ عرنین کے
واقعہ میں قسامہ کی طرح قسمیں جاری نہ فرمائی تھیں بلکہ لوٹ یعنی
علامت پائی جانے کی وجہ سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے
قصاص لیا تھا اس سے بظاہر حنفیہ کے خلاف جمہور کی تائید ہوتی
ہے کیونکہ جمہور کے نزدیک اگر علامت ہو تو قصاص ہو سکتا ہے
جبکہ علامت کے ساتھ مدعی حضرات کی قسمیں بھی ہوں حنفیہ کے
ز نزدیک قسامہ میں صرف مدعا علیہ حضرات سے قسمیں ہوتی ہیں۔
جواب عرنین والے واقعہ میں کوئی اشتباہ نہ تھا اور معلوم تھا کہ کس
نے قتل کیا ہے۔ قسامہ میں اشتباہ ہوتا ہے اس لیے عرنین کے
واقعہ کا قسامہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

باب غزوة ذی قرد

یہ ایک پانی کا نام ہے جو مدینہ منورہ اور خیبر کے درمیان تھا
اور اس راستہ پر واقع تھا جو مدینہ منورہ سے شام کو جاتا تھا یہ غزوہ
ربیع الاول ۶ھ میں پیش آیا۔ قرد کے لغوی معنی ہیں ردی اون۔
لقاح:۔ یہ جمع ہے قحہ کی دودھ دینے والی اونٹنی۔ ان اونٹیوں
پر ڈاکوؤں نے حملہ کیا چرواہے کو قتل کر دیا اور اس کی بیوی کو قید
کر لیا۔ قبل خیبر بثلاث:۔ کہ یہ غزوہ ذی قرد غزوہ خیبر سے
تین سال پہلے ہوا لیکن راجح یہی ہے کہ ایک سال پہلے ہوا کیونکہ
غزوہ خیبر جمادی الاخریٰ ۶ھ میں ہوا۔ قبل ان یوذن
بالاولیٰ:۔ یہاں اولیٰ سے مراد فجر کی نماز ہے۔ اندفعت
علی وجہی:۔ میں سیدھا بھاگا گا دائیں بائیں نہ دیکھا۔ الیوم
ایوم الرضع:۔ یہ جمع ہے راضع کی اس شخص کو کہتے ہیں جو فقیر
کے ڈر سے اپنی بکری کے تھن کو منہ لگا کر دودھ پئے کہ کہیں فقیر دودھ

لشکر کے پانچ حصے ہوتے ہیں مینہ میسرہ۔ مقدمہ ساقہ اور قلب۔
فجعل عتقھا صد اقھا:۔ عند الامنا ابی جلیہ و الجمہور
 لونڈی کا عتق مہر نہیں بن سکتا و عند احمد بن سکتا ہے لنانی الیہ تعالیٰ عن
 رزینہ مرفوعاً و اھر ہارزینہ ولاحمد ہذا الحدیث عن انس مرفوعاً
 فجعل عتقھا صد اقھا جواب ہماری روایت مثبت زیادت ہے اور
 منشاء اختلاف یہی واقعہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے
 حضرت صفیہ سے جب نکاح فرمایا تو عتق کے علاوہ کسی چیز کو مہر
 بنایا یا نہ جمہور کے نزدیک حضرت رزینہ کو مہر بنایا امام احمد کے
 نزدیک عتق ہی کو مہر قرار دیا۔ **فرأی طیالسة:**۔ چادریں
 دیکھیں چونکہ ان چادروں کا رنگ یہودی چادروں جیسا تھا اس
 لیے حضرت انس نے فرمایا کہ یہ تو اس وقت خیبر کے یہودی معلوم
 ہوتے ہیں۔ **رجل یحبہ اللہ ورسولہ:**۔ اس سے
 شیعہ استدلال کرتے ہیں کہ حضرت علی خلافت بلا فصل کے مستحق
 تھے جواب۔ ۱۔ اس سے صرف یہ ثابت ہوا کہ حضرت علی اللہ تعالیٰ
 اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہیں لیکن اس محبوب ہونے
 میں اور بھی بہت سے حضرات شریک ہیں ان اللہ یحب الذین
 یقاتلون فی سبیلہ صفاً کانہم بنیان مرصوص۔ فیہ
 رجال یحبون ان یتطہروا واللہ یحب المطہرین۔ ۲۔
 اگر تھوڑی دیر کے لیے محبوب ہونے سے افضلیت بھی مان لی
 جائے تو خلافت بلا فصل تو پھر بھی ثابت نہ ہوئی کیونکہ خلافت اور
 امامت تو غیر افضل کی بھی صحیح ہے جیسے حضرت شمویل علیہ السلام کی
 زندگی ہی میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے بادشاہت اور خلافت حضرت
 طالوت کو دی گئی۔ ۳۔ اسی باب میں آگے روایت آئے گی لمبی
 جس میں حضرت علی کا حضرت صدیق اکبر کے ہاتھ پر بیعت فرمانا
 بھی مذکور ہے اس میں عن عائشہ یہ بھی وارد ہے و تشہد علی فنعظم حق
 ابی بکر اس میں تصریح ہے کہ حضرت علی بھی حضرت صدیق اکبر کو
 ہی افضل سمجھتے تھے صرف برادرانہ رنجش یہ تھی کہ جب خلافت کے
 متعلق مشورہ ہوا تو اس وقت حضرت علی کو مشورہ میں شریک کیوں

نہ کیا گیا اور اس مسئلہ میں حضرت صدیق اکبر معذور تھے کہ بہت
 جلدی میں سقیفہ بنی ساعدہ جانا پڑا جہاں انصار خلافت طے کرنے
 کے لیے جمع ہو چکے تھے حضرت علی غسل اور کفن کے انتظامات میں
 مشغول تھے اگر جلدی سے حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر نہ
 پہنچتے تو غلط فیصلہ ہو سکتا تھا جو انتشار کا سبب بنتا اس لیے حضرت
 صدیق اکبر معذور تھے۔ ۴۔ اگر حضرت علی کے قلب مبارک میں
 خلافت کے متعلق کوئی خیال تھا بھی تو جب حضرت صدیق اکبر
 کے دست مبارک پر بیعت فرمائی تو حضرت علی کی رائے بدل گئی
 سوال حضرت علی نے بطور ترقیہ کے بیعت فرمائی۔ جواب۔ یہ آپ
 کی مسلم شجاعت کے خلاف ہے۔ یدو کون:۔ یدوک سے
 ہے جس کے معنی اختلاط کے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام نے رات
 اختلاط اور اختلاف میں گذاری کہ دیکھیں صبح کس کو یہ فضیلت ملتی
 ہے۔ **انفذ علی رسلک:**۔ سیدھے جاؤ۔ صنع
 حیسا:۔ حلوہ بنایا جو کھجور اور گھی اور پنیر سے بنایا جاتا تھا۔ فی
 نطع صغیر:۔ چھوٹے دسترخوان پر۔ یحوی لہا:۔
 کوہاں کے گرد چادر لپیٹ لیتے تھے۔ **كانت فیمن**
ضرب علیہا الحجاب:۔ یعنی حضرت صفیہ لونڈی نہ
 رہی تھیں بلکہ آزاد فرما کر نکاح فرمایا تھا کیونکہ پورا پردہ حرہ کیا کرتی
 تھیں۔ **وطالها خلفہ:**۔ نیچے بچھانے کی چیز درست
 فرمائی۔ **فاستحییت:**۔ کہ مجھے حریص سمجھیں گے۔ نہی
عن متعة النساء:۔ شیعہ متعہ کو اب بھی جائز سمجھتے ہیں کہ
 صرف ایک دودن کے لیے نکاح کر لیا جائے لفظ مع کے ساتھ اہل
 النبی و الجماعت کے نزدیک متعہ بالا جماع حرام ہے۔ لنا۔ ۱۔
فمن ابتغی وراء ذلک فاولئک ہم العادون کہ منکوحہ
 اور لونڈی کے سوئی نفع اٹھانا حرام ہے اور متعہ والی عورت نہ لونڈی
 ہے نہ منکوحہ ہے اس لیے حرام ہے۔ ۲۔ یہ زیر بحث روایت عن علی
 مرفوعاً نہی عن متعة النساء یوم خیبر ان کا استدلال اس آیت سے
 ہے۔ **فما استمتعتم به منهن فاتوهن اجورهن** جواب

عن ابیہ:۔ یزید بن اسلم ہیں جو حضرت عمر کے آزاد شدہ غلام تھے۔ لولا ان اترک الناس بباناً:۔ ای شہیا واحد او هو الفقر کہ اگر عامۃ المسلمین پر فقر کا خطرہ نہ ہوتا تو میں اس زمین کو ایسے ہی غنمین میں تقسیم کرنا جیسے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمین غنمین میں تقسیم فرماتی تھی لیکن اب عامۃ المسلمین کے فائدہ کے لیے غنمین کی اجازت سے اس زمین کو وقف کرنا ہوں کہ اس کی آمدنی قیامت تک مسلمان کھاتے رہیں۔ بعض بنی سعید:۔ اس سے مراد ابان ہے۔ ابن قوقل:۔ یہ حضرت نعمان بن قوقل ہیں جو بدر میں شریک ہوئے اور احد میں شہید ہوئے۔ واعجبا:۔ یہ تعجب کے اظہار کے لیے ہے جیسے واسیدہ کہا جاتا ہے۔ لوبو:۔ یہاڑی بلے کو دہرکتے ہیں۔ ندلی:۔ ای نزل اتر آیا:۔ قدوم الضان:۔ ۱۔ بلا ہمزہ۔ دونوں لفظوں کا مجموعہ ایک پہاڑ کا نام ہے۔ ۲۔ ہمزہ کے ساتھ۔ بھیڑ کا کنارہ۔ ان حزم خیلہم للیف:۔ ان کے گھوڑوں کی پٹیاں چھال کی تھیں یعنی کھجور کے چھلکوں کی تھیں۔ تحدر من راس ضال:۔ بیری کے درخت سے اتر آیا۔ اس روایت میں یہ آگیا کہ حضرت ابو ہریرہ نے حضرت ابان کو دینے سے منع کیا اور گزشتہ روایت میں اس کا عکس ہے جواب یہ ہے کہ دونوں نے ایک دوسرے کو دینے سے منع کیا تھا۔ حضرت ابو ہریرہ نے اس لیے منع کیا کہ ابان نے ابن قوقل کو غزوہ احد میں قتل کیا تھا اور حضرت ابان نے اس لیے منع کیا کہ حضرت ابو ہریرہ کمزور تھے۔ لم یوذن بها ابابکر:۔ کیونکہ اسی کی حضرت فاطمہ نے وصیت فرمائی تھی کیونکہ وہ بہت زیادہ پردہ میں دفن ہونا چاہتی تھیں اور شاید اس لیے بھی حضرت علی نے حضرت ابوبکر کی طرف خصوصی پیغام نہ بھیجا ہو کہ خیال فرمایا کہ ان کو خود ہی اطلاع ہو جائے گی اور یہ کسی روایت میں نہیں ہے کہ حضرت ابوبکر کو بالکل اطلاع نہ ہوئی اور آپ نے نماز جنازہ نہ پڑھی ظاہر یہی ہے کہ نماز جنازہ پڑھی ہے۔ ولم یکن یبایع تلک الا

یہاں لغوی معنی مراد ہیں نفع اٹھانا کیونکہ اس آیت سے پہلے بھی اور پیچھے بھی نکاح کی تصریح موجود ہے۔ ورخص فی الخیل:۔ عندا منابی حقیقہ و مالک مکروہ ہے وعند ثانی احمد بلا کراہت جائز ہے۔ لنا:۔ ۱۔ والخیل والبغال والحمیر لترکبوا و ذینۃ اگر کھانا جائز ہو تو حق تعالیٰ یہاں کھانے کا ذکر ضرور فرماتے کیونکہ انعامات کے ذکر میں بڑی نعمت کا چھوڑنا اور چھوٹی نعمت سواری اور زینت کا ذکر کرنا بلاغت کے اصول کے خلاف ہے معلوم ہوا کہ کھانا جائز نہیں ہے۔ ۲۔ فی ابی داؤد عن خالد بن الولید مرفوعاً نخی عن اکل لحوم الخیل والبغال والحمیر۔ لھما حدیث عن جابر بن عبد اللہ مرفوعاً ورخص فی الخیل جواب ترجیح موجب کراہت کو ہے۔ اذالقی الخیل او قال العد وقال لھم ان اصحابی یا مرو نکم ان تنتظر وھم:۔ اس کے چار معنی کئے گئے ہیں۔ ۱۔ جب وہ بھاگتے ہوئے دشمن سواروں کو یا بھاگتے ہوئے دشمن کو ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ٹھہرو میرے ساتھی تم سے لڑنے آرہے ہیں۔ ۲۔ صرف الخیل والی روایت کے یہ معنی بھی ہیں کہ جب وہ اپنے مسلمان سواروں سے ملتے ہیں تو انہیں کہتے ہیں کہ ذرا ٹھہرو پیچھے پیدل آنے والے مسلمان بھائیوں کو بھی ساتھ ملا لو۔ ۳۔ صرف الخیل والی روایت کے یہ معنی بھی ہیں کہ اپنے مسلمان سواروں کا حوصلہ بڑھانا مقصود ہوتا ہے کہ جب ان سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ حوصلہ رکھو غریب امداد آجائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ ۴۔ الخیل اور العد دونوں روایتوں کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ دشمن خواہ لڑنے والے ہوں یا بھاگنے والے ہوں ان پر رعب ڈالنے کے لیے جب ان سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہماری امداد آرہی ہے۔ فقسم لنا:۔ یہ اشعری حضرات اگر چہ لڑائی کے بعد پہنچے تھے لیکن غنیمت دار الاسلام میں لانے سے پہلے پہنچے تھے اس لیے ان کو بھی شریک فرمایا۔ سہم عائثر:۔ جس کا چلانے والا معلوم نہ ہو۔ اخبرنی زید

پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کو عامل بنا کر بھی بھیجا تھا تا کہ وہاں کے پھل تقسیم کر دے۔ استعمال رجلا علی خیر:۔ ان کا نام سوار بن غزیہ تھا۔ جنیب:۔ ایک بہت عمدہ قسم کھجور کی۔ الجمع:۔ ۱- ایک ردی قسم کھجور کی۔ ۲- کئی قسم کی کھجوریں ملی جلی۔

باب معاملة النبی صلی اللہ علیہ وسلم اہل خیر
غرض اس معاملہ کا بیان ہے جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کے بارے میں اہل خیر سے فرمایا۔

باب الشاة التي سمت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم بخیر
غرض اس زہروالی بکری کا ذکر ہے جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو یہودیوں کی طرف سے خیر میں بطور ہدیہ کے دی گئی تھی۔

باب غزوة زيد بن حارثة
اس غزوہ کا بیان مقصود ہے جو حضرت زید بن حارثہ کی سرداری میں ہوا علامہ یعنی نے ایسے غزوے سات شمار فرمائے ہیں جو ان کی سرداری میں ہوئے۔ ۱- اہل نجد سے۔ ۲- بنی سلیم سے۔ ۳- قریش کے قافلہ سے۔ ۴- بنی ثعلبہ سے۔ ۵- بنی جذام سے۔ ۶- وادی القریٰ سے۔ ۷- بنی فزارہ سے۔

باب غزوة القضاء
اور بعض نسخوں میں ہے باب عمرة القضاء غزوہ اس لئے قرار دیا گیا کہ اس میں لڑائی کا اندیشہ تھا اور قضاء نام کیوں رکھا گیا۔ ۱- گذشتہ سال جو عمرہ واجب ہو گیا تھا احرام باندھنے کی وجہ سے اس کی قضاء نام کیوں رکھا گیا۔ ۱- گذشتہ سال جو عمرہ واجب ہو گیا تھا احرام باندھنے کی وجہ سے اس کی قضاء مقصود تھی۔ ۲- مقاضاة معاہدہ کو بھی کہتے ہیں یہ عمرہ معاہدہ پڑی تھا جو ایک سال پہلے مسلمانوں اور مشرکین مکہ کے درمیان ہوا تھا۔ پہلی وجہ تسمیہ کو رائج قرار دیا گیا ہے۔ ولیس یحسن یکتب:۔ یہ لکھنا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا بطور معجزہ کے تھا۔ قال زید ابنہ اخي:۔ کیونکہ حضرت حمزہ اور حضرت زید کے درمیان مواخاة بنادی تھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ انہا ابنہ اخي

شہور:۔ ۱- یہ نبی حضرت عائشہ کے اپنے علم کے درجہ میں ہے ورنہ حضرت ابوسعید کی روایت سے ثابت ہے کہ حضرت علی نے شروع ہی میں بیعت فرمائی تھی اور ترجیح مثبت زیادت کو ہوتی ہے۔ ۲- اطاعت کرنا اور بغاوت نہ کرنا یہی تسلیم خلافت کے لیے کافی ہوتا ہے اور ہاتھ پر ہاتھ رکھنا صرف ان اہل صل وعقد ہی پر واجب ہوتا ہے جو مشورہ خلافت کی مجلس میں موجود ہوں سب مسلمانوں پر واجب نہیں ہوتا۔ مستدرک حاکم میں ہے عن عبد الرحمن بن عوف قال خطب ابو بکر فقال واللہ ما كنت حریصاً علی الامارة یوماً ولا لیلة قط ولا كنت راغباً فیها ولا سالتھا اللہ سر ولا علانیة ولكن اشفقت من الفتنة ای لو اخرت الی اجتماعهم اور صحیح ابن حبان میں ہے اور انہوں نے اس روایت کو صحیح بھی قرار دیا ہے عن ابی سعید ان علیا باج ابا بکر فی اول الامر سوال۔ فی مسلم عن الزہری ان رجلاً قال لہ لم یبايع علی ابا بکر حتی مات فاطمة قال لا ولا احد من بنی ہاشم۔ جواب۔ ۱- اس روایت کو امام زہری نے سند سے بیان نہیں فرمایا اس لیے امام بیہقی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ ۲- پہلے شروع میں بیعت فرمائی تھی پھر وراثت نہ ملنے سے لوگوں میں جو شبہ اختلاف کا ہو گیا تھا اس کے ازالہ کے لیے دوبارہ بیعت فرمائی۔ کنانری لقروا ابتنا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نصیباً:۔ خلافت کا مشورہ کرنے میں ہمیں کیوں شریک نہ کیا۔ اصل وجہ یہ تھی کہ جلدی جانے کی ضرورت تھی اور حضرت علی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل وغیرہ کے انتظام میں مشغول تھے اور انصار نے خلافت کا مشورہ شروع کر دیا تھا حضرات شیخین کو اطلاع ملی تو جلدی سے تشریف لے گئے کہیں انصار جلدی میں کسی کے ہاتھ پر بیعت نہ کر لیں اور انتشار اور فتنہ نہ شروع ہو جائے اس مجبوری میں حضرت علی کو بلانے کا انتظار نہ کیا گیا۔

باب استعمال النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی اہل خیر
اس باب کی غرض یہ بیان فرمانا ہے کہ خیر فتح فرمانے کے بعد نبی

من الرضاعة. کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت حمزہ کو حضرت ثویبہ نے دودھ پلایا تھا۔ الاما حوا:۔ اور ایک روایت میں تین دن کی تصریح ہے۔ استئان عائشة:۔ مسواک کرنا۔ تزوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم میمونہ و هو محرّم:۔ یہ مسئلہ کتاب الحج میں گزر چکا ہے۔

باب غزوة مودة من ارض الشام

غرض غزوہ مودہ کا بیان ہے یہ سریر ۶۰ھ یا ۶۸ھ ہوا راجح ۶۸ھ ہے مودہ ہمزہ کے ساتھ اور ہمزہ کے بغیر واو کے ساتھ دونوں طرح منقول ہے یہ جگہ کا نام ہے جو بیت المقدس سے دو دن کے سفر پر ہے لڑائی کی وجہ یہ ہوئی کہ ہرقل کے ماتحت بصری کا حاکم شرجیل بن عمرو تھا اس کی طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حارث بن عسیر کو اپنی بیٹا کر بھیجا اس نے ان کو قتل کر دیا ان کے سوا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اپنی کو قتل نہیں کیا گیا اس پر تین ہزار کا لشکر دے کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ کو جو متبخی بھی تھے بھیجا اور یہ فرمادیا کہ اگر یہ شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالب کو سردار بنالیں اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبد اللہ بن رواحہ کو سردار بنالیں اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو مسلمان جس کو چاہیں اپنا سردار بنالیں۔ ہرقل کو پتہ چلا تو اس نے ایک لاکھ کا لشکر بھیجا جب یہ تینوں حضرات یکے بعد دیگرے شہید ہو گئے تو حضرت خالد بن الولید نے جھنڈا لے لیا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں وحی سے بتلا رہے تھے کہ اب فلاں شہید ہو گیا اب فلاں شہید ہو گیا جب حضرت خالد بن الولید نے جھنڈا لیا تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی۔

اللھم انھ سیوفک فانت نصرہ۔ حضرت خالد بن الولید نے یہ حکمت علمی اختیار فرمائی کہ فوج کے میمنہ کو میسرہ کر دیا اور میسرہ کو میمنہ کر دیا اور مقدمہ کو ساقہ اور ساقہ کو مقدمہ بنا دیا رومی یہ سمجھے کہ امداد آگئی ہے وہ گھبرا گئے اور ان کی فتح شکست سے بدل گئی بھاگ کھڑے ہوئے اور بے شمار قتل ہوئے اور ہمیں بہت سی

غیمت ملی اسی لیے حضرت خالد بن الولید کا لقب سیف اللہ ہوا۔ بضعا وتسعين من طعنة ورمية:۔ سوال۔ گذشتہ روایت میں ہے خمسين بین طعنة وضربة یہ تو تعارض ہوا جواب۔ ۱۔ خمسين میں پشت والے زخم شمار نہ فرمائے تھے۔ ۲۔ خمسين میں تیر کے زخم نہ شمار فرمائے تھے صرف نیزے اور تلوار کے شمار فرمائے تھے۔ ۳۔ عدد قلیل عدد کثیر کے منافی نہیں ہوتا۔

وعیناه تذرفان:۔ آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں۔

مستبطات:۔ ۱۔ صرف موت کی خبر دینا منع نہیں ہے۔ منع صرف نوحہ کے ساتھ خبر دینا ہے۔ ۲۔ بادشاہ شرط کے ساتھ امیر بنا دے تو یہ بھی صحیح ہے جیسے یہاں فرمایا کہ اگر زید بن حارثہ شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالب کو امیر بنالینا۔ ۳۔ کسی لشکر میں بادشاہ یکے بعد دیگرے کئی امیر بھی مقرر کر دے تو جائز ہے۔ ۴۔ شدید مجبوری میں بادشاہ کی اجازت کے بغیر بھی امیر بن جانے کی گنجائش ہے جیسے حضرت خالد بن الولید امیر بنے۔ ۵۔ امیر کے فوت ہونے پر یا شہید ہونے پر فوراً دوسرا امیر بنانا واجب ہے۔ ۶۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی دور ہونے کی صورت میں اجتہاد جائز تھا جیسے حضرات صحابہ کرام نے اجتہاد سے حضرت خالد بن الولید کو اپنا سردار بنایا۔ ۷۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ جب چاہتے تھے وقتاً فوقتاً غیب کی خبریں پہنچا دیتے تھے۔ ۸۔ حضرت خالد بن الولید کو بہت بڑی فضیلت اس جہاد میں ملی کہ سیف اللہ کا لقب ملا اپنے سے ۳۳ گنا لشکر پر فتح نصیب ہوئی۔ ۹۔ الحرب خدعة کی تائید ہوئی۔ ۱۰۔ اگر کافر مسلمانوں کو ذلیل کریں تو بدلہ لینا اور اس ذلت کو دور کرنا قابل اہتمام ہے جیسے اس جہاد میں اس ذلت کا بدلہ لیا گیا کہ ہمارے اپنی کو کافروں نے قتل کیا۔ ۱۱۔ کم من فنة قليلة غلبت فنة كثيرة باذن اللہ کا مصداق پایا گیا۔ من صائرو الباب:۔ اور ایک نسخہ میں ہے من غیر الباب دونوں کے معنی ہیں دراڑ یعنی دروازے کی لکڑی کے درمیان پتلے پتلے سوراخ لکیر کی شکل میں۔ یا ابن ذی

الجناحین:۔ وہ تھی کہ مرفوعاً وارد ہو چکا تھا۔

رأیت جعفرًا یطیر فی الجنة۔ پھر اڑنے کی صورت کیا تھی۔ ۱۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی شکل کے ساتھ ہی اڑنے کی قوت عطا فرمائی۔ ۲۔ آپ کے دونوں بازو جہاد میں شہید ہو گئے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے پرندوں کی طرح بازو عطا فرمائے تھے۔ ۳۔ اڑنے کی کیا صورت تھی یہ مشابہات میں سے ہے۔ صعیفة:۔ چوڑی تلوار۔ یمانیة:۔ اصل میں یاء نسب مشدود تھی تخفیفاً ایک یاء گرا کر اس کے عوض الف دیا گیا۔ صبروت:۔ اس تلوار نے صبر کیا اور نہ ٹوٹی۔ انت کذلک:۔ سوال اس حدیث میں تو حضرت عبداللہ بن رواحہ کی اس بیماری کا ذکر ہے جو غزوہ موتہ سے پہلے پائی گئی اس لئے اس روایت کا ذکر غزوہ موتہ میں مناسب نہیں۔ جواب حضرت عبداللہ بن رواحہ کا تذکرہ مقصود ہے جو غزوہ موتہ میں امیر بنے پھر شہید ہوئے اس مناسبت سے یہاں اس روایت کو ذکر فرمایا۔

باب بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اسامة بن زید الی الحرقات من جھینہ

اس جہاد کا تذکرہ مقصود ہے اور الحرقات یہ بنی جھینہ ہی کا ایک قبیلہ تھا۔

باب غزوة الفتح

غرض فتح مکہ کا بیان ہے چونکہ مشرکین مکہ نے صلح حدیبیہ کا معاہدہ توڑ دیا تھا اس لئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار کا لشکر لے کر تشریف لائے اور مکہ مکرمہ اللہ تعالیٰ نے فتح فرمادیا۔

باب غزوة الفتح فی رمضان

فتح مکہ کا وقت بتلانا مقصود ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اررمضان ۸ھ بروز بدھ فتح کے لئے مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے تھے۔

الیٰ حنین:۔ مناسبت باب سے یہ ہے کہ حنین فتح مکہ کے بعد ہوا نیز گذشتہ حدیث کی وضاحت بھی مقصود ہے۔

باب این رکز النبی صلی اللہ علیہ وسلم

الرایة يوم الفتح

غرض اس جگہ کا بیان ہے جہاں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے

فتح مکہ کے دن اسلام کا جھنڈا گاڑا تھا۔ عند حطم الخیل:۔ تنگ راستہ جہاں گھوڑے ایک دوسرے کو کاٹیں یعنی گھوڑوں کو بھیڑ ہو اور سب گھوڑے وہاں سے گزریں تاکہ حضرت ابوسفیان کے دل میں اسلام کی عظمت زیادہ ہو اور خوشی ہو اور اسلام مضبوط ہو۔ جنداً یوم الذمار:۔ ۱۔ یہ ہلاکت کا دن ہے کاش میں اپنے رشتہ داروں کو ہلاکت سے بچاؤں یہ بات عاجزی اور ذلت کے موقعہ میں کہی جاتی ہے۔ ۲۔ یہ حفاظت کا دن ہے۔ اے عباس آپ کے ذمہ میری حفاظت ہے۔ یوجع:۔ گلے میں آواز لوٹا رہے تھے یعنی بہت خوشنا بنا کر پڑھ رہے تھے۔ اقتله:۔ یہ عبداللہ بن حنظل تھا جو اسلام لایا پھر مرتد ہوا نعوذ باللہ من ذالک پھر اس نے ایک شخص کو قتل کیا اور اس کی دو گانے والی عورتیں تھیں جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی جھوکیا کرتی تھیں اور رائج یہی ہے کہ اس کو حضرت ابوہریرہ نے قتل فرمایا اور ساعت حلت کے اندر اندر ہی قتل فرمادیا جو یوم الفتح میں طلوع فجر سے عصر تک تھی۔ لا یبدی الباطل ولا یعید:۔ ۱۔ نہ اولاً غالب ہوگا دلائل کے لحاظ سے نہ ثانیاً۔ ۲۔ باطل نہ اہل باطل کو دنیا میں نفع دے گا نہ آخرت میں۔ ۳۔ باطل سے مراد ابلیس ہے نہ اس نے پہلے کسی کو پیدا کیا نہ وہ دوبارہ اٹھائے گا بلکہ اللہ تعالیٰ ہی نے پہلے پیدا کیا وہی دوبارہ اٹھائیں گے۔

باب دخول النبی صلی اللہ علیہ وسلم

من اعلیٰ مکة

غرض یہ بیان فرمانا ہے کہ فتح مکہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں کس جانب سے داخل ہوئے تھے۔

باب منزل النبی صلی اللہ علیہ وسلم يوم الفتح

غرض یہ بیان فرمانا ہے کہ فتح مکہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کہاں قیام فرمایا تھا۔

باب:۔ ما قبل کا تہ ہے پہلی روایت کی مناسبت یہ ہے کہ سورہ نصر میں فتح مکہ کے متعلق جو حکم ہے اس پر کیسے عمل فرمایا اس طرح

لقد نصر کم اللہ فی مواطن كثيرة و يوم حنین پھر حنین مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیان ایک وادی کا نام ہے جو مکہ مکرمہ سے دس سے کچھ زائد میل دور ہے۔ ثم ولیمت مدبرین:۔ مراد یہ ہے کہ چند کے سوا سب بھاگ کھڑے ہوئے ان چند نہ بھاگنے والوں میں خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھے ۱۰ رمضان ۶۰۸ھ کو فتح مکہ کے لئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے نکلے۔ فتح مکہ سے فارغ ہوتے ہی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ بنی ہوازن بہت سے قبیلوں کے ساتھ حملہ کی تیاری کر رہے ہیں چنانچہ شوال ۶۰۸ھ میں ۱۲ ہزار کے لشکر کے ساتھ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نکلے کافروں کا امیر مالک بن عوف انظری تھا۔ صبح کے غلس میں کافروں نے جو چھپے بیٹھے تھے ایک دم تیروں اور تلواروں سے حملہ کر دیا مسلمان ایک سو یا اسی کے سوا سب بھاگ کھڑے ہوئے۔ نہ بھاگنے والوں میں خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عباس اور حضرت فضل بن عباس اور حضرت ابوسفیان اور حضرت ایمن بن ام ایمن اور حضرت اسامہ بن زید وغیرہ تھے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سفید خچر پر سوار فرما رہے تھے۔

انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب
نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس کو حکم دیا تو انہوں نے مسلمانوں کو آواز دی تو کچھ مسلمان لوٹ آئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوسفیان سے مٹھی مٹی کی مانگی۔ انہوں نے دی تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مٹھی کافروں کی طرف پھینکی سب کافروں کی آنکھوں اور منہ میں پڑی پھر کافروں نے آسمان سے آواز سنی جیسے طشتی پر زنجیر گڑتے ہیں اور فرشتے چیونٹیوں کی شکل میں مسلمانوں اور کافروں کے درمیان اترے اس پر کافر بھاگ کھڑے ہوئے کچھ مارے گئے کچھ پکڑے گئے فرشتے پانچ ہزار یا آٹھ ہزار یا سولہ ہزار تھے۔ سرخ پگڑیوں کے ساتھ تھے۔ چھ ہزار کافر قیدی ہوئے اس کے علاوہ اونٹ بیس ہزار بکریاں ۴۰ ہزار سے زائد چاندی چار ہزار اوقیہ غنیمت میں آئی۔ بیس دن کے بعد

کہ یہ الفاظ رکوع اور سجدہ میں پڑھتے تھے سبحانک اللہم ربنا وبحمدک اللہم اغفر لی۔ بخروبة:۔ فتح کے ساتھ سرقہ اور ضم کے ساتھ بمعنی نساد۔ بیان مقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم بمکة زمن الفتح:۔ غرض یہ بیان فرمانا ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں کتنا قیام فرمایا۔ تسعة عشر يوماً:۔ سوال یہ روایت گذشتہ روایت کے خلاف ہے کیونکہ گذشتہ روایت میں مکہ مکرمہ دس دن ٹھہرنا مذکور ہے اور اس روایت میں ۱۹ دن۔ جواب۔ گذشتہ روایت کا تعلق حجة الوداع سے ہے اور زیر بحث روایت کا تعلق فتح مکہ سے ہے۔ باب۔ ما قبل کا تہہ ہے۔ قد مسح وجهه:۔ صحابی ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ زیارت کو بھجھتا ہو یا کوئی حدیث حاصل کی ہو۔ حضرت عبداللہ بن ثعلبہ میں یہ بات پائی گئی۔ وکانما یغری فی صدري:۔ گویا کہ میرے دل میں اتر جاتی تھی۔ تلوم:۔ ایک تاء حذف کی گئی ہے۔ انتظار کرتے تھے فتح مکہ کا اسی بنا پر یہ روایت فتح مکہ کے ابواب کے مناسب ہو گئی۔ وللعاهرا الحجر:۔ کنایہ ہے اس سے کہ زانی کے لئے ناکامی اور محرومی ہے۔ فلقلت معبداً:۔ راجع ابو معبد ہے جیسا کہ آئندہ روایت میں آ رہا ہے ان کا نام مجالد تھا اور کنیت ابو معبد تھی۔ فان وجدت شیئاً ولا رجعت:۔ شیئاً سے مراد جہاد یا قہر علی الجہاد ہے اس سے پہلے یہ بھی ہے فاعرض نفسك اس کے معنی ہیں آگاہ کن نفس خود را و آگاہ باش حاصل معنی یہ ہوئے کہ اپنے دل میں غور فکر کر لو۔ ولكن جهاد ونية:۔ یعنی ہجرت کی نیت رکھے کہ جب ضرورت ہوگی کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

باب قول الله عز وجل ويوم حنین اذا عجبکم کثرکم

اور بعض نسخوں میں قول اللہ تعالیٰ سے پہلے غزوہ حنین بھی ہے پھر آیت مبارکہ میں یوم سے پہلے موطن محذوف ہے تاکہ مکان کا عطف مکان پر ہو زمان کا عطف مکان پر نہ ہو کیونکہ شروع آیت یوں ہے

لاہا اللہ:۔ اس کے معنی ہیں لا واللہ اور حاقم یہ ہے بمعنی واو قسمیہ۔ یختلہ:۔ دھوکا دینا چاہتا تھا۔ اصیبغ:۔ چڑیا جیسا ایک چھوٹا سا پرندہ۔ خرافاً:۔ باغ۔

باب غزوة او طاس

او طاس جگہ کا نام ہے اور باب کی غرض غزوہ او طاس کی تفصیل بتلانا ہے۔ اس غزوہ کا واقعہ یہ ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حنین میں فتح عظیم نصیب فرمائی تو کچھ ہوازن کے لوگ وادی او طاس میں جمع ہوئے مسلمانوں سے بدلہ لینے کے لئے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو موسیٰ اشعری کے چچا حضرت ابو عامر کی سرداری میں لشکر او طاس بھیجا ان کی سرکوبی کے لئے چنانچہ لڑائی ہوئی اور مسلمانوں کو فتح ہوئی۔

فنزاهنہ الماء: گھنے میں سے پانی نکالا۔

باب غزوة الطائف

یہ ایک بڑا شہر ہے جو مکہ کرمہ سے تین دن یا دو دن کے فاصلہ پر ہے۔ وجہ تسمیہ میں دو اہم قول ہیں۔ ۱۔ لدمون بن عبید بن مالک نے اپنے ابن عم عمر کو قتل کیا۔ حضرموت میں اور بھاگ آیا اور مسعود بن معتب ثقیفی کو دیکھا جو کہ لنگڑا رہا تھا اور مالدار تھا تو لدمون نے مسعود سے معاہدہ کر لیا کہ ہم ایک دوسرے کا نکاح کرادیں گے اور لدمون نے کہا کہ میں تمہارے مال سے تمہارے شہر کے گرد فصیل بناؤں گا کہ کوئی اہل عرب حملہ نہ کر سکے چنانچہ بنادی تو اصل میں تو اس فصیل کا نام طائف ہے پھر پورے شہر کا نام طائف ہو گیا۔ ۲۔ امام سیبلی نے نقل فرمایا (جیسا کہ عینی میں ہے) کہ طاف علیہا طائف من ربک وہم نائمون کہ جبریل علیہ السلام نے اس زمین کو اٹھا لیا فصاحت کالصریم وهو اللیل کہ وہ رات کی طرح کالی اور بے آباد رہی پھر اس جگہ کو خانہ کعبہ کا طوائف کرایا اور اس جگہ رکھ دیا جہاں اب طائف ہے اصل میں یہ زمین صنوران میں تھی جو صنعاء سے ایک فرسخ دور تھا اسی لئے طائف میں پانی اور درخت ہیں آس پاس نہیں ہیں اور یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

بقیہ ہوازن مسلمان ہوئے اور مسلمانوں سے اجازت لے کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سب قیدی چھوڑ دیئے بلکہ بعض قیدیوں کو سو سواونٹ بھی دیئے اور ارشاد فرمایا کہ اگر مالک بن عوف مسلمان ہو جاتا تو اسی کو دو بارہ امیری دے دی جاتی وہ بھاگ گیا تھا یہ سن کر واپس آ گیا اور سچا مسلمان ہوا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سواونٹ بھی دیئے اور سرداری بھی دی۔ اذاعجبتکم کثرتکم:۔ تم نے اپنی کثرت پر فخر کیا جو اللہ تعالیٰ نے پسند نہ فرمایا۔ قال قبل ذلک:۔ یعنی صلح حدیبیہ اور بیعت رضوان میں بھی شریک ہوئے ایمان کی حالت میں اور یہ عبداللہ بن ابی اوفیٰ ہیں ان کے والد صاحب بھی صحابی تھے جنہوں نے اپنا صدقہ عبداللہ کے ہاتھ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تھا یہ عبداللہ بن ابی اوفیٰ کوفہ میں سب سے اخیر میں ۸۶ھ میں وفات پانے والے ہیں اور امام ابو حنیفہ کی پیدائش میں رائج قول ۸۰ھ کا ہے آپ نے ان کا زمانہ پایا ہے اور زیارت کی ہے کیونکہ چھ سال کی عمر تک اپنے شہر کے صحابی کی زیارت نہ کی ہو یہ محال ہے اور ایک قول میں تو امام ابو حنیفہ کی پیدائش ۷۰ھ کی ہے اس قول کے لحاظ سے تو تابعی ہونا اور بھی ظاہر ہے۔ فرشتہ تم: تیر مارے۔ سوال یہاں بظاہر جواب سوال کے مطابق نہیں ہے۔ سوال تو یہ ہے کہ اے براہین عازب کیا آپ غزوہ حنین میں بھاگے تھے اور جواب یہ دیا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز نہ بھاگے تھے جواب۔ قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سوال یہ تھا کہ کیا سب بھاگ گئے تھے اور سب میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں اور پھر اگلی روایت میں تو الفاظ یہی یہ ہیں اولیٰ تم اس لئے جواب سوال کے مطابق ہو گیا۔ نزل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن بغلة:۔ خچر زیادہ نہیں بھاگتی اس لئے اس پر سوار ہونا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ثابت قدمی کی دلیل ہے اور پھر نیچے اتر آنا مزید ثابت قدمی کی دلیل ہے۔ استأنیت:۔ میں نے تمہارا انتظار کیا ہذا الذی بلغنی عن سبى ہوازن:۔ یہ مقولہ امام زہری کا ہے۔

تھا کہ اب جلدی تقسیم فرمادیں۔ ابشور: ۱۔ خوش ہو جاؤ کہ اب میں تقسیم کرنے لگا ہوں۔ ۲۔ خوش ہو جاؤ کہ تم نے اب تک صبر کیا تمہیں اس صبر کا بہت ثواب ملے گا۔ لما افاء اللہ:۔ یہ فئی سے ہے جس کے معنی رجوع کے ہیں کیونکہ یہ مال اصل میں مسلمانوں ہی کا ہے کافر عارضی طور پر غالب آگئے اب اصل مالک کی طرف لوٹ آیا۔ فی المولفة قلوبہم:۔ ۱۔ کافر جن کے ایمان لانے کی امید ہو کہ کچھ مال لے کر خوش ہو جائیں اور اسلام کی حقیقی دولت حاصل کرنے کی توفیق ہو جائے۔

۲۔ ایسے مسلمان جن کے خادم اور ماتحت جن کو اتباع کہا جاتا ہے بہت سے ہوں تو ان مسلمانوں کو مال و دولت دی جاتی تھی کہ ان اتباع کو جو کافر ہیں ان کو شوق پیدا ہو کہ ایمان کے بعد بھی دنیا سے ہم محروم نہ ہو جائیں گے بلکہ بہت کچھ ملے گا ایسے مسلمانوں کو مولفة القلوب کہا جاتا تھا۔ ۳۔ جو نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں ان کی امداد کی جاتی تھی کہ غریبی اور تنگدستی کی وجہ سے کہیں گھبرا کر ایمان کی دولت سے محروم نہ ہو جائیں اور دوبارہ کفر کے اندھیروں میں نہ چلے جائیں۔ ولم يعط الا نصار شیعاً: سوال۔ جب انصار جہاد میں شریک تھے تو ان کو ان کا حصہ کیوں نہ دیا گیا۔ جواب۔ ۱۔ حنین کی غنیمت عام جہادات کی غنیمت سے مستثنیٰ قرار دی گئی تھی اور اس کے لیے خصوصی حکم نازل ہوا تھا۔ جواب۔ ۲۔ یہ انصار کو نہ دینا صرف غصے میں سے تھا۔ اصل غنیمت عام اصول کے مطابق تقسیم فرمائی تھی۔ لو شتتم قلتم جئتنا کذا و کذا: اس کی تفصیل مسند احمد میں ہے عن انس مرفوعاً اقلنا تقولون جئتنا خانفا فامناک و طریدا فامناک و غزولاً فامناک قالوا بل المن علینا للہ ورسولہ اور یہ فرمانا تو انصاعاً تھا ورنہ اصل احسان تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی ان پر تھا۔ ما یمنعکم ان تجیبوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: کہ تم نے مجھ پر اعتراض کیوں کیا کہ اہل مکہ کو دیا نہیں نہ دیا۔ والناس وثار: وہ لباس جو شعار کے اوپر

کے اٹھائے جانے کے کچھ بعد کا ہے پھر غزوہ طائف کی تفصیل اس باب کی غرض ہے اور وہ تفصیل اس باب کی روایات میں ہے حاصل یہ ہے کہ فتح حنین کے بعد تقسیم غنائم سے پہلے طائف کا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے محاصرہ فرمایا ۱۵ یا ۱۷ یا ۲۰ یا ۳۰ یا ۴۰ دن مختلف روایات ہیں اور کچھ لڑائی بھی ہوئی پھر بغیر فتح فرمائے واپس تشریف لے آئے۔ مخنث: ۱۔ نون کے کسرہ کے ساتھ زیادہ فصیح شمار کیا جاتا ہے۔ ۲۔ نون کے فتح کے ساتھ زیادہ مشہور ہے۔ عورتوں جیسے بدن والا مرد اپنی کلام کی نرمی میں جس کو ہم ہجڑا کہتے ہیں۔ لا یدخلن ہولا علیکن: کیونکہ یہ غیر اولی الاربۃ من الرجال میں داخل نہیں ہے۔ ہیت:۔ یہ اس محنت کا علم ہے اور دونوں طرح منقول ہے ہاء کے کسرہ کے ساتھ اور ہاء کے فتح کے ساتھ اور بخاری شریف کے بعض نسخوں میں یہاں لفظ ہنب ہے جس کے معنی احمق کے ہوتے ہیں۔ حدثنا سفیان الخیر کلہ:۔ یعنی سفیان بن عیینہ نے پوری حدیث سنائی اور دوسرے نسخہ میں ہے کلبہ بالخبر اس کے معنی یہ ہیں کہ عن کی جگہ بھی خبر نایا خبر بنی ہی کے الفاظ ہیں۔ وکان تسور حصن الطائف:۔ دیوار پھاند کر آگئے تھے اور مسلمان ہو گئے تھے اور دیوار پھاندے بغیر نکلنا مشکل تھا ان کے ساتھ کچھ اور حضرات بھی جو پہلے طائف میں غلام تھے دیوار پھاند کر آئے تھے اور کچھ مسلمان ہوئے۔ ثالث ثلثة و عشرين: سوال۔ حضرت موسیٰ بن عقبہ نے اپنے مغازی میں لکھا ہے کہ صرف حضرت ابوبکر ہی مسلمان ہوئے تھے۔ جواب۔ ۱۔ صحیح بخاری کی روایت سند کے لحاظ سے اقویٰ ہے اس لیے اسی کو ترجیح ہے۔ ۲۔ پہلے صرف حضرت ابوبکر آئے باقی بعد میں آئے۔ جعرانة:۔ دو طرح پڑھا گیا ہے۔ ۱۔ جعرانۃ بسکون العین وتخفیف الراء۔ ۲۔ جعرانۃ بکسر العین وتشدید الراء۔ الاتنجزنی ما وعدتني: ۱۔ ان اعرابی سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی خصوصی وعدہ فرمایا ہوا تھا اس کا وہ مطالبہ کر رہے تھے۔ ۲۔ عمومی وعدہ تھا کہ طائف سے واپس آ کر جعرانہ میں غنیمت تقسیم کریں گے اب وہ دیہاتی اسی وعدہ کو یاد کر رہا

معذرت چاہے تو اس کو معاف کر دینا چاہیے جیسے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے معاف فرمادیا۔ ۱۶۔ پیشین گوئی اور اخبار بالغیب کا معجزہ ظاہر ہوا کہ تم پر ترجیح ظاہر ہوگی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ۱۷۔ بیت المال کی تقسیم میں حسب ضرورت کی بیشی ہو سکتی ہے۔ ۱۸۔ غنی کو بھی مصلحت کی وجہ سے کچھ دیا جاسکتا ہے۔ ۱۹۔ دنیا کا حق مانگنے کی گنجائش ہے جیسے عوازل نے مانگا۔ ۲۰۔ ضرورت کے موقعہ میں وعظ کہنا چاہیے۔ ۲۱۔ وعظ خصوصی بھی ہو سکتا ہے جس میں کسی کو آنے کی اجازت ہو کسی کو نہ ہو۔ ۲۲۔ دنیا فوت ہونے پر تسلی دینی چاہیے۔ ۲۳۔ ہدایت ملنے پر۔ اتفاق ملنے پر۔ غنی پر شکر کرنا چاہیے۔ ۲۴۔ اللہ تعالیٰ کا اور پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا احسان ماننا چاہیے۔ ۲۵۔ آخرت کو دنیا پر ترجیح حاصل ہے۔

باب السرية التي قبل نجد

سری کے معنی نفیس کے ہیں کیونکہ عموماً سریہ لشکر میں سے عمدہ ہوتا ہے۔ نجد کے لغوی معنی بلند جگہ کے ہوتے ہیں۔ یہاں نجد کا مصداق وہ بلند حصہ ہے جو عراق اور حجاز کے درمیان واقع ہے۔ امام بخاری نے گواس سریہ کو غزوہ حنین کے ذکر کے بعد ذکر کیا ہے لیکن رائج یہ ہے کہ یہ سریہ شعبان ۸ھ میں فتح مکہ سے پہلے واقع ہوا نجد میں ارض محارب کی طرف حضرت قتادہ کو پندرہ (۱۵) حضرات کا سردار بنا کر بھیجا گیا جو ۲۰۰ اونٹ دو ہزار (۲۰۰۰) بکریاں اور بہت سے قیدی لائے ۱۵ دن مدینہ منورہ سے باہر رہے نفس نکالا گیا اور باقی اہل سریہ پر تقسیم کیا گیا اور باب کا مقصد اسی سریہ کا بیان ہے۔

باب بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

خالد بن الولید الی بنی جذیمہ

باب کی غرض اس واقعہ کا بیان ہے۔ بنی جذیمہ شاخ ہے بنی کنانہ کی ان کی طرف نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن الولید کو ۳۵ حضرات کے ساتھ شوال ۸ھ کو فتح مکہ کے بعد اسلام کی دعوت دینے کے لیے بھیجا تھا لڑائی مقصود نہ تھی۔ یہ چھوٹا سا لشکر صرف احتیاطاً ساتھ کر دیا تھا۔

پہنا جاتا ہے۔ اس کو دھار کہتے ہیں۔ والطلاق: اس سے مراد اہل مکہ ہیں کیونکہ ان کو فتح مکہ کے موقعہ میں قید سے آزاد کیا گیا تھا اور قیدی نہ بنایا گیا تھا اور ان سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا تھا لا تشرب علیکم الیوم ایک روایت کے مطابق غزوہ حنین میں دو ہزار اہل مکہ شریک ہوئے تھے۔ لم یخلط بینہما: دونوں آوازیں صاف تھیں۔

غزوہ حنین میں حکمتیں اور فوائد

- ۱۔ اذا عجتکم کثر تکم۔ عجب اور خود پسندی کو ختم کرنا۔
- ۲۔ خود پسندی کا علاج فرمانے کے بعد پھر حق تعالیٰ نے احسان فرمایا اور فتح بھی عنایت فرمادی تاکہ اہل مکہ کو عوازل سے خطرہ نہ رہے۔ ۳۔ اللہ تعالیٰ نے بنی عوازل کے دل میں ڈالا کہ سب مال اسباب اور اولاد لے چلو لڑنے کے لیے تاکہ مسلمانوں کو خوب غنیمت ملے۔ ۴۔ اہل مکہ کو خوب غنیمت ملی اس سے ان کا اسلام پختہ ہوا کیونکہ حب مال انسان میں فطرتی چیز ہے۔ ۵۔ جب بنی عوازل کے بچے اور عورتیں واپس ہوئے تو اس سے ان کا اسلام مضبوط ہوا اور ان کو بہت خوشی نصیب ہوئی اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اضافہ ہوا۔ ۶۔ انصار کو کم دے کر ان کے ایمان کی عظمت کا ظاہر فرمانا مقصود تھا۔ ۷۔ انصار کو سمجھانے کا طریقہ اور اتمام حجت کا طریقہ ہمیں بتلادیا۔ ۸۔ انصار کی کمال اطاعت ظاہر ہوئی کہ انہوں نے اف نہ کی۔ ۹۔ انصار نے واقعہ کی حقیقت بلا تکلف بیان فرمادی کہ ہمارے کچھ نوجوانوں سے غلطی ہوئی ہے اور انہوں نے کچھ اعتراض کی باتیں کی ہیں۔ ۱۰۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کا اونچا درجہ ظاہر فرمادیا کہ وہ میرے پیارے ہیں۔ ۱۱۔ بڑوں کو چاہیے کہ وہ چھوٹوں کو سمجھائیں۔ ۱۲۔ اظہار عتاب ضرورت کے موقعہ میں مستحسن ہے۔ ۱۳۔ ترغیب تو بہ مستحسن ہے۔ ۱۴۔ انصار نے معذرت چاہی اور ثابت ہوا کہ غلطی والے کا معذرت چاہنا مستحسن ہے اگر کوئی معقول وجہ ہو تو بیان کر دے۔ ۱۵۔ جو مناسب طریقہ سے

باب سرية عبدالله بن حذافة

غرض اس سریرہ کا بیان ہے اور اس سریرہ کی بس یہی تفصیل متداول کتب حدیث میں منقول ہے جو اس زیر بحث باب کی حدیث میں آگئی۔ ادخلوها:۔ ان کی غرض صرف امتحان تھا حقیقۃً جانا مقصود نہ تھا۔ بعث ابی موسیٰ ومعاذ بن جبل الی الیمن قبل حجة الوداع:۔ غرض اس واقعہ کا بیان ہے۔ مخالف:۔ ایک بڑا حصہ جس کو آج کل صوبہ کہتے ہیں۔ الی عملہ:۔ مضاف محذوف ہے الی موضوع عملہ۔ احدث به عهداً:۔ ملاقات کرتا تھا۔ اتفوقه تفوقاً:۔ تھوڑے تھوڑے وقفے سے پڑھتا ہوں۔ وتطاولاً:۔ ایک دوسرے کو خوش رکھنا۔ وضرب فسطاطاً:۔ اس ضرب کے فاعل حضرت ابو موسیٰ اشعری ہیں۔ ومکثنا بذلک حتی استخلف عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔ ہم ایک سفر میں حج اور عمرہ کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت عمر غلیفہ بنے انہوں نے ایک سفر میں دونوں کا کرنا ممنوع قرار دیا لیکن یہ ممانعت تنزیہی تھی۔ لقد قرت عین ام ابراہیم:۔ سوال۔ یہ لفظ اگر نماز میں مقتدی کہے تو اس کی نماز ٹوٹ جاتی ہے تو حضرت معاذ نے اس شخص کو نماز کے اعادہ کا حکم کیوں نہ دیا۔ جواب۔ ۱۔ اس وقت ان کی تحقیق یہی تھی کہ یہ الفاظ ناقض صلوٰۃ نہیں ہیں۔ ۲۔ حکم اعادہ کا فرمایا لیکن راوی نے اختصار کیا ہے اعادہ کا ذکر نہیں کیا۔ ۳۔ یہ الفاظ اس شخص نے سلام کے بعد اسی جگہ بیٹھے بیٹھے کہے تھے۔

باب بعث علی بن ابی طالب

غرض اس واقعہ کا بیان ہے۔

من شاء منهم ان یعقب معک فلیعقب جو چاہے ان میں سے کافروں کو سزا دینے کے لیے یعنی جہاد کرنے کے لیے تمہارے ساتھ چلا جائے ومن شاء فلیقبل اور جو چاہے مدینہ منورہ کی طرف متوجہ ہو جائے اور وطن واپس آجائے۔ فان له فی الخمس اکثر من ذلک: سوال۔ حضرت علی

نے خمس میں سے جاریہ کیسے لے لی۔ جواب۔ حضرت علی بھی تو رعیہ میں داخل ہیں جن کے لیے خمس ہوتا ہے تو انہوں نے اپنا حصہ لے لیا۔ سوال۔ استبراء یعنی ایک حیض گزارے بغیر اس جاریہ سے وطی کیسے کر لی۔ جواب۔ ۱۔ وہ بالذات ہی یا غیر شادی شدہ تھی اور ایسی کے ساتھ بلا استبراء بھی وطی ان کے نزدیک جائز تھی جیسا کہ بعض صحابہ کا مذہب اسی طرح منقول ہے۔ ۲۔ قبضہ کے بعد ایک حیض گزر گیا تھا اور استبراء مکمل ہو گیا تھا اس کے بعد وطی فرمائی تھی۔ مقروظ:۔ مدبورغ رنگا ہوا۔ لم تحصل من تراہبھا:۔ وہ سونا ایسا تھا کہ ابھی تازہ تازہ کان سے نکالا ہوا تھا اس لئے مٹی سے ملا ہوا تھا ابھی مٹی سے الگ کیا ہوا نہ تھا۔ الرمیہ:۔ بمعنی مر میہ مطلب یہ کہ تیر شکار میں سے نکل کر پار ہو جائے اور تیر پر خون کا نشان نہ ہو۔ ایں یقیم علیٰ احرامہ:۔ باب سے مناسبت یہ ہے کہ حضرت علی یمن سے حج کے لئے آئے تھے۔ حجة الوداع کے موقعہ میں۔ بسعیۃ:۔ ان کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خمس لینے بھیجا تھا تو وہ خمس لے کر آئے۔ غزوة ذی الخلصة:۔ غرض اس غزوہ کا بیان ہے۔ مکان کا نام خلصۃ تھا اور اس میں جو بت رکھا ہوا تھا اس کا نام ذوالخلصۃ رکھا تھا۔ والکعبة الشامیۃ:۔ سوال۔ اس عبارت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ذوالخلصۃ کا نام کعبہ یمانیہ بھی تھا اور کعبہ شامیہ بھی تھا حالانکہ کعبہ شامیہ تو مکہ مکرمہ والے کعبۃ اللہ کا نام تھا جواب یہاں الکعبۃ مبتدا ہے اور الشامیۃ خبر ہے کہ اصل کعبہ تو کعبہ شامیہ تھا اور یہ جملہ ترکیب میں حال واقع ہو رہا ہے۔ ولا خمس:۔ یہ احس حضرت جریر کا قبیلہ تھا۔ جمل اجرب:۔ ۱۔ خارش والے اونٹ کی طرح بے رونق اور بد صورت ہو گیا۔ ۲۔ خارش والے اونٹ کی طرح کالا ہو گیا۔ غزوة ذات السلاسل:۔ اس غزوہ کا بیان مقصود ہے وجہ تسمیہ۔ ۱۔ کافروں نے پاؤں میں زنجیریں ڈال رکھی تھیں کہ مرجانا ہے بھاگنا نہیں ہے۔ ۲۔ وہاں کے پانی کا نام السلسل یہ جگہ مدینہ منورہ سے دس

بظاہر اسی تیسرے قول ہی کی تائید ہوتی ہے۔ ذاعمرو:۔ ان کے بارے میں دو اہم قول ہیں۔ ۱۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں ہی مشرف باسلام ہو گئے تھے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے اور صحابی ہونے کی فضیلت سے مالا مال ہوئے۔ ۲۔ مسلمان ہوئے اور مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے لیکن ابھی راستہ ہی میں تھے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے۔ وانی مخبرک خبرا:۔ اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتب سابقہ پڑھتے تھے اسی لئے فرما رہے ہیں کہ جب تک مشورہ سے خلافت بناؤ گے بھلائی پر رہو گے پھر لڑائی اور بادشاہت شروع ہو جائے گی اس کی تائید مرفوع روایت سے ہوتی ہے جو مسند احمد اور سنن اربع میں ہے عن سفیۃ الخلفاء بعدی ثلاثون سنۃ ثم تصیر مکا۔

باب غزوۃ سیف البحر

اس غزوہ کا بیان مقصود ہے اور سیف بکسر اسین ساحل کو کہتے ہیں۔ ابو عبیدہ بن الجراح: ان کا نام کیا تھا۔ ۱۔ عامر بن الجراح۔ ۲۔ عبداللہ بن عامر بن الجراح عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور بدری صحابی ہیں۔ ۵۸ سال کی عمر میں طاعون میں اردن میں ۱۸ھ میں حضرت عمرؓ کی خلافت میں وفات پائی اور وہاں ہی ان کی قبر مبارک ہے حضرت معاذ بن جبل نے نماز جنازہ پڑھائی رضی اللہ تعالیٰ عنہما وعن کل الصحابة اجمعین۔ مزودی تمبر:۔ مزداد اس تھیلے کو کہتے ہیں جس میں زاد رکھا جاتا ہے۔ انطرب:۔ چھوٹا پہاڑ۔ النبط: سلم کے ورق اور سلم ایک کانٹے دار درخت ہوتا ہے جس کے پتوں سے چڑا رنگا جاتا ہے۔ ثابت الینا بلوث آئے اور پہلے کی طرح مضبوط ہو گئے۔ جزائر:۔ جمع ہے جزور کی بمعنی اونٹ۔ قال انحر:۔ کہنے والے ان کے والد ہیں۔ نہیت:۔ روکنے والے حضرت ابو عبیدہ ہیں۔ حج ابی بکر بالناس فی سنة تسع:۔ سوال۔ غزوات میں حج کا ذکر تو مناسب نہیں۔ جواب۔ مناقب سے لے کر یہاں تک اصل ذکر میرت کا ہے اس میں

دن کے فاصلہ پر تھی۔ ۸ھ یا ۹ھ میں ہوا۔ بلی وعذرة وبنی القین:۔ یہ قبیلوں کے نام ہیں۔ علی جیش ذات السلاسل:۔ اس غزوہ کا واقعہ یوں ہوا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ بنی قضاہ مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لئے جمع ہو رہے ہیں تو ان کی سرکوبی کے لئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن العاص کو ۳۰۰ کا لشکر دے کر بھیجا پھر ان کے امداد مانگنے پر دوسوا لشکر حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کی سرداری میں بطور امداد بھیجا ان دوسو میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر بھی تھے اس طرح حضرت عمرو بن العاص کو ایک فضیلت جزئی ملی کہ ان کی سرداری میں حضرات شیخین نے جہاد فرمایا۔

باب ذهاب جریر الی الیمن

غرض اس واقعہ کا بیان ہے اور یہ جانا ذی الخلفۃ کی طرف جانے کے علاوہ ہے۔ ذاکلاع:۔ ان کے بارے میں تین اہم روایتیں ہیں۔ ۱۔ یہ اپنی قوم کے سردار تھے اور زمانہ جاہلیت میں غلطی یہ بھی کر چکے تھے کہ نعوذ باللہ خدا ہونے کا دعویٰ کیا تھا لیکن بعد میں توبہ کی توفیق ہوئی اور مسلمان ہو گئے اور وفد کی صورت میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صحابی ہونے کی فضیلت سے مشرف ہوئے اور ایک قول میں غلاموں کے دس ہزار خاندانوں کو آزاد کیا اور ایک قول میں بارہ ہزار خاندانوں کو آزاد کیا اور ان کی طرف نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام بھی بھیجا تھا کہ مسلمہ کذاب اور اسود عسی کے خلاف مسلمانوں کی امداد کریں۔ ۲۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف حضرت جریر کو بھیجا تو یہ مسلمان ہو گئے اور ان کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے لیکن مدینہ منورہ پہنچنے سے پہلے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی۔ ۳۔ حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانہ میں مشرف باسلام ہوئے۔ پھر ان کی وفات ۳۳ھ میں جنگ صفین میں ہوئی اور یہ حضرت امیر معاویہ کی طرف سے لڑنے آئے تھے۔ زیر بحث حدیث کے الفاظ سے

احوال نبوت علامات رسالت۔ احوال صحابہ خصوصہ ہجرت جہادات ذکر فرمائے اب سیرت کے آخری حالات ہیں ان آخری حالات میں واقعہ وفات اور حج ابی بکر وغیرہ مذکور ہیں۔ وفد بنی تمیم:۔ یہاں سے امام بخاری وفدوں کا ذکر شروع کر رہے ہیں جو عام الوفود یعنی ۹۰ھ میں آئے اور اپنے اپنے قبیلوں کا اسلام ظاہر کیا اور روایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا کا مصداق پایا گیا۔ باب:۔ تتمہ ہے۔ ما قبل کا عینہ بن حصن:۔ محرم ۹۰ھ میں گئے امرد اعور تیس اور ۳۰ بچے قید کر کے لائے۔

باب وفد عبدالقیس

اس وفد کا بیان مقصود ہے۔ خشیت ان افتضح:۔ یہ ان اکثریت کی جزاء ہے کہ اگر زیادہ یہ شریعت پیڑ تو ڈر ہوتا تھا کہ میں نشہ کی وجہ سے مجلس میں ذلیل نہ ہو جاؤں۔ سوا۔ اس باب کی پہلی اور دوسری روایت میں بظاہر تعارض ہے پہلی روایت میں پانچ چیزیں ہیں اور دوسری میں چار چیزیں مذکور ہیں۔ صوم رمضان کا ذکر نہیں ہے جواب۔ ۱۔ دو دفعہ گفتگو ہوئی۔ پہلی دفعہ چار زیادہ اہم کا ذکر فرمایا اور دوسری دفعہ پوری پانچ کا ذکر فرمایا پہلے ایمان میں چار چیزیں اجمالاً پھر چاروں تفصیلاً۔ ۲۔ راوی سے ایک چیز نسیان چھوٹ گئی دوسری روایت میں۔ الیمامة:۔ یمن کا بڑا شہر۔

احدهما العنسی:۔ اسود عسی کے متعلق دو اہم قول ہیں۔ ۱۔ اس نے نبوت کا دعویٰ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کیا تھا اس قول پر یخ جان من بعدی بالکل ظاہر ہے۔ ۲۔ دوسرا قول جس کو راجح شمار کیا گیا ہے یہ ہے کہ اس کا قتل نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ایک رات پہلے ہوا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو فرشتوں نے اطلاع دی چنانچہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح حضرات صحابہ کرام کو اطلاع فرمادی اور پیغام لانے والے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ایک دن بعد پہنچے۔ اسود عسی کا شور تین ماہ رہا۔ یہ کاہن تھا ایک یا دو جن اس کے قبضہ میں تھے لوگوں کو کرتب دکھایا کرتا تھا۔ نبوت کا

دعویٰ بھی کیا۔ اس کی موت کا واقعہ یوں پیش آیا کہ صنعاء یمن کا ایک بڑا شہر تھا اس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا بھیجا ہوا عامل باذان جب فوت ہوا تو اسود عسی کے جن نے اس کو خبر دے دی تو اس نے آ کر صنعاء پر قبضہ کر لیا اور اس کی بیوی مرزبانہ سے نکاح کر لیا۔ حضرت فیروز اور ان کے ساتھیوں نے بیوی کی امداد سے اسود عسی کو قتل فرمایا۔ بیوی نے شراب پلا دی حضرت فیروز نے اس سے کہا کہ اپنا ہاتھ بڑھاؤ میں بیعت ہونا چاہتا ہوں اس نے ہاتھ بڑھایا تو حضرت فیروز نے اس کو قتل کر دیا۔ دوسرے قول پر یخ جان من بعدی کی توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ ان دونوں کا تذکرہ میرے بعد ہوگا۔ والآخر مسیلمة:۔ باب سے مناسبت یہ ہے کہ مسیلمہ کذاب وفد بنی حنیفہ میں مدینہ منورہ آیا تھا اور آ کر کہا تھا کہ اب ہم آپ کی حکومت مان لیتے ہیں لیکن آپ کے بعد میں آپ کا خلیفہ ہوں گا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بات نہ مانی واپس جا کر اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا اور حضرت صدیق اکبر کے زمانہ خلافت میں وحشی بن حرب اور ایک انصاری نے اسے قتل کیا اور یہ جو ارشاد فرمایا یخ جان من بعدی اس کی ایک توجیہ تو ابھی اسود عسی کے واقعہ میں گزری کہ ان دونوں کا تذکرہ میری وفات کے بعد بہت ہوگا اس کے علاوہ مسیلمہ کذاب کے واقعہ میں دو توجیہیں بالکل ظاہر ہیں۔ ۱۔ میرے بعد سے مراد ہے میرے غلبہ کے بعد اور غلبہ ہوا فتح مکہ میں اور یہ توجیہ اسود عسی کے واقعہ میں بھی جاری ہوتی ہے۔ ۲۔ مسیلمہ کذاب کا شور میری وفات کے بعد ہوگا اور یہ توجیہ اسود عسی کے متعلق پہلے قول پر تو ہو سکتی ہے دوسرے قول پر مناسب نہیں۔ صاحب صنعاء وصاحب الیمامة:۔ یہ دونوں یمن میں بڑے شہر ہیں پہلے میں اسود عسی نے اور دوسرے میں مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارکہ میں۔ جثوة:۔ ٹیلا مٹی کا۔ طغناہ:۔ لپائی کرتے تھے۔ نصل:۔ نیزوں کے کناروں سے لوہا اتار دیتے تھے رجب

کے احترام میں تاکہ لڑائی نہ کر سکیں آگے اسی کی وضاحت ہے۔
 فلما سمعنا بخروجہ:۔ یہاں خروج سے مراد ظہور سے ہے بصورت فتح مکہ۔ قصۃ الاسود العنسی:۔
 غرض اس قصہ کا بیان ہے۔ وہی ام عبداللہ بن عامر: بنت الحارث مسیلہ کی بیوی تھی اور مسیلہ کے مرنے کے بعد انہوں نے حضرت عبداللہ بن عامر سے نکاح کر لیا تھا اس نکاح سے جوڑ کا پیدا ہوا اس کا نام بھی عبداللہ ہی رکھا گیا اس لئے ان کو ام عبداللہ بن عامر کہہ دیتے تھے اصل میں ان کا نام تھا ام عبداللہ بن عبداللہ بن عامر دوسری توجیہ یہ بھی ہے کہ مراد ہے ام اولاد عبداللہ بن عامر یہ بنت الحارث مسیلہ کے مدینہ منورہ آنے کے وقت یمامہ میں تھی لیکن اس کی ملک میں ایک مکان مدینہ منورہ میں تھا اس لئے مسیلہ کذاب اپنی بیوی کے مکان میں آ کر ٹھہرا۔
 خلیت بیننا وبين الامر:۔ اسی تخلیت کہ اب آپ اکیلے بادشاہ رہیں پھر میں اکیلا بادشاہ رہوں آپ کی وفات کے بعد اور دوسرے نسخہ میں یوں ہے غلبنا بینک و بین الامر اس کے معنی ظاہر ہیں کہ ہم نے اب حکومت آپ کے لئے چھوڑ دی۔ پھر مسیلہ کذاب نے واپس جا کر نبوت کا دعویٰ کر دیا۔
 ففطعتہما:۔ اس کی تفسیر اس کے فوراً بعد واؤ تفسیر یہ سے فرما دی فکر ہتھا۔ قصۃ اہل نجوان:۔ غرض ان کا قصہ بیان فرمانا ہے مکہ مکرمہ سے یمن کی طرف جائیں تو مکہ مکرمہ سے سات دن کے سفر پر ۷۳ بستیاں عیسائیوں کی تھیں ان کو نجران کہتے تھے کہ تیز گھوڑ سوار ایک دن میں ان تمام بستیوں کو طے کر سکتا تھا۔ قصہ عمان والبحرین:۔ ان دونوں جگہوں کا حال بتلانا مقصود ہے یمن کے ایک حصہ کو عمان کہتے ہیں اور بصرہ اور عمان کے درمیان کی جگہ کا نام بحرین ہے۔

باب قدوم الاشعریین و اہل الیمن

غرض ان کے آنے کا حال بیان فرمانا ہے۔

لما قدم ابو موسیٰ:۔ جب حضرت ابو موسیٰ کوفہ

امیر بن کر تشریف لائے حضرت عثمان کے زمانہ خلافت میں۔
 اکرم هذا الحی من جرم:۔ اس قبیلہ کا بہت احترام فرمایا یمن بیانیہ ہے۔ اکرم کے قائل حضرت ابو موسیٰ ہیں۔
 تغفلنا:۔ ہم نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم سے غفلت کو غنیمت سمجھ لیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قسم کو بھول گئے ہیں اور بھول کر قسم کے خلاف کر لیا ہے۔

اجل:۔ ہاں مجھے اپنی قسم یاد ہے اور میں بھولا نہیں ہوں۔
 الفدادین عند اصول اذئاب الابل:۔ پہلی دال کی شد کے ساتھ زور سے آواز نکالنے والے۔ اذؤں والے کسانوں کی عادت تھی کہ اذؤں کی دموں کے پاس آواز نکالتے تھے۔ ۲۔ پہلی دال کی تخفیف کے ساتھ۔ ہل والے کیونکہ اذؤں والے کسان اذؤں کی دموں کے پاس ہل باندھتے تھے۔ دونوں صورتوں میں مقصد یہ ہے کہ عموماً کھیتی باڑی کرنے والے دین سے غافل ہوتے ہیں۔

من حیث یطلع قرنا الشیطان:۔ یہ دونوں قبیلے مدینہ منورہ سے مشرق کی طرف واقع ہے۔ ارق افئدة والین قلوباً:۔ فواد غلاف قلب کو کہتے ہیں اس لئے اس کے مناسب رقیق ہے اور قلب مغز کو کہتے ہیں اس لئے اس کے مناسب لین اور نرمی ہے۔ الایمان یمان والحکمة یمانیة:۔ یعنی اہل یمن کے دل ایمان اور حکمت کے معادن ہیں کانیں ہیں خزانے ہیں۔ والفتنة ههنا ههنا یطلع قرن الشیطان:۔ یعنی اہم ترین فتنہ خروج دجال کا مشرق کی طرف سے شروع ہوگا۔ فی قومک و قومہ:۔ مقصد یہ ہے کہ تیری قوم سے اے زید بن حدیر اس کی قوم بہتر ہے کیونکہ اس کی یعنی علقمہ کی قوم نخع ہے اور بعض روایات میں نخع کی مدح آئی ہے اور تمہاری قوم اے زید بن حدیر بنی اسد ہے اور بعض روایتوں میں ہے کہ بنی تھیمہ بہتر ہے بنی اسد اور بنی غطفان سے اسی روایت کے شروع میں جو یا ابا عبدالرحمن ہے یہ کنیت ہے حضرت عبداللہ بن مسعود کی۔ قصۃ دوس:۔ قبیلہ دوس کا ذکر کرنا مقصود

اور یہ مقولہ امام زہری کا ہے۔ اخلف بعد اصحابی:۔ کیا میں مدینہ منورہ جانے سے اور اپنے ساتھیوں سے پیچھے رہ جاؤں گا۔ انک لن تخلف:۔ اس کے دو معنی ہیں۔ ۱۔ اگر تم پیچھے رہ بھی گئے تو نیکی سے درجے بلند ہوں گے گھبرانے کی کیا ضرورت ہے۔ ۲۔ اشارہ فرمایا کہ ابھی تمہاری موت نہیں آ رہی اور تم دنیا میں ابھی رہو گے اور اس زندگی میں اگر اخلاص سے نیکی کرو گے تو درجے بلند ہوں گے۔ لعلک تخلف:۔ امید ہے کہ تمہاری زندگی ہوگی اس میں تصریح فرمادی کہ ابھی موت نہ آئے گی اور مکہ مکرمہ میں نہیں رہ جاؤ گے بلکہ زندہ رہ جاؤ گے۔

باب غزوة تبوک

غرض غزوہ تبوک کا بیان ہے تبوک ایک چشمہ تھا جو مدینہ منورہ سے شام کی طرف ۱۲ دن کے سفر کے فاصلہ پر تھا۔ تبوک سے آگے دمشق ۱۱ دن کی مسافت پر ہے اور کہا گیا ہے کہ اصحاب ایکہ اسی مقام تبوک میں رہتے تھے پھر لفظ تبوک میں مشہور غیر منصرف ہونا ہے علیت اور تانیث کی وجہ سے لیکن بخاری شریف کی ایک روایت میں تبوک بھی آیا ہے جو بتاویل مکان مذکر شمار کرنے کی وجہ سے ہے یا بتاویل موضع۔ پھر یہ غزوہ تبوک وہ آخری غزوہ ہے جس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خود شرکت فرمائی یہ رجب ۶ھ میں واقع ہوا اس کی تفصیل یہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی تھی کہ ہرقل نے مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے شام میں بہت سے قبیلوں کو ساتھ ملا کر فوجیں تیار کی ہیں اور بلقاء جگہ تک فوجوں کا مقدمہ آچکا ہے اس پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں جانا ہے وہاں کی تصریح فرما کر تیاری کا حکم دیا کیونکہ دور کا سفر تھا جبکہ عام عادت مبارکہ صرف تو یہ کرنے کی تھی کہ ایک لڑائی میں جانا ہے سخت گرمی تھی۔ اپنا خلیفہ محمد بن مسلمہ کو بنایا اور کہا گیا ہے کہ حضرت علیؓ کو بنایا اور بعض روایات میں حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کو اپنی جگہ چھوڑنے کا ذکر ہے اس تعارض میں تطبیق یہ ہے کہ نماز کی امامت کے لئے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کو مقرر فرمایا اور گھر کی عورتوں اور بچوں کے انتظامات کے لئے حضرت علیؓ کو اور باقی انتظامات

ہے۔ من دارۃ الکفر نجت:۔ اے رات باوجود درازی اور مشقت کے (تیرا شکر یہ) تو نے دار الکفر سے نجات دی۔ فلا ابالی اذا:۔ ۱۔ آپ کی زبان مبارک سے اتنی تعریفیں ہی میرے لئے بہت بڑی سعادت ہے مزید تعریفوں کی ضرورت نہیں۔ ۲۔ اب مجھ پر غیر کو مقدم بھی کر دیں تو پرواہ نہیں۔

باب حجة الوداع

غرض حجۃ الوداع کا بیان ہے حضرت انور شاہ صاحب نے فرمایا کہ مجھے وجہ معلوم نہیں ہوئی کہ امام بخاری نے حجۃ الوداع کو غزوہ تبوک سے پہلے کیوں ذکر فرمایا جبکہ غزوہ تبوک ۶ھ میں ہوا اور حجۃ الوداع ۱۰ھ میں ہوا۔ یواہ قبل و بعد:۔ حضرت ابن عباس کے نزدیک وقوف عرفات سے پہلے بھی حلال ہونے کی اجازت تھی اور بعد بھی یعنی جبکہ تمتع کرنے والا ہو اور ہدی ساتھ نہ ہو۔ احججت:۔ کیا آپ نے حج اکبر یا حج اصغر کا احرام باندھ لیا ہے فقلت راسی:۔ میرے سر سے جوں تلاش کی۔ وماندري ما حجة الوداع:۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کا ذکر فرمایا تھا لیکن ہمیں یہ پتہ نہ چلا کہ کس کو رخصت کرنے کی طرف اشارہ فرمایا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیتیں فرما کر اشارہ فرمادیا کہ میں رخصت ہو رہا ہوں لیکن یہ بات ہماری سمجھ میں وفات کے بعد آئی۔ حجة الوداع:۔ اس سے پہلے مبتدا محذوف ہے۔ حجۃ الوداع۔ وبمكة اخرى:۔ یہ شبہ کا جواب ہے شبہ یہ کہ شاید پوری زندگی میں ایک ہی حج فرمایا ہو جواب دیا کہ کئی زندگی میں اور بھی کئے بہت سے جن کی کتنی معلوم نہیں۔ قال محمد احسبه:۔ یعنی محمد بن سیرین جو راوی ہیں انہوں نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ روایت میں واعر اضکم کا لفظ بھی تھا۔ فی حجة الوداع:۔ مقصد یہ ہے کہ اوپر کی روایت میں مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فی حجۃ الوداع کا لفظ بھی روایت میں منقول ہے۔ عن عامر بن سعد:۔ یعنی سعد بن ابی وقاص۔ رثی لہ:۔ اے رقی و رحمہ شفت کا اظہار فرمایا

۲۔ قریشین جو دوسرا ہے اس میں چار اونٹ تھے ان چاروں کو قریشین شمار کیا گیا ہے اور اس طرح بھی شمار کر لیا جاتا ہے اس طرح سے بھی کل چھ اونٹ ہو جاتے ہیں۔ واستخلف علیاً:۔ اس سے شیعہ نے استدلال کیا ہے کہ حضرت علیؓ بلا فصل خلافت کے حق دار بن گئے تھے کیونکہ نبوت کے سوا سب چیزوں میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو اپنا خلیفہ مقرر فرمادیا تھا۔ جواب۔ یہ تو سفر پر جانے کی وجہ سے استخلاف تھا اس سے وفات کے بعد استخلاف ثابت نہیں ہوتا۔

باب حدیث کعب بن مالک

غرض حضرت کعب بن مالک کا واقعہ بیان فرماتا ہے۔ یوید الديوان:۔ یہ تفسیر امام زہری نے فرمائی ہے۔ تفارط الغزو:۔ مجھ سے غزوہ فوت ہو گیا۔ رجلا مغموصاً علیہ النفاق:۔ ایسا شخص جس پر منافق ہونے کی تہمت لگی ہوئی تھی۔ حبسہ برداہ و نظره فی عطفیہ:۔ اس کے دو معنی کئے گئے ہیں۔ ۱۔ بردین کے معنی چادریں اور عطفین کے معنی بدن کے دو کنارے کہ ان میں عجب اور خود پسندی ہے نفس کی وجہ سے اور لباس کی وجہ سے اس لئے وہ غزوہ تبوک میں شریک نہیں ہوئے۔ ۲۔ بردین کے معنی چادریں اس کے بعد بھی عطف تفسیری ہے کیونکہ عطف کنایہ ہوتا ہے چادر سے حاصل یہ ہوا کہ اس کی دو چادروں نے اس کو روک دیا پھر چادر بول کر کنایہ خوبصورتی اور تروتازگی سے ہے حاصل یہ ہوا کہ خود پسندی جو ان کو ان کی شکل و صورت کی وجہ سے تھی اس نے ان کو جہاد کی دولت سے محروم کر دیا۔ زاح عنی الباطل:۔ میں نے جو ارادہ جھوٹ بولنے کا کیا تھا وہ ختم ہو گیا۔ مازالوا یونبوننی:۔ ہمیشہ رہے مجھے شدید ملامت کرتے تانیب کے معنی ہیں اللوم العقیف سخت ملامت۔ صارخ اوفیٰ علی جبل سلع:۔ چیخنے والا جو چڑھ گیا تھا سلع پہاڑ پر یہ حضرت صدیق اکبرؓ تھے یا بنی اسلم قبیلہ کے کوئی آدمی تھے اور تطبیق یہ ہے کہ دونوں

کے لئے حضرت محمد بن مسلمہ کو مقرر فرمایا۔ جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے تو عبداللہ بن ابی اسے ساتھیوں سمیت مدینہ منورہ ہی میں رہا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تیس ہزار کا لشکر تھا جس میں دس ہزار گھوڑ سوار تھے بعض نے چالیس ہزار اور بعض نے ستر ہزار کا لشکر ذکر فرمایا ہے تطبیق غزوہ بدر کی طرح ہے کہ بعض نے تبعاً جانے والوں کو بھی شمار کیا اور بعض نے نہ کیا تبوک کے میدان میں پہنچ کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۰ دن وہاں قیام فرمایا۔ کافر واپس چلے گئے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم بھی مدینہ منورہ واپس روانہ ہو گئے اور رمضان ۹ھ میں واپس مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ امام بیہقی نے سند حسن کے ساتھ عبدالرحمن بن غنم سے مرسل نقل کیا ہے کہ یہود نے کہا کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو باقی نبیوں کی طرح شام میں رہیں سفیر فرمایا تبوک میں وحی نازل ہوئی وان کا دو الیستفزونک من الارض لیخرجوک منها واذ الایلبثون خلفک الاقلیلا سنة من قدارسلنا قبلک من رسلنا ولا تجد لستنا تحویلا رجوع کا حکم نازل ہو گیا تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم لوٹ آئے۔ وہی غزوة العسرة:۔ یہ لقب اس آیت سے ماخوذ ہے لقد تاب الله على النبی والمهاجرین والانصار الدین اتبعوه فی ساعة العسرة۔ وجہ یہ تھی کہ پانی سواریاں اور کھانے کی چیزیں کم تھیں اور گرمی سخت تھی۔ الحملان سواری ووافقة و هو غضبان ولا اشعر:۔ جب میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کسی شخص پر ناراض تھے اور مجھے پتہ نہ چلا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہیں۔ سویرعة:۔ یہ تفسیر ہے سائتہ کی جس کے اصل معنی زمانہ کا ایک حصہ ہیں پھر دن رات کے چوبیسویں حصہ پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ لستة العبرة:۔ سوال اس سے پہلے قریشین دوفعہ ہے کہ یہ جوڑی لے لویہ جوڑی لے لویہ تو کل چار اونٹ ہوئے راوی نے چھ اونٹ کیوں فرمایا۔ جواب۔ ۱۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ہذین القریشین دوفعہ نہیں بلکہ تین دفعہ فرمایا تھا۔ راوی نے تیسری دفعہ کا ذکر چھوڑ دیا ہے اس لئے چھ اونٹ شمار کرنا صحیح ہے۔

بھلائی فوت ہو جائے تو اس پر افسوس کرنا مستحسن ہے جیسا کہ حضرت کعب بن مالک نے کیا۔ ۱۱۔ اہل بدعت اور اہل ذنوب خصوصاً اعلانیہ گناہ کرنے والوں سے قطع تعلقی جائز ہے۔ ۱۲۔ بطور سزا کے پکڑ لینا یا چھوڑ دینا امام کی رائے پر ہوتا ہے جیسے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض کو چھوڑ دیا بعض پر مواخذہ فرمایا۔ ۱۳۔ سزا کے طور پر بیوی سے الگ رہنے کا حکم بھی دینا امام کے لئے جائز ہے۔ ۱۴۔ سفر سے واپس آنے والے کے لئے مستحب ہے کہ پہلے مسجد میں آ کر دو رکعت پڑھے جیسا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک سے واپسی پر بھی کیا اور اس حدیث میں مذکور ہے۔ ۱۵۔ امام کی موجودگی میں بھی کسی آنے والے کی طرف لوگ متوجہ ہو جائیں اور اس کا استقبال کر لیں تو یہ بھی جائز ہے جیسا کہ حضرت طلحہ نے حضرت کعب بن مالک کا استقبال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے اٹھ کر کیا۔ ۱۶۔ بلا تہ قیق بھی عذر قبول کرنے کی گنجائش ہے جیسا کہ بہت سوں کے بارے میں ہوا۔ ۱۷۔ اپنی غلطی پر رونا مستحب ہے جیسے ان تین حضرات میں سے ہلال بن امیہ کے متعلق بہت زیادہ رونا اس حدیث میں نقل کیا گیا ہے۔ ۱۸۔ اگر آنکھ چرا کر پاس والے کو نماز میں دیکھ لے تو اس سے نماز نہیں ٹوٹتی جیسے حضرت کعب بن مالک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے تھے۔ ۱۹۔ سچ بولنے کی فضیلت ظاہر ہوئی کیونکہ سچ ہی کی وجہ سے ان تینوں حضرات کی توبہ قبول ہوئی۔ ۲۰۔ سلام اور اس کا جواب بھی کلام میں داخل ہے اسی لئے جب کلام کی ممانعت ہوئی تو حضرات صحابہ نے سلام اور سلام کا جواب بھی چھوڑ دیا۔ ۲۱۔ دوست کے باغ میں داخل ہونے کے لئے صریح اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ۲۲۔ کنایہ میں نیت کے بغیر طلاق واقع نہیں ہوتی جیسے حضرت کعب نے اپنی اہلیہ سے فرمایا تھا اٹھی باہلک اور نیت طلاق کی نہ کی تو طلاق نہ ہوئی۔ ۲۳۔ امام کی اطاعت قریبی دوست کی دوستی سے زیادہ اہم ہے اسی لئے حضرت ابو قتادہ نے اطاعت امام کی اور حضرت کعب سے گفتگو نہ

حضرات نے چیخ کر خوش خبری سنائی تھی۔ وانما هو تخلیفہ ایانا:۔ یعنی آیت میں جو لفظ ہے و علی الثلاثة الذین خلفوا اس کے یہ معنی نہیں کہ جہاد سے پیچھے چھوڑے ہوئے بلکہ اس کے معنی ہیں توبہ قبول ہونے ہیں پیچھے چھوڑے ہوئے کیونکہ ان تین حضرات کی توبہ پچاس دن کی قطع تعلقی کی سزا کے بعد قبول ہوئی تھی۔ پھر ان حضرات کی توبہ کے قبول ہونے میں جو دیر لگی تھی تو اس سے ان حضرات کا اونچا مقام ظاہر ہوتا ہے کہ اتنے مقرب ہونے کے باوجود جہاد سے پیچھے کیوں رہے جبکہ حکم سب کو نکلنے کا تھا ورنہ عام ضابطہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر توبہ کرنے والے کی توبہ فوراً قبول فرما لیتے ہیں یہ ان کا فضل اور کرم اور احسان اور انعام اور رحمت اور شفقت ہے ورنہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ فوائد الحدیث:۔ ۱۔ رجب میں غزوہ کے لئے تشریف لے گئے حالانکہ رجب اشہر حرم میں داخل ہے اس سے معلوم ہوا کہ اشہر حرم میں لڑائی سے ممانعت کراہت تہزیبہ کے درجہ میں ہو چکی تھی۔ ۲۔ جہاد کے لئے جس طرف جانا ہو اس کی تصریح جائز ہے۔ ۳۔ جب مسلمانوں کا بادشاہ سب کو جہاد میں شامل ہونے کا حکم دے دے تو جہاد سب پر فرض عین ہو جاتا ہے۔ ۴۔ اہل حرب سے مال چھین لینا بغیر جہاد کے بھی جائز ہے جیسا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ بدر کے موقعہ میں کفار قریش کے قافلہ پر حملہ کرنے کا ارادہ فرمایا تھا اور اس کا ذکر اس حدیث میں ضمنا ہے۔ ۵۔ اس امت کے لئے مال غنیمت حلال ہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے یہیدیر قریش۔ ۶۔ اس حدیث میں اہل بدر کی فضیلت بھی مذکور ہے وہ بھی ثابت ہوئی۔ ۷۔ اس حدیث میں اہل عقبہ کی فضیلت بھی مذکور ہے وہ بھی ثابت ہوئی۔ ۸۔ امام کا اتباع ضروری ہے۔ ان تین حضرات پر جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مواخذہ ہوا یہ متابعت امام چھوڑنے کی وجہ سے تھا۔ ۹۔ بلا مطالبہ بھی قسم کھانی جائز ہے جیسے حضرت معاذ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بلا مطالبہ قسم کھائی تھی۔ ۱۰۔ اگر کوئی

باب نزول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحجر
 غرض اس نزول کا بیان ہے۔ حجر قوم ثمود کی رہائش گاہ تھی جو
 مدینہ منورہ اور شام کے درمیان واقع تھی۔ قنع راسہ:۔ سر
 مبارک کپڑے سے ڈھانپ لیا۔ **لاصحاب الحجر:۔**
 ۱۔ ان صحابہ کرام سے فرمایا جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
 حجر میں سے گزر رہے تھے۔ ۲۔ لام عن کے معنی میں ہے اصحاب
 الحجر کے متعلق ارشاد فرمایا۔ ۳۔ لام عند کے معنی میں ہے اصحاب
 حجر کی قبروں کے پاس سے گزرتے وقت فرمایا۔ پھر یہ ارشاد کب
 واقع ہوا تین احتمال ہیں۔ ۱۔ تبوک کو جاتے وقت۔ ۲۔ واپسی پر
 ۳۔ دونوں دفعہ۔ باب:۔ یہ مدینہ منورہ کے ناموں میں سے ہے۔

باب کتاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم

الی کسری و قیصر

غرض ان خطوط کا بیان ہے۔ کسری لقب تھا فارس کے ہر بادشاہ کا
 بمعنی مظفر اس کا نام ابو یزید بن ہرمز بن انوشیرواں تھا اور قیصر روم کے
 بادشاہ کا لقب تھا اس وقت کے بادشاہ کا نام ہرقل تھا۔ باصحاب
 الجمیل: حضرت عائشہ جل پر سوار تھیں ان کی رائے تھی کہ پہلے
 حضرت عثمان کا قصاص ہو پھر کچھ اور ہوا اور حضرت علی کی رائے یہ تھی کہ
 پہلے انتظامات ٹھیک ہونے چاہئیں اس کو جنگ جمل کہتے ہیں۔ بنت
 کسری: اس کا نام بوران تھا اس کی بہن بھی بادشاہ بنی اس کا نام
 اوزیدخت تھا۔ لن یفلح قوم ولو الامرهم امرأۃ: علامہ خطابی
 فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے نکلا کہ عورت نہ خلیفہ بن سکتی ہے نہ قاضی
 بن سکتی ہے۔ قال سفیان مرۃ:۔ ابن عیینہ مراد ہیں۔ یہاں غزوہ
 تبوک سے واپسی پر استقبال مراد ہے جیسا کہ آئندہ روایت میں تصریح
 ہے اسی مناسبت سے اس روایت کو یہاں لائے ہیں۔

باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاته

غرض مرض الوفاۃ اور پھر وفات کا بیان ہے۔ الم

کی۔ ۲۴۔ بیوی کو خاوند کی خوب خدمت کرنی چاہئے جیسے حضرت
 ہلال بن امیہ کے اہلیہ نے اپنے خاوند کی خدمت کرنے کی
 اجازت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے لی۔ ۲۵۔ گناہ کا خطرہ ہو تو
 دنیا کا فائدہ چھوڑ دینا ضروری ہے جیسے حضرت کعب نے بیوی کی
 خدمت چھوڑ دی کہ خطرہ تھا کہ وٹی میں مشغول نہ ہو جائیں جو ان
 دنوں میں گناہ تھی۔ ۲۶۔ کسی کا غد کو جلانے میں ضمنا اگر اللہ تعالیٰ
 کا لکھا ہوا نام جل جائے تو گناہ نہیں ہوتا جیسے حضرت کعب نے
 ملک غسان کا خط جلا دیا اگرچہ اس میں اللہ تعالیٰ کا نام بھی لکھا ہوا
 تھا۔ ۲۷۔ تکلیف دور ہونے پر اور نعمت ملنے پر خوشخبری سنانا
 مستحب ہے۔ ۲۸۔ اہم امور میں لوگوں کا امام کے پاس جمع ہوا
 مستحسن ہے۔ ۲۹۔ رعایا کی خوشی میں امام کا شریک ہونا مستحسن
 ہے۔ ۳۰۔ غم دور ہونے پر صدقہ کرنا مستحسن ہے۔ ۳۱۔ جب صبر
 مشکل ہو تو سارا مال خیرات کرنا منع ہے۔ ۳۲۔ خوشخبری دینے
 والے کو لباس دینا مستحسن ہے۔ ۳۳۔ عاریہ کپڑے وغیرہ لے کر
 استعمال کرنا جائز ہے۔ ۳۴۔ آنے والے کے لئے کھڑا ہونا اور
 مصافحہ کرنا مستحسن ہے۔ ۳۵۔ سچ وغیرہ نیکیوں پر دوام مستحسن
 ہے۔ ۳۶۔ سجدہ شکر مستحب ہے۔ ۳۷۔ گناہ کو بہت برا سمجھنا
 چاہئے اور اتنا غم ہونا چاہئے کہ گویا زمین تنگ ہو گئی۔ ضاقت
 علیہم الارض بما رحبت۔ ۳۸۔ جو دین میں قوی ہوتا ہے
 اس پر پکڑ بھی سخت ہوتی ہے گھبرانا نہ چاہئے۔ ۳۹۔ عبرت کے
 لئے اپنی غلطی کا اظہار جائز ہے جیسے حضرت کعب نے اپنا واقعہ
 سنایا۔ ۴۰۔ اگر فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو تعریف جائز ہے جیسے حضرت
 کعب نے فرمایا رجلین صالحین۔ ۴۱۔ مرگ انبوه ہشنے وارد۔
 جب معلوم ہوا دو حضرات اور میرے جیسے ہیں تو کچھ تسلی ہو گئی۔
 ۴۲۔ گناہ کی وجہ سے کسی سے سلام چھوڑ دینا بھی جائز ہے۔ ۴۳۔
 سزا کے طور پر سلام کا جواب نہ دینا بھی جائز ہے جیسے نبی پاک صلی
 اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب کے سلام کا جواب چھوڑ دیا تھا۔
 ۴۴۔ اللہ ورسولہ علم کہنا کلام کرنے میں داخل نہیں ہے۔

اب میں مراقبۃ اللہ میں ہوں یعنی اللہ تعالیٰ کی زیارت کا تصور کر رہا ہوں اور زیارت کی تیاری میں ہوں اور تم مجھے ترک کتابت کی طرف بلا رہے ہو گویا اب میں کتابت اور ترک کتابت دونوں سے اونچی حالت میں ہوں۔ و او صاہم بثلاث:۔ یعنی مرض وفات ہی میں اسی دن لکھائے بغیر زبانی تین وصیتیں فرمائیں۔ من جزیرۃ العرب:۔ لمبائی میں عدن سے عراق تک اور چوڑائی میں جدہ سے شام تک۔ سکت عن الثالثة او قال فنسيتها:۔ اس عبارت کے قائل حضرت سفیان بن عیینہ ہیں کہ استاد جی نے بیان ہی نہ فرمایا یہ بیان تو فرمایا لیکن میں بھول گیا پھر وہ تیسری چیز کیا تھی مختلف اقوال ہیں۔ ۱۔ قرآن پاک پر عمل کرنا۔ ۲۔ حضرت اسامہ کے لشکر کو تیار کرنا۔ ۳۔ لاتخذ وقبری وثنا بعد کینک موطا امام مالک میں اخراج عن جزیرۃ العرب کے ساتھ اس کا ذکر ہے۔ ۴۔ الصلوۃ و مملکت ایمانکم بنحو ما کنت اجیزہم:۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ایک اوقیہ یعنی چالیس درہم دیا کرتے تھے۔ قد غلبه الوجع:۔ یہ نعوذ باللہ روجی نہیں ہے بلکہ باب مراجعہ سے ہے کہ دوبارہ وضاحت حاصل کر کے عمل کرنا مقصود تھا جیسے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں پچاس نمازیں فرض ہونے پر دوبارہ کی کی درخواست پیش کی اور جیسے موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا تھا ائی اخاف ان یکذبون۔ اخذته بحۃ:۔ ہنگی لگ گئی بحۃ کے معنی ہوتے ہیں کہ گلے میں کوئی چیز اٹک جائے جس سے بولنے میں کچھ فرق پڑ جائے۔ فی الرفیق الاعلیٰ:۔ ۱۔ جنت۔ ۲۔ انبیاء علیہم السلام۔ ۳۔ المملکت۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ۔ ۵۔ جنت کی نعمتیں۔ ۶۔ اس کا مصداق وہ ہے جو اس آیت مبارکہ میں ہے من النبیین و الصدیقین و الشہداء و الصالحین فی بمعنی مع بھی آتی ہے یہاں بھی بعض توجیہات میں ایسا ہی ہے پھر سب سے پہلا کلمہ جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بچپن میں مائی حلیمہ کے پاس تلفظ فرمایا تھا اور اللہ اکبر تھا اور سب سے آخری کلمہ جو

الطعام:۔ اس کی صورت کیا تھا۔ ۱۔ پیٹ میں درد تھی۔ ۲۔ لذت ذوق میں کمی آگئی تھی۔ او ان:۔ بمعنی دقت پھر یہ لفظ۔ ۱۔ مرفوع ہے۔ ۲۔ مبنی ہے فتح پر۔ ابھری:۔ اس کا مصداق کیا ہے چار قول ہیں۔ ۱۔ دل میں چھپی ہوئی رگ۔ ۲۔ وہ رگ جس کے ساتھ دل لٹکایا گیا ہے اس رگ کے ٹوٹنے سے انسان مر جاتا ہے۔ ۳۔ ابھران دل کی دو بڑی رگوں کو کہتے ہیں۔ ۴۔ دل کے قریب پشت میں رگ ہوتی ہے۔ من ذلک السم:۔ یہ لفظ سم سین کے فتح اور ضم دونوں کے ساتھ پڑھنا صحیح ہے ہر اور اس سے مراد وہ زہر ہے جو یہودی عورت زہب بنت المارث نے بکری کے گوشت میں بھر کر دی تھی ایام خیر میں۔ لا ینبغی عند نبی تنازع:۔ دو احتمال ہیں۔ ۱۔ مقولہ ابن عباس۔ ۲۔ مقولہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کیونکہ کتاب العلم والی روایت میں یوں ہے لا ینبغی عندی التنازع۔ اھجر:۔ سوال۔ ہجر کے معنی تو بہکی بہکی باتیں کرنا ہیں یعنی غلط سلط اور بے سمجھی کی باتیں کرنا اس لئے ہجر کی نسبت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنا جائز نہیں ہے لا ینطق عن الہوی ان ہوالا وحی یوحی اور حدیث مرفوع میں ہے لا اقول فی الغضب والرضا الاھا جواب۔ ۱۔ اس مجلس میں بعض نو مسلم بھی تھے انہوں نے کم سمجھی کہ وجہ سے ایسا کہہ دیا تھا۔ ۲۔ یہ استفہام انکاری ہے۔ ۳۔ یہاں ہجر کے صرف یہ معنی ہیں کہ ایسی بات جس کی مراد سمجھ میں نہ آئی ہو۔ بہکی بہکی باتوں والے معنی یہاں مراد نہیں ہے۔ فذہبوا یردون علیہ:۔ اور ایک روایت میں یردون بغیر نون کے ہے اور یہ بھی ایک لغت ہے کہ بعض بغیر ناصب اور جازم کے بھی نون گرا دیتے ہیں پھر ایک روایت میں علیہ کی جگہ عنہ ہے اور علی اور عن دونوں کے حاصل معنی یہی ہیں کہ کتابت کے متعلق مشورہ عرض کرنے لگے تھے کہ آپ تکلیف میں ہیں اس وقت نہ لکھائیں طبیعت ذرا ٹھیک ہو جائے پھر لکھائیں اور امر استجابی تھا ورنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ فرماتے۔ فالذی انا فیہ خیر مما تدعوننی الیہ:۔

جس میں دودھ دوہتے ہیں۔ لایجمع اللہ علیک موتین: ۱۔ یہ رو تھا حضرت عمر کا کیونکہ انہوں نے یہ فرمایا تھا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو عنقریب اللہ تعالیٰ اٹھائیں گے تاکہ ان لوگوں کے ہاتھ کاٹیں جنہوں نے کہا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے ہیں پھر کچھ عرصہ کے بعد دوبارہ وفات ہوگی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کار و فرما دیا حضرت ابوبکرؓ نے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر دو موتیں دنیا میں نہیں آئیں گی بلکہ صرف ایک موت ہی آئی تھی اور وہ آچکی۔ ۲۔ قبر میں کافر کی روح بدن میں ڈالی جاتی ہے پھر نکالی جاتی ہے اور مومن کو سوالات کے جواب کے بعد کہا جاتا ہے تم کنومتہ العروس یہ نیند بھی ایک قسم کی موت ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ دوسری موت نہ آئے گی۔ ۳۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر موت جیسی مشقت دوبارہ نہ آئے گی اور آپ ﷺ قبر اور قیامت کے احوال سے محفوظ رہیں گے۔ ۴۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر تو موت آچکی اب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت مظہرہ پر موت نہ آئے گی کیونکہ یہ بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی موت ہے۔ و عمر بن الخطاب یکلم الناس: مسند احمد میں ہے عن عائشة فقال عمر لایموت رسول اللہ ﷺ حتی یمتی المنافقین۔ فاخبر فی سعید بن المسیب: یہ کلام امام زہری کی ہے۔ عقرت: ۱۔ مجھول کا صیغہ ہے عقرت بمعنی هلکت۔ ۲۔ معروف کا صیغہ ہے عقرت بمعنی تحیرت۔ ۳۔ معروف کا صیغہ ہے بمعنی سقطت۔ ۴۔ یہ لفظ معروف کا صیغہ ہے فاء کے ساتھ عقرت میں مٹی میں مل گیا یعنی گر گیا۔ تلاھا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدمات: سوال۔ آیت تو یوں نہیں ہے جواب۔ ۱۔ ایسی آیت تلاوت فرمائی جس کے معنی یہ بنتے ہیں۔ ۲۔ ایک روایت میں یوں ہے تلاھا علمت ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدمات۔ لدنفاہ: ہم نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر اور آپ ﷺ کے اختیار کے بغیر منہ

پاک زبان سے صادر ہوا وہ فی الرقیق الاعلیٰ تھا۔ فابده رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بصرہ: اور بعض نسخوں میں ہے فامدہ دونوں کے معنی ہیں طولہ ای طول الیہ کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک کی طرف زیادہ دیر تک دیکھا۔ طیبہ: میں نے عمدہ بنایا یعنی نرم کیا۔ حافنتی: سینہ کا اوپر کا حصہ۔ ذاقنتی: ٹھوڑی۔ ثم قضی: وصال واقع ہوا۔ بالمعوذات: ۱۔ آخری دوسورتیں اور جمع فوق الواحد ہے۔ ۲۔ مع سورة الاخلاص اور معوذات کا اطلاق تغلیبا ہے۔ ۳۔ وہ دعائیں مراد ہیں جن میں شیطان اور بیماریوں اور آفتوں سے پناہ مانگی گئی ہے۔ مسح عنہ بیدہ: ہاتھ پر دم کر کے پورے بدن پر پھیر لیتے تھے۔ لاہوز قبرہ: ہم اس قبر مبارک والے کمرے میں آنے کی ہر ایک کو کھلی اجازت دیتے۔ سبع قرب: اس سے معلوم ہوا کہ سات کے عدد میں برکت ہے اس سے زہر کا اثر کم ہوگا۔ اعهد: میں وصیت کروں گا لوگوں کو۔ فاذا اغتم: جب دل گھبراتا۔ عبد العصا: کنایہ فرما رہے ہیں حضرت عباس کی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اے علی تم عبد العصا ہو جاؤ گے یعنی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ کسی اور کے تابع بن جاؤ گے جو خلیفہ وقت ہوں گے اور پھر تمہاری پہلے جیسی عزت نہ رہے گی اور بعد اٹلاٹ حضرت عباس کا اندازہ تھا خاندانی تجربہ کی وجہ سے کہ اب وفات میں تقریباً تین دن رہ گئے ہیں۔ فیمن هذا الامر: امر سے مراد خلافت ہے۔ لا اسالہا: ضمیر امر کی طرف لوٹتی ہے بتاویل خلافت۔ اس روایت سے صاف معلوم ہوا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کی خلافت کا ذکر نہ فرمایا تھا اگر کسی موقعہ میں بھی اس کا ذکر فرمایا ہوتا تو حضرت علیؓ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اس کا ذکر فرماتے۔ سحری: مابین مدین و مکہ۔ کوۃ: لوٹے جیسا چہرہ کا برتن۔ علبہ: بضم الحین وسکون اللام چہرے کا برتن

ہے اس کی دو توجہیں ہیں۔ ۱۔ اختار محذوف کا مفعول بہ ہے۔
۲۔ ارید محذوف کا مفعول بہ ہے۔

باب وفاة النبی صلی اللہ علیہ وسلم

غرض یہ بیان فرماتا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کس عمر میں ہوئی چنانچہ بعض نسخوں میں مذکورہ عنوان کے بعد یہ بھی ہے ومتی توفی وابن کم۔ لبث بمکة عشر سنین:۔ اس روایت مبارکہ میں باب سے مناسبت التزانیہ ہے کیونکہ دس سال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی رہائش مکہ مکرمہ میں وحی کے ساتھ ہوئی دس سال مدینہ منورہ میں اور چالیس سال وحی سے پہلے گزرے کل ساٹھ سال کی عمر مبارک ہو گئی۔ سوال۔ اسی باب کی دوسری روایت میں عن عائشہ ۶۳ سال عمر مذکور ہے یہ تو تعارض ہوا۔ جواب۔ ۱۔ جس روایت میں ساٹھ سال ہے اس میں کسر کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ ۲۔ ۶۳ سال والی روایت میں وحی کی ابتداء ۴۳ سال سے مانی گئی ہے۔ سوال۔ فی مسلم عن ابن عباس ۶۵ سال عمر وارد ہے اور یہ زیادہ سے زیادہ منقول ہے اس سے زیادہ کسی روایت میں نہیں آئی۔ جواب زیادہ مشہور ۶۳ ہی ہے اس لیے ۶۳ کو ہی ترجیح ہے۔
باب:۔ یہ تہمہ ہے ماقبل کا۔

باب بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم اسامة

غرض حضرت اسامہ بن زید والے لشکر کا واقعہ ذکر کرنا ہے جس کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات سے صرف دو دن پہلے تیار فرمایا تھا کیونکہ وفات پیر کے دن ہوئی اور اس لشکر کو دو دن پہلے ۱۰ ربیع الاول ۱ھ بروز ہفتہ تیار فرمایا شام کی طرف جانے کے لیے اور فرمایا کہ جاؤ جہاں تمہارے والد کو قتل کیا گیا کفار سے جہاد کرو۔ شیخین اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح بھی تیار ہوئے بعض نے حضرت اسامہ پر چھوٹی عمر کی وجہ سے اعتراض کیا تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اعتراض پر ناراضگی کا اظہار فرمایا اور کہا گیا ہے کہ معترض منافق تھے۔ پیر کے دن یہ لشکر روانہ ہونے ہی والا تھا کہ حضرت ام ایمن کا ایلچی لشکر کے پاس پہنچا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ

کی ایک جانب میں دوا ڈال دی۔ فدعا بالطست:۔ تھوکنے کے لئے بڑا برتن منگوایا۔ فانحنث:۔ انحناث کے معنی ہوتے ہیں۔ ۱۔ ایک طرف جھکنا۔ ۲۔ بدن کا ڈھیلا ہونا۔ یہاں دونوں معنی ہو سکتے ہیں۔ اوصی بکتاب اللہ:۔ سوال۔ اس حدیث پاک میں وصیت کی نفی بھی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی وصیت نہیں فرمائی اور اثبات بھی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک کی وصیت فرمائی یہ تو تعارض ہوا۔ جواب۔ ۱۔ جو وصیت معہود و مشہور ہے جس کو وصیت حقیقہ کہہ سکتے ہیں اس کی نفی ہے اور وصیت بمعنی امر بطور صنعت مشاکلہ کے اس کا اثبات ہے اور صنعت مشاکلہ یہ ہوتی ہے کہ ایک معنی کو ایسے لفظ سے ذکر کرنا جو اس کے لئے وضع کیا گیا نہ ہو بوجہ مجاورت اور پڑوس کے یہاں امر فرمانا تھا اوصی فرمادیا کیونکہ پڑوس میں یعنی سوال میں وصیت کا ذکر تھا۔ ۲۔ نفی ہے مال اور خلافت کی وصیت کی کہ صراحۃ خلافت کا ذکر نہیں فرمایا گو اشارات موجود تھے اور اثبات ہے کتاب اللہ کی وصیت کا کہ قرآن پاک پر پورا پورا عمل کرنا۔ سوال۔ جواب حضرت عبداللہ بن ابی ارفی کا سوال کے مطابق نہیں کیونکہ سوال یہ تھا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی یا نہ اور آپ کے پہلے جواب کے مطابق حضرت عبداللہ بن ابی ارفی نے جواب دیا کہ امر فرمایا قرآن پاک پر عمل کرنے کا۔ گویا سوال تھا وصیت کا اور جواب دیا امر کیا یہ تو سوال گندم جواب جو بن گیا کہ سوال کچھ اور ہے اور جواب کچھ اور ہے جواب۔ امر عام ہے اور وصیت معہودہ خاص ہے اور یہ اصول ہے کہ عام کی نفی سے خاص کی نفی ہو جاتی ہے اس لئے امر کی نفی سے وصیت کی نفی ہو گئی اور جواب سوال کے مطابق ہو گیا۔

باب آخر ماتکلم بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

غرض یہ بیان فرماتا ہے کہ سب سے آخر میں کونسا کلمہ مبارکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے صادر ہوا۔ اللہم الرفیق الاعلی:۔ اس روایت میں رفیق کا لفظ منصوب

پہلے کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں اس لیے امام بخاری کی کتاب التفسیر درمنثور ہے ایسے موتیوں کی طرح ہے جو بغیر دھاگے کے پھیلا دیئے گئے ہوں اور متاخرین کی تفسیر کی طرح نہیں ہے کہ حل مشکلات بھی ہو مسائل بھی ہوں دلائل بھی ہوں۔ امام بخاری زیادہ تر مناسبت والی حدیث نقل کرتے ہیں اگرچہ مناسبت معمولی سی ہو اور امام بخاری کی تفسیر میں تکرار بھی ہے جو بہت بیٹھا ہے اور امام مسلم کی تصحیح میں مادہ تفسیر کا بہت کم ہے البتہ ترمذی میں تفسیر بہت زیادہ ہے اور صحاح ستہ میں جامع ترمذی تفسیر کے لحاظ سے سب سے زیادہ نافع شمار کی گئی ہے۔ پھر بخاری شریف میں جو تعلیقات ابن عباس ہیں یہ علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس والے نسخہ سے لی گئی ہیں اور ابن جریر اور ابی حاتم میں ان کی اسانید ہیں پھر متقدمین کے نزدیک بیان المصداق نقل کو تفسیر اور بیان المصداق عقلاً کوتاہی کہتے ہیں اور متاخرین کے نزدیک تاویل کے معنی ہیں صرف الکلام عن لفظا ہر پھر یہ صرف اگر قواعد عربیہ اور قواعد شریعیہ کے ماتحت ہے تو یہ تاویل مقبول ہے ورنہ مردود ہے۔ **الرحمن الرحیم**۔ رحمة کے معنی ہیں حنوا اور عطف یعنی رقت قلب لیکن اللہ تعالیٰ میں مجازی معنی مراد ہوتے ہیں۔ انعام علی عبادہ مخلوقہ پھر رخص اور رحیم میں فرق کرنے میں پانچ اہم قول ہیں۔ ۱۔ حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ رخص تو رفق کو کہتے ہیں شفقت کرنے والا اور رحیم کہتے جو اپنی مخلوق پر رزق کے ساتھ نرمی کرے العاطف علی خلقہ بالرزق۔ ۲۔ رخص کا تعلق پوری مخلوق سے ہے اور رحیم کا تعلق مومنین سے ہے۔ ۳۔ رخص کا تعلق دنیا سے ہے اور رحیم کا تعلق آخرت سے ہے۔ ۴۔ رخص اسے کہتے ہیں جو مانگنے پر دے کہ جب بھی مانگو دے دے اور رحیم وہ ہے کہ نہ مانگنے پر ناراض ہو۔ ۵۔ رخص عبرانی زبان کا لفظ ہے اور ہے اصل میں خاء کے ساتھ پھر عربی میں خاء کی جگہ حاء بغیر نقطہ کے ہو گیا اور رحیم عربی لفظ ہی ہے معنی ایک ہی ہیں۔ **الرحیم والرحم بمعنی واحد**۔ سوال۔ رحیم کو اگر صفت مشبہ کا صیغہ مانا جائے تو پھر بھی اس میں دوام و ثبوت ہے اور اگر مبالغہ کا صیغہ مانا جائے تو پھر مبالغہ ہے اور راحم تو صرف حدوث پر دال ہے اس لئے دونوں

وسلم پر نزع کی حالت ہے۔ حضرت عمر اور حضرت ابو عبیدہ اور حضرت اسامہ حاضر خدمت ہوئے زوال کے بعد انتقال فرمایا۔ جرب کے مقام پر لشکر تیار کھڑا تھا اور وہ واپس آ گیا۔ پھر حضرت صدیق اکبر کی بیعت کے بعد لشکر دوبارہ روانہ ہوا میں دن تک چلے جس کافر نے مقابلہ کیا اس کو یا تو قتل کر دیا گیا یا قید کر لیا گیا ان ہی چھوٹی چھوٹی لڑائیوں میں حضرت زید بن حارثہ کا قاتل بھی قتل کر دیا گیا اور مسلمان کوئی بھی شہید نہیں ہوا۔ میں دن کافروں پر خوب ہیبت ڈال کر غنیمت تقسیم کی اور واپسی فرمائی کیونکہ مقصد کافروں پر ہیبت ڈالنا ہی تھا وہ پورا ہو گیا واپسی پر حضرت صدیق اکبرؓ اور مہاجرین نے مدینہ منورہ میں استقبال فرمایا۔ ہر قل کو جب اس واقعہ کا پتہ چلا تو اس نے اپنی سرحد پر فوج مقرر کر دی تاکہ پھر ایسا نہ ہو۔ پھر بعد میں حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانوں میں مسلمانوں کے لشکر آئے اور شام مکمل طور پر فتح ہوا۔

باب۔ یہ ما قبل کا تہ ہے۔ **عن الصناہی**۔ عبد اللہ بن عسيلة۔ **دفنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم منذ خمس**۔ اس حدیث پاک کا تعلق وفات والے باب سے ہے اور وفات والے باب کے بعد دو باب عنوان والے جعاز کر کے گئے ہیں۔ **باب کم غزا النبی صلی اللہ علیہ وسلم** غرض غزوات کی کتنی بیان فرمائی ہے۔

کتاب التفسیر

رابطہ یہ ہے کہ پہلے دعویٰ تھا اب دلیل ہے تفسیر کے لغوی معنی بیان اور اصطلاحی معنی ہیں ہوا تکشف عن مدلولات نظم القرآن پھر سب سے پہلے تفسیر میں ائمہ خود داخل ہوئے امام ابن جریر نے ائمہ نحو سے بہت کچھ لیا ہے اسی لیے ان کی تفسیر عدیم الظہیر ہے۔ پھر امام بخاری مفردات القرآن میں ابو عبیدہ معمر بن امیثی کے طرز پر چلتے ہیں اور ان کی کتاب مجاز القرآن سے بہت کچھ لیا ہے مجاز کے معنی ہیں مورد استعمال اس لیے امام بخاری ایک مادہ سے دوسرے مادہ کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں اور ایک سورت سے دوسری سورت

پرندہ۔ الکماة من المن:۔ جیسے چھتری خود آگ آتی ہے ایسے ہی یہ من بھی بلا مشقت تھا۔ یخترف:۔ پھل چن رہے تھے۔ و ما ینزع الولدالی ابیہ اوامہ:۔ کون سی چیز کھینچتی ہے اور مشابہ بناتی ہے باپ کے یا ماں کے۔ فقراً هذه الایة من کان عدو الجبریل:۔ یہ ضروری نہیں کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی ہو بلکہ صرف پڑھنا مراد ہے۔ استشہاداً پھر پڑھنے والے میں دو احتمال ہیں۔ ۱۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم۔ ۲۔ کوئی راوی پھر عداوت کی وجہ میں تین اہم قول ہیں۔ ۱۔ یہود کے ایک نبی نے فرمایا تھا کہ بخت نصر بیت المقدس کو ویران کرے گا تو یہود نے ایک آدمی بخت نصر کو قتل کرنے کے لئے بھیجا حضرت جبریل علیہ السلام نے اس آدمی کو قتل کرنے سے منع فرمادیا اور فرمایا کہ دیکھو اگر یہ وہی شخص ہے جس نے بیت المقدس کو ویران کرنا ہے تو تم قتل کرنے پر قادر نہ ہو سکو گے اور اگر یہ وہ نہیں ہے تو تمہیں قتل کرنے کا کوئی حق نہیں ہے تو وہ آدمی قتل سے رک گیا اس زمانہ میں بخت نصر جو ان تھا اور کمزور تھا بعد میں وہی بخت نصر طاقتور ہوا اور اس نے بیت المقدس کو فتح کیا اور ویران کیا اور یہودیوں کو قتل کیا اس وجہ سے یہودی حضرت جبریل علیہ السلام کے دشمن بن گئے۔ ۲۔ یہودی اس لئے حضرت جبریل علیہ السلام کے دشمن بن گئے تھے کہ وہ ان یہودیوں کے راز نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلاتے تھے۔ ۳۔ یہودی یہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے تو حضرت جبریل علیہ السلام کو حکم دیا تھا نبی اسرائیل میں نبوت لانے کو انہوں نے بنی اسماعیل میں جاری کر دی۔ اس عداوت کا ظاہر کرنے والا عبداللہ بن سوریہ یہودی تھا۔ قوم بہت:۔ یہ جمع ہے بھوت کی زیادہ بہتان لگانے والا۔

باب قوله تعالى 'ما ننسخ من آية

اوننسخانات بخیر منها

اس خیر ہونے کی ایک تفسیر حضرت نور شاہ صاحب سے یوں منقول ہے کہ منسوخ التلاوت درجہ اعجاز سے بنسبت محکمات کے کم ہوا کرتی تھیں مطلب یہ ہے کہ چونکہ ان کا نزول وقتی ضرورت کی

کے ایک معنی قرار دینا تو صحیح نہ رہا۔ جواب۔ اصل معنی ایک ہیں۔ مبالغہ اور ثبوت کی نفی کرنی مقصود نہیں ہے۔ وقال مجاهد بالذین بالحساب:۔ اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔ ارایت الذین یکذب بالذین۔ وعلم ادم الاسماء کلہا:۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت کا ایک بڑا مدار علم تھا۔ اس سے علم کی بہت بڑی فضیلت ثابت ہوئی پھر ان سب چیزوں کے نام سکھانے مراد ہیں جن کی ضرورت زمین پر پیش آئی تھی۔ حقیقہ سب چیزوں کے نام مراد نہیں ہیں جیسے قرآن پاک میں حضرت بلقیس کے متعلق ہے اوتیت من کل شئی کیونکہ ظاہر ہے نہ ان کو مرد ہونا دیا گیا تھا نہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت دی گئی تھی پھر حضرت آدم علیہ السلام سے جو جتنا ہی غلطی ہوئی اس میں ایک یہ حکمت بھی تھی کہ عہد بیت اور تواضع کا کمال پیدا ہو جائے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کا عتاب نازل ہوا تو بالکل گفتگو بند کر دی حضرت آدم علیہ السلام نے اور روتے ہی رہے روتے ہی رہے اور یہ پڑھتے رہے دینا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا و ترحمنا لنکونن من الخاسرین۔ بخلاف ابلیس کے کہ اس پر جب اللہ تعالیٰ کا عتاب نازل ہوا تو اس نے مناظرہ شروع کر دیا پھر جب حضرت آدم علیہ السلام میں علم اور عہدیت کا ہونا فرشتوں پر ظاہر ہو گیا تو یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ خلافت کے لئے وہی زیادہ حق دار ہیں اور چیزوں کے نام سکھانے میں یہ بھی حکمت تھی کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد جو ان کی پشت میں تھی اس نے بھی ضرورت کی چیزوں کے نام کسی نہ کسی درجہ میں سیکھ لئے یعنی استعداد پیدا ہو گئی بالفعل بعد میں حاصل ہو گئے۔ فادخلهم الجنة:۔ سوال یہ جنت میں داخلہ کی شفاعت تو شفاعت صغریٰ ہے حالانکہ ذکر چل رہا تھا شفاعت کبریٰ کا کہ حساب کتاب شروع ہو جائے۔ جواب۔ شفاعت کبریٰ کا ذکر فی ذلک تھا اس کے بعد شفاعت صغریٰ کا ذکر ہے۔ لیسو مونکم یولونکم:۔ تمہیں قریب کرتے تھے عذاب کے۔ المن:۔ غسل تھا یا ترنجبین یعنی سنگترا تھا۔ صمغة:۔ گوند۔ والسلوی:۔ بیڑیا یا بیڑ جیسا

اس حدیث پاک کی تفصیل پیچھے بھی الخیر الجاری میں گزر چکی ہے۔ **وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين:** ان لوگوں پر جو یہ روزہ کا کام مشقت سے کرتے ہوں فدیہ ہے مسکین کو کھانا کھلانا۔ **فمنسختها:** سلف صالحین مطلق کی تنقید اور جمل کی توضیح کو بھی نسخ سے تعبیر فرمادیتے تھے کیونکہ اس میں بعض جزئیات کا رفع ہوتا تھا اور امام لحاوی نے اس معنی میں نسخ کا لفظ اپنی کتاب میں بہت زیادہ استعمال فرمایا ہے۔ **كانوا الا يقربون النساء رمضان كله:** سوال۔ یہاں تو پورا رمضان عورتوں کو چھوڑنا ہے اور دوسری روایات میں یہ ہے کہ پہلے یہ حکم تھا کہ روزہ افطار کرنے کے بعد سونے تک کھانے پینے اور جماع کی اجازت تھی تو عورتوں کو پورا رمضان چھوڑنا تو لازم نہ آیا یہ عورتوں کے بارے میں تعارض پایا گیا۔ جواب۔ یہاں غالب کا ذکر ہے کہ زیادہ تر صحابہ کرام اس ایک مہینہ میں عورتوں سے الگ ہی رہتے تھے گو بعض حضرات افطار کے بعد سونے سے پہلے مشغول بھی ہو جاتے تھے اس لئے تعارض نہ رہا۔ **وكان رجال يخونون انفسهم:** ان رجال میں حضرت عمر بھی داخل تھے کہ ایک دفعہ رات کے وقت گھر تشریف لائے تو اہلیہ سے مشغول ہونے کا ارادہ فرمایا وہ عرض کرنے لگیں کہ میں تو ابھی تھوڑا سا سوئی تھی اس لئے اب یہ مشغول ہونا جائز نہیں ہے فرمایا تو جھوٹ بولتی ہے اور مشغول ہو گئے یہ اجتہادی غلطی ہے جو مشابہ خیانت کے ہے اور اگر گناہ بھی شمار کیا جائے تو آیت مبارکہ میں جو اسی حدیث میں نقل کی گئی ہے معافی کا اعلان بھی ہے **فتاب عليكم وعفا عنكم۔ انك لعريض القفان ابصرت النخيطين:** اگر تم سفید اور سیاہ دھاگے کو اپنے نکیہ کے نیچے دیکھ لیتے ہو تو تمہارا نکیہ بہت لمبا ہے اور تمہاری گلدی یعنی سر کا پچھلا حصہ بہت چوڑا ہے جس کے نیچے اتنا بڑا نکیہ ہے کہ افق کی سیائی اور سفیدی اس کے نیچے آ جاتی ہے غرض یہ ہے کہ یہ سوت کے کالے اور سفید دھاگے مراد نہیں ہیں بلکہ آسمان کے کنارے کی سفید لکیر اور اس کے نیچے سیاہ لکیر مراد ہے اور طلوع فجر مراد ہے۔ **هذابية حيث**

بناء پر ہوتا تھا اس لیے ان میں اعجاز نسبت کم ہوتا تھا۔ **احدى نساء:** اس سے مراد حضرت ام سلمہ ہیں۔ پھر اسی حدیث پاک میں جو یہ ہے کہ حضرت عمر فرما رہے ہیں۔

وافتنى ربي في ثلث اس پر اشکال ہوتا ہے کہ ان تین موقعوں کے علاوہ بھی تو موافقت پائی گئی ہے مثلاً ۱۔ حضرت عمر نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ دیا تھا کہ عبد اللہ بن ابی منافق پر نماز جنازہ نہ پڑھیں۔ تائید میں وحی نازل ہوئی۔ ۲۔ مشورہ دیا تھا کہ بدر کے قیدیوں کو قتل کیا جائے۔

تائید میں وحی نازل ہوئی۔ ۳۔ مشورہ دیا تھا کہ شراب حرام ہوئی چاہیے حق تعالیٰ نے حرام فرمادیا۔ اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث پاک میں جو تین کا ذکر ہے اس میں زائد کی نفی نہیں ہے۔ ۲۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جس وقت حضرت عمر حضرت انس سے یہ گفتگو فرما رہے تھے اس وقت ابھی تین موقعوں ہی میں موافقت ہوئی ہوگی باقی موقع بعد میں پائے گئے ہوں گے۔ **ومن حيث خرجت فول وجهك شطر المسجد الحرام:** یہ حکم بار بار کیوں ذکر فرمایا اس کی تین اہم وجہیں ہیں۔ ۱۔ تاکید مقصود ہے کیونکہ یہ پہلا نسخ تھا۔ ۲۔ مختلف اشخاص کے احوال کی طرف اشارہ ہے ایک وہ شخص جو خانہ کعبہ دیکھ رہا ہے دوسرے وہ شخص جو مکہ مکرمہ میں ہے تیسرے وہ شخص جو کسی اور شہر میں ہے۔ ۳۔ اشخاص مختلفہ کے حالات کی طرف اشارہ ہے ایک وہ شخص جو مکہ مکرمہ میں ہے دوسرے وہ شخص جو کسی اور شہر میں ہے تیسرے وہ شخص جو سفر میں ہے۔ **وقلت انا من مات وهو لا يدعو لله ندا دخل الجنة:** حضرت عبد اللہ بن مسعود نے یہ کس بنا پر فرمایا اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ جب نبی پاک ﷺ نے فرمایا من مات وهو يدعون دون الله ندا دخل النار تو حضرت عبد اللہ بن مسعود نے استنباط فرمایا کہ سبب کی نفی سے مسبب کی نفی ہو جائے گی کیونکہ جنت اور دوزخ کے درمیان واسطہ نہیں ہے پس جب دوزخ میں جانے کا سبب نہ ہوگا تو اور کوئی جگہ جانے کی ہے ہی نہیں سوائے جنت کے۔

ثرون:۔ حضرت ابن عمرؓ نے نبی پاک ﷺ کے گھروں کی طرف اشارہ فرمایا اور یہ فرمایا کہ دیکھو یہ حضرت علیؓ کا مکان نبی پاک ﷺ کے مکانوں کے درمیان ہے۔ مقصد یہ تھا کہ حضرت علیؓ کو نبی پاک ﷺ سے بہت قرب حاصل تھا۔ نزلت فی النفقة:۔ یہاں نفقہ سے مراد مجاہدین کا نفقہ ہے کہ مجاہدین پر خرچ کرنا نہ چھوڑ دو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ قال رجل براہ ما شاء:۔ اس رجل سے مراد حضرت عمرؓ ہیں یا حضرت عثمانؓ یا حضرت امیر معاویہؓ ہیں کیونکہ یہ تینوں حضرات تمتع سے منع فرمائے تھے کیوں؟ ۱۔ دو سفر سب کے نزدیک ایک سفر سے بہتر ہیں اس لئے ان حضرات کا روکنا تزیہا تھا کہ ایک سفر کی جگہ دو سفر کرنے اولیٰ ہیں ۲۔ ان حضرات کا قول شاذ ہونے کی وجہ سے متروک ہے ۳۔ عند الشوافع روکنے کی وجہ یہ تھی کہ افراد تمتع سے افضل ہے لیکن یہ تیسری توجیہ اس لئے مناسب نہیں کہ جب پہلی توجیہ اتفاقی موجود ہے تو اس اختلافی توجیہ کی کیا ضرورت ہے۔ فی مواسم الحج:۔ دو توجیہیں ہیں ۱۔ یہ الفاظ قراءۃ شاذہ ہے ۲۔ یہ الفاظ بطور تفسیر کے حضرت ابن عباسؓ نے ذکر فرمائے اس دوسری توجیہ کو رائج شمار کیا گیا ہے۔ تطوف الرجل بالبيت ما كان حلالاً:۔ اور دوسرے نسخہ میں ہے يطوف الرجل حاصل معنی ایک ہی ہیں اور ما بمعنی مادام ہے یعنی کافی عرصہ سے مکہ مکرمہ میں مقیم ہے تو جب تک وہ حلال ہے اور حج کا احرام نہیں باندھ رہا تو وقتاً فوقتاً طواف کرتا رہے یا اگر باہر سے عمرہ کا احرام باندھ کر آیا ہے اور عمرہ کر کے اب حلال ہو گیا ہے تو جب تک مکہ مکرمہ میں ہے اور حج کا احرام نہیں باندھ رہا تو وقتاً فوقتاً طواف کرتا رہے۔ ما تيسر له من ذلك:۔ یہاں پوری عبارت یوں ہے فمن تيسر له هديه من الابل او البقر او الغنم ما تيسر له من ذلك اس عبارت کی چار توجیہیں ہیں ۱۔ ما تيسر سے پہلے مبتداء محذوف ہے فقديۃ اور مبتداء اور خبر مل کر فمن تيسر کی جزاء ہے ۲۔ ما تيسر سے پہلے خبر مقدم محذوف ہے فعليه اور فمن تيسر کی جزاء ہے ۳۔ ما تيسر بدل ہے من تيسر کا

اور جزاء محذوف ہے فقديۃ ذلک ۴۔ ما تيسر بدل ہے من تيسر کا اور جزاء محذوف ہے فليغت ذلک۔ حتی يقف بعرفات من صلوۃ العصر الى ان يكون الظلام:۔ ۱۔ وقت صلوۃ عصر مراد ہے ۲۔ صلوۃ عصر مراد ہے جو عرفات میں ظہر کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔ حتی ترموا الجمرة:۔ یہ غایت ہے ۱۔ ثم افیضوا کی یا ۲۔ واكثر والتيسير کی۔ حتی اذا استیاس الرسل وظنوا انهم قد كذبوا:۔ آیت کے بعد جو خفیۃ ہے اس سے مراد کذبوا کی ذال کی تخفیف ہے اور ذہب بھاہناک سے یہ مراد ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سورہ یوسف کی اس آیت کو سورہ بقرہ میں لے گئے اور دونوں کے معنی ایک ہی قرار دیئے سورہ بقرہ والی آیت یہ ہے حتی يقول الرسول والذين امنوا معه متى نصر الله الا ان نصر الله قريب پھر سورہ یوسف والی آیت کے مختلف معنی گئے گئے ہیں ۱۔ ہمارے نفوس نے ہم سے جھوٹ بولا یعنی ہم غلط سمجھ گئے تھے کہ بہت جلدی امداد آئے گی۔ بظاہر یہی مراد ہے حضرت ابن عباسؓ کی کہ دونوں آیتوں کے یہی معنی ہیں ۲۔ سورہ یوسف میں ظنوا میں ظن وسوسہ کے معنی میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو صرف وسوسہ آیا کہ شاید اللہ تعالیٰ کی طرف سے جھوٹا وعدہ کیا گیا ہے اور وسوسہ معاف ہوتا ہے ۳۔ جو ایمان لا چکے ہیں کہیں وہ بھی مرتد نہ ہو جائیں اور یہی مراد یہاں حضرت عائشہؓ کی ہے۔ اس توجیہ میں کذبوا تشدید سے ہے اور پہلی دو میں کذبوا بغیر شد کے تخفیف سے ہے ۴۔ اضطراب پر تنبیہ ہے کہ اونچی شان والے کا اضطراب یہ شبہ ڈالتا ہے کہ شاید ان کو عذاب آنے میں شبہ ہے۔ واقع میں ان کو شبہ نہیں ہے۔ یہ تخفیف والی قرأت ہی کی عجیب توجیہ ہے اور یہی معنی اس آیت کے ہیں ووطن ان لن نقدر عليه۔ انزلت فی كذا وكذا:۔ اس حدیث کا ربط باب سے یہ ہے کہ یہاں یہ آیت مراد فاتوا حوثکم انی شنتم اور کذا وكذا اشارہ شان نزول کی طرف ہے جیسا کہ آئندہ روایت میں ہے۔ عن

ابن عمر فاتو احرثکم انی شتم قال یا تیہافی:۔ بخاری شریف کے سب نسخوں میں یہاں فی کے بعد خالی جگہ ہے اور الجمع بین الصحیحین للحمیدی میں یوں ہے یا تیہافی الفرج البتہ اسی سند کے ساتھ تفسیر ابن جریر میں ہے یا تیہافی الدبر شیعة کہتے ہیں کہ بیوی سے لواطت جائز ہے۔ جمہور اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماع ہے کہ ناجائز ہے لثانی الطحاوی والطبرانی عن ابن خزیمہ مرفوعاً لا تا تو النساء فی اذہن اور اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ شیعة کا استدلال اس آیت سے ہے فاتو احرثکم انی شتم جواب مراد ہے کیف شتم اور انی کیف کے معنی میں آتا ہے اور یہاں قرینہ ہے لفظ حرث پھر امام بخاری نے یہاں خالی جگہ کیوں چھوڑ دی۔ ۱۔ ان کو لفظ دبر کا پہنچا تھا لیکن جمہور کے قول کے خلاف ہونے کی وجہ سے یہ لفظ پسند نہ فرمایا اس لیے امام بخاری نے جگہ خالی چھوڑ دی۔ ۲۔ امام بخاری کے نزدیک یہاں جو راوی نے دبر کا لفظ نقل کیا تھا وہ ثابت نہ تھا کیونکہ سعید بن یسار سے عن ابن عمر اسی فعل کے بارے میں منقول ہے۔ اف او یقول ذلک مسلم۔ ۳۔ راوی نے جو دبر کا لفظ نقل کیا تھا یہ امام بخاری کے نزدیک روایت بالمعنی تھی حضرت ابن عمر کی مراد من جہۃ الدبر تھی کہ لثا الثا کر فرج میں ہی جماع کیا جائے کسی راوی نے ان لفظوں سے ذکر کر دیا یا تیہافی الدبر اس سے غلط معنی کی طرف ذہن جاتا ہے اس لیے امام بخاری نے دبر کا لفظ ہی ذکر نہ فرمایا اس کی تائید نسائی کی روایت سے ہوتی ہے عن نافع عن ابن عمر اس میں ادبار کی اباحت کا ذکر ہے۔ ساتھ موضع حرث کی تصریح بھی ہے پھر قرطبی میں ہے کہ ابن وہب اور علی بن زیاد نے امام مالک سے عرض کیا کہ لوگ مصر میں آپ سے نقل کرتے ہیں کہ بیوی سے لواطت جائز ہے تو فوراً تکذیب فرمائی کذبوا علی کذبوا علی ثم قال الستم توأمر بالمثل یقتل الذہن وجل نساء کم حرث لکم وهل یكون الحرث الا فی موضع البیوت۔ کانت لی اخت:۔ اس کی تفصیل آگے ایک سند کے بعد آ رہی ہے۔ قال قد

نسختھا الآیۃ الا خری:۔ اس قال کے فاعل عبد اللہ بن الزبیر ہی ہیں۔ فلم تکتبھا اوتدعھا:۔ یہ شک راوی ہے دونوں کے معنی ایک ہیں اوتدعھا مکتوبۃ مراد ہے۔ لا اغیر شیئا منہ من مکانہ:۔ غرض یہ ہے کہ منسوخ الحکم کے لیے لازم نہیں ہے کہ وہ منسوخ التلاوت بھی ہو۔ زعم ذالک عن مجاہد:۔ یہ حضرت مجاہد کا اپنا اجتہاد ہے کہ واجب عدت تو چار ماہ دس دن کی ہی ہے بقیہ سال وصیت کے درجہ میں ہے اس میں مدار عورت کی رائے پر ہے اگر وہ چاہے تو وصیت سے جو مکان کی رہائش اس کو ملی ہے اس کو قبول کر لے اور چاہے تو قبول نہ کرے اور نکاح کر لے یا بلا نکاح ہی کسی اور جگہ رہائش اختیار کر لے اس لیے حول والی آیت محکم ہے منسوخ نہیں ہے ان کے قول کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ یہ حول والی آیت ترتیب تلاوت میں چار ماہ دس دن والی آیت کے پیچھے ہے اس لیے ظاہر یہی ہے کہ یہ ترتیب نزول میں بھی متاخر ہے اس لیے منسوخ نہیں ہے۔ جمہور کی طرف سے اس تائید کا جواب یہ ہے کہ یہ قاعدہ اکثر یہ ہے کہ ترتیب تلاوت ترتیب نزول کے مطابق ہو کیونکہ یہاں ایسا نہیں ہے حول والی آیت نزول میں مقدم ہے اور منسوخ ہے چار ماہ دس دن والی ناسخ ہے۔ فتعتمد حیث شاءت:۔ جس عورت کا خاندان فوت ہو گیا ہو اس کے لیے بلا عذر خاندان والے گھر سے نکلنا عندا مانا ابی حنیفہ و مالک و احمد جائز نہیں ہے وعند الشافعی جائز ہے لثانی موطا مالک عن فریہ مرفوعاً ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لفریۃ بنت مالک بن سنان وکانت متونی عنھا امکلی چک حتی یبلغ الکتاب اجلہ قالت فاعتدت فی اربعۃ اشھر وعشر وللشافعی قولہ تعالیٰ فان خرجن فلاح جناح علیکم فیما فعلن فی انفسھن بالمعروف۔ جواب۔ یہاں یہ ہے کہ اگر عورتیں گھر سے نکل جائیں تو خاندان کے رشتہ داروں کو گناہ نہیں ہوگا اس کو یہ لازم نہیں آتا کہ عورتوں کو بھی گناہ نہ ہوگا اس لیے استدلال صحیح نہیں

ہے۔ ولکن عمہ کان لا یقول ذلک:۔ یہاں عم کا مصداق حضرت عبداللہ بن مسعود ہیں۔ فقلت انی ابھری:۔ میں نے بہت جرأت کر لی کہ کوفہ کے ایک آدمی یعنی عبداللہ بن عتبہ پر جھوٹ باندھ دیا اور میں نے اپنی آواز بلند کی۔ فیصلون لا نفسہم رکعۃ بعد ان ینصرف الامام:۔ یہ الفاظ مبارکہ حنفیہ والی دونوں رائج صورتوں پر منطبق ہوتے ہیں۔ وسع کرسیہ علمہ:۔ یہ حضرت ابن جبر کی رائے ہے اور جمہور کے نزدیک رائج یہ ہے کہ کرسی ایک جسم ہے۔ فصرہن قطعہن:۔ یعنی ذبح کرنے کے بعد ان پرندوں کے ٹکڑے کر دو لیکن رائج یہ ہے کہ فصرہن کے معنی ہیں اٹھن یعنی اپنے ساتھ مانوس کر لو کہ تمہاری آواز پر بھاگتے چلے آئیں۔ نحن احق بالشک من ابراہیم:۔ سوال۔ احیاء موتی میں شک تو کفر ہے۔ ابراہیم علیہ السلام تو اس سے پاک تھے۔ جواب۔ ا۔ معنی یہ ہیں کہ اگر ان میں شک ہوتا تو ہم میں ان سے بھی زیادہ ہوتا اور جب ہم میں نہیں ہے تو ان میں بھی نہیں ہے۔ ۲۔ شک اس میں نہیں تھا کہ زندہ کریں گے یا نہ بلکہ اس میں کہ زندہ کرنے کا طریقہ اور کیفیت کیا ہوگی اور اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ ۳۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو شک اس میں تھا کہ حق تعالیٰ میری درخواست کو قبول فرمائیں گے یا نہ پھر ان تینوں وجوہوں میں سے جو بھی لیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنے آپ کو شک کا زیادہ حق دار ہونا فرمایا یہ تو اعضا تھا ورنہ افضلیت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو عطا فرمائی گئی تھی۔ قال ابن عباس لعمل:۔ یعنی میری سمجھ میں تو اتنا ہی آتا ہے کہ عمل کی مثال حق تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے اس سے زیادہ میری سمجھ میں نہیں آتا اس غرض کرنے پر پھر حضرت عمرؓ نے خود ہی عمل کی وضاحت فرمائی۔ لرجل غنی:۔ اور ایک نسخہ میں یوں ہے لرجل غنی ای ارید کہ ایسے شخص کا عمل مراد ہے جو پہلے نیکی کرے پھر اتنے معاصی کرے کہ اپنے اعمال صالحہ

کو غرق کر دے اور ختم کر دے۔ سوال۔ کبیرہ گناہوں سے اعمال صالحہ کا ضائع ہونا تو معتزلہ کا عقیدہ ہے جواب مراد یہ ہے کہ گناہ نیکیوں سے زائد ہو جائیں اس ضابطہ کے مطابق وہ سیدھا جنت میں جانے کا مستحق نہ رہے بلکہ گناہوں کی سزا بھگت کر جنت میں جاسکے۔ البتہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دیوں تو سیدھا جنت میں بھی جاسکتا ہے۔ اصراراً عہداً:۔ یعنی ایسے احکام جو برداشت نہ ہوں۔ وان تبدوا مافی انفسکم او تخفوه:۔ اس آیت کے بارے میں جو اس روایت میں وارد ہے کہ اس کو بعد والی آیت لا یكلف اللہ نفساً الا وسعہا نے منسوخ کر دیا اس نسخ سے مراد اجمال کی تفصیل ہے کیونکہ اس تفصیل سے کچھ جزئیات نکل گئیں۔ ظاہری الفاظ میں غیر اختیار و سواس پر بھی پکڑ ہونے کا شبہ تھا اس تفصیل سے کہ غیر اختیاری پر پکڑ نہیں ہے یہ شبہ دور ہو گیا گویا غیر اختیاری و سواس مواخذہ کے حکم سے خارج ہو گئے اور منسوخ ہو گئے۔ سورہ ال عمران۔ المومہ المطہمہ:۔ لفظ المطہمہ کے معنی تادمہ کے ہوتے ہیں۔ و آخر متشابہات یصدق بعضہ بعضاً:۔ یعنی جو آیتیں ایسی ہوں کہ ایک دوسرے کے مشابہ ہوں معنی کے لحاظ سے یہ بھی ایک معنی کئے گئے ہیں متشابہات کے جو مشہور معنی کے علاوہ ہیں۔ زیغ شک ابتغاء الفتنة:۔ جن کے دلوں میں شک ہو اور وہ فتنہ تلاش کرتے ہیں۔ والراسخون یعلمون یقولون آمنا بہ:۔ حضرت مجاہد کا مسلک وہی تھا جو متاخرین کا ہے کہ راسخین فی العلم بھی متشابہات کے ظنی معنی جانتے ہیں۔ فاولئک الذین سمی اللہ فاحذروہم:۔ اس مرفوع حدیث پاک سے متقدمین کے قول کی تائید ہوتی ہے کیونکہ اس میں یہ آگیا کہ جو متشابہات کے معانی کے پیچھے پڑتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ زلیخ اور کجی اور گمراہی والا قرار دیتے ہیں ان سے بچو۔ متشابہات کے معنی راسخ فی العلم بھی عن المتقدمین نہیں جانتے وعند المتاخرین جانتے ہیں۔ منشاء اختلاف

پکڑنے کے لیے لکڑی لگی ہوئی ہو جس سے موچی جوتے میں سوراخ کرتے ہیں سینے کے لیے۔ آخر الابد:۔ اس کے معنی ہیں الی آخر الزمان۔ فحاصوا:۔ بھاگے۔ یحنباء:۔ اس کے معنی ہیں یکب جھکتا تھا۔ فاتوا ابا التوراة فاتلوہا ان کنتم صادقین:۔ سوال اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ تورات میں تحریف لفظی نہیں ہے۔ جواب۔ وحی سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دے دی گئی تھی کہ اس جگہ تحریف نہیں ہوئی۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسری جگہ بھی نہ ہوئی ہو اور چونکہ قرآن پاک میں جابجا تحریف کا ذکر ہے اس لیے دوسرے موقعوں میں یقیناً ہوئی ہے۔ لہ زیبتان:۔ ساپ کی آنکھوں کے پاس دو نقطے۔ قطیفہ فذکیۃ:۔ مذک جگہ کی بنی ہوئی موٹی چادر۔ یتشاورون:۔ ثور سے ہے جاری اٹھنا یہاں لڑنے کے لیے جلدی اٹھنا مراد ہے۔ البخیرۃ:۔ بستی مراد مدینہ منورہ ہے۔ شرق:۔ گلے میں کسی چیز کے اٹکنے کو شرق کہتے ہیں مراد حسد ہے۔ یتاول العفو:۔ لیتے تھے معافی کو۔ قد توجہ:۔ اے ظہر وجھہ ظاہر ہو گیا۔ یعنی اثنتین وثلاثا واربعاً:۔ سوال۔ شئی و ثلاث و رباع کے معنی میں تو تکرار ہے یہاں جو بغیر تکرار کے معنی مذکور ہیں یہ تو ٹھیک نہیں۔ جواب۔ شہرت کی وجہ سے تکرار ذکر نہیں فرمایا مقصود تکرار ہی ہے۔ ولا تجاوز العرب رباع:۔ یہاں دو قول ہیں۔ ۱۔ رباع سے اوپر یہ میضہ تکرار کے لیے استعمال نہیں ہوتا۔ ۲۔ استعمال ہوتا ہے۔ پہلا قول رائج قرار دیا گیا ہے۔ ولم یکن لہا من نفسہ شیء:۔ یتیم لڑکی مال والی کسی کی ولایت میں ہوتی تھی شکل و صورت پسند نہ ہوتی تھی صرف مال کے لالچ میں اس سے نکاح کر لیتے تھے پھر حقوق ادا نہ کرتے تھے اس سے منع کر دیا گیا کہ دوسری عورتیں جو پسند ہوں صرف ان سے نکاح کر دو سے یا تین سے یا چار سے۔ جو پسند نہیں ہے۔ اس سے نکاح نہ کرو۔ ولکل جعلنا موالی:۔ عندا ماننا

یہ آیت ہے وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم یقولون امنابہ کہ متقدمین والراسخون کے واو کو متاقدہ قرار دیتے ہیں اس لیے معنی جاننے والے صرف اللہ تعالیٰ ہیں اور متاخرین اس واو کو عاطفہ قرار دیتے ہیں کہ معنی اللہ تعالیٰ بھی جانتے ہیں اور راسخ فی العلم بھی جانتے ہیں۔ ترجیح متقدمین کے قول کو یہی ہے کیونکہ اسی میں احتیاط ہے پھر یہ اختلاف صرف لفظی ہے اور لفظی اختلاف یہ ہوتا ہے کہ ایک شخص ایک لفظ کے ایک معنی لے کر اس پر ایک حکم لگائے اور دوسرا شخص اسی لفظ کے دوسرے معنی لے کر اس حکم کے خلاف حکم لگائے یہاں متقدمین کی مراد یہ ہے کہ مرادی یقینی معنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور متاخرین کی مراد یہ ہے کہ ظنی معنی راسخ فی العلم بھی جانتے ہیں کہ شاید یہ مراد ہو اور اس اختلاف لفظی کی وجہ یہ ہوئی کی متقدمین کے زمانہ میں کسی نے مشابہات کے معنی معلوم نہ ہونے پر اعتراض نہ کیا تھا اور متاخرین کے زمانہ میں بعض لوگوں نے اعتراض کر دیا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کوئی لفظ نازل فرمائیں اور اس کے معنی کسی کو معلوم ہی نہ ہوں تو متاخرین نے جواب دیا کہ معنی معلوم ہیں۔ الامریم وابنہا:۔ یہ حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فضیلت جزئی ہے کہ ان کو ولادت کے وقت شیطان نے نہ چھوا۔ یمین صبر:۔ صبر کے معنی جس کے ہوتے ہیں یعنی ایسی قسم جس کے لیے اپنے آپ کو روکے۔ لقد اعطی بہا مال یعطہ:۔ قسم کھا کر کہا کہ مجھے اس چیز کی قیمت اتنی ملتی تھی حالانکہ اتنی نہ ملتی تھی۔ سوال۔ گذشتہ روایت میں اسی آیت کا شان نزول کچھ اور ہے۔ جواب۔ ۱۔ دونوں واقعوں کے بعد نازل ہوئی۔ ۲۔ گذشتہ روایت کو ترجیح ہے اور یہ روایت اس پر محمول ہے کہ اس موقعہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ صحابی راوی حضرت عبداللہ بن ابی ادنی نے پہلے موقعہ میں یہ آیت نہ سنی تھی اس لیے خیال فرمایا کہ ابھی نازل ہوئی ہے۔ باشغی:۔ وہ لوہے کی سلائی جس کے کنارے پر

عبداللہ۔ قال امسک فاذا عيناه تذرفان:۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے رونے کی کیا وجہ تھی۔ ۱۔ ان آیتوں میں یہ مذکور ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم قیامت میں امت کے متعلق گواہی دیں گے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال فرمایا کہ میری گواہی کی وجہ سے بعض کو عذاب بھی ہوگا۔ اس عذاب کے تصور سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ ۲۔ قیامت کے دن کے ہولناک واقعات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آگئے اس لیے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ ۳۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت کا تصور فرمایا جبکہ یہ امت پہلے انبیاء علیہم السلام کی صداقت پر گواہی دے گی اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس امت کا تزکیہ فرمائیں گے کہ واقعی یہ امت سچی ہے اس خوشی کی بات کا تصور فرمایا اور خوشی سے آنسو آگئے یہ آنسو خوشی کے تھنم کے نہ تھے۔ وقال عمر الجبت السحر:۔ یہاں مراد عمر بن الخطاب ہیں۔ قلادة لاسماء:۔ اور یہ ہار حضرت عائشہ کے پاس عاریہ تھا۔ واولی الامر منکم:۔ اس آیت مبارکہ میں اولی الامر کا مصداق کیا ہے مختلف اقوال ہیں۔ ۱۔ احکام۔ ۲۔ حضرت ابو بکر و حضرت عمر۔ ۳۔ جمیع الصحابة۔ ۴۔ الخلفاء الا ربعة۔ ۵۔ المہاجرین والانصار۔ ۶۔ الصحابة والتابعون۔ ۷۔ وہ عقلاء جو لوگوں کے انتظامات کرتے ہیں۔ ۸۔ علماء اور فقہاء۔ ۹۔ لشکروں کے سردار۔ ۱۰۔ علم والے اور حفاظ۔ ۱۱۔ جس کے سپرد بھی کوئی کام کر دیا جائے۔ یہی قول صحیح قرار دیا گیا ہے اور اسی طرف امام بخاری اس قول میں مائل ہوئے ہیں ذوی الامر۔ احفظہ:۔ اس کے معنی ہیں ناراض کیا۔ بحۃ:۔ آواز میں سختی آنا اور گلے کا خشک ہونا جس کو ہم بچکی لگنا کہتے ہیں۔ کنت انا وامی من المستضعفین:۔ یہ حضرت ابن عباس کی والدہ محترمہ حضرت لبابہ بنت الحارث ام الفضل ہیں یہ حضرت خدیجہ کے بعد ہی ایمان لے آئی تھیں اور ان کے خاوند حضرت عباس خفیہ طور پر اسلام لے آئے تھے اور بدر میں کافروں نے ان کو

ابلی حقیقہ مولیٰ موالاة کی وراثت اب بھی باقی ہے جب دوسرے ورثہ نہ ہوں۔ وعند الجہو راب مولیٰ موالاة کی وراثت بالکل باقی نہیں منشاء اختلاف اس آیت کی تفسیر ہے واولوا الا رحام بعضهم اولیٰ ببعض ہمارے نزدیک اس آیت سے صرف تاخیر ثابت ہوتی ہے کہ مولیٰ موالاة کا درجہ باقی ورثہ سے بعد ہے اور جہور کے نزدیک اس کے معنی ہیں کہ اسکی وراثت بالکل باقی نہیں رہی ترجیح ہمارے قول کو ہے اس لیے کہ اولیٰ کا لفظ صرف اولویت پر دال ہے اس پر دال نہیں کہ صرف یہی وارث ہونگے اور مولیٰ موالاة وارث نہ ہوگا۔ پھر اس حدیث پاک میں تو یہ ہے کہ والذین عقدت ایمانکم ناخ ہے۔ دوسری روایات میں حضرت ابن عباس سے ہی یہ بھی منقول ہے کہ ناخ واولوا الاحام بعضهم اولیٰ ببعض ہے اور یہی راجح ہے۔ ضوئ لیس فیہا سحاب:۔ یہ عبارت بدل ہے شمس سے۔ ادنیٰ صورة:۔ ۱۔ اقرب صورت یعنی اقرب صفت ۲۔ اقرب شان یعنی اقرب تجلی یہ دوسرے معنی راجح ہیں کیونکہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کل یوم هو فی شان معلوم ہوا کہ شان بدلتی ہے اور صفت نہیں بدلتی اور قیامت میں بدلنے کا ذکر ہے کیونکہ ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ دوسری صورت میں ان کے پاس آئیں گے۔ یہاں پوری عبارت یوں ہے اناہم رب العالمین فی ادنیٰ صورة من الہی رآوہ فیہا اس سے پہلے کب دیکھا تھا۔ ۱۔ یوم الست برکم میں۔ ۲۔ یہاں رویت سے مراد علم ہے۔ پھر صورت تبدیل کرنے میں حکمت یہ ہے کہ حق تعالیٰ چاہیں گے کہ منافق حق تعالیٰ کو نہ دیکھ سکیں۔ اس لیے پہلے زیادہ پردوں کے ساتھ ظاہر ہوں گے پھر جب منافقین جا چکیں گے تو پھر ایسی صورت میں ظاہر ہوں گے جس کو اہل حق پہچان لیں گے۔

قال یحییٰ بعض الحدیث عن عمرو بن مروة:۔ مقصد یہ ہے کہ یحییٰ راوی فرما رہے ہیں کہ بعض الحدیث نقل کرنے والے عمرو بن مرہ ہیں عن ابراہیم عن ابیہ عن ابی النضی عن

مجبور کر کے مرضی کے خلاف لڑائی کے لیے نکالا تھا۔ اسی لیے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ بدر کے موقعہ میں فرمادیا تھا کہ جس کے سامنے عباس آجائیں تو وہ قتل نہ کرے چنانچہ یہ قید ہو کر مسلمانوں کے ہاتھ آئے تھے۔ بددھم: متفرق کیا اور جماعت کو ٹکڑے ٹکڑے کیا۔ وما نسخها شیء: حضرت ابن عباس ہی سے یہ منقول ہے کہ وہ جو قاتل مومن کے متعلق سخت الفاظ استعمال فرماتے تھے یہ صرف زجر اور توبیخ تھے ھدیۃ نہیں فرماتے تھے کہ قاتل مومن مخلد فی النار ہے۔ گویا غلود کی سزا کا مستحق ہے اگر اللہ تعالیٰ معاف نہ فرمادیں۔ ۲۔ قاتل مومن کے بارے میں جو وارد ہے فجزاؤہ جہنم خالداً فیہا اس میں غلود سے مراد مکت طویل ہے۔ ۳۔ تیسری توجیہ اسی آیت مبارکہ کے متعلق یہ بھی ہے کہ یہ منسوخ ہے۔ قال قرأ ابن عباس السلام: یہ عبارت یہاں دو دفعہ ہے دونوں میں قال کے فاعل حضرت عطاء ہیں۔ قال: عبدالرحمن بن عوف کان جریحاً: اس عبارت میں قال کے فاعل حضرت ابن عباس ہیں۔

باب ویستفتونک فی النساء

وراثت کے متعلق یہ آیت آخری شمار کی گئی ہے۔

حتیٰ فی العلق: عین کے فتح کے ساتھ کھجور کا درخت اور عین کے کسرہ کے ساتھ کھجور کا پتہ یا پتھار دونوں میں سے جو بھی لے لیں ٹھیک ہے۔ فیر غب ان ینکحھا: شکل پسند نہ ہونے کی وجہ سے نکاح نہ کرتا تھا۔ متولی اپنی ولایت میں بنت کے متعلق مختلف بدعنوانیاں کرتے تھے سب سے منع کیا گیا۔ ۱۔ نکاح کر لیتے مہر پورا نہ دیتے۔ ۲۔ نکاح کر لیتے شکل پسند نہ ہونے کی وجہ سے حقوق ادا نہ کرتے۔ ۳۔ نہ خود نکاح کرتے نہ کسی اور جگہ نکاح کرنے دیتے کہ مال وغیرہ ہاتھ سے نکل جائے گا۔ لیس بمستکثر منها: بیوی سے زیادہ تعلق نہ رکھتا تھا نہ دلی دوستی میں نہ ساتھ اٹھنے بیٹھنے میں۔ نفقا سربا: منافق کے مادہ سے نفق تھا اس لیے یہاں ذکر کر دیا۔ لقد انزل

النفاق علی قوم خیر منکم: مقصد یہ تھا کہ ڈرتے رہو کہ کہیں ہم بھی منافق نہ بن جائیں بعض ظاہری طور پر صحابی تھے لیکن حقیقت میں منافق تھے۔ پھر توبہ کر کے صحیح صحابی بن گئے۔ انا خیر من یونس بن متی: یہ متی والد کا نام ہے۔ معنی یہ ہیں۔ ۱۔ کہ کہنے والا اپنے آپ کو حضرت یونس علیہ السلام سے بہتر نہ سمجھے۔ ۲۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بارے میں فرما رہے ہیں کہ مجھے بہتر نہ کہے یہ تو اضحاً فرمایا۔ ۳۔ ایسے طریقہ سے مجھے بہتر نہ کہے کہ ان کی تحقیر ہو۔ ۴۔ جس وقت یہ فرمایا اس وقت ابھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو علم نہیں دیا گیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سید ولد آدم ہیں۔ تكلله النسب: اسی طرفہ کہ نسب نے اس کو ایک طرف کر دیا کہ نہ باپ ہے نہ اولاد ہے۔ و آخر آية نزلت یستفتونک: سوال سورہ بقرہ کی تفسیر میں گزرا ہے کہ آخری آیت یہ ہے واتقوا یوماً ترجعون فیہ الی اللہ جو ربوا کی آیات کے ساتھ نازل ہوئی تھی اور یہاں یہ آگیا کہ آخری آیت یستفتونک والی ہے یہ تو تعارض ہے۔ جواب۔ ۱۔ یہاں حضرت براء کی تحقیق ہے اور وہاں حضرت ابن عباس کی تحقیق تھی۔ ۲۔ وہاں احکام ربوا میں آخری آیت کا ذکر تھا اور یہاں وراثت کے احکام میں آخری آیت کا بیان مقصود ہے۔

باب تفسیر سورة المائدہ فبنقضہم

اشارہ فرمادیا کہ آیت میں فہما نقضہم میں مازاندہ ہے۔

دائرہ دولہ: مراد مصائب کا غلبہ ہے۔ والافضاء النکاح: اشارہ ہے وقد الفضا بعضکم الی بعض میں مراد جماع ہے۔ ایسی ہی کسٹم النساء اور من قبل ان تمسوهن اور واللاھی دخلتم بہن میں بھی جماع ہی کے معنی مراد ہیں۔ فبی الموت: یعنی مجھے ایسی شدید تکلیف ہوئی جیسے مرنے والے کو ہوتی ہے۔ المحاربة اللہ الکفر بہ: ۱۔ یہ امام بخاری کا قول ہے کہ یہ آیت مرتدین کے بارے میں ہے جنہوں نے ایمان کے بعد کفر کیا اور حضرت

قریب ہوتے تھے ان پتھروں کے پاس لات اور عزی کے نام پر جانور ذبح کرتے تھے اور ان کا خون ان پتھروں پر ڈالتے تھے۔

باب ما جعل الله من بحيرة

یہ جوالفاظ ہیں بحیرہ۔ سائبہ وغیرہ ان کے معنی بخاری شریف میں آگے خود آرہے ہیں۔ واذھننا صلة:۔ یہاں اذھین لفظی کے طور پر ہے کیونکہ مراد قیامت کا دن ہے۔ وتطليقة بائنة:۔ امام بخاری پر اعتراض باقی رہتا ہے کہ یہاں تطليقة بائنة کی مثال ٹھیک نہیں ہے کیونکہ اس میں اسم فاعل اس مفعول کے معنی میں نہیں ہے بلکہ اسم فاعل ہی کے معنی میں ہے۔ والمعنى ميدد بها: غلہ دیا ہوا۔ ماد غلہ دیا۔ متوفیک ممیتک:۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی موت آئے گی نزول کے بعد۔ یجر قصبہ فی النار:۔ وہ اپنی انتزعیوں کو کھینچ رہا تھا آگ میں۔ غولاً:۔ یہ جمع ہے اغرل کی جس کا ختنہ کیا ہوا نہ ہو۔ وان تغفر لهم فانک انت العزيز الحکیم:۔ سوال۔ آیت مبارکہ پر بظاہر اشکال ہوتا ہے کہ کافر کے لیے تو طلب مغفرت جائز نہیں ہے۔ جواب۔ آیت میں صرف اظہار قدرت ہے طلب مغفرت نہیں ہے۔

اذنبت ذنباً عظيماً وانت للعفو اهل

فان عفوت ففعل وان جزيت ففعل

البسط الضرب:۔ عبارت یوں ہونی چاہیے تھی باسطوا یدہم بالضرب پھر بسط کی صورت میں مختلف احتمال ہیں۔ ۱۔ ضرب۔ ۲۔ عذاب۔ ۳۔ جسموں سے روح نکالنے میں شدت ہو۔ پھر یہ بسط کب ہوگی اس میں بھی احتمالات ہیں۔ ۱۔ موت کے وقت۔ ۲۔ قیامت کے دن۔ ۳۔ جہنم میں۔ البسلو ۱۱ سلموا:۔ یعنی سپرد کئے گئے ہلاکت کی طرف۔ وہی الترهات:۔ یعنی امور باطلہ۔ الصور جماعة صورة:۔ مقصد یہ ہے کہ آیت مبارکہ میں جو وارد ہے يوم ينفخ في الصور تو اس میں صور جمع ہے صورة کی اور معنی ہو گئے

سعید بن جبیر اور حضرت حسن بصری سے بھی یہی تفسیر منقول ہے۔ ۲۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت ڈاکوؤں کا حکم بیان کرنے کے لیے ہے خواہ وہ مومن ہوں یا کافر ہوں اور بعض حضرات سے صرف یوں منقول ہے کہ یہ آیت عربین کے بارے میں نازل ہوئی یہ تیسرا قول پہلے دونوں قولوں میں سے کسی کی تائید نہیں کرتا کیونکہ عربین ڈاکو بھی تھے اور مرتد بھی تھے۔ فذکروا وذکر واء:۔ ان حضرات نے قسامہ کا ذکر کیا۔ قداقادت بها الخلفاء:۔ خلفاء نے قسامہ میں قصاص لیا ہے۔ فما يستبطن من هولاء:۔ پس کیا دیر کی جاسکتی ہے ان لوگوں سے جنہوں نے اتنے جرم کئے۔ پس حضرت ابو قلابہ کی رائے یہی تھی کہ قسامہ میں ویت ہے قصاص نہیں ہے اور عربین والی حدیث پر قیاس نہیں کی جاسکتا۔ فرخص لنا بعد ذلک:۔ حضرت انور شاہ صاحب نے ارشاد فرمایا کہ شریعت میں اصطلاحی متعہ کبھی بھی جائز نہیں قرار دیا گیا۔ صرف اجازت ہوئی تھی اس کی کہ تھوڑے مہر کے ساتھ نکاح کر لے اور دل میں نیت ہو کہ جلدی طلاق دے دوں گا یہ بھی پھر بعد میں منسوخ ہو گیا۔ یہ صورت متعہ کے مشابہ ہے متعہ نہیں ہے۔ اس تقریر پر اس زیر بحث روایت پر کچھ اشکال نہیں ہے۔ اس کی کچھ تفصیل کتاب الزکاح میں آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ علامہ نووی نے فرمایا ہے کہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن مسعود کو پہلے نسخ کا علم نہ ہوا تھا اتنی عینی میں ہے کہ حضرت ابن عمر کی حدیث میں ہے کہ شروع اسلام میں متعہ کی رخصت تھی مجبوری کے درجہ میں جیسے مرد ارکھانا جائز ہے اور امام مازری فرماتے ہیں کہ متعہ اول اسلام میں جائز تھا پھر احادیث صحیحہ سے اس کا منسوخ ہونا ثابت ہو گیا اور اس کی حرمت پر اجماع ہو گیا اور صرف مبتدعین کی ایک جماعت اب بھی جواز کی قائل ہے اور وہ منسوخ احادیث سے استدلال کرتے ہیں پس منسوخ میں ان کے لیے استدلال صحیح نہیں۔ والانصاب:۔ یہ بت نہ تھے بلکہ پتھر تھے جو بیت اللہ کے

کہ صورتوں میں یعنی جسوں میں روح ڈالی جائے گی لیکن صحیح تفسیر یہ ہے کہ صور ایک سینگ کی شکل کی چیز ہے اور وہ واحد کا صیغہ ہے اسم جمع یا جمع نہیں ہے کیونکہ مسند احمد میں ہے عن عبد اللہ بن عمر و قال قال اعرابی یا رسول اللہ ما الصور قال قرن متخ فیہ۔ ترہب خیر من ان ترحم :۔ تیرا ڈرایا جانا تجھ پر مہربانی سے بہتر ہے۔ وان تعدل تقسط لا یقبل منها فی ذلک الیوم :۔ مقصود اس آیت مبارکہ کی تفسیر ہے وان تعدل کل عدل لا یؤخذ منها مطلب یہ ہے کہ نفس کا فرہ قیامت میں اگر پورا انصاف بھی ظاہر کرنا چاہے تو قبول نہیں دوسرے معنی یہ کہے گئے ہیں کہ یہاں عدل سے مراد توبہ ہے کہ اس دن توبہ قبول نہ کی جائے گی۔ یقال حسبنا مرامی ورجوماً للشیاطین :۔ حسابان کے معنی شیطان کو تیر مارنے کے ہیں۔ فبہذا ہم اقتدہ :۔ مقصد یہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے سجدہ کیا ہمیں بھی کرنا چاہیے۔ آپ ان کے طریق تبلیغ رسالت اور صبر علی ایذاء المکذبین میں اتباع کریں۔ سوال یہ تو ان کے تابع ہونا ہوا۔ جواب ان کے تابع ہونا نہیں ہے بلکہ ان کی ہدایت کے تابع ہونا ہے۔ اگر ان کے تابع کرنا مقصود ہوتا تو یوں ہونا فہم اقتدہ۔ الحوایا المبعر :۔ وہ آنتیں جن میں میٹگی رہتی ہے۔ اما حجر الیمامة فهو منزل :۔ ایک جگہ کا نام ہے۔ سورة الاعراف. یخصفان اخذ الخصاف من ورق الجنة :۔ خصاف کے معنی ہوتے ہیں چوڑا پیٹ۔ شرعا شوارع :۔ مقصود یہ ہے کہ شرع جمع ہے شوارع کی اور وہ جمع ہے شارع کی اور شارع کے معنی ہیں ظاہر۔ ان رجلا من اصحابک من الانصار لطم فی وجہی :۔ بعض نے یہ کہا ہے کہ طمانچہ مارنے والے حضرت صدیق اکبرؓ تھے لیکن چونکہ بخاری شریف کی اس روایت میں انصاری ہونے کی تصریح ہے اس لیے اسی بخاری

شریف والی روایت کو ترجیح حاصل ہے۔ لاتخیر ونی من بین الانبیاء :۔ ۱۔ ایسی تخیر۔ سے منع فرمایا جس سے دوسرے کسی نبی کی تحقیر ہو۔ ۲۔ افضلیت کے علم سے پہلے فرمایا تھا۔ ۳۔ تواضعاً فرمایا۔ ۴۔ ایسے طریقہ سے فضیلت نہ بیان کرو جس سے جھگڑا پیدا ہو۔ اما صاحبکم هذا فقد غامر :۔ نیکی میں بڑھ گئے۔ هل انتم تار کولی صاحبی :۔ اصل ہے تار کون لی اور نون کے ساتھ منقول بھی ہے۔ حذف کی وجہ اضافت ہے اگرچہ حرف جار بھی ہے اور اس طرح کا استعمال کلام عرب میں کثرت سے ہے۔ سورة الانفال ہم نفر من بنی عبد الدار :۔ یعنی ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی یا یہ بھی اس آیت کا مصداق ہیں۔ ان رجلا جاء :۔ ۵۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ شخص خارجی تھا کیونکہ خارجی لوگ حضرات شیخین سے محبت کا اظہار کرتے تھے اور حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ سے بغض رکھتے تھے۔ اغتر بہذہ الایۃ :۔ یہاں اعتراض کے معنی ہیں خلاف ظاہر معنی کرنا۔ واری الامر بالمعروف والنہی عن المنکر مثل هذا :۔ یعنی دو گنا ہوں تو امر و نہی نہ چھوڑے۔ سورة البراءۃ :۔ سوال :۔ بسم اللہ شروع میں کیوں نہ لکھی گئی۔ جواب :۔ ۱۔ نازل نہ ہوئی اس لیے نہ لکھی گئی۔ ۲۔ حضرت عثمانؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں جب ایک نسخہ کی جگہ سات یا آٹھ نسخے قرآن پاک کے بنا کر پورے عالم میں پہنچانے کا ارادہ فرمایا تو اس وقت حضرات صحابہ میں اختلاف ہوا کہ سورہ براءت الگ سورت ہے یا سورہ انفال کا حصہ ہے تو حضرت عثمانؓ نے دونوں جماعتوں کے قول کی رعایت فرمائی بسم اللہ نہ لکھی تاکہ سورہ انفال کا حصہ ہونے کا احتمال باقی رہے اور دونوں سورتوں کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ ایک سطر کا چھوڑ دیا تاکہ الگ سورت ہونے کا احتمال بھی باقی رہے تو دونوں فریق خوش ہو گئے اور دونوں کی حجت قرآن پاک کے نسخہ میں ثابت رہی۔ ۳۔ سورہ براءت سورہ بقرہ کی طرح بڑی

سورت تھی۔ شروع کا حصہ منسوخ التلاوت ہو گیا اسی میں بسم اللہ بھی تھی اس لیے بسم اللہ کی تلاوت بھی منسوخ ہو گئی۔ ۳۔ بسم اللہ میں کلمات امان کے ہیں رحمٰن و رحیم اور سورہ براءت میں مضامین ہیں رفع امان کے اس لیے بسم اللہ یہاں نہیں رکھی گئی۔ اھویٰ القاہ فی ہوة: گڑھے میں ڈالا۔ الخوالم الخالف الذی خلفنی: امام بخاری نے دو احتمال بیان فرمائے کہ۔ ۱۔ خالف کی جمع ہے۔ ۲۔ خالفة کی جمع ہے پھر وان کا جمع الذکور سے دوسرے احتمال کو ترجیح دی کہ فاعل کی جمع جو فواعل آتی ہے اس کے صرف دو مصداق ہیں ہوا لک اور فوارس اس لیے خوالم کو خالف کی جمع کہنا غلط ہے۔ پھر امام بخاری کی اتنی بات تو ٹھیک ہے کہ خالفة کی جمع ہے لیکن یہ دلیل ٹھیک نہیں ہے کہ دو لفظ ہی فاعل کی جمع میں آتے ہیں لفظ تو اور بھی آتے ہیں لیکن خوالم بہر حال ان میں سے نہیں ہے اور یہ خالفة کی جمع ہی ہے۔ الجرف ما تجرف من السیول: پانی سے کھدی ہوئی جگہ۔ ہار ہائر: گرنے والی چیز۔ تاوہ: اس کی اصل ہے نادرہ۔ ونحوھا کثیر: یعنی اختلاف لفظ مع اتحاد المعنی لغت عرب میں کثیر ہے۔ والذکاة الطاعة والا خلاص: یعنی لفظ زکوٰۃ کے یہ دو معنی آتے ہیں۔ ثم اردف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعلی بن ابی طالب: یہ سن ۹ ہجری کا واقعہ ہے کہ پہلے حضرت ابو بکر کو حج کے لیے بھیجا پھر حضرت علی کو اعلان کے لیے بھیجا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کیونکہ اہل عرب بادشاہ کے قریبی رشتہ دار ہی کا اعلان معتبر سمجھتے تھے۔ یوم النحر یوم الحج الا کبر من اجل حدیث ابی ہریرہ: مقصد یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ کی روایت میں تصریح ہے کہ اعلان یوم النحر میں ہوئے اور قرآن پاک میں اعلان حج اکبر کے دن کرنے کا ذکر ہے اس لیے یوم النحر ہی یوم حج اکبر ہوا۔ ما بقی من اصحاب هذه الایة الا ثلاثة: ان تین

میں حضرت ابو سفیان بن حرب اور حضرت سہیل بن عمرو کا ذکر صحیح ہے اور اب یہ حضرات کفر سے توبہ کر کے مومن مخلص ہو چکے تھے آیت یہ ہے فقاتلوا ائمة الکفر البتہ اس حدیث میں ثلاثہ کے مصداق میں ابو جہل بن ہشام اور عتبہ بن ربیعہ کا ذکر صحیح نہیں ہے کیونکہ جس وقت حضرت حذیفہ یہ گفتگو فرما رہے ہیں اس وقت یہ دونوں دنیا سے جا چکے تھے کیونکہ یہ دونوں کفر کی حالت میں غزوہ بدر میں مارے جا چکے تھے۔ ولا من المنافقین الا اربعة: ان چاروں میں سے کسی کا نام ظاہر نہیں ہوا کیونکہ حضرت حذیفہ کو انشاء کا حکم تھا۔ یبقرون بیوتنا: ہمارے گھروں میں نقب لگاتے ہیں۔ یسرقون اعلاقنا: اس میں اعلاق جمع ہے علق کی دل سے تعلق رکھنے والی چیز یعنی قیمتی چیز۔ اولئک الفساق: یعنی یہ نہ کافر ہیں نہ منافق ہیں بلکہ مومن فاسق ہیں۔ بین جمادی وشعبان: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہی تھا کہ اب ان مہینوں کی پوری حفاظت کرنا چنانچہ حق تعالیٰ کے فضل و کرم سے امت نے اپنے پیارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر پورا پورا عمل کیا آج احقر محمد سرور مخفی عنہ شوال ۱۴۱۲ھ میں لکھ رہا ہے کہ چودہ سو سال سے زیادہ ہو چکے ہیں یہ مہینہ محفوظ ہیں فالحمد للہ علی ذلک۔ حین وقع بینہ و بین ابن الزبیر: یہاں ابن الزبیر سے مراد عبد اللہ بن الزبیر ہیں۔ جب یزید کی وفات کے بعد حضرت عبد اللہ بن الزبیر نے خلافت کا دعویٰ کیا اور حضرت ابن عباس کو بیعت کی دعوت دی لیکن انہوں نے قبول نہ فرمائی تو ان دونوں بزرگوں کے درمیان کچھ رنجش رہی اس کا ذکر ہے ان الفاظ میں وقع بینہ و بین ابن الزبیر اور اس کے بعد کی روایت میں بھی ان الفاظ سے اسی بات کا ذکر ہے وکان ینصھا شیئ۔ واین بهذا الا موعنه: خلافت حضرت ابن الزبیر سے دور نہیں ہے یعنی وہ اس کے اہل ہیں۔ واما امه فذات النطاق: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابر بکر کی ہجرت کے موقع پر

ربک ان تصلى عليه:۔ حضرت عمرؓ کیسے نبیؐ سمجھے اور پھر اس پر عمل کیوں نہ فرمایا۔ نبی پاک ﷺ نے اس کی تین اہم توجیحات ہیں۔ ۱۔ اس آیت سے حضرت عمرؓ نبیؐ سمجھے ماکان للینی والذین امنوا ان يستغفروا للمشرکین اور نماز بھی استغفار ہی کے درجہ میں ہے جواب یہ ہے کہ مشرکین غیر منافقین ہیں۔ ۲۔ استغفرلهم اولا تستغفرلهم ان تستغفرلهم سبعین مرة فلن يغفر الله لهم معلوم ہوا کہ استغفار عبث ہے اور عبث منھی عنہ ہے اس لئے استغفار اور نماز بھی منھی عنہ ہے جواب۔ فائدہ اگرچہ میت کو نہ تھا لیکن دور کے لوگوں کو تو تھا کہ جو بھی زبان سے ایمان لے آتا ہے اس کی بہت رعایت ہوتی ہے اس لئے یہ نماز عبث محض نہ تھی۔ ۳۔ یہ نبیؐ حضرت عمرؓ کے الہام میں تھی جواب نبیؐ کا اجتہاد غیر نبیؐ کے الہام سے اونچا ہوتا ہے۔ معنیہ:۔ شفقت کرنے والی ایک نسخہ میں معیہ بھی ہے اعانت کرنے والی۔ يحطمکم الناس:۔ لوگ روند ڈالیں گے کہ ساری رات آتے جاتے رہیں گے نیند برباد ہو جائے گی۔ مقتل اهل الیمامة:۔ اہل یمامہ سے لڑائی ۱۱۰ھ میں ہوئی یہ مسیلہ کذاب اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ لڑائی تھی۔ مسیلہ کذاب بھی اس میں مارا گیا تھا اور مسلمان بھی اس میں گیارہ سو یا چودہ سو شہید ہوئے تھے ان میں ستر حضرات ایسے تھے جو پورے قرآن پاک کے حافظ تھے۔ ان القتل قد استحو یوم الیمامة:۔ یعنی قتل بہت سخت ہوا۔ اہل عرب شدت کو حرارت کی طرف منسوب کرتے ہیں اور راحت کو ٹھنڈک کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ وانی لاری ان تجمع القرآن:۔ جمع اول حضرت صدیق اکبرؓ کے حکم سے ہوئی اور جمع ثانی حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں ان کے حکم سے ہوئی دونوں جمعوں میں زیادہ محنت اور مکمل نگرانی حضرت زید بن ثابتؓ کی تھی ان دونوں جمعوں میں کئی لحاظ سے فرق تھا۔ ۱۔ جمع اول میں لغت قریش اور لغت غیر قریش دونوں تھیں اور جمع

حضرت اسماءؓ نے اپنے ازار کی پٹنی جس کو نطاق کہتے ہیں اس کو پھاڑ کر دو حصے کئے تھے ایک زاد باندھنے کے لئے ایک مشکیزہ باندھنے کے لئے اس لئے حضرت اسماءؓ کا لقب ذات النطاقین اور ذات النطاق ہوا۔ واما عمة فزوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم:۔ حضرت خدیجہ بنت خویلدؓ پھوپھی ہیں حضرت زبیر بن عوام بن خویلد کی عمارت حضرت عبداللہ بن الزبیر کی پھوپھی قرار دیا۔ ان وصلونی وصلونی من قریب:۔ اس عبارت میں حضرت ابن عباسؓ حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ پر عتاب ظاہر فرما رہے ہیں اور بنی امیہ کا شکر ادا کر رہے ہیں کیونکہ جب حضرت ابن عباسؓ نے اس وقت تک بیعت سے انکار کر دیا تھا جب تک کہ آپؓ کا اور بنی امیہ کا اتفاق نہ ہو جائے اس پر حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کے ساتھیوں نے حضرت ابن عباسؓ کو محاصرہ میں لے لیا بنی امیہ نے محاصرہ سے نکالا تو حضرت ابن عباسؓ بنی امیہ کے ساتھ طائف تشریف لے گئے اور وہاں ہی ۶۸ھ میں وفات پائی۔ پھر وصلونی من قریب اس لئے فرمایا کہ قریبی رشتہ تھا اس لئے کہ عباس بن عبدالمطلب ابن ہاشم بن عبد مناف ہیں اور امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف ہیں۔ وان ربونی ربونی اکفاء اکروام:۔ اکفاء کا لفظ فاعل سے بدل ہے یعنی بنی امیہ والے اگر حاکم بنے ہیں عبد الملک مراد ہے تو وہ ہمارے برابر کے ہیں اور کرام یعنی عزت والے ہیں۔ آگے ابن ابی العاص سے مراد عبد الملک ہے اور القدیمیہ بمعنی تقدم ہے یعنی عبد الملک متکبرانہ طور پر بڑھ رہا ہے۔ وانه لوی ذنبہ:۔ یہ کنایہ بزدلی سے ہے دم پھیر دی ہے یعنی ترقی سے بزدلی کی ہے۔ لاحاسبن نفسی له:۔ میں اپنے نفس سے اس کے لئے رعایت طلب کروں گا۔ لان یوربنی بنو عمی:۔ میرے حاکم بنیں اور بنو عمی کا مصداق یہاں بنو امیہ ہیں۔ نتحامل:۔ بوجھ اٹھا کر کمائی کرتے تھے۔ فیحتال احدنا:۔ مشقت سے کما کر لاتا تھا۔ وقد نہاک

تلك ايات يعنى هذا اعلام القرآن:۔ دو باتیں بتلائی مقصود ہیں ایک یہ کہ یہاں آیت نشانی کے معنی میں ہے اور دوسرے یہ کہ یہاں ہذہ کا موقعہ تھا لیکن تلک استعمال کیا گیا اس میں مقصود بعد ربی کو بیان کرنا ہے کہ آیات کا درجہ اتنا اونچا ہے کہ ان کو تلک سے تعبیر کیا جاتا ہے اور ساتھ ساتھ صنعت التفات بھی ہے کہ غائب کی جگہ حاضر استعمال کیا گیا کمال ظہور کی وجہ سے۔ ومثله حتى اذا كنتم فى الفلك وجرين بهم المعنى بكم:۔ یہ آیت اور پر والی آیت کی طرح ہے اس میں صنعت التفات بھی تعظیماً کہ آیات اتنی واضح ہیں کہ ان کی غائب بھی حاضر ہیں اور یہاں صنعت التفات ہے تحقیراً کہ وہ اس قابل نہیں ہیں کہ ان سے خطاب کیا جائے اس لئے ان کو ہم سے تعبیر کیا گیا۔ سورة هود عليه السلام یشون صدورهم:۔ اخس بن شریق منافق کے متعلق نازل ہوئی اور آگے مسند روایت میں یہ بھی ہے کہ بعض صحابہ غلبہ حیا کی وجہ سے بول و براز اور جماع کے وقت بھی بدن سے کپڑا ہٹانے سے شرماتے تھے تو ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی تو گویا غلو سے بچنے اور اعتدال اختیار کرنے کا حکم ہوا۔ الجودی جبل بالجزيرة:۔ باقی پہاڑوں نے تکبر کیا کہ اونچے ہو گئے جودی اور طور اور حراء نے تواضع اختیار کی تو ان تینوں کو باقی سب پہاڑوں پر عزت دی گئی جودی پر کشتی ٹھہری۔ طور پر موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے اور حراء میں نبی پاک ﷺ پر وحی نازل ہوئی۔ ورجلة يضربون البيض ضاحية ضرباً تواصي به الا بطل سجيناً:۔ بعض پیدل چلنے والے اپنے بدن مضبوط کرنے کے لیے اپنے آپ پر دن کے وقت پتھر سفید تلواروں جیسے سخت مارتے ہیں ایسا مارنا جو سخت ہے جیسا مارنے کی پہلوانوں نے وصیت کی ہے کہ ایسے مارو گے تو بدن سخت ہو جائیں گے۔ اس شعر سے معلوم ہوا کہ سچین بمعنی سخت ہے۔ سحاء:۔ بہت بہنے والا۔ ینخفض ویرفع:۔ اپنی

ثانی صرف لغت قریش میں تھی کیونکہ غیر قریش میں پڑھنے کی اجازت صرف آسانی کے لئے تھی اصل نزول صرف لغت قریش ہی میں تھا۔ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں سب مسلمان لغت قریش میں پڑھنے پر پورے پورے قادر ہو گئے تھے اس لئے غیر قریش میں پڑھنے کی اجازت کی کوئی ضرورت نہ تھی اور چونکہ اختلاف شروع ہو گیا تھا کہ ہمارا قرآن تمہارے قرآن سے بہتر ہے اس اختلاف کی وجہ سے دوسری لغات کا چھوڑنا واجب ہو گیا تھا اس لئے حضرت عثمانؓ نے صرف لغت قریش پر قرآن پاک جمع کرایا اور سب موجود صحابہ نے حضرت عثمانؓ کی اس مسئلہ میں تقلید فرمائی اس سے تقلید شخصی بھی ثابت ہوئی۔ ۲۔ جمع اول کا مقصد تمام حروف قرآن کا یکجا کرنا تھا اور جمع ثانی میں صرف ان آیات کا جمع کرنا تھا جو عرضہ اخیرہ میں پڑھنی گئیں اور منسوخ التلاوت کا چھوڑنا مقصود تھا۔ ۳۔ جمع اول چند چھوٹے چھوٹے صحیفوں کی شکل میں واقع ہوئی تھی اور جمع ثانی میں مکمل قرآن پاک ایک ہی مصحف کی شکل میں کر دیا گیا تھا۔ ۴۔ جمع اول میں صرف ایک نسخہ تیار کیا گیا تھا اور جمع ثانی میں سات یا آٹھ نسخے تیار کئے گئے تھے۔ ۵۔ جمع اول میں لکھا ہوا نسخہ حضرت صدیق اکبر کے پاس رہا وفات پر حضرت عمرؓ کے پاس رہا ان کی وفات پر حضرت حفصہ کے پاس رہا اور جمع ثانی میں سات یا آٹھ نسخے بڑے بڑے شہروں میں پہنچا دیئے تاکہ سب نقل کریں اور پوری دنیا میں قرآن پاک آسانی سے پہنچ جائے۔ ۶۔ جمع ثانی میں اس کے خلاف جتنے نسخے تھے وہ ضائع کر دیئے گئے تھے اور جمع اول میں ضائع کرنا منقول نہیں ہے۔ العسب:۔ یہ جمع ہے عسب کی کھجور کی موٹی شاخ۔ لم اجدہما مع احد غیرہ:۔ یعنی لکھی ہوئی صرف حضرت خزیمہ کے پاس تھیں اور یہ تصریح دوسری روایات میں ہے کہ حضرت زید نے نبی پاک ﷺ سے دونوں آیتیں سنی ہوئی تھیں اگر سنی ہوئی بھی نہ ہوتیں تو یوں فرماتے عرفی خزیمہ انہما من القرآن۔ سورة یونس

مسعود سے عجب کی جگہ عجب منقول ہے کہ حق تعالیٰ یوں فرما رہے ہیں کہ ان کا یہ کام میں انسانوں کے لیے قابلِ تعجب سمجھتا ہوں۔ احصت کل شیء:۔ سب چیزوں کو ختم کر دیا۔ حصاء سے ہے حصاء اس سال کو کہتے ہیں جس میں خیر نہ ہو۔ افیکشف عنهم العذاب يوم القيامة:۔ معنی یہ ہیں لا یشف۔ مضی الدخان:۔ یعنی دخان بمعنی قطر گزر چکا ہے۔ ومضت البطشة:۔ کہ بطشہ کا مصداق غزوہ بدر بھی گزر چکا ہے۔ ولو لبثت فی السجن مالیت یوسف لا جبت الداعی:۔ ۱۔ تو انعاماً فرمایا۔ ۲۔ تبلیغ کے شوق میں فرمایا کہ جلدی قید سے باہر آ کر تبلیغ کرتا۔ سورہ الرعد۔ السباخ:۔ شور زمین۔ العقیب:۔ پیچھے آنے والا۔ قارعة واهية:۔ ہلاک کرنے والا۔ املیت اطلت من الملی:۔ اس کے معنی ہیں لبازمانہ۔ ملیاً:۔ قرآن پاک میں آیا ہے واهجرنی ملیاً ای زمانا طویلاً ایسے ہی ملاوہ کے معنی ہیں طویلہ اتمت عنده ملاوۃ من الزمان ای حیثاً من الزمان الملائن الارض کے معنی ہے لمی زمین۔ سورۃ ابرہیم۔ ردوا الیدیہم فی افواہہم:۔ امام بخاری بتلاتا چاہتے ہیں کہ اس کے حاصل معنی یہ ہیں کفو اعمامروا یہ حاصل معنی کیسے نکلے اس کی چند توجیہات ہیں۔ ۱۔ کافروں نے غصہ کی وجہ سے اپنے ہاتھ اپنے منہ میں ڈالے اور کانے اور اس طرح اپنی ناراضگی اور غصہ کا اظہار کیا۔ ۲۔ کافروں نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر اشارہ کیا کہ ہمارا بس یہی جواب ہے اور کچھ جواب نہیں جو آگے آ رہا ہے وقالوا انا کفرنا بما ارسلتم بہ۔ ۳۔ کافر زری سے حضرات انبیاء علیہم السلام کے افواہ مبارکہ پر ہاتھ رکھتے تھے یہ اشارہ کرنے کے لیے کہ آپ خاموش ہو جائیں۔ ۴۔ کافر انبیاء علیہم السلام کے افواہ مبارکہ پر سختی سے ہاتھ رکھتے تھے اور ان کو زبردستی چپ کراتے تھے۔ ہذا مثل کفوا عما امروا بہ:۔ یہ لفظ مثل بھی پڑھا گیا میم کے کسرہ اور ثاء کے

حکمت سے کسی کو کم اور کسی کو زیادہ دیتے ہیں۔ الظہری ہہنا ان تاخذ معک دابة او دعاء تستظہر بہ:۔ الظہری کا لفظ جو یہاں آیا ہے۔ یہی لفظ ایک اور معنی میں بھی آیا ہے گو وہ معنی آیت میں نہیں ہے یعنی معین دابہ ہو یا برتن ہو۔ اما زلفی فمصدر من القربی:۔ زلفی مصدر ہے جو مشابہ قربی کے ہے یہ معنی نہیں زلفی قربی سے مشتق ہے۔ سورۃ یوسف علیہ السلام:۔ الا ترج لیوم۔ صواع:۔ ٹوکری یا زنبیل جیسا بڑا پیالہ جس کی اوپر کی دونوں جانبیں ملی ہوئی ہوں۔ العجب الرکیۃ التی لم تطو:۔ وہ کنواں جس میں گولائی والے پتھر ابھی نہ لگائے گئے ہوں۔ والامتکا ما اتکات علیہ:۔ یہ امام بخاری کی کلام ہے ان لوگوں کا رد ہے جو متکا بمعنی اترج لیتے ہیں لیکن راجح اترج کے معنی ہی ہیں کیونکہ علامہ یعنی نے سند کے ساتھ حضرت ابن عباس سے اترج کے معنی نقل کئے ہیں۔ امام بخاری کی طرف سے یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ ان تک یہ روایت نہیں پہنچی۔ ابطال:۔ جاء با لباطل۔ المتک:۔ بتکیہ کے معنی ہیں بسکون التاء بھی آتا ہے۔ البظر:۔ وہ کھال جو عورت کے ختنہ کے بعد رہ جاتی ہے۔ متکاء:۔ بے ختنہ عورت۔ المشعوف:۔ جو محبت میں بہت دور جا چکا ہو۔ واحدھا ضعف:۔ یہ مشترک ہے۔ ۱۔ مالا تاویل لہ بے معنی چیز۔ ۲۔ مٹھی بھرتے جن کو چھاڑو کہتے ہیں یہاں سورہ یوسف علیہ السلام میں پہلے معنی مراد ہیں اور حضرت ایوب علیہ السلام کے واقعہ میں وخذ بیدک ضعفاً فاضرب بہ ولا تحنث میں دوسرے معنی مراد ہیں۔ غاشیۃ:۔ ڈھانپنے والی چیز یعنی عام عذاب اور مجللۃ کے معنی بھی عام کے ہی ہیں۔ بل عجب و یسخر و ن:۔ سوال۔ اس آیت کو یہاں ذکر کرنا مناسب نہ تھا کیونکہ یہ سورہ یوسف علیہ السلام کی آیت نہیں ہے۔ جواب۔ جیسے حضرت ابن مسعود سے ہیئت کی جگہ ہیئت منقول ہے ایسے ہی حضرت ابن

لبن سے تعلق رکھنے والا تمر سے تعلق رکھنے والا ایسے ہی یہاں ہے کہ حمل سے تعلق ہے ہواؤں کا۔ الصیحة الهلکة: غرض یہ ہے کہ صحیح ہلاکت کے معنی میں بھی آتا ہے۔ خضعاناً لقوله کا لسلسلة علی صفوان:۔ اس عبارت سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔ ۱۔ حق تعالیٰ کے لیے صفت کلام ثابت ہوئی۔ ۲۔ حق تعالیٰ کی کلام مسوع بھی ہے۔ نیفذهم ذلک:۔ یخذ اللہ الی الملکة ذلک الامر یعنی اللہ تعالیٰ فرشتوں تک اپنا حکم پہنچاتے ہیں۔ زادو الکاهن:۔ یعنی روایت میں جہاں ساحر کا لفظ ہے اس کے ساتھ والکاهن کا لفظ بڑھایا ہے۔ وحد ثنا سفیان:۔ واؤ کی وجہ سے سند متصل ہو گئی یعنی علی بن عبد اللہ نے یہ روایت بھی حضرت سفیان سے نقل فرمائی ہے۔ سورة النحل . تمید تکفاء:۔ پلٹیاں کھائے اس آیت کے معنی کرنا چاہتے ہیں والقی فی الارض رواسی ان تمید بکم کہ پہاڑ اس لیے گاڑ دئے کہ زمین تمہارے ساتھ پلٹیاں نہ کھائے۔ فاذا قرأت القرآن فاستعذ بالله:۔ اس آیت کی تفسیر کرنا چاہتے ہیں کہ اس میں اراد قراءت مراد ہے۔ کل شیء لم یصح فهو دخل:۔ ہر دھوکے کی چیز کو دخل کہتے ہیں۔ حفدة من ولد الرجل:۔ یعنی اولاد اور اولاد کی اولاد کو حفده کہہ دیتے ہیں۔ سورة بنی اسرائیل . من العتاق الاول:۔ لفظ عتاق کے معنی عمدہ کے ہیں اور اول میں یہ بتلادیا کہ یہ شروع میں نازل ہوئی ہیں یعنی مکی ہیں۔ وهن من تلادی:۔ میرے پرانے مال میں سے ہیں یعنی مجھے بہت پرانی یاد ہیں۔ فسنيغضون يهزون:۔ سر ہلائیں گے تعجب کے طور پر اور استهزاء کے طور پر۔ حصیرا مجسام حصرا:۔ مقصد یہ ہے کہ حصیر اور محضر مترادف ہیں دونوں کے معنی ہیں قید خانہ پھر محضر فتح میم سے بھی آتا ہے نصرینصر سے اور ضم میم سے بھی آتا ہے باب افعال سے دونوں ظرف کے صیغے ہیں۔ من الائم خطئت

سکون کے ساتھ جس کی چار تقریریں اوپر ذکر کر گئی ہیں اور ممکن بھی پڑھا گیا ہے کہ ضرب الشل بن چکی ہے اور حاصل معنی یہی ہیں کفو اعمامروابہ اور تفصیل کی وہی چار تقریریں ہیں جو اوپر ذکر کی گئی ہیں۔ بمصر حکم:۔ امداد کرنے والا۔ استصمر خنی:۔ مجھ سے امداد مانگی۔ الصراخ:۔ چیخ۔ مصدر خاللتہ:۔ مقصد یہ ہے کہ یہاں لفظ خلال کی دو توجہیں ہو سکتی ہیں۔ ۱۔ مصدر ہے۔ ۲۔ جمع ہے خلہ کی۔ لایتحاح:۔ پتے جھڑتے نہیں ہیں۔ ولا ولا ولا:۔ یہاں جو تین دفعہ ولا ہے اس میں اختصار کے طور پر تین صفتوں کو راوی نے ذکر کیا ہے کہ ایسا بھی نہیں ایسا بھی نہیں دوسری روایتوں میں تفصیل گزر چکی ہے۔ ولا تؤتی اکلھا کل حین:۔ یہ پانچویں صفت ہے۔ پیچھے تفصیل اس حدیث کی گزر چکی ہے۔ الم تعلم:۔ یہ معنی ہیں الم ترالی الذین بدلوا نعمة الله كفراً کے۔ حاصل یہ ہے کہ یہاں رویت علیہ ہے۔ سورة الحجر. صراط علی مستقیم:۔ حضرت مجاہد اس کے تین معنوں کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں۔ ۱۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ اپنے راستہ کی دلالت لے رکھی ہے تفصلاً نہ استحقاقاً اس لیے علی فرمایا۔ ۲۔ یہ تہدید ہے اور اٹلیس کو خطاب ہے جیسے کوئی لڑائی میں مخالف کو کہتا ہے طریقہ علی تجھے میں ٹھیک کروں گا تجھے ٹھیک کرنے کا طریقہ میرے ذمہ ہے۔ ۳۔ علی بمعنی الی ہے اور اسکی طرف اشارہ حضرت مجاہد کے اس قول میں ہے الحق یرجع الی اللہ۔ وللأولياء ايضاً شیع:۔ دوستوں کو بھی شیعہ کہہ دیا جاتا ہے جمع شیع ہے۔ بروجاً منازل للشمس والقمر:۔ ۱۔ علم ہیت والے بارہ برج۔ ۲۔ نجوم۔ لواقع ملاقح ملقحة:۔ ۱۔ بمعنی ملاقح کے ہے جو جمع ہے ملقحة کی یعنی ہوائیں بادلوں کو مشابہ حاملہ کے بناتی ہیں۔ ۲۔ دوسری توجہ جو یہاں مذکور نہیں ہے یہ بھی ہو سکتی ہے کہ لواقح جمع ہے لاقحة کی اور اسم فاعل نسبت کے لیے ہے جیسے لاین اور تامر میں ہوتا ہے

رہے ہیں لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اونچی شان کے لحاظ سے ان سے بھی بچتا ہی اولیٰ تھا جیسا کہ صریح کذب سے بچنا ضروری ہوتا ہے گویا یہ جھوٹ کے مشابہ تھے اس لیے ان کو کذبات کہہ دیا گیا۔ اول:۔ بل فعلہ کبیر ہم توجیمات۔ ۱۔ کنایہ تھا کہ میں نے ہی تو کیا ہے اور کون کر سکتا تھا اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک کمرے میں دو شخص رہتے ہوں ایک لکھنا جانتا ہو دوسرا نہ جانتا ہو تو ایک تیسرا شخص آئے اور وہاں پڑی ہوئی کوئی عمدہ تحریر ہو اس کو دیکھ کر کہے کہ کس نے لکھ دی ہے تو لکھنا جاننے والا یوں کہے کہ یہ میرے ساتھی نے لکھ دی ہوگی تو حقیقت میں یہ کنایہ ہوتا ہے کہ میں نے ہی تو لکھی ہے اور کس نے لکھنی تھی۔ ۲۔ حقیقت میں فعلہ پر وقف ہے کہ ہاں میں نے یہ کام کیا ہے کبیر ہم ہذا یہ نیا جملہ ہے اس میں جھوٹ نہیں لیکن پوری آیت اکٹھی پڑھنے میں جھوٹ کا شبہ ہوتا ہے۔ ۳۔ کبیر ہم کا مصداق خود حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں کیونکہ انسان بتوں سے بڑا ہوتا ہی ہے۔ ۴۔ بل فعلہ کبیر ہم اس لیے فرمایا کہ یہ بڑا بت ان سب بتوں کو توڑنے کا سبب بنا کیونکہ میں نے ان کی طرف دیکھا اور بڑے کی طرف بھی دیکھا تو مجھے بہت غصہ آیا اس لیے یہ بڑا بت ان سب کو توڑنے کا سبب بنا اور سب کی طرف نسبت کی ہی جاتی ہے جیسے یا ہامان ابن لی صرعا اے ہامان تو قلعہ بنا یعنی بنانے کا سبب بن جا کیونکہ ہامان تو فرعون کا وزیر تھا اس نے خود تو قلعہ نہیں بنانا تھا صرف سبب بنانا تھا اور انتظام کرنا تھا۔ ثانی:۔ دوسرا موقعہ ثلاث کذبات میں سے انی سقیم کا ہے یہ بھی صریح کذب نہ تھا توجیمات۔ ۱۔ سقیم صفت مشہ کا صینہ ہے اس میں حال یا استقبال کے معنی ہوتے ہیں یہاں استقبال کے معنی مراد تھے درجہ احتمال میں کہ احتمال ہے کہ میں کبھی نہ کبھی بیمار ہو جاؤں اور یہ سچ ہے وہ یہ سمجھے کہ شاید حال کے معنی ہیں اور اس وقت ابراہیم علیہ السلام بیمار ہیں۔ ۲۔ سقیم سے مراد سب سے بڑی بیماری موت ہے اور معنی یہ ہیں کہ میری کبھی نہ کبھی موت آنے والی ہے۔ ۳۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو باری کا بخار

بمعنی اخطات: لفظ من الاثم کا تعلق مابعد سے ہے کہ خطیہ اثم کے معنی میں ہے۔ فوصفہم بہا:۔ یعنی واہم نجوی میں نجوی مصدر ہے اور اس کا حمل ہم پر مبالغہ ہے۔ رفاتنا حطاماً:۔ ٹکڑے ٹکڑے۔ ولی من الذل لم یخالف احداً:۔ مقصد یہ ہے کہ یہاں ولی بمعنی حلیف ہے۔ ہذاک اللہ للفطرة:۔ یہاں فطرت سے مراد اسلام ہے کیونکہ اسلام فطرت سلیمہ کا تقاضا ہے۔ سوال ایک حدیث میں تین پیالے آتے ہیں یہاں دو ہیں۔ جواب۔ ان دو میں تیسرے کی نفی نہیں ہے۔ قاصفا ریح تقصف کل شیء:۔ اسی تکرار۔ ضعف الحیاة:۔ غرض امت کو ڈانٹنا ہے کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تو معصوم تھے۔ من شکلة:۔ اس کے معنی ہیں قیدہ پھر قل کل یعمل علی شکلة کے مختلف معانی کئے گئے ہیں۔ ۱۔ علی طریقہ۔ ۲۔ علی نیۃ۔ ۳۔ علی طبع۔ صرفنا وجہنا:۔ ہم نے امثال وغیرہ بیان کئے۔ املق:۔ اس کے معنی ہیں صاف پیرا۔ مقتراً:۔ تجمل۔ اقر قصرنی الا نفاق۔ ثائراً:۔ ای طالباً للثأری القصاص۔ واذا اردنا ان نھلک قرية امرنا متر فیہا:۔ ۱۔ ہم حکم کرتے ہیں۔ ۲۔ ہم زیادہ کرتے ہیں امیروں کو۔ امر بنو فلان:۔ ای کثر۔ حدثنا الحمیدی حدثنا سفیان وقال امر:۔ یعنی علی بن الدین نے تو امر میں میم کا کسرہ نقل کیا ہے اور حمیدی نے فتح نقل کیا ہے معنی ایک ہی ہیں کثر۔

باب ذریۃ من حملنا مع نوح

معنی یوں ہیں یا ذریۃ یعنی حرف نداء محذوف ہے۔ فیبلغ الناس من الغم والکرب ما لا یطیقون:۔ اس میں الناس مفعول ہے لا یطیقون فاعل ہے اور من الغم بیان مقدم ہے۔ ما کا۔ نفسی نفسی نفسی:۔ ای لا ارید الانجاة نفسی۔ دعوتہا علی قومی:۔ مجھے قوم پر بددعاء نہ کرنی چاہیے تھی۔ کذبت ثلاث کذبات:۔ واقع میں یہ تو

مذاق کا موقعہ نہیں ملتا۔ لفظ رویت کا استعمال زیادہ بیداری پر ہوتا ہے کبھی خواب پر بھی اطلاق ہو جاتا ہے کہ خواب میں یوں دیکھا۔
فضل صلوة الجميع على صلوة الواحد
 خمس وعشرون درجة:۔ جمع سے مراد جماعت ہے
 ۲۵ گنا اور ۲۷ گنا میں جو بظاہر تعارض کا شبہ ہوتا ہے اس کا جواب الخیر الجاری الجلد الثانی ص ۱۶ پر گزر چکا ہے۔ جثا:۔ جیم کے ضمہ اور ثاء کی تشدید کے ساتھ جمع ہے جاٹ کی گھٹنوں کے بل بیٹھنے والا۔

باب ویستلونک عن الروح

۱۔ اولی روح کے متعلق یہی ہے کہ تکلم نہ کیا جائے کہ اس کی کیا حقیقت ہے بس یہ سمجھا جائے کہ ایک چیز ہے جو موجود ہے حقیقت ہم نہیں جانتے۔ ۲۔ جمہور متکلمین ظنی طور پر یہ احتمال بیان فرماتے ہیں کہ جسم لطیف ہے جو بدن میں اس طرح پھیلا ہوا جیسے پانی سبز لکڑی میں پھیلا ہوا ہوتا ہے۔ اسی لیے جب مرنے کے بعد بعضی رو میں ایک دوسرے کو دیکھتی ہیں تو بالکل بدن جیسی صورت نظر آتی ہے۔ ۳۔ عند بعض المتکلمین هو عرض بہ البدن حی ۴۔ عن الفلاسفة وکثیر من الصوفیہ هو جوہر مجرد یصلق بالبدن تعلق التدبیر والتصرف لا داخل فیہ ولا خارج عنہ کیونکہ مجرد مکان سے خالی ہوتا ہے۔ حوث:۔ کھیتی۔ مارا بکم الیہ:۔ کس چیز نے شک میں ڈالا ذاہبا الیہ کہ ان کی طرف جاتے ہو۔ وما اوتیت من العلم الا قليلا:۔ حاصل یہ ہے کہ روح بھی ان کثیر میں داخل سمجھ لو جو مجہول ہیں اس لیے اس کا سوال نہ کرو یہ رازوں میں داخل ہے۔ سورة الکہف اکثر ریعاً:۔ یہ ازکی طعام کی تفسیر ہے کہ جس کی مقدار زیادہ ہو۔ اکلها:۔ یہ بھی ازکی طعام ہی کی دوسری تفسیر ہے کہ ایسی چیز لاؤ جس سے پیٹ بھر جائے۔ الرقیم اللوح من رصاص:۔ ۱۔ حضرت ابن عباس سے جو یہ تفسیر آگئی تو اس کے مطابق اصحاب الکہف اور اصحاب الرقیم کا مصداق ایک ہی ہے کہ رقیم کے معنی اس سختی کے ہیں جس میں اصحاب کہف کے

چڑھا کرتا تھا جو ایک دن چھوڑ کر چڑھتا ہے تو ستاروں کی طرف دیکھ کر وقت کا اندازہ لگایا اور فرمایا کہ مجھے تو تھوڑی دیر میں بخار چڑھنے والا ہے اس لیے میں آپ لوگوں کے ساتھ میلے میں نہیں جاسکتا۔ ۲۔ میں تمہارے کفر کی وجہ سے غمگین ہوں اور مجھے غم کی بیماری ہے۔ وہ سمجھے کہ عام بیماری ہے اسی کو تو یہ کہتے ہیں کہ ایک لفظ کے دو معنی ہوں ایک قریب اور ایک بعید مخاطب قریب معنی سمجھے اور متکلم کی مراد بعید معنی ہوں۔ ثالث:۔ تیسرا موقعہ یہ تھا کہ ایک جابر بادشاہ کے سامنے اپنی اہلیہ محترمہ کو اپنی بہن فرما دیا تھا کیونکہ وہ بہن بھائی کو کچھ نہ کہتا تھا اور بیوی ہو تو چھیننے کی کوشش کرتا تھا اور نیت فرمائی تھی دہنی بہن ہونے کی اور بادشاہ نسبی بہن سمجھا۔ وقد غفر الله لك ماتقدم من ذنبک وماتاخیر:۔ یہ اس لیے ذکر کیا جائے گا کہ سفارش کرنے والے کے لیے مناسب ہوتا ہے کہ وہ خود مواخذہ سے محفوظ دامون ہو۔ حمیر:۔ یہ یمن میں ہے۔ بصری:۔ یہ شام میں ہے۔ یعنی القرآن:۔ یہاں زبور کو قرآن کہہ دیا گیا ہے کیونکہ قراءت کے معنی جمع کے بھی آتے ہیں۔ تورات اور زبور میں بہت سی چیزیں جمع کی گئی ہیں اس لئے ان کو قرآن کہہ دیا جاتا ہے۔ حدثناسفیان:۔ یہاں سفیان ثوری مراد ہیں۔ کان ناس من الانس:۔ اس کے معنی ہیں طاقت من الانس وتمسک هؤلاء بدینہم:۔ وہ انسان گمراہ ہی رہے ان کے معبود مسلمان ہو گئے ان جنات کے مسلمان ہونے پر یہ آیت نزل ہوئی۔ زادالا شجعی:۔ انہوں نے صرف آیت کی تلاوت کا زائد ذکر فرمایا۔

باب وما جعلنا الرویا التی

اریناک الا فتنۃ للناس

رویا کا زیادہ استعمال خواب میں ہوتا ہے کبھی کبھی بیداری میں دیکھنے پر بھی ہو جاتا ہے یہاں بیداری میں دیکھنا مراد ہے کیونکہ خواب میں عجیب وغریب چیزیں دیکھنے سے کسی کو تعجب اور فتنہ یعنی

والی جگہ۔ ووتد فیہا وتدا۔: ایک کیل اس لیے لگادیا تاکہ کچھ رکاوٹ بن جائے پانی سے۔ انہا جاریۃ۔: لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام نہ رکھا گیا اس لڑکی سے حضرت شمعون علیہ السلام پیدا ہوئے جن کے زمانہ میں حضرت طالوت نے جالوت سے لڑائی کی۔ سألت ابی۔: اس روایت میں ابی کا مصداق حضرت سعد بن ابی وقاص ہیں۔ سورۃ کھیعص۔: اسمع بہم وابصر اللہ بقولہ اس عبارت میں لفظ اللہ مبتداء ہے بقولہ خبر ہے مقصد یہ ہے کہ یہ کافر دنیا میں اندھے ہیں مرنے کے بعد ان کی آنکھیں کھلیں گی اور کان سنیں گے اس وقت ہوش آنے سے فائدہ نہ ہوگا۔ کھنیۃ کبش املح۔: دنبہ کی شکل میں موت اس لئے ہوگی کہ جیسے دنبہ حضرت اسمعیل علیہ السلام پر فدا ہوا اور ان کی حیوۃ کا ذریعہ بنا ایسے ہی یہ دنبہ ذبح ہو کر سب اہل جنت والہل ناری کی زندگی کا سبب ہوگا پھر بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام ذبح کریں گے اس میں حکمت شاید یہ ہو کہ ان کا نام حیوۃ سے مشتق ہے پھر املح کے معنی ہوتے ہیں کہ سفیدی زیادہ ہو اور کچھ سیاہی ہو۔ سفیدی جنت کے لحاظ سے ہے اور سیاہی دوزخ کے لحاظ سے ہے۔ لیشر ثبون۔: گردنیں بلند کریں گے تاکہ دیکھ سکیں۔ وکلہم قدراہ۔: سب دیکھیں گے اور سب پہچانیں گے حق تعالیٰ کے القاء فی القلب کی وجہ سے۔ سورہ طہ متمۃ۔: تاء ادا کرنے میں تردد ہو۔ فافاۃ۔: فاء ادا کرنے میں تردد ہو۔ یقول بدینکم۔: تفسیر ہے اس آیت کی ویذہبا بطر یقتکم المثلیٰ ای بدینکم الاصل ای بدینکم الاعلیٰ تمہارے اچھے دین کو ختم کر دیں۔ یعنی المصلیٰ۔: یہاں ثم اتوا صفا کی تفسیر کرنی چاہتے ہیں کہ لوگوں کے جمع ہونے کی جگہ پہنچو۔ حشر تنی اعمیٰ عن حجتی۔: حضرت مجاہد کی تفسیر ہے دلائل سے اندھا حضرت ابن عباس کی تفسیر ہے آنکھوں کا اندھا۔ اعضلہم۔: اس کے معنی ہیں افسلہم۔

نام لکھ کر محفوظ کروائے گئے تھے۔ ۲۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اصحاب الرقیم الگ ہیں اور امام بخاری بھی الگ ہی مانتے ہیں چنانچہ امام بخاری نے اصحاب رقیم ان تین حضرات کو قرار دیا تھا جو بارش میں ایک غار میں چھپے اور اوپر پتھر آگیا تو تینوں نے اپنے اپنے اعمال کے وسیلہ سے دعا مانگی تو آہستہ آہستہ پتھر ہٹ گیا اور نجات مل گئی ایک نے ماں باپ کی خدمت کا ذکر کیا ایک نے زنا سے بچنے کا ذکر کیا اور ایک نے مزدور کی مزدوری میں تجارت کرنے کا اور پورا نفع بعد میں مزدور کو دینے کا ذکر کیا۔ قال الا تصلیان۔: حضرت علی سے دوسری روایات میں تفصیل ہے کہ جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تہجد کیوں نہ پڑھی تو عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے نہیں اٹھایا تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد فرماتے ہوئے تشریف لے گئے وکان الا نسان اکثر شنی جدلاً۔ مزید تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔ سراد قہا مثل السوادق۔: خیمہ کے قریب جو قاتیں زائد محن بنانے کے لیے لگائی جاتی ہیں ان کو سرادق کہتے ہیں۔ یہاں مراد وہ دھواں ہے جو کافروں کو گھیر کر دوزخ میں لے جائے گا۔ قبلا وقبلا۔: تینوں میں سے ہر ایک کے مختلف معانی کئے گئے ہیں۔ ۱۔ سامنے۔ ۲۔ عیاناً ظاہر طور پر۔ ۳۔ اچانک۔ ۴۔ قبلہ کے معنی اصنافا کے بھی آتے ہیں۔ لید حضوا۔: تین معنی آتے ہیں۔ ۱۔ پھسلا دیں۔ ۲۔ فساد مچائیں۔ ۳۔ باطل کر دیں۔ ۱۔ اومضیٰ حقبا۔: ۱۔ زمانہ۔ ۲۔ طویل زمانہ۔ ۳۔ اسی سال۔ ۴۔ ستر سال۔ کذب عدو اللہ۔: حضرت ابن عباس سے غصہ میں ذرا سخت لفظ نکل گیا ورنہ حضرت نوف بکالی بھی مومن مخلص تھے۔ علی طنفسۃ خضراء۔: چھوٹے پچھونے کو طنفسہ کہتے ہیں۔ علی کبد البحر۔: اس کے معنی ہیں سمندر کا درمیان لیکن اس روایت کو غریب شمار کیا گیا ہے زیادہ روایات میں خشکی پر ملاقات کا ذکر ہے۔ معابو صغاراً۔: چھوٹی کشتیاں۔ فی مکان ثریان۔: ترمی

من قبلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیہ تین اہم تفسیریں ذکر کی جاتی ہیں۔ ۱۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام خالی ہاتھ ہو جاتے تھے مال سے تو شیطان وسوسہ ڈالتا کہ دنیا کا مال بہت ضروری ہے تمہی کے معنی ہیں سوچا۔ ۲۔ جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا افراتیم اللات والعزی ومناة الثالثة الاخری تو شیطان نے گلی میں کھڑے ہو کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جیسی آواز بنا کر پڑھا۔

تلك الغر ائبق العلی وان شفا عتھن لئیر نجی
ان الفاظ کو سن کر مشرکین خوش ہوئے کہ آج سے پہلے کبھی ہمارے بتوں کی تعریف نہ کی۔ تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشرکین نے بھی سجدہ کیا۔ ۳۔ شیطان نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر یہی شعر اوپر والا جاری کر دیا اس لیے مشرکین نے خوش ہو کر ساتھ سجدہ کیا پہلی تفسیر ہی رائج ہے کیونکہ دوسری اور تیسری تفسیر والی روایات میں جو واقعہ ذکر کیا گیا ہے۔ اس واقعہ کی سندیں کمزور ہیں اور عقلاً بھی یہ دونوں واقعے بعید ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور شیطان کی کلام میں فرق ہی نہ ہو سکے اگر ایسا ہوتا تو بہت سے صحابہ نعوذ باللہ مرتد ہو جاتے اور ایک شور مچ جاتا اور بہت سے اکابر صحابہ اس واقعہ کی تفصیل سے بیان کرتے۔ باقی رہی یہ بات کہ ان آیتوں کو سن کر مشرکین نے سجدہ کیوں کیا اس کی دو اہم توضیحیں ہیں۔ ۱۔ صرف بتوں کا نام سن کر خوش ہو گئے۔ ۲۔ تجلی قہری ایسی نازل ہوئی کہ جس کی وجہ سے سب نے سجدہ کیا مجبوراً۔ ثم قال شطرا هل الجنة:۔ سوال۔ اس حدیث پاک میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اس امت کو اہل جنت کا ربع قرار دیا پھر ثلث پھر شطر یعنی نصف۔ یہ تو بظاہر تعارض ہے۔ جواب۔ اس امت میں طبقات مختلف ہیں مقربین اور صلحاء اور عامۃ المؤمنین اس لیے یہ مختلف حصے قرار دئے مثلاً مقربین تو ربع ہوں اور صلحاء ثلث ہوں اور عامۃ المؤمنین نصف ہوں اہل جنت میں سے اور اس کی تائید سورہ واقعہ کی آیات سے

ضنک الشقاء:۔ مختلف معانی کئے گئے ہیں ضنک کے لفظ کے جو اس آیت میں آیا ہے ومن اعرض عن ذکر فان له معیشتہ ضنکا ۱۔ بد بختی ۲۔ فاری کے لفظ تنگ سے عربی میں لایا گیا اس لیے یہی معنی ہیں ضیق اور تنگی ۳۔ عذاب ۴۔ زقوم وغسلین وغیرہ ۵۔ حرام ۶۔ کسب خبیث۔ فحج آدم موسیٰ:۔ حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملامت ختم کرنے کے لیے تقدیر کا حوالہ دیا۔ نامناسب کام پر تقدیر کا حوالہ دینے کی دو صورتیں ہیں۔ ۱۔ حوالہ دینے والا اس وقت مکلف ہو اور گناہوں پر دلیری ظاہر کرنے کے لیے تقدیر کا حوالہ دے جیسے آج کل بعض بے دین دیتے ہیں یہ تو بہت زیادہ قبیح ہے ۲۔ مکلف ہونے کا زمانہ ختم ہو چکا ہو یعنی موت آچکی ہو اور موت سے پہلے تقدیر ظاہر ہو چکی ہو اور تو بہ بھی موت سے پہلے کر چکا ہو اب صرف دفع ملامت کے لیے کسی انسان کے سامنے تقدیر کا حوالہ دے تو گنجائش ہے۔ یہاں یہی صورت تھی کیونکہ یہ مناظرہ یا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہوا یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بھی وفات کے بعد ہوا۔ سورة الانبیاء علیہم السلام هن من العتاق الاول:۔ عتاق اس مال کو کہتے ہیں تو عہدگی میں انتہا کو پہنچا ہوا ہو۔ ان سورتوں کو عتاق اس لیے قرار دیا کہ ان میں انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہے۔ وهن من تلادی:۔ تلاد پرانے مال کو کہتے ہیں مقصد یہ ہے کہ یہ سورتیں مکی ہیں اور ان کو میں نے شروع میں حفظ کیا تھا۔ خامدین هامدین:۔ بچھ گئے۔ فاقول یا رب اصحابی:۔ مصداق کون ہیں۔ ۱۔ بعض کم عقل دیہاتی مرتد ہو گئے تھے وہ مراد ہیں۔ ۲۔ حضرات صحابہ کے بعد کے کچھ لوگ مراد ہیں جنہوں نے بہت گناہ کئے اور ان کو اصحابی فرمانا ایسا ہی ہے جیسے ایک ہزار سال کے بعد کے حنفیہ کو اصحاب ابی حنفیہ کہہ دیتے ہیں۔ سورة الحج۔ اذا حدث القی الشیطان فی حدیثہ:۔ اس آیت مبارکہ کی وما ارسلنا

قریب پائے گئے ان سب کے بعد آیات لعان کی نازل ہوئیں۔ موجبہ:۔ معنی یہ ہیں کہ یہ پانچویں قسم موجب عذاب ہے اگر وہ جھوٹی ہوئی۔ خد لج الساقین:۔ بھاری پنڈلیوں والا۔ علی عائشہ وہی مغلوبہ:۔ موت کی تکلیف کی وجہ سے کچھ بے ہوش سی تھیں۔ مدینہ منورہ میں ۵۷ھ یا ۵۸ھ میں وفات پائی۔ ابنو اہلی:۔ تہمت لگائی۔ لا اجد منه قليلا ولا كثيرا:۔ ایسی بے ہوش ہوئی کہ جس کام کے لیے نکلی تھی اس کا کچھ یاد نہ رہا۔ حتی اسقطوا الہابة:۔ صاف صاف بیان کر دیا کہ ہم تم سے اس واقعہ کے متعلق پوچھ رہے ہیں۔ قارفت سوء ا:۔ اگر تو نے برا کام کیا ہے۔ سورة الفرقان عتت علی الخزان:۔ یہ لفظ خزان جمع ہے خازن کی ہوا کے خزانچی فرشتے۔ ولا يقتلون النفس التي حرم الله الا بالحق:۔ ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قاتل عمد کی توبہ بھی معتبر ہے حضرت ابن عباس سے مومن قاتل مومن عدا کے متعلق دور وایتیں ہیں۔ ۱۔ یہ توبہ والی آیت صرف اس شخص کے لیے ہے جس نے کفر کی حالت میں مومن کو قتل کیا پھر ایمان لے آیا۔ ۲۔ یہ توبہ والی آیت مومن اور کافر قاتل مومن دونوں کو شامل ہے لیکن منسوخ ہے اور سورة النساء والی آیت ناسخ ہے ومن يقتل مومنا متعمدا فجزاءه جہنم خالداً فیہا۔ لیکن جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے حضرت ابن عباس کی یہ دونوں روایتیں صرف زجر پر محمول ہیں راجح ان کے نزدیک بھی یہی ہے کہ ہر گناہ سے توبہ قبول ہو جاتی ہے اور کوئی مومن مغلہ فی النار نہ ہوگا کبھی نہ کبھی ضرور نکل جائے گا۔ یبدل الله سیئاتہم حسنات:۔ ۱۔ توبہ کی برکت سے ملکہ سیئات کو اللہ تعالیٰ ملکہ حسنات سے بدل دیتے ہیں کہ پہلے دن رات گناہوں کا شوق تھا اب دن رات نیکی کا شوق ہوگا۔ ۲۔ قیامت میں بعض مومن گنہگاروں سے خصوصی شفقت کا معاملہ حق تعالیٰ فرمائیں گے کہ اس کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل

بھی ہوئی ہے کہ سائقین کے بیان میں۔ حق تعالیٰ ارشاد فرما رہے ہیں کہ ثلثہ من الاولین الاخرین اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ بہت اونچے درجات میں جو انبیاء علیہم السلام اور اعلیٰ مقربین کے درجات ہیں ان میں اس امت کے لوگ کم ہوں گے وجہ ظاہر ہے کہ اس امت میں ایک یہ نبی ہیں اور اگر عیسیٰ علیہ السلام کو بھی اس امت میں مان لیں اور خضر علیہ السلام کو نبی مان کر اس امت میں شمار کر لیں تو پھر بھی صرف تین نبی ہوئے اور پہلی امتوں میں ہزاروں کی تعداد میں انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے ہیں۔

باب ومن الناس من یعبد الله علی حرف
آیت کے بعد جو امام بخاری فرما رہے شک یہ لفظ حرف کی تفسیر ہے جو اس باب کی آیت میں وارد ہے یعبد الله علی حرف۔ سورة النور یقال للمستخذی مذ عن:۔ اس آیت کی تفسیر کرنا چاہتے ہیں وان یکن لهم الحق یاتوا الیہ مدعین کہ جھگڑنے والے کو مدعن کہتے ہیں۔ سورة انزلنا ہا بینا ہا:۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بہت زیادہ اختصار فرما دیا طبری میں سند کے ساتھ حضرت ابن عباس سے ہی منقول ہے فرضنا ہا بینا ہا۔ ماقرات بسلاقط:۔ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ قرأ بمعنی جمع آتا ہے بسلا میں باء جارہ ہے اور سلی اس باریک کھال کو کہتے ہیں جس میں بچہ ہوتا ہے معنی اس محاورہ کے یہ ہو گئے کہ اس عورت نے کبھی اپنی بچہ دانی کے ساتھ بچے کو جمع نہیں کیا۔ اسحکم:۔ بہت کالا۔ او عج العینین:۔ بہت کالی آنکھوں والا۔ خد لج الساقین:۔ بھاری پنڈلیوں والا۔ و حرة:۔ چھلکی جیسا سرخ رنگ کا جانور جس کو بچے سانپ کی خالہ کہتے ہیں۔ فانکر حملہا:۔ سوال۔ انکار حمل تو لعان کے لیے کافی نہیں۔ جواب۔ دوسری روایات میں ہے کہ زنا کی تہمت بھی لگائی تھی۔ ان ہلال بن امیہ قذف امراتہ:۔ سوال۔ بعض روایات میں بعض دوسرے حضرات کا واقعہ ہے۔ جواب۔ دو تین واقعے قریب

کو کہتے ہیں۔ وہ پہلے چھوٹا تھا پھر بڑا بن گیا الا فاعی مطلق سانپوں کو کہتے ہیں جمع افعی کی۔ اسود بڑے سانپ کو کہتے ہیں۔ بطرت اشوت:۔ اس آیت کی تفسیر کرنا چاہتے ہیں وکم اهلکنا من قریۃ بطرت معیشتها یعنی سرکشی والی ہوئی زندگی اس کی۔ ویکان اللہ:۔ تنبیہ کا کلمہ ہے خطا پر۔ سورۃ العنکبوت وکانوا مستبصرین ضللتہ:۔ یعنی وہ گمراہ تھے لیکن اپنے آپ کو اہل بصیرت سمجھتے تھے۔

آنکس کہ نداندو بدانہ کہ بدانہ
در جہل مرکب ابدالآباد بماند

سورۃ الم غلبت الروم۔ فاخذتہم سنۃ:۔ معنی یہ ہیں کہ ان پر قحط آیا۔ جدعاء:۔ اس کے معنی ہیں کان کٹا یا ناک کٹا۔ سورۃ السجدۃ قیل لسفیان رواۃ:۔ یعنی حضرت سفیان بن عیینہ راوی سے عرض کیا گیا کہ آپ یہ روایت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور روایت کے نقل فرما رہے ہیں یا اپنے اجتہاد سے فرما رہے ہیں۔ قال فای شیء:۔ اس کا حاصل یہی ہے کہ حضرت سفیان بن عیینہ فرما رہے ہیں کہ روایت کے سوا اور کوئی احتمال نہیں ہے۔ ذخراً:۔ یہ اعدت کا مفعول مطلق ہے اعداء مذکوراً۔ بلہ:۔ چھوڑ دو مذکور فی القرآن والحديث کو کیونکہ یہ تو بہت کم ہے اس سے جس کا ذکر نہیں کیا۔ معروفافی الکتاب:۔ اس عبارت میں اس آیت کی تفسیر ہے الا ان تفعلوا الی اولیائکم معروفاً مقصد یہ ہے کہ معروفاً کا مصداق وہ چیزیں ہیں جو قرآن پاک میں مذکور ہیں۔ نزلت فی انس بن النضر:۔ یہ صحابی غزوہ احد میں شہید ہوئے تھے۔ وتخفی فی نفسک ما للہ مبدہ:۔ ا۔ وحی آچکی تھی کہ آپ کا ناک حضرت زنیب سے کبھی نہ کبھی ہوگا لیکن نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فتنہ کے ڈر سے اس وحی کو ذکر نہ فرماتے تھے اور نہ ہی ذکر کرنے کا حکم نازل ہوا تھا اس لیے گناہ نہ تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کا عقیدہ باطل کرنے کے لیے ظاہر فرما دیا۔ ۲۔ ایک دفعہ اچانک نظر پڑی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی

دیں گے جیسا کہ ایک حدیث پاک میں وارد ہے۔ ۳۔ یہاں سیئات سے ناقص عبادات مراد ہیں جو گناہ کھلانے کے قابل ہیں۔ حق تعالیٰ توبہ کی برکت سے ان کو نیکیوں ہی میں شمار فرما لیتے ہیں۔ فسوف یکون لزما:۔ لزام کے مصداق میں مختلف اقوال ہیں۔ ۱۔ قحط۔ ۲۔ مقولین کو قلب بدر میں ڈالنا۔ ۳۔ بدر میں قید ہونا کافروں کا۔ الا یفاع من الارض:۔ بلند ٹکڑے زمین کے جن کو سطح مرتفع کہتے ہیں اس کا مفرد یا فاع آتا ہے۔ واریاع واحد الریعة:۔ یہ واؤ استینافیہ ہے اریاع کی جمع بھی ریعہ ہی آتی ہے۔ مصانع کل بناء فہو مصنعة:۔ مقصد یہ ہے کہ مصانع کا مفرد مصنعة ہے اور اس کے معنی ہیں بناء۔ یارب انک وعدتني ان لا تخزنی:۔ سوال۔ یہ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے والد صاحب کے لیے شفاعت فرما رہے ہیں حالانکہ کافر کے لیے تو شفاعت کی نفی آتی ہے فما لنا من شافعين۔ جواب۔ اخراج من النار کے لیے کوئی سفارش نہ کر سکے گا تخفیف کے لیے شفاعت ہو سکے گی جیسے خواجہ ابوطالب کے لیے شفاعت ثابت ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ سائر الیوم:۔ اس کے معنی ہیں فی جمع الیوم۔ سورۃ النمل الصرح کل ملاط:۔ لفظ صرح کے دو معنی بیان فرمائے۔ ۱۔ کل ملاط ہر عمارت۔ ۲۔ قصر یعنی قلعہ۔ او تینا العلم یقولہ سلیمان:۔ مقصد یہ ہے کہ ایک قول یہ ہے کہ یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا مقولہ ہے لیکن راجح قول دوسرا ہے کہ یہ حضرت بلقیس کا مقولہ ہے یہ دوسرا قول ہی سیاق و سباق کے زیادہ مناسب ہے۔ البسھا یاہ:۔ مقصد یہ ہے کہ تالاب پر شیشے کا فرش لگا دیا۔ سورۃ القصص ما ارید بہ وجہ اللہ:۔ ای رضاء اللہ تعالیٰ۔ لیس فیہا لہب:۔ یعنی معمولی آگ ہو جو نہ ہونے کے برابر ہو۔ الحیات اجناس:۔ مقصد یہ ہے کہ جبہ جنس ہے۔ ثعبان سب سے بڑے سانپ کو کہتے ہیں۔ جان سب سے چھوٹے

تو بلا اختیار میلان ہوا۔ یہ بھی غیر اختیاری تھا اس لیے گناہ نہ ہوا۔ کنت اغار علی اللہی وھبن انفسھن۔ میں بے غیرت ہونے کا عیب لگاتی تھی ان عورتوں پر جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی ذات کاھبہ کرنا چاہتی تھیں۔ کان یستا ذن یوم المرأة منا۔ یعنی اگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ایک کی باری میں دوسری بیوی کے پاس جانا چاہتے تو باری والی سے اجازت لیا کرتے تھے پھر یہ اجازت لینا واجب تھا یا مستحب تھا دونوں قول ہیں۔ واذھو کانه یتھیا للقیام۔ یہ بھی علی تو یہ تھا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تو یہ تھے کہ وہ جب کھانا کھا چکے ہیں تو اب اٹھ کر چلے جائیں اور یہ بعید معنی تھے اور خود کہیں جانے کا ارادہ ہو یہ قریب معنی ہیں۔ دیکھنے والے قریب معنی سمجھ رہے تھے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد بعید معنی تھے اسی کو تو یہ کہتے ہیں۔ فقرویٰ حجو نساہ۔ ازواج مطہرات کے حجروں کو تلاش کیا یعنی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سب ازواج مطہرات کے ہاں تھوڑی تھوڑی دیر کے لیے تشریف لے گئے۔ اسکفة الباب۔ دروازے کی دلیز۔ سورة سباء فارفعنا عن الجنین۔ وہ دونوں باغ ایسے ویران ہو گئے کہ باغ ہونے سے اٹھ گئے اور ختم ہو گئے دوسرے نسخہ میں ہے عن الجنین یعنی دونوں کناروں سے اونچے ہو گئے اکھڑ گئے اور جب پانی خشک ہوا تو دونوں باغ خشک ہو گئے۔ العرم المسناة۔ بند۔ کالجوبة من الارض۔ یہ اس آیت کی تفسیر ہے وجفان کالجواب کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پیالے حوض کے برابر تھے چنانچہ ایک پیالہ پر ایک ہزار آدمی کھانا کھاتے تھے۔ الخمط الاراک۔ پیلو۔ الاثل الطرفاء۔ جھاؤ کا درخت۔ اذا قضی اللہ الامر۔ اس امر سے مراد۔ ۱۔ امر شفاعت ہے۔ ۲۔ مطلقاً معاملہ ہے یہی زیادہ مناسب ہے سیاق و سباق سے آیت یہ ہے ولا تنفع الشفاعة عنده الا لمن اذن له حتی اذا فرغ عن قلوبہم قالوا ماذا قال ربکم قالوا الحق وهو العلی الکبیر آیت کے مضمون

کا حاصل یہ ہوا کہ جب فرشتے بے ہوش ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے امر کو سن کر تو بتوں کی کیا مجال ہے کہ شفاعت کر سکیں صرف وہ فرشتے جو حوی پر مقرر کئے ہوئے ہیں وہ اس امر کا سامع برداشت کرتے ہیں اور وہ دوسروں کو بھی بتلاتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے جو کچھ فرمایا وہ حق ہے۔ سورة یسین یتطالبان حشیش۔ اس کا تعلق شمس و قمر سے ہے کہ وہ ایک دوسرے کو ایسے طریقہ سے نہیں پکڑ سکتے کہ ایک دوسرے کی روشنی کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیں۔ موقدنا مخرجنا۔ ۱۔ قبر مراد ہے کیونکہ دوزخ کے مقابلہ میں قبر کا عذاب آرام کی جگہ محسوس ہوگا یہ تفسیر ہے اس آیت مبارکہ کی یا وہلنا من بعثنا من موقدنا۔ ۲۔ دوسری یہ تفسیر یہ کی گئی ہے کہ بین النفختین چونکہ موت کی کیفیت اور بے حسی کی کیفیت طاری رہے گی اس لیے اٹھ کر جب عذاب نظر آئے گا تو تمنا کریں گے کہ کاش ہم اسی طرح مردہ ہی رہتے جیسے بین النفختین تھے۔ سورة والصفاء یز فون النسلان فی المشی۔ یعنی وہ چھوٹے قدموں کے ساتھ جلدی جلدی چلتے ہوئے آئے اس کو نسلان کہتے ہیں یہ بھاگنے سے کم ہوتا ہے۔ سروات۔ سردار۔ لشوباً یخلط طعا مہم ویسائط بالحمیم۔ یہ تفسیر ہے اس آیت کی ثم ان لهم علیہا لشوباً من حمیم شوب اور خلط اور وسط تینوں کے معنی ملانے کے ہیں۔ سورة ص۔ اس سورت میں ایک اہم واقعہ حضرت داؤد علیہ السلام کے امتحان کا ہے اس کی دوا ہم تقریریں ذکر کی جاتی ہیں۔ ۱۔ ایک دفعہ حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس بنی اسرائیل نے گفتگو کی کہ کیا کوئی ایسا بھی ہوگا جو پورا دن بغیر گناہ کے گزار دے حضرت داؤد علیہ السلام نے دل میں سوچا کہ میں اس پر قادر ہوں اس پر امتحان میں ڈالے گئے کہ عبادت کے دن عبادت کی جگہ ایک پرندہ آگیا اس کو پکڑ کر جو باہر پھینکا تو اس پرندے کی طرف دیکھ رہے تھے کہ ایک عورت پر نگاہ پڑ گئی اس کو نکاح کا پیغام بھیج دیا پھر آگے دو قول ہیں کہ معلوم تھا کہ اور یا نامی ایک شخص نے حضرت داؤد علیہ السلام سے پہلے پیغام بھیجا ہوا ہے اس لیے حضرت داؤد علیہ السلام کا پیغام

بعدی:۔ اس کی تین اہم تفسیریں ذکر کی جاتی ہیں۔ ۱۔ مجھے جو بادشاہی دی جائے میرا غلبہ ہونے کے بعد میری زندگی میں کوئی مجھ سے چھین نہ سکے۔ ۲۔ ہوا اور پرندوں پر مجھے جیسی حکومت ملے میرے مرنے کے بعد قیامت تک کسی کو ایسی حکومت نہ ملے۔ ۳۔ مجھے اپنے نفس پر غلبہ دیجئے اور غلبہ ملنے کے بعد شیطان نہ چھین سکے۔ فاخذ **تھم سنة فحصدت کل شیء**۔ ایسے قحط نے ان کو پکڑا جو ہر چیز کو لے گیا۔ **سورة الزمران الله يغفر الذنوب جميعا**۔ یہ معنی نہیں ہیں کہ ہر گناہ کو اللہ تعالیٰ بغیر توبہ کے ہمیشہ معاف فرمادیتے ہیں کیونکہ اگر یہ معنی ہوں تو پھر ادا مرد و امرا کا کوئی فائدہ نہ ہوا بلکہ مقصد صرف بیان قدرت ہے اور مایوسی کا علاج کرنا ہے کہ گذشتہ گناہوں سے مایوس نہ ہو جاؤ اگر توبہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ سب کو معاف فرمادیں گے آئندہ کے لئے گناہوں کی جرات دلانا مقصود نہیں ہے۔ **تصديقاً لقول الجبر**۔ سوال اللہ تعالیٰ کے لئے تو اصح محال ہے اور محال چیز کی تصدیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے فرمادی۔ جواب ۱۔ اصح تو اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہے لیکن اس کی حقیقت کیا ہے یہ مشابہات میں سے ہے۔ ۲۔ کسی مخلوق کی انگلی مراد ہے اس لئے تصدیق صحیح ہے۔ ابیت:۔ یہ لاعلم ہی کے معنی میں ہے۔ **سورة مومن**۔ **يذكرني حاميم والرمح شاجو**۔ اس شعر کے شان و رد میں دو واقعے نقل کئے گئے ہیں۔ ۱۔ شاعر نے جب حضرت علی کی طرف سے جنگ جمل میں شرکت کی تو محمد بن طلحہ کو نیزہ مارا تو نیزہ لگنے کے بعد انہوں نے خم پڑھا جو کہ شعار تھا حضرت علیؑ کے ساتھیوں کا اس پر شاعر نے شعر کہا۔

يذكرني حاميم والرمح شاجو

فهلأ تلا حاميم قبل التقدم

کہ تم نے خم اب پڑھا جبکہ نیزہ ملنے والا تھا شاجر کے معنی ہیں مختلط یعنی لڑائی ہو رہی ہے اور نیزہ لگ چکا ہے۔ میرے سامنے آنے سے پہلے کیوں نہ حامیم پڑھ لیا تاکہ میں سمجھ جاتا کہ تم ہمارے ساتھی ہو اور میں نیزہ نہ مارتا۔ ۲۔ دوسرا قول یہ ہے کہ محمد

بھی بنا خلاف اولیٰ تھا جو جائز تھا دوسرا قول یہ ہے کہ معلوم نہ تھا لیکن اگر کوشش فرماتے تو معلوم ہو سکتا تھا کہ کسی اور نے پیغام بھیجا ہے یا نہ۔ اس پیغام بھیجنے پر تنبیہ کی گئی اور تنبیہ کی یہ صورت ہوئی کہ وہ فرشتے جھگڑے کی فرضی صورت بنا کر آئے کہ ایک کے پاس ۹۹ بکریاں ہوں دوسرے کے پاس ایک ہی بکری ہو وہ اس سے ایک بکری بھی لینا چاہے تو یہ اچھا ہے یا نہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کو ظلم قرار دیا بکری کتنا یہ عورت سے تھی پھر حضرت داؤد علیہ السلام سمجھ گئے کہ یہ تو مجھے تنبیہ کی گئی ہے اور توبہ فرمائی۔ ۲۔ بیویوں سے امتحان کا کوئی تعلق نہ تھا بلکہ واقعہ صرف یہ تھا کہ عبادت میں مشغول تھے کہ اچانک دو آدمی دیواریں پھاند کر آگئے کیونکہ دروازے سے پہر دار نے آنے نہ دیا تھا آکر جھگڑا پیش کیا کہ اس کے پاس ۹۹ بکریاں ہیں میرے پاس صرف ایک بکری ہے۔ یہ میری ایک بکری بھی مجھ سے چھیننا چاہتا ہے اس کی بات سننے کے بعد یہ چاہیے تھا کہ دوسرے کی بات سن کر کچھ فرماتے لیکن دوسرے کی بات نے بغیر اس کو ظالم قرار دے دیا داؤد علیہ السلام نے۔ اگر عدالت کے کمرے میں ایسا کرتے تو یہ گناہ تھا لیکن عبادت کے کمرے میں تھے اچانک وہ آگئے اور آئے بھی دیوار پھاند کر جس سے حضرت داؤد علیہ السلام گھبرا گئے اور گھبراہٹ کی وجہ سے معذور تھے اس لئے یہ کام خلاف اولیٰ تھا۔ غلطی سمجھ میں آنے پر فوراً توبہ فرمائی۔ **القط الصحيفة**۔ جب یہ آیت نازل ہوئی فاما من اوتى كتابه بيمينه تو کافروں نے بطور استهزاء کہا رہنا عجل لنا قطناً قبل يوم الحساب حق تعالیٰ اس کا ذکر فرما رہے ہیں اور صبر کا حکم فرما رہے ہیں۔ **في عزة معازين**۔ اس آیت مبارکہ کی تفسیر فرما رہے ہیں بل الذین کفروا فی عزة وشقاق اس کے معنی ہیں معازین کہ کافر عزت میں ایک دوسرے کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں۔ **يمسح اعراف الخيل و عراقیہا**۔ اس آیت مبارکہ کی تفسیر ہے فطفق مسح باللسوق والا عناق کہ تلوار مارنی شروع کی گردن اور پاؤں پر یعنی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے ذبح کر دیا۔ **هب لی ملکا لا ینبغی لاحد من**

الانفین:۔ اس آیت مبارکہ کی دوسری تفسیر کرنا چاہتے ہیں۔
 ان کان للرحمن ولد فان اول العابدین ۱۔ پہلی تفسیر یہ
 ہے کہ ان شرطیہ ہے اور عابدین بمعنی مومنین مطیعین ہے۔ ۲۔ ان
 نافیہ اور عابدین بمعنی جاحدین الانفین یعنی نہیں ہے اللہ تعالیٰ کے
 لئے ولد پس میں پہلا انکار کرنے والا ہوں۔ وقال الرسول
 یارب:۔ یہ حضرت ابن مسعود کی قرأت ہے اور دوسرے
 حضرات کی قرأت یوں ہے وقیل یارب۔ فی ام الكتاب
 جملة الكتاب:۔ یعنی ام الكتاب کے معنی ہیں کتاب کے
 مضمون میں اور دوسرے حضرات کی تفسیر یہ ہے کہ ام الكتاب سے
 مراد لوح محفوظ ہے۔ سورة حم الدخان بین
 ظہریہ:۔ یہاں اس آیت کی تفسیر فرمانا چاہتے ہیں۔ ولقد
 اخترنا هم علی علم علی العالمین یعنی ان کے ہم عصروں
 پر فضیلت دی۔ یحار فیہا الطرف:۔ یہ حور کا مصداق
 ہے کہ آنکھ اس میں حیران ہوگی یہ معنی نہیں ہیں کہ حور حیرت کے
 مادہ سے ہے کیونکہ حیرت اجوف پائی ہے اور حور اجوف واوی ہے
 اور عین جمع ہے عینا کی بڑی آنکھ والی۔ اسود کھمل
 الزيت:۔ تلچھٹ زیتون کا وہ کالے رنگ کا ہوتا
 ہے۔ استعصوا:۔ نافرمانی ظاہر کی۔ انک لجری ء:۔
 تم بڑے جرات والے ہو کہ عذاب ہوتا ہے تو پھر دوبارہ مشرک بن
 جاتے ہو۔ سورة حم الجاثیہ مستوفزین علی
 الרכ:۔ گھٹنوں کے بل گھبرا کر بیٹھنے والا۔ یو ذینی
 ابن ادم:۔ یہ ایسی بات ہے کہ اگر ایسے شخص کے متعلق ہو جس
 کو تکلیف پہنچ سکتی ہو تو اس کو تکلیف پہنچے اللہ تعالیٰ تکلیف پہنچنے
 سے پاک ہیں۔ یسب الدھر وانا الدھر:۔ ۱۔ دھر
 کے معنی ہیں مدت عالم پھر اخلاق مدت کثیرہ پر ہوتا ہے یہاں
 یسب الدھر میں مراد مدبر اللیل والنہار ہے حق تعالیٰ فرما رہے ہیں
 کہ دھر بمعنی مدبر اللیل والنہار کو گالی دیتا ہے اور مدبر اللیل والنہار تو
 میں ہوں اس لئے گالی مجھے لگتی ہے۔ ۲۔ دھر اللہ تعالیٰ کے اسماء

بن طلحہ کو جب شاعر نے نیزہ مارا تو انہوں نے یہ آیت تلاوت کی
 اتقتلون رجلا ان يقول ربی اللہ اس پر شاعر نے یہ شعر پڑھا
 حامیم پڑھنا صرف کنا یہ تلاوت سے ہے کسی شعار کی طرف اشارہ
 نہیں ہے۔ پھر اس شعر والے واقعے کو یہاں ذکر کرنے سے
 مقصود یہ ہے کہ شاعر کے شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ حامیم اسم ہے
 کیونکہ اس پر نصب شاعر نے پڑھی ہے اور رفع نصب جر کا جاری
 ہونا اسماء کا خاصہ ہے پھر حامیم کے معنی کیا ہیں اور یہ کس کا اسم ہے
 اس میں متاخرین کے قول پر پھر چند اقوال ہیں کیونکہ محققین کے
 نزدیک تو یہ متشابہات میں سے ہے واللہ اعلم بمرادہ بذلک۔ پس
 متاخرین جو ظنی معنی کرتے ہیں ان کے اس حم میں یہ قول ہیں۔ ۱۔
 اللہ تعالیٰ کا نام ہے اس کے معنی ہیں مفتاح خزائن اللہ تعالیٰ۔ ۲۔
 یہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ہے۔ ۳۔ یہ اللہ تعالیٰ کا علم ہے اور یہاں
 بطور قسم کے ذکر کیا گیا ہے جیسے کہا جاتا واللہ۔ ۴۔ قرآن پاک کے
 ناموں میں سے ایک نام ہے۔ ۵۔ سورة کا نام ہے۔ ۶۔ اس
 میں اشارہ ہے حم کی طرف اور اس کے معنی ہیں قضی ماہو کائن۔

سورة حم السجدة اعطیا:۔ مقصد یہ ہے کہ
 اثنباطوعاً او کرہاً اس کے معنی ہیں اعطیا الطاعة اس کے بعد
 ہے قالنا اتینا طاعین ای اعطینا الطاعة ہم نے خوشی سے
 اطاعت کی خلق الجبال و الجمال:۔ یہ جمل کی جمع
 ہے بمعنی اہل۔ سمي نفسه بذلک:۔ حاصل یہ ہے کہ
 جن آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی صفات کے ساتھ ماضی کا صیغہ آیا ہے
 اس کے معنی صرف یہ ہیں کہ یہ نام اللہ تعالیٰ نے ماضی میں رکھے
 جب مخلوق کو پیدا فرمایا تاکہ اپنی معرفت مخلوق کو عطا فرمائیں باقی
 مصداق ان صفات اور معانی ان صفات کے پہلے بھی تھے اور اب
 بھی ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔ قشرا الکفریٰ ہی
 الکم:۔ یعنی گچھے کے چھلکے کو کم کہتے ہیں۔ سورة حم
 عسق یذرؤ کم فیہ:۔ اس کے معنی ہیں
 یخلفکم۔ سورة الزخرف ای ماکان فاننا اول

مشابہ ہوگی اسی طرف ایک حدیث پاک میں بھی اشارہ موجود ہے
 رایت ربی فی صورة ثواب امر۔ سورة الفتح .
 السحنة:۔ اس کے معنی ہیں چہرے کی کھال اور چہرے کی
 حالت۔ شطاه فراخہ:۔ پھیری جس کو آج کل زسری بھی
 کہہ دیتے ہیں۔ ولو کانت واحدة لم تقم علی
 ساق:۔ اس کی مثال گھاس ہے کیونکہ اس کی ایک ہی شاخ
 ہوتی ہے اس لئے وہ سیدھی کھڑی نہیں ہوتی بلکہ بیلوں کی طرح
 زمین پر لیٹ جاتی ہے۔ نذرت:۔ تو نے الحاح کیا اور جھگڑا
 کیا۔ انا فتحنالک فتحاً مبیناً قال الحدیبیہ:۔
 مقصد یہ ہے کہ صلح حدیبیہ فتح مکہ کا ذریعہ بنی۔ فرجع فیہا:۔
 ۱۔ خوش آوازی سے پڑھنے والوں کی طرح گلے میں سے آواز
 پوری خوش آوازی سے نکالی۔ ۲۔ مد کے موقعہ میں مد کو خوب لہا کیا
 لیکن اونٹنی پر سوار ہونے کی وجہ سے اس مد کے کئی ٹکڑے ہو گئے
 دونوں توجیہوں کا حاصل خوش الحانی اور تحسین الصوت ہی ہے جو
 بالاجماع مستحسن ہے بشرطیکہ تجوید میں خلل نہ
 آئے۔ لیغفرلک اللہ ماتقدم من ذنبک
 وماتأخر:۔ فتح کے ساتھ مغفرت کا ذکر اس مناسبت سے ہے
 کہ دنیا اور آخرت کی نعمتیں جمع ہو جائیں دنیا میں فتح مکہ اور
 آخرت میں بخشش جیسے سورہ نصر میں فتح کے موقعہ میں استغفار کا
 حکم ہے کہ دنیا کی نعمت فتح جب نصیب ہو تو آخرت کی نعمت
 مغفرت کی طرف توجہ کریں۔ بینمارجل من اصحاب
 النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ:۔ دوسری روایت
 میں ان کا نام بھی ہے حضرت اسید بن حنظل۔ تلک
 السکینۃ تنزلت بالقرآن:۔ یعنی فرشتوں کی ایک
 جماعت ہے اس کا لقب سکینہ ہے وہ جماعت اتری
 تھی۔ اتھموا انفسکم:۔ اپنی رائے کو یقینی نہ
 سمجھو۔ سورة الحجرات لا تقدموا الافتاتوا:۔
 بغیر پوچھے نہ بولو۔ الخیران:۔ دو شخص جو خیر کثیر والے

میں سے ہے اس لئے دھر کو گالی دینا جائز نہیں ہے پھر جو شخص
 حقیقتہً زمانہ کی طرف تصرفات منسوب کرے وہ تو کافر ہے ہی جو
 شخص مجازاً بھی منسوب کرے وہ بھی مشابہ کفار کے ہو جاتا ہے
 ایسے ہی جو شخص آسمان کی طرف یا آسمان کی کسی وضع یعنی حالت
 کی طرف حقیقتاً منسوب کرے تو کافر اور مجازاً منسوب کرے تو
 کافروں جیسا بن جاتا ہے۔ سورة الاحقاف ارا تیم
 هذه انما هی توعد:۔ مقصد یہ ہے کہ ارا تیم کے معنی
 ہیں خبرونی فقال له عبد الرحمن بن ابی شیناً:۔
 کچھ اعتراض کیا اس اعتراض کا حاصل یہ تھا کہ اے مردان تم
 حضرت معاویہؓ کے بعد یزید کی بیعت کی لوگوں کو ترغیب دے
 رہے ہو کہ جب حضرت معاویہؓ کا انتقال ہو جائے تو ضرور یزید
 کے ہاتھ پر بیعت کرنا یہ طرز تو قصور کسری کا ہے کہ باپ بادشاہ
 ہو تو مرنے کے بعد ضرور اس کا بیٹا ہی بادشاہ بنے۔ اسلام
 کا طریقہ تو یہ ہے کہ خلیفہ کی وفات کے بعد فوراً اہل حل وعقد جمع
 ہوں اور جس کو بھی اہل سمجھیں خلیفہ بنادیں پھر وہ موت تک خلیفہ
 رہتا ہے۔ لہو اتہ:۔ گلے کے پاس گوشت جسے ہم کوا کہتے
 ہیں۔ سورة محمد۔ اوزارہا اثنا مہا:۔ یہ تفسیر کہ
 اوزار بمعنی اثام ہے صرف بخاری شریف میں ہے آیت یہ ہے۔
 فاماناً بعد وامافداء حتی تضع الحرب اوزارہا باقی
 حضرات نے اوزار بمعنی اسلحہ والی تفسیر لی ہے۔ قامت
 الرحم فاخذت بحقو الرحمن:۔ حقو کے لغوی
 معنی تہی گاہ اور کوکھ کے ہوتے ہیں یعنی پیٹ اور کمر کے دائیں
 بائیں جو خالی جگہ ہوتی ہے اور کھانا کھانے سے بھر جاتی ہے۔
 حضرت انور شاہ صاحب نے فرمایا کہ میرے دل میں جو بات آتی
 ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خاص تجلی ظاہر ہوئی تھی جس میں
 انسانی شکل کے مشابہ شکل ظاہر ہوئی۔ اسی طرح جنت میں جو اللہ
 تعالیٰ کی زیارت ہوگی اس زیارت کے متعلق جو احادیث آتی ہیں
 ان سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے کہ تجلی ایسی ہوگی جو انسانی شکل کے

تھے۔ ابابکر و عمر:۔ یہ دونوں علم منصوب اس لئے ہیں کہ ان سے پہلے کا نالفظ محذوف ہے۔ ولم یذکر ذلک عن ابیہ یعنی ابابکر:۔ یہ آہستہ بات کرنے والی تفصیل حضرت عبداللہ بن الزبیر نے حضرت عمرؓ کے بارے میں تو ذکر فرمائی ہے اپنے والد یعنی حضرت ابوبکر کے بارے میں ذکر نہیں فرمائی۔ عبداللہ بن الزبیر حضرت اسماء بنت ابی بکر کے صاحبزادے ہیں اس لئے حضرت ابوبکرؓ ان کے نانا بننے ہیں لیکن یہاں نانا کو مجازاً اب کہہ دیا گیا ہے۔ ولکنک من اهل الجنة:۔ سوال۔ اس حدیث میں حضرت ثابت بن قیس کو جنت کی بشارت دی گئی ہے حالانکہ نام لیکر جنت کی بشارت تو عشرہ مبشرہ کی خصوصیت ہے اور یہ صحابی ان عشرہ میں داخل نہیں ہیں۔ جواب۔ عشرہ مبشرہ حضرات کو ایک ہی دفعہ بشارت دی گئی اکٹھی۔ بس صرف یہ خصوصیت ہے باقی آگے پیچھے دوسرے حضرات کو بشارت جنت کی دینا یہ اس کے خلاف نہیں ہے۔ ان دس حضرات کی یہ فضیلت ہے کہ ہر ایک کا نام لیا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اور ہر ایک کے نام کے ساتھ فی الجنت فرمایا ابوبکر فی الجنت و عمر فی الجنت و عثمان فی الجنت و علی فی الجنت الحدیث اور دس کے دس نام اکٹھے لئے اس لئے ان حضرات کا مرتبہ بہت اونچا شمار کیا گیا اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ دوسرے وقتوں میں بھی کسی اور صحابی کو جنت کی بشارت نہیں دی بلکہ بہت سے حضرات کو دی ہے۔ ماوردت الی والاخلاقی:۔ اس میں الی والی روایت میں ما بمعنی لم ہے یہ معنی ہو گئے لم اردت الی خلائی کہ آپ نے میری مخالفت کا کیوں ارادہ کیا۔

باب قوله ولوانهم صبروا حتی

تخرج الیہم لکان خیر الہم

بہت سے نسخوں میں یہ باب نہیں ہے اور جن نسخوں میں ہے تو اس پر یہ اشکال ہے کہ یہاں باب ہے روایت نہیں ہے۔ اس کی دو تو جہیں ہیں۔ ۱۔ باب لکھ کر امام بخاری نے حدیث لکھنے کی جگہ چھوڑی تھی کہ بعد میں ملا لوں گا لیکن بعد میں کوئی حدیث نہ

ملی۔ ۲۔ حدیث تول گئی تھی لیکن یہاں لکھنے سے پہلے امام بخاری وفات پا گئے۔ سورۃ ق۔ وقال قرینہ الشیطان الذی قیض لہ:۔ دوسرا قول یہ بھی ہے کہ یہاں مراد وہ فرشتہ ہے جو اس پر مقرر کیا ہوا ہے۔ فتقول قط قط:۔ اس لفظ میں تین لغات ہیں۔ ۱۔ قط بفتح القاف وسكون الطاء مع الخفیف۔ ۲۔ قط بفتح القاف وكسر الطاء مع الخفیف بلا تنوین۔ ۳۔ قط بفتح القاف وكسر الطاء مع الخفیف ومع التنوین۔ تینوں کے معنی ہیں اتنی اور یہ اسم فعل ہے۔ یہاں یہ مراد ہے حسبی حسبی قد اکتفیت۔ فیضع الرب تبارک وتعالیٰ قدمہ علیہا:۔ یہ قدم متشابہات میں سے ہے اس لئے متقدمین حضرات تو صرف یہ فرماتے ہیں اللہ اعلم بمرادہ بذالک اور متاخرین حضرات مختلف معانی جو ظنی اور احتمالی ہیں یقینی نہیں ہیں بیان فرماتے ہیں مثلاً ۱۔ من قدم للنار من اهل العذاب کہ قدم سے مراد وہ جن اور انسان ہیں جن کو اللہ تعالیٰ پہلے بھیجیں گے دوزخ میں عذاب کے لئے۔ ۲۔ کوئی مخلوق ہوگی جو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے اس مخلوق کا قدم دوزخ میں رکھا جائے گا۔ ۳۔ کوئی مخلوق ہوگی اس مخلوق کا نام قدم ہوگا۔ ۴۔ قدم بمعنی موضع ہے یعنی بعض کافروں کی جگہ کو اللہ تعالیٰ جہنم پر رکھ دیں گے تو وہ کہے گی کہ بس بس کافی ہے۔ ۵۔ کوئی عمل جو موجب عذاب ہے وہ جسم کی شکل میں بنا دیا جائے گا اور وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ ۶۔ نوع من الزجر والتسکین یعنی اللہ تعالیٰ کسی خاص طریقہ سے جہنم کو ڈانٹیں گے اور سکون دلائیں گے کہ اب صبر بھی کر اس سے اس کو صبر آ جائے گا۔ ۷۔ آخری جہنمی کا قدم مراد ہے۔ ۸۔ اهل جہنم کی تذلیل سے کنایہ ہے یعنی اهل جہنم کی ایسی ذلت ظاہر ہوگی جیسے کسی کو پاؤں کے نیچے رکھنے سے ذلت ظاہر ہوتی ہے۔ اس سے جہنم کو سکون ہو جائے گا۔ ۹۔ قدم ایک خاص قسم کی تجلی ہوگی جیسے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے یوم یکشف عن ساقیہ تجلی اهل اخلاص اور اہل نفاق میں فرق ظاہر کرنے کے لئے ہوگی قدم والی تجلی

سے خالی ہو جائے گی اسی لئے اس وقت دنیا کو ختم کر دیا جائے گا اور قیامت آجائے گی۔ والذنوب الدلو العظیم:۔ یہ اس آیت کی تفسیر ہے فان للذین ظلموا ذنوباً مثل ذنوب اصحابهم فلا يستعجلون اس آیت کی تفسیر میں ذنوب کے مختلف معانی کئے گئے ہیں۔ ۱- بڑا ڈول گناہوں کا۔ ۲- سبیل ۳- ظرف ۴- عذاب ۵- خط و نصیب۔ قال غیرہ تو اوصوا تو طوا:۔ موافقت کی۔ الخ۔ اصون:۔ اس کے معنی ہیں شک کرنے والے۔ سورة الطور لم اسمعه زاد الذی قالوا لی:۔ حضرت سفیان بن عیینہ فرما رہے ہیں کہ میں نے امام زہری سے بلا واسطہ صرف حدیث کے شروع کا حصہ سنا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم مغرب میں سورہ طور کی تلاوت فرما رہے تھے باقی مجھ پر جو اثر ہوا یہ میں نے امام زہری سے بواسطہ دوسرے حضرات کے سنا ہے۔ سورة والنجم۔ رب الشعری ہو مرزم الجوزاء:۔ مقصد یہ ہے کہ جس ستارے کو قرآن پاک میں شعرئ کہا گیا ہے اس کا نام مرزم بھی ہے اور وہ جوزاء کے برج میں واقع ہے۔ سامدون البر طمة:۔ مقصد یہ ہے کہ سامدون کے معنی ۱- اعراض کرنے والے ہیں اس کے علاوہ اور معنی بھی کئے گئے ہیں ۲- غصہ والے ۳- تکبر والے ۴- گانے والے ایسے طریقہ سے کہ الفاظ سمجھ میں نہ آئیں۔ ۵- غافل۔ لقد قف شعری مما قلت:۔ جو تم نے کہا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اللہ تعالیٰ کی زیارت کی ہے تو اس کہنے سے خوف کی وجہ سے میرے بال کھڑے ہو گئے حضرت عائشہ کی تحقیق یہی تھی کہ زیارت نہیں فرمائی۔ او من وراء حجاب:۔ اس آیت میں حوصہ ہے وماکان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب یہ حصر صرف دنیا کے لحاظ سے ہے۔ رائج یہی ہے کہ مکان آخرت میں جا کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی زیارت کی ہے کیونکہ پہلے آسمان کے اوپر مکان

قہر و غضب کی تجلی ہوگی۔ ایک تجلی حقو والی یوم میثاق میں ظاہر ہو چکی ہے وہ صلہ رحم کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے تھی ایک تجلی وجہ کی اہل جنت کے لئے جنت میں ظاہر ہوگی یہ تجلی کی انواع میں سب سے اونچی ہوگی اس کے بعد صرف یہ اعلان باقی رہ جائے گا کہ اے اہل جنت اب میں تم سے ہمیشہ راضی رہوں گا کبھی ناراض نہ ہوں گا اور بعض روایات میں الرجل کا لفظ بھی آیا ہے بغیر ضمیر کے یہ مرجوح اور متروک ہے ایک توجیہ اس کی یہ بھی کی گئی ہے کہ الرجل سے مراد معذبین کی جماعت ہے۔ ویزوی بعضها الی بعض:۔ بلایا جائے گا بعض کو بعض سیرورة والذاریات۔ اذایس و دیس:۔ یہ لفظ دیس قیل کے وزن پر ہے ماضی مجہول ہے دس سے جس کے معنی روندنا ہے۔ ففرو الی اللہ من اللہ الیہ:۔ اس کے معنی ہیں من معصبة اللہ الی طاعة اللہ۔ و لیس فیہ حجة لاهل القدر:۔ یعنی تقدیر کے منکر معتزلہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون کہ اللہ تعالیٰ صرف خلق خیر ہی کا ارادہ فرماتے ہیں ان کا استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ ۱- خلق شر میں حکمت ہوتی ہے اس لئے وہ خیر ہی خیر ہے البتہ کسب شرف ہے ۲- نگوینی غایت کا پورا نہ ہونا عیب ہے اور ایسا نہیں ہوتا تشریحی غایت کا پورا نہ ہونا کچھ عیب نہیں جیسے حق تعالیٰ ایمان نماز روزہ کا حکم دیتے ہیں کوئی کرتا ہے کوئی نہیں کرتا اس لئے اللہ تعالیٰ اچھوں کو بھی عبادت کے لئے پیدا فرماتے ہیں اور بدوں کو بھی عبادت ہی کے لئے پیدا فرماتے ہیں آگے ان کی غلطی ہے کہ وہ عبادت نہیں کرتے یہ معنی نہیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ خالق شر نہیں ہیں ۳- اس آیت میں جو مذکور ہے کہ عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے یہ نوع کی غایت ہے پوری نوع میں اگر کوئی نہ کوئی عبادت کرنے والا موجود ہے تو مقصد حاصل ہے اور جب قرب قیامت میں ایسا ہوگا کہ صرف شر ہی شرہ جائے گا اور سب ایمان اور عبادت کو چھوڑ دیں گے تو اس وقت پوری نوع عبادت

جاء هم من الانباء مافيه مزدجر یعنی اتنی زیادہ ڈانٹ کہ اس سے زیادہ ڈانٹ نہ ہو۔ مہطعین النسلان الخبب السراع:۔ نسلان تیز چلنے کو کہتے ہیں سستی سے کم۔ فتعاطیٰ فعاطھا بیدہ:۔ خود اپنے ہاتھ سے یہ کام کیا۔ المحتظر كحظار من الشجر محترق:۔ درخت کی جلی ہوئی ٹوٹی ہوئی شاخ۔ سورة الرحمن بحسبان كحسبان الرحي:۔ مقصد گھومنا ہے چکی کے قطب کی طرح یعنی جیسے چکی کے کیل کے ارد گرد چکی گھومتی ہے اسی طرح ہے سورج اور چاند گھومتے ہیں یعنی گھومتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس معنی کے علاوہ بھی چند معانی کئے گئے ہیں۔ ۲۔ بحساب یعنی سورج اور چاند کی منزلیں ہیں ان پر وہ خاص حساب سے چلتے ہیں۔ ۳۔ ان دونوں سے لوگ حساب کرتے ہیں اوقات کا اور مدتوں کا۔ ۴۔ حساب بمعنی اجل ہے یہ دونوں اپنی موت کے وقت تک چلتے رہیں گے۔ ۵۔ یہ دونوں دنیا کی موت تک چلتے رہیں گے جب دنیا ختم ہوگی تو ان کا چلنا بھی ختم ہو جائے گا۔ ہبوراً:۔ پیڑی چھوٹے چھوٹے پودے۔ قلعه:۔ وہ لنگر جس کے اٹھانے سے کشتی چلنے لگ جاتی ہے۔ کما يصنع انفخار:۔ پکی ہوئی ٹھیکری کی طرح آدم علیہ السلام کو بنایا گیا۔ الری:۔ تردناگی۔ منتن یریدون بہ صل:۔ پرانا خشک گوشت اس آیت کی تفسیر ہے خلق الانسان من صلصال كالفخار۔ صل اور صلصل کے ایک ہی معنی ہیں۔ وما بین القوم و بین ان ينظروا الی ربهم الارداء الکبر علی وجهه: یہ حدیث تشابہات میں سے ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے لئے وجہ کا اور اس پر ردائے ہونے کا ذکر ہے اس لئے متقدمین کے نزدیک اس کے معنی اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں اور متاخرین کے نزدیک ظنی طور پر جو معنی نقل کئے گئے ہیں وہ امام قرطبی نے حضرت ابن عباس سے یوں نقل فرمائے ہیں کہ وجہ بول کر ذات مراد ہے جیسے اس

آخرت ہے۔ رأی رفرافاً اخضر قدسدا لافق:۔ سبز رنگ کا جوڑا حضرت جبریل علیہ السلام پر دیکھا۔ ۲۔ پردہ ۳۔ بچھونے کا دوہرا کیا ہوا کنارہ۔ ۴۔ پرندے دونوں پر جب پھیلے ہوئے ہوں۔ ۵۔ بچھونا۔ ۶۔ رفرر وہ چیز ہے کہ جب اس پر اس کا آقا بیٹھ جاتا ہے تو اس کو لے کر وہ چیز اڑ جاتی ہے اور ادھر ادھر جہاں آقا کہتا ہے وہاں جاتی ہے رفرر کے لغوی معنی ہیں طار اس چھپنے معنی کی تائید تفسیر قرطبی کی ایک روایت سے بھی ہوتی ہے جو مرفوعاً وارد ہے۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما بلغ سدرۃ البنتی جاءہ الرفرر فتناولہ من جبریل وطار بالی مسند العرش فذکر انہ قال طار بی مخفضی ویرعنی حتی وقف بی بین یدی ربی۔ ومن قال لصاحبه تعال اقامرک فلیتصدق:۔ ۱۔ جتنا روپیہ جوئے کے لئے نکالا ہے سارا ہی خیرات کر دے۔ ۲۔ اس میں سے کچھ خیرات کر دے تاکہ آئندہ نصیحت رہے جیسے وطنی فی الخیض میں خیرات کا حکم ہے مسلم شریف کی روایت سے اس دور سے معنی کی تائید ہوتی ہے فلیصدق بشی۔ وسجد معه المسلمون والمشرکون:۔ کافروں نے کیسے سجدہ کر لیا۔ ۱۔ تجلی تھری ہوئی اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس سے مشرکین مجبور ہو گئے۔ ۲۔ صرف بتوں کا نام نہ کر خوش ہو گئے۔ ۳۔ شیطان نے نبی پاک جیسی آواز بنا کر بتوں کی تعریف کی تھی۔ ۴۔ شیطان نے بتوں کی مدح کے الفاظ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر جاری کر دیئے تھے۔

تلک الغرائق العلیٰ

منہا الشفاعۃ تر تجیٰ

یا یوں تھا وان شفا عنھن لترتجیٰ۔

۵۔ مشرکین نے مسلمانوں کا مقابلہ کرنا شروع کیا تھا کہ تم اگر سجدہ کرتے ہو تو ہم بھی تو سجدہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کو اور اسلام میں یہ پہلا سجدہ تلاوت تھا۔ ۶۔ اس وقت کافروں پر مسلمانوں کا خوف طاری ہو گیا اس خوف میں یہ سجدہ کیا۔ سورة اقتربت الساعة مزدجر متنا ۵:۔ اس آیت کی تفسیر ہے ولقد

آیت میں ہے وبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام۔
 سورة الواقعة منضود الموز:۔ یعنی کیلا تہ بتہ ہو
 گا۔ ومنہ وضین الناقة:۔ اونٹنی کا تنگ جس سے اونٹنی پر
 کجاوا کسا جاتا ہے۔ بمواقع النجوم بمحکم
 القرآن:۔ اس میں نجم قط کے معنی میں ہے کیونکہ قرآن پاک
 تھوڑا تھوڑا کر کے اترتا ہے۔ والغیت:۔ یعنی ان یہاں
 محذوف ہے۔ عن قليل:۔ اس کے معنی ہیں عنقریب۔
 کقولک سقیامن الرجال:۔ یعنی جیسے کہا جاتا ہے
 فسقیا من الرجال یعنی سقاک اللہ سقیا حال کو تک من الرجال
 ایسے ہی یہاں ہے فسلام لک من اصحاب الیمین یعنی
 سلام لک حال کو تک من اصحاب الیمین۔ ان رفعت
 السلام:۔ مقصد یہ ہے کہ آیت میں اگرچہ لفظ سلام مرفوع
 ہے پھر بھی دعاء کے معنی ٹھیک ہیں کیونکہ دعا کے معنی نصب کے
 ساتھ خاص نہیں ہیں یہاں کوئی قرأت نصب کی نہیں
 ہے۔ سورة الحشر باب وما اتاکم الرسول
 فخذوه:۔ اس باب کی حدیث میں منتمصات کے معنی ہیں
 چہرے کے یعنی آنکھوں کے اوپر ابوہریرہ کے بال اکھاڑنے والی اور
 متعلجات کے معنی ہیں دانت رگڑ کر ان کے درمیان خالی جگہ کو
 بڑھانے والی۔ سورة الممتحنة فیقولون لو کان
 هو لاء علی الحق ما اصابهم هذا:۔ حضرت
 مجاہد سے اس آیت کے معنی نقل فرما رہے ہیں ربنا لاتجعلنا
 فتنۃ للذین کفروا کہ دیکھنے والے لوگ یہ نہ کہیں کہ اگر یہ حق
 پر ہوتے تو ان کو یہ مصیبت نہ آتی۔ لا ادری الآیۃ فی
 الحدیث او قول عمرو:۔ مقصد یہ ہے کہ اخیر میں جو
 آیت منقول ہے یہ اصل حدیث میں ہی ہے یا حضرت عمرو بن
 دینار نے وضاحت کے طور پر خود پڑھی تھی۔ سورة الصف
 وانا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی:
 یعنی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم یوم حشر میں سب سے پہلے قبر

مبارک سے نکلیں گے باقی سب لوگ بعد میں اٹھیں گے۔
 وانا العاقب:۔ بعد میں تشریف لانے والے دنیا میں۔
 سوال۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات تو بہت ہیں یہاں
 صرف پانچ مذکور ہیں۔ جواب۔ کتب سابقہ میں یہی مذکور تھیں۔
 سورة الجمعة۔ قرأ عمر فامضوا الی ذکر اللہ:
 ظاہر یہی ہے کہ یہ بطور تفسیر کے پڑھا ہے کیونکہ یہ لفظ قراءات
 متواترہ میں بھی نہیں ہیں اور مشہورہ میں بھی نہیں ہیں۔
 واکثرین منهم لما یلحقوا بہم: آخرین کا مصداق
 ۱۔ التابعون ۲۔ الحکم ۳۔ ابناء الصحابة ۴۔ کل من کان بعد الصحابة
 ۵۔ جمیع من اسلم الی یوم القیامۃ اس آیت کے نازل ہونے کے
 بعد ایمان لانے والے ۶۔ فارسی حضرات اور اس حدیث پاک
 کی وجہ سے اسی جھنجھٹے قول کی تائید ہوتی ہے۔ پھر آیت میں اگرچہ
 یہ چھ احتمال ہیں لیکن اس حدیث میں تو صرف فارسی ہی مراد ہیں
 جن کی مدح نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں۔ پس اس
 حدیث پاک میں امام ابوحنیفہ کے لئے بشارت ہے دنیا و آخرت
 میں اونچے مقام کی اور مدح عظیم ہے۔ سید الاولیاء والاخرین کی
 طرف سے کیونکہ اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ فارسی حضرات میں
 سے کوئی بھی علم فقہ زہد وزرع اور ایثار آخرت میں امام ابوحنیفہ کے
 مقام کو نہ پہنچ سکا اور اتنے مقلدین آپ کو ملے کہ فقہاء و ائمہ اسلام
 میں سے کسی کو بھی نہ ملے اور آپ کے علم اور آپ کے شاگردوں
 کے علم سے جتنا زیادہ علماء اور عوام نے فائدہ اٹھایا دوسرے کسی
 فقیہ اور امام سے نہ اٹھایا یہ فائدہ اٹھانا شبہ والی احادیث کی تفسیر میں
 بھی ہے مسائل کے استنباط میں بھی ہے اور قضایا میں بھی ہے اور
 آج تک کی امت کے دو ثلث امام ابوحنیفہ کے متبعین ہیں اس
 حدیث پاک کا مصداق بننے کی وجہ یہ ہے کہ فارسیوں کی مدح
 فرمائی ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اور اہل کوفہ بھی فارسی
 ہیں۔ ما اردت الی ان کذبک رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم ومقتک: تم نے ایسی بات کیوں کی

لعلہ اخطا سمعک پھر جب ان کی تصدیق نازل ہوگئی تو ارشاد فرمایا دفت اذک یا غلام۔ سورة الطلاق فضمن لی بعض اصحابہ: ابن ابی لیلیٰ کے بعض شاگردوں نے میرے لئے ضمانت دی کہ تو غلطی پر ہے یعنی میری تکذیب کی۔ وقال ولكن عمه لم يقل ذلك: یعنی فرمایا حضرت ابن ابی لیلیٰ نے کہ عبد اللہ بن عتبہ کے چچا عبد اللہ بن مسعود نے یہ نہیں کہا۔ سورة لم تحرم: شان نزول میں تین قول ہیں۔ ۱۔ عند البخاری شہد کے واقعہ میں یہ سورت نازل ہوئی تھی۔ ۲۔ عند النسائی حضرت ماریہ قبطیہ کے واقعہ میں نازل ہوئی تھی۔ ۳۔ بعض کے نزدیک دونوں کے بعد نازل ہوئی اور دونوں واقعے قریب قریب تھے حقیقت کے لحاظ سے بھی قریب قریب تھے کہ دونوں ایک جیسے تھے اور زمانہ کے لحاظ سے بھی قریب قریب تھے۔ ان ابن عباس قال فی الحرام یکفر: یعنی اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو کہہ دے کہ تو مجھ پر حرام ہے پھر وہ اس کے پاس جائے تو قسم کا کفارہ ادا کر دے۔ لیکن راجح قول اور یہی امام ابو حنیفہ کا مسلک بھی ہے کہ اگر اس لفظ سے نیت طلاق کی کرے گا تو ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور اگر ظہار کی نیت سے کہے گا تو ظہار ہو جائے گا اور اگر کچھ بھی نیت نہ کرے تو ایلاء ہو جائے گا۔ انی اجد منک ریح المغافیر: اس کے معنی ہیں گوند یا دبو والی سبزی۔ سوال۔ ان ازواج مطہرات سے بعید ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچانے کا ارادہ فرمایا اور جھوٹ بولا۔ جواب۔ مقصد ایذا پہنچانا نہ تھا بلکہ فطرتی غیرت کی وجہ سے ایسا ہوا کہ ایک زوجہ محترمہ کے پاس ہم سے زیادہ کیوں آپ ٹھہرے ہیں اور جھوٹ شاید اس لئے نہ ہو کہ اس شہد میں معمولی سی بو ہو جو مغافیر کی بو کے مشابہ ہو

و کم ذنب مولدہ دلال و کم بعد مولدہ اقتراب
باب تبغی مرضاة ازواجک اتامره
اس کے معنی ہیں انکفر فیہ۔ بعجلة: سیڑھی کے ذریعہ

کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جھوٹا قرار دیا اور ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ ان الله قد صدقک یا زید: اے زید بن ارقم اللہ تعالیٰ نے آپ کو سچا قرار دیا ہے اور منافقین کو جھوٹا قرار دیا ہے اس حدیث سے آیت کے معنی بالکل واضح ہو گئے کہ واللہ يشهد ان المنافقين لکاذبون کا تعلق منافقین کی جھوٹی قسموں کے ساتھ ہے اور اس کہنے کے ساتھ ہے کہ ہم نے نہیں کہا ولان رجعنا الى المدينة ليخرجن الاعز منها الا ذل۔ اس تقریر پر ان تکلفات کی ضرورت نہ رہی جو صاحب تلخیص نے کئے ہیں کہ کاذبون کا تعلق شہادت سے ہے یا تسمیہ سے ہے یا مشہود بہ فی زعمہ سے ہے۔ وقوله خشب مسنده قال کانوا رجالا اجمل شیء: یہ الفاظ حدیث پاک میں داخل ہیں مدرج نہیں ہیں اور قال کانوا میں قال کے فاعل اللہ تعالیٰ ہیں معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو ان کو خشب مسندہ قرار دیا ہے اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ منافق شکل و صورت کے اچھے تھے۔ پھر تشبیہ دینے کی وجہ میں دو تقریریں ہیں۔ یہ منافقین ان لکڑی کے بتوں کی طرح ہیں جو مشرکین دیواروں میں نصب کرتے تھے کہ صورت اچھی تھی فائدہ کچھ نہیں۔ ۲۔ جیسے کڑی اکیلی مفید نہیں ہوتی دیوار میں دروازہ کی شکل میں لگائیں یا چھت میں لگائیں تو پھر فائدہ ہوتا ہے ایسے ہی یہ منافقین بلا توبہ بے کار ہیں البتہ توبہ کر لیں تو کامیاب ہیں۔

باب قوله سواء عليهم فکسع

دبر پر ہاتھ یا پاؤں مارا۔ فانها منتنة: یہ کلمہ یا للمہاجرین برا ہے گویا کہ اس سے بد بو آ رہی ہے یہ جاہلیت کا پکارنا ہے کہ مہاجر مہاجرین کو پکاریں اور انصار دوسرے انصار کو پکاریں اور لڑائی شروع ہو جائے۔ هو الذی یقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم هذا الذی اوفی اللہ لہ باذنه: اس میں ہوئی ضمیر حضرت زید بن ارقم کی طرف لوٹی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے کان کو پورا کام کرنے والا قرار دیا کیونکہ حضرت زید بن ارقم کی تصدیق میں آیت نازل ہونے سے پہلے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا

دجال نبوت کا دعویٰ بھی کرے گا اس کو کیوں قتل نہ کیا جائے گا جواب یہ آیت مبارکہ تو انبیاء صادقین کے بارے میں ہے جن کی تائید و تصدیق کھلے کھلے دلائل سے ہو چکی ہے اور ثابت کیا جا چکا ہے کہ یہ جو کچھ کہیں وہ سچ ہے اور جو راز کی باتیں بتلائیں وہ ٹھیک ہیں اور ان پر عمل ضروری ہے وجہ سمجھ میں آئے یا نہ آئے اب اگر ان حضرات کو بفرض محال جھوٹ بولنے پر نہ پکڑا جائے تو حق اور باطل میں غلط ہو جائے گا بخلاف کذاب و دجال کے کہ وہ تو اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے اور اس کی کوئی تصدیق نہیں کی گئی کوئی بات اگر عادت کے خلاف ہو گئی تو وہ بھی دعوائے نبوت کے زمانہ میں نہ ہو گی تاکہ سچے ہونے کا شبہ نہ پڑے بلکہ جب وہ خدائی کا دعویٰ کرے گا اس وقت بطور استدراج اور ڈھیل کے بعض باتیں عادت کے خلاف ہوں گی کیونکہ اس کا خدا نہ ہونا تو بالکل ظاہر ہے کیونکہ وہ انسان ہے اور پھر ایک آنکھ والا عیب والا ہے اس کے ماتھے پر کافر لکھا ہوا ہے کوئی شبہ واقع نہیں ہوتا۔ پس جب اس کی تصدیق نہیں کی گئی تو یہ جھوٹ بولنے پر قتل نہ کیا جائے گا کیونکہ اس کے جھوٹ بولنے سے حق اور باطل کے خلط کا شبہ نہیں ہوگا۔ طغت علی الخزان کما طغی الماء علی قوم نوح علیہ السلام:۔ یعنی ہوا کی نگرانی کے لئے جو فرشتے مقرر ہیں یہ ہوا اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان فرشتوں کی نگرانی سے نکل گئی جیسے حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں پانی حد سے نکلا تھا بامر اللہ۔ سورۃ المزمّل۔ منفطریہ:۔ اس کے معنی کر دیئے مثقلہ بہ کہ آسمان بہت بوجھ والا ہو جائے گا گویا پھٹنے ہی والا ہے بظاہر منفطرۃ بھا ہونا چاہئے تھا لیکن بتاویل سقف مذکر کا صیغہ استعمال فرمایا گیا۔ سورۃ المدثر جاورت بحراء:۔ غار حرا میں میں نے اعتکاف کیا۔ جوارى: اعتکافی۔ فنزلت یا ایہا المدثر: سوال۔ صحیح بخاری کی ابتدا والی حدیث پاک میں ہے کہ پہلے اقرأ باسم ربک الذی خلق والی آیات اتری تھیں اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے سورہ مدثر والی آیات اتری

سے۔ قرظا مصبوبا: سلم کے پتے جمع کئے ہوئے۔ اھب معلقة: کچے چڑے لٹکے ہوئے۔ اجتماع نساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الغیرۃ علیہ:۔ یعنی غیرت دلانے کے لئے اور کوئی مطالبہ منوانے کے لئے۔ سورۃ ن والقلم حرد جد فی انفسہم:۔ اس عبارت میں حرد کے معنی کرنے مقصود ہیں کہ کوشش کے ہیں۔ عتل بعد ذلک زنیم:۔ اس آیت مبارکہ میں جو عتل ہے اس کے معنی ہیں فائز شدید منافق بھی تھا اور بہت زیادہ اچانک قتل کرنے والا بھی تھا اور زنیم کے معنی ہیں ولد الزنا۔ لہ زنمۃ مثل زنمۃ الشاة: بعض بکریوں کے گلے یا کان کے پاس کھال لٹکی ہوئی ہوتی ہے اس کھال کو زنمۃ کہتے ہیں۔ ولید بن مغیرہ کی بھی چھ انگلیاں تھیں۔ ہاتھوں میں۔ جواظ:۔ شور مچانے والا۔

باب یوم یکشف عن ساق

اس آیت مبارکہ میں چونکہ بلا اضافت مذکور ہے اس لئے اس میں تین احتمال ہیں۔ ۱۔ تکشف القیامۃ عن ساقھا ای عن اصلھا و کر بھا و شدتھا اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ عن کر ب رشدہ اور ساق کے لغوی معنی اصل کے ہوتے ہیں۔ قیامت اپنی اصل ظاہر کرے گی یعنی شدت اور تکلیف ظاہر کرے گی۔ ۳۔ تکشف جہنم عن ساقھا ای عن اصلھا و شدتھا۔ ۳۔ یکشف العرش عن ساقھا ای عن اصلہ و عظمتہ اور اس باب کی حدیث مرفوع میں چونکہ اضافت کے ساتھ مذکور ہے۔ یکشف ربنا عن ساق اس لئے اس میں دو احتمال ہیں۔ عن العظیم من امرہ ۲۔ عن نورہ۔ ان دونوں احتمالات کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو ابو موسیٰ اشعری سے مرفوعاً منقول ہے فی قولہ تعالیٰ عن ساق قال یکشف عن نور عظیم یخرون لہ سجدا۔ سورۃ الحاقۃ۔ الوتین نیاط اقلب:۔ اس کے معنی ہیں جبل الورد شدہ رگ جب اس کو کاٹا جاتا ہے تو آدمی مرجاتا ہے۔ سوال۔ جب اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ نبی جب جھوٹ بولتا ہے تو اس کو قتل کر دیا جاتا ہے تو

فی ای صورة شاء: مقصد یہ ہے کہ جو معنی تشدید کے ہیں فعدک برابر اور مناسب اعضاء والا بتایا وہی معنی تخفیف والی قرأت کے ہیں قولہ فی ای صورة یہ نیا جملہ ہے یعنی کا مفعول نہیں ہے۔ سورہ ویل للمطففین۔ بل ران ثبت الخطایا: یعنی ران کے معنی ہیں گناہوں کا جم جانا۔ طینة التسنیم: اس شراب کی ملاوٹ ہوگی تسنیم کے ساتھ جو اہل جنت کی شراب کے اوپر آئے گی یعنی جنت عدن سے جو کہ اوپر ہو گی باقی جنتوں میں بارش کی طرح آئے گی باقی جنتیں نیچے ہوگی۔ فی رشحه: پینہ میں۔ سورہ اذا السماء انشقت۔ قال ابن عباس لترکبن: یعنی ایک قرأت ہاء کے فترے کے ساتھ ہے واحد مذکر حاضر کا صیغہ ہے اس میں خطاب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے۔ سورہ الطارق۔ یتوہج: چمکتا ہے۔ سورہ هل اتاک حدیث الغاشیہ۔ عین انیہ بلغ اناہا: اس کے معنی ہیں بلغ وقحا۔ سورہ والفجر۔ والعماء اهل عمود لایقیمون: خیموں والے جو ایک شہر میں نہ ٹھہریں۔ خانہ بدوش۔ اکالماً السف: زیادہ پینا جبکہ سیری پھر بھی نہ ہو اور پیاس ختم نہ ہو مقصد یہ ہے کہ تم بچوں اور عورتوں کی وراثت کھا جاتے ہو۔ السماء شفع: یعنی آسمان زمین کا جوڑا ہے۔ سورہ والشمس وضحاہا۔ دسا ہا اغواہا: بے یار و مددگار چھوڑ دیا۔ عارم: طاقت والا جس کو جبار کہتے ہیں۔ مثل ابی زمعة: یہ مکہ کا ایک طاقتور شخص تھا جو مکہ ہی میں کفر کی حالت میں فوت ہوا اور اس کا بیٹا زمعہ بدر میں کافر مارا گیا۔ سورہ واللیل اذا یغشی: کذب بالحسنی بالخلف: اس کے معنی ہیں بدلہ مراد آخرت ہے۔ توہج: چمکا۔ محضرة: لائیں۔ سورہ والضحیٰ: اذا سجد استوی: درست ہو جائے۔ تقرأ بالتشدید و

تھیں۔ یہ تو تعارض ہوا۔ جواب ۱۔ اقرأ والی حدیث کو ترجیح ہے۔ ۲۔ یا یحیا المدثر کا پہلے ہونا اضافی ہے اکثر آیات سے پہلے نازل ہوئی۔ ۳۔ سورہ مدثر احکام میں سب سے پہلے ہے۔ ۴۔ فترۃ وحی کے بعد سب سے پہلے سورہ مدثر ہے۔ فجشت: یہ الجاث سے لیا گیا ہے جس کے معنی خوف اور رعب کے ہوتے ہیں۔ سورہ القیامة۔ اولیٰ لک توعد: یعنی یہ ابو جہل کے لئے دھمکی ہے۔ سورہ هل اتی لم یجر بعض: بعض نے تنوین جاری نہ کی سلاسل میں بلکہ سلاسل غیر منصرف پڑھا پرانی اصطلاح میں منصرف کو مجری اور غیر منصرف کو غیر مجری کہتے تھے۔ من قتب او غیبط: پالان یا عورتوں کا کجاوا۔ سورہ المرسلات جمالات حبال: وہ رسی جس سے کشتی باندھی جاتی ہے۔ کنا نرفع الخشب بقصر ثلاثة اذرع اواقل: ہم تین تین گز کے لکڑی کے ٹکڑوں کو جمع کرتے تھے ان کے نام قصر رکھتے تھے جیسے ٹال میں ہوتے ہیں۔ سورہ عم یتساء لون کان الغساق والغسیق واحد: دونوں کے معنی پیپ کے ہیں بعض نسخوں میں یہ لفظ نہیں ہیں۔ سورہ والنازعات۔ الطامة تطم کل شیء: یہ اس محاورہ سے لیا گیا ہے طم الفرس طمیا جب کہ بھاگنے میں اپنی پوری طاقت لگا دے۔ سورہ عبس تصدی تغافل عنه: لیکن مشہور معنی متوجہ ہونے کے ہیں یہاں بھی ایک نسخہ میں ہے تصدی قبل علیہ یہی نسخہ صحیح شمار کیا گیا ہے۔ سورہ اذا الشمس کورت۔ والضنین یضن بہ: بخل کرے۔ یزوج نظیرہ من اهل الجنة والنار: یہ تفسیر ہے واذا النفوس زوجت کی۔ حاصل یہ ہے کہ ہر ایک کو اپنی جماعت کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ جنتی کو اہل جنت کی جماعت کے ساتھ اور دوزخی کو اہل جہنم کی جماعت کے ساتھ۔ سورہ اذا السماء انفطرت بعثت ایشرت: کھودا جائے گا۔ ومن خفف یعنی

تعالى نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ حضرت ابی بن کعب کو سورہ
لم یکن پڑھ کر سنائیں۔ سورۃ اذالزلت الارض۔
نواء:۔ دشنی۔ الفاذۃ الجامعہ:۔ یکتا ہے اور الفاظ کم اور
معانی زیادہ ہیں۔ سورۃ الم تر۔ من سجیل ہی
سنگ وکل:۔ سنگ وگل۔ سورۃ لایلاف
قریش۔ لایلاف لنعمتی علی قریش:۔ مقصد یہ
ہے کہ ایلاف کے معنی انعام کے ہیں۔ سورۃ انا
اعطیناک الکواثر۔ حافظہ قباب اللؤلؤ
معجوفاً:۔ اس کے کناروں پر کھوکھلے موتیوں کے خیمے تھے۔
سورۃ اذا جاء نصر اللہ۔ اذا جاء نصر اللہ
والفتح:۔ یہاں تو فتح سے مراد فتح مکہ ہے لیکن سورۃ الفتح میں انا
فتحنا لک فتحاً مبیناً میں مراد فتح سے صلح حدیبیہ ہے بطور مجاز بالشارفہ
کے کہ آنے والی صفت کو موجود مان کر گفتگو کی جائے جیسے طالب
العلم کو مولوی صاحب کہہ دیتے ہیں۔ نعت لہ نفسہ:۔
یہاں تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اشارتا موت کی خبر دی گئی ہے کہ
جب مکہ فتح ہو جائے اور لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے
شروع ہو جائیں تو آپ تسبیح و تحمید و استغفار میں مشغول ہو جائیں
اور اپنی موت کو قریب سمجھیں اور بعض آیتوں میں نبی پاک صلی اللہ
علیہ وسلم کی موت کا ذکر صراحتہ بھی ہے۔ مثلاً ۱- وما محمد الا
رسول قد دخلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم
علی اعقابکم۔ ۲- انک میت وانہم میتون۔ سورۃ
تبت ید اابی لہب۔ فنزلت تبت ید اابی لہب
وتب وقد تب:۔ ۱- یہ بطور تفسیر حضرت اعمش نے بڑھا دیا۔
۲- شاذ قرأت ہے ۳- وقد تب نازل ہوا تھا پھر منسوخ التلاوت ہو
گیا۔ یہی تین توجہیں ہیں اسی حدیث پاک کے شروع میں ان الفاظ
میں ہیں وانذر عشیرتک الاقربین ورہطک منہم المخلصین
پھر اسی حدیث میں جو صُحْ هذا الجبل ہے اس کے معنی وجہ الجبل اور
اسفل الجبل ہیں۔ مسدلیف المقل:۔ کل دو تفسیریں کی گئی

التخفیف: یعنی مادد عک کی دال میں شد اور بغیر شد دونوں
قرأتیں ہیں۔ سورۃ الم نشرح لک وزرک
فی الجاہلیۃ: یعنی زمانہ جاہلیت میں جو آپ نے خلاف
اولی کام کئے ہیں۔ افضل چھوڑ کر فاضل کئے ہیں۔ اس توجہ کے
علاوہ بھی دو توجہیں کی گئی ہیں۔ ۲- خطا اور سہو مراد ہے۔
۳- امت کے گناہ جو آپ کو غمگین کرتے ہیں۔ کقولہ هل
تربصون بنا الاحدی الحسنین:۔ وجہ شبہ یہ ہے
کہ جیسے مومن کے لئے دو حشر ہیں ایسے ہی مومن کے لئے دو سر
ہیں۔ سورۃ والتین:۔ حضرت النور شاہ صاحب نے فرمایا
کہ والتین کی داو و نحویوں کے نزدیک تو قسم کی داو ہے لیکن میرے
نزدیک اولی یہ ہے کہ اسے داو استشہاد کہا جائے کہ یہ چیزیں نبی
پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ
علیہ السلام کی صداقت پر گواہی دیتی ہیں اور یہ استشہاد جواب قسم کی
تاکید اور تحقیق کے لئے ہوتا ہے۔ فمایدکذبک: ۱- انسان
کو خطاب ہے بطور صنعت التفات کے کہ پہلے انسان کو غائب کے
صیغہ سے ذکر فرمایا اب خطاب کے صیغہ سے ذکر فرمایا۔ ۲- نبی
پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے۔ سورۃ اقراء باسم
ربک الذی خلق: حضرت حسن بصری کا قول نقل فرما
رہے ہیں کہ بسم اللہ صرف قرآن پاک کے شروع میں لکھنی چاہئے
باقی جگہ دو سورتوں کے درمیان صرف لکیر کھینچ دینی چاہئے یہی
مذہب ہے قاری حمزہ کا کہ دو سورتوں کے درمیان نہ پڑھی
جائے۔ سورۃ لم یکن۔ اصناف الدین الی
المونث:۔ اس آیت کے متعلق فرما رہے ہیں وذلک دین
القیمۃ گویا اصل عبارت یوں تھی وذلک دین الملتۃ القیمۃ۔ ان اللہ
امر فی ان اقراء علیک:۔ تاکہ قرأت کی سند کا اتصال
نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابی بن کعب تک صاف
صاف ظاہر ہو جائے۔ ۲- تاکہ حضرت ابی بن کعب کا لقب اقراء
ہونے کا ثابت ہو جائے۔ ان دو حکمتوں کی وجہ سے حکم دیا تھا اللہ

ہیں یہاں صرف پہلی ہے۔ ۱۔ مونج کی رسی یہ دنیا میں مراد ہے کہ اس طرح کانٹے اٹھا کر لاتی ہے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ میں ڈالتی ہے۔ ۲۔ آخرت کا حال اللہ تعالیٰ بیان فرما رہے ہیں جس کے الفاظ حضرت ابن عباس سے موقوفاً منقول ہیں عمدة القاری میں سلسلہ من حدید ذرعا سبعون ذراعا تدخل من فیھا وخرج من دبرھا وکلوی سائرھا فی عنقھا۔ سورة قل هو اللہ احد۔ يقال لاینون احد۔ یعنی بعض دفعہ ملائے کی صورت میں بھی احد کی تینوں چھوڑ دی جاتی ہے۔ الذی انتھی سوددہ۔ کمال سردار یہ صمد کے معنی بیان فرمائے ہیں۔ سورة قل اعوذ برب الفلق۔ ابین من فرق و فلق الصبح۔ مقصد یہ ہے کہ فرق اور فلق کے ایک ہی معنی ہیں محاورہ ہے فلان ابین من فرق کہ فلاں شخص صبح سے بھی زیادہ روشن ہے ایسے ہی کہا جاتا ہے کہ فلان ابین من فلق الصبح اس کے بھی یہی معنی ہیں کہ فلاں شخص صبح سے بھی زیادہ روشن ہے۔ سالت ابی بن کعب عن المعوذتین۔ چونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود ان دونوں سورتوں کو داخل قرآن نہ سمجھتے تھے اس لئے حضرت زربین حبیش نے حضرت ابی بن کعب سے ان کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے مرفوعاً دونوں کا جزو قرآن ہونا بیان فرما دیا حضرت عبداللہ بن مسعود نے بھی رجوع فرمالیا تھا کیونکہ ان دونوں کے جزو قرآن ہونے پر اجماع ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں تصریح ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے رجوع فرمالیا تھا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں سورتوں کو نماز میں بھی پڑھا ہے پھر تین متواتر قراتیں۔ امام عاصم کی ۲۔ امام حمزہ کی ۳۔ امام کسائی کی اور ایک مشہور قرات امام خلف کی یہ چار قراتیں حضرت عبداللہ بن مسعود تک پہنچتی ہیں اور ان چاروں قراتوں میں بھی باقی قراءات کی طرح معوذتین اور فاتحہ اجزاء قرآن پاک ہیں۔ پس ان میں سے کسی کا خارج از قرآن ماننا غلط

فاحش ہے اور اگر کسی سند میں ان میں سے کسی کا خارج قرآن ہونا مذکور ہے تو وہ سند ان اسانید صحیحہ متواترہ و مشہورہ اور اجماع کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناقابل اعتماد ہے اور تفسیر قرطبی میں ہے قد روی ان عبداللہ بن مسعود کان لا یکتب الفاتحہ فی مصحفہ فقیل لہ لم یکتب فاتحہ الکتاب فی مصحفک فقال لو کتبھا لکتبھا مع کل سورة اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن مسعود نے جو معوذتین اور فاتحہ کو نہ لکھا تھا اپنے مصحف میں اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ تینوں سورتیں بہت زیادہ یاد ہوتی ہیں اس لئے ان کو قیامت تک محفوظ رکھنے کے لئے لکھنے کی ضرورت ہی نہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ تین یا ان میں سے بعض قرآن پاک سے خارج ہوتیں حضرت ابن مسعود کے نزدیک تو حضرت ابن مسعود ان کو نماز میں نہ پڑھنے اور پھر حضرت ابن مسعود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء کے پیچھے نماز پڑھتے تھے اور وہ سب حضرات یہ تینوں سورتیں نماز میں پڑھتے تھے۔ اگر ان کو بالفرض کچھ شک تھا بھی تو اجماع کی وجہ سے شک باقی نہ رہا اس لئے اب یہ کسی کے لئے جائز نہیں ہے کہ ان تینوں کو یا ان میں سے کسی کو قرآن پاک سے خارج مانے اگر ایسا کرے گا تو کافر ہو جاوے گا اور اجماع سے پہلے انکار میں اور اجماع کے بعد انکار میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ اگر حضرت ابن مسعود کا انکار تھا بھی تو وہ اجماع سے پہلے تھا۔ اب جو انکار کرے گا وہ اجماع کے بعد کرے گا اور کافر ہو جائے گا اور ایک توجیہ یہ بھی کی گئی ہے کہ پہلے جو حضرت ابن مسعود مصحف میں لکھنے سے انکار فرمایا کرتے تھے تو اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کی رائے یہ تھی کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر مصحف میں لکھنا صحیح نہیں ہے اور ان دونوں سورتوں کے لکھنے کی اجازت ان کو نہ پہنچی تھی جو بھی توجیہ کی جائے جب اجماع پایا گیا تو سب اختلافات ختم ہو گئے پھر جیسے حضرت ابن مسعود کے مصحف میں یہ سورتیں لکھی ہوئی نہ تھیں اسی طرح حضرت ابی ابن کعب کے مصحف میں سورة القنوت زائد تھی اور حضرت زید بن ثابت کے مصحف میں معوذتین اور فاتحہ بھی ہے اور سورة القنوت

نہیں ہے اور حضرت زید بن ثابت کا مصحف باقی سب مصاحف کے لئے ناسخ ہے کیونکہ حضرت زید بن ثابت عرضہ اخیرہ میں حاضر تھے جس میں حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرآن پاک کا دور کیا تھا اور روح البیان میں ہے عن محمد بن المنکدر من لم یزعم انہما (ای المعوذتین) من کتاب اللہ فعليه لعنة اللہ والملائکۃ والناس اجمعین۔ قيل لی فقلت:۔ یعنی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے جبریل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہا قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس تو میں نے کہہ دیا مقصد یہ ہے کہ ان دونوں سورتوں کے داخل قرآن ہونے میں کچھ شک نہیں۔ کتاب فضائل القرآن:۔ اس کتاب کا ربط کتاب التفسیر سے یہ ہے کہ فضائل اور تفسیر دونوں کا تعلق قرآن پاک سے ہے۔ باب کیف نزول الوحی و اول ما نزل سوال: شروع کتاب صحیح البخاری میں باب کیف کان بدا الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ یہ تو تکرار ہوا۔ جواب ۱۔ یہاں وہ آیات بتلانی اصل مقصود ہیں جو سب سے پہلے نازل ہوئی تھیں اور ابتداء کتاب میں کیفیت وحی اور شرائط وحی بتلانی مقصود ہیں۔ ۲۔ یہاں مطلقاً قرآن پاک کے نزول کی کیفیت بتلانی مقصود ہے اور شروع کتاب میں اول قرآن کی کیفیت نزول بتلانی مقصود تھی۔ فارجوان اکون اکثر ہم تابعا یوم القيامة:۔ چونکہ قرآن میرا معجزہ سب نبیوں کے معجزات سے اونچا ہے اس لئے مجھے امید ہے کہ میرے متبعین سب سے زیادہ ہوں گے۔ اکثر ما کان الوحی:۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اخیر زمانہ میں ابتدائی زمانہ سے وحی زیادہ ہوئی گویا مکہ مکرمہ میں کم اور مدینہ منورہ میں زیادہ ہوئی۔

باب نزل القرآن بلسان قریش والعرب
غرض اس باب سے یہ ہے کہ قرآن پاک لغت قریش میں نازل ہوا تھا صرف آسانی کے لئے چھ دوسری لغتوں میں بھی

پڑھنے کی اجازت دے دی گئی تھی جب حضرت ابوبکرؓ نے قرآن پاک کو جمع فرمایا تو اس میں سب حروف کو سب لغات میں جمع فرمایا تاکہ کوئی شی قرآن پاک میں سے ضائع نہ ہو جائے پھر کثرت فتوح اور انتشار مسلمین کی وجہ سے اور دنیا کے مختلف حصوں میں اسلام پہنچ جانے کی وجہ سے اداء حروف اور قراءات کی وجہ اور انواع میں اور لغات میں اختلاف واقع ہو گیا حتیٰ کہ بعض نے یہاں تک کہنا شروع کر دیا کہ میرا قرآن تیرے قرآن سے بہتر ہے اس لئے حضرت عثمانؓ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا کہ صرف لغت قریش ہی میں کیوں نہ جمع کر دیا جائے کیونکہ باقی چھ لغات کی ضرورت اب نہ رہی تھی چنانچہ اسی کا حکم دے دیا حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ اور حضرت سعید بن العاصؓ اور حضرت عبدالرحمن بن حارث بن ہشامؓ کو کہ صرف لغت قریش پر قرآن پاک کو جمع کریں اور ان مصحف کو سامنے رکھیں جو حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں تیار کئے گئے تھے اور اس وقت حضرت حفصہ کے پاس تھے حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد سے اور اب اس لکھنے کے کام میں ان سب حضرات کا سردار حضرت زید بن ثابتؓ کو قرار دیا چنانچہ ان حضرات نے چھ مصحف جمع فرمائے اور ان کے سوا باقی سب صحیفوں کو جلادینے کا حکم دیا اور سب صحابہ ان چھ کو قبول کرنے پر جمع ہو گئے جو صحابہ کا تب وحی تھے وہ بھی جو حافظ تھے وہ بھی باقی سب بھی اور مختلف اطراف میں یہ چھ نسخے بھیج دیئے اور ہر ایک نسخہ کے ساتھ ایک ایک ماہر حافظ قاری کو بھی بھیجا جو اس علاقہ کے لوگوں کو مختلف قراءات متواترہ اور مشہورہ پڑھائے یہ ایسی قراءات ہیں جن کا کتابت بھی احتمال رکھتی ہے حضرت زید بن ثابتؓ کو حکم دیا کہ وہ اہل مدینہ کو مدنی مصحف پڑھائیں جو مدینہ منورہ میں رکھا گیا تھا حضرت عبداللہ بن السائبؓ کو مصحف کے ساتھ اہل مکہ کو پڑھانے کے لئے بھیجا حضرت مغیرہ بن ابی شہابؓ کو بل شام کے لئے جو مصحف تھا اس کے ساتھ بھیجا اور اس مصحف کا نام شامی ہوا ایسے ہی مدنی اور کوفی اور بصری نام ہوئے ان مصاحف

باب انزل القرآن علی سبعة احرف

غرض یہ بیان فرمانا ہے کہ سات لغات میں سے جس لغت میں چاہے قرآن پاک پڑھ لے پہلے اس کی اجازت تھی پھر سب سب لغات کی تفسیر میں چالیس قول ہیں ان میں سے چھ اہم اقوال یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔ پوری تفصیل دیکھنی ہو تو علامہ سیوطی کی تالیف الاتقان میں دیکھ لی جائے وہ چھ اہم قول یہ ہیں۔ ۱۔ اور یہ پہلا قول سب سے زیادہ رائج ہے کہ پہلے آسانی کے لئے سات لغات میں قرآن پاک پڑھنے کی اجازت دے دی گئی تھی اگرچہ نزول صرف لغت قریش ہی میں ہوا تھا۔ پھر جب سب نے لغت قریش میں پڑھنا سیکھ لیا تو باقی لغات منسوخ ہو گئیں اور صرف لغت قریش میں پڑھنے کی اجازت باقی رہ گئی اور موجودہ سات متواتر قرائتیں اور تین مشہور قرائتیں کل دس قرائتیں پھر ہر ہر قرأت کی دو دور روایتیں کل بیس روایتیں اور ہر ہر روایت کے چار چار طرق کل اسی (۸۰) طرق یہ سب لغت قریش کے اندر ہی ہیں وہ سات لغات یہ ہیں۔ قریش، ثقیف، طی، حوازن، ہزیل، یمن اور تمیم۔ ۲۔ دوسرا قول انزل القرآن علی سب سب لغات کی تفسیر میں یہ ہے کہ قریش کی سات شاخیں مراد ہیں جن کو بطون قریش کہتے ہیں کہ ان کی لغات میں پڑھنے کی اجازت تھی۔ ۳۔ سات قرائتیں مراد ہیں۔ ۴۔ سات اقلیمیں مراد ہیں کہ قرآن پاک کا حکم سات کی سات اقلیموں پر جاری ہوتا ہے یعنی پوری دنیا پر جاری ہوتا ہے۔ دنیا کا جو پرانا آباد حصہ ہے اس کو ربع مسکون کہتے تھے۔ کیونکہ دنیا میں تین حصہ پانی اور سمندر ہے اور ایک حصہ میں خشکی ہے۔ پھر خشکی بھی پہلے ساری آباد نہ تھی کچھ حصہ آباد تھا کچھ بے آباد تھا صرف آباد حصہ کو ربع مسکون کہتے تھے۔ پرانے اہل بیت نے اس آباد حصہ کو سات لے لے حصوں میں تقسیم کیا تھا اس لحاظ سے کہ ان کا موسم تقریباً ایک جیسا رہتا تھا ہر حصے کو اقلیم کہتے تھے مزید تفصیل تصریح وغیرہ بیت کی کتابوں میں ہے۔ ۵۔ قرآن پاک میں سات قسم کے معانی و مضامین ہیں۔ امر، نہی،

او مصحف ان یحرق:۔ خاء مجہدہ اور خاء مہملہ دونوں کے ساتھ یہ لفظ ثابت ہے بخرق اور حرق۔ اس جلانے یا پھاڑنے کی دو وجہیں ہیں۔ ۱۔ صرف منسوخ التلاوات آیات کو یا تفسیر سے ملی ہوئی آیات کو یا غیر قریش لغات کو یا قراءات شاذہ کو جلایا یا پھاڑا گیا تھا۔ ۲۔ رائج یہ ہے کہ ان نئے لکھے ہوئے مصاحف کے سوا سب موجود مصاحف اور صحف کو ضائع کرنے کا حکم دیا تھا ظاہر الفاظ سے یہی نکلتا ہے اس لئے یہی رائج ہے اور اس ضائع کرنے سے مقصود ۱۔ قرآن پاک کے حروف کو پاؤں کے نیچے آنے سے بچانا مقصود تھا۔ ۲۔ دوسرا مقصد یہ تھا کہ دشمن شک میں نہ ڈالیں کہ دیکھو یہ بھی تو قرآن تھا اس کو کیوں چھوڑا دیا گیا۔

فائدہ ۱۰۔ نقطے اور اعراب زیر و بر وغیرہ اور تیس پارے بنانا اور سات منزلیں بنانا اور رکوع مقرر کرنا یہ سب جائز ہے کیونکہ اس میں صرف آسانی مقصود ہے اس سے کسی لفظ میں کمی بیشی لازم نہیں آتی۔ ۲۔ شیعہ کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ ایک قرآن حضرت علیؓ کے پاس موجود تھا جو اس ہمارے قرآن پاک کے خلاف تھا لیکن شیعہ کا یہ قول باطل ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو حضرت علیؓ اپنی خلافت کے زمانہ میں ضرور ظاہر فرماتے اور یہ ظاہر فرمانا صحیح احادیث میں منقول ہوتا حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

فقدت اية من الاحزاب حين نسخنا

المصحف:۔ یہاں مصحف کے لفظ سے بظاہر شبہ ہوتا ہے کہ حضرت زید بن ثابت نے حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں یہ آیت گم پائی تھی لیکن صحیح یہ ہے کہ یہاں مصحف صحف ہی کے معنی میں ہے اور یہ گم پانا حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ میں تھا کیونکہ یہ کہنا ناممکن ہے کہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ تک قرآن پاک ناقص ہی رہا۔

باب کاتب النبی صلی اللہ علیہ وسلم

غرض وحی کے کاتبین کا ذکر فرمانا ہے لیکن چونکہ امام بخاری کو حضرت زید بن ثابت کے سوا باقی کاتبین کی کوئی روایت اپنی شرط پر نہیں ملی اس لئے کاتب مفرد کا صیغہ استعمال فرمایا۔

ہے۔ وما یضرک: جیسا بھی کفن ہومرنے کے بعد تجھے اس کا کیا احساس ہوگا۔ لعلی أولف القرآن علیہ: یہی محل ترجمۃ الباب ہے اسی بات کو بیان کرنے کے لئے اس حدیث کو اس باب میں لائے ہیں پھر حضرت عائشہ نے جو فرمایا کہ ولما یضرک آیت قرأت کہ جس ترتیب سے بھی پڑھ لو نقصان نہیں ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز میں اور نماز سے باہر جس ترتیب سے بھی پڑھ لو گناہ نہیں ہے سورتوں کی ترتیب کا لحاظ مستحب ہے واجب نہیں ہے پھر یہاں دو قول ہیں ایک یہ کہ یہ سوال جواب حضرت عثمان کی ترتیب والے مصاحف مختلف علاقوں میں پہنچنے سے پہلے پائے گئے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ پہنچنے کے بعد پائے گئے پہلا قول صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت یوسف بن ماہک نے ترتیب عثمانی سے پہلے کا زمانہ نہیں پایا اس لئے صحیح یہی ہے کہ اگرچہ حضرت عثمان کا مصحف عراق میں پہنچ چکا تھا لیکن عراق میں ابھی حضرت ابن مسعود کی ترتیب والا مصحف بھی باقی تھا اور انہوں نے اپنی ترتیب سورتوں کی چھوڑنے سے اور اپنے مصحف کو جلانے سے انکار کر دیا تھا اور اس سوال کرنے والے عراقی کے پاس ابن مسعود والی ترتیب والا مصحف موجود تھا اور یہ سائل مصحف عثمانی والی مشہور ترتیب کے ساتھ پڑھنا چاہتے تھے۔ اذئاب الناس الی الاسلام: جب لوٹے لوگ اسلام کی طرف اور اسلام کے اعمال سب کے رگ و ریشہ میں خوب سرایت کر گئے۔ فقام عبد اللہ ودخل معه علقمة: یعنی حضرت عبد اللہ بن مسعود مجلس سے اٹھے اور اپنے گھر میں داخل ہو گئے اور ان کے ساتھ حضرت علقمہ بھی گھر میں داخل ہوئے پھر حضرت علقمہ باہر تشریف لائے تو ہم نے ان سے پوچھا۔ اخرهن من الحوامیم حم دخان و عم یتساء لون: یہ ترتیب صرف حضرت عبد اللہ بن مسعود کی تالیف میں تھی۔

باب کان جبریل یعرض القرآن

علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ایک دوسرے کو قرآن پاک سنانے کا ذکر کرنا مقصود ہے اور اس

امثال وعدہ وعید قصص موعظہ۔ ۶ قرآن پاک میں سات قسم کے معانی و مضامین ہیں۔ امر نہی امثال حلال حرام۔ محکم متشابه۔ حتی انتھی الی سبعة احرف: اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ سات لغات میں پڑھنے کی اجازت دی گئی تھی لیکن پھر کیا ہوا اس کی دو تقریریں ہیں۔ ۱۔ عرضہ اخیرہ میں جب آخری رمضان المبارک میں حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرآن پاک کا دور کیا تو قریش کے سوئی باقی لغات میں پڑھنے کی اجازت منسوخ کر دی گئی اور اس منسوخ ہونے کا اظہار و اعلان حضرت عثمان کے زمانہ خلافت میں کیا گیا جبکہ صرف لغت قریش پر قرآن پاک لکھا گیا اور باقی لغات والے مصاحف کو ضائع کر دیا گیا۔ ۲۔ امت کو اختیار دیا گیا تھا سات لغات میں جیسے کفارہ یمن میں اختیار ہے چاہو تو غلام آزاد کرو چاہو تو دس مسکینوں کو کھانا کھلا دو چاہو تو دس مسکینوں کو کپڑے پہنا دو پھر امت نے ان چھ لغات میں سے صرف لغت قریش کو اختیار کر لیا تاکہ اختلاف واقع نہ ہو اور جو اختلاف ہو چکا ہے وہ بھی ختم ہو جائے اور امت کا یہ اختیار کرنا ظاہر ہوا حضرت عثمان کے زمانہ خلافت میں اس اور سرے پکڑ لوں۔

باب تالیف القرآن

غرض آیات کی ترتیب کا بتلانا ہے۔ آیات کی ترتیب میں تو اجماع ہے کہ سماعی اور توقیفی ہے کہ خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان فرمانے سے ثابت ہے اور سورتوں کو ترتیب میں تین قول ہیں۔ ۱۔ سب سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے۔ ۲۔ سب کی اجتہادی ہے حضرات صحابہ کے اجتہاد سے ہے۔ ۳۔ سورہ انفال اور سورہ توبہ کی اجتہادی ہے اور باقی سب سورتوں کی توقیفی ہے اور یہ تیسرا قول ہی راجح شمار کیا گیا ہے۔ اذ جاء ہا عراقی:۔

عراق کے کوئی صاحب تھے ان کا نام شروح میں مذکور نہیں ہے۔ ای الکفن خیر: یعنی کپڑوں کی کتلی کے لحاظ سے یا رنگ کے لحاظ سے یا کپڑے کی نوع کے لحاظ سے کونسا کفن بہتر

کی تفصیل بخاری شریف کے سب سے پہلے باب میں گزر چکی ہے۔

باب القراء من اصحاب النبی ﷺ

قراء صحابہ کا ذکر مقصود ہے۔ فمأسمعت رادا يقول غير ذلك:۔ یعنی سب نے ان کی بات کو تسلیم فرمالیا۔
اتجمع ان تكذب بكتاب الله وتشرب الخمر:۔ غرض یہ ہے کہ تو دو گناہ کر رہا ہے۔ ۱۔ انکار قرآن
۲۔ شرب خمر۔ فضر به الحد:۔ ظاہر یہی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اس وقت اس علاقہ کے گورنر بھی تھے اس لئے حد لگائی کیونکہ حد لگانا حکومت کا کام ہوتا ہے۔ قال اربعة:۔ غرض یہ ہے کہ مکمل لکھنے والے یہ چار ہیں اگرچہ صرف یاد کرنے والے بہت سے تھے۔ ابو زید:۔ ان کا نام سعد بن عبید تھا۔
لم يجمع القرآن غير اربعة:۔ ایک توجیہ یہ بھی ہے کہ سب قراءات کے ساتھ جمع کرنے والے یہی چار تھے۔ سوال اس روایت میں حضرت ابی بن کعب کی جگہ حضرت ابوالدرداء ہیں۔ جواب۔ ۱۔ ترجیح گذشتہ روایت کو ہے۔ ۲۔ یہاں اس سامع کا رد مقصود ہے جو یہ کہتا تھا کہ حضرت ابولدرء نے جمع نہیں فرمایا اور حصر اضافی ہے مبالغہ کو حضرت الدرداء نے اتنا زیادہ جمع کیا کہ گویا اوروں نے جمع ہی نہیں کیا سوائے ان تین کے۔

باب فضل فاتحة الكتاب

اب یہاں سے بعض سورتوں کے خصوصی فضائل بیان فرمانا چاہتے ہیں۔ سلیم:۔ سانپ کے ڈسے ہوئے کو نیک فالی کے طور پر سلیم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو بچالیں۔ غیب:۔ اور غیب بھی ایک روایت میں ہے دونوں نبی ہیں غائب کی۔ ما کنانابه برقية:۔ ہم ان پر تعویذ گندے کی تہمت نہ لگاتے تھے یعنی ہمیں پتہ نہ تھا کہ ان کو تعویذ گندا کرنا آتا ہے۔
من قرأ بالآيتين من آخر سورة البقرة:۔ یعنی امن الرسول سے اخیر سورت تک۔ کفتاہ:۔ ۱۔ اس کے وظیفہ کی جگہ کافی ہو جائیں گی۔ ۲۔ بہت زیادہ ثواب کے لئے کافی ہو

جائیں گی۔ ۳۔ جب سورہ فاتحہ کے ساتھ ملا کر پڑھے گا تورات کی عبادت سے کافی ہو جائیں گی۔ ۵۔ سورہ کہف اور آیت الکرسی کی تلاوت نہ کرنی پڑے گی ان کی جگہ یہی دو آیتیں کافی ہو جائیں گی۔ یحثو من الطعام:۔ دونوں ہاتھ بھر کر لے جانے لگا۔ حصان:۔ عمدہ گھوڑا۔ تلک السکینۃ تنزلت بالقرآن:۔ مصداق میں اقوال مختلف ہیں کیونکہ مختلف حضرات کو جو نظر آیا انہوں نے وہ بیان فرمادیا۔ ۱۔ ہوا ہے جس کا چہرہ انسان جیسا ہے۔ ۲۔ ایسی ہوا ہے جس کے دوسرے ہیں۔ ۳۔ ہوا ہے جو بلی جیسی ہے اس کے دو پر بھی ہیں۔ ۴۔ ایک جلا نور بلی جیسا ہے اس کی آنکھوں میں شعاع ہے اگر لڑائی کے موقعہ میں ظاہر ہو جائے تو لشکر کافروں کا بھاگ جاتا ہے۔ ۵۔ ایک سونے کی طشتری ہے جس میں انبیاء علیہم السلام کے دل دھوئے جاتے ہیں۔ ۶۔ ایک سونے کی طشتری ہے جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تورات اور اپنی لاشی رکھی تھی۔ ۷۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کی ہوئی ایک روح ہے جو لوگوں کے درمیان فیصلہ کرتی ہے۔ ۸۔ رحمت ہے اللہ تعالیٰ کی خصوصی۔ ۹۔ قرآن پاک کی آیات ہیں جن سے سکون نصیب ہوتا ہے۔ ۱۰۔ کوئی مخلوق ہے جس سے سکون نصیب ہوتا ہے۔ ۱۱۔ کوئی مخلوق ہے جس سے سکون اور رحمت نصیب ہوتی ہے۔ بامر اللہ اور اس کے ساتھ فرشتے بھی ہوتے ہیں۔ فزرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاث مرات:۔ حضرت عمرؓ اپنے آپ کو ملامت فرما رہے ہیں کہ اے عمر تو نے گفتگو میں الحاح کیا اصرار کیا مبالغہ کیا یہ گفتگو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوئی تھی۔ فیہ عمرة عن عائشة:۔ اس روایت میں یوں ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعث رجلا علی سریۃ وکان یقرأ لاصحابہ فی صلوة فیتسم بقل هو اللہ احد الحدیث و فی اخرہ خبر و ان اللہ مجبہ یہ روایت تفصیل سے صحیح بخاری کی آخری کتاب جو کتاب التوحید ہے اس میں ہے یہاں مختصراً ذکر فرمائی تاکہ تکرار لازم نہ آئے اور بعض

تعالیٰ کے انوار و تجلیات ظاہر ہوتے ہیں اور فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ سوال۔ اس روایت میں سیکینہ کا تو ذکر ہے ہی نہیں پھر باب میں سیکینہ کا ذکر کیوں فرمایا۔ جواب۔ ۱۔ امام بخاری یہ اشارہ فرما رہے ہیں کہ اس ظلم یعنی بادل میں سیکینہ تھی۔ ۲۔ رحمت کے فرشتوں کے ساتھ ہمیشہ سیکینہ ہوتی ہے اور سیکینہ کے مصداق کے متعلق اقوال مختلفہ عنقریب گزر چکے ہیں۔

باب من قال لم یترک النبی صلی اللہ علیہ وسلم

الامابین الدفتین

یہ باب شیعہ کے رد کے لئے ہے جو کہتے ہیں کہ بہت سا قرآن پاک نعوذ باللہ ضائع ہو چکا ہے جس میں حضرت علیؑ کے بلا فصل خلیفہ بننے کے حق کا ذکر تھا اس حصہ کو نعوذ باللہ حضرات صحابہ کرام نے چھپالیا تھا یہ سب حضرات صحابہ کی پاک ہستیوں پر بہتان ہے جو مردود ہے اور باطل محض ہے۔ حضرات صحابہ کرام اس سے پاک ہیں۔ ماترک الامابین الدفتین:۔ اس کے مختلف معانی کئے گئے ہیں۔ ۱۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا ہوا قرآن پاک وہی چھوڑا تھا جو بعد میں کتابی شکل میں لکھ لیا گیا اور دو گتوں کے درمیان یکجا محفوظ کر لیا گیا۔ ۲۔ کسی کو خلیفہ بلا فصل بنانے کی وصیت نہیں لکھوائی صرف وہی چیز لکھوائی جو قرآن پاک کی شکل میں دو گتوں کے درمیان محفوظ کر لی گئی۔ ۳۔ صرف قرآن پاک چھوڑا دنیا کا مال بطور وراثت کے نہ چھوڑا۔ ۴۔ حدیث قرآن پاک ہی کی شرح ہے اس لئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی علوم چھوڑے جو قرآن پاک میں ہیں جیسا کہ قصیدہ بدالامالی میں ہے۔

جميع العلم فى القرآن لكن

تقاصر عنه افهام الرجال

باب فضل القرآن على سائر الكلام

غرض یہ ہے کہ ان الفاظ کے ساتھ ایک مرفوع حدیث آتی ہے لیکن میری شرط پر نہیں ہے اور وہ حدیث امام ابن عدی نے اپنی کتاب میں نقل کی ہے اس کتاب کا نام کامل ہے عن ابی ہریرۃ

نسخوں میں یہاں مختصراً بھی نہیں ہے۔ انہا لتعدل ثلث القرآن:۔ اس کے مختلف معانی کئے گئے ہیں۔ ۱۔ اس کا ثواب ایسے قرآن پاک کے ثواب کا تیسرا حصہ ہے جس میں یہ سورت نہ پڑھی جائے۔ ۲۔ مضامین کے لحاظ سے سورہ اخلاص تیسرا حصہ ہے کیونکہ قرآن پاک میں تین قسم کے مضامین ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفات، قصص اور احکام اور قل ہوا اللہ احد میں آقا کی صفات ہیں۔ ۳۔ اس سورت کا ثواب تضعیف کے ساتھ لیا جائے اور پورے قرآن پاک کی تلاوت کا ثواب بلا تضعیف لیا جائے تو پھر یہ ثلث قرآن کے برابر ہو جاتا ہے۔ ۴۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کا ذکر بھی ہے صفات کا ذکر بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کے افعال مختلفہ کا ذکر بھی ہے اور سورہ اخلاص میں صرف صفات کا ذکر ہے اس لحاظ سے اس کو ثلث کے برابر قرار دیا۔ ۵۔ اقرار تو حید کا ثواب ثلث قرآن کی تلاوت کے برابر ہے اور اس سورت میں بھی اقرار تو حید ہے۔ قل ہوا اللہ احد اس لئے اس سورت کی تلاوت کا ثواب ثلث قرآن پاک کی تلاوت کے ثواب کے برابر ہے۔ ۶۔ یہ تفصیلت صرف اسی صحابی کی ہے جس کا اس حدیث پاک میں ذکر ہے اور وہ حضرت قتادہ بن العمان ہیں وہ تلاوت فرمانے والے ہیں اور سامع حضرت ابوسعید خدری ہیں جو اس حدیث کے راوی ہیں۔ انہوں نے سن کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر فرمایا کہ قتادہ تو بہت تھوڑی تلاوت کر رہے تھے صرف قل ہوا اللہ احد والی سورت کو ہی بار بار پڑھ رہے تھے تلاوت کے تھوڑے ہونے کا ذکر مقصود تھا سورت کی تحقیر مقصود نہ تھی۔ ۷۔ بعض حضرات نے اس حدیث پاک کو کہ سورہ اخلاص ثلث قرآن کے برابر ہے مشابہات میں سے شمار فرمایا ہے۔ سوال۔ مسند ابن وہب میں ہے عن ابی سعید مرفوعاً انہا لتعدل ثلث القرآن اونصفہ۔ جواب۔ ۱۔ یہ شک راوی ہے صحیح ثلث ہی ہے۔ ۲۔ یہ روایت ہی ضعیف ہے۔

باب نزول السکینۃ والملئکۃ عند قرأۃ القرآن
غرض یہ بیان فرمانا ہے کہ تلاوت قرآن پاک کے وقت حق

افضلکم من تعلم القرآن او علمہ:۔ یہاں اتونوع کے لئے ہے یعنی دونوں میں سے ہر ایک کی بڑی فضیلت ہے پھر فقہ سیکھنا اور سکھانا الفاظ قرآن پاک پڑھنے اور پڑھانے سے بھی زیادہ فضیلت کا کام ہے کیونکہ معنی قرآن کا الفاظ قرآن سے بھی افضل ہے اور حدیث الفاظ اور معانی دونوں کو شامل ہے۔

فقد زوجتکھا بما معک من القرآن:۔ اس حدیث پاک سے امام بخاری استنباط فرما رہے ہیں کہ جو شخص قرآن پاک سیکھ لے اور چند سورتیں یاد کر لے اس کی شان بلند ہو جاتی ہے اور وہ نکاح کا اہل بھی ہوتا ہے۔

باب القراءة عن ظهر القلب

غرض حفظ کی فضیلت کا بیان ہے۔

قال سهل ماله رداء فلها نصفه:۔ یہ عبارت مدرج ہے معنی یہ ہیں کہ وہ صاحب آدمی چار بطور مہر کے دینا چاہتے تھے۔

باب استذکار القرآن و تعاہدہ

غرض یہ ہے کہ قرآن پاک حفظ کرنے کے بعد اس کا دور کرنا اور کثرت سے تلاوت کرنا بہت ضروری ہے ورنہ بھول جاتا ہے۔

بنس مالا حدهم ان يقول نسیت آية کیت و کیت:۔ غرض یہ ہے کہ یہ الفاظ خلاف ادب ہیں کیونکہ ان سے شبہ ہوتا ہے کہ جان بوجھ کر کوتاہی کی ہے اور قرآن پاک بھلا دیا ہے۔

باب القراءة على الدابة

غرض اس شخص کا رد ہے جو جانور پر سواری کرنے کی حالت میں تلاوت کو مکروہ قرار دیتا ہے اور اس باب کی حدیث کی تائید اس آیت سے بھی ہوتی ہے لتستوا علی ظہورہ ثم تذکر وانعمة ربکم اذا استویتم علیہ۔

باب تعلیم الصبیان القرآن

غرض اس شخص کا رد ہے جو عقل سے پہلے بچوں کی تعلیم کو مکروہ قرار دیتا ہے۔

مرفوعاً بفضل القرآن علی سائر الکلام کفضل اللہ علی خلقہ۔ پھر اس مضمون کے قریب قریب بہت سی احادیث ہیں لیکن امام بخاری وہی لائے ہیں جو ان کی شرط پر ہیں۔ مثل الذی یقرأ القرآن:۔ اس پہلی مثال میں مومن مخلص مراد ہے اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ آگے فاجر کا ذکر ہے جو عملاً منافق ہوتا ہے۔

باب الوصایة بکتاب اللہ عزوجل

غرض اس وصیت کا بیان ہے جس میں قرآن پاک کی تلاوت اور سمجھنے اور پڑھانے اور اس کے احکام پر عمل کرنے کی تاکید ہے۔

باب من لم یتغن بالقرآن

غرض اس حدیث کا بیان ہے جو ان نظموں کے ساتھ وارد ہے من لم یتغن بالقرآن فلیس منا اور اس حدیث کو امام بخاری اپنی اس صحیح جلد ثانی کے اواخر میں کتاب الاحکام میں لائیں گے یہاں اس لئے نہیں لائے کہ تکرار نہ لازم آجائے پھر یہاں اسی ترجمۃ الباب والی حدیث کے دو معنوں کی طرف بھی اشارہ فرما رہے ہیں۔ ۱- استغناء اور اس معنی کی طرف اشارہ آیت میں بھی ہے جو یہاں لائے ہیں اور دوسری مسند حدیث میں بھی ہے جو یہاں لائے ہیں۔ ۲- تحسین صوت اور اس کی طرف اشارہ اس مسند حدیث میں ہے جو یہاں پہلے لائے ہیں۔ وقال صاحب لہ:۔ حضرت ابوسلمہ راوی کے ساتھی نے فرمایا اور وہ ساتھی حضرت عبدالحمید بن عبدالرحمان ہیں اس کو علامہ زبیدی نے بیان فرمایا ہے۔ قال سفیان تفسیرہ یستغنی بہ:۔ یہاں ابن عیینہ مراد ہیں۔

باب اغتباط صاحب القرآن

غرض صاحب قرآن کی فضیلت بیان فرمانا ہے کہ اس پر غبطہ کی جاتی ہے کہ دوسرے لوگ بھی اس جیسا بننا چاہتے ہیں۔

باب خیر کم من تعلم القرآن و علمہ

غرض اس حدیث کا بیان ہے۔

ذاک الذی اقعدنہ مقعدی هذا:۔ ذاک کا اشارہ تعلیم قرآن کی فضیلت والی حدیث کی طرف ہے۔ ان

تو فی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا ابن عشر سنین و قدقرأت المحکم:۔ سوال اس روایت میں تو عند الوفات حضرت ابن عباس کی عمر دس سال کی مذکور ہے دوسری روایات میں ۱۳ اور ۱۴ اور ۱۵ آئی ہے۔ جواب۔ ۱۔ یہاں دس سال کا تعلق وقد قرأت المحکم کے ساتھ ہے۔ وفات کے ساتھ نہیں ہے۔ ۲۔ وفات کے وقت عمر کے ۱۳ سال پورے ہو چکے تھے اور چودھواں شروع تھا اور پندرہ سال کا ذکر جبر کسر ہے کہ تقریبی حساب میں کسر کے بعد والے بڑے عدد کو بھی ذکر کر دیا کرتے ہیں اس وجہ میں پندرہ کا ذکر صحیح ہے اور دس سال کے ذکر میں الغاء کسر ہے کہ دس سال کو لے لیا اور زائد چھوٹے عدد کو چھوڑ دیا پھر اس حدیث میں محکم اور مفصل کو ایک قرار دینا یہ حضرت ابن عباس کی اپنی اصطلاح ہے۔ حضرت اصولیین کی اصطلاح میں دونوں الگ الگ ہیں۔

باب نسیان القرآن وهل يقول

نسیت وآية كذا وكذا

یہ استفہام انکاری ہے غرض یہ ہے کہ ایسا نہ کہے اور اصل انکار اس پر ہے کہ جان بوجھ کر کوتاہی کرے کہ قرآن پاک بھول جائے۔

باب من لم يرباسا ان يقول سورة

البقرة وسورة كذا وكذا

اس شخص کا رد مقصود ہے جو سورة البقرة کہنے کو مکروہ قرار دیتا ہے اس شخص کا استدلال طبرانی کی روایت سے ہے عن انس مرفوعاً لا تقولوا سورة البقرة ولا سورة آل عمران ولا سورة النساء ولكن قولوا السورة التي تذكر فيها البقرة لیکن طبرانی کی اس روایت کو ابن الجوزی نے موضوعات میں سے شمار کیا ہے اس لئے استدلال صحیح نہ رہا۔ فکدت اساورہ:۔ میں قریب تا کہ اس کو سر سے پکڑ لیتا۔

باب الترتیل فی القراءة

غرض میں دو تقریریں ہیں۔ ۱۔ ترتیل کے معنی ہیں حروف اور حرکات صاف ہوں اور اس معنی کے لحاظ سے ترتیل واجب

ہے۔ ۲۔ الفاظ صاف ہوں اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھے اس معنی کے لحاظ سے ترتیل مستحب ہے اور اس معنی کے مقابلہ میں تیز پڑھنے کو حذر اور درمیانی رفتار سے پڑھنے کو تدویر کہتے ہیں۔ ان یہذا کھذا الشعر:۔ اس کے معنی کانٹے کے ہوتے ہیں جیسے شعر یاد کرتے وقت یا صرف واقعہ بیان کرتے وقت تیز تیز پڑھے جاتے ہیں البتہ جب گانے کے طور پر شعر پڑھتے تھے تو آہستہ آہستہ پڑھتے تھے۔ من ال حم:۔ اس کے معنی ہیں من قبیل حم۔

باب مدالقرأة

غرض یہ کہ مد کے موقعہ میں مد کرنی مستحسن ہے۔ یہی معنی حدیث پاک کے بھی ہیں کہ اپنے موقعہ میں مد فرماتے تھے۔

باب الترجیع

غرض یہ ہے کہ مد کے موقعہ میں پوری مد کرنا مستحسن ہے یہی حدیث مذکور کے ایک معنی ہیں دوسرے معنی یہ ہیں کہ اونٹنی پر سوار ہونے کی وجہ سے مد میں کچھ وقفے سے بن رہے تھے دونوں معنی میں مقصود تحسین صوت ہے۔

باب حسن الصوت بالقراءة

غرض یہ کہ تحسین صوت مطلوب و مستحسن ہے حضرت عمر اچھی آواز والے کو مقدم فرماتے تھے۔

باب من احب ان يسمع القرآن من غيره

غرض یہ ہے کہ یہ بھی مستحب ہے کہ دوسرے سے قرآن پاک سنے کیونکہ بعض دفعہ اس میں نشاط زیادہ ہوتا ہے۔

باب قول المقرئ للقاری حسبک

غرض یہ کہ استاد شاگرد سے کہے کہ اب پڑھنا بند کر دو تو یہ بھی خلاف ادب نہیں ہے۔

باب فی کم یقرأ القرآن

غرض مدت کا بیان ہے کہ کم از کم کتنے دنوں میں قرآن پاک ختم کرنا چاہئے اور اس شخص پر رد کرنا ہے کہ جلدی سے جلدی

عارفین کی صفت ہے اور صالحین کا شعار ہے اور اس کی تائید سجدہ کی دو آیتوں سے ہوتی ہے جو چند ہویں اور سولہویں پارہ میں ہیں۔ ۱۔
يَخْرُونَ لِلْأَذْقَانِ يَكُونُ ۲۔ خروا سجداً وبكياً۔

باب من رايابقرة القرآن

اوتاكل به او فجر به

غرض ایسے شخص کی مذمت ہے جو دکھاوے کے لئے تلاوت کرے یا پیسے کمانے کے لئے تلاوت کرے یا قرآن پاک کے خلاف عمل کرے۔ ویتما رى فى الفوق: تیر کے پچھلے کنارہ کو جو کمان کے دھاگے سے ملا ہوا ہوتا ہے فوق کہتے ہیں معنی یہ ہوئے کہ تیر چلانے والا شک کرتا ہے کہ فوق پر خون ہے یا نہ یا معنی یہ ہیں کہ اس حدیث کے راوی کو شک ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث پاک میں فوق کا ذکر فرمایا تھا یا نہ۔

باب اقرءوا القرآن ما اختلفت قلوبكم

جب تک شوق ہو تلاوت کرو جب تھک جاؤ تو کچھ دیر آرام کر لو یہ مسئلہ بتلانا چاہتے ہیں۔ امام بخاری پھر اس باب کی حدیث میں جو ارشاد ہے فاذا اختلفتم فقوموا عنہ اس کے معنی کئے گئے ہیں۔ ۱۔ جب تھک جاؤ تو اٹھ جاؤ اور کچھ آرام کر لو پھر جب شوق پیدا ہو تو دوبارہ پڑھو۔ ۲۔ جب جہالت سے قرأت میں دو شخص جھگڑنا شروع کر دیں کہ یہ قرآن ہے یا نہ اور خطرہ ہو کہ کوئی قرآن کے کسی حصہ کا انکار کر دے گا تو اٹھ جاؤ تاکہ انکار قرآن لازم نہ آئے یہ جھگڑا اسی وقت ہوتا ہے جبکہ دونوں جھگڑنے والے فن اختلاف قرأت سے جا مل ہوں یا ایک جا مل ہو کیونکہ جب دونوں ماہر اور واقف ہوں تو وہ جانتے ہیں کہ کون سے الفاظ ثابت ہیں اور کون سے ثابت نہیں ہیں۔ وجندب اصح واكثر: غرض یہ ہے کہ بعض نے اس روایت میں آخری راوی حضرت جندب کو قرار دیا ہے اور بعض نے حضرت عمر کو اور راجح پہلا قول ہے پھر ان کی روایت بھی دو طرح ہے موقوف اور مرفوع اور راجح مرفوع ہے۔ کتاب النکاح: یعنی ہذا کتاب فی بیان احکام النکاح۔

چالیس دن میں ختم کرنا چاہئے پھر جو بعض احادیث سے شبہ ہوتا ہے کہ ایک دن رات میں قرآن پاک ختم نہ کرنا چاہئے تو وہ صرف شفقت کے طور پر ہے کوئی قوی ہو شوق والا ہو تو اس کے لئے ممانعت نہیں ہے۔ قال لی ابن شبرمة: یہ بزرگ مشہور تابعی ہیں اور ہمارے امام ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں۔ فقلت لا ينبغي لاحد ان يقرأ اقل من ثلث ايات:۔

اس کے دو معنی کئے گئے ہیں۔ ۱۔ ہر روز نماز کے علاوہ تین آیتیں تو ضرور پڑھ لیا کرے۔ ۲۔ نماز کی ہر رکعت میں کم از کم تین آیتیں ہونی چاہئیں۔ کنہ: بیوی بیٹے کی جس کو ہم بہو کہتے ہیں۔ کنفاً: اس کے معنی ستر اور جانب کے ہیں یعنی ابھی تک میرے لئے پردہ کی جگہ تلاش نہیں کی اور ابھی تک میری طرف کوئی توجہ ہی نہیں کی۔ دن رات میرے خاوند عبادت ہی میں رہتے ہیں۔ قال افطر يومين وصم يوماً: اس پر بظاہر اشکال ہے کہ یہ صورت تو اس سے پہلی صورت سے بھی آسان ہے جس میں ایک ہفتہ میں تین روزے بنتے تھے کیونکہ اس صورت میں ہفتہ میں تقریباً دو روزے بنے۔ جواب ۱۔ پہلی صورت میں تین روزے رکھ کر پھر مسلسل چار دن افطار ہے اس میں بہت آسانی ہے دو دن افطار اور ایک دن روزہ سے بھی زیادہ آسانی ہے۔ ۲۔ یہ صورت پہلے ذکر فرمائی تھی اور ہفتہ میں تین روزوں کی بعد میں ذکر فرمائی تھی کسی راوی سے تقدیم و تاخیر ہوئی ہے۔ والذى يقرأه يعرضه من النهار: یہ ماقبل ہی کی تفسیر ہے کہ قرآن پاک کا ساتواں حصہ دن میں کسی کو سنالیتے تھے پھر وہی رات کو نفلوں میں پڑھ لیتے تھے اس میں بہت آسانی رہتی تھی۔ وقال بعضهم فى ثلث: یعنی بعض راویوں نے آخری درجہ حضرت ابن عمر کی تلاوت کا تین دن میں ختم کا ذکر کیا ہے اور بعض نے پانچ دن میں لیکن زیادہ نے سات دن میں ہی نقل کیا ہے۔

باب البكاء عند قراءة القرآن

غرض یہ ہے کہ تلاوت کے ساتھ رونا مستحب ہے کیونکہ یہ

پڑھیں اور رای کا فاعل حضرت عثمان کو مانیں تو لفظ حاجۃ کے بعد الی جارہ ہے۔ اشار کا فاعل وہی ہے جو رای کا فاعل ہے۔
شباب:۔ یہ جمع ہے شباب کی۔

باب من لم يستطع الباءة فليصم

غرض اس حدیث کو بیان فرمانا ہے۔

باب كثرة النساء

غرض یہ ہے کہ جو حقوق ادا کر سکتا ہو اس کے لئے ایک سے زائد عورتوں سے نکاح کرنا بھی بیک وقت جائز ہے لیکن چار سے زائد ایک وقت میں نکاح میں نہیں آ سکتیں۔

حضر نافع ابن عباس جنازة ميمونة بسرف:۔
یہ واقعہ کس سن کا ہے تین قول ہیں۔ ۱- (۵۰ھ) ۲- (۵۳ھ)۔
۳- ۶۶ھ۔ فاذا رفعتم نعشها فلا تزعوها ولا تزلزلوها:۔ جب تم اس چار پائی کو اٹھاؤ جس پر میت کو رکھا جاتا ہے تو اس کو دائیں بائیں بلا مجبوری حرکت نہ دو اور نہ جھٹکے دو۔ کان یقسم لثمان:۔ سوال۔ بخاری شریف کتاب الطہارۃ میں حضرت انس سے ۱۱ ازواج مطہرات پر طواف فرمانا اور ان کے پاس باری باری جانا مذکور ہے اور یہاں آٹھ کا ذکر ہے۔ یہ بظاہر تعارض ہے۔ جواب۔ ۱- نکاح آگے پیچھے ہوئے ہیں اس لئے کسی زمانہ میں آٹھ کا حق ادا فرماتے تھے اور کسی زمانہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ کا حق ادا فرماتے تھے۔
۲- بعض حضرات نے تین لونڈیوں کو بھی ساتھ شمار فرمایا ہے۔

حضرت ماریہ حضرت ریحانہ اور حضرت فاطمہ بنت شریح۔ ولا یقسم لواحدة:۔ اور یہ حضرت سودہ تھیں یہ زیادہ بوڑھی ہو گئی تھیں تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو طلاق دینے کا ارادہ فرمایا اس پر انہوں نے عرض کیا کہ میں قیامت کے دن آپ کی ازواج ہی میں اٹھنا چاہتی ہوں اس لئے مجھے طلاق نہ دیں میں نے اپنی باری حضرت عائشہ کو دے دی یہ بات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمائی۔ سوال۔ مسلم شریف میں ایک روایت

رابطہ یہ ہے کہ پیچھے کتاب التفسیر اور کتاب فضائل القرآن میں علم کا ذکر تھا اب کتاب النکاح میں عمل کا ذکر ہے۔

باب الترغيب في النكاح

غرض نکاح کا شوق دلانا ہے اور اس کا استحباب بیان کرنا ہے لیکن اس مقصد کے لئے جو آیت ذکر فرمائی ہے فانکحوا ما طاب لکم من النساء اس کو امام بخاری استحباب پر محمول فرما رہے ہیں لیکن یہ محل اشکال ہے کیونکہ یہاں مقصد عدد کا بیان فرمانا ہے کہ چار سے زائد سے بیک وقت نکاح جائز نہیں ہے۔

اس لئے یہاں امر استحباب کے لئے نہیں ہے جیسا کہ امام بخاری لے رہے ہیں بلکہ صرف اباحت کے لئے ہے۔ ولکنی اصوم وافطر واصلی وارقد:۔ سوال۔ بظاہر تو ہمیشہ روزہ رکھنا اور ساری رات جاگنا اور نماز پڑھنا ہی اولیٰ ہونا چاہئے تھا۔ جواب۔ ۱- اعتدال میں ہی کمال ہے کیونکہ اس میں دوام آسان ہے اور نشاط باقی رہنے سے کیفیت عبادت کی اعلیٰ ہو جاتی ہے اور عمدہ کیفیت کا ثواب زیادہ کمیت اور زیادہ مقدار سے بڑھ کر ہے عمدہ کیفیت کی دو رکعت ہزار رکعت سے بڑھ جایا کرتی ہیں شوق، محبت، خشوع، خضوع، خوف و رجاء کے کمالات کی وجہ سے۔ ۲- خود اگرچہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ عبادت بھی دوام اور عمدہ کیفیات کے ساتھ کر سکتے تھے لیکن امت پر شفقت فرماتے ہوئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتدال ہی کو اپنی سنت بنایا تاکہ امت کے ہر قسم کے لوگ اس پیاری سنت پر آسانی سے عمل کر سکیں۔ اللہم صلی علی محمد النبی الامی وعلی آلہ واصحابہ واتباعہ وبارک وسلم۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من استطاع منکم الباءة فلیتزوج

اس باب کی غرض فوائد نکاح کا بیان ہے۔

فلقیہ عثمان: اسی عثمان بن عفان۔ فلما رای عبد اللہ ان لیس له حاجة الا هذا اشار الی:۔ عبد اللہ کو مرفوع پڑھیں تو لفظ حاجۃ کے بعد الا ہے اور اگر منصوب

میں یہ ہے کہ باری چھوڑنے والی حضرت صفیہ تھیں۔ جواب۔ علامہ نووی نے تصریح فرمائی ہے کہ اس حضرت صفیہ والی روایت میں راوی ابن جریج سے وہم ہو گیا ہے انہوں نے غلطی سے حضرت سودہ کی جگہ حضرت صفیہ کا نام ذکر فرما دیا ہے۔

باب من هاجر او عمل خیر

التزویج امرأة فله مانوی

غرض یہ ہے کہ فاسدنیت سے عمل صالح برباد ہو جاتا ہے۔

باب تزویج المعسر الذی معہ القرآن والاسلام
غرض یہ ہے کہ مسلمان جس کو کچھ قرآن پاک یاد بھی ہو اس کے لئے نکاح کرنا جائز ہے۔

باب قول الرجل لآخیه انظرای

زوجتی شئت حتی انزل لک عنھا

غرض یہ بیان فرمانا ہے کہ یہ بھی ایک بہت بڑا ایثار ہے کہ دو بیویوں والا کسی دینی بھائی کی خاطر یہ پیش کش کرے کہ اگر تم چاہو تو میں ایک بیوی کو طلاق دے دوں اور تم عدت گزرنے کے بعد اس سے نکاح کر لو۔ وضر من صفرة: خوشبو کا اثر۔ وزن نواة من ذهب: تقریباً سوا تولہ سونا۔

باب ما یکره من التبتل والخصاء

غرض یہ ہے کہ عورتوں سے بالکل الگ رہنا اور قدرت کے باوجود نکاح نہ کرنا اور خستین نکال دینا تاکہ شہوت ختم ہو جائے یہ دونوں کام ناجائز ہیں اور یہی پسند ہے۔ شریعت میں کہ امت زیادہ ہو اور جہاد کرنے والے بھی کثرت سے ہوں اور جہاد ہمیشہ باقی رہے۔

ثم رخص لنا ان ننکح المرأة بالثوب: اس

روایت سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کے نزدیک حصة النکاح جائز تھا لیکن یہ اسی پر محمول ہے کہ وہ جواز کے قائل اسی وقت تک رہے جب تک ان کو منسوخ ہونے کا پتہ نہ چلا جب پتہ چل گیا تو رجوع فرمایا اور نسخ کا ذکر روایات میں صراحت ہے کیونکہ تین

قسم کے الفاظ وارد ہیں۔ ۱۔ اثم ترک ۲۔ اثم جاء تحریمھا بعد ۳۔ اثم تخ مزید کچھ تفصیل آگے عنقریب آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ جف القلم بما انت لاق فانخص علی ذلک اوخر:۔ یہ دھمکی ہے خصی ہونے کی اجازت نہیں ہے جیسے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے فمن شاء فليؤمن ومن شاء فليکفر انا اعتدنا للظالمين ناراً یعنی خصی ہونا مناسب نہیں صبر سے کام لو سوال۔ حضرت ابو ہریرہ کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دوام صوم کا مشورہ کیوں نہ دیا۔ جواب۔ وہ پہلے سے کثیر الصوم تھے مزید روزوں کا مشورہ ان کی حالت کے مناسب نہ تھا۔ ۲۔ یہ گفتگو سفر میں ہوئی اور سفر بھی جہاد کا تھا اس لئے روزہ کا مشورہ مناسب نہ تھا۔ صبر ہی کا مشورہ مناسب تھا وہی دیا۔

باب نکاح الابکار

غرض یہ مسئلہ بیان فرمانا ہے کہ باکرہ سے نکاح جائز ہے۔

سرقة حریو:۔ ریشم کا ٹکڑا۔

ان یکن هذا من عند الله يحضه:۔ سوال۔ اس عبارت سے تو بظاہر شک معلوم ہوتا ہے حالانکہ انبیاء علیہم السلام کا خواب بھی وحی ہوتا ہے اور وحی میں شک نہیں ہو سکتا۔ جواب۔ یہ ایک خصوصی طرز گفتگو ہے جس کو صفة تجاہل العارف کہتے ہیں اس میں شک نہیں ہوتا یقین ہی ہوتا ہے۔ صرف صورت شک کے مشابہ ہوتی ہے یہ ایک عمدہ طریق تکلم ہے۔

باب تزویج الثیبات

غرض یہ مسئلہ بیان فرمانا ہے کہ ثیبہ سے نکاح بھی جائز ہے۔

قطوف:۔ ست رفقار والا۔

باب تزویج الصغار من الکبار

غرض یہ مسئلہ بیان فرمانا ہے کہ میاں بیوی کی عمر میں کافی فرق بھی ہو تو پھر بھی نکاح جائز ہے۔

باب الی من ینکح وای النساء خیر

ان عورتوں کا ذکر کرنا مقصود ہے جن سے نکاح بہتر ہے۔

باب اتخاذ السراى و من اعتق جارية ثم تزوجها

غرض دو مسئلوں کا بیان ہے۔ ۱۔ اپنی حاجت پوری کرنے کے لئے لونڈی رکھنا جائز ہے۔ ۲۔ لونڈی کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر لینا مستحب ہے۔ یا بنی ماء السماء:۔ یہ اہل عرب کا لقب ہے کیونکہ وہ بارش کے پانی سے ہی گزارہ کرتے تھے۔ و طالها خلفه:۔ اپنے پیچھے بیٹھنے کی جگہ تیار فرمائی۔

باب من جعل عتق الامتہ صداقہا

غرض یہ ہے کہ جو امام اس کے قائل ہیں کہ اعتاق مہربن سکتا ہے ان کے لئے بھی سنت سے دلیل موجود ہے پھر عند احمد اعتاق مہربن سکتا ہے وعند الجہو نہیں بن سکتا۔ لنا۔ فی التہمتی عن رزیۃ مرفوعاً و امھر ہارزیۃ کہ حضرت رزیۃ فرما رہی ہیں کہ حضرت صفیہ کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آزاد فرمایا اور ان سے نکاح فرمایا تو مجھے بطور مہر کے حضرت صفیہ کو دیا اور منشاء اختلاف بھی اس مسئلہ میں حضرت صفیہ کا نکاح ہی ہے کہ اس میں اعتاق کے علاوہ مہر تھا یا نہ تو ہماری روایت سے ثابت ہو گیا کہ حضرت رزیۃ حضرت صفیہ کو بطور مہر دی گئی تھیں۔ اس لئے اعتاق کو مہر نہیں بنایا گیا و لا احمد حدیث الباب عن انس بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتق صفیہ و جعل عتقہا صداقہا۔ جواب ہماری روایت ثبت زیادہ ہے اس لئے اس کو ترجیح حاصل ہے۔

باب تزویج المعسر

غرض یہ ہے کہ فقیر مل جانے کی امید پر اگر غریب آدمی بھی نکاح کرے تو جائز ہے۔

باب الاکفار فی الدین

غرض یہ ہے کہ کفر کی رعایت دین کے لحاظ سے ضروری ہے اس لئے مسلمہ کا کافر مرد سے نکاح نہیں ہوتا۔ فجعلہ نسباً و صہراً:۔ ان دونوں کے معنی میں تین تفسیریں منقول ہیں۔

اول جس سے نکاح حلال نہیں وہ نسب اور جس سے حلال ہے وہ صھر ہے۔ ثانی۔ آیت حرمت کے شروع کے ساتھ نسب میں بعد کے پانچ صھر ہیں۔ نسب میں یہ سات رشتے ہیں۔ ۱۔ حرمت علیکم امہاتکم ۲۔ وبناتکم ۳۔ واخواتکم ۴۔ وعمتکم ۵۔ وخلعتکم ۶۔ وبنات الاخ ۷۔ وبنات الاخت اور صھر میں یہ پانچ ہیں۔ ۱۔ وامہتکم الی ارضعتکم ۲۔ واخواتکم من الرضاۃ۔ ۳۔ وامہتکم نساء کم ۴۔ ورباء بکم الی حجور کم من نسائکم الی دخلتم بہن فان لم تکنوا دخلتم بہن فلا جناح علیکم۔ ۵۔ وحلائل ابنائکم اللدین من اصلاہکم۔ گویا عقد اور رضاعت والے صھر میں اور ولادت والے نسب ہیں۔ ثالث۔ نسب میں یہی سات جو ابھی ذکر کئے گئے اور صھر میں بھی سات رشتے ہیں پانچ یہی جو ابھی ذکر کئے گئے دو مزید ہیں جو قرآن پاک میں ان ہی پانچ کے بعد مذکور ہیں۔ ۶۔ وان تجمعوا بین الاختین الاما قدسلف۔ ۷۔ والمحصنات من النساء۔ پھر نسب اور صھر والی آیت کو اس باب میں ذکر کرنے سے مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ نسب اور صھر دونوں کا تعلق کفایت سے ہے۔ وانکحہ بنت اخیہ:۔ یہی محل ترجمہ ہے کہ صرف اسلام کا لحاظ فرمایا اس نکاح میں نسب کا لحاظ نہ فرمایا۔ فذکر الحدیث:۔ بقیہ حدیث میں یہ مسئلہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت مرحمت فرمائی حضرت ابو حذیفہ کی اہلیہ کو کہ وہ اپنا تھوڑا سا دودھ پیالے میں نکال کر حضرت سالم کو پلا دے وہ ان کا بیٹا بن جائے گا۔ پھر اس حدیث کی دو توجہیں ہیں۔ ۱۔ بڑی عمر کے بچے کو کوئی عورت اگر پیالے میں دودھ نکال کر پلا دے تو وہ بھی رضاعت کے لحاظ سے بیٹا ہی بن جاتا تھا۔ یہ حکم پہلے تھا پھر منسوخ ہو گیا۔ ۲۔ یہ حکم صرف حضرت سالم کی خصوصیت تھی یہ عام حکم نہیں تھا۔ و کانت تحت المقداد بن الاسود:۔ یہی محل ترجمہ ہے

تفصیل اس حدیث کی بخاری شریف جلد اول میں گزر چکی ہے۔

باب الحرة تحت العبد

غرض یہ ہے کہ حرہ عورت کا نکاح عہد سے ہو سکتا ہے۔ اگر وہ اس پر راضی ہو اور اس میں امام بخاری کا میلان جمہور کے مسلک کی طرف معلوم ہوتا ہے کہ آزاد ہوتے وقت لونڈی کو جو خیار ہوتا ہے وہ اسی صورت میں ہے جبکہ اس کا خاندان غلام ہو لیکن روایات میں تصریح ہے۔ مرفوعاً ملک نفک فاختاری معلوم ہوا کہ دارومدار بیوی کی آزادی پر ہے اس میں خاندان کے حریا عہد ہونے کا کوئی دخل نہیں ہے اور یہ بات حنفیہ کے لئے مؤید ہے۔ عند امامنا ابی حنیفہ اگر آزاد ہونے والی لونڈی کا خاندان آزاد ہو تو اس صورت میں بھی لونڈی کو خیار عتق ہوگا یعنی وہ چاہے تو نکاح باقی رکھے اور چاہے تو نکاح توڑ دے و عند الجمہور لونڈی کی آزادی کے وقت خاندان اگر آزاد ہے تو اس لونڈی کو نکاح توڑنے کا اختیار نہ ہوگا اور اس پر اتفاق ہے کہ اگر آزاد ہوتے وقت خاندان غلام ہو تو لونڈی کو اختیار ہے چاہے تو اس کے نکاح میں رہے اور چاہے نہ رہے۔ منشاء اختلاف حضرت بریرہ والا واقعہ ہے جو زیر بحث روایت میں منقول ہے عن عائشہ قالت کان فی بریرۃ ثلث سنن عتقت فحیرت ہمارے امام صاحب کی تحقیق یہ ہے کہ جب حضرت بریرہ آزاد ہوئی ہیں تو ان کے خاندان حضرت مغیث آزاد تھے اس لئے خاندان کے آزاد ہونے کی صورت میں بھی لونڈی کو آزاد ہوتے وقت نکاح توڑنے کا اختیار ہے اور جمہور ائمہ کی تحقیق یہ ہے جب حضرت بریرہ آزاد ہوئی ہیں تو ان کے خاندان بھی آزاد نہ ہوئے تھے اسی وجہ سے حضرت بریرہ کو اختیار دیا گیا تھا اس لئے صرف خاندان کے غلام ہونے کی صورت میں ہی لونڈی کو خیار عتق ملے گا۔ خاندان کے آزاد ہونے کی صورت میں نہ ملے گا۔ لہذا ابو داؤد کی روایت عن عائشہ ان زوج بریرۃ کان حراً حین اعتقت وانھا حیرت وجمہور ابی داؤد عن عائشہ فی قصۃ بریرۃ قالت کان زوجھا عبد الفخیر حالہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاختارت نفسها ولو کان حراً لم یخیرھا ترجیح حریت والی روایت کو ہے کیونکہ وہ روایت مثبت زیادت ہے

کیونکہ مقدار کندی تھے ان کے والد تو عمرو تھے لیکن حضرت اسود کی طرف اس لئے منسوب تھے کہ حضرت نے ان کو اپنا متبنی بنایا ہوا تھا بہر حال یہ کندی تھے اور ان کے نکاح میں حضرت ضبانہ بنت الزبیر تھیں جو قریش سے تھیں تو یہاں نکاح صرف کفایت فی الدین کی وجہ سے ہوا خاندان کے لحاظ سے نہ ہوا۔ ہذا خیر من ملء الارض مثل هذا:۔ دین کی اتنی بڑی فضیلت ہے کہ اس امیر جیسے آدمیوں سے زمین بھر دی جائے تو پھر بھی اس غریب کے برابر نہ ہوں گے کیونکہ اس غریب میں دین کا بہت اونچا مقام ہے۔ یہی عبارت محل ترجمہ ہے کہ اس میں دین کی فضیلت کا ذکر ہے کہ وہ مال سے کہیں اونچی فضیلت ہے اس لئے کفو میں بھی دین ہی کا لحاظ ہونا چاہئے۔

باب الاکفاء فی المال

غرض یہ ہے کہ اگر غریب آدمی مہر پر قادر ہو تو وہ غنی عورت سے بھی نکاح کر سکتا ہے۔

باب ما یتقی من شوم المرأة

عورت میں مختلف نحوشتیں ہو سکتی ہیں۔ ۱۔ بچہ نہ جنے۔ ۲۔ اس کا مہر بہت زیادہ ہو۔ ۳۔ بد اخلاق ہو۔

ان من ازواجکم واولادکم عدواکم:۔ اس آیت مبارکہ میں من تعجیضہ ہے اس لئے سب بیویوں اور سب اولاد میں نحوست ثابت نہیں ہوتی اس باب میں اس آیت کے لانے سے یہی غرض ہے کہ نکاح کا پیغام دیتے وقت حالات معلوم کر لینے چاہئیں۔

الشوم فی المرأة والدار والفرس:۔ اس حدیث کے بارے میں دونوں قول ہیں ۱۔ اگر نحوست ہوتی تو ان چیزوں میں ہوتی جب ان میں نہیں تو کسی چیز میں بھی نہیں ہے۔ ۲۔ طبرانی میں حضرت اسماء سے موقوفاً منقول ہے کہ گھوڑا سوار نہ ہونے دئے مکان تنگ ہو اور برے جواز والا ہو اور عورت بانجھ ہو اس کے اولاد نہ ہو اور بد خلق ہو یہ سب شقاوتیں ہیں۔ مزید

وسلم کی وجہ سے ایسی ہی ہے جیسی خولجہ ابوطالب کو عذاب میں تخفیف ہوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت زیادہ امداد کرنے کی وجہ سے۔

باب من قال لارضاع بعد الحولين

کہ جو صاحب فرماتے ہیں کہ دو سال کے بعد رضاعت نہیں ہے ان کے پاس بھی سنت سے دلیل موجود ہے۔ غرض امام بخاری کی تین مسکوں کا بیان ہے اور پہلے مسئلہ میں اپنے تردد کا اظہار ہے۔

پہلا مسئلہ مدت رضاعت

عند اما ما ابی حذیفہ میں ماہ مدت رضاعت ہے وعند الجہور دو سال ہے صاحبین بھی جہور کے ساتھ ہیں۔ لانا قولہ تعالیٰ و حملہ و فصالہ ثلثون شہرا کہ بچے کو ہاتھ میں اٹھانا اور دودھ چھڑانا تیس ماہ میں ہے وجہور والوالدات یرضعن اولادہن حولین کاملین جواب یہ تو صرف طلاق کی صورت میں اگر جھگڑا پڑے تو درمیانہ درجہ بتلایا گیا ہے کہ دو سال ہے کیونکہ آگے اور پیچھے ذکر طلاق کا ہے اور حولین کے بعد یہ بھی وارد ہے فان ارادا فصلا عن تراض منہما وتشاور فلا جناح علیہما اس سے صاف معلوم ہوا کہ اگر میاں بیوی راضی ہوں تو حولین سے کم بھی اور زیادہ بھی دودھ پلایا جاسکتا ہے۔

دوسرا مسئلہ رضاعت کبیر

بڑی عمر میں کسی عورت کا دودھ پیالہ میں نکال کر کوئی شخص پی لے تو وہ دودھ پینے والا اس عورت کا رضاعی بیٹا بن جاتا ہے۔ عند عائشہؓ لیکن باقی ازواج مطہرات اور جہور صحابہ و جہور فقہاء اس کے قائل ہیں کہ نبیر نمتلنا۔ حدیث الباب عن عائشہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل علیہا مندھا رجل فکانہ تغیر وجہہ کانہ کہہ ذلک فتالت انہ انی فتال من اخوانک فانما الرضاۃ من الحجۃ۔ حضرت عائشہؓ کی دلیل ابوداؤد کی روایت عن عائشہ مرفوعاً رضعہ فارضعہ خمس رضعات فکان بمنزلہ ولدھا من الرضاۃ۔ جواب جہور کی طرف سے یہ ہے کہ یہ حضرت سہلہ اور حضرت سالم کی خصوصیت ہے۔

کیونکہ یہ ثابت ہے کہ حضرت مغیث پہلے غلام تھے بعد میں آزاد ہوئے اس لئے جس روایت میں ان کا آزاد ہونا مذکور ہے اس میں عند اعتناق بریرہ زائد صفت کا اثبات مقصود ہے اور جس میں عبدیت کا ذکر ہے اس میں زائد صفت کی نفی ہے اور اصول ہے کہ مثبت زیادہ اور نافی میں تعارض ہو تو مثبت زیادہ کو ہی ترجیح ہوتی ہے۔ اور یہ جو وارد ہے کہ ولو کان حراً لم یخیر حایہ حضرت عروہ کا اجتہاد ہے یا حضرت عائشہؓ کا اجتہاد ہے اور حریت کے علم سے پہلے ہے جب حریت کا علم ہو گیا تو یہ اجتہاد باقی نہ رہا۔

باب لا تزوج اکثر من اربع:

غرض روافض کا رد ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک شخص ۹ عورتوں سے بھی بیک وقت نکاح کر سکتا ہے اور اہل السنۃ والجماعت کا اجماع ہے کہ چار سے زائد عورتیں ایک شخص کے نکاح میں بیک وقت نہیں رہ سکتیں۔ ہماری دلیل ۱۔ فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلاث ورباع ۲۔ اجماع ہے عدم جواز پر شیعہ کا استدلال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح سے ہے کہ آپ کے نکاح میں ۹ ازواج مطہرات بھی رہی ہیں۔ جواب یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی۔

باب. وامہا تکم اللاتی ارضعنکم

غرض رضاعت کا مسئلہ بیان کرنا ہے کہ اس سے بھی حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔ بشر حیۃ:۔ اس کے معنی ہیں بشر حالۃ۔ قال ابولہب لم الق بعدکم:۔ مفعول محذوف ہے ای راحت ابولہب نے خواب میں کہا کہ میں جب سے تم سے جدا ہوا ہوں میں نے راحت کو نہیں دیکھا۔ غیرانی سقیمت فی ہذہ بعناقتی ثویبہ:۔ یہاں جو ہذہ ہے اس کا مشارالہ بعض روایتوں میں مذکور ہے وہ گڑھا جو انگوٹھے اور سبابہ کے درمیان ہوتا ہے یعنی بہت تھوڑا سا۔ ثویبہ نے ابولہب کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خبر دی تھی اس پر ابولہب نے اسے آزاد کر دیا تھا اس لئے ابولہب کو بھی تخفیف ہوئی اور تخفیف کی خصوصیت نبی صلی اللہ علیہ

امام بخاری کو اس مسئلہ میں تردد ہے۔ عند احمد رضاعت ثابت کرنے کے لئے ایک عورت کی گواہی کافی ہے۔ وعند الجہور کافی نہیں۔ لہذا۔ واستشهدوا شہیدین من رجالکم ولاحمدانی ابی داؤد عن عقیبة بن الحارث مرفوعاً دحھا عنک اس واقعہ میں صرف ایک عورت کی گواہی کی وجہ سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خاوند کو حکم دے دیا کہ بیوی کو چھوڑ دو معلوم ہوا کہ رضاعت ثابت کرنے کے لئے ایک عورت کی گواہی کافی ہے کیونکہ یہاں صرف ایک عورت نے کہا تھا کہ میں نے تم دونوں میاں بیوی کو دودھ پلایا ہے۔ جواب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا دحھا عنک یہ صرف احتیاط پر مبنی ہے یہ معنی نہیں ہیں کہ نکاح ٹھیک نہیں ہوا کیونکہ دحھا عنک کے معنی ہیں کہ طلاق دے دو اگر نکاح ہی نہ ہوا تھا تو طلاق کی کیا ضرورت تھی۔ اشار اسماعیل باصبغیہ السبابة والوسطیٰ یحکمی ایوب:۔ غرض یہ ہے کہ اسماعیل راوی اپنے استاد حضرت ایوب کا اشارہ نقل فرما رہے ہیں کہ انہوں نے سبابة اور وسطیٰ کو جوڑا پھر الگ کیا کہ اس طرح سے تم بیوی کو الگ کر دو۔

باب ما یحل من النساء و ما یحرم

حلال اور حرام عورتوں کی تفصیل بیان فرمانی مقصود ہے۔

والمحصات من النساء الامم لکت ایمانکم: یہ تفسیر جو یہاں منقول ہے کہ پانچویں پارہ کے شروع کی آیت کے معنی یہ ہیں کہ آزاد شادی شدہ عورتیں تو حرام ہیں لیکن مملکت ایمان کے حرام نہیں ہیں بلکہ ان کے آقا کے لئے منجاش ہے کہ وہ جب چاہے ان کے خاوند سے واپس لے لے یہ تفسیر حضرت انس کا اجتہاد ہے مشہور تفسیر یہ ہے کہ شادی شدہ عورتیں حرام ہیں لیکن وہ لونڈیاں جن کی شادی ہوگئی تھی اب ان کا نکاح قید ہونے کی وجہ سے ٹوٹ گیا اس لئے اب یہ مجاہدین کے لئے حلال ہیں بشرطیکہ مسلمان ہو چکی ہوں یا اہل کتاب میں سے ہوں۔ اذانی بھالا تحرم علیہ امرأته: کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی سے زنا کرے نعوذ باللہ تو اس پر اس کی بیوی حرام نہیں ہوتی۔ وابونصر هذا لم یعرف سماعه من ابن

تیسرا مسئلہ دودھ کتنی مقدار میں پینے سے رضاعت ثابت ہوتی ہے

عند امامنا ابی حنیفہ و مالک تھوڑے سے دودھ پینے سے بھی حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے اور وہ دودھ پینے والا بچہ اس عورت کا رضاعی بیٹا یا بیٹی بن جاتے ہیں وعند الشافعی پانچ دفعہ دودھ پینے سے رضاعت ثابت ہوگی وعند احمد تین دفعہ دودھ پینے سے رضاعت ثابت ہوگی لہذا و امھاتکم اللہی ارضعکم اس آیت مبارکہ میں مطلق رضاعت مذکور ہے جو ایک گھونٹ سے بھی ثابت ہو جاتی ہے۔ وللمشافعی مانی ابی داؤد عن عائشة انها قالت کان فیما انزل اللہ من القرآن عشر رضعات محرمن فمخن خمس معلومات محرمن فتونی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھن فیما یقر من القرآن جواب۔ بالا جماع یہ آیت منسوخ التلاوت ہے اور اصل منسوخ التلاوت میں یہی ہوتا ہے کہ وہ منسوخ الحکم بھی ہوتی جب تک کہ کوئی دلیل اس کے خلاف نہ ہو اس لئے یہ حکم بھی منسوخ ہو چکا ہے۔ ولاحمد مانی ابی داؤد عن عائشة لا تحرم المصصة ولا المصتان۔ جواب یہ خبر واحد ہے اور ہماری دلیل نص قرآنی ہے اس لئے اس خبر واحد سے اس کو مقید نہیں کیا جاسکتا گویا یہ مسئلہ اصولی اختلاف میں داخل ہو گیا اور ہمارا یہ اصول بہت زیادہ قوی ہے کہ قرآن پاک کے قطعی حکم کو دلیل قطعی سے ہی بدلا جاسکتا ہے خبر واحد ظنی ہے اس سے نہیں بدلا جاسکتا اور مطلق رضاعت کو تین سے مقید کرنا یہ بھی بدلنا ہی ہے اس لئے صحیح نہیں ہے۔

باب لبن الفحل

اس باب کی غرض یہ مسئلہ بیان فرمانا ہے کہ جس شخص کی بیوی کا کوئی بچہ دودھ پیتا ہے تو جیسے وہ عورت اس کی ماں بن جاتی ہے ایسے ہی اس عورت کا خاوند اس بچے کا باپ بن جاتا ہے۔

باب شهادة المرضعة

غرض ایک عورت کا حکم بیان فرمانا ہے کہ اس کی گواہی سے رضاعت ثابت ہو جاتی ہے یا نہ پھر یقین سے فیصلہ نہیں فرمایا کیونکہ

باوجود ان کو انکی حدیث میں رہیہ ہی شمار کیا گیا ہے اس سے ثابت ہوا کہ رہیہ کا پاس رہنا ضروری نہیں ہے۔

باب الشغار: غرض شغار کا حکم بتلاتا ہے۔ عندا مانا ابی حذیفہ شغار میں نکاح تو ٹھیک ہو جاتا ہے البتہ ایسے طریقہ سے نکاح کرنا مکروہ ہے۔ شغار کی صورت یہ ہے کہ ایک طرف بھی لڑکا اور لڑکی ہوں مثلاً بہن بھائی ہوں اور دوسری طرف بھی ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہوں۔ مثلاً بہن بھائی ہوں اور دونوں نکاح اس طرح سے اکٹھے کئے جائیں کہ ایک نکاح دوسرے نکاح کا مہر ہو اور اگر مہر ہر ایک کا الگ الگ ہو تو اس کو آج کل وٹہ سٹہ کہتے ہیں یہ شغار نہیں ہے اور وٹہ سٹہ میں شرعاً کسی امام کے نزدیک بھی گناہ نہیں ہے لیکن تجربہ سے اس صورت میں ان چاروں کو عمر بھر بہت زیادہ پریشانی اور لڑائی جھگڑے سے واسطہ پڑتا ہے چاروں میں سے کوئی ایک ذرا شرارت بھی کرے تو دونوں خاندان بے حد پریشان ہو جاتے ہیں اور کثرت سے طلاقیں ہوتی رہتی ہیں ہزاروں میں سے ایک دو ہی ایسے موقعے ہوتے ہیں جو صلح صفائی سے عمر گزار لیں وعند الشافعی واحد شغار کی صورت میں نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا وعن مالک دو روایتیں ہیں۔ ۱- نکاح منعقد ہو جاتا ہے لیکن قبل الدخول فسخ واجب ہے۔ ۲- نکاح منعقد ہو جاتا ہے لیکن فسخ ہمیشہ واجب رہتا ہے منشاء اختلاف ترمذی کی روایت ہے عن عمران بن حصین مرفوعاً لا شغار فی الاسلام عندنا نفی بمعنی نفی ہے اور شرط فاسد ہے اور نکاح شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتا بلکہ شرط گر جاتی ہے اور ابوداؤد کی روایت سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے عن ابن عمر مرفوعاً نفی عن الشغار معلوم ہوا کہ شریعت نے شغار سے منع فرمایا ہے ایسا کرنا اچھا نہیں بہ معنی نہیں ہیں کہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا وعند الشافعی واحد لائمی بنس کے لئے ہے شغار سے نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا اور امام مالک کی پہلی روایت کی دلیل یوں ہے کہ نفی معنی نفی ہے اور شرط فاسد ہے لیکن دخول سے ملک آ جاتی ہے کیونکہ بمنزلہ قبضہ کے ہے جیسے بیج فاسد میں قبضہ سے ملک آ جاتی ہے ایسے ہی یہاں دخول سے ملک آ جائے گی اور فسخ ضروری نہ رہے گا

عباس:۔ یہ صرف امام بخاری کی تحقیق ہے کہ سماع معروف نہیں ہے لیکن راجح یہ ہے کہ سماع ثابت ہے اور حضرت ابن عباس بھی حنفیہ کی طرح حرمت مصاہرت ثابت ہونے کے قائل ہیں۔

باب وربائکم اللہ فی حجورکم

دو غرضیں ہیں۔ ۱- رہیہ کی تفسیر کرنی ہے کہ بیوی کی بیٹی جو دوسرے خاندان سے ہو۔ ۲- دخول جو اس آیت میں ہے اس کی صورت کیا ہے عند الشافعی دخول سے جماع مراد ہے وعند الجہور دخول سے مراد صرف خلوة صحیحہ ہے منشاء اختلاف یہی الفاظ مبارکہ ہیں ورباءکم اللہ فی حجورکم من لئساکم اللہی دخلتم بہن بظہر دخول میں دونوں احتمال ہیں کہ کنایہ جماع سے ہو کہ تنہائی کے کمرے میں بیوی کے ساتھ داخل ہو یہ سبب ہے جماع کا اور سبب بول کر سبب مراد ہے جیسا کہ امام شافعی مراد لیتے ہیں اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ دخول اپنے ظاہر پر ہو کہ تنہائی کے کمرے میں بیوی کو لے کر داخل ہو جائے اور خلوت صحیحہ بن جائے آگے جماع کرے یا نہ کرے اور یہ معنی جہور لیتے ہیں اور ترجیح جہور کے معنی کو ہی ہے کیونکہ اسی میں زیادہ احتیاط ہے۔

لقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لام حبیبۃ لا تعرضن علی بناتک ولا اخواتک: وجہ استدلال کی یہ ہے کہ اس حدیث میں لفظ ہے بناتک اور عربی زبان بنات کا لفظ بلا واسطہ بیٹیوں پر بھی بولا جاتا ہے اور بلا واسطہ بیٹیوں پر بھی بولا جاتا ہے اس لئے تحریم کے مسائل میں دونوں قسم کی بیٹیاں داخل ہیں بلا واسطہ بھی اور بلا واسطہ بھی۔

وکذلک حلال ولدا لبناء ہن حلال الابداء: معنی یہ ہیں کہ جیسے بیٹے کی بیوی حرام ہے ایسے ہی پوتے کی بیوی بھی حرام ہے۔ دفع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ربیبۃ لہ الی من یکفلہا:۔ حضرت ام سلمہ کی بیٹی حضرت زینب حضرت نوفل انجمنی کے سپرد فرمائی تھی اس لئے وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں نہ رہیں اس کے

پتہ نہ تھا اس کو بھی پتہ لگ گیا اور متعہ کی حرمت پر اجماع ہو گیا اور حق تعالیٰ کے ارشاد کھننیں غیر مسافحین میں بھی اشارہ موجود ہے کہ نکاح میں مدت مقرر نہ ہونی چاہئے یعنی ہمیشہ کے لئے نکاح کیا کرو وقت مقرر کے لئے نہ کیا کرو۔ ابد کی قید لگایا کرو وقت معین کی قید نہ لگایا کرو اور آیت میراث بھی متعہ کی حرمت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اولاد متعہ کے لئے وراثت نہیں بیان فرمائی۔ پھر شیعہ کا جو متعہ ہے وہ تو اسلام میں ایک ساعت کے لئے بھی حلال قرار نہیں دیا گیا کیونکہ شیعہ کے متعہ میں نہ گواہ شرط ہیں نہ اذن ولی کی ضرورت ہے نہ عدت ہے اس لئے شیعہ کا متعہ تو عین زنا ہے جو تمام آسمانی دینوں میں حرام ہے پھر متعہ کی حرمت اس آیت سے بھی ثابت ہے الا علیٰ ازواجہم او مملکت ایمانہم اور طلاق کی اجازت خود صریح دلیلی ہے کہ متعہ منسوخ ہو چکا ہے۔

سوال: حضرت ابن عباس پر متعہ کی حرمت کیسے مخفی رہ گئی۔
جواب: حضرت ابن عباس فتح مکہ کے موقعہ میں ہجرت کر کے مدینہ منورہ حاضر ہوئے ہیں اس وقت آپ کی عمر صرف دس یا گیارہ سال کی تھی اور فتح مکہ سے پہلے غزوہ خیبر کے موقعہ پر متعہ کی حرمت کا اعلان ہو چکا تھا اس لئے کچھ عرصہ حضرت ابن عباس کو اس حرمت کا پتہ نہ چلا۔

سوال: یہ منقول ہے کہ حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہؓ اور بعض دیگر اکابر صحابہ آیت معارج اور آیت المومنین سے متعہ کی حرمت اور استدلال فرمایا کرتے تھے فمن ابغی وراء ذلك فاولئك هم العادون ان دونوں آیتوں سے تو استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں سورتیں مکی ہیں اور متعہ کی حرمت غزوہ خیبر میں ہوئی ہے جو مدنی زندگی میں ۶۸ھ میں فتح مکہ سے پہلے واقع ہوا۔

جواب: ۱- دونوں سورتوں میں یہ آیت فمن ابغی وراء ذلك فاولئك هم العادون مدنی ہے اور ان دونوں سورتوں کو مکی کہنا اکثر آیات کے لحاظ سے ہے۔ ۲- اگر ان دونوں آیتوں کو

اور امام مالک کی دوسری روایت کی دلیل یہ ہے کہ شرط فاسد موجب فساد ہے اس کو دور کرنا ضروری ہے اس لئے فتح کا ضروری ہونا ہمیشہ باقی رہے گا۔ اور حنفیہ کے قول کو ترجیح ہے کیونکہ روایت کے گو مختلف معانی کئے گئے ہیں لیکن قیاس حنفیہ کے ساتھ ہے کیونکہ عقد صادر ہوا ہے اہل سے اور وارد ہوا ہے محل پر اس لئے عقد فی حد ذاتہ صحیح ہے خرابی عوارض میں ہے اور نکاح میں عوارض کا لحاظ نہیں ہوتا بلکہ وہ گر جاتے ہیں اور عقد نکاح ٹھیک ہو جاتا ہے۔

باب هل للمرأة ان تهب نفسها لاحد

غرض تردد کا اظہار ہے اس مسئلہ میں کہ ہبہ کے لفظ سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے یا نہ۔

باب نکاح المحرم

غرض یہ مسئلہ بیان کرنا ہے کہ احرام کی حالت میں بھی نکاح صحیح ہو جاتا ہے اور اختلاف کی تفصیل کتاب الحج میں گزر چکی ہے۔

باب نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم عن نکاح المتعة اخرا

غرض یہ بیان فرمانا ہے کہ متعہ اخیر میں منسوخ ہو گیا تھا حضرت ابن عباس قائل رہے ہیں جواز کے جیسے جان بچانے کے لئے مردار کھانا جائز ہے لیکن حضرت علیؓ نے حضرت ابن عباس پر بہت سختی کی تھی اور متعہ کی حرمت بیان فرمائی تھی یہاں تک کہ یوں فرمایا تھا حضرت ابن عباس کو خطاب فرماتے ہوئے ایک رجل تاءہ اسی عاشق اور حضرت علیؓ کے سوئی دوسرے حضرات سے بھی متعہ کی حرمت حضرت ابن عباس تک پہنچی اس لئے حضرت ابن عباس بھی حرمت کے قائل ہو گئے اور حضرت ابن عباس کا رجوع ترمذی اور ہدایہ اور تفسیر قرطبی میں نقل کیا گیا ہے اور بعض دوسری کتابوں میں بھی نقل کیا گیا ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر میں بھی حرمت متعہ کا اعلان فرمایا پھر فتح مکہ کے موقعہ پر بھی اعلان فرمایا پھر حجۃ الوداع میں بھی ہمیشہ کے لئے حرمت کا اعلان فرمایا پھر حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں اسی حرمت کا اعلان فرمایا اور جس کو

بھی ہو۔ ۳۔ محصنین غیر مسافحین میں احسان کے معنی قید کے بھی ہو سکتے ہیں اور عفت کے بھی ہو سکتے ہیں دونوں معنی میں سے ہر ایک متعہ کے خلاف ہے کیونکہ قید دوام کی ضروری ہے اور عفت بھی دوام ہی کی صورت میں حاصل ہوتی ہے کیونکہ جس طرح کھانے پینے کی ضرورت ایک دن کھاپی کر ختم نہیں ہو جاتی اسی طرح خواہش ایک دفعہ پوری کر کے عفت حاصل نہیں ہوتی بلکہ بیوی کا پاس رہنا ضروری ہے تاکہ ہمیشہ اپنی خواہش جائز موقعہ میں پوری کرے اور زنا کی گندگی اور بدنظری کی گندگی سے بچا رہے۔ ۴۔ ولا متخذی اخدان سے شہود کی قید ثابت ہوتی ہے کہ خفیہ دوست نہ بناؤ بلکہ گواہوں کے سامنے نکاح کرو۔

متعہ کے حرام ہونے میں حکمتیں

۱۔ انسانی غیرت کا تقاضا ہے کہ ایک ہی عورت کے دو خاوند نہ ہوں ایک ہی وقت میں یہ تھوڑے تھوڑے وقفہ سے اور انسان کی غیرت اس کی اجازت نہیں دیتی کہ اس کی بیوی میں کوئی دوسرا بھی شریک ہو ایک وقت میں یا یکے بعد دیگرے بلا اضطراب اور طلاق اضطراب کی حالت میں ہوتی ہے کہ بالکل ہی نباہ نہ ہو تو ایک شخص چھوڑ دیتا ہے صرف اس مجبوری میں دوسری جگہ ہمیشہ کے لئے نکاح کرے عام حالات میں ایک با غیرت انسان اجازت نہیں دیتا کہ کوئی دوسرا انسان اس کی بیوی پر قبضہ کرے اس لئے متعہ فطرت انسانی اور غیرت انسانی کے خلاف ہے۔ ۲۔ جبکہ شیعہ کے نزدیک عدت بھی شرط نہیں ہے تو ایک ہی طہر میں ایک ایک رات کے لئے بیس آدمی متعہ کر سکتے ہیں تو اگر اولاد ہوگی تو کس کی ہوگی متعہ میں خلط نسب ہے۔ ۳۔ جب والد ہی کا پتہ نہیں تو اولاد کی تربیت کون کرے گا۔ ۴۔ جب والد کا پتہ نہ چلے گا تو بعض دفعہ اپنی ہی بیٹی یا بھتیجی وغیرہ محرم عورت سے متعہ کرے گا جو انسانی غیرت کا جنازہ ہے۔ ۴۔ نکاح کا سنت طریقہ تو متعہ کی وجہ سے بالکل ختم ہو جائے گا کیونکہ ہر ایک اپنی خواہش متعہ سے پوری کر لے گا اور اس میں آسانی ہے نہ زیادہ مہر ہے نہ نفقہ ہے نہ گھریلو

کلی بھی مان لیا جائے تو پھر یہ کہا جائے گا کہ ان آیتوں میں صرف اشارہ تھا کہ متعہ اچھا کام نہیں ہے بعد میں اس کی وضاحت نازل ہوگئی اور حرمت کا اعلان کر دیا جیسے شراب کے بارے میں پہلے صرف یہ اشارہ فرمایا کہ یہ اچھا رزق نہیں ہے ومن ثمرات النخیل والاعناب تتخذون منه سکراً و رزقاً حسناً ایسے ہی یوں فرمایا واثمہما اکبر من نفعہما ان آیتوں میں صرف اشارہ ہی تھا کہ شراب اچھی چیز نہیں ہے اسی لئے حضرت عمرؓ نے دعا کی اللہم بین لنا فی النمر بینا شافیا یوں دعا نہ فرمائی اللہم حرم علینا النمر گویا پہلے حرمت کی طرف اشارہ تھا پھر صریح حرمت نازل ہوئی اسی طرح سورۃ المعارج اور سورۃ المؤمنین میں متعہ کی حرمت کی طرف اشارہ مکہ مکرمہ ہی میں کر دیا گیا تھا پھر خیر کے فتح کے موقعہ پر صراحۃً حرمت بیان فرمادی گئی۔ اسی کی ایک تطہیر یہ بھی ہے کہ قد افلح من تزکی و ذکر اسم ربہ فصلیٰ کے متعلق حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ اس آیت مبارکہ میں تزکی میں صدقہ فطری کی طرف اشارہ ہے اور ذکر اسم ربہ میں تکبیرات عید کی طرف اشارہ ہے اور فصلیٰ میں عید کی نماز کی طرف اشارہ ہے۔ ۳۔ اگر سورۃ المعارج اور سورۃ المؤمنین کی آیتوں کو واضح بھی مان لیا جائے تو پھر یوں کہا جاسکتا ہے کہ ان آیتوں کے حکم کو فتح خیر تک مؤخر کر دیا گیا۔ اس کی نظیر یہ آیت مبارکہ ہے یا ایہا الذین امنوا علیکم انفسکم لا یضرکم لا یضرکم من ضل اذا ہتدیتم اس آیت کا حکم قرب قیامت تک مؤخر کیا گیا ہے کہ اخیر زمانہ میں تبلیغ ضروری نہ رہے گی کیونکہ کوئی بات سننے کو تیار نہ ہوگا۔

فائدہ: حق تعالیٰ کا ارشاد ہے واحل لکم ما وراء ذلکم ان تبغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین اور دوسری جگہ ہے ولا متخذی اخدان اس آیت مبارکہ میں نکاح کی چار شرطوں کا ذکر ہے۔ ۱۔ ان تبغوا باموالکم میں مہر کا ذکر ہے کہ نکاح میں مہر ضروری ہے۔ ۲۔ اسی ان تبغوا میں ایجاب کا بھی ذکر ہے کیونکہ جائین سے طلب اور ابتغاء چھٹی ظاہر ہوگا جبکہ ایجاب بھی ہوا اور قبول

گنجائش ہے وہ بھی صرف اس جگہ جہاں رشتہ ہو جانے اور نکاح ہو جانے کی پوری امید ہو یہ معنی نہیں ہیں کہ سڑک پر کھڑا ہو کر دنیا بھر کی عورتوں کو دیکھتا رہے کہ جو پسند آئے گی اس سے نکاح کر لوں گا۔ لئامانی ابی داؤد عن جابر بن عبد اللہ مرفوعاً اذ اخطب احدکم المرأة فان استطاع ان ينظر الى ما يدعوه الى نكاحها فليفعل ولما لک پردہ عورت کا حق ہے بلا اجازت اس حق کے خلاف نہیں کر سکتے جواب۔ حدیث پاک کی موجودگی میں قیاس پر عمل کرنا جائز نہیں ہے۔ رائیٹک فی المنام:۔ یعنی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ سے خطاب فرماتے ہوئے ارشاد فرما رہے کہ میں نے تجھے نکاح سے پہلے خواب میں دیکھا ہے اس حدیث پاک سے امام بخاری کے استدلال فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا خواب بیداری ہی کی طرح حجت ہوتا ہے تو گویا نکاح سے پہلے جس لڑکی سے نکاح کرنا ہے اس کو دیکھنا پایا گیا معلوم ہوا کہ یہ جائز ہے۔

باب لانکاح الابولی

غرض اس شخص کے مذہب کا بیان ہے جو اس کا قائل ہے کہ صرف ولی ہی نکاح پڑھ سکتا ہے اور یہی مذہب خود امام بخاری کا بھی ہے کیونکہ وہ الفاظ حدیث کو باب میں لائے ہیں اور یہ حدیث ترمذی اور ابو داؤد میں آئی ہے عن ابی موسیٰ مرفوعاً اور یہ حدیث امام بخاری کی شرطوں پر نہ تھی اور شرط مسلم پر بھی نہیں ہے۔ امام بخاری اس حدیث کی تائید دوسری احادیث اور آیات سے کرنا چاہتے ہیں۔ اختلاف یوں ہے کہ عندا مانعا عقد نکاح میں عورتوں کی تعبیر یعنی عورتوں کا ایجاب و قبول کرنا اپنے لئے یا کسی لڑکے یا لڑکی کے نکاح کے لئے وکیل ہونے کی حیثیت سے جائز ہے اور یہ نکاح ٹھیک ہو جاتا ہے و عندا مجموہو صحیح نہیں ہوتا لئامانی ابی داؤد عن ابن عباس مرفوعاً الایم الحق بنفسها من ولیمها وجموہو رمانی ابی داؤد عن عائشہ مرفوعاً ایما امرأہ نکحت بغیر اذن موالیمها فنکحها باطل جواب امام ترمذی نے اس روایت کو مضطرب قرار دیا ہے۔ ۲۔ مانی ابی داؤد عن ابی موسیٰ مرفوعاً لانکاح الابولی جواب ۱۔ قال یحییٰ بن

انتظامات کی ضرورت ہے۔ ۶۔ انسانی طبیعت متعہ کے ذکر سے شرم محسوس کرتی ہے کہ میں نے آج رات متعہ کیا تھا یا میری بیٹی نے کیا تھا یا میری ماں نے کیا تھا یا میری بہن نے کیا تھا اس سے بھی معلوم ہوا کہ یہ خیانت میں داخل ہے اور ویحرم علیہم الخبائث کے ماتحت کے ماتحت ناجائز ہونا چاہئے۔

باب عرض المرأة نفسها

على الرجل الصالح

غرض یہ مسئلہ بیان فرمانا ہے کہ کسی بزرگ پر کوئی عورت اپنے آپ کو نکاح کے لئے پیش کر دے تو یہ بھی جائز ہے۔

باب عرض الانسان ابنة

اواخته على اهل الخير

غرض یہ مسئلہ بیان کرنا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیٹی یا بہن کو کسی بزرگ پر نکاح کے لئے پیش کر دے تو یہ بھی جائز ہے۔

باب قول الله جل وعز ولا جناح

عليكم فيما عرضتم به

غرض اس آیت مبارکہ کی تفسیر ہے۔

وکل شی صنتہ او اضمرته فهو مکنون: اس عبارت میں صنتہ کا لفظ صیانت سے مشتق ہے جس کے معنی حفاظت کے ہیں۔

وقال الحسن الاتواعد وهن سر الزنا:

حضرت حسن بصری نے اگرچہ اس آیت میں سر کے معنی زنا کے لئے ہیں لیکن رائج دوسری تفسیر ہے یعنی نکاح۔

باب النظر الى المرأة قبل التزويج

غرض اس مسئلہ کا بیان ہے کہ نکاح سے پہلے صرف اس عورت کو جس سے نکاح ہو جانے کا غالب گمان ہے اس کو صرف ایک نظر دیکھ لینا جائز ہے تاکہ نکاح کے بعد طلاق کی نوبت نہ آئے۔ عندا مالک نکاح سے پہلے لڑکی کو ایک نظر دیکھنا جائز نہیں ہے جب تک کہ وہ اجازت نہ دے و عندا مجموہو ر صرف ایک نظر دیکھ لینے کی

ولی کی اجازت میں حکمتیں

پھر کچھ نہ کچھ ولی کی اجازت جو ضروری ہے اس میں حکمتیں ہیں۔ ۱۔ عورتوں کی عقل ناقص ہے ایسا نہ ہو کہ وہ نکاح کے فیصلہ میں نقصان میں پڑ جائیں۔ ۲۔ اگر ولی کی اجازت کی کسی درجہ میں بھی ضرورت نہ ہوتی تو عورتوں میں شرم و حیا بالکل ختم ہو جاتی اور وہ اپنے نکاح کے سب معاملات خود ہی پورے کرتیں۔ ۳۔ زنا اور نکاح میں فرق اعلان اور انخفاء کا ہے اس اولیاء کے مشورہ اور جمع ہونے میں اعلان ہو جاتا ہے البتہ عورت کا اذن بھی ضروری ہے کیونکہ وہ اپنے نفس کے میلان کو خود ہی خوب سمجھتی ہے اولیاء نہیں سمجھ سکتے اس لئے سب مصالح کی رعایت رکھنے کے لئے اور کامل اعتدال پیدا کرنے کے لئے شریعت مطہرہ میں ولی اور عورت دونوں کے اذن کا لحاظ کیا گیا ہے۔ **ولا تنکحو** **المشْرِکِینَ حَتّٰی یُؤْمِنُوا**۔ استدلال کی وجہ یہ ہے کہ خطاب اولیاء کو ہے جواب ۱۔ یہ آیت منسوخ ہے اس آیت کی وجہ سے **والمحصنات من الذین اتوا الکتاب من قبلکم**۔ ۲۔ نھی صرف اولیاء کو نہیں ہے بلکہ سب مسلمانوں کو ہے اس لحاظ سے بھی استدلال صحیح نہیں ہے۔ **وانکحوا الایامیٰ منکم**۔ یہاں بھی استدلال اسی وجہ سے ہے کہ خطاب اولیاء کو ہے اس لئے نکاح کے سب معاملات ان ہی کے اختیار میں ہیں اور ایجاب و قبول بھی صرف ان کا ہی معتبر ہے جواب یہ ہے کہ یہاں بھی خطاب اولیاء اور غیر اولیاء کو ہے اور ایم کا لفظ بھی مرد کو اور غلام کو شامل ہے اس لئے یہاں سے صرف عورتوں کی تعبیری نکاح کا مسئلہ نہیں نکالا جاسکتا۔ اس پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ مردوں کو اس آیت سے تخصیص کی گئی ہے اس لئے ایم کا مصداق صرف عورتیں ہی باقی رہ گئیں اور استدلال صحیح ہو گیا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض وہم محض ہے اس پر کوئی دلیل نہیں ہے ہاتوا برهانکم ان کنتم صادقین۔ یخطب الرجل الی

معیّن لم یثبت ثلث لانکاح الابولی والوضوم من الذکر وکل مسکر حرام۔ ۲۔ صغیرہ اور لونڈی پر محمول ہے۔ ۳۔ معنی یہ ہیں کہ ولی کی اجازت ضروری ہے یہ معنی نہیں ہیں کہ ایجاب بھی صرف ولی ہی کر سکتا ہے۔ **لَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی 'فَلَا تَعْضَلُوْهُنَّ**۔ اس آیت مبارکہ سے استدلال یوں ہے کہ اس میں اولیاء کو خطاب ہے کہ تم مطلقہ عورت کو پہلے خاوند ہی سے دوبارہ نکاح کرنے سے نہ روکا کرو جبکہ میاں بیوی اب صلح صفائی سے رہنے پر راضی ہوں کیونکہ شان نزول یہ ہے کہ حضرت معقل بن یسار نے اپنی ہمیشہ مطلقہ کو پہلے خاوند سے دوبارہ نکاح کرنے سے روکا تھا۔ حق تعالیٰ نے جو خطاب اولیاء کو فرمایا تو اس سے ثابت ہوا کہ نکاح پڑھنے نہ پڑھنے کا اختیار اولیاء کو ہے عورتوں کی تعبیر ایجاب و قبول میں معتبر نہیں ہم اس کا جواب ایک تو یہ دیتے ہیں کہ اس آیت مبارکہ کے شان نزول میں تین منقول ہیں اول وہی جو استدلال میں مذکور ہے۔ دوسرا شان نزول یہ منقول ہے کہ زمانہ جاہلیت میں بعض خاوند خود بھی طلاق دے دیتے اور اس مطلقہ کو کسی اور جگہ بھی نکاح نہ کرنے دیتے تھے اس ظلم سے اہل ایمان کو منع فرمانا مقصود تھا تو اس صورت میں خطاب اولیاء کو نہیں بلکہ ازواج کو ہے۔ تیسرا شان نزول یہ ہے کہ عام لوگوں کو ترغیب ہے کہ مطلقہ عورتوں کا نکاح جلد ہونا چاہئے۔ اس میں بھی خاص اولیاء کو خطاب نہیں ہے ان تینوں احتمالات کی موجودگی میں صرف ایک لے کر استدلال نہیں کیا جاسکتا۔ ۲۔ دوسرا جواب ہم یہ دیتے ہیں کہ حضرت معقل والے شان نزول میں جو روایت ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت معقل نے اپنی ہمیشہ کو صرف ترغیب دی تھی کہ تم نہ نکاح کرنا اختیار سارا ان کی ہمیشہ کا ہی تھا اس پر آیت مبارکہ نازل ہوئی کہ تم یہ ترغیب نہ دو اسی پر خود آیت مبارکہ بھی دلالت کرتی ہے کیونکہ ارشاد ہے **فَلَا تَعْضَلُوْهُنَّ** ان ینکحن ازواجھن۔ نکاح کو عورتوں ہی کی طرف منسوب کیا گیا ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ نکاح کا اختیار عورتوں ہی کو ہے۔

الرجل ولیة:۔ یعنی مرد اپنے نکاح کے لئے دوسرے مرد کی طرف پیغام بھیجتا ہے کہ اپنی بیٹی یا اپنے ماتحت لڑکی جس کے تم ولی ہو اس کا نکاح میرے ساتھ کر دو وہ مہر لے کر نکاح کر دیتا ہے یہ طریقہ نکاح کا زمانہ جاہلیت میں بھی تھا اور اسلام میں بھی اس کو باقی رکھا گیا ہے اس سے بھی ثابت ہوا کہ ولی ہی نکاح پڑھتا ہے اس لئے عورتوں کی تعمیر نکاح کے ایجاب و قبول میں معتبر نہیں ہے ہم اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اس میں صرف ولی کی اجازت کا ذکر ہے اصل نکاح کرنے والی خود لڑکی ہی ہوتی ہے اس کی دلیل دوسری حدیث ہے۔ الایم احق بنفسها من ولیها۔ فیعضلها لما لها:۔ دو صورتیں ہوتی تھیں۔ ۱۔ کسی کی ولایت میں بنت عم وغیرہ ہوتی اور مال و جمال کی وجہ سے نکاح کرنا چاہتا اور مہر پورا نہ دیتا یا بدنی حقوق ادا نہ کرتا۔ ۲۔ پسند نہ ہوئی شکل و صورت اچھی نہ ہونے کی وجہ سے اس لئے خود نکاح نہ کرتا لیکن کسی اور سے بھی نکاح نہ کرتا کیونکہ مال والی ہوئی تھی نکاح کروں گا تو دوسرا مرد مال میں شریک ہو جائے گا دونوں صورتوں سے منع فرما دیا گیا کہ خود کرو تو پورا مہر دو اور پورے حقوق ادا کرو ورنہ دوسرے سے نکاح کر دو۔ استدلال یوں ہے کہ آیت سے معلوم ہوا کہ نکاح کا اختیار پورا پورا ولی کو ہے جواب یہ ہے کہ جیسے پیچھے گزرا ولی کی صرف اجازت کی ضرورت ہے کفو نہ ہو تو وجوب کفو ہو تو استحباً بایہ معنی نہیں ہے کہ عورت بالکل ایجاب و قبول نہیں کر سکتی۔ ان شئت انکحتک حفصة:۔ یہ محل ترجمہ ہے معلوم ہوا کہ ولی کو اختیار ہے جواب یہ ہے کہ حضرت حفصہ کی اجازت سے ہی نکاح کرنا مراد ہے۔ فرشتک:۔ میں نے اپنی بہن کو تیرا بستر بنایا۔

باب اذا کان الولی ہوا لخاصب

غرض یہ ہے کہ ولی کو اجازت ہے کہ اگر وہ چاہے تو اپنے نکاح میں لے آئے مثلاً بنت عم ہو۔ فامر رجلاً فزوجہ: کسی آدمی کو حکم فرمایا حضرت مغیرہ نے اس نے اس عورت کا نکاح حضرت مغیرہ سے کر دیا اگرچہ حضرت مغیرہ خود ولی تھے یہ صرف

مستحب ہے ولی چاہے تو خود ہی اپنے ساتھ نکاح پڑھ لے۔ اتجعلین امرک الی قالت نعم:۔ یہ روایت اس پر محمول ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف حضرت ام حکیم کے ولی بھی تھے اسی لئے ولایت کے باب میں ذکر فرمایا ورنہ ظاہر کے لحاظ سے اس روایت سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ فرما رہے ہیں کہ تم مجھے اپنا وکیل بنا دو۔ انہوں نے بنا دیا تو اپنے ساتھ نکاح فرما لیا۔ اس لئے ظاہر کے لحاظ سے باب سے مناسبت نہیں ہے باب سے مناسبت ثابت کرنے کے لئے ولایت والی توجیہ ضروری ہے۔ ان لم تکن لک بها حاجة فزوجنیہا:۔ باب سے مناسبت یوں ہے کہ نبی پاک ﷺ خلیفہ وقت ہونے کی وجہ سے اس عورت کے ولی تھے جس نے اپنے آپ کو نکاح کے لئے نبی پاک ﷺ کی خدمت میں پیش کیا اور نبی پاک ﷺ نے خود تو نکاح نہیں فرمایا دوسرے شخص سے نکاح فرما دیا گویا باب عام ہے ولی اپنے ساتھ نکاح کا پیغام دے یا کسی اور کے ساتھ نکاح کا پیغام دے۔ فیرغب عنہا:۔ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اس کو اپنے ساتھ نکاح کرنے کا اختیار تھا لیکن اس نے اپنے ساتھ نکاح کرنا پسند نہ کیا۔ یہ اختیار ثابت ہونا ہی باب کا مقصد تھا اس لئے باب سے مناسبت ہوگئی۔

باب النکاح الرجل ولده الصغار

ولد کے لفظ میں مذکر اور مؤنث دونوں داخل ہیں اس لئے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ والد کو صغیر اور صغیرہ کا نکاح پڑھنے کا حق حاصل ہے۔ واللاتی لم یحضن:۔ امام بخاری اس آیت سے یوں استدلال فرما رہے ہیں کہ جب حق تعالیٰ صغیرہ کی عدت بیان فرما رہے ہیں تو معلوم ہوا کہ صغیرہ کا نکاح بھی ہو سکتا ہے اور طلاق کی صورت میں عدت تین ماہ ہوگی۔

باب تزویج الاب ابنة من الامام

غرض یہ مسئلہ بتانا ہے کہ باپ اگر اپنی بیٹی کا نکاح خلیفہ وقت سے پڑھ دے تو یہ بھی جائز ہے۔

باب السلطان ولی

غرض یہ اجماعی مسئلہ بتلانا ہے کہ جس کا ولی نہ ہو بادشاہ اس کا ولی ہوتا ہے۔

باب لاینکح الاب وغیرہ
البکر والثیب الابرضاہا

غرض یہ بتلانا ہے کہ والد باکرہ یا ثیبہ کسی کا نکاح بھی اس کی اجازت کے بغیر نہیں کر سکتا۔ ظاہر یہی ہے کہ امام بخاری ہمارے امام ابو حنیفہ کی موافقت فرما رہے ہیں۔ عندا منا ولایت اجبار کا مدار صغر پر ہے کہ ولی صغیرہ کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح پڑھ دے تو وہ نکاح صحیح ہے وعند الشافعی و احمد مدار بکارت پر ہے کہ باکرہ کا نکاح ولی بغیر اس کی اجازت کے پڑھ دے تو صحیح ہے اور ثیبہ کے نکاح کے لئے اس کی اجازت ضروری ہے وعند مالک بکارت اور صغر میں سے جو بھی موجود ہو ولایت اجبار ولی کو حاصل ہوگی ہر باکرہ کا نکاح بھی ولی اس کی اجازت کے بغیر پڑھ سکتا ہے خواہ وہ صغیرہ ہو یا کبیرہ اور ہر صغیرہ کا نکاح بھی ولی بغیر اس کی اجازت کے پڑھ سکتا ہے خواہ وہ باکرہ ہو یا ثیبہ صرف بالغہ ثیبہ کا نکاح ولی اس کی اجازت کے بغیر نہیں پڑھ سکتا۔ منشاء اختلاف اول الباب ہے عن ابی ہریرۃ مرفوعاً لائیکح الایم حتی تنأمر ولائکح البکر حتی تنأذن پس عندنا یہ روایت ثیبہ اور باکرہ دونوں کے حق میں اپنے ظاہر پر ہے کہ دونوں سے اجازت لینی ضروری ہے البتہ صغیرہ باکرہ کے متعلق اجماع ہے کہ اس پر ولایت اجبار ولی کو حاصل ہے کہ ولی اس کی اجازت کے بغیر جہاں مناسب سمجھے اس کا نکاح پڑھ دے وہ نکاح صحیح ہو جائے گا اور اس کا سبب بکارت تو ہو نہیں سکتا کیونکہ اول الباب جو ابھی ذکر کی گئی ہے اس میں صراحۃً آ گیا کہ باکرہ کا نکاح اس کے اذن کے بغیر نہیں ہو سکتا اس لئے اجبار کا مدار صرف صغر پر رہ گیا کہ صغیرہ کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر ولی کر دے تو وہ نکاح صحیح ہو جائے گا۔ وللشافعی و احمد اسی اول الباب میں لائیکح الایم حتی

تتأمر پر مدار ہے اور اس کے مفہوم مخالف سے معلوم ہوا کہ باکرہ پر ولایت اجبار حاصل ہے ولما لک مدار اسی ٹکڑے پر ہے لائیکح الایم حتی تنأمر لیکن الیم سے مراد ثیبہ بالغہ ہے اس لئے صرف ثیبہ بالغہ کا نکاح اس کی مرضی کے بغیر نہیں ہو سکتا باقی سبب سبب قسموں کا نکاح ان کی اجازت کے بغیر ہو سکتا ہے۔ ترجیح حنفیہ کے قول کو ہے تین وجہ سے۔ ۱۔ ہم حدیث کے دونوں حصول کو اپنے ظاہر پر محمول کرتے ہیں اور دونوں حصوں پر پورا پورا عمل کرتے ہیں آپ ایک حصہ کو لیتے ہیں اور ایک حصہ کو چھوڑتے ہیں۔ افتونمون ببعض الكتاب وتکفرون ببعض۔ ۲۔ سنن ابی داؤد میں ہے عن ابن عباس ان جاریۃ بکرات النبی ﷺ فذکرت ان اباحا زوجھا وحی کا رھہ غیرھا النبی ﷺ۔ ۳۔ تجارت پر قیاس کرنا بھی حنفیہ کی تائید کرتا ہے کہ تجارت کی ولایت کا مدار صغر پر ہے صغیر اور صغیرہ کے مال میں ولی تصرف کر سکتا ہے اسی طرح نکاح بھی ولی ہی صغیر اور صغیرہ کا کر سکتا ہے بالغ اور بالغہ کا نکاح ولی ان کی اجازت کے بغیر نہیں کر سکتا۔

باب اذا زوج ابنة وهی

کارهة فنکاحھا مردود

یہاں بیٹی سے مراد بالغ بیٹی ہے دو وجہ سے۔ ۱۔ پیچھے دو باب چھوڑ کر گزر چکا ہے۔ باب انکاح الرجل ولده الصغار اس گذشتہ باب کی موافقت یہی چاہتی ہے کہ یہاں بالغہ مراد ہو کہ صغیرہ کا نکاح تو ولی کر سکتا ہے لیکن بالغہ کا نکاح ولی اس کی اجازت کے بغیر نہیں کر سکتا۔ ۲۔ لفظ کراہت بھی اسی پر دلالت کرتا ہے کہ وہ لڑکی بالغ ہے کیونکہ نابالغ کو نکاح کی پسندیدگی کا یہ نہیں چلتا کہ یہ نکاح اچھا ہے یا نہ

باب تزویج الیتیمہ

غرض یہ ہے کہ ولی کسی یتیم لڑکی کا نکاح اپنے ساتھ کرے تو وہ نکاح بھی صحیح ہے بشرطیکہ نہ مہر میں کمی کرے نہ حقوق کے ادا کرنے میں کمی کرے۔ ثم قال زوجکھا: مقصد یہ ہے کہ مجلس اگر ایک ہی ہو تو جو اجازت دی ہے وہ باقی رہے گی اور نکاح ہو جائے گا۔

باب اذا قال الخاطب للولی

زوجنی فلانة

باب کی غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ لڑکے نے کہا کہ میرا نکاح مثلاً اپنی بیٹی سے کر دیں اس کے جواب میں دو گواہوں کے سامنے باپ نے کہہ دیا کہ میں نے اپنی بیٹی فلاں کا نکاح تجھ سے اتنے مہر کے عوض کر دیا تو یہ نکاح ہو گیا دوبارہ لڑکے کا قبول کرنا ضروری نہیں ہے۔ لڑکے نے ایجاب کر لیا اور لڑکی کے باپ نے قبول کر لیا۔ نکاح مکمل ہو گیا۔

باب لا یخطب علی خطبة اخیه

یعنی جب راضی ہونے کے بالکل قریب ہوں پھر تو دوسرا آدمی پیغام نہ بھیجے اور اگر ابھی ابتدائی وجہ میں گفتگو ہو رہی ہو تو دوسرے شخص کے پیغام بھیجنے میں کچھ حرج نہیں۔ ولا تجسسا ولا تحسسا۔ جیم والا اعم ہے حالات معلوم کرنا اور حاء والا اخص ہے چھپ کر بات سننا۔

باب تفسیر ترک الخطبة

غرض یہ بتلانا ہے یہ کیسے پتہ چلتا ہے کہ مخاطب اول نے چھوڑ دیا۔ ولوترکھا لقبلتھا۔ اس حدیث پاک سے یہ مسائل مستنبط ہوئے۔ ۱۔ ایک شخص کے خطبہ کرنے کے ارادہ کے بعد دوسرے شخص کا صراحۃً خطبہ کرنا تو اچھا نہیں جبکہ پتہ ہو کہ پہلا شخص اگر خطبہ کرے گا تو فوراً نکاح ہو جائے گا کیونکہ یہ بھی خطبہ قبول ہونے اور جائزین کے راضی ہونے کے قریب پہنچنے ہی کے حکم میں ہے۔ البتہ دل میں سوچنا جائز ہے کہ اگر پہلا شخص ارادہ چھوڑ دے گا تو میں پیغام بھیج دوں گا جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق نے ارادہ فرمایا تھا کہ اگر نبی پاک ﷺ حضرت حفصہ سے نکاح کا ارادہ چھوڑ دیں گے تو میں پیغام بھیج دوں گا اس طرح سوچنے میں کچھ حرج نہیں ہے۔ ۲۔ کوئی اپنی بیٹی وغیرہ کے نکاح کی پیشکش کرے اور اس کو کوئی عذر ہو قبول کرنے سے تو وہ عذر بیان کر دینا چاہئے تاکہ اس پیش

کش کرنے والے کو رنجش نہ ہو۔ ۳۔ ترک خطبہ کی تفسیر معلوم ہو گئی کہ نکاح کرنے کا ارادہ تھا اب ارادہ بدل گیا یہی ترک خطبہ ہے۔

باب الخطبة

غرض یہ ہے کہ نکاح کے ایجاب و قبول کے لئے خطبہ پڑھنا مستحب ہے۔ سوال۔ اس باب میں نکاح کے خطبہ کی روایت تو لائے ہی نہیں۔ جواب۔ وہ روایت ان کی شرط پر نہ تھی اس لئے نہ لائے اور عام خطبہ والی حدیث سے استنباط فرمایا پھر گذشتہ باب سے مناسبت لفظی ہے کیونکہ خطبہ بکسر الخاء ہے اور خطبہ بضم الخاء ہے پہلے کے بعد دوسرے کا ذکر ہے۔ پھر امام بخاری اس حدیث کو لا کر یہ اشارہ بھی فرما رہے ہیں کہ اگرچہ خطبہ نکاح کے موقعہ میں مسنون ہے لیکن اپنی ساحرانہ کلام سے حق اور باطل میں التباس پیدا نہ کرے جو کچھ کہے حق ہی کہے۔

باب ضرب الدف فی النکاح والولیمہ

باب کی غرض میں دو تقریریں ہیں۔ ۱۔ نکاح اور ولیمہ میں دف کا بجانا جائز ہے بشرطیکہ صرف اعلان مقصود ہو ولبو لعب مقصود نہ ہو۔ ۲۔ یہی مستحب ہے اسی مذکورہ شرط کے ساتھ۔

باب قول اللہ تعالیٰ 'انوا النساء صدقاتهن نحلة'

و کثرة المهر و ادنی ما یجوز من الصداق

غرض امام بخاری کی یہ ہے کہ اقل مہر مقرر نہیں ہے شرعاً ایک پیسہ بھی مہر ہو سکتا ہے جو چیز بیع میں ثمن بن سکتی ہے وہ نکاح میں مہر بن سکتی ہے اور یہی مذہب ہے جمہور کا لیکن ہمارے امام ابو حنیفہ کے نزدیک شریعت میں اقل مہر متعین ہے اور وہ دس درہم ہے۔ لہذا۔ ۱۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ان تبغوا بما واکم۔ ۲۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ومن لم یستطع منکم طولا ان ینکح المحصنات فمن ماملکت ایمانکم من فینا تکم المومنات ان دونوں آیتوں سے ہمارا استدلال اس طرح ہے کہ حق تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ آزاد عورتوں کا مہر کچھ عزت والا ہوتا ہے اسی لئے کوئی

خوش کرنے کے لئے صرف تھوڑے سے قرآن پاک کے حفظ ہونے کی وجہ سے نکاح فرما دیا ایسے ہی جن روایتوں میں دس درہم سے کم مہر کا ذکر ہے وہ سب مہر مغل ہی پر محمول ہیں۔

باب التزویج علی القرآن و بغیر صدق

علامہ عینی نے اس باب کا مطلب یہ بیان فرمایا ہے کہ مراد ہے بغیر ذکر صدق کے بھی نکاح پڑھ دیا جائے یعنی مہر کا نام نہ لیا جائے تو پھر بھی نکاح صحیح ہو جاتا ہے۔ فرمائیہا ایک:۔ یہاں فاء الگ ہے اور رالگ ہے یہ رای سے بھی اور روایت سے بھی امر کا صیغہ آتا ہے کہ اے نبی پاک ﷺ آپ اپنی رائے مبارک ذکر فرما دیں۔ فقد انکحتکھا بما معک من القرآن:۔ عندنا منا واحد تعلیم قرآن مہر نہیں بن سکتی وعند الشافعی بن سکتی ہے وعند مالک بن قسطنطین ہے۔ لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے۔ لانا۔ واحل لکم ما ورا ذالکم ان تبغوا باموالکم معلوم ہوا کہ مہر کا مال ہونا ضروری ہے اور تعلیم قرآن ایک عمل ہے مال نہیں ہے اس لئے تعلیم قرآن کو مہر نہیں بنایا جاسکتا وللشافعی اول الباب عن سہل بن سعد مرفوعاً قد اکتھما بما معک من القرآن جواب یہ معنی ہیں کہ قرآن پاک کی فضیلت کی وجہ سے نکاح کرتا ہوں کیونکہ وہ شخص مہر مغل کے طور پر لوہے کی انگوٹھی بھی نہ لاسکا جس سے بیوی کو فوری طور پر خوش کر سکتا تو نبی پاک ﷺ نے بیوی کو خوش کرنے کے لئے اس شخص کی دینی فضیلت بیان فرمادی کہ اگرچہ یہ دنیا کے لحاظ سے خالی ہاتھ ہے لیکن اس کے پاس دنیا کی دولتوں سے کہیں اونچی دولت موجود ہے اور وہ بعض سورتوں کا یاد ہونا ہے اور یہاں باء من اجلہ کے معنی میں ہے یعنی باء سیمیہ ہے بابت نہیں ہے کہ تعلیم قرآن کے بدلہ میں نکاح پڑھا ہے قرینہ وہی آیت ہے جو ہماری دلیل کے طور پر ابھی ذکر کی گئی ہے ولما لک اول الباب جو ابھی ذکر کی گئی یہ اجازت اس صورت میں دی گئی جب کہ اس کو مال بالکل نہ ملا اس لئے عام حالات میں تعلیم قرآن کو مہر بنانا مکروہ ہے۔ جواب وہی ہے جو ابھی گزرا۔

ادا کر سکتا ہے اور کوئی ادا نہیں کر سکتا جو آزاد عورت کا مہر نہ ادا کر سکے وہ لونڈی سے نکاح کرے اور عزت دینا کو حاصل ہے جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے ومن اهل الكتب من ان تامنه بقنطار يوده اليك و منهم من ان تامنه بدينار لا يوده اليك الا مادمت عليه قائما۔ یہاں قنطار اور دینار کا تقابل ہے اس سے طوم ہوا کہ عرف میں ادنیٰ مال دینا ہے اور یہی عزت والا ہے اور دینار کی قیمت چاندی کے لحاظ سے نبی پاک ﷺ کے زمانہ میں دس درہم تھی اس لئے ان تبغوا باموالکم میں بھی دس درہم ہی مراد ہیں اور من لم يستطع منكم طولاً ان ينكح المحصنات میں بھی حرہ کا مہر دس درہم ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ ۳۔ فتح القدیر میں ہے فقد روى ابن ابی حاتم عن القاسم بن محمد قال سمعت جابر أرى الله عند قال سمعت رسول الله ﷺ يقول لا مهر اقل من عشرة اور حافظ ابن حجر نے اس حدیث کو اس سند کے ساتھ حسن قرار دیا ہے۔ ۴۔ قد علمنا ما فرضنا عليهم في ازوجهم اس آیت مبارکہ میں لفظ فرض بھی خاص ہے اور اس کی نسبت متکلم کی طرف بھی خاص ہے۔ معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کی طرف سے اور شریعت مطہرہ کی طرف سے اقل مہر متعین ہے کیونکہ اکثر مہر تو بالاتفاق متعین نہیں ہے پھر وہ اقل کتنی متعین ہے اس کی تفصیل اوپر والی حدیث پاک میں آچکی ہے وجہ راول الباب الآتی عن سہل بن سعد الساعدي کہ ایک عورت نے اپنے آپ کو نبی پاک ﷺ کی خدمت میں نکاح کے لئے پیش کیا نبی پاک ﷺ خاموش رہے تو ایک صاحب نے عرض کیا کہ اگر آپ نکاح نہیں فرماتا چاہتے تو میرے ساتھ نکاح پڑھ دیجئے اس پر ارشاد فرمایا کہ تمہارے پاس کچھ ہے عرض کیا کچھ نہیں اس پر فرمایا اذهب فاطلب ولو خاتماً من حدید اس روایت سے یہ ثابت ہوا کہ معمولی چیز بھی مہر بن سکتی ہے کیونکہ لوہے کی انگوٹھی بہت معمولی ہوتی ہے ہم اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ مہر مغل تھا اور مہر مثل ذمہ میں رہنے دیا اور جب وہ لوہے کی انگوٹھی بھی نہ لاسکا تو زوجہ کو

یہ بھی نکاح میں آجائے اس کو اس کا حصہ جتنا تقدیر میں ہوگا جس کو مقدر کہتے ہیں مل جائے گا۔ ۳۔ یہی عورت کسی اور سے نکاح کرے وہاں اس کو اس کا مقدر مل جائے گا۔ ۴۔ بیوی کی بہن اپنی بہن کو طلاق دلوا کر اس کی جگہ اپنے بہنوئی سے نکاح نہ کرے بلکہ کسی اور جگہ نکاح کرے اس کو وہاں اس کا مقدر مل جائے گا۔

باب الصفرۃ للمتزوج

امام بخاری کی غرض میں دو تقریریں ہیں۔ ۱۔ نیا نکاح کرنے والے کو زرد رنگ کی خوشبو استعمال کرنا جائز ہے لیکن یہ امام بخاری کا اپنا اجتہاد ہے ورنہ جمہور فقہاء کے نزدیک زرد رنگ کی خوشبو مردوں کے لئے منع ہے نیا نکاح ہو یا نہ ہو اور ممانعت احادیث میں وارد ہے اور یہ ممانعت عام ہے نئے نکاح والے کو بھی اور باقیوں کو بھی شامل ہے۔ امام بخاری زیر بحث روایت سے استدلال فرما رہے ہیں عن انس ان عبد الرحمن بن عوف جاء الى رسول الله صلى الله عليه وسلم وبه اثر صفرۃ فسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاجرہ انہ تزوج امرأة من الانصار اس کا ہم جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ بلا اختیار تھوڑا سا رنگ بیوی سے لگ گیا تھا خود قصداً حضرت عبدالرحمان بن عوف نے اپنے بدن یا کپڑے پر نہ لگایا تھا۔

۲۔ دوسری تقریر امام بخاری کی غرض کی اس باب سے یہ ہے کہ اگر بلا اختیار بیوی کے بدن یا کپڑے سے خاوند کے بدن یا کپڑے کو زرد رنگ کی خوشبو لگ جائے تو اس میں گناہ نہیں ہے اس تقریر پر امام بخاری جمہور کی مخالفت نہیں فرما رہے۔

باب :۔ سوال۔ اس باب میں حضرت زینب کے ولیمہ کا ذکر ہے اس لئے یہاں باب بلا ترجمہ مانیں یا نہ مانیں اس حدیث کو گذشتہ باب سے کوئی مناسبت نہیں ہے کیونکہ گذشتہ باب میں تو نئے نکاح کرنے والے کا حکم ہے کہ اس کے لئے زرد رنگ کی خوشبو لگانا جائز ہے یا غیر اختیاری طور پر لگ جائے تو معاف ہے پس کوئی مناسبت نہ پائی گئی۔ جواب۔ ۱۔ گذشتہ باب میں جو حدیث لائے تھے اس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عبدالرحمن بن

باب المهر بالعروض و خاتم من حديد
غرض یہ ہے کہ نقد کے علاوہ بھی چیزیں مہر بن سکتی ہیں۔

باب الشروط فى النكاح

نکاح کی شرطیں تین قسم کی ہیں۔ ۱۔ جن کا ادا کرنا واجب ہے شرط لگائیں یا نہ لگائیں جیسے بیوی سے اچھا سلوک کرنا۔ ۲۔ وہ شرطیں جن کے لگانے سے منع کیا گیا ہے جیسے یہ شرط لگائے کہ پہلی بیوی کو طلاق دو۔ ۳۔ جن میں اختلاف ہے مثلاً مجھ پر اور نکاح نہ کرنا۔ عند احمد عقد کے وقت جو شرط لگائی جائے اس کا پورا کرنا ضرور ہے۔ عند الجمہور پورا کرنا ضروری نہیں۔ لانا۔ فی الطہراتی بسند حسن عن جابر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطب ام بشر بنت البراء بن المعرور فقال انی شرطت لزوجی ان لا اتزوج بعده فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان هذا الاصلح ولا حمداً فی باب کی من زرویت عن عقبہ مرفوعاً حق ما وفتیم من الشروط ان تو جوابہ ما تخلتیم بہ الفروج جواب یہ صرف اولویت پر محمول ہے تاکہ ہماری دلیل سے تعارض نہ ہو۔ قال عمر مقاطع الحقوق عند الشروط :۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ شروط واجبہ لگانے سے حقوق ختم ہو جاتے ہیں۔ و وعد فی فوفانی :۔ یہی محل ترجمہ ہے۔

باب الشروط التى لاتحل فى النكاح

غرض ان شرطوں کا بیان کرنا ہے جن کا لگانا نکاح کرتے وقت جائز نہیں ہے اس باب کی حدیث میں مرفوعاً وارد ہے عن ابی ہریرۃ لا تحلل لامرأة ان تسئل طلاقاً اختها لتسفر غصفتها فانما لها ما قدر لها اور سنن ابی داؤد کی روایت میں فانما سے پہلے لفظ لیس بھی ہے۔ اس حدیث کے چار معنی کئے گئے ہیں۔ ۱۔ منکوحہ اپنے خاوند سے یہ نہ کہے کہ تم اپنی دوسری بیوی کو طلاق دے دو تاکہ اس کا حصہ بھی میں ہی لے جاؤں لیس کے معنی ہیں کہ نکاح میں باقی رہے۔ ۲۔ اجنبی عورت جس کو کسی نے نکاح کا پیغام دیا ہو پیغام دینے والے کو جس کو مخاطب کہتے ہیں اس کو یہ نہ کہے کہ پہلے اپنی پہلی بیوی کو طلاق دو پھر میں تجھ سے نکاح کروں گی بلکہ اس پہلی بیوی کے ساتھ ہی

باب من بنی بامراة وهی بنت تسع سنین
 غرض یہ ہے کہ ۹ سال کی عمر سے پہلے عورت کی رخصتی نہ ہونی چاہئے لیکن جمہور فقہاء کے نزدیک دار و مدار قوت پر ہے اگر ۹ سال سے پہلے بھی عورت قوت والی ہو تو رخصتی میں کچھ حرج نہیں اور اگر کمزور ہو تو ۹ سال کے بعد ہونی چاہئے۔

باب البناء فی السفر

غرض یہ ہے کہ سفر میں بھی رخصتی کی گنجائش ہے۔

باب البناء بالنہار بغیر مرکب ولا نیران
 باب کی دو غرضیں ہیں۔ ۱۔ زمانہ جاہلیت کی رسم تھی کہ رخصتی کے وقت دلہن سے آگے آگے گھوڑ سوار اعلان کے لئے بھیجتے تھے اور آگ جلاتے تھے اس کا رد ہے کہ کفار جاہلیت کی رسم ہے اور ایک نسخہ میں مرکب کی جگہ موکب ہے جس کے معنی ہیں گھوڑ سواروں کی جماعت جس کو آج کل جلوس کہتے ہیں۔ ۲۔ دوسری غرض یہ ہے کہ رخصتی رات کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ یہ دن کے وقت بھی ہو سکتی ہے۔

باب الانماط ونحوها للنساء

انماط کے معنی مندے اور غالیچے ہیں غرض یہ ہے کہ بستر کے اوپر عمدہ غالیچہ یا عمدہ چادر بچھانی جائز ہے۔

باب النسوة اللاتی یہدین

المرأة الی زوجها

غرض یہ ہے کہ دلہن کو تیار کرنے کا اور اس کو بھیجنے کا خصوصی اہتمام کرنا جائز ہے اور بعض نسخوں میں یہاں باب کے عنوان میں اخیر میں یہ الفاظ بھی ہیں ودعا صحن بالبرکت شاید اس میں اشارہ ہو اس حدیث کی طرف جو یہاں مذکور نہیں ہے جس میں حضرت عائشہ کی دعا کا ذکر ہے جو انہوں نے کسی عورت کو رخصتی کے لئے پیش کرنے کے بعد کی تھی سلما ودعونا بالبرکت۔ فان الانصار یعجبهم اللہو۔ اس ابوکا مصداق اشعار اور دف ہے۔

باب الهدیة للعروس

غرض یہ ہے کہ نئے شادی شدہ کو رخصتی کی رات گزارنے کے

غوف کو امر تھا اولم ولو بشاة اور اس حدیث میں ایک ولیمہ واقعہ ہے گویا گذشتہ باب میں امر ولیمہ تھا اور اس باب میں فعل ولیمہ ہے۔ ۲۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ گذشتہ باب میں زرد رنگ کا نئے نکاح کرنے والے پر موجود ہونا مذکور تھا اس باب میں نہ ہونا مذکور ہے اس لئے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ زرد رنگ کی خوشبو لگانے کا نئے نکاح کرنے والے کے لئے صرف جائز ہے واجب نہیں ہے۔

باب کیف یدعی للمتزوج

غرض زمانہ جاہلیت والی دعا کا رد کرنا ہے وہ یہ تھی بالرفاء والبنین۔ رد کی وجہ یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کا نام نہیں ہے اس کی جگہ احادیث میں دو قسم کی دعائیں منقول ہیں ایک یہاں چھوٹی دعا ہے بارک اللہ لک اور دوسری دعا ذرا لمبی ہے وہ دوسری احادیث میں ہے بارک اللہ لکما وبارک فیکما وجمع بینکما فی خیر۔

باب الدعا للنساء اللاتی یہدین

العروس وللعروس

غرض اس دعا کا ذکر کرنا ہے جو خاندان کے گھر موجود عورتیں دلہن کے لئے اور دلہن کو لانے والی عورتوں کے لئے کریں دلہن کو لانے والی اس کی ماں اور دیگر رشتہ دار اور ملنے والی عورتیں ہوتی ہیں۔ علی خیر طائر۔ ۱۔ نیک فال سے کنایہ ہے۔ ۲۔ طائر سے مراد انسان کا عمل ہے۔ ۳۔ طائر سے مراد قسمت ہے۔ ۴۔ طائر سے مراد حصہ ہے۔

باب من احب البناء قبل الغزو

باب کی غرض کیا ہے اس کی دو تقریریں ہیں۔ ۱۔ پہلے شادی شدہ رخصتی کرے پھر جہاد پر جائے تاکہ یکسوئی سے جہاد کی عبادت ادا کر سکے۔ ۲۔ رد کرنا مقصود ہے اس شخص پر جس نے کہہ دیا کہ نکاح سے پہلے حج کرنا چاہئے تاکہ حج سے پاک صاف ہو جائے پھر نکاح کرے امام بخاری رد فرما رہے ہیں کہ معاملہ برعکس ہونا چاہئے کہ پہلے نکاح اور رخصتی کے ذریعہ سے پاک صاف اور عقیف بن جائے پھر حج اور جہاد کی عبادت میں مشغول ہوتا کہ حج اور جہاد کی عبادتیں یکسوئی اور عمدگی سے ادا ہوں۔

پہنچانے کی نہ ہو۔ اولم بشاة: حضرت زینب کے نکاح میں کچھ بڑی دعوت بطور ولیمہ کے فرمائی اس کی وجہ میں اقوال مختلف ہیں۔ ۱- اتفاقاً اس زمانہ میں کچھ گنجائش زیادہ تھی اس لئے قدرے بڑی دعوت فرمائی۔ ۲- بیان جواز مقصود تھا کہ قدرے بڑی دعوت کی بھی گنجائش ہے جبکہ اپنی آمدنی کے لحاظ سے اسراف نہ ہو لیکن اس زمانہ میں چونکہ ولیمہ کا اسراف بہت زیادہ ہے اس لئے گنجائش والے کو بھی بڑی دعوت نہ کرنی چاہئے تاکہ دوسروں کو اسراف کا شوق نہ ہو۔ ۳- چونکہ حضرت زینب کا نکاح اللہ تعالیٰ نے خود پڑھ دیا تھا فلما قضی زید منها وطراً ووجنکھا اس اللہ تعالیٰ کی خصوصی عنایت کا شکر ادا کرنے کے لئے ولیمہ میں قدرے وسعت فرمادی اور ایک بکری ولیمہ کے لئے ذبح فرمائی اور غریب کی بکریاں چونکہ چھوٹے قد کی ہوتی ہیں تقریباً تین چار مرغیوں کے برابر ہوتی ہیں اس لئے ایک بکری سے پندرہ سولہ آدمیوں کی دعوت ہو سکتی ہے ہزار دو ہزار کے لئے استدلال نہیں کیا جاسکتا۔ بہر حال اسراف سے بچنا ضروری ہے وہی رقم اسی لڑکے اور لڑکی کو دے دی جائے تو ان کو کئی سال گھر کے خرچ میں تنگی نہ ہو۔

باب من اولم باقل من شاة

غرض یہ ہے کہ چھوٹی سی دعوت بھی ولیمہ کی سنت ادا کرنے کے لئے کافی ہے پھر اس باب کا ماقبل سے ربط یہ ہے کہ اس میں تصریح بماعلم ضمناء ہے۔

باب اجابة الولیمة والدعوة

ومن اولم سبعة ايام ونحوه

باب سے دو غرضیں ہیں۔ ۱- ولیمہ اور دعوت قبول کرنے کی شریعت میں بہت تاکید ہے۔ ۲- ولیمہ میں دنوں کی کوئی حد نہیں ہے۔ اس حد نہ ہونے کی دلیل یہ شمار فرما رہے ہیں کہ ولیمہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دنوں کی کوئی حد ذکر نہیں فرمائی پھر امام بخاری نے اپنی تاریخ میں یہ روایت ذکر فرمائی ہے جو ابو داؤد اور نسائی میں ہے عن عبد اللہ بن عثمان النخعی عن رجل من ثقیف مرفوعاً الولیمة اول یوم حق

بعد پہلی صبح ہی کو کچھ ہدیہ دینا اچھا ہے لیکن قرضہ کی نیت سے نہ ہو جیسا کہ آج کل سلا میوں کا رواج ہے جو قرضہ ہوتا ہے اور پھر صحیح طریقہ سے واپس نہیں کیا جاتا وہ ناجائز رسم اور گناہ ہے۔ بجنبات: یہ جدیہ کی جمع ہے جس کے معنی ناحیہ اور جانب کے ہیں۔ تصدعوا: سب چلے گئے۔ وجعلت اغتم: میں شروع ہوا کہ میں غم کر رہا تھا کہ یہ چند آدمی اب اپنے اپنے گھروں کو کیوں نہیں جاتے۔

باب استعارة الثیاب للعروس و غیرها

غرض یہ ہے کہ دلہن کے لئے کپڑے اور زیور عاریت کے طور پر لے لینا جائز ہے۔ غیرہا کی ضمیر ثیاب کی طرف لوتی ہے۔

باب ما یقول الرجل اذا اتی اہله

غرض وہ دعا بتلانی ہے جو جماع سے پہلے پڑھنی مسنون ہے۔ لم یغره شیطان ابداً: اس پیارے ارشاد کے مختلف معانی کئے گئے۔ ۱- اتنا اثر شیطان نہ ڈال سکے گا کہ کوئی بھی عمل صالح باقی نہ رہے یہ کفر ہی کی صورت میں ہو سکتا ہے اس لئے حاصل یہ ہوا کہ شیطان اس کو مرتد نہ بنا سکے گا۔ ۲- ولادت کے وقت شیطان کے ہاتھ لگانے سے محفوظ رہے گا۔ ۳- ان بندوں میں سے ہوگا جن کے بارے میں وارد ہے ان عبادی لیس لک علیہم سلطان۔ ۴- بدن کا نقصان نہ کرے گا کہ ناقص الخلقة ہو۔

باب الولیمة حق

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ ولیمہ سنت ہے۔

باب من اولم علی بعض نساء

اکثر من بعض

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ جس نے ایک سے زیادہ نکاح کئے ہوں وہ اگر کسی نکاح کے ولیمہ میں چھوٹی اور کسی نکاح کے ولیمہ میں کچھ بڑی دعوت بھی کر دے اپنی امیری اور غریبی کے حالات کی وجہ سے تو اس میں گناہ نہیں ہے جبکہ اس کی نیت کسی ایک بیوی کو تکلیف

باب قیام المرأة علی الرجال فی

العرس و خدمتهم بالنفس

غرض یہ کہ دہن بھی مہمانوں کو خود کھانا کھلا سکتی ہے۔ یہ واقعہ تو نزول حجاب سے پہلے کا ہے اب پردہ کے ساتھ گنجائش ہے۔ اماتہ: ہاتھوں سے ملا۔ تہحفہ: تحفہ پیش کر رہی تھیں۔

باب النقیع والشراب الذی

لا یسکر فی العرس

یہ مسئلہ بتلانا مقصود ہے کہ ولیمہ میں ایسا شربت پلانا جائز ہے جو نشہ نہ کرے۔

باب المداراة مع النساء

غرض یہ ہے کہ بیوی سے نرمی کا سلوک کرنا چاہئے۔

باب الوصاة بالنساء

لفظ وصاة کے معنی وصیت کے ہیں غرض یہ ہے کہ عورتوں کے حقوق ادا کرنے کے لئے وصیت ثابت ہے اور ان کے حقوق ادا کرنا واجب ہے۔

باب قوا انفسکم واهلیکم نارا

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ اگر بیوی واجب چھوڑے تو اس سے نرمی نہ کرے اور پوری کوشش سے واجبات کا پابند بنائے تاکہ وہ دوزخ کی آگ سے بچ سکے۔

باب حسن المعاشرة مع الاہل

غرض یہ ہے کہ بیوی سے اچھا سلوک کرنا واجب ہے۔ ان لایکتمن من اخبار ازواجہن شیئاً: عورتوں کی یہ گفتگو کہاں ہوئی زمانہ جاہلیت میں اس میں تین قول ہیں ۱۔ مکہ مکرمہ میں ۲۔ یمن میں ۳۔ قبیلہ بنی شعم میں۔ پھر یہ روایت موقوف ہے یا مرفوع اس میں دو قول ہیں ۱۔ حضرت عائشہ پر موقوف ہے سوائے آخری حصہ کے کہ وہ مرفوع ہے ۲۔ ساری روایت مرفوع ہے۔ زوجی لحم جمل غث: میرا

والثانی معروف والثالث ریاء وسمعة اور امام بخاری نے اس حدیث کو اسناد کے لحاظ سے غیر صحیح قرار دیا ہے اور اپنی اسی تاریخ میں ایک روایت نقل فرمائی ہے عن ابن سیرین عن ابیہ انہ لما بنی باہلہ الم سبعة ایام فدعانی ذلک ابی بن کعب فاجابہ عن المیثاق: یہ میثاق کی جمع ہے ریشمی گدی جس پر گھوڑے پر سواری کے وقت بیٹھتے تھے۔ والقسیة: ریشم اور سوت کو ملا کر بنائے ہوئے کپڑے قس کی طرف منسوب ہے جو دیار مصر میں ایک بستی تھی۔ وکانت امراتہ یومئذ خادما مہم: یہ پردہ نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے۔

باب من ترک الدعوة فقد عصی اللہ ورسولہ غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ بلا عذر دعوت سے انکار کرنا گناہ ہے۔

باب من اجاب الی کراہ

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ تحقیر کی وجہ سے دعوت چھوڑ دینا منع ہے۔

باب اجابة الداعی فی العرس و غیرہا

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ بلا عذر دعوت کا رد ممنوع ہے سوال عنقریب تو یہی مضمون گزرا ہے۔ جواب یہ تخصیص بعد المعمم ہے۔ وہاں دعوت کا ذکر تھا یہاں خاص دعوت ولیمہ ہے۔

باب ذهاب النساء والصبيان الی العرس

غرض یہ مسئلہ بیان کرنا ہے کہ عورتوں اور بچوں کا ولیمہ میں شریک ہونا جائز ہے بشرطیکہ پردہ اور احکام شرع کا پورا پورا خیال رکھا جائے۔ فقال ممثنا: یہ منت سے ہے ان پر احسان فرماتے ہوئے غرض یہ ہے کہ جلدی سے اور قوت سے اٹھے۔

باب هل یرجع اذاری منکر افی الدعوة

غرض یہ ہے کہ اگر دعوت میں برائی کو روک نہ سکے تو اٹھ کر آ جانا واجب ہے۔ من کنت اخشی علیہ فلم اکن اخشی علیک: اگر اوروں پر مجھے خوف تھا کہ وہ عورتوں سے مغلوب ہو جائیں گے تو آپ پر تو مجھے خوف نہ تھا لیکن افسوس کہ آپ بھی عورتوں سے مغلوب ہو گئے۔ نمرقة: اس کے معنی ہیں نیکے۔

لوگ جانتے ہیں اور بجرہ سے مراد باطنی باتیں غم کی جو لوگ نہیں جانتے وہ۔ بتلا دوں گی گویا لغوی معنی ایک تو وہ آتے ہیں جو دوسرے مرادی معنی میں بتلائے گئے ہیں اور دوسرے یہ آتے ہیں کہ عجر کہتے ہیں رگوں کی گرہ کو اور بجر کہتے ہیں رگوں کی گرہ کو جو پیٹ میں ہو گویا عجر عام ہے اور بجر خاص ہے باقی سب مرادی معنی ہیں۔ زوجی العشق:۔ لبا ترنگا یعنی بہت لبا ہے۔ ان انطق اطلق:۔ اگر میں اس کے عیب بتلاؤں گی تو وہ مجھے طلاق دے دے گا۔ وان اسکت اعلق:۔ اگر میں خاموش رہوں گی تو کالمعلقہ تو ہوں ہی یعنی نہ میرے حق ادا کرتا ہے نہ طلاق دیتا ہے۔ زوجی کلیل تھامہ:۔ اس عبارت میں تھامہ جگہ کا نام ہے جو مکہ مکرمہ سے قریب ہے رات سے مراد موسم بہار کی رات ہے جو اعتدال والی ہے۔ لاحر ولاقر:۔ نہ بہت گرم ہے نہ بہت ٹھنڈا ہے کہ تکلیف دہ ہو اعتدال والا ہے۔ لامخافہ ولاسامہ:۔ نہ میں اس سے ڈرتی ہوں کیونکہ اچھے اخلاق والا ہے نہ وہ مجھ سے اکتاتا ہے۔ زوجی ان دخل فہد:۔ میرا خاوند جب گھر میں آتا ہے تو چیتے جیسا ہو جاتا ہے یا تو چیتے کے ساتھ تشبیہ ہے زیادہ سونے میں یا جلدی جماع کرنے میں۔ وان خرج اسد:۔ جب باہر جاتا ہے تو دشمنوں پر شیر ہو جاتا ہے حضرات صحابہ کرام کی طرح ہے اشداء علی الکفار رحماء بینہم۔ ولا یسأل عما عہد:۔ اس عبارت میں عہد کا تعلق ماضی سے بھی ہے اور حال سے بھی ہے یعنی ماضی کے لحاظ سے جو مال اس کے علم میں ہے اس کے متعلق باز پرس نہیں کرتا اور فی الحال جو کچھ گھر میں ہوتا ہے اس میں کھود کرید نہیں کرتا نرمی سے پیش آتا ہے۔ زوجی ان اکل لف:۔ میرا خاوند اگر کھانے بیٹھا ہے تو سب کچھ کھا جاتا ہے۔ وان شرب اشف:۔ اگر پیتا ہے تو سب کچھ پی جاتا ہے۔ وان اضطجع التف:۔ اور اگر لیٹتا ہے تو اکیلا لیٹتا ہے۔ ولا یولج الکف لیعلم البث:۔ اور میری طرف ہاتھ نہیں بڑھاتا تاکہ میرا پرانگندہ

خاوند دبلے اونٹ کے گوشت کی طرح ہے۔ بکری کا گوشت پسند کیا جاتا ہے نہ کہ اونٹ کا کیونکہ اس میں کچھ بو ہوتی ہے اور ذائقہ اچھا نہیں ہوتا پھر اونٹ بھی دبلا ہو تو شوق اور بھی کم ہو جاتا ہے مقصد یہ ہے کہ میرے خاوند کا نفع کم ہے۔ علی راس جبل لاسهل فیرتقی:۔ اس میں خاوند کا بنس اور تکبر بتلایا کہ اس سے نفع حاصل کرنا بہت مشکل ہے کیونکہ وہ بخیل ہے اور اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھتا ہے گویا کہ پہاڑ پر بیٹھا ہے۔ ولا سمین فینتقل:۔ راجح یہ ہے کہ سہل اور سمین کو مرفوع پڑھا جائے کیونکہ یہ لحم کی صفیتیں ہیں اور ولا سمین کے معنی ہیں کہ یہ گوشت عمدہ نہیں ہے کہ مشقت اٹھا کر لایا جائے۔ اسی پہلی صفت قلیل النفع ہی کی تاکید ہے۔ کل تین برائیاں بیان کی ہیں قلیل النفع۔ بخیل اور متکبر۔ انی اخاف ان لا اذره:۔ اس عبارت میں اذره کی ضمیر لوٹی ہے خبر کی طرف کیونکہ اس سے پہلے ہے زوجی لا ابث خبرہ اور لازائدہ ہے میں ڈرتی ہوں کہ اس کی خبر چھوڑ دوں گی یعنی اس کے حالات اتنے زیادہ ہیں کہ میں سب بیان نہیں کر سکتی۔ ۲۔ ضمیر لوٹی ہے خاوند کی طرف اور لازائدہ ہے میں ڈرتی ہوں کہ اگر میں اس کے حالات بیان کروں گی تو اس کو چھوڑ دوں گی یعنی وہ مجھے طلاق دے دے گا۔ ۳۔ ضمیر لوٹی ہے زوج کی طرف اور لازائدہ نہیں ہے اور معنی یہ ہیں کہ اگر میں اس کے حالات بیان کروں گی تو اس کو نہ چھوڑوں گی یعنی خوب رگڑوں گی اور خوب عیب بیان کروں گی اور خوب ذلیل کروں گی۔ ان اذکرہ اذکر عجرہ و بجرہ:۔ ۱۔ سب کچھ بیان کر دوں گی جس کو اردو میں کہتے ہیں اترے پترے کھول دوں گی۔ ۲۔ عجر کے معنی ہیں پیچھے پھونک مارنا اور بجر کے معنی ہیں آگے پھونک مارنا کنایہ ہے اس سے کہ اس کے سب عیب کھول دوں گی۔ ۳۔ عجر اور بجر کے معنی گرہ کے آتے ہیں معنی یہ ہیں کہ اس کے اچھے اخلاق پر جو گرہ لگی ہوئی ہے اس کو بیان کر دوں گی اور ثابت کر دوں گی کہ اس میں اچھے اخلاق نہیں ہیں۔ ۴۔ اس کے راز کھول دوں گی۔ ۵۔ اس کے باطنی عیب ظاہر کر دوں گی۔ ۶۔ عجرہ سے مراد ظاہری باتیں غم کی جو بہت سے

مہمانوں کے آنے پر اونٹ ذبح کرتا ہے۔ اس لیے اونٹ گھر پر موجود رکھتا ہے۔ واذا سمعن صوت المزهر ايقن انهن هو الک:۔ مزرہ سے مراد وہ لکڑی ہے جس سے گھنٹی بجائی جاتی ہے یا کوئی اور بابا بجایا جاتا ہے۔ معنی یہ ہوئے کہ جب مہمان آتے ہی تو میرا خاوند خوشی سے گھنٹی بجاتا ہے تو اونٹیاں سمجھتی ہیں کہ اب مہمان آگئے ہیں ہم میں سے کسی نہ کسی کو ضرور ذبح کیا جائے گا یعنی وہ مہمانوں کے آنے سے بہت خوش ہوتا ہے اور ان کی بہت خدمت کرتا ہے اور مہمان بھی اتنے زیادہ آتے ہیں کہ اونٹیاں بھی ان حالات کی عادی ہو چکی ہیں۔ زوجی ابو زرع یما ابو زرع:۔ میرا خاوند ابو زرع ہے اور کیا ہی اچھا ابو زرع ہے۔ اناس من حلی اذنی:۔ میرے کانوں کو زیور سے جھوننے والا بنا دیا یعنی زیور سے بھر دیا۔ وملاء من سحم عضدی:۔ اور میرے بازوؤں کو چربی سے بھر دیا مجھے خوب کھلایا پلایا کہ میرے بازوؤں میں بہت چربی آگئی۔ بحجنی فبحجت الی نفسی:۔ مجھے خوش کیا پس خوشی سے میری طرف آیا میرا نفس اس میں تجرید ہے کہ میرے نفس میں سے ایک اور نفس نکلا اور وہ خوش ہو کر میری طرف آیا یعنی میں بہت زیادہ خوش ہو گئی۔ وجدنی فی اهل غنیمۃ بشق:۔ مجھے تھوڑی سی بکریوں والوں میں ایک جانب پایا یعنی مجھے ایک غریب گھرانے میں پایا۔ فجعلنی فی اهل صہیل واطیط ودائس دمنق:۔ مجھے ایسے لوگوں میں رکھا جن کے گھر گھوڑے ہیں اور اونٹوں کے پالانوں کی آواز جس کو اطمیط کہتے ہیں وہ آتی ہے اور جن کے گھروں میں غلہ کو کاٹنے کے بعد گاہنے والے ہوتے ہیں اور پھر گاہنے کے بعد گندم وغیرہ کو بھوسے سے الگ کرنے والے ہوتے ہیں گویا میں غریب گھرانے کی تھی مجھے امیر گھرانے میں ابو زرع لے آیا۔ اقول فلا اقبح:۔ میں باتیں کرتی تھی مجھے کوئی برا نہ کہتا تھا۔ وارقدفا تصبح:۔ میں سوتی تھی اور سوتے صبح کر دیتی تھی یعنی لونڈیاں کام کرنے والی موجود

حال معلوم کرے۔ زوجی غیا یاء او عیا یاء:۔ میرا خاوند گمراہ ہے یا عاجز ہے۔ طباقاء:۔ اس کے مختلف معانی کئے گئے ہیں۔ ۱۔ زیادہ چوڑے سینے والا ہے جو بیوی پر منطبق نہیں ہوتا۔ ۲۔ احمق ہے۔ ۳۔ احمق بھی ہے متکبر بھی ہے۔ ۴۔ بولنے سے عاجز ہے۔ کل واء له داء:۔ عورت کی ہر بیماری اس کے لیے بیماری ہے یعنی عورت کے ہر معمولی سے معمولی عیب کو بھی وہ بہت بڑا عیب سمجھتا ہے۔ شجک او فلک او جمع کلالک:۔ تیرے سر کو پھاڑ دے گا یا تجھے ذم لگائے گا یا دونوں چیزیں یعنی سر پھاڑنا اور گہرا زخم لگانا دونوں کو جمع کرے گا۔ زوجی المس مس ارنب:۔ میرا خاوند ایسا ہے کہ اس کا چھونا خرگوش کی طرح نرم ہے۔ والریح ریح زرنب:۔ اور اس کی خوشبو زعفران کی خوشبو کی طرح ہے۔ زوجی رفیع العماد:۔ اونچے ستون والا یعنی اونچی غمارت والا امیر آدمی ہے۔ طویل النجاد:۔ لمبے پر تلے والا ہے یعنی لمبے قد والا ہے اور شکل و صورت کا اچھا ہے۔ عظیم الرماد:۔ زیادہ راکھ والا ہے یعنی تخی ہے مہمان زیادہ آتے ہیں کھانے زیادہ پکتے ہیں اس لیے زیادہ راکھ بنتی ہے۔ قریب البیت من الناد:۔ مجلس شورئی کے قریب ہی اس کا گھر ہے یعنی بہت سمجھ دار ہے اس لیے مجلس شورئی والے اس کے گھر کے قریب ہی شورئی کا اجلاس رکھتے ہیں تاکہ وہ شریک ہو سکے۔ زوجی مالک وممالک:۔ میرے خاوند کا نام مالک ہے اور کیا ہی اچھا ہے مالک۔ مالک خیر من ذالک:۔ ۱۔ جو میرے ذہن میں اچھے خاوند کا نقشہ ہے وہ اس سے بہتر ہے۔ ۲۔ وہ دنیا بھر کے مالک نام والے انسانوں سے بہتر ہے۔ ۳۔ اے مخاطب تیرے ذہن میں جو مالک الاموال کا نقشہ ہو سکتا ہے وہ اس سے بہتر ہے۔ لہ ابل کثیرات المبارک قلیلات المسارح:۔ اس کے اونٹ ایسے ہیں جو چرنے کم جاتے ہیں اور گھر میں زیادہ رہتے ہیں کیونکہ وہ بہت مہمان نواز ہے اور

ہوئی تھی اس کی بیٹھنے کی جگہ بھاری تھی اور کمر پتی تھی کمر کے نیچے سے وہ بچے انار ادھر ادھر پھینک رہے تھے دوسری روایت میں سیدھے لیٹنے کی تصریح ہے۔ ۲- اس کے دودھ کو رمانین سے تشبیہ دی ہے کہ اس کے دو بچے اس کے پستانوں سے کھیل رہے تھے لیکن یہ توجیہ بعید ہے کیونکہ تحت خصر ہا کچھ اس کے مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ فنکحت بعدہ رجلا سریا:۔ ابو زرع کے بعد میں نے ایک سردار سے نکاح کیا۔ ركب شریا:۔ تیز گھوڑے پر سوار ہوا۔ واخذ خطیا:۔ اس نے خط جگہ کا بنا ہوا نیزہ ہاتھ میں لیا۔ و اراح علی نعماً ثریا:۔ اور اس نے میری طرف بہت اونٹ چلائے یعنی مجھے بہت مال دیا۔ واعطانی من کل راحة زوجاً:۔ ہر قسم کے مویشیوں کا جوڑا مجھے دیا۔ ومیری اهلک:۔ اپنے گھر والوں کو غلہ پہنچاؤ۔ کنت لک کابی زرع لام زرع:۔ ایک روایت میں یہاں یہ بھی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے یہ ساری باتیں سننے کے بعد یہ بھی فرمایا الا ان ابازرع طلق ام زرع وانالم اطلقک کہ باقی باتوں میں تو میں اے عائشہ تمہارے لئے ابو زرع کی طرح ہوں لیکن اس نے طلاق دی میں نے طلاق تمہیں نہیں دی۔ وقال بعضهم اتقمح:۔ یعنی نون کی جگہ میم ہے معنی تقریباً وہی ہیں۔

باب موعظة الرجل ابنة بحال زوجها

غرض یہ مسئلہ بتانا ہے کہ باپ اپنی بیٹی کو اس کے خاوند کے خوش رکھنے کی نصیحت کرے تو یہ مستحب ہے۔ فضحبت علی امرأتی:۔ میں اپنی بیوی پر چیخا نہیں میں نے ڈانٹا۔ اثم هو:۔ کیا عمر گھر پر ہیں طلق النبی صلی اللہ علیہ وسلم نساء:۔ واقع میں ایک ماہ کے لئے ایلاء لغوی فرمایا تھا یہ سمجھے کہ طلاق دے دی ہے۔

باب صوم المرأة باذن زوجها

غرض یہ بتانا ہے کہ خاوند کا حق نفلی روزے پر مقدم ہے اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ نہیں رکھ سکتی۔

تھیں مجھے جلدی اٹھنے کی ضرورت نہ تھی۔ واشرب فاتقمح:۔ میں پیتی تھی تو خوب سیراب ہو کر پیتی تھی کیونکہ متاع اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو خوب سیراب ہو چکی ہو اور سر اٹھالے اور مزید پانی نہ پیے۔ ام ابی زرع فمام ابی زرع:۔ ابو زرع کی والدہ کیا ہی اچھی ہے ابو زرع کی والدہ۔ عکومها رواح وبيتها فساح:۔ اس کے صندوق بھرے ہوئے ہیں اور اس کا گھر وسیع ہے۔ ابن ابی زرع فما ابن ابی زرع:۔ ابو زرع کا بیٹا کیا ہی اچھا تھا ابو زرع کا بیٹا۔ مضجعه کمسل شطبة: اس کے لیٹنے کی جگہ لکیر دار تلوار کی جگہ جیسی تھی مسل کہتے ہیں تلوار کی نیام کو جس میں تلوار رکھی جاتی ہے اور شطبة کہتے ہیں لکیر دار تلوار کو جس کے درمیان لکیر ہو گیا ابو زرع کے بیٹے کو تلوار کے ساتھ تشبیہ دی ہے وجہ شبہ میں تین احتمال ہیں۔ ۱- دشمنوں پر تلوار جیسا سخت تھا۔ ۲- شکل و صورت میں تلوار جیسا سفید اور خوبصورت تھا۔ ۳- تلوار کی طرح سیدھے بدن کا تھا۔ ویشبعه ذراع الجفرة:۔ چار ماہ کے بکری کے بچے کی ایک ٹانگ کھا لینا ہی اس کے پیٹ کو بھرنے کے لئے کافی ہے۔ ملء کساءها:۔ بھاری بدن کی ہے کہ اپنی چادر کو خوب بھر دیتی ہے۔ غیظ جار تھا:۔ ظاہر اور باطن کے لحاظ سے ایسے کمالات والی ہے کہ اس کی سوکن اس سے ہمیشہ جلتی ہی رہتی ہے۔ لاتبث حدیثنا تبشيثا:۔ ہماری راز کی بات باہر نہیں پھیلاتی۔ ولاتنقث میرتنا تنقیثا:۔ خیانت سے ہمارے غلہ کو کم نہیں کرتی۔ ولا تملأ بیتاً تعشیشا اور ہمارے گھر کو کوڑے کرکٹ سے نہیں بھرتی یعنی جلدی جلدی خوب صفائی کرتی رہتی ہے۔ والا وطاب تمخص:۔ دودھ کے مشکیزوں میں سے کھن نکالا جا رہا تھا یعنی صبح کا وقت تھا۔ یلعبان من تحت خصرها بروما نثین:۔ اس عبارت کے دو معنی کئے گئے ہیں۔ ۱- اس عورت کے دو بیٹے اپنی والدہ کے ساتھ دو انار کے دانوں کے ساتھ یعنی دو اناروں کے ساتھ کھیل رہے تھے وہ عورت سیدھی لیٹی

قاله ابو جحيفة عن النبي صلى الله عليه وسلم: . . یہ روایت تفصیل سے کتاب الصوم میں گزری ہے۔
یہ روایت تفصیل سے کتاب الصوم میں گزری ہے۔

باب المرأة راعية في بيت زوجها

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ بیوی کے ذمہ واجب ہے کہ وہ خاوند کے گھر کی نگرانی کرے اور خیال رکھے اور حفاظت کرے۔

باب قول الله تعالى 'الرجال قوامون على النساء' غرض یہ بیان فرمانا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے اس آیت مبارکہ پر عمل فرمایا۔ وقعد في مشربة: . . اس حدیث پاک کی مناسبت باب سے یہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کے اس حصہ پر عمل فرمایا واهجر وهن في المضاجع۔

باب هجر النبي صلى الله عليه وسلم

نسائه في غير بيوتهن

باب کا مقصد یہ ہے کہ آیت پر عمل کرنے کی دونوں صورتیں ہیں کمرے کے اندر الگ ہو جائے اور کمرے سے باہر چلا جائے۔ والا ول اصح: . . اول کا مصداق ہے عمل نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر سے باہر ایک کے لیے تشریف لے جانا یہ سند کے لحاظ سے زیادہ قوی ہے اس کے مقابلہ میں ایک روایت وہ ہے جس کو امام بخاری یذکر عن معاوية بن حيدة سے ذکر فرما رہے ہیں اس روایت میں یوں آتا ہے لا يضر العجبة غير ان لا تخرج الا في البيت۔ تطبیق یہ ہے کہ بعض دفعہ گھر میں چھوڑنا زیادہ مناسب ہوتا ہے اور بعض دفعہ گھر سے باہر جانا زیادہ مناسب ہوتا ہے۔ اس لیے دونوں کی گنجائش ہے۔

باب ما يكره من ضرب النساء

غرض یہ ہے کہ بیوی کو اتنا مارنا جس سے اس کو زیادہ تکلیف ہو مکروہ تحریمی ہے اس کو مبرح کہتے ہیں۔

باب لا تطيع المرأة زوجها في معصيته

غرض یہ ہے کہ گناہ میں خاوند کی اطاعت حرام ہے۔

باب اذا باتت المرأة مهاجرة فراش زوجها

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ عورت خاوند کو چھوڑ کر ناراض ہو کر اس کے بستر سے الگ رات گزارے تو یہ حرام ہے اور جزاء کو ترجمہ الباب میں ذکر نہ فرمایا کیونکہ حدیث پاک میں آئی رہی تھی خود سمجھ جائیں گے۔

باب لا تاذن المرأة في بيت

زوجها لاحد الا باذنه

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ عورت کے لئے جائز نہیں ہے کہ خاوند کی اجازت کے بغیر کسی کو اپنے خاوند کے کمرے میں آنے کی اجازت دے۔ ما انفقت من نفقة من غير امره فانه يودي اليه شطره: . . یعنی اگر خاوند کی صراحت اجازت تو حاصل نہ کی ہو لیکن دلالت اجازت ہو کہ اگر اس کو پتہ چلے گا تو ناراض نہ ہوگا تو اس صورت میں بیوی کے خیرات کرنے سے خاوند کو آدھا ثواب پھر بھی مل جائے گا کیونکہ مال تو اسی کا ہے۔ وقمت على باب النار فاذعامة من دخلها النساء: . . اس روایت سے پہلے بعض نسخوں میں باب بلا ترجمہ ہے اور بعض نسخوں میں نہیں ہے دونوں صورتوں میں اس روایت کی مناسبت گذشتہ باب سے تہہ ہونے کے لحاظ سے یا گذشتہ باب کا جز ہونے کے لحاظ سے یہ ہے کہ پچھلے باب میں عورتوں کو نہی تھی یہاں عورتوں کے عذاب آخرت کا ذکر ہے اس عذاب کی وجہ نہی کی مخالفت ہے پھر اس واقعہ کا تعلق بظاہر صلوة الکسوف سے ہے جیسا کہ آئندہ باب کی لمبی روایت میں کسوف کا ذکر بھی ہے۔

باب كفران العشير وهو الزوج

غرض یہ ہے کہ خاوند کی ناشکری جائز نہیں ہے اور یہ کفران شکر کی ضد ہے ایمان کی ضد نہیں ہے۔ وهو الخليط في المعاشرة: . . یہ خاوند کو عیش کہنے کی وجہ تسمیہ ہے۔

باب لزوجك عليك حق

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ بیوی کا خاوند پر حق واجب ہوتا ہے۔

فتمعط شعرا سہا:۔ سر کے بال گر گئے۔

باب وان امرأة خافت من بعلمها

نشوزاً و اعراضاً:

غرض اس آیت مبارکہ کو تفسیر کا بیان فرمانا ہے۔ باب العزل:۔ غرض جمہور فقہاء کے قول کی تائید فرمانا ہے کہ عزل جائز ہے یعنی وطی کر کے منی باہر نکال دینا اور ابراہیم نخعی کے نزدیک عزل مکروہ ہے۔

لنا روایت ابی داؤد و البخاری آخر الباب عن ابی سعید الخدری قال اصبنا سبیا فکنا لعزل نساءنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال و اتکم تفعلون قال ثلثاً ما من نسمة کانتہ الی یوم القیامتہ الا ہی کانتہ امام نخعی کی دلیل فی مسلم عن جزامتہ مر فوعات ذلک الواد الخفی جواب پہلے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا تھا پھر اجازت دے دی تھی جیسا کہ ابو داؤد کی روایت میں ہے عن ابی سعید الخدری ان رجلاً قال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لی جاریة وانا اعزل عنہا وانا کرہ ان یخل وانا ارید ما یرید الرجال و ان الیمو و تحث ان اعزل مودة الصغری قال کذبت یهو دلوار اللہ ان یخلقہ ما استطعت ان تصرفہ۔

باب القرعة بین النساء اذا اراد سفراً

غرض یہ مسئلہ بیان فرمانا ہے کہ یہ مستحب ہے کہ سفر پر جاتے وقت بیویوں میں قرعہ اندازی کرے اور جس کا قرعہ نکل آئے اس کو سفر میں ساتھ لے جائے۔ ولا استطیع ان اقول له شیئاً:۔ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ نہ کہہ سکتی تھی کیونکہ میں نے خود ہی غلطی کی تھی اور اپنی جگہ حصہ کو سوار کر دیا تھا یہ سارا مقولہ حضرت عائشہؓ کا ہے۔

باب المرأة تهب یومها من زوجها

نصرتها و کیف یقسم ذلک

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ اگر کوئی عورت اپنی باری اپنی سوکن کو

یعنی خاوند کی دوسری بیوی کو دے دے تو یہ جائز ہے۔ پھر خاوند وہ باری اسی دوسری بیوی کے پاس گزارے گا۔

باب العدل بین النساء

یہ مسئلہ بتلانا مقصود ہے کہ بیویوں کی باری کا لحاظ کرنا واجب ہے۔

باب اذا تزوج الثیب علی البکر

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ اگر کوئی شخص پہلے باکرہ سے نکاح کرے پھر شیبہ سے تو باری کے لحاظ کے متعلق اس کے ذمہ کیا ہے حکم کی تفصیل حدیث پاک میں ہے اس لیے باب میں بیان نہیں فرمائی۔ عندا من ابی حنیفہ نئی منکوحہ کے لئے باری سے زائد ایک دن بھی نہیں ہے جتنے دن نئی منکوحہ کے پاس رہے گا اتنے دن پرانی منکوحہ کے پاس بھی رہنا ہوگا۔ وعندا الجمو رنئی منکوحہ اگر شیبہ ہے تو اس کو تین دن زائد ملیں گے اور اگر باکرہ ہو تو اس کو سات دن زائد ملیں گے اس کے بعد باری شروع ہوگی۔ لنا روایۃ ابی داؤد عن ابی ہریرۃ مرفوعاً من کانت لہ امرأتان فمال الی احدھا جاء یوم القیامتہ و شقہ مائل اس میں برابری کی بہت تاکید ہے اور قدیمہ اور جدیدہ کی کوئی قید نہیں اس لئے یہ حکم سب کو شامل ہے اس لئے جدیدہ کے لئے کوئی زائد حصہ ثابت نہ ہوا۔ وجمہو روایۃ الباب عن انس قال من النہ اذا تزوج الرجل البکر علی الثیب اقام عندھا سبعا و قسم و اذا تزوج الثیب علی البکر اقام عندھا ثلثاً ثم قسم قال ابو قلابة و لو شئت بقلت ان انسا رفہ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم جواب۔ اس حدیث پاک میں یہ تو مذکور نہیں ہے کہ یہ دن قدیمہ کو نہ دیئے جائیں گے ہم بھی کہتے ہیں کہ اگر چاہے تو جدیدہ کے پاس چند دن گزارے لیکن اتنے ہی دن پھر قدیمہ کو بھی دینے ہوں گے تاکہ قسم اور عدل کے حکم کی مخالفت نہ ہو اور آخرت میں عذاب کا اندیشہ نہ رہے۔

باب من طاف علی نساءہ فی غسل واحد

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ دو یا زائد بیویوں سے جماع کرنے کے بعد اگر ایک ہی غسل کر لے تو جائز ہے۔ اس باب کی حدیث

کے مباحث الخیر الجاری جلد اول صفحہ ۱۳۵ پر گزر چکے ہیں۔

باب دخول الرجل علی نساءہ فی الیوم

غرض امام مالک کے قول کا رد ہے کہ ان کے نزدیک دو یا زائد بیویوں والے کے لئے دن کے وقت کسی بیوی کے پاس جانا جائز نہیں ہے سوائے ضرورت شدیدہ کے جمہور کے نزدیک جائز ہے ہماری دلیل اس باب کی روایت ہے عن عائشہ رضی اللہ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا انفرد من العصر دخل علی نساء امام مالک کی دلیل ابو داؤد کی روایت عن ابی ہریرۃ مرفوعاً من کانت لہ امرتان فمال الی احدہما جاء یوم القیامۃ وشقۃ مائل جواب۔ اس کا تعلق رات سے ہے۔ فدخل علی حفصۃ فاحتبس اکثر ماکان یحبس۔ حضرت انور شاہ صاحب نے فرمایا ہے کہ اس روایت میں حضرت حفصہ کا ذکر کسی راوی کا وہم ہے اس روایت میں حضرت زینب کا ذکر ہے۔

باب اذا استاذن الرجل نساءہ فی ان

یمرض فی بیت بعضہن فاذن لہ

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ اگر خاوند اپنی بیویوں سے یہ اجازت مانگے کہ میری بیماری پر کسی ایک بیوی کے گھر میں ہو اور وہ اجازت دے دیں تو یہ جائز ہے۔

باب حب الرجل بعض نساءہ افضل من بعض

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ اگر غیر اختیاری طور پر کسی ایک بیوی کی طرف دل کا جھکاؤ زیادہ ہو تو اس میں گناہ نہیں ہے۔ اعجبہا حسنہا حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایامہا۔ اس عبارت میں حسنہا کا لفظ منصوب ہے مفعول لہ ہونے کی وجہ سے اور حب کا لفظ مرفوع ہے فاعل ہونے کی وجہ سے۔

باب المتشعب بمالم یئل وما

ینہی من اضجار الضرة

غرض دو مسکوں کا بتلانا ہے۔ ۱۔ کوئی یہ ظاہر کرے کہ مجھے فلاں

نے یہ چیز دی ہے اور واقع میں نہ دی ہو تو یہ جائز نہیں ہے۔ ۲۔ خاوند کی دوسری بیوی کو تنگ کرنا اور تکلیف پہنچانا جائز نہیں ہے۔ المتشعب بمالم یعط کلابس ثوبی زور یہاں دو کپڑوں کا ذکر ہے اس پر اشکال ہوتا ہے کہ کام تو ایک ہے اس کے متعلق یہ کیوں ارشاد فرمایا کہ وہ جھوٹ کے دو کپڑے پہننے والا ہے بظاہر ایک کپڑا فرمانا چاہئے تھا۔ جواب۔ ۱۔ یہ ظاہر فرمانا مقصود ہے کہ اس نے بہت بڑا جھوٹ بولا ہے گویا دوسرے پاؤں تک جھوٹ میں ملوث ہے اور نیچے جھوٹ کا ازار باندھنے والا ہے اور اوپر جھوٹ کی چادر اوڑھنے والا ہے۔ ۲۔ اس کی دو حالتیں ہیں اور دوسرے کام ہیں ایک جھوٹ کہ جو چیز اس کو نہیں دی گئی اس کے متعلق کہہ رہا ہے کہ دی گئی ہے۔ دوسرے وہ دکھاوا کر رہا ہے اور دکھاوا بھی برا کام ہے۔ باب الغیرۃ: غرض مدح کرنی ہے بیوی کی زنا پر غیرت کی اور یہ لفظ تغیر سے لیا گیا ہے کیونکہ جب پتہ چلتا ہے کہ میری چیز میں دوسرا شریک ہو رہا ہے تو غصہ کی وجہ سے تغیر ہوتا ہے۔ خاص طور سے میاں بیوی کے معاملہ میں تغیر زیادہ ہوتا ہے۔ لضرۃ بالسیف غیر مصفح۔ چوڑائی کی طرف سے نہ ماروں بلکہ تیز طرف سے ماروں تاکہ مرجائے پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے چونکہ انکار نہ فرمایا اس لئے تقریر ثابت ہوگئی۔ آخر ذغوبہ: میں ان کا ڈول سیتی تھی۔ اخ اخ: اونٹ بٹھانے کا کلمہ۔

باب غیرۃ النساء و وجدھن

غرض یہ بیان کرنا ہے کہ مرد کو عورتوں کی غیرت پر صبر کرنا چاہئے اس میں ثواب ہے۔ ماہجر الا اسمک۔ اور اس نام چھوڑنے میں دل کی محبت میں کمی نہیں ہوتی بلکہ زیادہ ہوتی ہے۔

انی لامنحک الصدود و اننی

قسما الیک مع الصدود لاملیل

کہ میں منہ موڑتا ہوں لیکن قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ظاہری منہ موڑنے کے ساتھ دل سے زیادہ میلان رکھتا ہوں۔

باب ذب الرجل عن ابنة

فی الغيرة والانصاف

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیٹی سے غیرت کا موقعہ دور کرنا چاہے اور انصاف حاصل کرنا چاہے تو یہ اس شخص کے لئے مستحب ہے۔

باب لا یخلون رجل بامرأة

الاذومحرم والدخول علی المغیبة

غرض یہ بتلانا ہے کہ دو کام حرام ہیں۔ دوسرا کام پہلے کام سے انحصار ہے۔ ۱۔ کوئی شخص کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ بیٹھے۔ ۲۔ کوئی شخص کسی ایسی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ بیٹھے جس کا خاوند کچھ عرصہ سے باہر کہیں گیا ہو اور وہ عورت اس بیٹھنے والے کی محرم نہ ہو بلکہ اجنبی ہو پھر ان دو صورتوں میں سے پہلی صورت تو صراحتہ احادیث میں مذکور ہے اور دوسری صورت امام بخاری مستحب فرما رہے ہیں کیونکہ وہ پہلی صورت ہی کی ایک جزئی ہے۔

باب ما یجوز ان یخلو الرجل

بالمراة عند الناس

غرض گذشتہ باب سے ایک صورت کا استثناء ہے کہ ضرورت کی وجہ سے یہ صورت جائز ہے کہ لوگوں کے سامنے ہی ایک طرف ہٹ کر کوئی بات کر لی جائے یہ بھی ضرورت ہی کے موقعہ میں ہے بلا ضرورت یہ بھی مناسب نہیں ہے۔

باب نظر المرأة الى الحبش

و غیرهم من غیر ريبة

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ اگر تہمت یا شہوت پیدا ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو عورت اگر مردوں کا جائز کھیل کود دیکھ لے تو گنجائش ہے پس ظاہر کے لحاظ سے امام بخاری یہ اشارہ فرما رہے ہیں کہ اس کا عکس مناسب نہیں ہے کہ مرد عورتوں کو دیکھے کیونکہ وہاں دیکھنے کے بعد قتنہ کا اندیشہ موجود ہے عورتوں میں یہ اندیشہ کم ہے اور فرق

کی وجہ تجربہ ہے۔ احتیاط بہر حال اولیٰ ہے دونوں صورتوں میں۔

باب خروج النساء لخوا الجهن

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ حاجت کے موقعہ میں عورتوں کا گھر سے نکلنا جائز ہے۔

باب استیذان المرأة زوجها فی

الخروج الى مسجد وغیره

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ ضرورت اور قتنہ سے امن کے ساتھ خاوند کی اجازت بھی ضروری ہے۔

باب ما یحل من الدخول والنظر الى

النساء فی الرضاع

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ رضاعی حریمت کے رشتہ میں بھی ملنا اور دیکھنا جائز ہے۔

باب لا تبأشر المرأة فتنعتها لزوجها

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ عورت اپنے خاوند کو اجنبی عورتوں کی صفات نہ بتلائے بری صفات ہوں گی تو غیبت کا گناہ ہوگا اور اچھی صفات ہوں گی تو قتنہ کا اندیشہ ہے اور مباشرت سے مراد صرف ملاقات ہے۔

باب قول الرجل لا طوفن الليلة علی نساء ه

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ اچھی نیت سے بیوی سے وطی کرنا عبادت ہے۔

باب لا یطرق اهله لیلاً اذا طال الغیبة

فحافة ان یخونهم او یلتمس عثراتهم

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ لمبے سفر کے بعد اچانک رات کے وقت نہ آئے جبکہ آگے اطلاع نہ ہوتا کہ گھر والوں کو شبہ نہ ہو کہ یہ ہمیں خبا:۔۔ والا سمجھتا ہے یا ہماری غلطی کو چھپ کر پکڑنا چاہتا ہے کراہت تیز یہی ہے چند وجوہ سے۔ ۱۔ بیوی کو زینت کے بغیر دیکھ کر نفرت نہ پیدا ہو جائے۔ ۲۔ اچھی حالت میں دیکھ کر کہیں یہ

۲- ہوشیاری کرنا اس کا مصداق بھی ولد ہی ہے کہ ہوشیار اور سمجھدار کا کام یہی ہے کہ وہ جماع سے بچہ طلب کرے۔ ۳- نرمی اور اطمینان سے اپنا کام کرنا اس کا انجام بھی ولد ہی بنتا ہے یعنی جلدی میں کہیں وطی حیض میں نہ کر بیٹھنا یہ گناہ بھی ہے اور اس سے اولاد بھی نہیں ہوتی بلکہ حیض سے فارغ ہونے کے بعد وطی کرنا اس سے اولاد کی امید ہوتی ہے۔ سوال۔ وحدثنی الثقة میں تو راوی مجہول ہوا۔ جواب۔ جب ایسے عنوان سے کوئی قابل اعتماد محدث حدیث نقل کرے تو یہ علامت اس کے ثقہ ہونے کی ہوتی ہے۔

باب تستحد المغیبة وتمشط الشعثة

غرض یہ ہے کہ اطلاع دینے کے یہ دو فائدے ہیں۔ ۱- جس کا خاوند بہت دنوں سے باہر تھا شاید اس نے زیر ناف بالوں کی صفائی نہ کی ہو اب وہ جلدی سے صفائی کر لے گی۔ ۲- اس کے بال شاید پراگندہ ہوں اب اطلاع ملنے پر کہ تھوڑی دیر کے بعد خاوند گھر پہنچنے والے ہیں وہ جلدی سے بالوں میں کنگھی کر لے گی اور زینت کے کپڑے پہن لے گی۔

باب ولا یبدین زینتھن الا لبعولتھن

او ابائھن الایة

باب کی غرض اس آیت مبارکہ کی تفسیر ہے کہ عورتیں محرم رشتہ داروں کی بیمار پرسی اور علاج کر سکتی ہیں۔

باب والذین لم یبلغوا الحلم منکم

غرض اس آیت کی تفسیر ہے۔

فرأیتھن یتھون الی اذانھن وحلو قھن یہی محل ترجمہ ہے کیونکہ ابن عباس فرما رہے ہیں کہ میں نے عورتوں کو دیکھا اور اس وقت حضرت ابن عباس نابالغ تھے معلوم ہوا کہ بچوں سے پردہ نہیں ہے۔

باب قول الرجل لصاحبه هل اعزستم الليلة

اطعن الرجل ابنته فی الخاصرة عند العتاب

غرض دو مسئلے بتلانا ہے۔ ۱- اجنبی آدمی کسی ضرورت کے موقعہ

دوسرے نہ پیدا ہو جائے کہ شاید کسی اور کے لئے زینت کئے بیٹھی ہے۔ ۳- اس حدیث کی مخالفت کی وجہ سے کوئی بڑا حادثہ نہ پیش آ جائے کیونکہ احادیث مبارکہ وحی الہی پر مبنی ہوتی ہیں جیسا کہ ہمارے زمانہ میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا احقر محمد سرور عفی عنہ نے اخبار نوائے وقت میں یہ خبر خود پڑھی کہ اڑھائی سال کی قید کے بعد جب انڈیا کی قید سے ہمارے ایک لاکھ کے قریب قیدی وطن واپس پہنچے ہیں تو ایک فوجی آدمی رات کے قریب اپنے گھر آیا دو بھائیوں کے گھر ساتھ ساتھ تھے یہ سیدھا اپنے گھر میں داخل ہو گیا اس کی بیوی اکیلی تھی اس کے ساتھ رات گزاری۔ فجر کی اذان کے قریب بیوی بول و براز کے لئے گھر سے باہر چلی گئی فوجی منہ پر کپڑا ڈالے سویا رہا ساتھ والے مکان میں اس فوجی کے بھائی کی بیوی اٹھی اور اس نے دیکھا کہ ساتھ والے مکان میں کوئی مرد لیٹا ہوا ہے اور خود خاوند کے بھائی کی بیوی موجود نہیں۔ مردانہ جوتوں سے اندازہ کیا کہ یہ کوئی مرد ہے اور سمجھی کہ غیر مرد ہے جلدی سے اپنے خاوند کو سارا قصہ سنایا وہ غصہ میں بندوق لایا اور سوئے ہوئے بھائی کو گولی مار کر ختم کر دیا۔ فوجی کی بیوی بھاگی ہوئی آئی کہ یہ کوئی غیر نہیں ہے تمہارا بھائی آدمی رات کو آ گیا ہے اس گولی چلانے والے کو اپنی بیوی پر غصہ آیا کہ بلا تحقیق کیوں مجھے غلط واقعہ بتلایا اس لئے غصہ میں اپنی بیوی کو بھی گولی ماردی پھر بدحواسی میں اپنے آپ کو بھی گولی ماری اس طرح تین جانیں ختم ہو گئیں معلوم ہوا کہ قرآن وحدیث کی چھوٹی چھوٹی باتیں بھی بہت زیادہ مصلحتوں پر مبنی ہوتی ہیں۔ ۲- سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم۔ صرف مستحب سمجھ کر دین کے کسی کام کو چھوڑ نہ دینا چاہئے۔ زیادہ سے زیادہ نیکی کمانے کی کوشش کرنی چاہئے۔

باب طلب الولد

غرض یہ ہے کہ اس نیت سے جماع کرنا مستحب ہے۔

قطوف: سست قال وحدثنی الثقة: اس قال

کے فاعل یا تو امام بخاری ہیں یا ہشام ہیں۔ الکیس الکیس

یا جابر یعنی الولد: ۱- تم جماع ولد کی نیت سے کرنا۔

ہاں یہی محل ترجمہ ہے کہ ضرورت کے موقعہ میں اس سوال کی گنجائش ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ۹ لڑکے حافظ قرآن عطا فرمائے سبحان اللہ و بحمد سبحان اللہ العظیم تو یہاں اس روایت کی طرف اشارہ فرمانا مقصود ہے اور یہاں یہ روایت اس لیے نہ لائے کہ تکرار نہ ہو جائے۔ ۳۔ اس قسم کے سوال کو قیاس فرمایا زیر بحث باب کی مذکور حدیث والے واقعہ پر کہ جیسے ضرورت کے موقعہ پر والد کا کوکھ میں ہاتھ مارنا جائز ہے اسی طرح یہ سوال کرنا بھی جائز ہے۔ حل اعترسم الملیۃ کیا تم آج رات بیوی سے مشغول ہوئے تھے۔

کتاب الطلاق

رابط ماقبل سے یہ ہے کہ نکاح کے بعد کبھی طلاق کی نوبت بھی آجاتی ہے۔ غرض طلاق کے احکام اور طلاق کی انواع کا بیان ہے۔ وقول اللہ تعالیٰ 'یا ایہا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتھن'۔ غرض امام مالک اور امام شافعی کی تائید کرنا ہے کہ عدت تین اطہار ہیں لیکن عند امامنا ابی حنیفہ و احمد تین حیض ہیں۔ لہذا قولہ تعالیٰ والمطلقات یترو بصن بانفسھن ثلثۃ قروء تین کا عدد خاص ہے کی بیشی کا احتمال نہیں اور قرء اگرچہ مشترک ہے حیض اور طہر کے معنی میں لیکن لفظ ثلثہ سے حیض کے معنی متعین ہو جاتے ہیں کیونکہ طلاق بالا جماع طہر میں دی جاتی ہے اب اگر تین طہر شمار کئے جائیں تو جس طہر میں طلاق دی ہے اس کو بھی شمار کریں تو تین سے کچھ کم رہ جائیں گے کیونکہ کچھ طہر تو گزر چکا ہوگا اور اگر اس کو شمار نہ کیا جائے اور اس کے علاوہ تین طہر لئے جائیں تو تین سے زائد ہو جائیں گے لاحالہ حیض ہی کے معنی لینے ہوں گے ولشافعی و مالک قولہ تعالیٰ فطلقوهن لعدتھن وہ اس کے معنی کرتے ہیں فی وقت عدتھن اور عدت کا وقت طہر ہی شمار کرنا ہوگا کیونکہ بالا جماع طلاق طہر میں دی جاتی ہے اور زیر بحث باب میں حدیث ہے عن ابن عمر رضی اللہ عنہما انہ طلق امراتہ وہی حائض علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسأل عمر بن الخطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ذلک فقال رسول اللہ صلی

پر اگر یہ پوچھ لے کہ آج رات تم اپنی بیوی سے مشغول ہوئے تھے یا نہ تو ضرورت کی وجہ سے گنجائش ہے۔ ۲۔ ضرورت کے موقعہ میں باپ اپنی بیٹی کی کوکھ (تہی گاہ۔ خاصہ) میں کپڑے کے اوپر سے ہاتھ بھی مار دے بطور عتاب کے تو گنجائش ہے اور جائز ہے گو یہ جگہ ستر کی ہے اور اوپر والا سوال بھی خفیہ حال کا پوچھنا ہے لیکن ضرورت کی وجہ سے یہ دونوں کام جائز ہیں۔ سوال۔ اس باب کے دوسرے حصہ کی دلیل تو پیش فرمادی امام بخاری نے لیکن پہلے حصہ کی دلیل ذکر نہیں فرمائی۔ جواب۔ ۱۔ اکثر نسخوں میں پہلا حصہ نہیں ہے اور بخاری شریف کے یہی نسخے جن میں یہ پہلا حصہ نہیں ہے زیادہ قوی نسخے ہیں ان کو ہی ترجیح ہے۔ ۲۔ آگے عقیقہ کے باب میں حضرت ابو طلحہ کا واقعہ تفصیل سے آئے گا کہ وہ سفر پر تھے بچے کا انتقال ہو گیا۔ ان کی اہلیہ محترمہ نے سوچا کہ اگر آتے ہی ابو طلحہ کو بچے کی وفات کی اطلاع کر دی تو وہ کھانا بھی نہ کھائیں گے سفر سے آکر آرام بھی نہ کر سکیں گے اس لیے بچے کو اندر لٹا دیا جب حضرت ابو طلحہ سفر سے واپس تشریف لائے تو بچے کا حال پوچھا تو کہہ دیا کہ وہ سکون سے ہے اندر لیٹا ہوا ہے انھوں نے کھانا کھایا رات آرام فرمایا بلکہ بیوی سے مشغول بھی ہوئے ان صبر والی صحابی عورت نے اتنا زیادہ صبر فرمایا کہ اس سے بھی انکار نہ فرمایا۔

نہ ہر زن زن است نہ ہر مرد مرد

خدا بیخ انگشت یکساں نہ کرد

جب صبح فجر کی نماز کے لیے جانے لگے تو پوچھا کہ اگر کوئی ہمارے پاس امانت رکھائے پھر وہ اپنی امانت مانگے تو یہ امانت خوشی سے واپس کرنی چاہیے یا ناراضگی سے حضرت ابو طلحہ نے فرمایا کہ خوشی سے اب فرمایا کہ بچہ ہمارے پاس امانت تھا آقا نے وہ امانت واپس لے لی ہے۔ فجر کی نماز کے بعد حضرت ابو طلحہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارکہ میں یہ واقعہ بیان فرمایا اس موقعہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا اعترسم الملیۃ کہ کیا آج رات بیوی سے مشغول بھی ہوئے تھے جواب دیا کہ جی

اسی کو کہہ دے تو جائز ہے اور پہلے مسئلہ میں جو انقض ہونے کا ذکر ہے یہ بلا ضرورت ہی میں ہے۔ ضرورت کی بنا پر کچھ حرج نہیں۔
قالت اعوذ باللہ منک:۔ بعض حضرات نے اس واقعہ میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ باقی ازواج مطہرات نے جب اس کو دیکھا تو اس کی اچھی شکل کی وجہ سے خطرہ محسوس کیا کہ یہ تو ہم سب پر غالب آجائے گی اس لیے یہ جیلہ کیا کہ اس سے کہا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ الفاظ پسند ہیں اعوذ باللہ منک اس لیے اس نے یہ لفظ کہہ دیئے اس پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے طلاق دے دی بعض حضرات نے یہ وجہ بیان فرمائی ہے کہ ابھی اس کو یہ پتہ نہ چلا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔ ومعہا دایتھا حاضنتہ لھا:۔ رضاعی ماں ساتھ تھی جس کے پاس وہ رہتی تھی۔ للسوقة: رعایا۔ راز قیین: یہ کپڑوں کی ایک قسم ہے اس سے پہلے ثوبین کا لفظ محذوف ہے۔
ارایت ان عجزواستحق:۔ اس روایت کو اس باب سے مناسبت یہ ہے کہ چونکہ حیض میں طلاق دی تھی اس لیے بظاہر غصہ میں دی ہوگی اور غصہ والی طلاق عموماً سامنے ہی دے دی جاتی ہے معلوم ہوا کہ سامنے دینے کی بھی کچھ نہ کچھ گنجائش ہے۔

باب من اجاز طلاق الثلث

غرض تین مسئلوں کا بیان ہے۔

پہلا مسئلہ تین طلاقیں اکٹھی دینا طلاق بدعی ہے یا نہ:۔
 امام بخاری اس مسئلہ میں امام شافعی اور امام احمد کے ساتھ ہیں کہ تین طلاقیں اکٹھی دینا طلاق بدعی نہیں ہے اور گناہ نہیں ہے وعند امامنا ابی حنیفہ و مالک بدعی ہے اور گناہ ہے لہٰذا آیت مبارکہ الطلاق مرتان اس آیت مبارکہ کے معنی بطور عبارتہ النص یہ ہیں کہ طلاق مرتہ بعد آخری ہونی چاہیے۔ ایک طہر میں صرف ایک طلاق ہونی چاہئے اور بطور اشارۃ النص اس آیت سے یہ بھی نکلتا ہے کہ وہ طلاق جس کے بعد رجوع ہے دو طلاقیں ہیں وللشافعی واحمد۔ اس باب کی پہلی مسند روایت عن سہل بن سعد اس میں

اللہ علیہ وسلم مرہ فلیربھا ثم لیمسکھا حتی تطہر ثم حیض ثم تطہر ثم ان شاء امسک بعدوان شاء طلق قبل ان لیس فتکلم الحدۃ الی امر اللہ ان تطلق لھا النساء۔ اس حدیث پاک سے بھی ثابت ہوا کہ طلاق طہر میں دی جاتی ہے اس لیے ثابت ہوا کہ ثلاثہ قروء سے مراد تین طہر ہیں۔
 جواب۔ ۱۔ معنی ہیں لاجل عدتھن کہ عدت کا لحاظ رکھ کر طلاق دو یعنی ایسے طہر میں دو جس میں وطی نہ کی ہوتا کہ پتہ چل جائے کہ حاملہ ہے یا نہ۔ ۲۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ لام استقبال کے لیے ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے۔ تاہب للشیاء اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ مسلم میں ہے عن ابن عمر مروفاً فطلقوا من قبل عدتھن اور ایک شاذ قرأت بھی اسی طرح ہے معلوم ہوا کہ عدت کے زمانہ سے پہلے طلاق ہونی چاہیے اور طلاق ہوتی ہے طہر میں اگر طہر میں دے گا تو زمانہ عدت یعنی حیض سے پہلے بن جائے گی اس لیے ثلاثہ قروء میں حیض ہی لینے ہو گئے۔

باب اذا طلقت الحائض یعتد بذلک الطلاق

غرض اجماع کی تائید ہے کہ حیض میں اگر کوئی طلاق دے دے تو اگرچہ یہ گناہ ہے لیکن طلاق شمار ہو جائے گی اور بعض اہل ظواہر اور ابن تیمیہ اور ابن قیم اور روافض اور خوارج اس کے قائل ہو گئے کہ وہ طلاق شمار نہ ہوگی لہٰذا حدیث الباب عن انس بن سیرین قال سمعت ابن عمر قال طلق ابن عمر امراتہ وہی حائض فذکر عمر للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال لیربھا قلت تحتسب قال فمہ دلیل ابن تیمیہ وغیرہ کی یہ ہے کہ جب حیض میں طلاق دینا بالا جماع منع ہے تو یہ طلاق واقع بھی نہ ہونی چاہیے۔ جواب۔ حدیث کے مقابلہ میں قیاس پر عمل نہیں ہو سکتا۔

باب من طلق وھل یو اجه الرجل

امراتہ بالطلاق

غرض دو مسئلے بتلانے ہیں۔ ۱۔ اگرچہ طلاق انقض الحال ہے لیکن ضرورت کے موقعہ میں جائز ہے جیسے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق دی۔ ۲۔ بہتر تو یہ ہے کہ خود عورت کو نہ کہے کہ میں نے تجھے طلاق دی تاکہ نرم سلوک رہے لیکن اگر ضرورت کے وقت

لعان کا ذکر ہے اس کے بعد یہ ہے فلما فرغ اقال عویر کذب علیہا رسول اللہ ان امسکتھا فطلقھا ثلاثاً قبل ان یامرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ابن شہاب فکان تک سہ احتمالاً عنین یہاں تین طلاقیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت عویر نے دیں اس پر کوئی انکار نہ فرمایا اگر یہ گناہ ہوتا تو ضرور انکار فرماتے۔ جواب لعان سے تو خود بخود تفریق ہو جاتی ہے یا حاکم کے ذمہ ہے کہ فوراً تفریق کر دے علی اختلاف القولین اس لئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے اکٹھی تین طلاقیں دینے کی طرف توجہ نہ فرمائی۔ ۲- امام شافعی و احمد و امام بخاری کی دوسری دلیل آیت مبارکہ ہے الطلاق مرتان کہ طلاقیں دو ہیں معلوم ہوا کہ دو طلاقیں ایک ہی لفظ سے اور ایک ہی طہر میں دینی ٹھیک ہیں جیسے دو اکٹھی دینی ٹھیک ہیں ایسے ہی اسی پر قیاس کرتے ہوئے کہہ سکتے ہیں کہ تین اکٹھی بھی ٹھیک ہیں۔ جواب ہماری دلیل میں ہو چکا کہ عبارۃ النصف اس آیت کی یہ ہے کہ دو طلاقیں الگ الگ دی جائیں یعنی دو طہروں میں۔ ۳- تیسری دلیل آیت مبارکہ میں ہے او تسریح باحسان اچھے طریقہ سے چھوڑنا اس میں تین طلاقیں اکٹھی بھی داخل ہیں جواب اس کی تیسرے الطلاق مرتان میں ہے کہ دو طلاقیں الگ الگ۔ ہونی چاہئیں۔

دوسرا مسئلہ: تین اکٹھی طلاقیں اگر دے تو وہ واقع ہو جائیں گی لغو نہ جائیں گی مقصود رد کرنا ہے روافض اور خوارج پر جو کہتے ہیں کہ تین طلاقیں اگر اکٹھی دی جائیں تو ایک بھی واقع نہ ہو گی کیونکہ تین طلاقیں منع ہیں اور منع چیز بے کار ہوتی ہے اس لئے کوئی طلاق واقع نہ ہو گی اس کا رد امام بخاری لعان والے واقعہ سے فرما رہے ہیں کہ حضرت عویر نے تین طلاقیں دیں اور یہی طریقہ جاری کر دیا گیا۔

تیسرا مسئلہ کہ تین طلاقیں اکٹھی دیں تو ایک ہوگی یا تین

ان حضرات کا شاذ قول تھا کہ اگر کوئی شخص اکٹھی تین طلاقیں دے تو وہ ایک ہی شمار ہوگی احقر محمد سرور عفی عنہ عرض کرتا ہے کہ آج کل کے غیر مقلد جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں یہی فتویٰ دیتے ہیں اور بعض دیوبندی کہلانے والے بھی جہالت سے یہی کہہ دیتے ہیں حالانکہ یہ قرآن پاک حدیث پاک اور اجماع امت کے بالکل خلاف ہے اور گمراہی ہے۔ دلائل کی تفصیل یہ ہے۔

۱- حق تعالیٰ کا ارشاد ہے الطلاق مرتان اس آیت مبارکہ میں عبارۃ النصف تو یہی ہے کہ دو طلاقیں یکے بعد دیگرے ہونی چاہئیں اور اشارۃ النصف یہ ہے کہ دو طلاقیں کے بعد رجوع ہو سکتا ہے۔ امام بخاری اس آیت سے بھی استدلال فرما رہے ہیں کہ جب دو اکٹھی معتبر ہیں تو تین اکٹھی بھی معتبر ہونی چاہئیں۔ ۲- آیت مبارکہ فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجاً غیرہ کہ اگر دو کے بعد تیسری طلاق دے تو مغفلہ ہو جائے گی اور حلالہ کے بغیر پہلے خاندن کے لئے حلال نہ ہوگی حلالہ یہی ہے کہ عدت کے بعد دوسرا شخص نکاح کرے وہ ایک دفعہ وطی کرے پھر طلاق دے پھر عدت گزرے تو پہلے شخص سے نکاح ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔ یہ حکم اکٹھی تین طلاقیں کو بھی شامل ہے کیونکہ دار و مدار تین طلاقیں پر ہے وہ اکٹھی ہوں یا الگ الگ ہوں حلالہ کا حکم نہیں بدلتا۔ ۳- آیت مبارکہ او تسریح باحسان اس کی اگرچہ راجح تفسیر یہ ہے کہ رجوع نہ کیا جائے تاکہ عدت گزرنے سے ایک ہو جائے جیسے اس آیت مبارکہ میں ہے فتعالین امتعکن واسرحکن سرا حاحامیلا لیکن دوسری تفسیر تین طلاقیں ہے پھر وہ تین طلاقیں دونوں صورتوں میں ہو سکتی ہیں اکٹھی یا الگ الگ۔ ۴- ولا جناح علیکم ان تطلقتم النساء اس آیت میں تین طلاقیں اکٹھی اور الگ الگ دونوں داخل ہیں۔ آیت کو صرف الگ الگ دینے میں بند نہیں کر سکتے نہ لفظوں کے لحاظ سے نہ شان نزول کے لحاظ سے کیونکہ کوئی واقعہ بھی اس آیت کے شان نزول میں الگ الگ دینے کا نہیں ہے۔ ۵- حدیث الباب عن

اس میں امام بخاری رد فرما رہے ہیں حضرت طاووس اور حضرت ابحق بن راہویہ اور حجاج بن ارطاة اور بعض اہل ظواہر پر

سہل بن سعد اس میں لعان کا واقعہ نقل کرنے کے بعد ہے فلما فرغا قال عویر کذبت علیہا رسول اللہ ان مسکتھا فطلقتھا ثلثا قبل ان یامرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ابن شہاب فکان تک سترہ المعتلین اس پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ آپ نے پیچھے اس طلاق دینے کا اعتبار نہیں کیا اس وجہ سے کہ لعان کے بعد تو تفریق ہو ہی جاتی ہے اس لئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عویر کی طرف توجہ نہیں فرمائی جواب اس کا ایک تو یہ ہے کہ اس روایت سے یہ ثابت ہوا کہ حضرات صحابہ کرام کے عرف میں تین طلاقیں سے مغفل ہو جانا بہت مشہور و معروف تھا اسی لئے تو حضرت عویر نے تین طلاقیں دی تھیں اور یہ معروف ہونا اکٹھی تین کو بھی شامل تھا اسی لئے یہاں اکٹھی ہی دی ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ امام بخاری یہ روایت لا کر ابوداؤد والی روایت کی طرف بھی اشارہ فرما رہے ہیں۔ اس میں حضرت سہل بن سعد ہی سے یہ الفاظ وارد ہیں فطلقتھا ثلث تطلقا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانفذہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ امام بخاری نے ان صاحب کے قول پر استدلال فرمایا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ لعان کے بعد خاوند کے طلاق دینے سے تفریق ہوتی ہے۔ ۶- زیر بحث باب کی دوسری سند روایت عن عائشہ ان امرأۃ رفاعۃ القرظی جاءت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت یا رسول اللہ ان رفاعۃ طلقنی فبت طلاقاً وانی نکحت بعدہ عبدالرحمن بن الزبیر القرظی وانا مع مثل الھدیۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعنک تریدین ان ترجعی الی رفاعۃ لاحتی یدوق عسلک وتدوق عسلۃ اس روایت سے امام بخاری استدلال فرما رہے ہیں کہ بت طلاق میں تین طلاقیں ہیں اور اس میں دونوں احتمال ہیں کہ اکٹھی دی ہوں یا الگ الگ دی ہوں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہ پوچھا کہ تین طلاقیں اکٹھی دی ہیں یا الگ الگ دی ہیں اور حکم حلالہ کا بیان فرمایا اس سے ثابت ہوا کہ حلالہ دونوں صورتوں میں ضروری ہے اور تین طلاقیں اکٹھی بھی واقع ہو جاتی ہیں۔ ۷- زیر بحث باب کی

تیسری حدیث سنداً عن عائشہ ان رجلاً طلق امرأۃ ثلثاً فزوجت فطلق فسل النبی صلی اللہ علیہ وسلم تحل لاول قال لاحتی یدوق عسلھا کما ذاق الاول اس روایت کو گو بعض حضرات نے پہلی حدیث رفاعہ والی کا اختصار قرار دیا ہے۔ لیکن حافظ ابن حجر نے اس کو ترجیح دی ہے کہ یہ واقعہ الگ الگ ہے اور طرز استدلال بالکل چھٹی دلیل والا ہے۔ ۸- فی الطمرانی والبیہقی عن الحسن بن علی مرفوعاً بمارجل طلق امرأۃ ثلثاً عند الاقراء وثلثاً مہمۃ لم تحل لہ حتی تنکح زوجاً غیرہ یہاں مہمۃ کے معنی مجتمعة کے ہیں اور استدلال ظاہر ہے۔ ۹- فی ابن ماجہ عن فاطمۃ بنت قیس قالت طلقنی زوجی ثلثاً وهو خارج الی الیمن فاجاز ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ۱۰- فی مسلم عن فاطمۃ بنت قیس ان اباحفص بن المغیرۃ انحر وی طلقھا ثلثاً ثم الطلق الی الیمن الحدیث۔ ۱۱- فی الدارقطنی عن ابن عمر انہ قال یا رسول اللہ ارایت لو طلقھا ثلثاً قال اذا عصیت ربک وبانت منک امرأۃ تک۔ ۱۲- اخرج ابو نعیم ماکتب عمر الی ابی موسی الاشعری من قال انت طالق ثلثاً فھی ثلث۔ ۱۳- فی البیہقی عن عمر للمطلق الفا انما یکفیک من ذلک ثلث۔ ۱۴- فی زاد المعاد لابن القیم عن عثمان لمطلق الالف بانت منک ثلاث۔ ۱۵- فی البیہقی عن علی لمطلق الالف ثلث تحرھا علیک۔ ۱۶- فی البیہقی عن علی بنین طلق امرأۃ ثلثاً قبل الدخول قال لا تحل لہ حتی تنکح زوجاً غیرہ۔ ۱۷- امام زرقاتی نے موطا امام مالک کی شرح میں اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ اکٹھی تین طلاق سے مغفل ہونے پر حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں اجماع ہو گیا تھا یہی اجماع امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں بھی نقل فرمایا ہے۔ یہی اجماع امام ابوبکر الجصاص نے اپنی کتاب احکام القرآن میں بھی نقل فرمایا ہے۔ ۱۸- جو شخص تین غلام اکٹھے آزاد کرے تو وہ تینوں بالا جماع آزاد ہو جاتے ہیں ایسے ہی جو شخص تین عورتوں سے اکٹھا نکاح پڑھے وہ نکاح بھی بالا جماع صحیح ہو جاتا ہے اسی طرح اگر کوئی شخص اکٹھی تین طلاقیں دے تو وہ بھی

جاری ہو جائیں گی اور وہ مغلظ بن جائے گی۔ ۱۹- فی البیہقی عن ابن عباس انہ اجاز الثلاث۔ ۲۰- فی ابی داؤد عن ابن عباس قال والمطلقات یتربصن بانفسهن ثلثة قروء ولا یحل لهن ان یکتمن ما خلق الله فی ارحامهن الا یہ وذلک ان الرجل کان اذا طلق امراته فوافق برجعها وان طلقها ثلاثا ففسخ ذلک فقال الطلاق مرتان الا یہ۔ ۲۱- فی ابی داؤد عن مجاہد قال کنت عند ابن عباس فجاءه رجل فقال انہ طلق امراته ثلاثا قال فسکت حتی ظفعت انہ رادها الیه ثم قال ینطلق احکم فیرکب الخویثم یقول یا ابن عباس یا ابن عباس وان الله قال ومن ینق الله یجعل له مخرجاً وانک لم تنق الله فلا جدک مخرجاً عصیت ربک وبانت منک امرأتک۔ ۲۲- فی ابی داؤد عن محمد بن ایاس ان ابن عباس وابا هريرة وعبد الله بن عمرو بن العاص سلوا عن البکر یطلقها زوجها ثلاثاً فکفهم قال لا تحل لہ حتی یتزوجوا غیرہ۔ ۲۳- فی ابی داؤد چھ سندیں بیان کرنے کے بعد ہے عن ابن عباس کفهم قالوا فی الطلاق الثلث انہ اجازہا۔

اکٹھی تین کو ایک طلاق کہنے والوں کے

دلائل معاجوبہ

پہلی دلیل۔ ۱- فی مسلم وغیرہ عن طاوس ان ابی الصہباء قال لا بن عباس تعلم انما کانت الثلث تجعل واحدة علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم والی بکر وثلاث من امارۃ عمر فقال ابن عباس نعم و فی روایۃ کان الطلاق علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والی بکر و ستین من خلافتہ عمر طلاق الثلث واحدة فقال عمر بن الخطاب ان الناس قد استعجلوا فی امر کانت ہم فیہ اناة فلو امھیناہ علیہم فامضاہ علیہم۔

حدیث ابی الصہباء کے جوابات

۱- جب احادیث مرفوعہ میں اختلاف ہو تو عمل خلفاء سے ترجیح دی جاتی ہے ہمارے ادلہ میں اجماع کے علاوہ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کیا قوال موجود ہیں جن میں تین طلاقیں کو اگرچہ اکٹھی ہوں تین ہی شمار کیا گیا ہے۔ ۲- ابی الصہباء والی حدیث

احادیث کثیرہ کے مقابلہ میں شاذ ہے۔ یہ احادیث کثیرہ دوسرے صحابہ سے منقول ہیں۔ ۳- امام احمد نے ابی الصہباء والی حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ ۴- یہ حدیث اجماع امت کے خلاف ہونے کی وجہ سے واجب التکرار ہے۔ ۵- ہمارے دلائل میں حضرت ابن عباس کا فتویٰ تین کو تین ہی قرار دینے کا موجود ہے اگرچہ اکٹھی ہوں اور جب صحابی راوی کا فتویٰ اپنی ہی بیان کی ہوئی مرفوع حدیث کے خلاف ہو تو وہ مرفوع روایت یا تو سند کے لحاظ سے کمزور ہوگی یا ماہول ہوگی یا منسوخ ہوگی تینوں صورتوں میں اس پر عمل نہیں کیا جاسکتا۔ ۶- ابی الصہباء والی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آج لوگ تین طلاقیں دیتے ہیں پہلے تین کی جگہ ایک تھی۔ جیسے قرآن پاک میں ہے اجعل الالہۃ الہا واحدا کہ مشرک کہتے تھے کہ کئی خداؤں کو ایک بنا دیا یعنی کئی خدا ماننے کی جگہ ایک خدا مان لیا اور حدیث پاک میں ہے من جعل الھمو مھاموا احدا کہ جو شخص کئی غموں کی جگہ ایک ہی غم کرتا ہے آخرت کا غم اللہ تعالیٰ اس کو کافی ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح یہاں ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں تین دیتے تھے پہلے تین کو ایک بناتے تھے یعنی پہلے تین نہ دیتے بلکہ ایک ہی دیتے تھے۔ ۷- پہلے ہی حکم تھا کہ تین طلاقیں اکٹھی ایک ہی شمار ہوتی تھیں پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے زمانہ میں یہ حکم منسوخ ہو گیا تھا اور تین طلاقیں اکٹھی ہوں یا الگ الگ ہوں ان کو تین ہی شمار کرنے کا حکم نازل ہو گیا تھا ہمارے دلائل میں سے بیسویں دلیل میں نقل کر دیا گیا ہے کہ حضرت ابن عباس فرما رہے ہیں کہ یہ حکم الطلاق مرتان کے نازل ہونے سے منسوخ ہو گیا تھا جن حضرات نے حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں تین کو ایک سمجھا ان کو نسخ کا علم نہ ہوا تھا حضرت عمرؓ نے تحقیق فرما کر اسی نسخ پر عمل جاری کیا۔ اس کی تطہیر حصۃ النساء ہے کہ بعض کو نسخ کا پتہ نہ چلا وہ پتہ چلنے تک جائز سمجھتے رہے ایسے ہی اس کی نظیر خمس رضعات معلومات سحر من کے منسوخ ہونے کا حضرت عائشہؓ کو پہلے پتہ نہ چلا اس لئے اس کو باقی سمجھتی رہیں۔ ۸- ابی الصہباء اور طاؤس والی روایت جو حضرت

ہو جاتی ہے اور باقی دو بیکار ہو جاتی ہیں۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ سے پہلے تو لوگوں میں خیانت نہ تھی ان کے زمانہ میں خیانت شروع ہو گئی کہ کہتے تو تھے انت طالق ثلثاً بعد میں جھوٹ بول دیتے کہ میں نے کہا تھا انت طالق انت طالق انت طالق تو جہاں ایسی خیانت کا شبہ ہوتا تھا وہاں حضرت عمرؓ نے قاضی حضرات سے فرمایا تھا کہ تین ہی جاری کریں۔ ۱۲۔ ابوالصعباء والی روایت میں یہ کہاں ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تھا کہ لوگ تین اکٹھی کو ایک سمجھتے ہیں اور علم ہونے کے بعد سکوت فرمایا تھا اس لئے یہ حکم شرعی بن گیا بلکہ ابوالصعباء والی روایت میں بعض لوگوں کا اپنا عمل نقل کیا گیا ہے کہ وہ تین اکٹھی کو ایک سمجھتے تھے ان کے سمجھنے سے شرعی حکم نہیں بنتا اس لئے ابوالصعباء والی روایت اجماع اور آیات اور احادیث جو ہمارے دلائل میں مذکور ہیں ان کے مقابلہ میں کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتی۔ کہاں اجماع امت اور آیات قرآنیہ اور احادیث قویہ اور کہاں بعض صحابہ اور بعض تابعین کا اجتہاد جو حدیث ابی الصعباء میں ہے دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ ۱۳۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات ابوبکرؓ کے زمانہ میں لوگ طلاق سنت کی نیت کر کے طلاق دیتے تھے اور طلاق سنت کا مصداق ایک طلاق کو سمجھتے تھے اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں طلاق سنت کی نیت سے طلاق دیتے تھے اور تین کی نیت کرتے تھے اور یہی طلاق سنت کا مصداق سمجھتے تھے اس لئے حضرت عمرؓ نے تین ہی جاری فرمائیں اس لئے ابوالصعباء والی حدیث سے یہ ثابت نہ ہوا کہ کسی زمانہ میں اکٹھی تین کو ایک ہی شمار کیا جاتا تھا اور یہ مسئلہ بے غبار ہو گیا ہے کہ تین طلاقیں خواہ اکٹھی ہوں یا الگ الگ ہوں وہ تین ہی شمار ہوں گی اور بغیر حلالہ کے رکھنے سے ساری عمر زنا کا گناہ ہوگا اور ساری اولاد ناجائز ہوگی۔

تین کو ایک طلاق کہنے والوں کی

باقی دلیلیں اور ان کے جواب

۲۔ ان حضرات کی دوسری دلیل فی الدار قطنی عن احمد بن صبیح

ابن عباس سے منقول ہے یہ باقی روایات کو دیکھتے ہوئے شاذ ہے کیونکہ انہوں نے تین کو تین ہی شمار فرمایا ہے امام بیہقی نے یہی تقریر فرمائی ہے۔ اسی طرح امام احمد بھی فرماتے ہیں کہ طاؤس کے سوا باقی شاگردوں نے طاؤس کے خلاف نقل کیا ہے کہ ابن عباس تین کو تین ہی شمار کرتے تھے اس لئے ابوالصعباء اور طاؤس والی روایت شاذ ہونے کی وجہ سے چھوڑی جائے گی۔ ۹۔ ابوالصعباء خود راوی مجہول ہے صفات کے لحاظ سے اور طاؤس کا خود سننا حضرت ابن عباس سے اس روایت میں صراحۃً مذکور نہیں ہے ظاہر یہی ہے کہ حضرت طاؤس نے ابوالصعباء سے یہ روایت سنی ہے اور وہ مجہول ہے اس لئے روایت ضعیف ہو گئی۔ ۱۰۔ صرف حضرت اسحاق بن راہویہ کے اصول کے مطابق یہ جواب بھی دیا گیا ہے کہ ان کے نزدیک انت طالق ثلثاً کہنے کی صورت میں مدخول بھا ہو یا غیر مدخول بھا صرف انت طالق کے کہنے سے الگ ہو جاتی ہے اور ثلثاً کا لفظ اجنبی عورت پر واقع ہوتا ہے اس لئے بیکار ہو جاتا ہے۔ ابوالصعباء والی روایت میں ہے کہ بعض حضرات اسی اصول کے مطابق عمل کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ فاروق نے یہ اصول چھوڑ دیا اور انت طالق ثلثاً کو اکٹھا شمار کر کے تین طلاقیں جاری کیں۔ ابوالصعباء والی روایت میں اگرچہ غیر مدخول بھا کا ذکر ہے لیکن مدخول بھا کو بھی اسی پر محمول کیا گیا ہے۔ ۱۱۔ مدخول بھا میں انت طالق انت طالق انت طالق کہنے والے کی نیت اگر تاکید کی ہو تو ایک طلاق پڑتی ہے اور اگر نیت تاکید کی نہ ہو تو تین پڑتی ہیں پہلے خیانت نہ تھی حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بعض لوگوں نے خیانت شروع کر دی کہ نیت تاکید کی نہ ہوتی تھی بعد میں جھوٹ بولتے ہوئے کہہ دیتے کہ نیت تاکید کی تھی تو ایسی خیانت کے شبہ کے موقعہ میں حضرت عمرؓ نے قاضی حضرات کو حکم جاری فرمایا کہ وہ تین ہی جاری کریں یہ تو مدخول بھا کے معاملہ میں تھا اور غیر مدخول بھا میں خیانت یوں شروع ہو گئی کہ حکم یہ ہے کہ غیر مدخول بھا کو اگر انت طالق ثلثاً کہیں تو تین طلاقیں پڑتی ہیں اور اگر یوں کہیں انت طالق انت طالق انت طالق تو ایک طلاق سے اجنبی

عن طریف بن ناصح عن معاویہ بن عمار الدہنی عن ابی الزبیر قال سالت ابن عمر بن رجل طلق امراته ثلثاً وهي حائض فقال اتعرف ابن عمر قلت نعم قال طلقت امراتی ثلثاً علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وهي حائض فردھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی السنۃ۔ جواب۔ خود وار قطنی نے اس حدیث کے متعلق فرمایا ہے اس حدیث کے راویوں کے متعلق کلہم من الشیعۃ والحفاظ ان ابن عمر طلق امرأته واحدة فی الحیض انھیں پھر امام دارقطنی نے ۱۲ حدیثیں ذکر کی ہیں جن میں اس واقعہ میں حضرت ابن عمر کا حیض میں ایک طلاق دینا مذکور ہے۔

۳۔ تیسری دلیل حافظ ابن تیمیہ نے ذکر کی ہے کہ اکٹھی تین طلاقیں کو قیاس کریں گے لعان میں اکٹھی چار گواہیوں پر کہ یوں کہے اشہد اربع شہادات یہ ایک ہی گواہی شمار ہوگی اسی طرح اکٹھی تین طلاقیں ایک ہی طلاق شمار ہونی چاہیے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص حج میں سات کنکریاں اکٹھی ہی پھینک دیتا ہے تو وہ ایک کنکری کی رمی ہی شمار ہوتی ہے اسی طرح اکٹھی تین طلاقیں بھی ایک طلاق ہی شمار ہونی چاہیے۔ جواب۔ ۱۔ یہ دونوں قیاس مع الفارق ہیں کیونکہ لعان میں ایک گواہی کافی نہیں اور حج میں ایک رمی کافی نہیں یہاں ایک طلاق کافی ہے اس لیے طلاق کو لعان کی گواہی پر بھی قیاس نہیں کر سکتے اور حج کی رمی پر بھی قیاس نہیں کر سکتے۔ ۲۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ لعان میں چار گواہیاں زنا کے چار گواہوں کے قائم مقام رکھی گئی ہیں طلاق میں ایسا نہیں اور حج میں سات کنکریوں کا عدد امرتعبدی ہے صرف وحی سے معلوم ہوا ہے عقل کو اس میں دخل نہیں ایسے موقعہ میں قیاس ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ قیاس میں ضروری ہے کہ مقیس اور مقیس علیہ دونوں عقلی ہوں ان میں سے کوئی بھی امرتعبدی یعنی غیر قیاسی نہ ہو اس لیے عدد رمی پر عدد طلاق کو قیاس نہیں کر سکتے۔

۳۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ طلاق میں احتیاط یہی ہے کہ تین کو تین ہی شمار کیا جائے اس کے برخلاف لعان میں اکٹھی چار کو چار شمار کرنا خلاف احتیاط ہے اس لیے بھی قیاس نہیں کر سکتے۔ ۴۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ صریح آیات واحادیث واجماع کے مقابلہ میں قیاس پر عمل

نہیں کیا جاسکتا۔ ۴۔ تین طلاق کو ایک شمار کرنے والوں کی چوتھی دلیل۔ یہ بھی قیاس ہے ابن تیمیہ کا کہ اگر کوئی شخص قسم کھائے کہ میں ایک ہزار دفعہ درود شریف پڑھوں گا تو قسم پورا کرنے کے لیے الگ الگ درود شریف ایک ہزار دفعہ پڑھنا ضروری ہے اگر یوں کہہ دے کہ صلی اللہ علی النبی الف مرة تو قسم پوری نہ ہوگی اور اس ہزار کو ایک ہی شمار کریں گے اسی طرح تین طلاق جو اکٹھی ہوں ایک ہی شمار کریں گے۔ جواب۔ ۱۔ قسم کا مدار عرف پر ہوتا ہے اور طلاق کے مسئلہ کا مدار شرع پر ہے عرف پر نہیں ہے اس لیے یہ قیاس مع الفارق ہے اور غلط ہے۔ ۲۔ نص اور اجماع کے مقابلہ میں قیاس پر عمل نہیں ہو سکتا۔ ۵۔ پانچویں دلیل بھی حافظ ابن تیمیہ کا قیاس ہے کہ اگر کوئی کہے اھلف باللہ ثلثاً تو ایک ہی قسم شمار ہوگی ایسے ہی جو کہے انت طالق ثلثاً وہ بھی ایک طلاق ہی شمار ہونی چاہیے۔ جواب۔ ۱۔ یہ بھی قیاس مع الفارق ہے اس لیے کہ طلاق کی تو حد مقرر ہے تین طلاقیں اور قسم کی کوئی حد نہیں ہے اس لیے قسم کی کتنی پر طلاق کی کتنی کو قیاس نہیں کر سکتے۔ ۲۔ نص اور اجماع کے خلاف قیاس معتبر نہیں ہوتا۔

۶۔ چھٹی دلیل یہ ہے کہ اکٹھی تین طلاقیں دینا گناہ ہے اس لیے تین نہ پڑنی چاہئیں۔ جواب۔ صرف گناہ ہونے سے یہ لازم نہیں کہ وہ واقع ہی نہ ہوں جیسے ظہار کرنا کہ اس کو حق تعالیٰ منکراً من القول وزوراً فرما رہے ہیں لیکن اس کے باوجود اگر کوئی ظہار کرے تو احکام اس پر مرتب ہو جاتے ہیں چنانچہ ظہار کا کفارہ قرآن پاک ہی میں بیان فرما دیا گیا ہے اسی طرح تین طلاقیں اکٹھی دینا گناہ ہے لیکن اگر کوئی ایسا کرے تو تین واقع ہو جائیں گی۔ ۷۔ تین کو ایک طلاق شمار کرنے والوں کی ساتویں دلیل۔ فی مسند احمد والی یحییٰ والبیہقی عن ابن عباس قال طلق رکانہ بن عبد یزید امراتہ ثلثاً فی مجلس واحد فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما تک واحدة فارتجعاھا ان شئت فارتجعا۔ جواب۔ ۱۔ اس روایت کے زیادہ صحیح الفاظ کن کو اصح الطرق کہا جاتا ہے وہ ہیں جو ابو داؤد۔ ترمذی ابن ماجہ۔ مستدرک حاکم اور بیہقی میں ہیں ان رکانہ طلق امراتہ البتہ فاخر النبی صلی اللہ علیہ وسلم

وقال الشعبي تروثه: . امام شعی کا اجتہاد یہ تھا کہ عدت کے بعد بھی فوت ہو تو پھر بھی وارث ہوگی۔ فرجع عن ذلك: . جب حضرت شبرمہ نے اعتراض کیا امام شعی پر کہ عدت کے بعد جب دوسرے شخص سے نکاح کر لیا اور دوسرا خاوند بھی مر گیا اور ساتھ ہی پہلا بھی مر گیا تو کیا دونوں خاوندوں سے وارث ہوگی تو اس پر امام شعی نے اپنے پہلے قول سے رجوع فرمایا کہ ہمیشہ کے لیے تو وارث نہ ہوگی صرف اس صورت میں وارث ہوگی جب کہ پہلا خاوند اس عورت کی عدت طلاق کے اندر اندر فوت ہو جائے۔ یہی راجح قول ہے۔

باب من خیر النساء

غرض تخیر کا مسئلہ بتلانا ہے عند الشافعی اگر زوج اپنی بیوی کو اختیار دے دے تو اب وہ بیوی اگر زوج کو اختیار کرے تو کوئی طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر اپنے نفس کو اختیار کرے تو ایک رجعی طلاق واقع ہو جائے گی وعند امامنا ابی حنیفہ اگر زوج کو اختیار کرے تو کچھ واقع نہ ہوگا اور اگر اپنے نفس کو اختیار کرے تو ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی وعند احمد اگر زوج کو اختیار کرے تو ایک رجعی طلاق پھر بھی واقع ہو جائے گی اور اگر وہ بیوی اپنے نفس کو اختیار کرے تو حنیفہ کی طرح ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔ وعند مالک اگر وہ بیوی زوج کو اختیار کرے تو ایک طلاق بائن پھر بھی واقع ہو جائے گی اور اگر اپنے نفس کو اختیار کرے تو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور مغلطہ ہو جائے گی۔ لن۔ اس باب کی دوسری روایت جو صحاح ستہ میں منقول ہے عن عائشہ رضی اللہ عنہا قالت خیرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاخترنا اللہ ورسولہ فلم یعد ذلک علینا شینا اس سے زوج کو اختیار کرنے کا حکم ثابت ہو گیا اور اگر نفس کو اختیار کرے تو اس کا حکم ترمذی میں حضرت عمرؓ اور حضرت ابن مسعود سے حنیفہ کی طرح منقول ہے۔ وللشافعی اگر زوج کو اختیار کرے تو ہمارے والی دلیل اور اگر اپنے نفس کو اختیار کرے تو ترمذی ہی میں ان ہی دونوں حضرات سے

بذلک فقال ما اردت الا واحدة فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واللہ ما اردت الواحدة فقال رکائتہ واللہ ما اردت الواحدة فقال هو ما اردت فردھا الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فطلقھا الثانیۃ فی زمان عمر بن الخطاب والثالثۃ فی زمان عثمان اتھنی پس جس راوی نے تین طلاقیں ذکر کی ہیں وہ روایت بالمعنی ہے۔ ۲۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ تو جمہور کی دلیل ہے کہ اگر حضرت رکانہ تین طلاق کی نیت کر لیتے لفظ البتہ سے تو تین اکٹھی ہی پڑ جاتیں اسی لیے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم دے کر پوچھا کہ ارادہ ایک طلاق کا کیا تھا یا تین طلاق کا۔ پس یہ تو جمہور امت کی دلیل ہوئی نہ کہ تین کو ایک کہنے والے شاذ قول کی۔ ۳۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ اس روایت کو امام قرطبی نے منقطع قرار دیا ہے اور تفصیل سے اس حدیث کا اضطراب بیان فرمایا ہے اس لحاظ سے بھی اس حدیث سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ ۴۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ ہمارے دلائل میں حضرت ابن عباس کا فتویٰ گزر چکا ہے کہ وہ تین اکٹھی طلاقوں کو تین ہی شمار فرماتے تھے اور یہ اصول ہے کہ اگر راوی صحابی کا فتویٰ اپنی ہی بیان کی ہوئی مرفوع روایت کے خلاف ہو تو وہ مرفوع روایت ضعیف ہوگی یا منسوخ ہوگی یا باول ہوگی تینوں صورتوں میں اس سے استدلال صحیح نہیں ہے۔ ۸۔ تین کو ایک طلاق کہنے والوں کی آٹھویں دلیل یہ ہے کہ حجاج بن ارطاة نے الطلاق مرتان کی تفسیر حضرت علی و ابن عباس کا بن مسعود والنزیر و عبدالرحمن بن عوف سے نقل کی ہے کہ طلاق صرف الگ الگ ہی ہوتی ہے۔ جواب۔ یہ تفسیر صحیح نہیں ہے اور نقل کر نیوالا راوی حجاج بن ارطاة ضعیف ہے۔ ۹۔ ان طالق ثلث کہنا تو جھوٹ ہے۔ جواب۔ یہ استدلال صرف شیعہ کرتے ہیں اور بالکل باطل ہے کیونکہ شریعت نے ان الفاظ کو انشاء قرار دیا ہے او صدق کذب کا تعلق تو خبر سے ہوتا ہے۔ بفضلہ تعالیٰ یہ مسئلہ مکمل ہوا۔ وقال ابن الزبیر فی مریض طلق لا یری ان تروث مبتوتہ: . یہ حضرت عبداللہ بن الزبیر کا اپنا اجتہاد ہے راجح یہ ہے کہ اگر عدت کے اندر فوت ہو گیا تو وارث ہوگی۔

بسم الله الرحمن الرحيم

باب الاطلاق قبل النكاح

اس مسئلہ میں جمہور کا قول لینا مقصود ہے کہ نکاح سے پہلے معلق طلاق لغو جاتی ہے، وعندا مانا ابی حنیفہ نکاح سے پہلے اگر کوئی شخص نکاح کے ساتھ معلق کر کے یا ملک کے ساتھ معلق کر کے طلاق دے دے تو وہ طلاق نکاح پڑھتے ہی واقع ہو جائے گی مثلاً یوں کہے کہ اگر میں نے فلاں عورت سے نکاح کیا یا اس کا مالک بنا تو اسے طلاق تو نکاح پڑھتے ہی طلاق پڑ جائے گی، وعند الشافعی و احمد طلاق واقع نہ ہوگی، وعند مالک اگر عورت کو معین کیا شخص کے لحاظ سے کہ فلاں عورت یا جگہ کے لحاظ سے کہ فلاں شہر کی عورت یا زمانہ کے لحاظ سے کہ فلاں مہینہ میں جس عورت سے نکاح کیا تو اسے طلاق پھر تو طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر کوئی قید نہیں لگاؤ تو پھر طلاق نہ ہوگی۔ لہذا فی موطا محمد عن ابن عمر موقوفاً اذا قال الرجل اذا نكحت فلانة ففهي طالق ففهي كذلك اذا نكحها اور چونکہ یہ مسئلہ خلاف قیاس ہے اس لئے حکم میں مرفوع ہی کے ہے کیونکہ قول صحابی یا تابعی جبکہ قیاسی نہ ہو تو وہ مرفوع روایت کے حکم میں ہوتا ہے۔ یہ قول بھی ایسا ہی ہے ۲- اس پر اجماع ہے کہ اگر کوئی شخص کہے ان ملکک الفافلہ علی منھا ما تہیہ نذر صحیح ہے اگرچہ وہ نذر ماننے کے وقت ایک ہزار کا مالک نہ تھا اسی طرح طلاق بھی نکاح سے پہلے اگر معلق بالنکاح یا معلق بالملک کی ہے تو یہ تعلیق صحیح ہے۔ ۳- حق تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے و منهم من عاهد الله لان اتانامن فضله لنصدقن و لنكونن من الصالحين۔ اس آیت مبارکہ میں مالک ہونے سے پہلے خیرات کی نذر کو صحیح قرار دیا گیا ہے اسی طرح نکاح سے پہلے طلاق ہوئے ۴- وصیت موت سے پہلے کی جاتی ہے اور نافذ ہوتی ہے موت کے بعد اسی طرح طلاق نکاح سے پہلے دی جائے تو وہ بھی نکاح کے بعد واقع ہو جائے گی۔ ولما لک فی الترمذی عن ابن مسعود فی المنصوبۃ انھا تطلق اور منصوبہ کے معنی متعینہ کے ہیں اور اگر حکم کو عام رکھا جائے

طلاق رجعی بھی منقول ہے حضرت عمرؓ اور حضرت ابن مسعود سے ولا احمد فی الترمذی عن علی موقوفاً دونوں صورتوں میں امام احمد کی طرح منقول ہے ولما لک فی الترمذی عن زید بن ثابت امام مالک کی طرح دونوں صورتوں کا حکم منقول ہے۔ ترجیح حنفیہ کے قول کو ہے قیاس کی وجہ سے کہ زوج کو اختیار کرنے میں تو کچھ بھی واقع نہ ہونا چاہئے کیونکہ اس عورت نے کوئی طلاق بھی اختیار نہیں رہتا اور جب ایک سے کام چل سکتا ہے تو تین کی ضرورت نہیں۔

باب اذا قال فارقتک اور سرحتک او الخلیۃ

او البریۃ او ما عنی بہ الطلاق فهو علی نیتہ:

غرض یہ بتلانا ہے کہ ان مذکورہ الفاظ اور ان جیسے الفاظ کا مدار نیت پر ہے۔ اگر طلاق کی نیت کرے گا تو پڑے گی ورنہ نہ پڑے گی پھر مند روایت کی طرف اشارہ کیا تفصیل سے نہ لائے تاکہ تکرار لازم نہ آئے۔

باب من قال لامراته انت علی حرام

غرض باب سے لفظ حرام کا حکم بتلانا ہے۔ فسموہ حراما بالطلاق والفراق:۔ حاصل یہ ہے کہ بیوی کو حرام کہنے اور کھانے کو حرام کہنے میں فرق ہے۔ بیوی کو حرام نہیں ہوتا۔ اگر نہ کھانے کی قسم بھی کھالے تو کھانے کے بعد قسم کا کفارہ دے دے اس لئے بیوی کو لفظ حرام کہنے سے بہت احتیاط کرنی چاہئے۔

فلم یقرنی الایۃ واحده

صرف ایک دفعہ مجھ سے مشغول ہوا۔

باب تحرم ما احل الله لک

غرض اس آیت مبارکہ کی تفسیر ہے۔ اذا حرم امراته لیس بشیء:۔ یہ حضرت ابن عباس کا اپنا اجتہاد ہے کیونکہ اگر طلاق کی نیت سے کہے گا تو ایک طلاق بائن پڑ جائے گی۔ فدخل علی حفصہ بنت عمر:۔ سوال۔ پہلے روایت گزری ہے کہ حضرت زینب کے پاس شہد تناول فرمایا تھا اور ایک روایت میں حضرت سودہ کے پاس تناول فرمانا بھی آیا ہے یہ تو تعارض ہے۔ جواب۔ یہ واقعہ کئی دفعہ پیش آیا۔

تو نکاح کا دروازہ بند ہو جائے گا حالانکہ شریعت نے کھلا رکھا ہے جواب معینہ عورت کا حکم تو ہمارے خلاف نہیں ہے کیونکہ ہم معینہ اور غیر معینہ دونوں میں اس حکم کے قائل ہیں باقی رہا نکاح کا دروازہ بند ہونا تو یہ خود اس نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے جیسے نعوذ باللہ کوئی شخص خودکشی کر لے تو یہ اس کا اپنا قصور ہے اسی طرح ایسی قسم کھالی کہ ساری عمر نکاح ہی نہ کر سکے یہ اس کا اپنا قصور ہے وللشافعی واحمد روایت ابی داؤد عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مرفوعاً لا طلاق الا فیما تمسک۔ جواب۔ ۱۔ امام احمد نے خود اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ ۲۔ مراد یہ ہے کہ فوراً طلاق نہ پڑے گی۔ جس کو طلاق منجر کہتے ہیں ہم کلام طلاق معلق میں کر رہے ہیں اس لئے یہ روایت بحث سے خارج ہے۔

باب اذا قال لامرأة وهو مکره هذه اختی فلاشی علیہ

غرض اس مسئلہ کا بیان فرمانا ہے کہ کوئی جبراً بیوی کے متعلق کہلوائے کہ یہ میری بہن ہے تو اس سے طلاق نہ پڑے گی۔ قال ابراہیم لسارة هذه اختی وذلک فی ذات اللہ عزوجل:۔ یہاں ذات اللہ سے مراد لرضاء اللہ اور فی دین اللہ ہے یعنی دینی بہن ہے۔

ہو عدا طلاق دے اور اپنی تعلیق طلاق کو بھولنے والا نہ ہو اس لیے نیت والی حدیث سے امام بخاری کا استدلال صحیح ہے پھر حنفیہ کے نزدیک اکراہ سے بچنے کی ایک تدبیر یہ بھی ہے کہ طلاق کا لفظ بولے اور بولتے وقت یہ نیت کرے کہ میں کبھی اس کے پاؤں کی زنجیر نہ ڈالوں گا اور غلط کی صورت یہ ہے کہ مثلاً کہنے لگا انت طاہرة اور نکل گیا انت طالق تو قضاء طلاق ہوگی دیا نہ ہوگی اور نسیان کی صورت یہ ہے کہ کسی نے قسم کھالی ان دخلت انا تلک الدار فانت طالق پھر اس گھر میں بھول کر داخل ہو گیا تو اس صورت میں طلاق واقع ہو جائے گی پھر اکراہ کے مسئلہ میں اختلاف ہے عندنا مانا ابی حذیفہ اکراہ میں طلاق ہو جاتی ہے وعند النجہور نہیں ہوتی لہذا روایت عن ابی داؤد عن ابی ہریرۃ مرفوعاً تلک جدہن جدہن لہن جد النکاح والطلاق والرجعة۔ ہزل میں بھی تلفظ ہوتا ہے نیت نہیں ہوتی اور اکراہ میں بھی تلفظ طلاق کا ہوتا ہے نیت نہیں ہوتی اس لیے ہزل اور اکراہ کا ایک ہی حکم ہے جس طرح ہزل میں طلاق ہو جاتی ہے ایسے ہی اکراہ میں بھی ہو جاتی ہے وانجہور روایت ابی داؤد عن عائشہ مرفوعاً لا طلاق ولا عتاق فی غلاق۔ استدلال یوں ہے کہ اغلاق کے معنی اکراہ کے ہیں معلوم ہوا کہ اکراہ میں طلاق نہیں ہوتی۔

باب اذا قال لامرأة وهو مکره هذه

اختی فلاشی علیہ

غرض اس مسئلہ کا بیان فرمانا ہے کہ کوئی جبراً بیوی کے متعلق کہلوائے کہ یہ میری بہن ہے تو اس سے طلاق نہ پڑے گی۔ قال ابراہیم لسارة هذه اختی وذلک فی ذات اللہ عزوجل:۔ یہاں ذات اللہ سے مراد لرضاء اللہ اور فی دین اللہ ہے یعنی دینی بہن ہے۔

باب الطلاق فی الاغلاق والکره

غرض طلاق کی بعض قسموں کا بیان ہے پھر اغلاق کے ایک معنی تو اکراہ ہی کے ہیں کیونکہ جس پر اکراہ کیا جائے اس پر تصرف بند ہو جاتا ہے دوسرے معنی اغلاق کے امام ابو داؤد جستانی نے اپنی سنن میں کئے ہیں غضب کے لیکن یہ معنی متقدمین فقہاء میں سے کسی نے نہیں کئے کیونکہ طلاق تو ہمیشہ غصہ ہی میں ہوتی ہے خوشی میں کون طلاق دیتا ہے اس لیے اگر غصہ کی طلاق کو نہ مانا جائے تو پھر تو طلاق کا دروازہ ہی بند ہو جائے گا پھر امام بخاری کا باب میں فرمانا والکره یہ عطف تفسیری ہے اس باب کی غرض کا حاصل یہ ہوا کہ طلاق اسی شخص کی معتبر ہوتی ہے جو عاقل ہو مختار

جواب۔ ۱۔ غلاق کے معنی خود امام ابو داؤد نے غضب کے کئے ہیں لیکن اس سے ایسا غضب ہی مراد ہو سکتا ہے جو جنون کی حد تک پہنچ چکا ہو۔ مطلق غضب مراد نہیں ہو سکتا کیونکہ طلاق تو ہمیشہ ناراضگی اور غضب ہی میں ہوتی ہے خوشی میں کون طلاق دیتا ہے۔ ۲۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر اکراہ ہی کے معنی لئے جائیں تو پھر اکراہ علی الکفر مراد ہے جبکہ دل مطمئن بالایمان ہو تو اس اکراہی کفر میں طلاق نہ پڑے گی۔ وما لا یجوز من اقرار الموسوس:۔ ۱۔ جس کو دسواں بہت زیادہ آتے ہوں تو صرف دسواں سے طلاق نہ پڑے گی۔ ۲۔ مجنون ظاہر ہے کہ مجنون کی طلاق معتبر نہیں ہے۔ ۳۔ معتوہ جس کو کبھی افاتہ ہو اور کبھی

الباب عن جابر حضرت ماعز اسلمی کا واقعہ مرفوعاً فاعرض عنہ فی المسند الذی اعرض فشهد علی نفسه اربع شهادات فدعاہ ولما لک والشافعی حدیث العسيف فی التحسين عن ابی ہریرۃ مرفوعاً فان اعترفت فارحمھا۔ جواب ۱۔ اس میں اختصار ہے راوی کی طرف سے اور ہماری روایت میں پوری تفصیل ہے۔ ۲۔ یہ روایت عدد سے ساکت ہے اور ہماری روایت چار کے عدد میں ناطق ہے اور ناطق کو ساکت پر اور مفسر کو مبہم پر ترجیح ہوتی ہے۔

باب الخلع و کیف الطلاق فیہ

غرض خلع کا مسئلہ بتلانا ہے کہ اس میں کس قسم کی طلاق ہے فیصلہ ناظر پر چھوڑ دیا۔ عند امامنا وما لک خلع طلاق بائن ہے وعند احمد فسخ نکاح ہے طلاق نہیں ہے وعن الشافعی تین روایتیں ہیں۔ ۱۔ ہمارے ساتھ ۲۔ امام احمد کے ساتھ ۳۔ طلاق رجعی ہے۔ لہذا۔ فی الدارقطنی عن ابن عباس مرفوعاً جعل الخلع تطلیقہ بائمۃ ولاحد فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجاً غیرہ اگر خلع کو طلاق مانا جائے تو لازم آتا ہے کہ مغلطہ چار سے بنے دو الطلاق مرتان تیسری خلع چوتھی فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجاً غیرہ۔ جواب خلع الگ طلاق نہیں ہے بلکہ الطلاق مرتان ہی کا بیان ہے کہ دونوں طلاقیں رجعی ہوں یا ان میں سے کوئی خلع کی صورت میں ہو اس کے بعد جب تیسری ہوگی تو مغلطہ بن جائے گی۔ والشافعی مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت ہے عن سعید بن المسیب مرسل مرفوعاً جعل الخلع تطلیقہ۔ جواب ہماری روایت مثبت زیادت ہے کیونکہ اس میں ہے جعل الخلع تطلیقہ بائمۃ اس لئے اسی کو ترجیح ہے کیونکہ جب مثبت زیارت اور نانی میں تعارض ہو تو مثبت زیارت کو ہی ترجیح ہوتی ہے۔ سوال مرسل روایت تو امام شافعی کے نزدیک حجت ہی نہیں۔ جواب فتاویٰ ابن تیمیہ میں ہے کہ اکابر تابعین کی مرسل ائمہ اربعہ کے نزدیک بالاتفاق حجت ہے۔ اجاز عثمان الخلع دون عقاص واسہا۔ یعنی چوٹی کے سوا سب کچھ لے سکتا ہے یا مینڈھیاں

جنون ہو اس کی طلاق جنون کی حالت والی معتبر نہیں ہے۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم للذی اقر علی نفسه ابک جنون۔ اس واقعہ کو یہاں ذکر فرمانے سے غرض یہ ہے کہ جنون میں جیسے زنا کی حد نہ لگتی ایسے ہی طلاق بھی جنون کی حالت میں معتبر نہیں۔ حضرت اعز کا واقعہ حدود میں تفصیل سے آئے گا اس سے پہلے مختصر آئے گا۔ بقر حمزة خواصر شارفی۔ حضرت حمزہ نے میری دو قوی اونٹنیوں کی تہی گا ہیں کاٹ دیں۔ یہ حدیث غزوہ بدر میں گزر چکی ہے یہاں لانے سے غرض یہ ہے کہ پہلے جب شراب حرام نہ ہوئی تھی تو شراب کا نشہ نیند کے حکم میں تھا جیسے نیند میں طلاق معتبر نہ ہوتی تھی ایسے ہی شراب کے نشہ میں بھی معتبر نہ ہوتی تھی پھر جب شراب حرام ہو گئی تو اب اگر شراب کے نشہ میں طلاق دے دے تو وہ طلاق جاری ہو جائے گی۔ وقال عطاء اذابدأ بالطلاق فله شرطہ۔ مقصد یہ ہے کہ شرط جیسے مقدم معتبر ہے۔ ایسے ہی مؤخر بھی معتبر ہے بشرطیکہ متصلاً ہو ان دخلت الدارقانت طالق اور یوں کہنا انت طالق ان دخلت الدار دونوں برابر ہیں۔ یسنل عما قال۔ یہ مذہب صرف امام زہری کا ہے اور ہے بھی صرف شرط کی صورت میں کہ لفظ طلاق میں اس خاص صورت میں نیت پر مدار ہے ورنہ جمہور فقہاء کے نزدیک معلق میں بھی منجز کی طرح ہی حکم ہے۔ صریح الفاظ یہی نیت پر مدار نہیں ہے۔ وقال ابن عباس الطلاق عن وطروالعناق ما ارید به وجه اللہ تعالیٰ۔ معنی یہ ہیں کہ طلاق تو حاجت اور مجبوری میں ہونی چاہیے اور غلام کو جب بھی چاہے ثواب لینا آزاد کر دے۔ وقال قتادة اذا طلق فی نفسه فلیس بشیء۔ غرض یہ ہے کہ مدار زبان سے تلفظ پر ہے صرف دل میں خیال آنے سے طلاق نہیں پڑتی۔ فشهد علی نفسه اربع شهادات۔ عند امامنا ابی حنیفہ حد کے لئے اقرار چار دفعہ ضروری ہے وعند مالک والشافعی ایک دفعہ کافی ہے۔ وعن احمد روايتان۔ لہذا۔ حدیث

باندھنے والے دھاگے کے سوا سب کچھ لے سکتا ہے حاصل یہ کہ سارا مال لے کر بھی خلع جائز ہے۔ ولم یقل قول السفهاء لا یحل حتی تقول لا اغتسل لک من جنابة:۔ یہ مقولہ کس کا ہے اس میں دو قول ہیں۔ ۱- ابن طاؤس کا۔ ۲- امام بخاری کا۔ معنی یہ ہیں کہ حضرت طاؤس ایسے نہیں کہتے تھے جیسے بعض بے وقوف کہتے ہیں کہ جب تک وطی سے انکار نہ کرے، خلع نہیں ہو سکتی۔ قال ابو عبد الله لا یتابع فیہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما:۔ بعض نسخوں میں یہ عبارت حاشیہ پر ہے معنی یہ ہیں کہ باقی روایتوں میں یہ روایت خالد سے مندرج منقول نہیں ہے بلکہ مرسل ہے گو خالد کے سوا دوسرے راویوں سے مندرج منقول ہے۔

باب الشقاق وهل یشر بالخلع

عند الضرورة

غرض یہ بیان فرمانا ہے کہ اس آیت میں جو شقاق مذکور ہے اس کا مصداق کیا ہے پھر یشیر کے فاعل میں تین احتمال ہیں۔ ۱- حاکم ۲- حکم ۳- امام پھر حدیث پاک سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ میاں بیوی کی مخالفت دور کرنے کی کوشش کرنی چاہئے جیسا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کوشش فرمائی اور یہ مشورہ دیا کہ حضرت علیؑ ابو جہل کی بیٹی سے نکاح نہ کریں۔

باب لا یكون بیع الامة طلاقاً

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ لونڈی کو بیچنے سے اس کا نکاح نہیں ٹوٹتا اور طلاق واقع نہیں ہوتی یہی سب فقہاء کا مذہب ہے اور اس کے خلاف قول کو شاذ کہا گیا ہے۔ جو حضرت حسن بصری اور سعید بن المسیب اور مجاہد سے منقول ہے۔

باب خيار الامة تحت العبد

امام بخاری کی غرض حنفیہ کے خلاف جمہور کے قول کو ترجیح دینا ہے شاید اس کی وجہ امام بخاری کے نزدیک یہ ہو کہ آزاد ہونے کے

بعد حرہ عورت ایک غلام کی بیوی بن کر رہنا پسند نہیں کرتی اس کا جواب یہ ہے کہ قیاس کی وجہ سے نص کو نہیں چھوڑا جاسکتا پھر اختلاف کی تفصیل یہ ہے کہ عندا ما مالی حقیقہ اگر آزاد ہونے والی لونڈی کا خاوند آزاد ہو تو اس صورت میں بھی لونڈی کو اختیار عتق ہوگا یعنی وہ چاہے تو اپنا نکاح توڑ سکتی ہے وعند الجمہور صرف خاوند کے غلام ہونے کی صورت میں اختیار عتق ہے آزاد ہونے کی صورت میں نہیں ہے البتہ خاوند اگر غلام ہو تو آزاد ہوتے وقت بالاتفاق اختیار عتق لونڈی کو حاصل ہے فشاء اختلاف حضرت بریرہ کا واقعہ ہے ابوداؤد میں ہے عن عائشہ فی قصۃ بریرۃ قالت کان زوجہا عبدًا فخرہا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاختارت نفسها ولو کان حرامًا تخیرہا اور ابوداؤد میں ہی ہے عن عائشہ ان زوج بریرۃ کان حراً حين اعتقت وانها خیرت اور ترجیح حریت والی روایت کو ہے کیونکہ وہ روایت مثبت زیارت ہے پہلے وہ غلام تھے حر بعد میں ہوئے اس لئے جس روایت میں ان کا حر ہونا مذکور ہے وہ مثبت زیارۃ ہے اور جس روایت میں عبد ہونا مذکور ہے وہ ثانی ہے اور یہ جو وارد ہے ولو کان حرامًا تخیرہا یہ حضرت عروہ یا حضرت عائشہ کا اجتہاد ہے اور ہے بھی حریت کے علم سے پہلے۔ جب ان حضرات کو حریت کا علم ہو گیا تو یہ اجتہاد ختم ہو گیا۔ بیان شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی زوج بریرۃ:۔ غرض یہ بتلانا ہے کہ لونڈی آزاد ہو تو اس سے سفارش کرنا کہ نکاح نہ توڑے یہ سفارش مسنون ہے۔

باب:۔ یہ گزشتہ باب کا تتمہ ہے کیونکہ اس میں گزشتہ باب والی حدیث کی تفصیل ہے۔

باب قول الله تعالى ولا تنکحوا

المشركات حتی یومن ولامۃ مومنة

خیر من مشرکۃ ولو اعجبتکم

غرض حضرت ابن عمر کے قول کی تائید کرنا ہے کہ اہل کتاب عورت سے نکاح حرام ہے لیکن جمہور صحابہ اور ائمہ اربعہ کے نزدیک

ہے عند البخاری والی ثور نکاح فوراً ٹوٹ جاتا ہے عند امامنا ابی حنفیہ اگر عدت کے اندر خاوند مسلمان ہو جائے تو پہلا نکاح ہی باقی رہے گا و عند الجہور اگر خاوند عدت کے اندر مسلمان ہو جائے تو نکاح جدید تو پڑھنا ہوگا لیکن پہلا خاوند زیادہ حق دار ہے یعنی اس کو ولایت اجبار حاصل ہے۔ منشا اختلاف اس آیات کے معنی ہیں لاھن حل لھم ولا ھم یحلون لھن ہمارے امام صاحب کے نزدیک یہ عدم حلت طلاق رجعی کے درجہ میں ہے و عند الجہور طلاق بائن کے درجہ میں ہے پھر جمہور میں سے امام ابو ثور اور امام بخاری نے پہلے نکاح کا کوئی حق نہیں مانا اور باقی جمہور نے مانا اور عدت کے اندر ولایت اجبار پہلے خاوند کے لئے مان لی کہ بیوی راضی نہ بھی ہو تو پہلا خاوند پھر بھی نکاح اپنے ساتھ پڑھ سکتا ہے ترجیح ہمارے امام صاحب کے معنی کو ہے کیونکہ جب خاوند عدت ہی میں مسلمان ہو گیا تو یہ علامت ہے کہ خاوند کا اعتراض تھوڑا ہے اس لئے یہ صورت طلاق رجعی کے ہی قریب ہے۔ فمن اقرب بهذا الشرط من المومنات فقد اقر بالمحنة:۔ جو عورت امتحان والی باتوں کا اقرار کر لیتی تو وہ محنت یعنی امتحان میں پوری اتر آتی تھی۔

باب قول الله تعالى للذين يولون من

نسائهم تربص اربعة اشهر:۔

امام بخاری حنفیہ کے خلاف جمہور کی تائید کرنی چاہتے ہیں کہ اگر کوئی ایلاء کرے اور بیوی کے پاس چار ماہ نہ جانے کی قسم کھالے تو چار ماہ گزرنے پر خاوند کو قاضی مجبور کرے گا کہ یا تو طلاق دو یا رجوع کرو اور ہمارے امام ابو حنیفہ کے نزدیک صرف چار ماہ گزرنے سے ہی جدائی ہو جائے گی ہماری دلیل یہ ہے کہ موطا امام محمد میں اور اس کی شرح اعلیق المجید میں حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ سے یہی تفسیر منقول ہے جو حنفیہ لیتے ہیں۔ جمہور کی دلیل یہ ہے کہ آیت مبارکہ میں ہے وان عزموا الطلاق فان الله سمیع علیم اس سے معلوم ہوا کہ طلاق ضروری ہے

جائز مع الکرہتہ ہے اس لئے حضرت ابن عمر کے قول کو شاذ شمار کیا گیا ہے اور آیت جو سورہ مائدہ میں ہے والمحصنات من المومنات والمحصنات من اللین اتوا الكتاب من قبلکم یہ آیت اپنے ظاہر پر باقی ہے نہ منسوخ نہ اس کی تخصیص کی گئی ہے۔

باب نکاح من اسلم من المشرکات وعدتھن

غرض یہ مسئلہ بیان فرمانا ہے کہ مشرک عورت اگر مسلمان ہو جائے تو کتنی عدت کے بعد اس سے نکاح کر لینا جائز ہے۔ اختلاف کی وجہ سے حکم صاف نہیں بیان فرمایا دلائل زیادہ حنفیہ کے بیان فرمائے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حنفیہ کے ساتھ ہیں فعند امامنا ابی حنفیہ عدت ایک حیض ہے و عند مالک والشافعی واحمد ثلثہ قرونا ہے لہذا حدیث الباب عن ابن عباس موقوفاً وکان اذا ہاجر ت امراتہ من اهل الحرب لم تحطب حتی تحض وتطهر فاذا طهرت حل لها النکاح ودلیل الشافعی وغیرہ قول اللہ تعالیٰ والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء۔ جواب۔ اس آیت مبارکہ میں تو مطلقات کی عدت ہے اور زیر بحث صورت میں فسخ نکاح ہے اس لئے اس آیت سے استدلال صحیح نہیں ہے بلکہ یہ تو لونڈی کے قید ہونے کی طرح ہے جیسے وہاں ایک حیض استبراء کے لئے کافی ہے ایسے ہی یہاں بھی کافی ہے۔ ثم ذکر من اهل العهد مثل حدیث مجاہد وان ہاجر:۔ پھر حضرت عطاء نے حضرت مجاہد کی طرح اہل ذمہ کا حکم نقل فرمایا اور حضرت مجاہد نے کیا نقل فرمایا وہی ہے جو آگے آ رہا ہے وان ہاجر عبد۔ کانت قریبۃ بنت ابی امیۃ عند عمر بن الخطاب:۔ یہ عبارت ماقبل ہی کا تتمہ ہے اور اس میں دو عورتوں کا حال بیان کرنا ہے جو مسلمان ہو کر مدینہ منورہ آ گئی تھیں۔

باب اذا اسلمت المشرکۃ

او النصرانیۃ تحت الذمی او الحربی

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ اگر ذمی یا حربی کی بیوی مشرکہ یا نصرانیہ اکیلی مسلمان ہو جائے اس کا خاوند ساتھ مسلمان نہ ہو تو اس کا کیا حکم

جواب یہاں عزم طلاق ہے۔ اگر طلاق مراد ہوتی تو وہ ان طلاقوں میں سے نہ ہوتا اور عزم طلاق یہی عدم فی ہے۔

باب حکم المفقود فی اہلہ ومالہ:

غرض مفقود کا حکم بتلانا ہے سوال مال کا ذکر ابواب طلاق میں کیوں فرمایا۔ جواب مال کا ذکر تبعاً ہے پھر حکم کی تصریح نہیں فرمائی روایات فی الباب پر اکتفاء فرماتے ہوئے۔ والتمس صاحبہا سنۃ فلم یجدہ:۔
معنی یہ ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے ایک لونڈی خریدی ابھی قیمت بائع کو نہ دی تھی کہ بائع گم ہو گیا ایک سال تلاش کیا تا کہ اس کو قیمت دے دی جائے لیکن نہ ملا تو اس کی قیمت اس کی طرف سے خیرات فرمادی اور یہ نیت کر لی فان ابی فلان فلی علی یعنی اگر مالک نے اس خیرات کی اجازت نہ دی تو یہ خیرات میری طرف سے ہو جائے گی اور میرے ذمہ اس کی قیمت ہوگی۔ قال سفیان فلقیۃ ربیعۃ:۔ یہاں مراد سفیان ابن عیینہ ہیں۔

بفضلہ تعالیٰ جلد خامس مکمل ہوئی آگے سادس
باب حکم المفقود کے تتمہ سے شروع ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔
کتبہ: محمد سرور عثمانی عنہ۔ شوال ۱۴۱۵ھ

الخیر الجاری شرح صحیح البخاری جلد ششم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

باب حکم المفقود کاتمتہ

محاورہ سے لیا گیا ہے کہ اس کے معنی ہیں۔ یعودون فیما قالوای یعودون فی نقص ماقالوا:۔ مقصد یہ ہے کہ جو لوگ ظہار کر بیٹھیں پھر اپنے اس غلط قول کا توڑنا چاہیں اور اس کا تدارک کرنا چاہیں تو اس کا طریقہ اللہ تعالیٰ بیان فرما رہے ہیں کہ پہلے کفارہ دیں پھر بیوی کے پاس جائیں۔

باب الاشارة فی الطلاق والامور

غرض یہ ہے کہ طلاق اور بعض دیگر امور میں اشارہ بھی کافی ہے اور یہی حنفیہ کا مسلک ہے اور یہی جمہور فقہاء کا مسلک ہے۔ وعقد تسعین: عقد تسعین:۔ کی صورت یہ ہوتی ہے کہ سہابہ یعنی انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی کے سرے کو انگوٹھے کی جڑ میں رکھا جائے اس سے ایک دائرہ بن جاتا ہے وقال بیدہ ہاتھ سے اشارہ فرمایا۔

ووضع انملته علی بطن الوسطی الخنصر قلنا یزہلھا:۔ ایک ہاتھ کے انامل کر یعنی انگلیوں کے کناروں کو اکٹھا کر کے دوسرے ہاتھ کی وسطی کی اندرونی جانب پر رکھا اور خنصر یعنی سب سے چھوٹی انگلی کی اندرونی جانب پر رکھا اس میں یہ اشارہ تھا کہ وہ ساعت تھوڑی دیر ہے اور وہ ساعت دن کے درمیان میں ہے یا دن کے اخیر میں ہے اور یزہد ہاتھ تڑھید سے ہے اس کے معنی ہیں یقللھا:۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس ساعت اجابت کا تھوڑا ہونا بیان فرما رہے تھے چنانچہ دوسری روایت میں یقللھا ہے یزہد ہا کی جگہ۔ وقد اصمت:۔ بیماری اور کمزوری کی وجہ سے زبان بند ہوگئی تھی اس لئے اشارہ سے جواب دیا۔ الفتنة من هنا و اشار الی المشرق:۔ مقصد یہ تھا کہ جال کا فتنہ مشرق کی جانب سے شروع ہوگا۔ تعفو اثرہ:۔ یعنی ذرہ اتنی لمبی ہوگی کہ جب وہ چلتا ہے تو

فقلت لہ حاصل یہ ہے کہ حضرت ابن عیینہ نے حضرت یحییٰ سے جو حدیث سنی تھی اس میں حضرت زید بن خالد کا ذکر نہ تھا حضرت ربیعہ نے فرمایا ہے کہ اس میں حضرت زید بن خالد کا ذکر بھی ہے یہ بات میں نے حضرت یحییٰ کو بتلائی تو انہوں نے مان لی اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کا ذکر کرنا شروع کر دیا پھر میں نے یہ بات حضرت ربیعہ کو جا کر بتلائی کہ حضرت یحییٰ نے آپ کی بات مان لی ہے اور انہوں نے بھی حضرت زید بن خالد کا ذکر اس روایت میں شروع کر دیا ہے۔ پھر اس لفظ والی روایت کی مناسبت باب سے یہ ہے کہ جیسے لفظ سے مالک کی ملک ختم نہیں ہوتی ایسے ہی مفقود کی مالک زوجہ اور مال سے ختم نہیں ہوتی۔ وفي العربية لما قالو ای فیما قالو اوفی نقص ماقالوا:۔ اس عبارت سے مقصود داؤد ظاہری کا رد ہے کیونکہ انہوں نے فرمایا تھا کہ حق تعالیٰ کے ارشاد ثم یعودون لما قالوا کے معنی یہ ہیں کہ کلمہ ظہار کا تکرار ضروری ہے اگر خاوند تکرار کرے گا یعنی دو دفعہ ظہار کے الفاظ کہے گا تو کفارہ واجب ہوگا صرف ایک دفعہ کہنے سے ظہار کا کفارہ واجب نہ ہوگا امام بخاری اس کا رد فرما رہے ہیں کہ ظہار کو اللہ تعالیٰ قول منکر اور قول زور قرار دے رہے ہیں اور ثم یعودون لما قالوا:۔ میں ترغیب مقصود ہے۔ اگر داؤد ظاہری والے معنی لئے جائیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کلمہ ظہار دوبارہ کہنے کی ترغیب دے رہے ہیں یہ تو غلط ہے کیونکہ کلمہ ظہار کو حق تعالیٰ قول منکر اور قول زور قرار دے رہے ہیں ایسے قول کو دوبارہ کہنے کی ترغیب اللہ تعالیٰ کیسے دے سکتے ہیں اس لئے ثم یعودون لما قالوا اہل عرب کے اس

حرام طلی کی ہے تو یہ قذف نہیں بنتی کیونکہ اس میں یہ احتمال ہے کہ وہ طلی بائعہ مراد لیتا ہو جب اتنے واضح الفاظ سے بھی حد قذف جاری نہیں ہوتی تو اشارہ سے کیسے ہو سکتی ہے اور لعان بھی قذف پر ہی مقرر ہوتا ہے اسی تیسرے فرق کا متمم یہ بھی ہے کہ قذف تعریض سے بھی ثابت نہیں ہوتا اور طلاق کنایات سے بھی واقع ہو جاتی ہے۔

حاصل جواب: کا یہ ہوا کہ طلاق اور قذف میں تین فرق ہیں۔ ۱۔ طلاق میں حاجت ہے قذف میں نہیں۔ ۲۔ قذف شبہ سے ختم ہو جاتا ہے طلاق ختم نہیں ہوتی۔ ۳۔ طلاق میں کنایات معتبر ہیں اور قذف میں معتبر نہیں ہیں اس لئے طلاق اور قذف میں بہت فرق ہے اور امام ابو حنیفہ پر اعتراض بے جا ہے والا بطل الطلاق والقذف: مقصد یہ ہے کہ اشارہ سے طلاق اور قذف دونوں صحیح ہونے چاہئیں یا دونوں باطل ہونے چاہئیں ہم نے جواب دے دیا کہ دونوں میں بہت فرق ہے۔ وکذلک العتق: یعنی عتق سے بھی امام ابو حنیفہ پر اعتراض پڑتا ہے کہ اشارہ سے عتق صحیح مانتے ہیں اور اشارہ سے قذف ولعان کو صحیح نہیں مانتے جواب وہی ہے جو ابھی طلاق میں دیا کیونکہ عتق طلاق ہی کی طرح ہے۔

باب اذا عرض بنفی الولد

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ تعریض سے نہ حد واجب ہوتی ہے نہ لعان واجب ہوتا ہے اور تعریض کے معنی یہ ہیں کہ ایک کا ذکر کرے اور دوسرا مراد لے۔

باب احلاف الملا عن

غرض یہ ہے کہ قاضی تہمت لگانے والوں کو مجبور کرے گا کہ وہ لعان کے الفاظ ادا کرے۔

باب یبدأ الرجال بالتلاعن:

امام بخاری جمہور کی تائید فرمانا چاہتے ہیں کہ پہلے مرد کلمات لعان ادا کرے اختلاف یوں ہے کہ عند امامنا بی حدیث العان میں ترتیب مستحب ہے واجب نہیں اس لئے اگر عورت بھی پہلے کلمات لعان ادا کر لے تو پھر بھی لعان ٹھیک ہو جائے گا و عندا جمہور ترتیب واجب ہے اس لئے اگر عورت نے پہلے الفاظ لعان ادا کر

زمین پر گھسٹی چلی جاتی ہے اور اس کے نشان قدم کو مٹاتی ہے۔ باب اللعان: غرض لعان کے احکام کا بیان فرمانا ہے۔ فاذا قذف الاخرس امراته: یہاں امام بخاری نے فاء کے ساتھ عبارت کو اس لئے شروع فرمایا ہے کہ اس سے پہلے جو آیت امام بخاری نے ذکر فرمائی ہے۔ والذین یؤمنون ازواجهم ولم یکن شهداء الا انفسهم الآیة: اس آیت کو امام بخاری نے عموم پر محمول فرمایا ہے کہ یہ آیت الفاظ اور اشارہ دونوں کو شامل ہے جب عام قرار دے دیا تو اس پر تفریع فرمائی کہ جب لعان اشارہ سے بھی ہو سکتا ہے تو گوگئے کا لعان بھی صحیح ہے۔ بکتابہ او اشارۃ او بایماء معروف: اشارہ تو ہاتھ سے ہوتا ہے اور ایماء سر سے یا پلک وغیرہ سے ہوتا ہے پھر معروف کا تعلق تینوں سے ہے کتابت۔ سے بھی اور اشارہ سے بھی اور ایماء سے بھی۔ لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد اجاز الاشارة فی الفرائض: اس کی مثال نماز ہے کہ جب رکوع سجدہ پر قادر نہ ہو تو اشارہ سے ہی رکوع سجدہ کر لینا جائز ہے۔ وهو قول بعض اهل الحجاز: جیسے امام مالک ہیں۔ واهل العلم: جیسے امام ابو ثور ہیں کیونکہ یہ اہل حجاز سے خارج ہیں۔ وقال الضحاك الارمزا الاشارة: اس آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے کہ آیتک الا تکلم الناس ثلثة ایام الا رمزا ای الاشارة وقال بعض الناس لاحد ولالعان: امام بخاری ہمارے امام ابو حنیفہ پر اعتراض فرما رہے کہ انہوں نے حد اور لعان میں اشارہ کو کافی نہیں شمار فرمایا چنانچہ ہدایہ میں یہ مسئلہ مذکور ہے کہ لعان اور حد اشارہ سے نہیں ہو سکتے اور طلاق اشارہ سے ہو سکتی ہے امام بخاری کے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ۱۔ طلاق میں تو حاجت ہے لعان اور حد میں حاجت نہیں ہے۔ ۲۔ پھر حد تو شبہ سے ختم ہو جاتی ہے ترمذی میں ہے عن عائشہ مرفوعاً ادروا الحلود عن المسلمین ما استطعتم اس کے برخلاف طلاق کے بارے میں حدیث شریف میں ملث جلھن جدوھز لھن جدان تین چیزوں میں طلاق بھی ہے۔ ۳۔ تیسرا فرق یہ ہے کہ قذف میں بالکل تصریح کامل ضروری ہے حتیٰ کہ اگر کوئی یوں تہمت لگائے کہ تو نے

میں تفریق ہو چکی ہے بلکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم قاضی ہونے کی حیثیت سے ان الفاظ کو بطور انشاء کے استعمال فرما رہے ہیں اور میاں بیوی کے درمیان تفریق فرما رہے ہیں۔

باب التلاعن فی المسجد

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ مسجد میں بھی لعان کرنا جائز ہے۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم

لو كنت راجما بغیر بینة

غرض اس حدیث پاک کا بیان فرمانا ہے جس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک پایا جاتا ہے اور اس سے مراد اس شخص کو رجم کرنا ہے جو اپنے زانی ہونے کا اعتراف نہ کرتا ہو بلکہ انکار کرتا ہو۔ فقال عاصم ما ابتليت بهذا الا لقولي: فرمایا حضرت عاصم نے کہ میں نے بلا ضرورت سوال کیا تھا اس لئے اس کی سزا مجھے یہ دی گئی کہ میری ہی قوم میں ایسا واقعہ پیش آ گیا کیونکہ وہ عورت عاصم کی بیٹی تھی یا بیٹی تھی۔ وكان ذلك الرجل مصفراً: وہ آدمی شکایت کرنے والا یعنی حضرت عویمر بہت زرد رنگ کے تھے۔ خذلاً: بھاری بدن والا قال ابو صالح وعبد اللہ بن یوسف خذلاً یعنی پہلے روایت میں بسکون الدال نقل کیا گیا تھا ان دونوں حضرات نے خذلاً بکسر الدال نقل فرمایا ہے معنی ایک ہی ہیں۔

باب صدق الملاعنه:

غرض ملاعنه کے مہر کا بیان ہے اور امام بخاری امام مالک کی تائید فرما رہے ہیں کیونکہ وہ حدیث ذکر فرمائی ہے جو ان کی دلیل ہے پھر اس مسئلہ کی تفصیل یہ ہے کہ اگر ملاعنه عورت مدخول بہا ہے تو بالاتفاق اس کو پورا مال مہر ملے گا اور اگر لعان کرنے والی عورت غیر مدخول بہا ہے تو اس میں اختلاف ہے عند مالک اس کو کچھ مہر نہیں ملے گا۔ وعند الجمهور اس کو نصف مہر ملے گا۔ لئنا آیت مبارکہ و ان طلقتموهن من قبل ان تمسوهن وقد فرضتم لهن فريضة فنصف ما فرضتم ولما لك حديث الباب عن ابن عمر مرفوعاً لعان ہی کے واقعہ میں ان كنت صادقاً دخلت بها وان كنت كا ذباً فهو بعد منك

دیئے تو اسے دوبارہ لعان کے الفاظ دوہرانے ہوں گے منشاء اختلاف آیات لعان کے الفاظ ہیں ان میں ترتیب یہی ہے کہ پہلے مرد کا ذکر ہے پھر عورت کا جمہور کے نزدیک یہ ترتیب ضروری ہے اور عند امامنا مستحب ہے ہمارے امام صاحب کے قول کے رائج ہونے کی وجہ یہ ہے کہ قرآن پاک میں عورت کا ذکر اوڑے سے ہے ویدرؤا عنها العذاب ان تشهد اربع شهادات بالله انه لمن الكاذبين اور اوڑے ترتیب سے سہاکت ہے اس لئے ترتیب کے لحاظ سے صرف مستحب کو کہہ سکتے ہیں واجب بلا دلیل نہیں کہہ سکتے۔

باب اللعان ومن طلق بعد اللعان

امام بخاری کی غرض دو مسئلوں کا بیان ہے۔ ۱۔ تین طلاقیں ایک ہی طہر میں بدی ہے یا نہ یعنی اس میں گناہ ہے یا نہ اس مسئلہ کی تفصیل بخاری شریف میں اور الخیر الجاری میں پیچھے گزر چکی ہے۔ ۲۔ لعان کے تفریق خود بخود ہو جاتی ہے یا تفریق حاکم سے ہوتی ہے عند امامنا ابی حنیفہ لعان کے بعد حاکم کے تفریق کرنے سے تفریق ہوگی نفس لعان سے نہ ہوگی وعند الشافعی و مالک نفس لعان سے میاں بیوی میں تفریق ہو جاتی ہے۔ وعن احمد روايتان ایک ہمارے ساتھ اور امام شافعی کے ساتھ۔ لنا۔ ۱۔ ابو داؤد کی روایت عن سهل بن سعد مرفوعاً فرق بين المتلاعنين۔ ۲۔ ابو داؤد ہی کی روایت عن ابن عباس ففرق رسول الله صلى الله تعالى عليه واله وسلم بينهما۔ ۳۔ ابو داؤد ہی کی روایت عن ابن عمر ففرق رسول الله صلى الله عليه وسلم بينهما وللشافعي وما لك و ابو داؤد ہی کی روایت عن ابن عمر مرفوعاً لا سبيل لك عليها۔ جواب: ۱۔ یہ تفریق کی خبر نہیں ہے کہ نفس لعان سے تفریق ہو چکی ہے بلکہ یہ مہر کا حکم بیان فرمانا ہے کہ خاوند کو اب مہر واپس نہ ملے گا چنانچہ اسی حدیث میں آگے مرفوعاً اسی کی وضاحت مذکور ہے۔ لا مال لك: ۲۔ ہم دوسرا جواب یہ بھی دیتے ہیں کہ یہ الفاظ مبارکہ لا سبيل لك علیہا: خبر کے درجہ میں نہیں ہیں کہ نفس لعان سے میاں بیوی

کا دار و مدار ظاہر پر ہے اور ظاہر کے لحاظ سے نہ زنا ثابت ہوئی نہ قذف لیکن قاضی یا امام اگر آقائے کریم سے یہ دعا بھی کر لے کہ یا اللہ واقعہ کی حقیقت سب پر ظاہر فرما دیجئے تو یہ دعا مانگنی بھی جائز ہے تاکہ آئندہ کے لئے لوگوں کو مزید عبرت ہو جائے۔

جعداً ققطاً: زیادہ مڑے ہوئے بال۔

باب اذا طلقها ثلاثاً تزوجت بعد

العدة زوجاً غیرہ فلم یمسها

غرض مغلطہ کا حکم بتلانا ہے کہ جس عورت کو تین طلاقیں مل چکی ہوں تو وہ پہلے خاوند کی طرف اس صورت میں لوٹ سکتی ہے جبکہ پہلے خاوند کی تیسری طلاق کے بعد وہ دوسرے خاوند سے نکاح کرے وہ وطی کرے پھر طلاق دے پھر عدت گزرے پھر پہلے خاوند سے نکاح پڑھا جائے۔

سوال: یہاں تو لعان کے ابواب چل رہے ہیں اور لعان کی صورت میں میاں بیوی کے درمیان جو جدائی ہوتی ہے۔ وہ تو حلالہ سے دور نہیں ہو سکتی بلکہ اس میں دار و مدار اس پر ہے کہ دونوں میں سے ایک اپنی تکذیب کرے پھر تکذیب پر زنا کی یا قذف کی حد جاری ہو پھر اگر دونوں زندہ ہوں تو رجوع ہو سکتا ہے بشرطیکہ تین طلاقیں نہ ہوئی ہوں اور اگر تین طلاقیں بھی ہو چکی ہیں تو پھر حلالہ بھی ہوگا بہر حال لعان میں رجوع بہت بعید ہے اس لئے یہاں حلالہ کا بیان مناسب نہ تھا۔

جواب: چونکہ لعان کی روایات میں تین طلاقیں کا ذکر بھی آتا ہے اس مناسبت سے حلالہ کا ذکر فرما دیا کہ اگر صرف تین طلاقیں ہی ہوئی ہوں اور لعان نہ ہوا ہو تو پھر کیا حکم ہے۔

باب قول اللہ واللاتی یشسن من

المحیض من نسائکم ان ارتبتم

غرض اس آیت کی تفسیر ہے اور اس میں عدت کا ذکر ہے مناسبت طلاق کے بابوں سے یہ ہے کہ اکثر طلاق میں عدت بھی ہوتی ہے اس لئے طلاق کے بعد عدت کا حکم بیان فرمایا اور عدت کے معنی ہیں۔ ہی مدة التربص للنکاح الثانی

اس حدیث پاک کے مفہوم مخالف سے نکل آیا کہ اگر دخول نہ ہو تو پھر مہر بھی نہیں ہے۔ جواب۔ ہمارا استدلال منطوق سے ہے اور آپ کا مفہوم مخالف سے ہے اور جو ائمہ مفہوم مخالف کو حجت مانتے ہیں وہ بھی منطوق کے مقابلہ میں مفہوم مخالف کو نہیں لیتے۔ ۲۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر نصوص کو بالفرض برابر درجہ کا بھی مان لیا جائے تو پھر بھی غیر مدخول بہا کو نصف مہر ملنا ضروری ہے کیونکہ جب نصوص میں تعارض ہو تو قیاس سے ترجیح دی جاتی ہے اور قیاس کا تقاضا یہی ہے کہ نصف مہر ملے وہ اس طرح کہ مدخول بہا میں لعان کا اثر مہر پر واقع نہیں ہوا ہو حکم مہر کا بغیر لعان کے تھا وہی بالا تفاق لعان کے بعد بھی رہا جب مدخول بہا میں لعان کا اثر مہر پر نہیں ہوا تو غیر مدخول بہا میں بھی لعان کا اثر نہ ہونا چاہئے اور غیر مدخول بہا سے جدائی اگر بلا لعان ہو مثلاً طلاق ہو جائے تو نصف مہر بلا تفاق ہے اس لئے لعان کی صورت میں بھی نصف مہر ہونا چاہئے۔

باب قول الامام للمتلاعنین ان

احدكما کاذب فہل منكما تائب

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ لعان سے پہلے قاضی کو چاہئے کہ ان دونوں کو بطور نصیحت کے یہ بات کہے کہ یقیناً تم میں سے ایک جھوٹا ہے اس لئے اس کو توبہ کر لینی چاہئے کیونکہ لعان سے وہ عذاب کا مستحق بن جائے گا۔

باب التفريق بين المتلاعنين

غرض یہ بتلانا ہے کہ لعان کا نتیجہ یہ ہے کہ قاضی لعان کرنے والے میاں بیوی کے درمیان تفریق کر دے گویا امام بخاری حنفیہ کی تائید فرما رہے ہیں۔

باب يلحق الولد بالملاعة

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ بچہ لعان کرنے والی عورت کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔

باب قول الامام اللہم بین

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ امام اگر حق تعالیٰ سے دعا مانگے کہ یا اللہ واقعہ کی حقیقت ظاہر فرما دیجئے تو اس کی بھی گنجائش ہے گو مسئلہ

بعد الوفاة او الطلاق:۔ بعض نسخوں میں یہاں ہے کتاب العدة یا ابواب فیما احکام العدة۔

باب قول الله تعالى و المطلقات

یتربصن بانفسهن ثلثة قروء

غرض اس آیت مبارکہ کی تفسیر ہے اور کوئی روایت اپنی شرط پر امام بخاری نے نہ پائی جو اس آیت کی تفسیر بن سکے اس لئے مسند ذکر نہ فرمائی پھر اصل معنی قروء کے ہیں۔ الاجتماع للخروج:۔ اس لئے صرف اجتماع کی طرف سے نظر کرتے ہوئے طہر پر اطلاق ہوتا ہے کہ طہر میں خون نکلنے کے لئے جمع ہوتا ہے اور صرف خروج کی طرف نظر کرتے ہوئے حیض کے معنی میں استعمال ہوتا کیونکہ حیض میں خروج دم شروع ہو جاتا ہے پھر یہاں مراد حیض ہے یا طہر ہے۔ فعند امامنا ابی حنیفة واحمد: حیض۔ مراد ہے عند مالک والشافعی طہر مراد ہے لہذا لفظ ثلثة حیض کے معنی پر دال ہے اس لئے کہ بالا جماع طلاق طہر میں ہونی چاہئے۔ اب اگر یہ طہر شمار کریں تو چونکہ کچھ طہر گزرا ہوا ہے اس لئے تین سے کم طہر بنتے ہیں اور یہ طہر عدت میں شمار نہ کریں بلکہ اس کے بعد تین طہر لیں تو تین سے طہر بڑھ جاتے ہیں اس لئے ثلثہ پر عمل نہیں ہو سکتا اور ثلثہ لفظ خاص ہے اور اس کے معنی عدد معین کے ہیں نہ کم نہ زیادہ اس لئے قروء کے معنی حیض کے لینے ہوں گے تاکہ پورے تین حیض سے عدت مکمل ہو جائے کیونکہ طلاق طہر میں ہوگی اس کے بعد پورے تین حیض گزارنے سے عدت مکمل ہو جائے گی و دلیل مالک والشافعی قاعدہ عربیہ ہے کہ تین سے دس تک تیز مکمل عدد کے خلاف آتی ہے یہاں عدد مؤنث ہے ثلثہ اس لئے اس کی تمیز مذکر آنی چاہئے اور قروء بمعنی حیض مؤنث شمار ہوتا ہے اور قروء بمعنی طہر مذکر شمار ہوتا ہے اس لئے قروء سے مراد اطہار ہیں۔ جواب۔ یہ قیاس لغوی ہے اور نص کے مقابلہ میں کوئی قیاس معتبر نہیں ہوتا نہ لغوی نہ عقل۔ ولا یحتسب به لمن بعده:۔ حضرت ابراہیم نخعی کے قول کا حاصل یہ ہے کہ اگر ایک شخص کی مطلقہ عدت میں تھی اسی عدت کے زمانہ میں کسی نے اس سے نکاح کر لیا تو اب

یہ تین حیض صرف پہلے خاوند کی عدت شمار ہوگی دوسرے کی عدت الگ شمار کی جائے گی اور یہی مذہب ہے امام شافعی اور امام احمد کا لیکن عند امامنا ابی حنیفة و مالک یہ حیض دونوں عدتوں میں شمار کئے جائیں گے اور مسئلہ قیاسیہ ہے لہذا مقصود انخلاء الرحم ہے دونوں سے اور اس مقصد کے لئے ان حیضوں کو دونوں سے شمار کرنا ہی مناسب ہے اور دلیل امام شافعی و امام احمد کی یہ ہے کہ جب تفریق دو خاوندوں سے ہوئی تو عدتیں بھی دو ہوں گی اور اصل عدم تدخل ہے اس لئے دونوں عدتیں الگ الگ یکے بعد دیگرے گزارنی ضروری ہیں۔ ترجیح قول حنیفہ و مالکیہ کو ہے کیونکہ ہمارے قول میں معتدہ پر تخفیف ہے۔ یرید الله بکم الیسر ولا یرید بکم العسر اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ جب دوراستے ہوں ایک آسان اور ایک مشکل تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم آسان راستہ کو اختیار فرمایا کرتے تھے۔

باب قصة فاطمة بنت قیس

غرض حضرت فاطمہ بنت قیس کا واقعہ بیان فرمانا ہے پھر فقہ اور سنی کے اختلافی مسئلہ میں بظاہر امام بخاری امام مالک اور امام شافعی کا مسلک لے رہے ہیں پھر تفصیل اس واقعہ کی امام بخاری نقل نہیں فرما رہے صرف بعض اجزاء نقل فرما رہے ہیں کیونکہ تفصیل والی روایات ان کی شرط پر نہیں ہیں۔ پھر اختلاف یوں ہے کہ عند امامنا ابی حنیفة جس عورت کو تین طلاقیں مل چکی ہوں اس کو عدت کے دنوں کا نفقہ بھی خاوند سے ملے گا اور سکنی یعنی رہائش کی جگہ بھی ملے گی و عند احمد نہ نفقہ ہے نہ سکنی و عند الشافعی و مالک سکنی تو ہے لیکن نفقہ نہیں ہے لہذا۔ آیت مبارکہ اسکنوہن من حیث سکنتم من وجدکم اسکے معنی ہیں و انفقوا علیہن من وجدکم کیونکہ سکنی کی تفصیل تو پیچھے ہو چکی من حیث سکنتم سے اب اگر من وجدکم میں بھی سکنی ہی کی تفصیل شمار کی جائے تو تاکید بنے گی اور اگر یہ نفقہ کا بیان منانہ جائے تو تائیس ہوگی یعنی نئے معنی ہوں گے اور بلاغت کا اصول ہے کہ تائیس تاکید سے اولیٰ ہے اس لئے یہاں نفقہ ہی کے معنی لئے جائیں گے و لاجمہ روایۃ ابی داؤد عن فاطمہ بنت قیس مرفوعاً لیس لک

میں کچھ تیزی تھی وہاں رہنے میں لڑائی جھگڑے کا اندیشہ تھا۔

باب قول الله تعالى ولا يحل لهن ان يكتمن

ما خلق الله في ارحامهن من الحيض والحمل

غرض اس آیت مبارکہ کی تفسیر کا بیان ہے۔ کئی ہے: اس کے معنی ہیں غمگین کہ حیض کی وجہ سے وہ طواف نہ کر سکتی تھیں اس لئے حضرت صفیہ اپنے خیمہ کے دروازے پر غمگین کھڑی تھیں۔ فقال لها عقری او حلقی: عقری کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ تیرے بدن کو زخمی کر دیں اور حلقی کے معنی ہیں تیرے گلے کو کوئی تکلیف پہنچے۔ بدعا کرنی مقصود نہ تھی کیونکہ حیض غیر اختیاری چیز ہے بلکہ صرف غم کا اظہار تھا کہ اب تمہاری وجہ سے ہم سب کو ٹھہرنا پڑے گا۔

باب وبعولتهن احق بردهن في العدة وكيف

يراجع المرأة اذا طلقها واحدة او اثنتين

غرض دو مسکوں کا بیان ہے۔ ۱۔ رجوع کا حق صرف ایک یا دو طلاقوں میں ہے تین طلاقوں کی صورت میں رجوع نہیں ہو سکتا۔ ۲۔ رجوع کا طریقہ کیا ہے۔ فحیمی معقل: معقل حمیت اور غیرت والے ہو گئے۔ انفاً: اس کے معنی ہیں غصہ اور تکبر کی وجہ سے فعل چھوڑنا یہاں تکبر سے مراد ترک ذلت ہے۔ فقال خلی عنها وهو يقدر عليها: یہی محل ترجمہ ہے کہ خالی چھوڑ دینا اور بیوی سے الگ رہنا یہ ترک رجوع ہے اس سے نکل آیا کہ رجعی طلاق ہو تو عدت کے اندر وطی کر لینا رجوع ہے۔ فامرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یراجعها: یہی محل ترجمہ ہے کہ رجوع کے لئے گواہ بنانا ضروری نہیں۔

باب مراجعة الحائض

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ اگر کسی نے اپنی بیوی کو حیض میں طلاق دے دی ہو تو اس کے ذمہ رجوع واجب ہے جبکہ طلاق رجعی ہو اور اگر طلاق بائن ہے تو پھر یہ حکم نہیں ہے۔ ثم يطلق من قبل عدتها: یعنی ایسے وقت طلاق دے جو کہ عدت سے پہلے ہو اس روایت سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ عدت حیض سے گزاری جاتی

علیہ نفقہ و امرہا ان تعد فی بیت ام شریک و لمشافعی و مالک نفقہ کی نفی کی دلیل امام احمد والی روایت ہے البتہ اس روایت میں جو سکنی کی نفی ہے اس کو نہیں لیتے کیونکہ سکنی کا اثبات صراحۃ قرآن پاک سے ہے جیسا کہ ہماری دلیل میں ابھی ذکر کیا گیا ہے اسکو وہن من حیث سکنتم۔ جواب۔ ابوداؤد کی روایت عن الاسودات فاطمہ بنت قیس عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقال ما کنا لندع کتاب ربنا و سنہ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم لقول امراة لاندري حفظت ام لا۔ ۲۔ ابوداؤد کی روایت عن عروہ بن الزبیر قال لقد عابت ذلک عائشہؓ اشد العیب یعنی حدیث فاطمہ بنت قیس۔ ۳۔ اس فاطمہ بنت قیس والی روایت میں اضطراب ہے کہ طلاق قبل السفر دی یا سفر میں دی دوسرے خود سوال کیا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے یا کسی رشتہ دار کو بھیجا تیسرے زوج کا نام ابو حفص تھا یا ابو عمر و تھا ان اضطرابات مثلاً کی وجہ سے یہ حدیث کمزور ہو گئی۔ ۴۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ فاطمہ بنت قیس والے واقعہ میں سکنی چھوڑنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ مکان جس میں خاوند کے ساتھ رہتی تھی اس مکان میں وحشت تھی اس لئے الگ تھگک ہونے کی وجہ سے اس مکان کو چھوڑنا ضروری تھا۔ عام حالات میں سکنی ملے گا۔ ۵۔ سکنی چھوڑنے کی وجہ یہ تھی کہ فاطمہ بنت قیس زبان کی کچھ تیز تھیں اس لئے اس مکان میں لڑائی جھگڑے کا خطرہ تھا اس مجبوری سے مکان چھڑایا گیا تھا عام حالات میں سکنی ملے گا۔ ۶۔ نفقہ کی نفی کے صرف یہ معنی ہیں کہ جتنا خاوند نے دے دیا یہی کافی ہے اس سے زائد نہ ملے گا۔ ۷۔ چونکہ یہ ناشزہ تھیں اس لئے سزا کے طور پر ان کا نفقہ بند ہوا۔

باب المطلقة اذا خشي عليها في

مسكن زوجها ان يقتحم عليها

او تبذو علی اهلها بفاحشة

غرض امام احمد کے قول پر رد ہے وہ تین طلاق والی عورت سے سکنی کی نفی مطلقاً کرتے ہیں۔ ایسا نہیں ہے پھر امام بخاری دو وجہیں بیان فرما رہے ہیں کہ سکنی کی نفی یا تو اس وجہ سے تھی کہ وہ مکان خالی جگہ میں تھا کسی ڈاکو یا زانی کے آنے کا اندیشہ تھا اس لئے وہاں نہ رکھا گیا یا وجہ یہ تھی کہ حضرت فاطمہ بنت قیس کی زبان

ہے اور طلاق عدت کے وقت سے پہلے دی جاتی ہے یعنی طہر میں۔

باب تحد المتوفیٰ عنها زوجها

اربعة اشهر و عشرا

غرض تین مسکوں کا بتلانا ہے۔ ۱۔ اعداد یعنی زینت کا چھوڑنا اس عورت پر چار ماہ دس دن واجب ہے جس کا خاندن فوت ہو گیا ہو۔ ۲۔ اعداد کا طریقہ کیا ہے۔ ۳۔ اعداد صغیرہ پر بھی واجب ہے اور اس تیسرے مسئلہ میں امام بخاری حنفیہ کے خلاف جہورائے کی تائید فرما رہے ہیں۔ اختلاف یہ ہے کہ عندا ما مانی حنیفہ صبیہ کے ذمہ اعداد نہیں ہے۔ وعندا مجہور صبیہ کے ذمہ اعداد ہے۔ لہذا وہ مکلف نہیں ہے اس لئے ترک زینت کا وجوب بھی اس پر نہیں ہو سکتا۔ مجہور اس پر چونکہ عدت ضروری ہے اور عدت گزرے بغیر وہ نکاح نہیں کر سکتی اس طرح عدت کا لازم اعداد ہے یہ بھی اس پر ضروری ہے۔ جواب۔ عدت تو غیر کا حق ہے اس کا لحاظ تو کرنا صبیہ پر بھی ضروری ہے جیسے کسی کی کوئی چیز ضائع کر دے تو اس کی چٹی بچے کے مال میں سے دی جاتی ہے۔ اعداد کو اس پر قیاس نہیں کر سکتے یہ نماز کی طرح ذاتی عمل ہے اس لئے جیسے نابالغ پر نماز فرض نہیں ہے ایسے ہی اعداد بھی واجب نہیں ہے۔ فقلما تفتض بہ الامات۔ اس کی مختلف تقریریں کی گئی ہیں۔ ۱۔ عدت والی عورت کو جب کمرے میں بند ہوئے ایک سال گزر جاتا تو اس کے پاس جانور لایا جاتا تھا گدھایا بکری یا پرندہ وہ اس پر ہاتھ پھیرتی تھی تو وہ قضاء الہی سے بطور خرق عادت مرجاتا تھا یہ خرق عادت اسی قسم کا ہے جیسے زمانہ جاہلیت میں رسم تھی کہ نوجوان لڑکی کو دریائے نیل میں ڈالتے تھے تو اس کا پانی جاری ہو جاتا تھا اس کو وہ امرساوی سمجھتے تھے ہماری پاک شریعت نے ان دونوں رسموں کو ختم کیا ہے۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں جب مصر فتح ہوا تو مسلمانوں کے فاتح لشکر کے سردار حضرت عمرو بن العاص نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ ہم بھی نوجوان لڑکی دریائے نیل کا پانی جاری کرنے کے لئے اس میں ڈالیں یا نہ تو حضرت عمرؓ نے دریائے نیل کے نام خط لکھا کہ اے نیل اگر تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے جاری ہوتا تھا تو اب بھی لڑکی ڈالے بغیر جاری ہو جا

اور اگر تو کسی اور کے حکم سے جاری ہوتا تھا تو ہمیں تیرے پانی کی کوئی ضرورت نہیں یہ خط دریائے نیل میں ڈالا گیا تو وہ فوراً جاری ہو گیا اور اس کے بعد آج تک خشک نہیں ہوا اسی طرح یہ پورا ایک سال عدت گزار کر جانور کو ہاتھ لگانے کی رسم بھی ہماری پاک شریعت نے ختم کر دی کہ چار ماہ دس دن تک صرف ترک زینت ہے کمرے میں بند کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد کسی جانور کو لانے کی ضرورت نہیں بس نکاح جب کرنا چاہے کرے۔ فقہن سے لیا گیا ہے فضضت اشئ سے کہ میں نے شئ کو توڑ دیا سال کے بعد وہ عدت کو توڑتی تھی اس خاص طریقہ سے۔ ۲۔ یہ لفظ ففضہ سے لیا گیا ہے کہ وہ عورت صفائی شروع کرتی تھی اور چاندی جیسی ہو جاتی تھی۔ ۳۔ معنی تو یہی ہیں کہ وہ عدت کو توڑتی تھی جیسے پہلی تقریر میں ذکر کیا گیا ہے لیکن زمانہ جاہلیت میں اس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ ایک سال بدبودار کو ٹھڑی میں بند رکھنے کے بعد جب جانور کو وہ عورت اپنی قبل سے لگاتی تھی تو وہ جانور بدبو کی وجہ سے اکثر مرجاتا تھا اور اس کی عدت ختم ہو جاتی تھی۔ ۴۔ فضض میٹھنے پانی کو کہتے ہیں جانور کو ہاتھ لگا کر وہ میٹھے پانی سے غسل کرتی تھی اور اس سے عدت ختم ہو جاتی تھی۔ ۵۔ فقہن کے معنی ہیں تفارق یعنی ایک سال کے بعد وہ جانور کو ہاتھ لگا کر اعداد سے الگ ہو جاتی تھی۔ ۶۔ ایک روایت میں یہ لفظ فقہن صادمہملہ کے ساتھ ہے اس کے معنی ہیں انگلیوں کے کناروں سے پکڑنا۔ جب وہ اس طریقہ سے جانور کو پکڑتی تھی تو وہ عموماً مرجاتا تھا اور اس عورت کی عدت ختم ہو جاتی تھی۔ ۷۔ فقہن بہ میں باء زائدہ ہے یا تعدیہ کے لئے ہے معنی یہ ہیں کہ وہ عورت اس جانور کے بعض اعضاء کو توڑتی تھی اس سے وہ مرجاتا تھا اور یہ کنا یہ ہوتا تھا کہ اس کی عدت ٹوٹ گئی اور اس کے اعداد اور ترک زینت کو موت آگئی اور وہ عدت اور اعداد ختم ہو گئے اسی طرح اس حدیث میں جو بیگنیاں پھینکنے کی رسم تھی سال گزرنے کے بعد اس میں بھی یہی اشارہ تھا کہ بیگنیاں بھی دور ہو گئیں اور عدت بھی دور ہو گئی۔

باب الکحل للحادة

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ عدت کے ایام میں سرمہ لگانا بھی

عورت کے لئے جائز نہیں ہے۔ سوال۔ اس باب کی حدیث میں عذر کے موقع میں سوال کیا گیا تھا کہ سرمہ لگانا جائز ہے یا نہ پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت کیوں نہ دی۔ جواب۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے مبارک میں اس عورت کو عذر کا درجہ حاصل نہ تھا سرمہ کے بغیر بھی آسانی سے علاج ہو سکتا تھا۔

باب القسط للحادة عند الطهر

غرض یہ مسئلہ بتلاتا ہے کہ حدا کرنے والی اگرچہ خوشبو نہیں لگاتی لیکن حیض سے پاک ہونے کے وقت قسط خوشبو کا استعمال جائز ہے یہ لکڑی کی ہوتی ہے اس کو جلانے سے خوشبو آتی ہے اسی کو کست بھی کہتے ہیں اظفار اسی کی نوع ہے اور ظفار جگہ کا نام ہے۔ ثوب عصب:۔ یہ یمن کے کپڑے تھے ان کا رنگ ہلکا تھا ان سے زیادہ زینت نہیں ہوتی تھی اس لئے ان کا استعمال حدا کے زمانہ میں بھی جائز تھا۔ ادنیٰ طہرہا:۔ طہر کے ابتداء میں۔

باب والذین يتوفون منكم ويذرون ازواجاً

غرض اس آیت مبارکہ کی تفسیر ہے۔ زعم ذلک عن مجاہد:۔ حضرت مجاہد کے نزدیک ایک سال کی عدت باقی ہے صرف چار ماہ دس دن کے بعد باہر نکلنے کی اجازت ہے لیکن یہ قول شاذ ہے جمہور کے نزدیک ایک سال کی عدت بالکل منسوخ ہو چکی ہے۔ وتعتد حیث شاءت ولا سکنیٰ لها:۔ یعنی وارثت نازل ہونے سے متوفی عنہا زوجہا کے لئے سکنی نہ رہا۔

باب مهر البغی والنکاح الفاسد:

غرض دو مسئلے بتلاتے ہیں۔ ۱۔ زنا کی اجرت حرام ہے اور نکاح فاسد کا کیا حکم ہے۔ نکاح فاسد کی مثالیں۔ ۱۔ عدت کے اندر نکاح۔ ۲۔ بغیر گواہوں کے نکاح۔ ۳۔ وقت مقرر کر کے نکاح کرنا مثلاً ایک ماہ کے لئے ایک سال کے لئے۔ ۴۔ بعض کے نزدیک ولی کی اجازت کے بغیر نکاح۔ ۵۔ نکاح شغار بعض کے نزدیک۔

باب المهر للمدخول علیها وكيف

الدخول او طلقها قبل الدخول والمسیس

غرض تین مسئلوں کا بیان ہے۔ ۱۔ دخول سے پورا مهر واجب ہو

جاتا ہے۔ ۲۔ دخول کی صورت کیا ہے۔ ۳۔ قبل الدخول طلاق کا حکم کیا ہے۔ ان تین میں سے دوسرا مسئلہ صرف اختلافی ہے عندا مانا واحد دخول کی صورت یہ ہے کہ بیوی کو تنہائی والے کمرے میں لے کر داخل ہو جائے اور دروازہ بند کر دیا جائے یا دروازہ پر پردہ ڈال دیا جائے وطی کرے یا نہ کرے وعند مالک صرف دخول فی البیت کافی ہے دروازہ بند کرے یا نہ کرے۔ پردہ گرائے یا نہ گرائے اور عند الشافعی وطی کے بغیر دخول کا حکم ثابت نہیں ہوتا منشاء اختلاف اس آیت کے معنی ہیں وان طلقتموهن من قبل ان تمسوهن ہر امام نے اپنی فراست سے اس آیت کے معنی کئے ہیں یہاں حنفیہ کے قول کو ترجیح اس وجہ سے ہے کہ یہ درمیانہ قول ہے خیر الامور واسطھا امام مالک کے قول میں تفریط اور کی ہے اور امام شافعی کے قول میں افراط اور زیادتی ہے۔

باب المتعة للتي لم يفرض لها

غرض اس عورت کا حکم بیان کرنا ہے جس کو قبل الدخول طلاق دی گئی ہو اور مہر بھی مقرر نہ کیا گیا ہو کہ اس کو متعہ یعنی جوڑا دینے کا کیا حکم ہے فعند مالک مستحب ہے واجب نہیں وعندا جمہور واجب ہے لانا قولہ تعالیٰ وصحوا من امام مالک کی دلیل یہ ہے کہ متعہ کا مادہ استحباب پر دال ہے جواب احتیاط صیغہ امر کے لحاظ کرنے میں ہے۔

كتاب النفقات وفضل النفقة على الاهل

کتاب النفقات سے مقصود نفقات کے احکام ہیں اور ربط یہ ہے کہ جیسے طلاق اور عدت نکاح کے احکام کا تہہ ہے ایسے ہی نفقات کے احکام بھی نکاح کے احکام کا تہہ ہے نکاح کے بعد نفقہ واجب ہو جاتا ہے پھر پہلے باب کی غرض یہ ہے کہ بیوی بچوں پر خرچ کرنا بھی ثواب ہے۔

باب وجوب النفقة على الاهل والعيال

غرض یہ مسئلہ بتلاتا ہے کہ بیوی اور بچوں پر نفقہ واجب ہے۔ تقول المرأة اما ان تطعمني واما ان تطلقني یہ عبارت حضرت ابو ہریرہؓ کی طرف سے مدرج ہے وہ اس مذکورہ حدیث کے الفاظ وابدأ بمن تعول کی وضاحت فرما رہے ہیں۔

لا هذا من کیس ابی ہریرہ:۔ یعنی یہ الفاظ مرفوعاً ثابت نہیں ہیں۔ صرف ابو ہریرہ نے اپنی کیس یعنی عقل

سے حدیث کی وضاحت کی ہے۔

دوسرے راوی نے یہ لفظ مرفوعاً نقل فرمائے۔ احناہ: زیادہ شفقت والی۔ سوال مناسب تو یہ تھا کہ یوں ارشاد فرماتے احناہن۔ جواب۔ اہل عرب ایسے موقع میں واحد مذکر ہی استعمال کرتے ہیں اس کی دو توجیہیں ہوتی ہیں ۱۔ احناہ مذکور ۲۔ احنا لفظ النساء۔

باب كسوة المرأة بالمعروف:

غرض یہ مسئلہ بیان فرماتا ہے کہ خاوند کے ذمہ بیوی کے کپڑے ہیں مناسب درجہ میں اور یہ خاوند پر واجب کے درجہ میں ہے۔ حلة سیراء:۔ ریشی جوڑا۔

باب عون المرأة زوجها في ولده:

غرض یہ مسئلہ بتلاتا ہے کہ عورت کے لئے مستحب ہے کہ وہ خاوند کی دوسری بیوی کے بچوں یا خاوند کی بہنوں کو پالنے میں خاوند کی امداد کرے۔

باب نفقة المعسر على اهله:

غرض یہ مسئلہ بتلاتا ہے کہ اگر خاوند کے ذمہ کفارہ ہو تو بیوی بچوں کا نفقہ کفارہ سے بھی مقدم ہے۔

باب وعلى الوارث مثل ذلك وهل

على المرأة منه شيء و ضرب الله مثلا

رجلين احدهما ابكم:

غرض یہ مسئلہ بتلاتا ہے کہ مرنے والے کی نابالغ اولاد کا نفقہ مرنے والے کے وارث کے ذمہ ہے بچے کی ماں کے ذمہ نہیں ہے پھر آیت کے ایک معنی تو یہ کئے گئے ہیں علی الوارث مثل ذلک کہ وارث بھی قریبی رشتہ دار کو تکلیف نہ پہنچائے۔ دوسرے معنی یہ بھی کئے گئے ہیں کہ وارث پر اجرت ہے رضاعت کی جبکہ بچے کی ملک میں مال نہ ہو۔ پھر وارث کے مصداق میں مختلف اقوال ہیں ۱۔ جو بھی مرنے والے کا وارث ہو مردوں اور عورتوں میں سے ۲۔ بچے کے ذی رحم محرم مراد ہیں مرنے والے کے وارث بھی ہوں ۳۔ بچہ خود ہی مراد ہے کیونکہ وہ بھی تو اپنے باپ کا وارث ہے ۴۔ جب مرنے والا بچے کی ماں اور بچے کا چچا چھوڑے تو دونوں میں سے ہر ایک پر ہے کہ وہ مرنے والے کا جتنا وارث ہوا ہے اتنا خرچہ

باب حبس نفقة الرجل قوت

سنة على اهله و كيف نفقات العيال

غرض دو مسئلوں کا بیان فرماتا ہے ۱۔ ایک سال کا نفقہ جمع کر لینا توکل کے خلاف نہیں ہے ۲۔ بچوں کے نفقہ کا کیا درجہ ہے واجب ہے یا مستحب مقصد یہ ہے کہ واجب ہے۔

باب وقال الله تعالى والوالدات

يرضعن اولادهن حولين كاملين

غرض دو چیزیں ہیں ۱۔ ترغیب دینا ہے مطلقہ ماں کو کہ وہ خود ہی دودھ پلائے تو زیادہ اچھا ہے ۲۔ دودھ پلانے کے معاملہ میں کوئی بھی ایک دوسرے کو ضرر نہ پہنچائے۔

باب نفقة المرأة اذا غاب عنها

زوجها ونفقة الولد

غرض یہ مسئلہ بتلاتا ہے کہ خاوند باہر گیا ہو تو بقدر ضرورت بیوی اس کے مال میں سے اپنی ذات پر اور بچوں پر خرچ کرے تو یہ جائز ہے۔

باب عمل المرأة في بيت زوجها

غرض یہ ہے کہ عورت کو اپنے خاوند کے گھر میں کیسے رہنا چاہئے مقصد یہ ہے کہ گھر کے کام خود عورت کو اپنے ہاتھ سے کرنے چاہئیں۔

باب خادم المرأة

غرض یہ مسئلہ بتلاتا ہے کہ اگر بیوی خود کام کر سکتی ہو تو خاوند کے ذمہ خادم واجب نہیں ہے۔

باب خدمة الرجل في اهله

غرض یہ مسئلہ بتلاتا ہے کہ خود مرد کو گھر کے کاموں میں کچھ نہ کچھ شریک ہونا چاہئے اور یہی اس کے لئے بہتر اور زیادہ مناسب ہے۔

باب حفظ المرأة زوجها في ذات يده والنفقة

غرض یہ ہے کہ عورت کے ذمہ واجب ہے کہ وہ خاوند کی چیزوں کو اور نفقہ کے سامان کو حفاظت سے رکھے۔ وقال الآخر:

امن الطیبات و اعملوا اصالحاً: اس آیت مبارکہ کی مناسبت کتاب الاطعمہ سے یہ ہے کہ اس آیت مبارکہ میں کھانے کا ذکر عمل صالح سے پہلے ہے اہمیت کی بناء پر کہ حلال کھانا سب بنے کا عمل صالح کا۔ بعس: بڑا پیالہ۔

باب التسمية على الطعام والاكل باليمين
غرض یہ ہے کہ یہ دونوں کام مسنون ہیں۔ تفضیش: بگھومتا تھا۔ تلک طعمتی بعد: یہ اصول میرے کھانے کا طریقہ رہے بعد میں کہ بسم اللہ پڑھوں دائیں ہاتھ سے کھاؤں اور اپنے سامنے سے کھاؤں۔

باب من تتبع القصعة مع صاحبه

اذالم يعرف منه كراهة

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ اگر ساتھ کھانے والا برا نہ محسوس کرے تو پیالہ میں مختلف جگہ ہاتھ پھیرنے کی بھی گنجائش ہے۔

باب التيمن في الاكل وغيره

غرض یہ ہے کہ کھانے میں بھی اور باقی اچھے کاموں میں بھی دائیں ہاتھ کا خیال کرنا مسنون ہے۔ وکان قال بواسط: واسط شہر میں حضرت شعبہ نے یہ بھی فرمایا تھا۔

باب من اكل حتى شبع

غرض یہ ہے کہ پیٹ بھر کر کھانا جائز ہے۔ وردتنی بیعضہ: اس کپڑے کے بعض حصہ کو میری چادر بنا دیا اور مجھ پر ڈال دیا۔ فقت: ٹکڑے کئے گئے اس روٹی کے۔ عکة: گھی کا ڈبہ۔ مشعان: بہت لبا۔ بسواد البطن: کبلی۔ توفی النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین شبعنا: وفات ہوئی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی جب ہم نے پیٹ بھر کر کھانا شروع کر دیا۔

باب ليس على الاعمى حرج

الى قوله لعلکم تعقلون

غرض اس آیت مبارکہ کی تفسیر ہے۔ والنهدوالا جتماع علی الطعام: یہ عطف تفسیری ہے کہ دو یا زیادہ آدمی

بچہ کی رضاعت میں خرچ کرے یہ چوتھا قول امام سفیان ثوری سے منقول ہے لیکن امام بخاری کو یہ قول پسند نہیں ہے اس لئے وہ اس قول کا صراحۃً رد فرما رہے ہیں اس عبارت میں وهل علی المرأة منه شیء و ضرب الله مثلاً رجلین احدهما ابکم الآية امام بخاری کی اس عبارت میں هل بمعنی لیس ہے اور پھر یہ جو آیت یہاں ذکر فرما رہے ہیں امام بخاری وضرب الله مثلاً رجلین احدهما ابکم الآية تو اس کا تعلق اس مسئلہ سے یوں ہے کہ امام بخاری عورت کو کل اور بوجھ قرار دے رہے ہیں کہ عورت تو خود دوسروں پر بوجھ ہوتی ہے وہ نفقہ کیسے برداشت کر سکتی ہے۔ آیت میں اصل مثال تو اوثان کی ہے کہ بت تو بوجھ ہی ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ حراور مالک کی طرح ہیں۔ امام بخاری عورت کو بھی ایسا ہی ثابت کر رہے ہیں کہ وہ بھی بتوں کی طرح بوجھ ہوتی ہے اس لئے وہ بچے کی رضاعت کا نفقہ برداشت نہیں کر سکتی۔ لست بتارکتهم هکذا و هکذا: میں ان کو محتاج نہیں چھوڑنا چاہتی۔ باب کا مقصد حاصل ہو گیا کہ حضرت ام سلمہ بوجھ تھیں اسی لئے اپنا خرچ اور بچوں کا خرچ مانگ رہی ہیں۔ فهل علی جناح ان اخذ من ماله ما یکفینی و بنی: اس حدیث سے بھی باب کا مقصد حاصل ہوا کہ یہ عورت بھی بوجھ تھیں اسی لئے اپنا خرچ مانگ رہی ہیں کہ خاوند کے مال سے خرچ کر لیا کروں۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم

من ترک کلاً او ضیا عاً فالی:

غرض اس حدیث پاک کو بیان کرنا ہے۔

باب المراضع من الموالیات وغيرهن

غرض یہ ہے کہ آزاد شدہ کا دودھ پینا بھی عیب نہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ رضاعی ماں عربی ہی ہو جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں خیال کرتے تھے۔

کتاب الاطعمة

رابطہ یہ ہے کہ پیچھے نفقات کا ذکر تھا اور نفقہ میں زیادہ کھانے پر خرچ ہوتا ہے اس لیے اب کھانے کی تفصیل ہے اور کتاب سے غرض انواع اطعمہ کا بیان ہے اور احکام اطعمہ کا بیان ہے۔ کلو

کھانے کا جواز بیان فرماتا ہے۔ خزیرہ میدے (نخالہ) اور گوشت سے بنتا ہے اور حریرہ دودھ سے بنتا ہے دودھ والا حلوہ یا کھیران سب کا کھانا جائز ہے۔ انکرت بصری:۔ آنکھیں کمزور ہو گئی تھیں یا ناپینا ہو گئے تھے۔ باب الاقط:۔ غرض یہ ہے کہ پیڑ جو دودھ کو پھنکا کر بنایا جاتا ہے اس کا کھانا بھی جائز ہے۔

باب السلق والشعیر

غرض یہ ہے کہ چند راور جو کوا لگ الگ یا ملا کر کھانا جائز ہے۔ ما فیہ شحم ولا ودک: نہ چربی تھی اس میں نہ چکنائی۔

باب النهس وانتشال اللحم:۔

غرض یہ ہے کہ نہس یعنی منہ سے کاٹ کر ہڈی پر سے گوشت کھانا اور انتشال یعنی چھری سے کاٹنا اور پھر ہاتھ سے کھانا یہ دونوں طریقہ گوشت کھانے کے جائز ہیں۔

باب تعرق العضد

غرض یہ ہے کہ دہی کے گوشت کو ہڈی پر سے منہ لگا کر کھانا جائز ہے۔ نحو مکتہ:۔ بلا فصل اگلی حدیث میں مکہ کرمہ کی طرف جانے کی تفصیل ہے اور غرض ایک ہی حدیث کی دو سندوں کا بیان ہے۔

باب ما عاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم طعاماً

غرض اس عادت مبارکہ کا بیان ہے۔

باب النفخ فی الشعیر

غرض یہ ہے کہ جو کے آٹے میں سے چھان بورا پھونک مار کر اڑا دینا جائز ہے۔ النقی: میدہ۔

باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم

واصحابہ یا کلون

غرض نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام کے کھانے کی چیزوں کی تفصیل کا بیان ہے۔ حشفة:۔ جو درخت پر پوری نہ پکی ہو اس کو گھٹیا شمار کیا جاتا ہے وہ جلدی خشک ہو جاتی ہے۔ شدت فی مضاعی:۔ مضاعی چبانے کو کہتے ہیں اس کو زیادہ چبانا پڑا اس لیے وہ حشفہ مجھے زیادہ پسند آئی۔ عن قیس

اپنا اپنا کھانا لے آئیں اور کٹھے بیٹھ کر کھالیں۔ یہ جائز ہے اس آیت کی وجہ سے لیس علیکم جناح ان تاکلوا جمیعاً و اشتاتوا۔ وہی من خیر علی روحہ:۔ یہ جگہ خیر سے آدھے دن کی مسافت پر تھی۔ فلکناہ فاکلنا منہ:۔ ہم نے ستو کو گھولا اور پھر کھایا۔ عوداً و بدأً:۔ نہ شروع میں ہاتھ دھوئے نہ اخیر میں۔

باب الخبز المرقق والا کل علی

الخوان والسفرة:۔

غرض ان تین چیزوں کے احکام کا بیان کرنا ہے۔ خبز مرقق نرم عمدہ روٹی کو کہتے ہیں جو میدے کے نان جیسی ہوتی ہے اور خوان پیتل کی چوکی ہوتی ہے کہ اس پر رکھ کر کھانا عجیبوں کا طریقہ ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے اور سفرہ چڑے کا دسترخوان ہے اس پر رکھ کر کھانا کھانا سنت ہے اور خبز مرقق بھی جائز ہے۔ مسموطة:۔ بھنی ہوئی۔ مسکرجة:۔ چھوٹا پیالہ یا ٹانگوں والا پیالہ۔ یہ عجیبوں کا طریقہ تھا اس لیے مکروہ ہے۔ ایہا:۔ ٹھیک ہے اس کو کلمہ اعتراف کہتے ہیں۔ السویق:۔ غرض یہ کہ ستو پینا سنت ہے۔ مجنوداً:۔ بھونی ہوئی۔

باب طعام الواحد یکفی الاثنین

غرض یہ ہے کہ یہ الفاظ بھی ثابت ہیں گو میری شرط پر نہیں ہیں۔

باب المومن یا کل فی معی واحد

غرض مومن اور کافر کے کھانے میں فرق بیان کرنا ہے کیونکہ کافر کا اصول یہ ہے زیستن برائے خوردن اور مومن کا اصول یہ ہے خوردن برائے زیستن۔ فیہ ابوہریرة:۔ اس باب سے مقصود گذشتہ باب کی تائید ہے تاکہ اسلام کی شان ظاہر ہو۔

باب الا کل متکثا

غرض اس کا جواز بتلانا ہے اسی لیے کراہت کا ذکر نہیں فرمایا اس کے برخلاف امام بخاری کے شاگرد امام ترمذی نے اپنے باب میں کراہت کی تصریح فرمائی ہے۔ باب الشواء:۔ غرض یہ ہے کہ بھنا ہوا گوشت کھانا جائز ہے۔ باب الخزیرة:۔ غرض

باب الادم: غرض یہ ہے کہ سالن کے ساتھ روٹی کھانا سنت ہے اور ادم جمع ہے ادام کی سالن۔

باب الخلواء والعسل

غرض یہ ہے کہ میٹھی چیز اور شہد کا کھانا مسنون ہے۔
الخمیر: خمیری روٹی۔ استقوی: آیت پڑھنا چاہتا تھا۔
العکة: گھی کا مشکیزہ۔ فنشقیہا: ہم اس کو پھاڑ لیتے تھے۔
باب الدباء: غرض یہ بیان کرنا ہے کہ کدو کا کھانا سنت ہے۔

باب الرجل يتكلف الطعام لاخوانه:

غرض یہ ہے کہ اگر کوئی اپنے دوستوں کے لیے عمدہ کھانا پکا کر دعوت کرے تو یہ بھی جائز ہے۔ لحام: قصائی۔ خامس خمسة: یعنی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چار دوسرے حضرات کی دعوت کی۔ باب المرق: غرض یہ بتانا ہے کہ شوربہ کا استعمال مسنون ہے۔ باب القديد: غرض یہ بتانا ہے کہ گوشت کے لیے کھڑے کاٹ کر کھانا مسنون ہے۔ ما فعله الا فی عام جاع الناس: یعنی جو بھی تھی کہ قربانی کا گوشت تین دن سے زائد نہ رکھیں یہ صرف ایک ہی سال تھی قحط سالی کی وجہ سے پھر یہ نمی نہ رہی۔

باب من ناول او قدم الى صاحبه

على المائدة شيئاً

غرض یہ ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے۔

باب الرطب بالقاء

غرض یہ ہے کہ ترکھور اور ککڑی کو ملا کر کھانا بھی جائز ہے۔ باب الحشف: غرض یہ ہے کہ اس کا کھانا بھی جائز ہے۔

باب الرطب والتمر

غرض یہ ہے کہ دونوں کا کھانا جائز ہے۔ فجلست نخلًا: زمین نے پورا پھل نہ دیا کھجور کے لحاظ سے یعنی پھل عام سالوں سے کم ہوا۔ ابن عریشک: کہاں ہے تمہارا چھپر۔

باب اكل الجمار

یعنی کھجور کے مغز کو کھانا جائز ہے۔ باب العجوة: عجوة

عن سعد: یہ سعد بن ابی وقاص ہیں جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ سابع سبعة: میں بالکل شروع میں ساتواں مسلمان تھا۔ الحبلہ: پیلو۔ يضع احدنا كما تضع الشاة: مجھے ادب سکھاتے بکری کی طرح میٹگیاں کرتا تھا۔ تعزونی: مجھے ادب سکھاتے ہیں کیونکہ انہوں نے شکایت کی تھی کہ یہ نماز اچھی نہیں پڑھتے۔ حسرت اذا: اگر مجھے ضرورت ہے ان کے سکھانے کی تو میں تو نقصان والا ہو گیا۔ ثرینا: اس آٹے کو گوندھ لیتے تھے۔ شاة مصلية: بھنی ہوئی بکری۔ باب التلبينة: آٹے یا میدے سے پتلا حلوہ بناتے تھے جس کو آج کل لیٹی کہتے ہیں۔ بعض دفعہ شہد اور دودھ بھی ڈالتے تھے سفید ہونے کی وجہ سے تلبینہ کہتے تھے دودھ جیسی چیز۔ معجمة لفواد المريض: بیمار کے دل کے لیے سکون کی چیز۔ باب الثريد: شوربے میں روٹی کے ٹکڑے ڈال کر نرم کر کے کھانا بھی مسنون ہے یہ غرض ہے باب کی۔

باب شاة مسموطة والكتف والجنب

غرض یہ ہے کہ بھنی ہوئی بکری کھانا بھی جائز ہے اور کندھے اور جانب کا گوشت کھانا بھی مسنون ہے۔ یحتر: چھری سے کاٹ رہے تھے۔

باب ما كان السلف يدخرون في بيوتهم

واسفارهم من الطعام واللحم وغيره

غرض ان حضرات پر رد کرنا ہے جو ایک دن کے لیے ذخیرہ کرنے کو بھی توکل اور ولایت کے خلاف سمجھتے تھے۔ سفرة: چڑے کا مہتر خوان ہوتا تھا کنارے پر حلقے ہوتے تھے دوہرا کر کے تھیلا بنا لیتے تھے۔ مادوم: سالن لگا کر کھائی جائے۔ باب الحیس: یہ کھجور اور گھی اور پنیر سے بنا تھا جس کو ہم حلوہ کہتے ہیں۔ غرض یہ ہے کہ اس کا کھانا بھی جائز ہے۔ کلماء نزل: جب بھی سواری سے اترتے تھے یہ دعا پڑھتے تھے۔ ضلع الدین: قرض کی سختی۔ یحوی لها وراءہ: کوہان کے گرد چادر لپیٹتے تھے تاکہ میٹھن والا گر نہ جائے۔ بعاءة: ایک قسم کی چادر۔

باب ذکر الطعام

غرض یہ ہے کہ عمدہ کھانا کھانا جائز ہے اور کڑوا کھانا مکروہ اور نا پسند ہے۔

کھجور کی فضیلت بیان کرنی مقصود ہے۔

باب ما یقول اذا فرغ من طعامه

غرض کھانے کے بعد کی مسنون دعاء بتلانا ہے۔

باب الاکل مع الخادم

خادم کو ساتھ بٹھا کر کھلانے کی فضیلت بتلانی مقصود ہے۔

باب الطاعم الشاکر مثل الصائم الصابر

غرض کھانے کے بعد شکر کرنے کی فضیلت کا بیان ہے۔

فیہ عن ابی ہریرۃ: . یہ روایت صحیح ابن حبان میں

مرفوعاً ہے اور انہوں نے اس کو صحیح قرار دیا ہے الفاظ یہ ہیں الطاعم الشاکر بمنزلۃ الصائم الصابر۔

باب الرجل یدعی الی طعام فیکول وهذا معی

غرض دو مسئلے بتلانے ہیں۔ ابن بلائے کوئی چلا جائے دعوت

کھانے تو مہمان میزبان سے کہہ دے کہ یہ بن بلائے آ گیا ہے

ہمارے ساتھ نہیں ہے پھر میزبان اگر دل کی خوشی سے بلا جبر اجازت

دے تو ٹھیک ہے ورنہ نہیں۔ آج کل عموماً مجبور ہو کر اجازت دیتے

ہیں یہ کافی نہیں۔ ۲۔ کسی کے گھر مہمان جائے اور بظاہر وہ حرام مال

والا نہیں ہے تو ایک ایک چیز کا نہ پوچھے کہ یہ کہاں سے لی بلا تکلف

کھائے پئے۔ یہ دوسرا مسئلہ حضرت انس سے موقوف مصنف ابن ابی

شیبہ میں ہے اور مرفوعاً حضرت ابو ہریرہ سے مسند احمد میں ہے۔

باب اذا حضر العشاء فلا یعجل عن عشاءه

جب نماز کے وقت کھانا سامنے آجائے تو کیا کرے اس کی

پوری تفصیل کتاب الصلوٰۃ میں گزر چکی ہے۔

باب قول اللہ تعالیٰ فاذا طعمتم فانتشروا

غرض یہ ہے کہ کھانے کا اجتماع کھانے کے بعد ختم ہو جانا چاہیے۔

کتاب العقیقہ

ربط یہ ہے کہ یہ تخصیص بعد اعمام ہے پہلے مطلقاً کھانے کی چیزوں

کا ذکر تھا اب عقیقہ کے گوشت کا ذکر ہے۔ غرض عقیقہ کے احکام کا بیان

ہے۔ عقیقہ سنت غیر موکرہ ہے اور ہمارے امام ابو حنیفہ سے جو منقول ہے

کہ عقیقہ سنت نہیں ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ سنت موکرہ نہیں ہے۔

باب القران فی التمر

یعنی مکروہ ہے البتہ ساتھی کی اجازت سے جائز ہے۔

باب برکۃ النخل

اس برکت کا بیان مقصود ہے۔ باب القشاء: غرض کڑی

کھانے کے جواز کا بیان ہے۔

باب جمع اللوین او طعامین بمرۃ

غرض یہ ہے کہ دو رنگ کی چیزوں کو ملا کر کھانا جائز ہے ایسے یہ

دو کھانے پکانے کی بھی گنجائش ہے۔

باب من ادخل الضیفان بیتہ عشرة عشرة

غرض یہ ہے کہ تھوڑے تھوڑے کر کے داخل کرنا بھی ضرورت

کی وجہ سے جائز ہے۔

باب ما یمکرہ من الثوم والبقول

غرض یہ ہے کہ لہسن اور دوسری بو والی سبزیاں کھا کر مسجد میں

آنا مکروہ ہے۔ فیہ عن ابن عمر: . یہ روایت کتاب

الصلوٰۃ میں گزری ہے کہ لہسن کھانے والا مسجد میں نہ آئے۔

باب الکباث وھو ثمر الاراک

غرض یہ ہے کہ پیلو کھانا جائز ہے۔

باب المضمضہ بعد الطعام

غرض یہ ہے کہ کھانے کے بعد کلی کرنا مسنون ہے۔ قال

سفیان کانک تسمعه من یحییٰ: . سفیان بن

عمیرہ فرما رہے ہیں کہ یہ حدیث مجھے خوب یاد ہے گویا کہ آپ

میرے استاد حضرت یحییٰ سے سن رہے ہیں۔

باب لعق الاصابع ومصھا قبل

ان تمسح بالمندیل

غرض یہ کہ انگلیاں تولیہ سے صاف کرنے سے پہلے چاٹ لینا مسنون

ہے۔ باب المندیل: غرض یہ کہ تولیہ کا استعمال ضروری نہیں ہے۔

باب تسمیة المولود غداة یولد

لمن لم یعق عنه و تحنیکه

غرض یہ ہے کہ عقیقہ سے پہلے بچہ کا نام رکھنا اور منہ میں کچھ ڈالنا جس کو تحنیک کہتے ہیں جائز ہے۔ پھر بہتر یہ ہے کہ سب سے پہل کھجور بچے کے منہ میں ڈالی جائے اس میں نیک فالی ہے کیونکہ کھجور کا درخت برکت والا ہے کیونکہ اس کو مؤمن کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ وانا متم۔ میں حمل کے پورے دنوں میں تھی۔ ثم اصاب منها۔ جماع فرمایا۔ سماہ عبد اللہ۔ صبر کی برکت سے حق تعالیٰ نے دس بچے لڑکے دیئے جو علماء صلحاء بنے۔

باب الفرع

فرع کا حکم بتلانا مقصود ہے۔ فرع کا مصداق کیا تھا۔ ۱۔ ہر جانور کا پہلا بچہ۔ ۲۔ اونٹنی کا پہلا بچہ۔ ۳۔ سواوٹ ہو جانے کے بعد پہلا بچہ۔ شروع اسلام میں اس بچہ کو ذبح کرنا مستحب قرار دیا گیا تھا وہ بھی پیدا ہوتے ہی نہیں بلکہ جب بڑا ہو جائے سواری کے قابل ہو جائے پھر یہ استحباب بھی ختم کر دیا گیا۔ باب فی العتیرۃ۔ غرض عتیرہ کا حکم بتلانا ہے یہ قربانی تھی رجب میں استحباب پھر منسوخ کر دی گئی۔

کتاب الذبائح والصيد والتسمیة۔

رابطہ یہ ہے کہ یہ تعیم بعد تخصیص ہے کیونکہ پیچھے خاص عقیقہ کا ذکر تھا تبعاً کچھ عتیرہ اور فرع کا ذکر تھا اب مطلقاً ذبائح اور صید کا ذکر ہے۔ غرض ان تین چیزوں کے احکام کا بیان ہے۔ ۱۔ ذبائح۔ ۲۔ صید۔ ۳۔ تسمیہ۔

باب صید المعراض

غرض چوڑے تیر سے شکار کرنے کا حکم بتلانا ہے کہ اگر تیز حصہ لگے تو حلال ہے۔

باب ما اصاب المعراض بعرضه

ما قبل کا تتمہ ہے کہ چوڑائی کی طرف سے اگر لگے تو وہ شکار حرام ہوگا۔

باب صید القوس

تعیم بعد تخصیص ہے کہ اب مطلقاً کمان سے شکار کرنے کا ذکر ہے پہلے صرف کمان کے چوڑے تیروں کا ذکر تھا۔ استعصیٰ علی

رجل من آل عبد اللہ حمار۔ یہاں حمار وحشی مراد ہے۔

باب الخذف والبنذقة

غرض یہ ہے کہ کنکری اور غلیل کا شکار حرام ہے۔

الاکلب ضار تصید: مگر شکاری کتا۔

باب اذا اکل الکلب

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ اگر کتا شکار کو کھانا شروع کر دے تو وہ شکار حرام ہو جائے گا۔

باب الصيد اذا غاب عنه یومین او ثلاثة

ایسے شکار کا حکم بتلانا مقصود ہے جو شکاری کی نظروں سے دو یا تین دن غائب رہا ہو۔ حکم کی تصریح نہیں کی احتیاط نہ کھانے میں ہے۔

باب اذا وجد مع الصيد کلبا آخر

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ اپنے کتے کے ساتھ اگر دوسرا کتا بھی شکار کرنے میں شریک ہو جائے اور اس کے متعلق معلوم نہ ہو کہ بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر چھوڑا ہے یا نہ تو وہ شکار حرام ہوگا۔ باب میں جواب اس لیے ذکر نہ فرمایا کہ حدیث پاک سے ثابت ہو رہا ہے۔

باب ما جاء فی التصید

غرض شکار میں زیادہ مشغول ہونے کا حکم بیان فرمانا ہے۔ حاصل حکم کا یہ ہے کہ شکار کر کے کمائی کرنا جائز ہے۔ تھکاوٹ دور کرنے کی نیت سے بھی گنجائش ہے البتہ لہو و لہب اور تکبر کی نیت سے منع ہے۔ انفجنا۔ ہم نے بھگایا۔

باب التصید علی الجبال

غرض پہاڑوں پر شکار کرنے کا حکم بیان فرمانا ہے اور یہ بھی اسی طرح ہے جیسے ابھی گزرا۔ متشفین۔ دیکھ رہے تھے۔

باب قول اللہ تعالیٰ احل لکم صید البحر

سمندر کے شکار کا حکم بتلانا چاہتے ہیں تفصیل وہی ہے جو ابھی گزری۔ والجری۔ بے کھال مچھلی۔ کل شیء فی البحر مذبوب۔ غرض یہ ہے کہ بغیر ذبح کئے ہی ہمارے لیے حلال ہے۔ اما الطیر فاری ان ینبحہ۔ سوال۔ اس روایت کا صید البحر

اصنام کے مصداق میں دو قول ہیں۔ ۱۔ نصب صرف پتھر تھے ان کی تصویر بنی ہوئی نہ ہوتی تھی اور اصنام وہ پتھر جن سے تصویر بنائی ہوئی ہوتی تھی۔ ۲۔ نصب پتھر جن کی تصویر بنائی ہوئی تھی اور اصنام عام ہے وہ تصویریں جو پتھروں پر یا لوہے پر یا لکڑی وغیرہ پر بنی ہوئی ہوتی تھیں۔ زید بن عمرو بن نفیل:۔ یہ زمانہ جاہلیت میں ملت ابراہیمی پر تھے ان کے صاحبزادے حضرت سعید بن زید عشرہ مبشرہ میں سے ہوئے۔ بلدح:۔ جگہ کا نام ہے۔ فقدم الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفرۃ فیہا لحم:۔ اور ایک نسخہ میں ہوں ہے فقدم الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں نسخوں میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ لوگوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن عمرو بن نفیل کے سامنے کیا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق صراحت مذکور نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت سے پہلے اہل مکہ کا ذبیحہ بھی کھایا تھا یا نہیں کھایا تھا اور یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ زیر بحث واقعہ میں جو آگیا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تناول نہ فرمایا اور زید بن عمرو بن نفیل کے آگے کر دیا یہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اعراض فرمانے کی دلیل ہے۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم

فلیدبح علی اسم اللہ

غرض یہ بتلانا ہے کہ بھولنے والے کا ذبیحہ بھی حلال ہے اور یہ بات حدیث پاک سے بطور اشارۃ انص ثابت ہو رہی ہے کیونکہ یوں ارشاد فرمایا فلیدبح علی اسم اللہ یوں نہ فرمایا فلیسم اور عبارت انص اس حدیث پاک میں یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ نماز سے پہلے قربانی صحیح نہیں ہے۔

باب ما نھر الدم من القصب

والمروۃ والحدید

غرض یہ ہے کہ کانا۔ پتھر۔ لوہا وغیرہ میز سے جو چیز بھی خون بہادے اس سے ذبح کر لینا جائز ہے۔ وهو بسلع:۔ جگہ کا نام ہے۔ فحبسہ:۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک آدمی نے تیر مار کر اس اونٹ کو روک لیا۔

سے تعلق نہیں ہے۔ جواب۔ سمندر کی فضاء میں بھی بعض دفعہ پرندے آجاتے ہیں۔ وقلاہ السیل:۔ سیلاب کے بنائے ہوئے تالاب۔ کل من صید البحر نصرانی او یہودی او مجوسی:۔ معنی یہ ہیں وان صاودہ نصرانی او یہودی او مجوسی۔ قال ابو الدرداء فی المری ذبح الخمر النینان والشمس:۔ مری ایک سرکہ تھا جو شراب میں مچھلی اور نمک ڈال کر دھوپ میں رکھ کر بنتا تھا اسی بات کو حضرت ابو الدرداء بیان فرما رہے ہیں کہ شراب کو مچھلیوں اور دھوپ نے ذبح کر دیا اور اس میں سے حلال سرکہ نکال لیا۔ نینان جمع ہے نون کی جس کے معنی ہیں مچھلی۔

باب اکل الجراد

غرض یہ بتلانا ہے کہ مکڑی کا بھی بغیر ذبح کے صرف ماکر کھالینا جائز ہے۔

باب انیۃ المجوس

غرض یہ ہے کہ مجوسیوں کے برتنوں کو دھو کر استعمال کر لینا جائز ہے۔

باب التسمیۃ علی الذبیحۃ

ومن ترک متعمداً

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ قصد اسم اللہ اکبر ذبح کرتے وقت چھوڑ دے تو وہ مردار ہو جاتا ہے گویا خفیہ کا مسلک لے لیا امام بخاری نے وعند الشافعی قصداً چھوڑ دے پھر بھی حلال ہے جبکہ ذبح کرنے والا مسلمان ہو یا اہل کتاب میں سے ہو وعند مالک و احمد عمداً چھوڑے یا ناسیادوں صورتوں میں ذبیحہ حرام ہے دلیل امامنا ابی حنیفہ قول ہے اللہ تعالیٰ کا ولا تاكلوا مما لم يذكر اسم الله عليه اور بھولنے والا اس آیت کی وجہ سے مستثنیٰ ہے وما جعل علیکم فی الدین من حرج دلیل الشافعی مافی الدار قطنی والبیہقی عن ابن عباس مرفوعاً المسلم کیفیہ اسمہ فان لی ان یمسی حین یدبح فلیسم ولیدکر اسم اللہ ثم لیا کل معلوم ہوا کہ بعد میں کھاتے وقت نام لینا بھی ذبح کی طرح ہے جواب یہ اجازت صرف بھولنے والے کو ہے دلیل مالک و احمد آیت کا ظاہر ہے جواب ہو چکا کہ حرج کی وجہ سے ناسی مستثنیٰ ہے۔

باب ما ذبح علی النصب والا صنم:

غرض ایسے ذبیحہ کا حکم بیان فرمانا ہے کہ حرام ہے پھر نصب اور

غرض یہ ہے کہ اونٹ میں نحر مسنون ہے اور گائے اور بکری میں ذبح مسنون ہے۔ نحر یہ ہے کہ اونٹ کا ایک پاؤں باندھ کر تین پاؤں پر کھڑا کر کے اگلی دو ٹانگوں کے درمیان بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر نیزہ مارنا اور ذبح یہ ہے کہ گائے یا بکری کو لٹا کر گلے پر یہی پڑھ کر چھری چلانا پھر نحر

نے کی وجہ سے ہے وعند الشافعی کتے کو مستفی قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے جوٹھے سے برتن کو سات دفعہ دھونے کا حکم ہے معلوم ہوا کہ اس میں نجاست بہت زیادہ ہے اس لیے مردار کتے کی کھال پاک نہ ہوگی۔ جواب یہ سات دفعہ کا حکم صرف اس زمانہ میں تھا جب کتوں پر سختی کی گئی تھی بعد میں نرمی کر دی گئی تھی۔ ولاحمد مانی ابی داؤد عن عبد اللہ بن عکیم مرفوعاً لا تستموا من المیتۃ باہاب جواب دباغت کے بعد وہ اہاب نہیں کہلاتی بلکہ جلد کہلاتی ہے اس لیے یہ روایت محل نزاع سے خارج ہے۔ ولما لک رواہ یتیم دونوں قسم کی ہیں تطبیق وہی ہے جو ہمارا مسلک ہے جواب اس تطبیق کا نہ کوئی منشا ہے اور نہ اس کی کوئی نظیر ہے اس لیے یہ تطبیق معتبر نہیں۔

باب المسک

غرض یہ ہے کہ مشک کا استعمال جائز ہے۔ سوال۔ شکار کے ابواب کے مناسب نہیں ہے یہ باب۔ جواب۔ چونکہ مشک ہرن کی ناف کے خون سے کافی تبدیلیوں کے بعد بنتی ہے اس لیے شکار کے ابواب کے مناسب ہو گیا کیونکہ ہرن شکاری جانور ہے۔ والریح ریح مسک:۔ اس حدیث پاک میں مشک کا ذکر بطور تعظیم کے ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مشک پاک ہے اگرچہ ہرن کی ناف کے خون سے بنتی ہے اور ابو داؤد میں ہے عن ابی سعید مرفوعاً طیبکم المسک۔

باب الارنب:۔ غرض خرگوش کا حکم بتلانا ہے۔ صراحۃً حلال ہونے کا ذکر نہیں کیا کیونکہ حدیث پاک سے صاف ثابت ہو رہا ہے کہ حلال ہے پھر خرگوش کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ بہت بزدل ہوتا ہے اور اس میں شہوت بہت ہوتی ہے اور یہ ایک سال مذکر رہتا ہے اور ایک مؤنث رہتا ہے اور آٹھ کھول کر سوتا ہے۔

باب الضب:۔ غرض ضب کا حکم بیان فرمانا ہے۔ عندنا من ابی حنیفہ مکروہ ہے وعند الجمہور بلا کراہت جائز ہے۔ لنامانی ابی داؤد عن عبد الرحمن بن شبل مرفوعاً نھی عن اکل الضب وجمہور مانی ابی داؤد عن ابن عباس واکل علی مائدۃ صلی اللہ علیہ وسلم جواب۔ جب موجب کراہت اور موجب اباحت میں تعارض ہو تو ترجیح موجب کراہت کو ہوتی ہے۔

مارنا بھی مکروہ اور گناہ ہے اور اگر وہ جانور اس طرح مر گیا تو کھانا بھی حرام ہے۔ عن النہیۃ:۔ اس کے معنی ہیں غیر کا مال زبردستی لینا۔

باب لحم الدجاج

غرض یہ ہے کہ مرغی کا گوشت کھانا بلا کراہت حلال ہے۔

غر الذری:۔ سفید کوہان والے۔

باب لحوم الخیل

غرض گھوڑے کے گوشت کا حکم بتلانا ہے پھر تصریح نہ کی بوجہ اختلاف کے تفصیل عن قریب گزر چکی ہے۔

باب لحوم الحمر الانسیۃ:

غرض یہ بتلانا ہے کہ حمر انسیہ حرام ہیں اور یہ انسیہ کی قید محروش کو نکالنے کے لیے ہے کیونکہ جنگلی گدھے حلال ہیں۔

فیہ عن سلمۃ:۔ یہ روایت غزوہ خیبر میں گزر چکی ہے۔ ولکن ابی ذاک البحر ابن عباس:۔ یہ انکار حمر اہلیہ کی حرمت سے صرف حضرت ابن عباس کا اجتہاد ہے جمہور صحابہ و فقہاء سب حرمت کے قائل ہیں۔

باب اکل کل ذی ناب من السباع

ناب سے مراد وہ دانت ہیں جن سے جانور دوسرے جانوروں پر حملے کرتے ہیں یہ مسئلہ بتلانا مقصود ہے کہ شکار کرنے والے درندوں کا گوشت کھانا حرام ہے۔

باب جلود المیتۃ

غرض مردار کی کھال کا حکم بتلانا ہے کہ دباغت سے پہلے اس کا استعمال جائز نہیں ہے وعندنا من ابی حنیفہ دباغت سے ہر مردار کی کھال پاک ہو جاتی ہے اور اس کا استعمال جائز ہے سوائے انسان کی کھال کے اور خنزیر کی کھال کے اور امام شافعی کے نزدیک کتے کی کھال کا استعمال بھی جائز نہیں ہے وعند مالک دباغت کے بعد خشک چیز ذالنا اس میں جائز ہے تر چیز کا ذالنا جائز نہیں ہے وعند احمد مردار کی کھال بالکل پاک نہیں ہو سکتی اور نہ ہی اس کا استعمال جائز ہے لنامانی ابی داؤد عن ابن عباس مرفوعاً اذا ذبح الاہاب فقد طہر اور انسان کا استثناء شرافۃ کی وجہ سے ہے اور خنزیر کا استثناء نجس العین ہو

باب اذا وقعت الفارة في السمن الجامد او الذائب

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ جب تک رنگ یا مزہ یا بو میں تبدیلی نہ ہوگی ناپاک نہ ہوگا۔

باب الوسم والعلم في الصورة

غرض یہ بتلانا ہے کہ چہرے میں سیاہی بھرنا مکروہ ہے۔

باب اذا اصاب قوم غنيمة فذبح بعضهم غنماً او ابلا بغیر امر اصحابهم لم توکل
غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ غنیمت کا جانور قبل تقسیم ذبح کرنا جائز نہیں ہے اس سے یہ مسئلہ بھی نکل آیا ہے کہ ملک یا توکیل کے بغیر کسی جانور کا ذبح کرنا جائز نہیں ہے۔

باب اذا ند بعیر لقوم فرماه بعضهم

بسهم فقتله فاراد صلاحهم فهو جائز
مالک ذبح کرنے لگے اس سے اونٹ بھاگ جائے تو اس کا کوئی ساتھی بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر تیر مار کر ذبح کر دے تو یہ بھی جائز ہے یہ مسئلہ بتلانا مقصود ہے۔

باب اكل المضطر

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ مر رہا ہو تو جان بچانے کی مقدار مر دار کھانا بھی جائز ہے پھر چونکہ اس مضمون کی حدیث ان کی شرط پر نہ تھی اس لیے صرف آیت ذکر فرمادی۔

كتاب الاضاحی

رابطہ یہ ہے کہ پیچھے صید کا ذکر تھا اب اضاحی کا ہے دونوں میں ذبح حیوان قدر مشترک ہے۔ غرض اضاحی کے احکام کا بیان ہے۔

باب سنة الاضحية

یہاں سنت کا لفظ بالمعنی الاعام ہے اور واجب کو بھی شامل ہے پھر عند امامنا ابی حنیفہ و مالک قربانی واجب ہے وعند الشافعی و احمد سنت ہے۔ لہذا۔ ۱۔ فصل لربک و آخر۔ ۲۔ فی ابن ماجہ عن ابی ہریرۃ مرفوعاً

من كان له سعة ولم يفتح فلا يقرب من مصلا ولا للشافعي و احمد في ابن ماجه و مسند احمد عن زيد بن ارقم قال قال اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم يا رسول الله ما هذه الاضاحي قال سنة ابراهيم اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ قربانی نہ کیا کرتے تھے جواب سنت کے معنی طریقہ کے ہیں جو واجب کو بھی شامل ہے اور حضرات شیخین کے پاس مال نہ ہونے کی وجہ سے واجب نہ ہوئی حتیٰ کہ حضرت عمرؓ وفات کے وقت مقروض تھے۔

باب قسمة الامام الاضاحی بین الناس
قربانی کی اہمیت بتلانی مقصود ہے اسی لئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تقسیم فرمائیں۔ قال ضح بها:۔ بکری کا بچہ چھ ماہ کا صحیح ہونا یہ صرف حضرت عقبہ کی خصوصیت تھی۔

باب الاضحية للمسا فرو النساء

غرض یہ ہے کہ ان دونوں کی طرف سے بھی قربانی ٹھیک ہو جاتی ہے۔ بسرف:۔ یہ جگہ مکہ مکرمہ سے ۶ یا ۷ یا ۹ یا ۱۰ یا ۱۲ میل دور تھی۔

باب ما يشتهي من اللحم يوم النحر

غرض یہ ہے کہ قربانی کا گوشت بہت مزے لے لے کر کھانا چاہیے کیونکہ یہ پیارے آقا کی طرف سے مہمانی ہے محبوب کا تحفہ ہے کیونکہ جب ان کے نام پر قربانی کی تو ظاہری طور پر بھی وہی مالک بن گئے اب جو اجازت فرما رہے کہ کھا لو تو یہ مہمانی ہی تو کھلا رہے ہیں گویا نزلاً من غفور رحیم کا ایک مصداق ہے۔

فتوز عوها او قال فتجز عوها دونوں لفظوں کے ایک ہی معنی ہیں تقسیم کیس یعنی زندہ تقسیم کیس مثلاً یہ کہ دو بکریاں میری ہیں یہ تیری ہیں پنجابی مقولہ ہے کہ کناں وچ بئیرے۔ دو تیرے دو میرے۔ یعنی گندم میں بئیرے ہیں دو تیرے ہیں دو میرے ہیں۔

باب من قال الاضحية يوم النحر

غرض یہ ہے کہ جو امام اس کے قائل ہیں کہ قربانی صرف دس ذی الحجہ کو ہی ہو سکتی ہے اس کے لیے بھی سنت سے دلیل موجود ہے اور وہ ابن سیرین ہیں اور امام شافعی کے نزدیک دس سے ۱۳ کی شام تک

نہیں ہے کہ ہر شخص اپنی قربانی خود ہی کرے۔

باب الذبح بعد الصلوٰۃ

ذبح کا وقت بتلانا مقصود ہے۔

باب من ذبح قبل الصلوٰۃ اعاد

یہ مسئلہ بتلانا مقصود ہے کہ نماز سے پہلے قربانی صحیح نہیں ہوتی۔

ہنۃ: حاجت۔ فلا ادری ابلغت الرخصة ام

لا: اس عبارت میں الرخصة کے بعد الی وغیرہ محذوف ہے اور

صحیح یہی ہے کہ ان کی خصوصیت تھی۔

باب التکبیر عند الذبح

یہ مسئلہ بتلانا مقصود ہے کہ ذبح کے وقت تکبیر کا پڑھنا ضروری ہے۔

باب اذا بعث بهديه ليدبح

لم يحرم عليه شيء

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ ہدی بھیجنے سے محرم نہیں بن جاتا تفصیل کتاب الحج میں گزر چکی ہے۔ تصفیقھا: ہاتھ پر ہاتھ مارنا بطور تعجب یا بطور اظہار افسوس ہے۔

باب ما یوکل من لحوم الاضاحی

وما یتزود منها

غرض یہ ہے کہ ہدی اور قربانی کے گوشت کا صدقہ ضروری نہیں ہے اور تین دن کے بعد کھانا بھی صحیح ہے اور جو بھی احادیث میں وارد ہے کہ تین دن سے زائد نہ کھایا جائے یہ منسوخ ہے۔ فمن احب ان ينتظر الجمعة من اهل العوالی فلينتظر: حضرت عثمانؓ کے اس قول سے بھی ثابت ہوا کہ گاؤں والوں پر جمعہ واجب نہیں ہوتا۔ من اجل لحوم الهدی: چونکہ وہ ہدی کا گوشت تھا جو تین دن سے زیادہ کھانا منع تھا اس لیے تین دن کے بعد حضرت ابن عمرؓ گوشت کی جگہ زیتون سے کھانا کھاتے تھے اور یہ ممانعت منسوخ ہو چکی ہے۔

كتاب الاشرية

رابطہ یہ ہے کہ یہ تہہ ہے کتاب الاطعمہ کا اور غرض اشریہ کے احکام کا

چاردن ذی الحجہ میں قربانی ہو سکتی ہے جمہور کے نزدیک دس ذی الحجہ سے ۲ ذی الحجہ کی شام تک تین دن قربانی ہو سکتی ہے۔ لنا۔ ۱۔ فی سنن ابن وہب عن ابن مسعود موقوفاً ایسے ہی ثابت ہے جیسے جمہور کہتے ہیں۔ ۲۔ فی المختصر للکفری عن علی موقوفاً ایام الآخر ثلاثہ ایام اولھن افضلھن ولا ابن سیرین۔ ۱۔ فی سنن ابن حزم عن حمید بن عبد الرحمن مقطوعاً صرف ایک دن منقول ہے۔ جواب یہ بیان افضل ہے۔ ۲۔ حدیث الباب عن ابی بکرۃ مرفوعاً الیس یوم الآخر دس ذی الحجہ کو یوم الآخر قرار دیا معلوم ہوا کہ یہی قربانی کا دن ہے جواب یہ بھی انضیلت کی وجہ سے ہے کیونکہ وجہ تسمیہ جامع مانع نہیں ہوتی وللشافعی مانی عمدة القاری عن علی وابن عباس موقوفاً ایام الآخر الا ایام المعلومات یوم الآخر وثلاثہ ایام بعده جواب ہمارے قول میں احتیاط ہے۔

باب الاضحی والنحر بالمصلی

غرض یہ بیان فرمانا ہے کہ مسنون یہی ہے کہ امام عید گاہ ہی میں اپنی قربانی ذبح کر دے۔ ۱۔ تاکہ کوئی اس سے پہلے ذبح کرنے والا نہ ہو سکے۔ ۲۔ تاکہ لوگ ذبح کرنے کا طریقہ سیکھ لیں۔ ۳۔ امام کے جلدی ذبح کرنے سے سب کو جلدی ذبح کرنے کا شوق ہو اور یہ جلدی ذبح کرنا ہی اولیٰ ہے کیونکہ مرفوعاً وارد ہے ان اول ما نبدا به ان نصلی ثم نضرب ففخر۔ انکفاء: پسند فرمایا۔ عتود: پانچ ماہ کا بکری کا بچہ لیکن یہ حضرت عقبہ کی خصوصیت تھی۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم

لابی بردة ضح بالجذع من المعزوان

تجزی عن احد بعدک

غرض خصوصیت کا بیان ہے۔ علاق لین: پانچ ماہ کا بکری کا بچہ۔

باب من ذبح الاضاحی بیدہ

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا مستحب ہے۔

باب من ذبح اضحیہ غیرہ

غرض یہ مسئلہ بیان فرمانا ہے کہ اگر کوئی شخص دوسرے کا جانور اس کی اجازت سے ذبح کر دے تو یہ بھی ٹھیک ہے اور یہ واجب

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ پانی میں خشک کھجور ڈال کر شربت بنانا اور پینا حائر ہے جب تک اس میں نشہ نہ آئے اور جب نشہ

آجائے تو پھر پینا جائز نہیں ہے۔

باب الباذق: انگور کا پانی جبکہ اس کو پکایا جائے اور مسکر بن جائے تو اس کو باذق کہتے ہیں غرض یہ بتلانا ہے کہ اس کا پینا جائز نہیں ہے۔ پھر یہ لفظ باذق فارسی بادہ سے بنایا گیا ہے پھر بظاہر بعض صحابہ کا شراب حرام ہونے پر ہر قسم کی شراب کا گردنا حنفیہ کے خلاف جمہور کے لیے مؤید ہے اور اختلاف یہاں دو ہیں۔

پہلا اختلاف مصداق خمر کیا ہے

عند امامنا ابی حنیفہ اصل خمر ایک ہی چیز ہے انگور کا کچا پانی جب پڑا رہے اور سخت ہو جائے اور جھاگ چھوڑ دے اور ابنا شروع ہو جائے وعندنا جمہور ہر نشے والی چیز سب احکام میں خمر ہی شمار ہوگی لہذا انما الخمر والمیسر والا نصاب والا زلام رجس من عمل الشیطان لغت میں الخمر لغت کا اجماع ہے کہ خمر کے لغوی معنی وہی ہیں جو حنفیہ لیتے ہیں۔ وجمہور روایۃ ابی داؤد عن ابن عمر مرفوعاً کل مسکر خمر وکل مسکر حرام۔ جواب اس میں بیان حکم ہے کہ ہر مسکر سے بچو بیان لغت نہیں ہے کہ قرآن پاک میں جو لفظ خمر آیا ہے اس کا مصداق ہر مسکر ہے۔

دوسرا اختلاف: جس شربت کی زیادہ مقدار نشہ دیتی ہو اس میں سے تھوڑی مقدار کا کیا حکم ہے۔

عند امامنا ابی حنیفہ والی یوسف مسکر کی اتنی مقدار کہ سکر نہ ہو جائز ہے سوائے خمر کے کہ خمر کا ایک قطرہ بھی حرام ہے وعند محمد وجمہور ہر ہر مسکر کا یہ حکم ہے خمر ہو یا کوئی اور نشہ والا شربت ہو کہ اگر اس کی زیادہ مقدار نشہ کا سبب بنتی ہو تو اس کا ایک قطرہ بھی حرام ہے۔ منشاء اختلاف ابو داؤد کی روایت ہے عن جابر بن عبد اللہ مرفوعاً ما سکر کثیرہ فقلیلہ حرام حنفیہ کے شیخین کے نزدیک معنی یہ ہیں کہ اگر تین پیالوں سے سکر ہوتا تو تیسرا پیالہ ایسا ہے کہ اس کا تھوڑا بھی حرام ہے۔ پہلے دو پیالے حلال ہیں۔ امام محمد اور جمہور کے نزدیک معنی یہ ہیں کہ پہلے پیالے کا پہلا گھونٹ بھی حرام ہے پھر قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ شیخین کے قول کو ترجیح ہو کیونکہ ریشم میں تھوڑی مقدار مردوں کے لیے حلال ہے زیادہ حرام ہے ضرورت کے موقعہ میں دانتوں میں سونا استعمال کر لینا مردوں کے لیے بھی جائز ہے تھوڑی سی نجاست جو درہم سے کم ہو معاف ہے

اور نماز اس کے ساتھ ٹھیک ہو جاتی ہے۔ تھوڑی سی زہر مدہر کر کے دوا میں استعمال کر لینی جائز ہے یہ چیزیں شیخین کے قول کے لیے مرجح ہیں پھر امام ابو حنیفہ سے منقول ہے کہ فرمایا لو عطیت جمع مانی الدنیا للاحرم النبیذ لا احرم لان فیہ تقسین بعض الصحابہ ولو عطیت جمع مانی الدنیا وسمھا لا شرب قطرة نبیذ لا اشربہ یہ ہمارے امام صاحب کا کمال تقویٰ ہے پھر چونکہ بعض حنفیہ نے امام محمد کے قول پر بھی فتویٰ شمار کیا ہے اس لیے احتیاط یہی ہے کہ ایسا شربت بلا اضطراب استعمال نہ کیا جائے۔ **ورای عمر وابو عبیدہ ومعاذ شرب الطلاء علی الثلث:** کہ جب اتنا پکا دیا جائے کہ صرف ایک ٹکٹ رہ جائے انگور کا شیرہ تو اب اس کا پینا جائز ہے دو ٹکٹ اڑ جائے اور جب تک دو ٹکٹ سے کم اڑے تو اس کا پینا جائز نہیں ہے طلاء کا نام دو ٹکٹ اڑنے سے پہلے پہلے ہے پورے دو ٹکٹ اڑ جانے کے بعد اس کو طلاء کہنا مجاز ہے کہ پہلے یہ طلاء تھا اب حلال شربت بن گیا۔ **قال الشراب الحلال الطیب:** اس قال کے فاعل ابن عباس ہی ہیں یا وہاں موجود کوئی صاحب ہیں۔

باب من رای ان لا یخلط البسر والتمر اذا کان مسکرا وان لا یجعل ادامین فی ادام غرض یہ ہے کہ دو صورتوں سے احتیاط ہونی چاہیے بسر اور تمر کو ملا کر شربت نہ بنایا جائے اور تمر اور زبیب کو ملا کر نبیذ نہ بنایا جائے تاکہ سکر پیدا نہ ہو اور نبیذ خراب نہ ہو یہاں ادامین بسر اور تمر کے علاوہ ہیں کیونکہ بسر اور تمر کا ذکر تو ابھی کر چکے ہیں۔

باب شرب اللبن

غرض اس شخص کا رد ہے جس نے کہا کہ زیادہ دودھ پینا بھی نشہ کا ذریعہ ہے۔ **فاذا وقف علیہ قال هو عن ام الفضل:** مطلب یہ ہے کہ رادی حضرت سفیان بن عیینہ نے پہلے حدیث کو مرسل ذکر فرمایا تھا پھر جب صحابی راوی کا نام پوچھا گیا تو حضرت ام الفضل کا نام ذکر فرمایا۔ **من النقیع:** یہ جگہ کا نام ہے الصفی: اچھی۔

باب استعذاب الماء

غرض یہ ہے کہ میٹھا پانی تلاش کرنا بھی جائز ہے۔

باب شرب بالماء:

اس کے معنی ہیں مزو جلاب الماء یعنی دھو میں پانی ملا کر پینا بھی جائز ہے۔

باب شراب الحلواء والعسل:

یہ لفظ حلواء مد اور قصر دونوں کے ساتھ صحیح ہے یعنی میٹھا پانی غرض یہ ہے کہ شہد ذال کر شربت بنالینا اور پینا جائز ہے۔

باب الشرب قائما:

غرض یہ ہے کہ کھڑے ہو کر پانی پینے سے جن احادیث میں ممانعت آتی ہے وہ احادیث امام بخاری کے نزدیک صحیح نہیں ہیں۔

فشراب قائما: حضرت علیؓ یہ سمجھنا چاہتے ہیں کہ جن روایات میں کھڑے ہو کر پانی پینے سے بھی آئی ہے جیسے صحیح مسلم میں وارد ہے عن ابی ہریرۃ مرفوعاً لا یشر بن احدکم قائماً من نسی فلیستقی تو ایسی روایتیں بھی ترجیح پر محمول ہیں۔ فتلہ: رکھ دیا۔

باب الكرع فی الحوض:

بغیر برتن کے منہ لگا کر پانی پینا غرض یہ ہے کہ ایسا کرنا بھی جائز ہے۔

باب خدمة الصغار الکبار

غرض یہ کہ یہ جائز ہے۔

باب تغطية الاناء

غرض یہ کہ یہ مستحب ہے کہ سوتے وقت برتن کو ڈھانپ دے۔ اذا كان جنح الليل: جب واقع ہو ایک حصہ رات کا یعنی شروع حصہ رات کا۔

باب اختناث الاسقية

مشکیزہ کا منہ موڑ کر اس میں سے پانی پینا غرض یہ ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے کہ شاید کوئی سوڑی کیڑا نکل آئے جیسے متدرک حاکم میں ہے عن سلمۃ بن دھرام قال سمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اختناث الاسقية وان رجلاً بعد ما سمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قام من الليل الى السقاء فاختمه فخرخت منه حية۔

باب الشرب من فم السقاء

غرض یہ ہے بھی دونوں صورتوں کو شامل ہے چیز ایسی ہو کہ منہ موڑ

سکے یا ایسی ہو کہ منہ نہ موڑ سکے جیسے فوارہ ہوتا ہے یا جیسے آج کل پانی کی ٹوٹیاں ہوتی ہیں۔ پھر بعض روایتوں میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا مشکیزہ سے پینا بھی آتا ہے جیسے ترمذی میں ہے عن عبد الرحمن بن ابی عمرۃ عن جدتہ کہشۃ قالت دخل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فشرب من فی قرۃ معلقة بظاہر تعارض ہوا جواب۔ ۱۔ جب برتن نہ ملے اور ہاتھ سے پینے سے بھی کچھ عذر ہو تو منہ لگا کر پینے کی گنجائش ہے۔ ۲۔ قول کو فعل پر ترجیح ہے اس لیے نہ پینا ہی رائج ہے۔

باب النهی عن النفس فی الاناء

غرض اس بھی تنزیہی کا بیان ہے۔

باب الشرب بنفسین او ثلثة

غرض اس کا بیان جواز ہے۔

باب الشرب فی انیۃ الذهب

نہی تحریمی کا بیان مقصود ہے۔

باب انیۃ الفضة

نہی کی زیادہ تاکید ظاہر کرنی مقصود ہے اسی لیے دوبار الگ باب باندھا کیونکہ گذشتہ باب والی حدیث میں بھی ماضی صیغہ تھا اور اس باب کی حدیث لا یشربوا صراحۃً نہی کا صیغہ ہے اور اس میں زیادہ تاکید ہے۔ المیاثرو: سرخ ریشمی گدیاں۔ والقسی: قس جگہ کے بنے ہوئے کپڑے ان میں ریشم اور روئی کے ملائے ہوئے دھاگوں سے کپڑے بناتے تھے۔ والدیاج: ریشم کے موٹے کپڑے۔ والا ستبرق: ریشم کے پتلے کپڑے۔

باب الشرب فی الاقداح

غرض اس کا جواز بیان فرمانا ہے۔

باب الشرب من قدح

النبی صلی اللہ علیہ وسلم وانیۃ

غرض یہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جس پیالے یا برتن کو استعمال کیا ہو اس کو دوسرے لوگ بھی تبرکاً استعمال کریں تو یہ موجب سعادت ہے۔ اجم: قلعہ۔ فاخرج لنا سهل:۔

سعد قلت یا رسول اللہ ای الناس اشد بلا عقال الانبیاء ثم الا مثل فلا مثل۔

باب وجوب عیادة المریض

غرض یہ ہے کہ بیمار کی عیادت بہت ضروری ہے دو درجے ہیں۔ ۱۔ عام حالات میں فرض کفایہ ہے۔ ۲۔ بعض قریبی رشتہ داروں کی عیادت شدید ضرورت میں فرض عین بھی ہو جاتی ہے جیسے ماں باپ بیوی بچے بہن بھائی وغیرہ۔

باب عیادة المغمی علیہ:

غرض یہ ہے کہ بے ہوش بیمار کی عیادت بھی مسنون ہے اس میں شبہ کا ازالہ بھی ہے کہ عیادت کی غرض تو بظاہر بیمار بھائی کا دل خوش کرنا ہے۔ اگر وہ مریض بے ہوش ہو تو عیادت بظاہر بے فائدہ ہے تو اس شبہ کا ازالہ فرمادیا کہ اصلی غرض تو اللہ تعالیٰ کا قرب و رضا ہے۔

باب فضل من یصرع من الريح

باب کی غرض میں دو تقریریں ہیں۔ ۱۔ اگر سر درد ہو دماغ میں ہوا بند ہونے سے جس کو مرگی کہتے ہیں تو اس بیماری کا ثواب بتلانا مقصود ہے۔ ۲۔ اگر جنات کے اثر سے سر درد ہو جائے تو اس کا ثواب بتلانا مقصود ہے۔ علی ستر الکعبۃ: ۱۔ جالۃ علیہ خانہ کعبہ کے غلاف پر بیٹھی ہوئی تھی۔ ۲۔ معتمدۃ علیہ خانہ کعبہ کے غلاف سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔

باب فضل من ذہب بصرہ

غرض اس شخص کا ثواب بیان کرنا ہے جس کی آنکھیں دنیا میں ضائع ہو جائیں اور وہ اس پر صبر کر لے۔ اس باب کی روایت کے علاوہ مسند بزار میں ہے۔ عن زید بن ارقم مرفوعاً ما اتبلی عبد بعد ذہاب دینہ باشد من ذہاب بصرہ فصبر حتی یلقی اللہ فی اللہ تعالیٰ ولا حساب علیہ۔

باب عیادة النساء للرجال

غرض یہ بتلانا ہے کہ عورتیں بھی مردوں کی بیمار پرسی کے لیے جا سکتی ہیں جبکہ وہ محرم ہوں یا پردے کے ساتھ۔ اذا قلعت عنہ: جب ان سے بخارا تر جاتا۔ بواؤ: یہاں مکہ مکرمہ کی وادی مراد ہے۔ جلیل: ایک قسم کی گھاس ہے۔ معجنہ:

یہ حضرت ابو حازم کا مقولہ ہے۔ نہ خار: لکڑی کی ایک عمدہ قسم۔

باب شرب البرکة والماء المبارک:

یہاں عطف تفسیری ہے برکت والی چیز پینا اور برکت والا پانی پینا غرض یہ ہے کہ یہ مستحب ہے۔ وليس معنا ماء غیر فضلة: ہمارے پاس تھوڑا سا بچا ہوا پانی تھا اور نہ تھا۔

حیی علی اهل الوضوء: اس کے دو معنی کئے گئے ہیں۔

۱۔ حی علی الوضوء یا اهل الوضوء۔ ۲۔ حی علی یا اهل الوضوء اور ایک نسخہ

ہے حی علی الوضوء یہ نسخہ زیادہ درست شمار کیا گیا ہے۔ کتاب

المرضی باب ما جاء فی کفارة المرض:

رابطہ یہ ہے کہ پیچھے کھانے اور پینے کا ذکر تھا بعض دفعہ کھانا پینا کسی

بیماری کا سبب بن جاتا ہے اس لئے اب بیماری والوں کا ذکر

ہے۔ غرض بیماروں کے حالات کا بتلانا ہے اور پھر پہلے باب میں

یہ بتلانا ہے کہ بیماری سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ نصب:

تھکاؤ۔ وصب: مرض بیماری۔ ہم: کسی کام کا قصد

کرے پھر اس کے خلاف یعنی اپنی مرضی کے خلاف پایا جائے۔

حزن: گذشتہ پر غم۔ اذی: دوسروں سے تکلیف پہنچے۔

غم: دل کی گھٹن گویا یہ سب کو عام ہے۔ کالخماسة: پیری۔

کالارزة: سنوبر یعنی چیز کا درخت۔ انجعافها: ۱۔ جڑ سے

اکھڑنا۔ ۲۔ درمیان سے ٹوٹنا۔ کفائها: جھکاؤ ہے۔ تکفأ

بالبلاء: مڑ جاتی ہے وہ سبزی بڑی ہونے کے باوجود۔ ۱۔ ہوا سے۔ ۲۔

مضر چیز سے۔ ۳۔ مصیبت سے یہ تیسری توجیہ مشیہ کی صفت ہے اور

تنبہ دیتے وقت مشیہ کی صفت بیان کرنا اس کو اصطلاح میں تجرید کہتے

ہیں۔ صما مضبوط۔ یقصرهما: اس کو اللہ تعالیٰ توڑتے ہیں۔

باب شدة المرض

غرض زیادہ بیماری میں ثواب اور منافع کا بیان فرماتا ہے۔

حات: جھاڑتے ہیں گراتے ہیں۔

باب اشد الناس بلاء الانبياء ثم

الامثل فالامثل الاول فالاول

غرض اس حدیث کو بیان فرماتا ہے جو ترمذی اور ابن ماجہ میں ہے عن

کہے اور وہ پھر کیا جواب دے۔

باب عیادة المریض راكباً

وما شیئاً ورد فأعلى الحمار.

غرض یہ بتلانا ہے کہ تینوں طرح عیادت کے لیے جانا ٹھیک ہے۔ ۱۔ سوار ہو کر۔ ۲۔ پیدل۔ ۳۔ کسی کی سواری پر اس کے پیچھے بیٹھ کر جانا یا کسی کو اپنی سواری پر پیچھے بٹھا کر لے جانا۔ ولا ہر ذون۔۔ یہ گھوڑے کی ایک قسم ہے۔

باب قول المریض انی وجع

اوو اساه او اشتد بی الوجع

غرض یہ ہے کہ اس قسم کے الفاظ کہنا جائز ہے صبر کے خلاف نہیں ہے۔ ذاک لوکان وانا حی۔۔ اس عبارت میں ذاک کا اشارہ موت کی طرف ہے جو بعض دفعہ مرض پر مرتب ہو جاتی ہے یعنی اگر میری زندگی میں اے عائشہ تیری موت واقع ہوگئی تو میں تیرے لیے استغفار کروں گا اور دعاء کروں گا۔ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم بل اناوار اساه: بل اضراب کے لیے ہے کہ بلکہ تو میری بیماری کی طرف اے عائشہ متوجہ ہو جا اپنا فکر چھوڑ دے۔ کیونکہ تو ابھی زندہ رہے گی اور میں جلدی فوت ہونے والا ہوں۔

باب قول المریض قوموا عنی

غرض یہ ہے کہ ضرورت کے موقعہ میں بیمار اگر اس طرح کہہ دے تو بھی جائز ہے۔

باب من ذهب بالصبی المریض لیدعی له

غرض یہ ہے کہ بیمار بچے کو کسی بزرگ کے پاس لیجانے برکت حاصل کرنے کے لیے یا دعاء کرانے کے لیے جائز ہے۔ مثل ذوالحجۃ: ۱۔ کبوتری کے انڈے کے برابر۔ ۲۔ ڈولی کے دھاگوں کی گرہ کے برابر۔ ذہن کی ڈولی کے چاروں طرف جو دھاگے لٹکتے ہیں زینت کے طور پر ان میں گرہیں لگالیا کرتے تھے۔

باب تمنی المریض الموت

غرض یہ ہے کہ بیماری میں بے صبری کی وجہ سے موت کی تمنا

شامة. طفیل:۔ یہ تینوں جگہ ہیں مکہ مکرمہ کے قریب۔ بہر حال ان کو مکہ مکرمہ یاد آتا تھا۔ وانقل حماها فاجعلها بالجحفة:۔ اس زمانہ میں حنفہ میں یہودی رہتے تھے جو مسلمانوں کو بہت ایذا پہنچاتے تھے اس لیے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء فرمائی کہ یا اللہ ہمارا بخار حنفہ میں پہنچا دیجیے۔

باب عیادة الصبیان:۔

مصدر کی اضافت مفعول کی طرف ہے غرض یہ ہے کہ بیمار بچوں کی بیمار پرسی کے لیے جانا بھی مستحب ہے۔ وابی بن کعب یحسب:۔ راوی گمان کرتا ہے کہ حضرت ابی بن کعب بھی اس واقعہ میں موجود تھے۔ ان ابنتی قد حضرت:۔ میری بیٹی کی موت قریب ہے اسی حدیث میں آگے یہ ہے کہ وہ بچہ مذکر تھا یہ بظاہر تعارض ہے اس کی توجیہ یہ ہے کہ کسی راوی کو یاد کرنے میں غلطی لگی ہے ظاہر یہی ہے کہ صاحبزادی حضرت زینب ہیں اور ان کے صاحبزادے کا نام علی ہے۔ فاشهدنا:۔ آپ ہمارے پاس تشریف لائیں۔

باب عیادة الاعراب

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ دیہاتی آدمیوں کی عیادت بھی مستحب ہے۔ فنعم اذا طبرانی میں اس واقعہ کا تذکرہ یوں مذکور ہے انا من مینا۔

باب عیادة المشرک

غرض یہ ہے کہ یثنیٰ یا یثنیٰ مصلحت کے لیے کیا کر لینا بھی جائز ہے۔

باب اذا عاد مریضاً فحضرت

الصلوة فصلی بهم جماعة

غرض یہ ہے کہ ایسا کر لینا بھی جائز ہے۔

باب وضع الید علی المریض

غرض یہ ہے کہ ایسا کر لینا بھی بطور شفقت اور برکت کے جائز ہے۔ حتی الساعة:۔ یہاں حتی الی کے معنی میں ہے کہ اب تک میں وہ ٹھنڈک محسوس کرتا ہوں۔

باب ما یقال للمریض وما یجیب

غرض یہ بتلانا ہے کہ بیمار پرسی کرنے والا مریض سے جا کر کیا

کرنا مکروہ ہے البتہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے شوق میں مستحسن ہے جیسے ایک بزرگ کا ارشاد ہے۔

خرم آں روز کہ زیں منزل ویراں بردم
راحت جاں ظلم و زپے جانا بردم
نذر کردم کہ گر آید بسر این غم روزے
تا درمیکده شاداں وغزل خواں بردم

مالا نجدله موضعاً الا التراب: ماصولہ ہے موضعاً بمعنی مصرفاً ہے التراب سے مراد تعمیر ہے معنی یہ ہو گئے کہ ہم نے وہ چیز پائی جس کا مصرف تعمیر کے سوا کچھ نہیں یعنی ضرورت سے زیادہ تعمیر پر خرچ کرنا اچھا نہیں ہے۔ فسددوا: سدا یعنی صواب اور درستگی طلب کرو ٹھیک ٹھیک عمل کرتے رہو۔ قاربوا: اللہ تعالیٰ کا قرب طلب کرو۔ يستعتب: زوال عتب طلب کرے یعنی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی دور کرنے کی کوشش کرے اور توبہ کرے۔

باب دعاء العائد للمريض

غرض یہ بتلانا ہے کہ بیمار پر کسی کرنے والا بیمار کے لیے کیسے دعاء کرے۔

باب وضوء العائد للمريض

غرض یہ ہے کہ بیمار کے لیے وضو کرنا اور وضو کا بچا ہوا برکت والا پانی بیمار پر چھڑکنا مستحسن ہے۔

باب من دعا برفع الوباء والحمى

غرض یہ ہے کہ وبا اور بخار کے دور ہونے کی دعاء کرنا مسنون ہے۔ عقیرتہ: اپنی آواز۔

كتاب الطب

ربط یہ ہے کہ پیچھے مرض کا ذکر تھا اور مرض میں علاج کی ضرورت ہوتی ہی ہے اس لیے اب علاج کے درجہ کتاب الطب کا ذکر ہے ای کتاب فیہ بیان الطب وانواعہ اور علم طب کی تعریف یہ ہے جو علم عرف بہ احوال بدن الانسان من حیث الصحة والمرض۔

باب ما انزل الله داء الا انزل له شفاء: غرض اس حدیث کے مضمون کا بیان ہے۔ سوال بعض دفعہ شفاء

نہیں ملتی۔ جواب۔ اس کی وجہ شفاء والی دواء کا نہ جانا ہوتی ہے۔

باب هل يداوى الرجل المرأة والمرأة الرجل

غرض دونوں صورتوں کے جواز کا بیان ہے اور دوسری صورت تو باب کی حدیث میں صراحتہ موجود ہے اور پہلی صورت کو دوسری پر قیاس فرمایا۔

باب الشفاء في ثلث:

غرض اس حدیث کا بیان ہے۔

وشرطه محجم: اس لفظ شرط کے معنی ہیں جامت کی جگہ پر نشتر وغیرہ مارنا۔ وانهي امتی عن الکی: داغ لگانے سے کیوں منع فرمایا۔ بعض اس کو موثر بالذات سمجھتے تھے اس لیے صرف موثر بالذات سمجھنے سے منع فرمایا مقصود ہے ورنہ جائز ہے۔ ۲۔ یہ علاج پوری تحقیق کے بعد ہونا چاہیے بلا تحقیق کرنے سے منع فرمایا۔ ۳۔ بلا ضرورت اس علاج سے منع فرمانا مقصود ہے۔

باب الدواء بالعسل

غرض یہ بتلانا ہے کہ شہد بہت سی بیماریوں کا علاج ہے۔

لذعة بنار: ہلکا سا جلانا آگ سے۔ وما احب ان اکتوی: میں داغ لگانے کو پسند نہیں کرتا یعنی بلا اضطراب نہ لگانا چاہیے کیوں۔ ۱۔ اس میں درد ہوتی ہے۔ ۲۔ بعض دفعہ نقصان کا بھی اندیشہ ہوتا ہے۔

باب الدواء بالبان الابل:

غرض یہ ہے کہ اونٹنی کے دودھ سے بھی کسی بیماری کا علاج کرنا جائز ہے۔ وخمة: ناموائق۔

باب الدواء بابوال الابل

غرض یہ بتلانا ہے کہ اونٹ کے پیشاب سے علاج کرنے کا کیا حکم ہے پھر اس واقعہ میں جو اونٹ کے پیشاب سے علاج کیا گیا ہے اس کی دو توجہیں ہیں۔ ۱۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی سے بتلایا گیا تھا کہ ان لوگوں کی شفاء اونٹ کے پیشاب سے ہی ہے جیسے حضرت زبیر کی خصوصیت تھی ان کی غارش کا علاج ریشی کپڑوں سے کیا گیا تھا پس یہ ثابت ہوا کہ اگر یقین ہو جائے کہ

باب الحکم فی السفر والا حرام

غرض یہ بیان فرمانا ہے کہ سفر میں اور احرام کی حالت میں بھی سیٹگی لگوانا جائز ہے۔ اختلاف کتاب الحج میں گزر چکا ہے۔

باب الحجامة من الداء

غرض یہ ہے کہ بیماری کی وجہ سے جگہ کرنا جائز ہے من اجلہ ہے۔ لا تعذبوا اصبیانکم بالغمز من العذرة: ناک اور گلے کے درمیان پھوڑا سا بچوں میں بن جاتا ہے اس کو عذرة کہتے ہیں۔ اس کے علاج کے طور پر کپڑے کی رسی بنا کر بچے کے گلے میں ڈال کر کالا خون عورتیں نکالا کرتی تھیں بعض دفعہ بچہ زخمی ہو جاتا تھا اس کی جگہ قسط کے استعمال کا حکم فرمایا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اس کو رگڑ کر پانی میں ملا کر ناک میں ٹپکائیں۔

باب الحجامة علی الراس

غرض یہ ہے کہ یہ بھی جائز ہے بلحی جمل: یہ جگہ کا نام ہے۔

باب الحجامة من الشقيقة والصداع

یہاں عطف العام علی الخاص ہے کیونکہ شقیقہ کے معنی ہیں آدھے سر کا درد اور صداع کے معنی ہیں سر کے اعضاء میں سے کسی عضو کا درد اور غرض یہ ہے کہ ان دونوں کے لیے بھی حجامت مفید ہوتی ہے۔

باب الحق من الاذی:

غرض یہ ہے کہ تکلیف کی وجہ سے سر منڈانا احرام میں بھی جائز ہے بعد میں فدیہ دے دے۔

باب من اکتوی او کوی

غیرہ وفضل من لم یکتو

غرض یہ ہے کہ داغ خود کو لگوانا یا غیر کو لگانا جائز ہے لیکن چھوڑنا افضل ہے۔ ۱۔ توکل کی وجہ سے۔ ۲۔ شدید ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے دو تو جہیں ہیں۔ وما احب ان اکتوی:۔ نمی تزی بھی ہے۔ ثم دخل ولم یبین:۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرہ مبارک میں تشریف لے گئے اور سبعین کی وضاحت نہ فرمائی۔ فافاض القوم:۔ لوگ اس میں بحث

فلاں حرام چیز میں شفاء ہے تو اس کے استعمال کی گنجائش ہے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ کو تو معلوم ہی تھا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی وحی سے معلوم ہو چکا تھا کہ ان کا خاتمہ کفر پر ہونے والا ہے اس لیے اگر کافر کا علاج حرام اور نجس سے ہو جائے تو کچھ بعید نہیں۔

باب الحبة السوداء

یہ ایک دوا ہے جس کو شونیز اور کونجی بھی کہتے ہیں غرض یہ ہے کہ اس سے علاج کرنا بھی جائز ہے بعض بیمار یوں میں اس کو پیس کر اور زیتون کے تیل میں ملا کر ناک میں ٹپکایا جاتا ہے۔

باب التلبينة للمریض

غرض یہ بتلانا ہے کہ تلبینہ بیمار کو دینا مفید ہوتا ہے اور یہ لٹی ہے جو آٹے کے چھان اور دودھ اور شہد سے بنتی ہے یہ پتلا ہونے میں اور رنگ میں دودھ جیسی ہوتی ہے اس لیے اس کو تلبینہ کہتے ہیں۔ جب آٹے کو چھانتے ہیں تو جو چیز چھاننی میں رہ جاتی ہے اس کو آٹے کا چھان کہتے ہیں۔ البغیض:۔ مریض اس کو ناپسند کرتا ہے۔

باب السعوط

وہ دوا جو ناک میں ڈالی جاتی ہے اس کو سعوط کہتے ہیں غرض یہ بتلانا ہے کہ بعض حالات میں ناک میں دوا ڈالنا مفید ہوتا ہے۔

باب السعوط بالقسط الهندی والبحری

غرض یہ ہے کہ بعض دفعہ اس دوا کا ناک میں ٹپکانا مریض کے لیے مفید ہوتا ہے۔ العذرة:۔ دو معنی کئے گئے ہیں۔ ۱۔ گلے میں درد ہوتی ہے جو خون کی خرابی کی وجہ سے اٹھتی ہے۔ ۲۔ زخم ہوتا ہے جو ناک اور حلق کے درمیان ہوتا ہے۔ یلد:۔ منہ کی ایک جانب دوا رکھی جاتی ہے وہاں سے گلے میں پہنچتی رہتی ہے۔

باب ابی ساعة یحتجم

غرض یہ ہے کہ حجامت کے لیے کوئی دن یا وقت مقرر نہیں ہے کہ اس کے سوا جائز ہی نہ ہو البتہ بعض دنوں میں اس کا فائدہ زیادہ ہوتا ہے جیسا کہ ابوداؤد کی روایت میں ہے عن ابی ہریرۃ مرفوعاً من اجم سبع عشرة و تسع عشرة و احدى عشرین کان شفاء من کل داء۔

کرنے لگ گئے کہ سبعین کا مصداق کون ہیں۔

باب الاثمد والکحل من الرمد:

کحل عام ہے اثمہ سے غرض یہ ہے کہ اثمہ نام والا عمدہ سرمہ یا کوئی سرمہ آنکھ کی تکلیف میں استعمال کرنا چاہے تو مفید ہے لیکن جس عورت کا خاندن فوت ہو چکا ہو وہ عدت میں سرمہ استعمال نہ کرے۔

فیہ ام عطیہ: حضرت ام عطیہ والی روایت کتاب الطلاق میں گزر چکی ہے اس میں سوگ کا ذکر ہے کہ سوگ کے دنوں میں سرمہ نہ استعمال کرے۔ سوال۔ اس ام عطیہ والی روایت میں اثمہ کا ذکر تو نہیں ہے۔ جواب۔ اہل عرب اثمہ سرمہ بکثرت استعمال کرتے تھے اس لیے اس کا ذکر اگرچہ صراحتہ نہیں ہے لیکن سرمہ کے ذکر میں ضمناً آگیا۔ **فلا اربعة اشهر وعشرا:** ای فلا تکنحل اربعة اشهر وعشرا۔ باب الجذام: غرض جذام کا حکم بیان فرمانا ہے۔ جذام اس بیماری کو کہتے ہیں جو انسانی بدن میں سوداء کے بڑھ جانے سے پیدا ہوتی ہے۔ جب سوداء اعضاء میں پھیل جاتا ہے تو اعضاء کا مزاج بگڑ جاتا ہے اور اعضاء کی حالت بدل جاتی ہے اور یہ بیماری جب زیادہ ہوتی ہے تو اعضاء کو کھانا شروع کر دیتی ہے اور گرانا شروع کر دیتی ہے انسانی بدن میں چار خلطیں ہوتی ہیں خون بلغم سودا صفراء اور مزاج کے معنی یہ ہیں کہ دو مخالف صفتوں والی چیزیں جب مل جاتی ہیں تو ان سے ایک درمیانی کیفیت پیدا ہوتی ہے اس درمیانی کیفیت کو مزاج کہتے ہیں۔ جیسے تیز گرم پانی اور ٹھنڈا پانی مل جائیں تو نیم گرم پانی بن جاتا ہے۔ **لاعدوی:** ایک قول یہ ہے کہ اس کے معنی ہیں کہ کوئی مرض کبھی بھی متعدی نہیں ہوتا کہ ایک سے دوسرے کو لگ جائے۔ ۲۔ کسی مرض میں بالذات متعدی ہونے کا اثر نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ چاہیں گے تو دوسرے کو لگے گا نہ چاہیں گے تو نہ لگے گا۔ **ولا طيرة:** زمانہ جاہلیت میں رواج تھا کہ سفر کرنا ہوتا تو کسی درخت پر جا کر پرندوں کو اڑاتے تھے اگر وہ دائیں طرف کو اڑتے تو سفر کرتے تھے اور اگر بائیں طرف کو اڑتے تھے تو سفر نہ کرتے تھے اس فضول رسم سے منع فرمادیا۔ **ولا هامة:** اس

میں صحیح یہ ہے کہ میم پر شد نہیں ہے گو بعضوں نے شد بھی پڑھی ہے اس کے معنی کیا ہیں۔ ۱۔ الوکو منحوس سمجھتے تھے اس سے منع کر دیا گیا کہ ایسا نہ سمجھو۔ ۲۔ کسی کو ناحق قتل کر دیا گیا ہو تو زمانہ جاہلیت میں یہ سمجھتے تھے کہ اس کی روح الوکی شکل میں آتی ہے اور کہتی ہے کہ استقونی استقونی کہ مجھے پلاؤ یعنی بدلہ لو اور جب بدلہ لے لیا جاتا ہے تو چلی جاتی ہے اس کا رد فرمایا کہ یہ غلط ہے۔ ۳۔ پرانی ہڈیاں الوکی شکل میں آتی ہیں اور اپنے زمانہ کی خبریں دیتی ہیں اس کو غلط قرار دینا مقصود ہے۔ **ولا صفر:** ۱۔ پیٹ میں زمانہ جاہلیت میں ایک سانپ سمجھتے تھے جو بھوک لگنے پر کاٹتا ہے اس کا رد فرمادیا کہ ایسا نہیں ہے۔ ۲۔ صفر کے مہینہ کو فتنوں کا سبب سمجھتے تھے فرمادیا کہ ایسا نہیں ہے۔ ۳۔ کبھی محرم کو صفر اور صفر کو محرم بنا دیتے کبھی نہ بناتے اس سے منع فرمادیا۔ **فرمن المجدوم کما تفرمن الاسد:** ۱۔ کوڑھی سے اسی طرح بھاگ جیسے شیر سے بھاگتے ہوتا کہ تمہیں عدوی کا دوسرہ نہ آئے جو کہ واقع میں بالکل نہیں ہے یہ تو جیہ وہ حضرات فرماتے ہیں جو لا عدوی کے معنی کرتے ہیں کہ کوئی بیماری کبھی بھی متعدی نہیں ہوتی۔ ۲۔ جو حضرات اس حدیث لا عدوی کے معنی یہ کرتے کہ متعدی ہونا اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر نہیں ہے وہ یہ معنی کرتے ہیں کہ علاج اور تدبیر کے درجہ میں کوڑھی سے دور رہو ایسا نہ ہو کہ تمہیں یہ بیماری لگ جائے کیونکہ کبھی دوسرے سے بیماری لگ جاتی ہے جب اللہ تعالیٰ چاہیں اور کبھی نہیں لگتی جب نہ چاہیں اس لیے تم احتیاط کرو اور دور رہو۔

باب المن شفاء من العين:

غرض اس حدیث کا بیان ہے جس میں یہ مضمون ہے۔ **الکماء من المن:** من و سلسوی کی طرح بلا مشقت آگ آتی ہے اس کو سانپ کی چھتری کہتے ہیں بارش سے خود بخود ہو جاتی ہے۔ **ماءها شفاء للعين:** اسی الکماء کا پانی نظر بد سے شفاء ہے کیونکہ دوسری روایت میں یوں ہے شفاء من العین۔ **قال شعبة لما حدثني به الحكم لم انكره من حديث عبد الملك:** راوی عبد الملك کو اخیر عمر میں تغیر ہو گیا تھا اس لیے

ہے۔ ۲۔ سینے کی پسلیوں میں سخت ہوا بند ہو جاتی ہے۔ یہاں دوسری قسم مراد ہے۔ اذن:۔ مراد وجع الاذن ہے کان کا درد۔

باب حرق الحصریر لیسد به الدم

غرض اس علاج کا بتلانا ہے۔

باب الحمی من فیح جہنم

غرض یہ بتلانا ہے کہ بخار کی بعض قسمیں جہنم کی لپٹ کا نمونہ ہیں تاکہ ہم عبرت پکڑیں جیسے دنیا میں کئی قسم کی لذتیں جنت کے نمونہ کے طور پر پیدا کی گئی ہیں تاکہ جنت کا شوق پیدا ہو۔

باب من خرج من ارض لا تلائمه

غرض یہ مسئلہ بیان فرماتا ہے کہ جس علاقہ کی آب و ہوا موافق نہ آئے اس کو چھوڑ دینا جائز ہے۔ ریف:۔ کھیتی والی زمین۔ واستو خموا:۔ ناموافق پایا۔

باب ما یذکر فی الطاعون:۔

غرض طاعون کے متعلق شرعی احکام کا بیان ہے۔ بسو رخ:۔ اس میں باء فی کے معنی میں ہے اور سرخ ایک گاؤں کا نام ہے جو شام کے راستہ میں ہے۔ عدو تان:۔ اس کے معنی ہیں طرفان۔

باب اجر الصابر فی الطاعون:۔

غرض صبر کا ثواب بیان فرماتا ہے خواہ خود اس شخص پر طاعون آئے اور صبر کرے خواہ اس کے شہر میں کسی پر طاعون آئے اور وہ نہ بھاگے۔

باب الرقی بالقراں والمعوذات:۔

غرض یہ ہے کہ یہ جائز ہے اور معوذات کو جمع اس لیے لایا گیا ہے کہ سورۃ اخلاص کو بھی سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کے ساتھ تغلیباً لایا گیا ہے۔

باب الرقی بفاتحة الكتاب

غرض یہ ہے کہ یہ جائز ہے۔

باب الشرط فی الرقیة بقطیع من الغنم

غرض یہ ہے کہ یہ بھی جائز ہے۔

باب رقیة العین

غرض یہ ہے کہ کسی شخص کو نظر بد لگ گئی ہو تو جس کو نظر لگی ہو وہ

شعبہ نے ان کی روایت میں توقف فرمایا لیکن جب حکم سے تائید ہو گئی تو اعتماد ہو گیا یہی بات حضرت شعبہ یہاں بیان فرما رہے ہیں۔

باب اللدود: اس کی صورت یہ ہے کہ منہ کی ایک جانب

دانٹوں اور رخسار کے درمیان دوا رکھی جاتی ہے آہستہ آہستہ اس کا اثر گلے تک جاتا رہتا ہے۔ غرض یہ ہے کہ بعض بیماریوں میں اس طرح دوا دینا مفید ہوتا ہے۔ وقد اعقلت علیہ:۔ انگلی وغیرہ سے کوا اٹھایا۔ العذرة:۔ کوا گر جانا۔ ماتذ عون اولاد کن بهذا العلاق:۔ تم یہ کیا اپنی اولاد کا کوا اٹھاتی ہو انگلی وغیرہ سے یعنی ایسا نہ کیا کرو۔ باب:۔ بعض نسخوں میں یہاں لفظ باب نہیں ہے اس لحاظ سے یہ حدیث گذشتہ باب کا جزء ہے سوال اس حدیث میں تولد و کا بالکل ذکر نہیں ہے اس لیے نہ یہ گذشتہ باب کا جزء بن سکتی ہے نہ تتمہ بن سکتی ہے۔ جواب:۔ گذشتہ باب کی روایت میں مریض کی مخالفت کا ذکر تھا اس روایت میں مریض کی موافقت کا ذکر ہے اس لیے مناسبت ہو گئی الاشیاء تعرف باضدادھا۔ باب العذرة:۔ غرض اس بیماری کا علاج بیان فرمانا ہے اس کی ایک صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ گلے کے کنارے پر گوشت کا ٹکڑا ہوتا ہے اس کو کوا کہتے ہیں وہ گر جاتا ہے۔

باب دو المبطون

غرض ہیضہ کی بیماری کا علاج بتلانا ہے۔ باب لا صفر:۔ غرض اس حدیث کا بیان ہے جس میں لا صفر مذکور ہے پھر امام بخاری نے صفر کی اس تفسیر کو اختیار فرمایا کہ پیٹ میں ایک سانپ مانتے تھے زمانہ جاہلیت میں جو بھوک لگنے پر کاٹتا تھا اور پھر اس بیماری کو متعدی بھی سمجھتے تھے اس حدیث میں متعدی ہونے کا رد بھی ہے چنانچہ امام بخاری فرما رہے ہیں لا صفر کے بعد باب ہی کے ماتحت وھوداء یاخذ البطن۔ اسی ارشاد لا صفر کی باقی تفسیر عنقریب باب الحجام میں گزر چکی ہیں۔

باب ذات الجنب

غرض اس بیماری کی دوا کا بتلانا ہے پھر ذات الجنب کا اطلاق دو بیماریوں پر ہوتا ہے۔ ۱۔ سینے کی پسلیوں کے پردہ پر درم آ جاتا

صرف بیان جواز تھا بیان استحباب نہ تھا۔ ۲۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا توکل بہت مضبوط تھا تعویذ کرنے یا کرانے سے اس میں کمزوری نہ آتی تھی۔ دوسرے میں کمزوری آ سکتی ہے۔

باب الطیرة: اس کے معنی ہیں پرندوں کی آوازوں یا ناموں یا اڑنے سے بد فالی پکڑنا مثلاً زمانہ جاہلیت میں کوئی سفر کرنا ہوتا تو کسی درخت پر جاتے اور پرندے کو اڑاتے تھے اگر وہ دائیں طرف اڑتا تو سفر کرتے تھے اور اگر بائیں طرف اڑتا تو سفر کو منحوس سمجھتے اور سفر نہ کرتے تھے اس باب کی غرض یہ ہے کہ یہ کوئی چیز نہیں اور اس طرح نحوست نہ پکڑنی چاہیے۔ سوال۔ اس باب کی پہلی روایت میں لا طیرة بھی ہے اور ساتھ ہی یہ ارشاد بھی ہے والشوم فی ثلث فی المرأة والدار والدابة یہ تو تعارض ہے نحوست کی نفی بھی ہے اور نحوست کا اثبات بھی ہے۔ جواب۔ مقصد استثناء ہے کہ ان تین چیزوں میں تو نحوست ہے اور جب ان تین چیزوں میں سے کسی میں نحوست ظاہر ہو تو الگ ہو جانا جائز ہے باقی چیزوں میں جن میں زمانہ جاہلیت میں نحوست مانتے تھے ان میں نہیں ہے۔ ان تین چیزوں کی نحوست کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔ **باب الفال:**

اس کے معنی ہیں کوئی اچھا کلمہ سن کر اچھا شگون لینا کہ امید ہے کہ یہ سفر وغیرہ اچھا رہے گا۔ باب کی غرض یہ ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے۔ لا طیرة وخیر ہا الفال:۔ سوال۔ طیرة تو نحوست ہے پھر یہ کیوں ارشاد فرمایا کہ اچھی نحوست اچھا شگون ہے فال تو طیرہ میں داخل نہیں ہے جواب طیرة کے لغوی معنی شگون ہیں اچھا اور برا دونوں اس میں داخل ہیں اور عربی معنی صرف برا شگون ہے یہاں لا طیرة میں عربی معنی مراد ہیں اور خیر ہا میں لغوی معنی مراد ہیں اسی کو صنعت استحدام کہتے ہیں کہ اسم ظاہر میں ایک معنی مراد ہوں اور ضمیر میں دوسرے معنی مراد ہوں۔ **باب لا ہامة:** زمانہ جاہلیت میں لوگوں نحوست سمجھتے تھے اس کا رد کرنا مقصود ہے مزید تفصیل پیچھے گزر چکی ہے باب الجذام میں۔ **باب الکھانة:** غرض کہانت کی حقیقت کا بیان ہے یعنی دعویٰ کرنا کہ ہم غیب کا علم رکھتے ہیں اور آئندہ کی باتیں بتلاتے ہیں لیکن ساتھ ساتھ اسباب کو بھی اختیار

اگر کوئی تعویذ بطور علاج کرے تو یہ جائز ہے۔ سفعة:۔ زردی۔ **باب العین حق:** طبعی فلاسفہ جو علم طبیعیات بیان کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ نظریہ لگنا کوئی چیز نہیں ہے کیونکہ جو چیز نظر آتی اس کا کوئی وجود نہیں اس قول کا رد کر دیا حدیث پاک سے۔

باب رقية الحية والعقرب

غرض یہ کہ یہ جائز ہے۔

باب رقية النبی صلی اللہ علیہ وسلم

غرض ان الفاظ کا بیان ہے جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم بطور تعویذ پڑھا کرتے تھے۔

بسم الله تربة ارضنا بريقة بعضنا يشفي سقيمنا
ارض سے مراد یا تو ارض مدینہ منورہ ہے یا مطلق زمین ہے پھر بعض نے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ ریق یہاں کنایہ مٹی سے ہے اور معنی یہ ہیں کہ آپ نے انسان کو مٹی اور مٹی سے پیدا فرمایا ہے جو دونوں ہلکی چیزیں ہیں ایسے ہی آپ کے لیے شفاء بھی ہلکی یعنی آسان ہے آپ شفاء عطا فرمادیں۔

باب النفث فی الرقية

غرض حضرت اسود بن یزید تابعی کا رد ہے جو تعویذ میں دم کرنے کو ناجائز کہتے تھے۔ **قلبة:** تکلیف جس کی وجہ سے بستر پر بیمار پلٹیاں کھاتا ہے۔

باب مسح الراقی الوجع بیده الیمنی

غرض ایسا کرنا بھی جائز ہے۔

باب المرأة ترقی الرجل

غرض یہ ہے کہ یہ بھی جائز ہے۔

باب من لم یرق

یہ دونوں طرح پڑھا گیا ہے یرق معلوم اور یرق مجہول غرض اس شخص کی فضیلت کا بیان ہے جو کسی دوسرے کا علاج تعویذ سے نہ کرے یا اپنے لئے تعویذ نہ کرائے۔ سوال۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تو تعویذ کیا بھی ہے اور کرایا بھی ہے۔ جواب۔ ا۔ یہ

قریب کسی جگہ دفن کروادیا اور لوگوں میں اس کا اعلان نہ فرمایا۔
مشافہ:۔ سوت کے دھاگے کے ٹکڑے۔

باب الشرک والسحر من الموبقات

غرض یہ بیان فرمانا ہے کہ شرک اور جادو ان گناہوں میں سے ہیں جو ہلاک کرنے والے ہیں۔

باب هل يستخرج السحر

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ جس جگہ جادو کی چیزیں رکھی گئی ہوں وہاں سے نکالنا جائز ہے یا نہ۔ امام بخاری نے یقین سے اس مسئلہ کو بیان نہیں فرمایا کیونکہ اس میں اختلاف ہے البتہ یہ اشارہ فرمادیا کہ راجح یہی ہے کہ نکالنا جائز ہے کیونکہ شروع میں حضرت ابن المسیب کا قول جواز کا ذکر فرمادیا حضرت حسن بصری اس نکالنے کو مکروہ قرار دیتے تھے کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ المنشرة من عمل الشیطان کہ تعویذ گنڈے سے جادو کا علاج کرنا شیطان کا عمل ہے حضرت ابن مسیب اشارہ فرما رہے ہیں کہ منع صرف اسی تعویذ گنڈے سے کیا گیا ہے جس میں دوسرے کو ایذا پہنچانی مقصود ہو۔ رجل به طب او یوخذ عن امرأة ایحل عنه او ینشر:۔ کسی آدمی پر جادو کر دیا گیا ہو یا ایسا جادو ہو کہ بیوی سے جماع نہ کر سکتا ہو تو کیا اس سے جادو ہٹایا جائے گا یا تعویذ گنڈے سے علاج کیا جائے گا پھر یہ اوینشر یا تو شک راوی ہے کیونکہ اس کے اور تکل عنہ کے ایک ہی معنی ہیں یا لف و نشر مرتب ہے کیونکہ تشبیر اس علاج کو کہتے ہیں جس کا تعلق بیوی سے ہو۔ کان یوی انه یاتی النساء ولا یتھن: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم خیال فرماتے تھے کہ بیوی کے پاس جانے کی حاجت ہے لیکن حاجت نہ ہوتی تھی اس حدیث پاک سے صاف معلوم ہوا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر جو جادو کیا گیا تھا اس کا اثر صرف بیوی کے پاس جانے ہی کے بارے میں تھا اور صرف بدن مبارک پر اثر ہوا تھا عقل اور فہم اور توجہ الی اللہ پر کچھ اثر نہ تھا اسی لیے اس حدیث میں ہی دعا فرمانا مذکور ہے کہ یا اللہ مجھے میری بیماری کا پتہ چل جائے اسی موقعہ میں معوذتین کا نازل ہونا

کرتے ہیں یعنی شیاطین سے تعلقات لیکن یہ صرف علم غیب کا دعویٰ ہی ہے حقیقی علم غیب نہیں ہے کیونکہ حقیقی علم غیب تو بلا اسباب ہوتا ہے۔ قال علی قال عبد الرزاق مرسل الکلمة من الحق:۔ یعنی پہلے امام عبد الرزاق نے ان تینوں لفظوں کو مرسل قرار دیا تھا پھر مسند قرار دے دیا۔ باب السحر:۔ غرض یہ بیان کرنا ہے کہ سحر ثابت ہے اس کے لیے چند آیات اور ایک حدیث امام بخاری نے ذکر فرمائی اور یہی جمہور کا قول ہے۔ ابن حزم طاہری اور ابوبکر رازی حنفیہ میں سے اور ابو جعفر استرابی شوافع میں سے فرماتے ہیں کہ سحر کا کوئی وجود نہیں ہماری دلیلیں اس باب میں ذکر کی ہوئی آیتیں ہیں۔ ۱۔ مثلاً ولكن الشیاطین کفروا یعلمون الناس السحر۔ ۲۔ حدیث الباب عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت سحر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجل من بنی زریق اور ابن حزم وغیرہ کی دلیل یہ ہے کہ جس چیز کو سحر کہا جاتا ہے وہ تو خیالات باطلہ ہیں جواب آیات اور حدیث کو قیاس پر ترجیح حاصل ہے۔ سوال۔ کتاب الطب میں جادو کو کیوں ذکر فرمایا جواب آگے ایک باب چھوڑ کر باب هل يستخرج السحر آئے گا اس میں پھر یہی حدیث ہے اس میں یہ لفظ بھی ہیں اما اللہ فقد شفانی اللہ اس سے معلوم ہوا کہ سحر بھی ایک بیماری ہے اس لیے اس کو کتاب الطب میں ذکر فرمایا پھر قریب والے گزشتہ باب سے ربط یہ ہے کہ کہانت اور سحر دونوں میں شیاطین کا دخل ہوتا ہے۔ تسحرون تعمون:۔ اس میں آیت کی طرف اشارہ ہے سيقولون لله قل فانی تسحرون۔ فی مشط و مشاط: کنگھی میں اور کنگھی سے نکلے ہوئے بالوں میں۔ وجف طلع نخلة ذکر:۔ زکھجور کے خوشے کی جھلی میں۔ بیر ذروان:۔ مدینہ منورہ میں بنی زریق کا کنواں تھا یعنی کنگھی کے بالوں کو جھلی میں رکھ کر کنویں میں رکھا گیا تھا۔ کان ماء ها نقاعة الحناء:۔ اس کا پانی ایسا سرخ تھا گویا اس میں مہندی ڈالی گئی ہو۔ ان اثور علی الناس:۔ میں ناپسند کرتا ہوں کہ اس معاملہ کو لوگوں میں پھیلائیں چنانچہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چیزوں کو کنویں سے نکال کر

نے زہر کھلا دی تھی سم کی اضافت مفعول کی طرف ہے۔

باب شرب السم والدواء به وبما يخاف منه والخبيث

غرض یہ ہے کہ زہر اور دوسری نقصان دہ چیزوں سے علاج کرنا جائز نہیں ہے یہی حدیث الباب سے نکل رہا ہے کیونکہ اس باب کی حدیث میں زہر کھانے کو عذاب کا سبب قرار دیا گیا ہے چونکہ یہ بات ظاہر تھی اسی لئے امام بخاری نے عدم جواز کا لفظ باب میں رکھنے کی ضرورت نہ سمجھی۔ البتہ اگر مصلح ساتھ ملا لیا جائے تو پھر استعمال کی گنجائش ہے۔

خالداً مخلداً فیہا ابدالاً:۔ سوال مومن تو ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہتا۔ جواب۔ ۱۔ یہاں ان کاموں کو حلال سمجھنے والا مراد ہے۔ ۲۔ مکث طویل مراد ہے۔

باب البان الاتن

غرض حضرت عطاء اور حضرت طاؤس اور حضرت زہری کے قول کو رد کرنا ہے کیونکہ ان حضرات کے نزدیک گدھی کا دودھ حلال ہے۔ وعندا کجہو رحلال نہیں منشاء اختلاف زیر بحث باب کی حدیث ہے عن ابن شہاب فقد بلغنا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن لحومها ای لحوم الاتن ولم یبلغنا عن البانھا امر ولا نھی ہم اس سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ جب گوشت حرام ہے تو دودھ چونکہ گوشت سے ہی بنتا ہے اس لئے وہ بھی حرام ہے۔ وہ حضرات ظاہر الفاظ کو لیتے ہیں کہ امر اور نھی البان کے بارے میں ثابت نہیں اور اصل اباحت ہے اس لئے جائز ہے ترجیح جمہور کے قول کو ہے کہ تعارض کے وقت ترجیح محرم کو ہوتی ہے۔ هل نتوضا اونسرب البان الاتن:۔ اس عبارت میں تنازع الفاعلین ہے اور دو سوال کرنے مقصود ہیں کیا ہم گدھی کا دودھ پی لیں اور کیا گدھی کے دودھ سے وضو کرنا جائز ہے۔

باب اذا وقع الذباب فی الاناء:

غرض یہ بتلانا ہے کہ اگر کھسی پانی وغیرہ میں گر جائے تو اس کا کیا حکم ہے پھر حکم کی تفصیل باب میں نہ بتلائی کیونکہ حدیث میں آرہی تھی۔

بھی ہوتا ہے اس لیے جادو کا اثر بخار اور سردی کے درجہ میں تھا۔

راعوفة:۔ بڑا پتھر۔ حتی استخراجہ: سوال۔ غفریب باب السحر میں روایت گزری ہے اس سے اسی واقعہ میں عدم استخراج ثابت ہو رہا ہے اور یہاں استخراج ہے یہ تو تعارض ہے۔ جواب۔ ۱۔ جہت یعنی جملگی کو نکال دیا گیا تھا باقی چیزوں کو نہ نکالا گیا۔ ۲۔ سب چیزوں کو نکال کر قریب کسی جگہ دفن کر دیا گیا تھا اور عدم استخراج کے معنی ہیں کہ اس بات کو مشہور نہ کیا گیا تھا۔ افلا ای تنشرت:۔ اس عبارت میں ای تنشرت یہ تفسیر راوی کی طرف سے ہے کہ آپ نشرہ کیوں استعمال نہیں فرما لیتے یعنی ایسے تعویذ کیوں استعمال نہیں فرما لیتے جس سے بیوی کے پاس جانے سے رکاوٹ دور ہو جائے اس عبارت سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔ ۱۔ نشرہ کا استعمال جائز ہے۔ ۲۔ نشرہ ایک مشہور چیز تھی۔ باب السحر:۔ اور بعض نسخوں میں یہاں یہ باب نہیں ہے اور نہ ہونانی اولیٰ ہے کیونکہ وہ باب چھوڑ کر یہی باب گزر چکا ہے۔

باب من البیان سحر

غرض یہ بتلانا ہے کہ حقیقی سحر کے علاوہ ایک مجازی سحر بھی ہوتا ہے اور وہ کلام مؤثر ہے۔

باب الدواء ما لعجوة للسحر

غرض یہ بتلانا ہے کہ عجوہ کھجوریں جادو کا علاج ہیں اور یہ کھجوریں مدینہ منورہ کی عمدہ کھجوروں میں سے ہیں۔

باب ولا هامة

غرض میں دو تقریریں ہیں۔ ۱۔ الوکو منحوس نہ سمجھو۔ ۲۔ زمانہ جاہلیت کی طرح یہ نہ سمجھو کہ پرانے مردوں کی ہڈیاں الو کی شکل میں آکر اپنے زمانہ کے حالات سناتی ہیں۔ سوال یہ باب تو باب پیچھے گزرا ہے۔ جواب چونکہ ولا هامة کی متعدد تفسیریں ہیں اس لئے پیچھے ایک تفسیر مراد تھی یہاں دوسری مراد ہے۔ باب لا عدوی: یہ مسئلہ بتلانا مقصود ہے کہ بیماریاں متعدی نہیں ہوتیں۔

باب ما یدکر فی سم النبی صلی اللہ علیہ وسلم غرض اس واقعہ کا بیان ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی

ٹخنے ڈھانپنے کی طرح ہی قبیح ہے۔

کتاب اللباس

باب الازار المہذب

غرض یہ ہے کہ جس لباس کے کنارے پردھاگے ہوں اس کا پہننا بھی جائز ہے۔

باب الاردية

رداء اس کپڑے کو کہتے ہیں جو کندھے پر ڈالا جاتا ہے غرض یہ ہے کہ ان کا استعمال بھی جائز ہے۔

فدعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم بردائه

اپنی چادر گھر سے منگوائی۔

باب لبس القميص

غرض یہ ہے کہ قمیص کا پہننا بدعت نہیں ہے بلکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارکہ میں قمیص پہننا بہت مشہور تھا۔

باب جیب القميص من عند الصدر وغيره

غرض یہ ہے کہ قمیص کا گریبان یعنی پھٹا ہوا حصہ جس میں سے سر ڈالا جاتا ہے وہ سینے پر بنانا مسنون ہے گو کسی اور جگہ بنانا بھی جائز ہے۔

يقول باصبه هكذا في جيبه: . نبی پاک صلی

اللہ علیہ وسلم اپنی انگلی گریبان میں ڈال کر اشارہ فرما رہے تھے اور پیچھے سینے کا ذکر تھا تو معلوم ہو گیا کہ گریبان بھی سینہ پر ہی تھا۔

فلورایتہ: اس کی جزا مخدوف ہے۔ تعجبت: منہ۔

باب من لبس جبة ضيقة الكمين في السفر

غرض یہ ہے کہ ضرورت کے موقعہ میں تنگ آستینوں والا جبہ پہننا بھی جائز ہے اور یہ ضرورت سفر میں زیادہ ہوتی ہے۔

باب لبس جبة الصوف في الغزو

غرض یہ ہے کہ یہ جائز ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اور صوفیہ کا لباس ہے اسی لئے ان کو صوفیہ کہتے تھے۔ سوال پیچھے بھی جبہ پہننے کا جواز گزرا ہے یہ تو تکرار ہوا جواب یہاں زائد قید ہے صوف کی اور غزو کی اس لئے تکرار نہیں ہے۔

غرض لباس کی انواع و احکام کا بیان ہے ربط یہ ہے کہ پیچھے کتاب الطب میں بدن کی اصلاح تھی اب لباس کی اصلاح ہے اور بدن کا درجہ چونکہ لباس سے اونچا ہے اس لئے بدن کی اصلاح کو مقدم فرمایا لباس کی اصلاح پر۔ قل من حرم زينة الله التي اخرج لعباده: . اس سے ثابت ہوا کہ لباس کا استعمال جائز ہے جبکہ اسراف بھی نہ ہو تکبر کے طور پر بھی نہ ہو جیسا کہ اس باب کی روایات سے ثابت ہو رہا ہے۔

باب من جرازاره من غير خيلاء

غرض یہ ہے کہ اگر غیر اختیاری طور پر تہ بند ٹخنے سے نیچے ہو جائے اور پتہ چلتے ہی اونچا کرے تو معاف ہے۔ اختیاری طور پر جب بھی نیچے کرے گا تکبر اور گناہ ہی ہو گا کیونکہ اختیاری طور پر نیچے کرنا ہی تکبر ہے۔ یہ نہیں ہے کہ اختیاری طور پر نیچے کرنا دو قسم کا ہے تکبر کے طور پر اور بلا تکبر اس لئے بعض کا یہ خیال فاسد ہے کہ چونکہ ہماری نیت تکبر کی نہیں ہے اس لئے ہمارے لئے جائز ہے۔

باب التشمير في الثياب

غرض تہ بند کو ٹخنوں سے اونچا کرنے کا حکم بیان فرماتا ہے کہ ایک درجہ واجب ہے یعنی ٹخنے نیچے کرنا اور ایک درجہ مستحب ہے یعنی آدھی پنڈلی تک اونچا کرنا لیکن اکابر نے اس فقہ کے زمانہ میں صرف ٹخنے نیچے رکھنے کو اولیٰ قرار دیا ہے تاکہ زیادہ اونچے تہ بند کو دیکھ کر اس سنت کا مذاق اڑانے سے ایمان ضائع نہ کر لیں۔

باب ما اسفل من الكعبين فهو في النار

غرض ٹخنے ڈھانپنے کی قباحت کا بیان ہے۔

باب من جر ثوبه من الخيلاء

غرض ایسا کرنے کا حکم بتلاتا ہے۔ یمشی فی حلة تعجبه نفسه: . اس حدیث کو اس جرازار کے باب میں لانے سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ خود پسندی کے طور پر اور اپنی بڑائی ظاہر کرنے کے لئے عمدہ لباس میں لوگوں کا چلنا بھی

ونگار والی چادر اور اس کی جمع خنائص ہے۔ کساء ہر قسم کی چادر کو کہتے ہیں اور اس کی جمع اکسیہ ہے۔

باب اشتمال السماء

اس کے دو معنی ہیں دونوں سے ممانعت ہے۔ ۱۔ چادر کو سخت لپیٹنا جائے کہ ہاتھ بند ہو جائے۔ ۲۔ کندھوں پر ڈال دیا جائے چادر کو اور لپیٹنا نہ جائے اور نیچے نہ بند بھی نہ ہو اس صورت میں کشف عورت ہوتا ہے۔ باب کی غرض ان دونوں صورتوں کا حکم بیان کرنا ہے کہ منع ہیں۔

باب الاحتباء فی ثوب واحد

غرض اس صورت کا حکم بیان فرمانا ہے کہ منع ہے کہ کپڑے سے گھٹنوں کو کمر کے ساتھ باندھ لے اور ستر کی جگہ پر کپڑا نہ ہو اس میں کشف عورت ہے۔

باب الخمیصۃ السوداء

غرض یہ کہ یہ جائز ہے۔ حویثیہ:۔ بنی قضاہ کے ایک شخص کی طرف نسبت ہے جس کا نام حریت تھا۔

باب الثیاب الخضر

غرض یہ کہ سبز کپڑوں کا پہننا جائز ہے۔ ابوداؤد میں ہے عن رمعہ انہ رای علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بردین اخضرین اور اہل جنت کے لباس میں بھی سبز رنگ کا ذکر قرآن پاک میں ہے ثیاب سندس خضر اور اذان شروع ہونے کی روایات میں ہے۔ عن عبد اللہ بن زید بن عبد ربہ انہ رای فی المنام رجلا قام وعلیہ بردان اخضران۔ انی لا نفضھا نفض الا دیم:۔ نفض کے معنی حرکت کے ہیں دباحت کے وقت چڑے کو قوت سے حرکت دی جاتی ہے مقصد یہ ہے کہ جماع کے وقت میں بیوی کی پوری تسلی کر دیتا ہوں اور میں نامزد نہیں ہوں۔

باب الثیاب البیض

غرض یہ ہے کہ سفید کپڑے پہننا سنت ہے۔ فی ابی داؤد والترمذی عن ابن عباس مرفوعاً البیضا من ثیابکم البیاض فافھا من خیر ثیابکم وکفوا فیھا موتاکم اور یہ حدیث صحیح ہے لیکن امام بخاری کی

باب القباء و فروج حریر

یہ فروج قبا سے اخص ہے اور ظاہری ہے کہ اس باب کی حدیث والے واقعہ میں اس کی حرمت نازل ہوئی۔ فقال رضی مخرمہ: کس نے فرمایا۔ ۱۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۔ حضرت مخرمہ نے لایثیغی هذا للمتقین یہاں متقین سے مراد مومنین ہیں۔ باب البرانس:۔ یہ جمع ہے برنس کی اور اس کے معنی تین آتے ہیں۔ ۱۔ لمبی ٹوپی ۲۔ ٹوپی ۳۔ کرتہ جس میں ساتھ ٹوپی بھی ہو۔ اور باب کی غرض یہ ہے کہ تینوں معنوں میں سے جو بھی لیں برنس کا پہننا جائز ہے۔ باب السراویل:۔ غرض یہ بیان فرمانا ہے کہ شلوار کا پہننا جائز ہے البو نعیم میں ہے عن ابی ہریرۃ مرفوعاً اول من لبس سراویل ابراہیم علیہ السلام اور شلوار میں یہ خوبی بھی ہے کہ یہ ستر ہے۔ باب العمامہ:۔ غرض یہ ہے کہ عمامہ سنت ہے۔ باب النقع:۔ اس کے معنی ہیں سر اور اکثر چہرہ ڈھانپ لینا غرض یہ ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے۔ دسماء میلا علی رسلک:۔ اپنی حالت پر ٹھہرے رہو ابھی ہجرت نہ کرو۔ فجھزنا ہما احث الجھاز:۔ ہم نے ان دونوں کو تیار کیا جلدی کے سامان کے ساتھ لقن ثقف جلدی سمجھنے والا اور ذہین۔ یکادان بہ:۔ اس کے معنی ہیں کہ ان دونوں حضرات کے خلاف جو تدبیریں کی جا رہی تھیں ان کو وہ لڑکا سن کر یاد کر لیتا تھا۔ رسلھا:۔ اس بکری کا دودھ۔ ینعق بہا:۔ بکری کو آواز دیتا تھا اور واپس لے جاتا تھا۔ باب المغفر:۔ غرض یہ ہے کہ ضرورت کے موقع میں لوہے کی ٹوپی جس کو خود کہتے ہیں پہننی جائز ہے۔

باب البرودو الحبرۃ والشملة

غرض یہ ہے کہ یہ تینوں پہننی جائز ہیں۔ برود جمع ہے بردہ کی کا لے رنگ کی چھوٹی مربع چادر اور حبرۃ یعنی چادروں کو کہتے تھے اور شملہ بڑی چادر کو کہتے تھے جو پورے بدن کو شامل ہو جائے۔ فطواھا:۔ اس کو لپیٹنا۔

باب الاکسیہ و الخمائص

غرض یہ ہے کہ ان دونوں کا استعمال بھی جائز ہے۔ خمیصہ نقش

شرط پر نہیں ہے اس لئے یہاں نہ لائے۔

باب لبس الحریر وافتراشه

للرجال وقدر مايجوز منه

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ مردوں کے لئے ریشم پہننا یا ریشم کا بستر بچھانا جائز نہیں ہے اور کتنی مقدار جائز ہے۔ فقال شدیداً: یعنی عبدالعزیز نے غصہ شدید کیا اور فرمایا کیونکہ اس سوال کی ضرورت نہ تھی۔

باب مس الحریر من غیر لبس

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ مردوں کے لئے ریشم کا چھونا اور بیچنا جائز ہے پہننا جائز نہیں ہے۔

باب افتراش الحریر

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ ریشم پر بیٹھنا بھی مردوں کے لئے جائز نہیں ہے۔ سوال۔ یہ مسئلہ تو پیچھے گزرا ہے جواب وہاں بیٹھنے کا حکم جمعاً تھا یہاں قصداً ہے۔

باب لبس القسی

غرض یہ ہے کہ ان کا پہننا مردوں کے لئے ناجائز ہے۔ یہ قس شہر کے بنے ہوئے ہوتے تھے جو سمندر کے ساحل پر دمیاط کے قریب تھا ان کپڑوں میں ریشم ہوتی تھی۔ عاصم اکثر واصح فی المیثرة: جو حضرت عاصم نے میثرة کی تفسیر کی ہے وہ اکثر لوگوں سے منقول ہے اور اصح ہے۔

باب مايرخص للرجال من الحریر للحكه

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ خارش کی وجہ سے مردوں کے لئے بھی ریشم پہننا جائز ہے۔ اس اختلاف کی تفصیل الخیر الجاری المجلد الرابع صفحہ ۱۸ پر گزر چکی ہے۔

باب الحریر للنساء

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ عورتوں کے لئے ریشمی کپڑا پہننا جائز ہے اور اس مسئلہ میں دو حدیثیں بالکل صریح وارد ہیں لیکن وہ امام بخاری کی شرط پر نہ تھیں اس لئے ان حدیثوں سے استنباط فرمایا جو ان کی شرط پر تھیں وہ صریح حدیثیں یہ ہیں۔ ۱۔ فی ابی داؤد والترمذی والنسائی وابن

ماجد ومسند احمد عن علی ابن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخذ حریرا واذہبا فقال هذا حرامان علی ذکورتی حل لانا ثم ۲۔ فی ابی داؤد والنسائی والترمذی صحیح عن ابی موسیٰ نحوہ۔ حله سیراء:۔ ریشمی جوڑا لکیر والا۔

باب ماکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم

یتجوز من اللباس والبسط

غرض یہ بتلانا ہے کہ نبی پاک کس قدر لباس اور بچھونوں کی اجازت دیا کرتے تھے اور اس کی تفصیل کی دو تقریریں ہیں۔ ۱۔ جو مل جاتا ہے بلا تکلف اس کو استعمال فرما لیتے تھے۔ ۲۔ وسعت فرمایا کرتے تھے اور جائز لباسوں اور بچھونوں میں تنگی نہ فرماتے تھے کہ فلاں قسم ہو اور فلاں قسم نہ ہو۔ قد استقام له:۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مطیع ہو چکے تھے۔ وصیف:۔ اس کے معنی ہیں عبد۔ باب ما يدعی لمن لبس ثوبا جدیداً:۔ غرض یہ بتلانا ہے کہ نیا لباس پہننے والے کو کن لفظوں کے ساتھ دعا دینی چاہئے۔

باب التزعفر للرجال

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ مردوں کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے بدن پر ایسی خوشبو لگائیں جس میں زعفران ملی ہو۔

باب الثوب المزعفر

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ زعفران سے رنگا ہوا کپڑا پہننا مردوں کے لئے جائز نہیں ہے۔

باب الثوب الاحمر

غرض یہ بتلانا ہے کہ سرخ لکیروں والا لباس پہننا مردوں کے لئے جائز ہے۔

باب المیثرة الحمرا

گھوڑے یا اونٹ کی زین پر سرخ گدی بچھانے سے منع کر دیا گیا ہے اور اس ممانعت کی وجہ کیا ہے اس میں چار قول ہیں۔ ۱۔ مردوں کے لئے سرخ رنگ پسند نہیں ہے۔ ۲۔ گدیاں ریشمی ہوتی تھیں اس لئے منع کیا گیا ہے۔ ۳۔ اس میں متکبرین کی مشابہت تھی۔ ۴۔ یہ گدیاں چونکہ درندوں کی کھالوں سے بنتی تھیں

باب : یہ گذشتہ باب کا تتمہ ہے کیونکہ اس میں بھی چاندی کی انگٹھی ہی کا ذکر ہے۔ **فطرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتمہ :** سوال پیچھے چاندی کی انگٹھی کا ذکر ہے اس لئے ظاہر معنی یہ ہوئے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگٹھی چھوڑ دی تھی حالانکہ چاندی کی انگٹھی کا وفات تک باقی رہنا اور حضرت عثمان غنی کے زمانہ میں گم ہونا ثابت ہے جواب ۱۔ یہ امام زہری کا وہم ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگٹھی چھوڑ دی تھی حقیقت یہ ہے کہ پہلے سونے کی انگٹھی بنوائی تھی پھر جب سونا مردوں پر حرام ہو گیا تو وہ چھوڑ دی تھی چاندی کی انگٹھی نہ چھوڑی تھی ۲۔ یہاں مراد ہی سونے کی انگٹھی ہے کہ وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑ دی تھی۔

باب فقس الخاتم

غرض یہ بتلانا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی انگٹھی کا نگینہ کیسا تھا۔

باب خاتم الحديد

غرض امام شافعی کے قول کی تائید ہے کہ لوہے کی انگٹھی پہننی جائز ہے۔ وعند ابی حنیفہ مکروہ ہے لئلا مافی السنن الاربع عن عبد اللہ بن بریدۃ عن ابیہ مرفوعاً مالی اری علیک حلہ اهل النار یہ اس شخص سے فرمایا جس نے لوہے کی انگٹھی پہن رکھی تھی۔ ولشافعی حدیث الباب عن سهل مرفوعاً اذهب فالتمس ولو خاتماً من حديد یہ اس شخص سے فرمایا جو نکاح کرنا چاہتا تھا معلوم ہوا کہ لوہے کی انگٹھی پہننا جائز ہے۔ جواب مقصود صرف یہ تھا کہ مال لاؤ اگرچہ تھوڑا سا ہو اس لئے اس سے پہننے کا جواز ثابت نہیں ہوتا۔

باب نقش الخاتم

غرض یہ بتلانا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی انگٹھی مبارک پر کیا نقش بنا ہوا تھا۔ الخاتم فی النخص غرض یہ بیان فرمانا ہے کہ سب سے چھوٹی انگلی میں پہننا اولیٰ ہے۔

باب اتخاذ الخاتم لیختم به الشی

انگٹھی بنانے کا فائدہ بیان کرنا مقصود ہے۔

اس لئے منع کیا گیا ہے لیکن یہ چوتھی توجیہ بعید ہے کیونکہ میرہ حرام میں جانوروں کی کھالیں نہ ہوتی تھیں بلکہ سرخ رنگی کپڑا استعمال کیا جاتا تھا۔ یہی اس کے مشہور معنی ہیں۔

باب النعال السبتیہ و غیرہا

سنتی جوتے وہ ہوتے تھے جن کے چمڑے سے بال بال صاف کر لئے جاتے تھے۔ غرض یہ ہوئی کہ ان کا پہننا جائز ہے۔

باب یبدا بانتعال الیمنی

غرض یہ کہ یہ مستحب ہے۔

باب ینزع نعل الیسری

غرض یہ کہ یہ مستحب ہے۔

باب لایمشی فی نعل واحد

غرض یہ ہے کہ ایک جوتے میں چلنا مکروہ ہے

باب قبالات فی نعل ومن

رای قبلاً واحداً واسعاً

غرض یہ ہے کہ بہتر یہی ہے کہ جوتے میں دو تسمے ہوں لیکن ایک تسمہ ہو تو وہ بھی جائز ہے۔

باب القبه الحمراء من ادم

غرض یہ بتلانا ہے کہ سرخ چمڑے کا اگر خیمہ ہو تو وہ بھی جائز ہے۔

باب الجلوس علی الحصیر ونحوہ

غرض یہ ہے کہ گھٹیا چیز پر بیٹھنے میں زیادہ تواضع ہے۔

باب المزور بالذهب

غرض یہ ہے کہ سونے کے بن اگر کپڑے میں سلے ہوئے ہوں تو وہ جائز ہیں کیونکہ وہ کپڑے کے تابع ہو جاتے ہیں۔ مرد بھی ان کو پہن سکتے ہیں۔

باب خواتیم الذهب

غرض یہ ہے کہ مردوں کے لئے سونے کی انگٹھی جائز نہیں ہے۔

باب خاتم الفضة

غرض یہ ہے کہ چاندی کی انگٹھی مردوں کے لئے بھی جائز ہے۔

لباس پہنیں ان کی مذمت بیان کرنی مقصود ہے۔

باب اخراجہم

غرض یہ ہے کہ جو مرد عورتوں جیسی شکل و صورت اور لباس بنائیں ان کو گھروں سے نکالنا چاہئے اور عورتوں کے پاس بیٹھنے کی اجازت نہ دینی چاہئے۔ یہ نکالنا واجب ہے۔

باب قص الشارب

غرض کی دو تقریریں ہیں۔ ۱۔ مونچھیں کاٹنا مسنون ہے۔ ۲۔ واجب ہے پھر یہ باب کتاب اللباس میں اس لئے لائے کہ یہ کام بھی لباس کی طرح زینت کا ذریعہ ہے۔ ویاخذ ہذین یعنی بین الشارب واللحیہ مونچھیں کاٹنے کے بعد کٹے ہوئے بالوں سے اپنے لبوں کو صاف کرتے تھے۔

باب تقليم الاظفار

غرض کی دو تقریریں ہیں۔ ۱۔ ناخن کاٹنا مسنون ہے۔ ۲۔ ناخن کاٹنا مستحب ہے۔

باب اعفاء اللحي

غرض کی دو تقریریں ہیں۔ ۱۔ داڑھی بڑھانا مسنون ہے۔ ۲۔ داڑھی بڑھانا واجب ہے۔ رائج یہ ہے کہ قبضہ یعنی چار انگل تک بڑھانا واجب ہے اس کے بعد دو قول ہیں۔ ۱۔ کاٹنا اولیٰ ہے۔ ۲۔ بڑھانا اولیٰ لیکن جب بہت زیادہ بڑھ جائے کہ دیکھنے والے کو اس پیاری سنت سے نفرت پیدا ہونے کا شبہ ہو تو کاٹنا واجب ہے ہمارے قریب زمانے کے بزرگ مولانا احمد علی صاحب لاہوری کی داڑھی جو لمبی تھی تو اس کی وجہ یہ نقل کی گئی ہے کہ خواب میں یا کشف میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مولانا موصوف کی داڑھی مبارک کو ہاتھ لگایا تھا اس لئے غلبہ محبت میں نہ کاٹی۔

باب مايد كرفي الشيب

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ سفید بالوں کو اپنے حال پر چھوڑنا چاہئے یا مہندی وغیرہ لگانی چاہئے۔ شمطلة: سفید بال۔ وقبض اسرائیل ثلاث اصابع: اسکے مختلف

باب من جعل فص الخاتم في بطن كفه

غرض یہ بتلانا ہے کہ مردوں کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ انگوٹھی پہننے میں زینت کی نیت کریں۔

باب قول النبي صلى الله عليه وسلم

لا ينقش على نقش خاتمه

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی والا نقش کوئی اور بھی بنالے یہ جائز نہیں ہے تاکہ کسی کو التباس نہ ہو۔

باب هل يجعل نقش الخاتم ثلثة اسطر

غرض یہ بتلانا کہ نقش میں تین سطریں بنانا اولیٰ ہے۔ کتب لہ: مراد زکوٰۃ کی مقدار ہے۔

باب الخاتم للنساء:

غرض یہ ہے کہ عورتیں اگر زینت کے لئے بھی انگوٹھی پہنیں تو ان کے لئے جائز ہے۔ الفتح: وہ انگوٹھی جس میں نگینہ نہ ہو۔ بخر صہا: کانٹے۔ وسخا بها: ہار۔

باب استعارة القلائد

غرض یہ ہے کہ یہ جائز ہے۔

باب القرط للنساء

غرض یہ ہے کہ عورتوں کے لئے کانٹے پہننا جائز ہے۔ یہوین: وہ عورتیں قصد کر رہی تھیں۔

باب السخاب للصبيان

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ چھوٹے بچوں کو ہل پہنڈی کی گنجائش ہے این لکع: کہاں ہے وہ چھوٹا۔

فقال النبي صلى الله عليه وسلم بيده هكذا فقال

الحسن بيده هكذا: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ پھیلائے کسا و لپٹ جاؤ پھر حضرت حسن نے ہاتھ پھیلائے لپٹنے کے لئے۔

باب المتشبهون بالنساء

والمتشبهات بالرجال:

جو مرد عورتوں جیسا لباس پہنیں اور جو عورتیں مردوں جیسا

میں تو مستحب تھا لیکن غیر احرام میں مکروہ تھا۔ لہذا روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملبدًا: حضرت ابن عمر اپنے والد صاحب کے قول سے یہ سمجھ کر ان کے نزدیک تلبید احرام میں خلاف اولیٰ ہے اس لئے یہ فرما رہے ہیں کہ میرے والد صاحب کا یہ اجتہاد ٹھیک نہیں ہے کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تلبید فرمائی ہے۔ باب الفرق: غرض یہ ہے کہ سر کے درمیان میں مانگ نکالنا مسنون ہے۔ باب الذوائب: یہ جمع ہے ذواہب کی سر کے بنے ہوئے بال جو ٹنک رہے ہوں غرض یہ بتانا ہے سر کے بال تھوڑے تھوڑے بٹ کر نکالنا جائز ہے۔ باب الفزع: غرض قزع کا حکم بتلانا ہے کہ مکروہ ہے اس کی صورت: جب کہ کچھ بال مونڈ دیئے جائیں کچھ رکھ لئے جائیں جس کو آج کل انگریزی بودا کہتے ہیں اس کے اصلی معنی ہیں بادل کا ٹکڑا ایسے بادل کا جو تھوڑا تھوڑا آسمان میں پھیلا ہوا ہو۔ بالوں کی اس حالت کو قزع کہنا اس کے ساتھ تشبیہ دینے کی وجہ سے ہے۔ پھر قزع کیوں مکروہ ہے۔ ۱- اس میں اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی خلق کو بگاڑنا تغیر خلق اللہ ہے۔ ۲- فاسقوں کے ساتھ مشابہت ہے۔ ۳- یہود کے ساتھ مشابہت ہے۔

اما القصہ و القفا للغلام فلا باس بها

یہ حضرت عمر بن نافع کا قول ہے کہ دائیں بائیں کنارے کے بال جن کو صدغین اور قصہ کہتے ہیں اور پیچھے قفا یعنی گدی کے بال مونڈ دینا جائز ہے لیکن یہ ان کا اپنا اجتہاد ہے جمہور فقہاء کے نزدیک یہ منع ہے اور اسی میں احتیاط ہے حضرت عمر بن نافع نے یہ خیال فرمایا کہ یہ دونوں قصہ اور قفا سر سے خارج ہیں لیکن صحیح یہی ہے کہ یہ سر میں داخل ہیں اس لئے جمہور کے قول کو احتیاط پر مبنی ہونے کی وجہ سے ترجیح ہے۔

باب تطیب المرأة زوجها بید یھا

غرض یہ ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے۔

باب الطیب فی الراس واللحیہ

غرض یہ کہ یہ جائز ہے۔

معانی کئے گئے ہیں۔ ۱- پیالہ تین انگلی کے برابر چھوٹا سا تھا۔ ۲- تین دفعہ بھیجا حضرت ام سلمہ کے پاس۔ ۳- بال تین تھے۔

من فضہ: وہ پیالہ جو بھیجا تھا وہ چاندی کا تھا یعنی اس پر چاندی کا پانی چڑھا ہوا تھا یا یہ لفظ قصہ ہے سر کے بال جو پیشانی پر ہوں پھر یہ قدح کی صفت نہ ہوگی لیکن الجمع بین الحسنین محمدی میں عبارت زیادہ واضح ہے اس میں یہ جملہ کی صفت ہے اور جملہ چاندی یا تانبے یا پیتل وغیرہ کی چیز کو کہتے ہیں۔ الجمع بین الحسنین کی عبارت یہ ہے ارسلنی اہلی الی ام سلمہ بقدرح من ماء فأتت جملہ من فضہ فی شعر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صحیح بخاری کے راوی سے دو لفظ رہ گئے فأتت جملہ۔ اس حدیث پاک کا حاصل یہ نکلا کہ حضرت ام سلمہ کے پاس ایک ڈبیہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک تھے مریض پیالہ میں یا لب میں پانی بھیجتے تھے اس میں وہ بال مبارک دھوپا کرتی تھیں وہ مریض اس پیالہ کے پانی کو پی لیتے تھے یا لب کے پانی سے نہالیتے تھے اللہ تعالیٰ شفاء طافرا دیتے تھے۔

باب الخضاب

یہ مسئلہ بتلانا مقصود ہے کہ سر یا داڑھی کے بالوں کو جب وہ سفید ہو جائیں مہندی وغیرہ سے رنگ لینا اولیٰ ہے۔ باب الجعد: غرض یہ ہے کہ بعض دفعہ بال گھٹکھڑالے بھی ہوتے ہیں۔ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ششن القدمین والكفین: کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک اور پاؤں مبارک ذرا موٹے تھے اور چوڑے تھے۔ مخطوم بخلبہ: اونٹ کی لگام کھجور کے درخت کے پھلکے کی تھی۔ باب التلبید: گوند وغیرہ سے بال جوڑ لینا تاکہ جوں نہ پڑے اور پراگندہ نہ ہوں ایسا کرنا احرام وغیرہ میں جائز ہے۔ من ضفر فلیحلق ولا تشبھوا بالتلبید: حضرت عمر ضفر سے یعنی سر پر مینڈیاں بنانے سے ضفر احرام میں منع فرما رہے ہیں ان کا اجتہاد یہ تھا کہ جو تلبید کرے احرام میں اس کو حلق کرانا ہی ضروری ہو جاتا ہے اور ضفر بھی تلبید کی طرح ہے اس کو بھی حلق ہی کرانا ہوگا اور ان کے اجتہاد میں ضفر احرام

باب الامتشاط

غرض یہ ہے کہ کنگھی کرنا مستحب ہے۔ بالمدری کنگھی باب ترجیل الحائض زوجها: غرض یہ ہے کہ حیض کی حالت میں بھی بیوی اگر اپنے خاوند کو کنگھی کر دے تو کچھ حرج نہیں۔

باب الترجل والتمن

غرض یہ ہے کہ کنگھی کرنا اور دائیں جانب کو بائیں جانب پر مقدم کرنا یہ دونوں کام مستحب ہیں۔ پھر بعض نسخوں میں یہاں ترجل کی جگہ ترجیل ہے ان دونوں میں کیا فرق ہے۔ ۱۔ ترجل میں مبالغہ ہے۔ ۲۔ ترجل خود کنگھی کرنا اور ترجیل دوسرے کے سر میں کنگھی کرنا۔

باب ما یدکر فی المسک

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ مسک کا استعمال جائز ہے۔

باب ما یتحب من الطیب

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ اپنی محجائش کے مطابق اعلیٰ خوشبو کا استعمال کرنا اولیٰ ہے۔

باب من لم یردا لطیب

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ خوشبو کا ہدیہ رد کرنے کی جو ممانعت ہے یہ نہی تحریمی نہیں ہے۔

باب الذریرة

یہ ایک قسم کی خوشبو ہے غرض یہ ہے کہ اس کا استعمال جائز ہے۔

باب المتفلجات للحسن

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ حسن بڑھانے کے لئے ریتی وغیرہ سے دانتوں کو رگڑنا منع ہے۔

باب الوصل فی الشعر

غرض یہ ہے کہ دوسرے کے بال ملا کر اپنے بالوں کا لمبا ہونا ظاہر کرنا منع ہے۔ فتمعط شعرها: اسکے بال گر گئے۔ یتحشی: شوق دلارہا ہے۔ الوشم فی اللہ: بعض لوگ مسوڑوں میں بھی سیاہی بھرتے تھے۔ باب المتمصصات: غرض چہرے پر آبرو کے بالوں کو کاٹنے سے منع کرنا ہے۔ باب

الموصلہ: غرض یہ بتلانا ہے کہ دوسروں کے بالوں کو اپنے بالوں کے ساتھ ملانا منع ہے اخصہ بچک کی ایک قسم ہے۔ فامرق: اس کی اصل انمرق ہے بالوں کا جھڑ جانا یعنی گر جانا۔ باب الواشمہ: بدن گودنے والی کو ممانعت ہے ایسا کرنے سے۔ لہی عن ثمن الدم: ۱۔ خون بیچنے سے ممانعت ہے۔ ۲۔ سینگلی لگانے کی اجرت سے منع کرنا مقصود ہے۔

باب المستوشمہ

جو دوسروں سے کہے کہ میرے بدن میں سیاہی بھر دو اس کو بھی ممانعت ہے۔ انشدکم باللہ: میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ باب التصاویر: غرض یہ بتلانا ہے کہ تصویر کا بنانا۔ دیکھنا۔ گھر میں بلا ضرورت رکھنا سب منع ہے اور لباس کے ابواب سے تصویر کے ابواب کو یہ مناسبت ہے کہ لوگ تصویر کو بھی لباس کی طرح زینت کا سبب سمجھتے ہیں پھر امام بخاری نے جو کئی باب باندھے ہیں تصویر کے متعلق اس کی وجہ یہ ہے کہ احادیث میں مختلف الفاظ تصاویر کے متعلق آئے تھے ہر ایک قسم کے الفاظ کے لئے الگ باب باندھ دیا۔ لا تدخل الملئکہ: یعنی رحمت کے فرشتے داخل نہ ہوں گے عذاب کے اور فساق کی جان نکالنے والے داخل ہوں گے۔

باب عذاب المصورین یوم القیامہ

غرض تصویر بنانے والوں کے عذاب کا بیان فرمانا ہے اور وجہ عذاب کی یہ ہے کہ ان کے عمل نے دعویٰ کیا خالق ہونے کا اس لئے ان سے مطالبہ کیا جائے گا کہ اپنے دعوے کو مکمل کرو اور ان میں روح بھی ڈالو جب نہ ڈال سکیں گے تو جھوٹے دعوے کا عذاب ہوگا۔ فی صفة جبوترہ باب نقض الصور: تصویر کی ہیئت کو بدلنا چاہیے یا تو بالکل توڑ کر یا گردن سے توڑ کر یا کسی اور طریقہ سے تصالیب۔ ۱۔ لٹکانی ہوئی تصویریں۔ ۲۔ وہ کپڑا جس پر سولی کی شکل ہو۔ منتھی الحلیہ: ۱۔ چمک جو وضو کی وجہ سے ہودہ زیادہ ہو۔ ۲۔ اس آیت کی طرف اشارہ کرنا مقصود تھا و یحلون فیہا من اساور۔

القاری جلد ۱۱ صفحہ ۱۰۳ غیر مطبوع اور تقدیس القرآن المیر عن تدلیس التصاویر لمولانا اشرف علی التھانوی فی بوادر النوار صفحہ ۹۳۱)

باب کراہیتہ الصلوٰۃ فی التصاویر :

غرض یہ مسئلہ تھلا نا ہے کہ جس کمرے میں تصویروں والے کپڑے لٹکے ہوئے ہوں اس کمرے میں نماز پڑھنی مکروہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ تصویر والے لباس میں نماز پڑھنی بطریق اولیٰ مکروہ ہے لیکن اس باب میں جو روایت لی ہے ظاہر یہی ہے کہ اس میں لفظ تصاویر سے مراد نقش و نگار ہیں کیونکہ اگر جاندار کی تصویریں ہوتیں تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس کمرے میں نہ داخل ہوتے نہ نماز پڑھتے۔

باب لا تدخل الملئکہ بیتا فیہ صورة

غرض اس حدیث کا بیان ہے۔

باب من لم یدخل بیتا فیہ صورة

غرض یہ مسئلہ تھلا نا ہے کہ تصویر والے کمرے میں داخل ہونا مکروہ ہے۔

باب من لعن المصور

غرض یہ ہے کہ مصور پر لعنت بھیجی جائز ہے۔

باب الارتداف علی الدابہ

غرض یہ ہے کہ اپنے پیچھے سواری پر کسی کو بٹھالینا جائز ہے۔

باب الثلاثة علی الدابہ

غرض یہ ہے کہ ایک ہی جانور پر تین آدمیوں کا بیٹھ جانا جائز ہے سوال فی الطمرانی عن جابر نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یرکب ثلاثہ علی دابہ۔ جواب۔ جب جانور برداشت نہ کر سکے تو منع اور جب کر سکے تو جائز ہے۔

باب حمل صاحب الدابہ غیرہ بین یدیدہ

غرض یہ کہ ایسا کرنا بھی جائز ہے۔ ذکر الاشرف الثلاثہ :۔ حضرت مکرمہ کے پاس ذکر کیا گیا تھا کہ تین آدمیوں کا ایک ہی جانور پر سوار ہونا شر ہے اور ظلم ہے اور یہ تردد تھا کہ ان تینوں میں سے زیادہ شر والا آگے والا ہے یا پیچھے والا تو اس کا حضرت مکرمہ نے رد کر دیا کہ حدیث پاک سے تین آدمیوں کا ایک

باب ما وطنی من التصاویر

غرض یہ ہے کہ اگر تصویر پاؤں میں روندی جا رہی ہو تو وہ فرشتوں کے آنے سے مانع نہیں ہے۔ بقوام :۔ پردہ۔ سہوۃ :۔ آلہ۔

فجعلناہ وسادۃ :۔ بظاہر یہ امام بخاری کی دلیل ہے کہ تکیہ بنانے کی گنجائش ہے کیونکہ اس میں تصویر روندی جاتی ہے اور جو تصویر روندی جائے وہ فرشتوں کے آنے کو نہیں روکتی لیکن اگلے باب کی روایت سے اس تقریر کی نفی ہو جاتی ہے کیونکہ اس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے غالیچہ والی تصویر کو بھی ناپسند فرمایا حالانکہ غالیچہ نیچے ہی تو بچھایا جاتا ہے اس لئے فجعلناہ سادۃ کی راجح توجیہ یہ ہے کہ اس کو ایسے طریقہ سے تکیہ بنایا گیا تھا کہ تصویریں کٹ گئی تھیں اور صرف نقش و نگار باقی رہے گئے تھے۔ درنو کا :۔ ایسا پردہ جس کے کنارے پردھا گئے لٹک رہے ہوں۔

باب من کرہ القعود علی الصور

غرض یہ ہے کہ جو عالم تصویر پر بیٹھنے کو مکروہ سمجھتا ہے اس کے لئے بھی سنت سے دلیل ہے۔ نمرقہ غالیچہ فلم یدخل :۔ سوال اس ناراضگی سے تو یہ معلوم ہوا کہ غالیچہ کی تصویر بھی منع ہے حالانکہ گذشتہ باب میں یہ تھا کہ تصویروں والے پردے کا تکیہ بنالیا گیا تھا اور تکیہ بنالینے کے بعد ممانعت نہ رہی تھی حالانکہ یہاں غالیچہ کی تصویر سے بھی منع فرمانا مذکور ہے غالیچہ اور تکیہ تو ایک جیسے ہوتے ہیں دونوں روندے جاتے ہیں۔ جواب۔ ۱۔ جب تکیہ بنایا گیا تھا تو تصویروں کے چہرے کٹ گئے تھے اس لئے وہ صرف نقش و نگار کے درجہ میں رہ گئی تھیں اور یہاں غالیچہ پر تصویریں بنی ہوئی تھیں کٹی ہوئی نہ تھیں۔ ۲۔ بیٹھنے میں تصویر پوری نہیں چھپتی اور تکیہ لگانے میں تصویر پوری چھپ جاتی ہے اس لئے تصویر پر بیٹھنا جائز نہیں۔ تکیہ لگانا جائز ہے۔ ان دو توجیہوں میں سے پہلی توجیہ ہی راجح ہے کیونکہ اس میں پوری احتیاط ہے۔

الا رقمافی ثوب :۔ یعنی جب تصویر کا چہرہ کاٹ دیا جائے یا کالا کر دیا جائے تو تصویر والے کپڑے کا استعمال جائز ہو جاتا ہے اور تصویر بنانا بالاجماع حرام ہے چھوٹی ہو یا بڑی ہو (تحفۃ

ہے کہ رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کا سلوک ہونا چاہیے۔ الی دار
عبداللہ:۔ اس سے مراد حضرت عبداللہ بن مسعود ہیں۔

باب احق الناس بحسن الصحبه

غرض یہ ہے کہ ماں کی خدمت کرنا بہت ضروری ہے۔

باب لا یجاہد الا باذن الالبین

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ جہاد میں جانے کے لئے بھی
والدین کی اجازت ضروری ہے البتہ اگر کسی خاص وقت میں امام
کے اعلان کی وجہ سے فرض عین ہو جائے تو پھر ماں باپ سے
اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

باب لا یسب الرجل والدیہ

اور بعض نسخوں میں والدین کی جگہ والدہ ہے غرض یہ بیان کرنا
ہے کہ دوسرے کے والدین کو گالی نہ نکالے کیونکہ ایسا کرے گا تو
وہ دوسرا اس کے والدین کو گالی نکالے گا۔

باب اجابہ دعاء من بر والدیہ

غرض والدین کی خدمت کی فضیلت بیان فرماتا ہے کہ جو ایسا کرتا ہے
اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔ فادعوا للہ بھا:۔ یعنی اپنے اعمال
صالحہ کے توسل سے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو چنانچہ ان تین حضرات نے
اپنے نیک عمل ذکر کر کے اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگیں اور وہ دعائیں
قبول بھی ہو گئیں اس کو توسل بالاعمال کہتے ہیں اور یہ بالا جماع جائز
ہے اسی حکم میں توسل بالذوات ہے کہ ہمیں فلاں بزرگ سے محبت
ہے اور اولیاء اللہ تعالیٰ سے محبت عبادت ہے اور عبادت سے دعا قبول
ہوتی ہے اس مسئلہ کی مزید تفصیل استقاء کے ابواب میں گزر چکی
ہے۔ نابی الشجر:۔ اس دن جس درخت کو میرے جانور کھا
رہے تھے وہ دور تھا اس لئے میں دور چلا گیا گویا درخت نے مجھے دور
کر دیا۔ يتضاغون:۔ بچے روتے تھے اور تکلیف اٹھاتے تھے۔
لا تفتح الخاتم:۔ مہر کو نہ کھولو یہ کنایہ تھا کہ زنا کر کے میرا بارہ
ہونا ختم نہ کرو اور بکارت کا پردہ جو مہر کی طرح حفاظت کے لئے ہوتا
ہے اس کو نہ توڑو۔ بفروق:۔ اس میں راء کا فتح ہے ایک پیانہ ہے
جس میں سولہ رطل چیز آتی ہے۔ فخذ ذلک البقر

ہی سواری پر ہونا ثابت ہے اور یہ جائز ہے جبکہ سواری ان کا بوجھ
برداشت کر سکتی ہو پھر لفظ اشریہ لفظ شری میں ایک لغت ہے اور
یہاں الاشرار میں الاشرک اضافت ایسی ہی ہے جیسی الحسن العجوبہ
میں جائز ہے۔ قسم:۔ یہ حضرت عباس کے صاحبزادے ہیں۔

باب ارداف المرأة خلف الرجل

غرض یہ کہ عورت کا مرد کے پیچھے سواری پر بیٹھ جانا جائز ہے۔
فقلت المرأة: اس کی تقدیری عبارت یہ ہے احفظ
المرأة اور مرفوع بھی منقول ہے پھر تقدیر عبارت یوں ہے وقعت
المرأة اور ایک روایت میں المرأة کے قائل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
ہیں تطبیق یہ ہے کہ دونوں حضرات نے ہی فرمایا تھا پھر یہاں تو کجا وہ
باندھنے والے حضرت انس ہیں اور بعض روایات میں حضرت ابو
طلحہ ہیں یہاں بھی تطبیق یہی ہے کہ دونوں نے مل کر باندھا تھا پھر
نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے انکرم فرمایا ادب سکھانے کے لئے۔

باب الاستلقاء ووضع الرجل علی الاخری

غرض یہ کہ ایسا کرنا جائز ہے جبکہ کشف عورت بھی نہ ہو اور تکبر
کی نیت بھی نہ ہو۔

کتاب الادب

رابط اور غرض یہ ہے کہ پیچھے معاشرت کا بیان تھا دین کے
پانچ حصوں میں سے اب اخلاق کا بیان ہے کچھ تہمتہ معاشرت کا
بھی پھر لفظ ادب کے مختلف معانی کئے گئے ہیں۔ ۱۔ الاتصاف
برکاترم الاخلاق ومحاسن الاعمال۔ ۲۔ انتظیم لمن هو فوقک والرفق
لمن هو دونک۔ ۳۔ استعمال ما یحمد قولاً وعملاً۔ ۴۔ الریاضۃ الی امر
محمود پھر امام بخاریؒ کی ایک مستقل کتاب بھی ہے اس کا نام ہے
الادب المفرد یہ کتاب بہت مفید ہے۔

باب قوله ووصینا الانسان بوالدیہ

غرض یہ ہے کہ والدین کی خدمت ضروری ہے۔ بعض نسخوں میں
یہاں باب یوں ہے باب البر والصلہ قول اللہ تعالیٰ ووصینا
الانسان بوالدیہ حسنا اس باب کے لحاظ سے برکاتعلق والدین
سے ہے کہ ان کی خدمت کرنا ضروری ہے اور صلہ کا تعلق اقربین سے

باب من سطر له الرزق بصله الرحم

غرض یہ ہے کہ صلہ رحمی سے رزق میں برکت ہوتی ہے۔

باب من وصل وصلہ اللہ

صلہ رحمی کی فضیلت بیان کرتی ہے کہ صلہ رحمی کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کا خصوصی قرب نصیب ہوتا ہے۔ ان الرحم ثجنہ من الرحمن: یعنی رحم اور رحمٰن ایسے ہیں جیسے ایک دوسرے پر لپٹی ہوئی جڑیں ہوتی ہیں۔ یعنی رحم رحمٰن سے مشتق ہے اور ذی رحم ہونے کا تعلق رحمت کا اثر ہے۔ ان ال ابی فلان قال عمرو فی کتاب محمد بن جعفر بیاض:۔۔ یہاں تین نسخے ہیں۔ ۱۔ ان ال ابی۔۔۔۔۔ یہاں بیاض ہے یعنی خالی جگہ ہے۔ ۲۔ دوسرا نسخہ یہ ہے کہ ان ال ابی فلان۔ ۳۔ تیسرا نسخہ یوں ہے ان ال ابی یعنی فلان۔ تینوں میں سے جو نسخہ بھی لیں قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ مراد حکم بن ابی العاص ہیں۔ لیسوا باولیائی انما ولی اللہ:۔ دین کا درجہ رحم سے اونچا ہے اگرچہ رحم کا بھی حق ہے لیکن دین کے حق سے کم ہے۔ ابلہا ببلالہا:۔ یعنی میں صلہ رحمی کرتا ہوں یہی محل ترجمہ ہے کہ حدیث پاک میں صلہ رحمی کی تاکید ہے پس باب کی غرض صلہ رحمی کی تاکید والی حدیث کا بیان ہے۔

باب لیس الواصل بالمکافی

غرض اس حدیث کا بیان ہے کہ کوئی صلہ رحمی کرے اس کے بدلے میں صلہ رحمی کرنا کمال نہیں ہے بلکہ قطع رحمی کرنے والے سے صلہ رحمی کرنا کمال ہے۔

باب من وصل رحمہ فی الشرک ثم اسلم

غرض اس شخص کا حکم بتانا ہے جو زمانہ کفر میں صلہ رحمی کرتا رہا پھر حکم جو نہیں بیان فرمایا اس کی وجہ کیا ہے۔ ۱۔ حدیث سے حکم معلوم ہو گیا۔ ۲۔ اختلاف کی وجہ سے حکم نہیں بیان فرمایا۔

باب من ترک صبیہ غیرہ

حتى تلعب به او قبلها او مازحها

غرض یہ ہے کہ شفقت کی وجہ سے ایسا کرنا مستحب ہے۔

وراعیہا فاخذہ فانطلق بہا:۔ سوال۔ لفظ بقر مذکر ہے اور اس کی طرف فاخذہ میں تو مذکر کی ضمیر لوٹ رہی ہے اور راعیہا اور فانطلق بھا میں مونث کی لوٹ رہی ہے۔ جواب۔ بتاویل شخص مذکر ہے اور بتاویل جماعت بقر ضمیر مونث کی بھی لوٹ سکتی ہے۔

باب عقوق الوالدین من الکبائر

غرض یہ مسئلہ بتانا ہے کہ والدین کو تکلیف پہنچانا جس کو عقوق کہتے ہیں یہ ناجائز ہے اور کبیرہ گناہ ہے۔ قالہ ابن عمر:۔ یہاں دو نسخے ہیں عین کا ضمہ تو روایت نسائی شریف میں اور عین کا فتحہ تو روایت آگے آئے گی بخاری شریف میں ہی کتاب الایمان والند ورمیں۔ ومنع وہات:۔ جس چیز کا دینا واجب ہے وہ نہ دینا اور جس کا لینے کا حق نہیں بتاؤہ مانگنا کہ ہات یعنی دے دو۔

باب صلہ الوالد المشرک

غرض کی دو تقریریں ہیں۔ ۱۔ کافر والد کی خدمت مستحب ہے۔ ۲۔ کفار والد کی خدمت بھی واجب ہے۔

باب صلہ المرأة امها ولها زوج

غرض یہ ہے کہ نکاح کے بعد بھی والدہ کی خدمت مستحب رہتی ہے۔

باب صلہ الاخ المشرک

غرض یہ ہے کہ مشرک بھائی سے اچھا سلوک کرنا بھی مستحب ہے۔

باب فضل صلہ الرحم

غرض یہ ہے کہ واجب صلہ رحمی کرنے کے بعد مستحب درجات کا لحاظ کرنا بہت ثواب ہے اور کم از کم صلہ رحمی ایک دوسرے کو سلام کرنا ہے پھر قدرت اور حاجت کے لحاظ سے درجات مختلف ہیں اور جو ادنیٰ درجہ پر عمل کر لے اس کو قاطع رحم نہیں کہہ سکتے پھر ایسے رشتہ داروں کا مصداق کیا ہے۔ ۱۔ ذی رحم محرم۔ ۲۔ وارث یعنی جو کبھی نہ کبھی وارث بن سکتا ہو۔ ذرہا:۔ ۱۔ اپنی اونٹنی کو چلنے کے لئے چھوڑ دو کیونکہ سائل اونٹنی پر سوار تھا اور اس کو جلدی تھی۔ ۲۔ میری اونٹنی کو چلنے کے لئے چھوڑ دو۔

باب اثم القاطع

غرض یہ بیان کرنا ہے کہ قطع رحمی کبیرہ گناہ ہے۔

طرف عن عائشہ قالت جاءت عجز الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال کیف اتم کیف حاکم کیف کتتم بعدنا قالت بخیر بانی انت وامی یا رسول اللہ فلما خرجت قلت یا رسول اللہ تقبل علی حدہ الحجو زھذا لافقال یا عائشہ انھا کانت تاتینا زمان خدیج فان حسن العهد من الایمان۔

باب فضل من یعول یتیمًا

غرض اس شخص کا ثواب بتلانا ہے جو یتیم کی پرورش کرے۔

باب الساعی علی الارملہ

غرض یہ ہے کہ جو بیوہ کا خیال رکھے اس کو بہت ثواب ہے۔ او کالذی یصوم النھار ویقوم اللیل یہ اونٹن کا راوی ہے اور بعض نسخوں میں او کی جگہ واؤ ہے اس کی دو تقریریں ہیں۔ ۱۔ لف وشر مرتب ہے۔ ۲۔ دونوں کا ثواب ان دونوں کی طرح ہے۔

باب الساعی علی المسکین

غرض یہ بیان فرمانا ہے کہ مسکین کا خیال رکھنا بہت ثواب ہے۔

باب رحمہ الناس بالبھائم

غرض اس شخص کی فضیلت بیان فرمانا ہے جو جانوروں سے شفقت سے پیش آئے۔ کان رقیقا رحیما: یہی محل ترجمہ ہے کہ اجنبی آدمیوں پر رحم کرنا جیسے ثواب کا کام ہے ایسے یہ جانوروں پر رحم کرنا بھی ثواب کا کام ہے۔

باب الوصایا بالجار

غرض پڑوسی کا حق ادا کرنے کی تاکید کا بیان فرمانا ہے اور پڑوسی چالیس گھروں تک پھیلے ہوئے ہوتے ہیں۔

باب اثم من لایا من جارہ بوائقہ

غرض اس شخص کی مذمت ہے جس کی ایذاؤں سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو۔ عن ابی ہریرۃ: مقصد یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ سے بھی یہی مضمون منقول ہے لیکن حضرت ابو شریح والی روایت کی سند اتنی تھی اس لئے اس کو تفصیل سے بیان فرمایا۔

باب لا تحقرن جارة لجارتھا

غرض پڑوسی کی اہمیت کا بیان ہے کہ کچھ نہ کچھ ہدیہ وقتاً فوقتاً

فزیبرنی ابی: میرے والد صاحب نے مجھے ڈانٹا۔ فبقیت حتی ذکر: لوگ اس کا تذکرہ کرتے رہے کیونکہ بہت عرصہ وہ کرتے باقی رہا یہاں دوسرا نسخہ دکن بھی ہے کہ کرتے پرانا ہونے کی وجہ سے کالا ہو گیا دکن کے معنی کالا ہے۔

باب رحمہ الولد وتقبیلہ ومعانقته

غرض یہ ہے کہ شفقت کے طور پر ایسا کرنا مستحب ہے۔

ریحان نئی: میرا رزق ہیں یا میرے پھول ہیں۔

باب جعل اللہ الرحمہ مائة جزء

باب کی غرض یہ ہے کہ اس حدیث پاک کو بیان فرمانا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رحمت کے سو حصوں میں سے صرف ایک حصہ کو دنیا میں بھیجا ہے اور اس کا یہ اثر ہے کہ گھوڑا بھی احتیاط سے چلتا ہے کہ اس کا پاؤں اس کے بچے پر نہ آجائے پھر گھوڑے کا خاص طور سے اس لئے ذکر فرمایا کہ گھوڑا چلنے میں بہت چست اور تیز ہوتا ہے اور اہل عرب گھوڑے کو دن رات دیکھتے رہتے تھے۔ بعض نسخوں میں یہاں باب بلا ترجمہ ہے اس صورت میں یہ تہہ ہے ماقبل کا کہ اس حدیث میں بھی اولاد پر شفقت کا بیان ہے۔

باب قتل الولد خشیہ ان یا کل معہ

غرض یہ کہ ایسا کرنا کبیرہ گناہ ہے۔

باب وضع الصبی فی الحجر

غرض یہ کہ ایسا کرنا بھی شفقت میں داخل ہے۔

باب وضع الصبی علی الفخذ

غرض یہ کہ ایسا کرنا بھی شفقت میں داخل ہے اور یہ باب گذشتہ باب سے اخص ہے کیونکہ گذشتہ باب میں دونوں رانوں پر بٹھانا تھا یہاں ایک ران پر بٹھانا مذکور ہے۔

باب حسن العهد من الایمان

غرض یہ بیان فرمانا ہے کہ نکاح کی وجہ سے جو محبت اور تعلق ہوتا ہے اس کے حقوق کا خیال کرنا کمال ایمان کی نشانی ہے اور اس باب میں اشارہ ہے مستدرک حاکم اور شعب الایمان للبیہقی کی روایت کی

دیتے رہا کرو اگرچہ بکری کے پائے ہی کیوں نہ ہوں۔

باب من کان یومن باللہ

والیوم الآخر فلا یوذ جارہ

اس حدیث کا بیان کرنا یہی باب کی غرض ہے کیونکہ اس میں پڑوسی کے حق کی بہت تاکید ہے۔

باب حق الجوار فی قرب الابواب

غرض پڑوسیوں کی ترتیب کا بیان ہے کہ اس کا مدار دروازے کے قریب ہونے پر ہے کیونکہ قریب دروازے والے پڑوسی کو پتہ چل جاتا ہے کہ آج ان کے ہاں یہ یہ چیزیں آئی ہیں اس لئے اس کو انتظار ہوتا ہے کہ کچھ ہمیں بھی ملے گا۔

باب کل معروف صدقہ

غرض ان الفاظ والی حدیث کا بیان ہے کہ حدیث پاک میں یہ الفاظ ثابت ہیں اور یہ مضمون بھی شریعت میں ثابت ہے۔

باب طیب الکلام

غرض یہ مسئلہ بتلاتا ہے کہ نرم کلام کرنا مستحب ہے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے اذفع بالنی ہی احسن۔ اشاح: منہ پھیرا۔ اعراض فرمایا۔

باب الرفق فی الامر کلہ

غرض اس کی فضیلت بتلاتی ہے کہ قول و فعل میں زیادہ آسان صورت کا اختیار کرنا فضیلت والا طرز ہے۔ لاتزروہ: اس کو پیشاب کرنے سے نہ روکو۔

باب تعاون المؤمنین بعضهم بعضا

غرض یہ بتلاتا ہے کہ مومنین کا ایک دوسرے سے تعاون کرنا بہت فضیلت کا کام ہے وتعاونوا علی البر والتقوی۔

باب قول اللہ تعالیٰ من یشفع

شفاعة حسنه یکن له نصیب منها

غرض شفاعت کی فضیلت کا بیان ہے اور کسی کے لئے دعا کرنا یہ بھی شفاعت ہی میں داخل ہے۔

باب لم یکن النبی صلی اللہ تعالیٰ

وسلم فاحشا ولا متفحشا

ان دو لفظوں میں کیا فرق ہے۔ ۱۔ حد سے نکلنے والا اور حد سے زیادہ نکلنے والا۔ ۲۔ طبعی طور پر حد سے نکلنے والا اور خود تکلف کر کے حد سے نکلنے والا اور غرض اور ربط یہ ہے کہ پیچھے شفاعت کی فضیلت تھی اس میں دوسرے کو راحت پہنچانے کا ذکر تھا اب یہ ذکر ہے کہ اگر دوسرے کو راحت نہیں پہنچا سکتا تو کم از کم اس کو تکلیف تو نہ پہنچائے۔

باب حسن الخلق والسخاء

وما یکرہ من البخل:

خوش خلقی اور سخاوت کی فضیلت بیان کرنی مقصود ہے اور بخل کی کراہت بیان کرنی مقصود ہے یہاں ماموصولہ ہے اور من تبعیضہ ہے یعنی بعض صورتیں بخل کی جائز بھی ہیں اور وہ صورت بخل کی ہوتی ہے حقیقت میں بخل نہیں ہوتا۔

انہ لبحر: یہ سمندر کی طرح بہت زیادہ چلنے والا ہے۔

باب کیف یكون الرجل فی اہله

غرض یہ بیان کرنا ہے کہ گھر میں آدمی کو کیسے رہنا چاہیے۔

باب المقہ من اللہ تعالیٰ

غرض یہ بتلاتا ہے کہ اولیاء اللہ سے محبت لوگوں کے دلوں میں کیسے آتی ہے حق تعالیٰ ہمیں بھی اپنی ولایت اور محبت کا ایک ذرہ نصیب فرما دیں۔ آمین۔

باب الحب فی اللہ

غرض حب فی اللہ کی فضیلت کا بیان ہے۔

باب قول اللہ تعالیٰ یا ایہا الذین

آمنوا الا یسخر قوم من قوم

غرض یہ ہے کہ کسی کو حقیر سمجھنا بہت برا ہے۔ مما یشخرج من النفس: اس سے مراد ہوا ہے جو انسان کے بدن سے خارج ہوتی ہے یعنی اس پر نہ ہنسا کرو۔ ضرب الفعل: یہ اضافت مفعول کی طرف ہے کہ جیسے زجانور کو مار لیتے ہو بیوی کو اس طرح نہ مارو۔

غرض یہ ہے کہ فسادِ آدمی کی غیبت ضرورت کی وجہ سے جائز ہے۔

باب النمیمہ من الکبائر

غرض یہ بتلانا ہے کہ چغلی کھانا کبیرہ گناہ ہے نمیمہ کے معنی ہیں نقل اللہ یش علی جھہ الفساد کہ کسی کی بات نقل کرنا تاکہ لڑائی اور فساد ہو۔

باب مایکرہ من النمیمہ

غرض یہ ہے کہ چغلی خوری کی بعض صورتیں جائز ہیں جیسے مسلمانوں کا جاسوس کافروں کے حالات معلوم کر کے آ کر بتلانا ہے اس لئے ماموصولہ اور من تبعہ یعنی ہے ہمراہ غائبانہ عیب بیان کرنے والا۔ لہٰذا لہٰذا حاضر کے غیب بیان کرنے والا۔

باب قول اللہ تعالیٰ واجتنبوا قول الزور

غرض جھوٹ کی مذمت ہے اور ربط یہ ہے کہ چغلی بعض دفعہ جھوٹی ہوتی ہے۔

باب ما قیل فی ذی الوجہین

ایسے شخص کی مذمت مقصود ہے جو ایک طرف کچھ کہے دوسری طرف کچھ اور کہے اور ربط یہ ہے کہ یہ بھی چغلی کی ایک قسم ہے۔

باب من اخبر صاحبہ بما یقال فیہ

غرض یہ ہے کہ خیر خواہی کے طور پر غیبت نقل کرنی جائز ہے اور نہیں۔

باب مایکرہ من التماح

۲- غرض یہ ہے کہ مدح میں مبالغہ کرنا منع ہے۔ ۲- غرض یہ ہے کہ دو شخصوں میں سے ہر ایک دوسرے کی مدح کرے یہ بھی اچھا نہیں من ترا حاجی گویم تو مرا حاجی بگو وحسبہ اللہ۔ ۱- مقررہ ہے۔ ۲- گذشتہ قول کا تہہ ہے کہ یہ بھی کہے کہ پورا حساب اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔

باب من اثنی علی اخیه بما یعلم

یہ باب گذشتہ باب سے استثناء ہے کہ اگر کوئی اچھی صفت جانتا ہو تو اس کا بیان کر دینا جائز ہے دو شرطوں کے ساتھ ۱- حد سے نہ گزرے۔ ۲- جس کی مدح کر رہا ہے اس میں خود بینی پیدا ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔ الا لعبد اللہ بن سلام حضرت سعد بن ابی وقاص فرما رہے ہیں کہ میں نے صرف حضرت عبد اللہ بن سلام کے بارے میں ہی سنا ہے کہ ان کو نبی پاک ﷺ نے دنیا میں ہی جنت

باب ما ینہی عن السباب واللعن

غرض ان دونوں کی مذمت ہے۔ وقتاً لہ کفر: ۱- ناشکری ۲- اگر مسلمان سے لڑنے کو جائز سمجھے گا تو یہ کفر ہے۔ گویا قتل مومن کو حلال سمجھا۔ ولا یرمیہ بالکفر الا ارتدت علیہ ان لم یکن صاحبہ کذلک: ۱- اس صورت میں فوراً مرتد شمار ہوتا ہے۔ ۲- اگر بطور گالی کے یا بطور مذاق کے کہے تو مرتد شمار نہ ہوگا اور اگر سنجیدگی سے کہے تو کافر اور مرتد ہو جائے گا۔ ۳- فاسق قریب بکفر ہوتا ہے مرتد کسی صورت میں بھی نہیں ہوتا۔ ۴- اگر بلا ضرورت شرعیہ کسی کو کافر کہتا ہے تو اس کہنے والے کو برے خاتمہ کا اندیشہ ہوتا ہے۔ کان بنی و بنی رجل کلام: ۱- یہاں رجل سے مراد حضرت بلال مودن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں ان کی والدہ کا نام حمامہ تھا اس نام سے حضرت ابوذر نے عار دلائی تھی۔ قلت علی حین ساعتی ہذہ من کبر سنی: ۱- میں نے عرض کیا ہے کہ میں تو بڑی عمر کا ہوں پھر بھی مجھ میں جاہلیت ہے۔

باب مایجوز من ذکر الناس

نحو قولہم الطویل والقصیر

غرض یہ ہے کہ چھوٹے بڑے ہونے کا لقب صرف تعریف و تعین کے لئے ذکر کرے تو جائز ہے جیسے والدین ہے بطور تحقیر جائز نہیں ہے۔ ومالا یراد بہ شین الرجل: ۱- عیب لگانا مقصود نہ ہو۔ باب العیہ: ۱- غرض یہ بتلانا ہے کہ غیبت حرام ہے۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم

خیر دور الانصار

غرض یہ ہے کہ اس قسم کے الفاظ کو دوسروں کی غیبت نہیں کہہ سکتے کہ ایک کی جو تعریف کی ہے اس سے لازم آ گیا کہ باقی سب کی غیبت کر دی ہے۔

باب مایجوز من اغتیاب

اہل الفساد و الریب

یہ ریب جمع ہے ریبہ کی اس کے معنی شک اور تہمت کے ہیں

والا۔ جواظ:۔ اکثر کر چلنے والا۔ باب الهجرة:۔ ملاقات کے وقت منہ پھیر لینے کی مذمت مقصود ہے۔

باب ما يجوز من الهجران لمن عصى

یہ باب گذشتہ باب سے استثناء ہے کہ نامناسب کام کرنے والے کو کچھ نہ کچھ چھوڑ دینا بھی جائز ہے اور اس کی چند قسمیں ہیں۔ ۱۔ بعض دفعہ سلام و کلام چھوڑا جاتا ہے جیسے حضرت عائشہؓ نے حضرت عبداللہ بن الزبیر کو چھوڑا تھا۔ ۲۔ سب تعلقات ختم کر دیئے جائیں جیسے حضرت کعب بن مالک سے کیا گیا۔ ۳۔ خصوصی انبساط ختم کیا جائے جیسے حضرت عائشہؓ نبی پاک ﷺ کا نام نامی قسم میں لینا چھوڑ دیتی تھیں۔

باب هل يزور صاحبه كل يوم او بكرة وعشيه

غرض یہ ہے کہ ایسا کرنا بھی جائز ہے اور حدیث زرغباء و دحبا امام بخاری کے نزدیک ثابت نہیں ہے۔

باب الزيارة: غرض یہ ہے کہ احباب کو ملنے جانا بھی جائز ہے۔

باب من تجمل للوفود

غرض یہ ہے کہ مہمان کے کرام کے لئے اچھا لباس پہننا جائز ہے۔

باب الاخاء والحلف

غرض یہ ہے کہ اسلام کے معاہدہ کے ساتھ مزید معاہدہ بھی جائز ہے اور جو حدیث شریف میں ہے لاحلف فی الاسلام اس سے مراد ایسا معاہدہ ہے جس میں ظالم کی اس کے ظلم میں امداد کی جائے جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں معاہدہ کر لیتے تھے۔

باب التبسم والضحك

غرض یہ ہے کہ مسکرانا اور تھوڑا ہنسنا جائز ہے البتہ ہتھکے متعلق مروی ہے نہ ماہقبہ نبی قط افظ تحت اغلظ غصہ والا ایہ یہ کلمہ تائید کیلئے آتا ہے یعنی ٹھیک تو ہے اے ابن خطاب۔ فجاء:۔ راستہ۔ حدثنا سفیان کله بالخبر:۔ یعنی حضرت سفیان بن عیینہ نے یہ روایت عن کی جگہ خبر کے ساتھ نقل کی ہے۔ مشاعب:۔ یہ جمع ہے محب کی بمعنی میل پانی بہنے کی جگہ۔

کی بشارت دے دی تھی۔ حضرت سعد کے علاوہ دوسرے حضرات نے اوروں کے متعلق بھی ایسی بشارتیں نقل فرمائی ہیں۔

باب قول الله تعالى ان الله يا مر بالعدل

والاحسان وايتاء ذی القربى و ينهى

عن الفحشاء والمنكر والبغی

غرض کیا ہے۔ ۱۔ کسی مسلم کو یا کافر کو تکلیف پہنچانا منع ہے۔ ۲۔ معاف کرنا اور بدلہ نہ لینا اولیٰ ہے اور اس پر لفظ احسان دلالت کرتا ہے۔

باب ما ينهى عن التحاسد والتدابیر

حسد اور اعراض کی مذمت مقصود ہے۔

باب یا ایہا الذین آمنوا اجتنبوا كثيرا من الظن

غرض بدظنی کی مذمت ہے۔ ولا تحسسوا ولا تجسسوا ولا تناجشوا: تحسس جاء مہملہ کے ساتھ اس کے معنی ہیں کان سے چھپ کر کسی کی بات سننا اور تجسس بالجیم کے معنی عام ہیں کان سے یا آنکھ وغیرہ سے دوسرے کے حالات چھپ کر معلوم کرنا اور تنجش کے معنی ہیں گاہک کو دھوکہ دینے کے لئے جھوٹا گاہک بنانا۔

باب ما یكون من الظن

غرض یہ ہے کہ بعض دفعہ ضرورت کی وجہ سے کچھ بدگمانی مجبوراً کرنی پڑتی ہے اس کی گنجائش ہے۔

باب ستر المؤمن علی نفسه

اپنے گناہوں کا اظہار بلا اضطراب نہ ہونا چاہئے۔ اضطراب کی صورت یہ ہے کہ علاج کے لئے مصلح سے ذکر کرے۔ کل امتی معافی الا المجاہرین: اعلانیہ گناہ کرنے والے۔ المجاہرین: لا پرواہی۔ النجوى: قیامت کے دن سرگوشی کے متعلق تم نے کیا حدیث سنی ہے۔ باب الکبر: تکبر کی مذمت مقصود ہے۔ ضعیف: کمزور حال والا۔ متضاعف: متواضع۔ مقصد یہ ہے کہ زیادہ اہل جنت کمزور اور متواضع ہی ہوں گے۔ الا اخبر کم باهل النار: یعنی زیادہ دوزخی کیسے ہوں گے۔ عتل: فخر کرنے

باب قول الله تعالى يا ايها الذين

امنو اتقوا الله وكونوا مع الصادقين

غرض صدق کی مدح ہے۔

باب فى الهدى الصالح

اچھے طریقہ کی مدح کرنی مقصود ہے ولا وسعنا وحد يادل کے معنی ہیں چال ڈھال اور سمت کے معنی ہیں حسن منظر یعنی شکل و صورت اور ہدی کے معنی ہیں اخلاق۔ لابن ام عبد:۔ اس کا مصداق حضرت عبداللہ بن مسعود ہیں۔

باب الصبر على الاذى

غرض معاف کرنے کی فضیلت بیان کرنا ہے۔

باب من لم يواجه الناس بالعتاب

غرض حیاء کی فضیلت کا بیان ہے۔

باب من كفر اخاه بغير تاويل فهو كما قال

غرض یہ ہے کہ اگر کوئی اپنے بھائی کو بلا عذر اور بلا دلیل کافر کہہ دے تو اس کا وبال اسی کہنے والے پر آتا ہے حضرت عمرؓ نے جو حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کو منافق فرمادیا تھا تو یہ عذر پڑتی تھا۔

باب من لم يرا كفار من

قال ذلك متاولا او جا هلا

یہ باب گذشتہ باب سے استثناء ہے کہ حضرت عمرؓ کا فضل دلیل پڑتی تھا۔

باب ما يجوز من الغضب والشدة لامر الله

غرض یہ ہے کہ دین کے خلاف بات دیکھ کر غصہ ظاہر کرنا جائز ہے۔ نبی پاک ﷺ کی نرمی اپنے ذاتی کاموں میں تھی۔ محصفہ: کھجور کی شاخوں والا۔

باب الحذر من الغضب

غرض یہ بتلانا ہے کہ اپنی ذات کے لئے غصہ کرنے سے بچنا چاہئے۔ باب الحياء:۔ حیاء کی مدح مقصود ہے۔

باب اذا لم تستحي فاصنع ما شئت

غرض اس حدیث کا بیان ہے کہ یہ حدیث اور اس کا مضمون

ثابت ہے اور اس میں حیاء کی بہت فضیلت بیان فرمائی گئی ہے۔

باب ما لا يستحي من الحق للشفقة فى الدين

غرض یہ ہے کہ شرم دینی ضرورت میں رکاوٹ نہ بنی جائے۔

باب قول النبى صلى الله عليه وسلم

يسروا ولا تعسروا

غرض اس حدیث کو اور اس کے مضمون کو بیان کرنا ہے۔

باب الانبساط الى الناس

غرض یہ ہے کہ لوگوں سے خوش طبعی کرنا بھی جائز ہے۔
ودينك لا يكلمنه: ۱- یہ لفظ دینک منصوب ہے علی شریطۃ التفسیر۔ ۲- مبتدا ہے اور مرفوع ہے معنی یہی ہیں کہ لوگوں سے اتنا زیادہ میل جول نہ کرو کہ یہ میل جول دین کو زخمی کر دے۔
والد عابته مع الاهل: گھر والوں سے خوش طبعی بھی مستحسن ہے حدود شرعیہ کے اندر رہ کر۔ ينقمن منه فيسر بهن الى: میری سہیلیاں نبی پاک ﷺ کو آتے دیکھ کر چھپ جاتی تھیں تو نبی پاک ﷺ ان کو میری طرف بھیجتے تھے یعنی اجازت دیتے تھے کہ کوئی بات نہیں عانتہ سے کھیل لو۔

باب المداواة مع الناس

غرض مدارات کی مدح ہے کہ دوسرے کی دنیا کی خاطر اپنی دنیا کا کچھ نقصان کر لے اس کے مقابلہ میں مددھت ہوتی ہے کہ دوسرے کی دنیا کی وجہ سے اپنے دین کا نقصان کر لے یہ جائز نہیں ہے۔
لنكثرو: ہم دانت نکالتے ہیں یعنی زیادہ ہنسی کرتے ہیں۔
وكان فى خلقه شى: نبی پاک ﷺ کے اخلاق مبارکہ میں کچھ تھا یعنی خوش طبعی تھی۔

باب لا يلدغ المؤمن من جحر مرتين

غرض اس حدیث پاک کا اور اس کے مضمون کا بیان ہے۔

باب حق الضيف

غرض یہ ہے کہ مہمان کے حق کا خیال رکھنا مسنون ہے۔
وانك عسى ان يطول بك عمر: کہ

بڑی عمر والے کو گفتگو شروع کرنے کا موقع دینا چاہئے۔

باب ما يجوز من الشعر والرجز

والحداء و ما يكره منه

غرض اچھے اور برے شعروں کا بیان ہے اور حداء ان شعروں کو کہتے ہیں جن کو کن کر اوٹ مست ہو جاتے تھے اور خوب چلتے تھے۔
فاغفر فداء لك ما اقفيننا: ۱۔ ہم اس وقت تک فداء ہیں جب تک ہم آپ کا اتباع کر رہے ہیں یعنی فداء بھی ہیں اور اتباع بھی کر رہے ہیں۔ ۲۔ ما اقفيننا یہ مفعول ہے فاغفر کا کہ ہم جن باتوں میں شیطان کے پیچھے لگ چکے ہیں ان کو معاف فرمادیں۔

شاحبا: ۱۔ رنگ بدلا ہوا تھا۔ قل عربی نشابها مثله: ۱۔ اس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔ ویحک یا انجشہ رویدک سوفا بالقواریر: ۱۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کالے رنگ کا غلام تھا وہ بہت اچھی آواز دلاتا تھا حجۃ الوداع کے موقع پر اونٹنی چلا رہا تھا اس اونٹنی پر حضرت ام سلمہ اور ازواج مطہرات بیٹھی ہوئی تھیں۔ اس غلام کی آواز سے وہ اونٹنی بہت تیز بھاگتی تھی اس لئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غلام سے فرمایا کہ اونٹنی کو آہستہ چلاتا کہ شیشے جیسی نازک عورتوں کو تکلیف نہ پہنچے۔ ۲۔ مقصد یہ تھا کہ تو شعر بالکل نہ پڑھ ایسا نہ ہو کہ تیری اچھی آواز کی وجہ سے عورتیں فتنہ میں پڑیں جیسے شیشہ جلدی ٹوٹ جاتا ہے ایسے ہی عورتیں جلدی فتنہ میں پڑ جاتی ہیں۔

باب هجاء المشركين

غرض یہ ہے کہ مشرکین کی مذمت کے لئے شعر کہنا مستحب ہے۔

باب ما يكره ان يكون الغالب على

الانسان الشعر

غرض یہ ہے کہ یہ مکروہ ہے کہ انسان پر اشعار کا غلبہ ہو جائے۔
حتی یرہ: ۱۔ وری یری سے ہے پیٹ کی بیماری والا ہوا۔ ۲۔ وری الفح اکله۔ پیپ کو بہت کھالیا۔

باب قول النبي صلى الله عليه وسلم

شاید تیری عمر لمبی ہو اور تو کمزور ہو جائے اور زیادہ عبادت نہ کر سکے اس لئے اتنی عبادت ہی کرو جس کو ساری عمر نبھا سکو۔

باب اكرام الضيف و خدمته اياه بنفسه

غرض یہ کہ ایسا کرنا مستحب ہے۔ فان لم يفعلوا فخذوا مهم حق الضيف: ۱۔ مر رہا ہو تو جان بچانے کے لئے کھانا بلا اجازت کھالے پھر بعد میں قیمت دے دے۔ ۲۔ یہ اس زمانہ کا حکم ہے جبکہ ضیافت واجب تھی پھر منع ہوئی پھر مباح قرار دی گئی۔

باب صنع الطعام والتكلف للضيف

غرض یہ ہے کہ مہمان کے لئے پر تکلف کھانا تیار کرنا مسنون ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مہمانوں کے لئے پتھر ذبح فرمایا۔

باب ما يكره من الغضب والجزع عند الضيف

غرض یہ ہے کہ غصہ اور گھبراہٹ کا اظہار مہمان کے پاس مکروہ ہے کیونکہ اس سے اس کو تکلیف ہوتی ہے اسی لئے حضرت صدیق اکبرؓ نے اس غصہ کا تذکر فرمایا اور قسم کو توڑ کر مہمانوں کیساتھ کھانا کھایا للفقین منہ مفعول محذوف ہے الاذی کہ اگر تم نے کھانا نہ کھایا تو اب جان آ کر ناراض ہوں گے۔ یا غنثر: ۱۔ اے جاہل الاولی للشیطان۔ ۱۔ الحالہ الاولی لاجل الشیطان۔ ۲۔ الکلمہ الاولی ای القسمیہ من الشیطان۔ ۳۔ اللقمہ الاولی لترغیم الشیطان۔

باب قول الضيف لصاحبه

والله لا اكل حتى تاكل

غرض یہ ہے کہ مہمان اگر ناز سے کوئی قسم کھالے تو میزبان کو اس پر صبر کرنا چاہئے جیسے حضرت ابو بکرؓ نے صبر فرمایا فیہ حدیث ابی حنیفہ اس سے مراد حضرت سلمان اور حضرت ابوالدرداء ابی حدیث ہے جو عنقریب گزر چکی ہے۔ جدع: ۱۔ فرمایا اے کان کٹے۔ یا غنثر: ۱۔ اے جاہل۔

باب اكرام الكبير و يبداء

الاكبر بالكلام والسؤال

غرض یہ ہے کہ وہ آدمی اگر باقی صفات میں برابر ہوں تو پھر عمر کا زیادہ ہونا فضیلت کا سبب ہوتا ہے اس لئے ایسے موقعہ میں

تربت یمینک و عقری حلقی

غرض یہ ہے کہ ان الفاظ کا اور ان جیسے الفاظ کا استعمال جائز ہے۔ تربت یمینک کے اصلی معنی تو یہ ہوتے ہیں کہ تو غریب ہو جائے لیکن زیادہ تر شوق دلانے کے لئے یہ الفاظ کہے جاتے ہیں اور عقری کے معنی ہیں خدا تجھے کاٹ دے تقدیر عبارت یوں ہے عقرک اللہ عقری و عقرأ اور حلقی کے اصل معنی ہیں تیرے حلق کو تکلیف پہنچنے لیکن یہ دونوں لفظ عقری اور حلقی زیادہ تر تعجب کے موقعہ میں استعمال ہوتے ہیں کبھی کبھی ایذا پہنچانے والی عورت کو بھی کہہ دیتے ہیں جبکہ وہ منحوس بھی شمار کی جائے۔

باب ماجاء فی زعموا

ایک حدیث پاک میں آیا ہے یس مطیہ الرجل زعموا اور اس کے دو معنی کئے گئے ہیں۔ ۱۔ کہ بلا تحقیق بات نہ کرنی چاہئے یہ نہ کرے کہ سنی سنائی بات آگے نقل کر دے ان لفظوں کے ساتھ زعم فلان بلکہ پہلے تحقیق کرے پھر آگے بیان کرے۔ ۲۔ کسی کی بات کی فوراً تردید نہ کر دے بلا دلیل اور فوراً یوں نہ کہہ دے زعم فلان کہ فلاں نے جھوٹ کہا ہے بلکہ پوری تحقیق کرے اگر واقعی جھوٹی ہو تو کہے زعم فلان اور یہ کہہ کر اب اس کی تردید کرے کہ اس نے جھوٹ بولا ہے۔ لیکن امام بخاری کے نزدیک یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔ اس لئے ان کا مقصد اس باب سے صرف یہ ہے کہ لفظ زعم قول کے معنی میں تحقیق کے موقع میں استعمال کرنا جائز ہے اور جب حقیقت حال معلوم نہ ہو تو پھر زعم کا لفظ استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔

باب ماجاء فی قول الرجل ویلک

غرض یہ ہے کہ یہ لفظ تنبیہ کے موقعہ میں استعمال کرنا جائز ہے اگرچہ اصل معنی دو آتے ہیں۔ ۱۔ جہنم کی ایک وادی کا نام ہے۔ ۲۔ ہلاکت کے معنی میں ہے۔ قال لا:۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قتل کرنے سے حضرت عمر کو منع فرمایا یہ منع فرمانا وحی کی وجہ سے تھا ورنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح گستاخی کرنے والے کا قتل جائز ہے۔ رصافہ:۔ وہ کپڑے جو لکڑی پر پلیٹ کر اوپر تیر کا پھل یعنی تیز حصہ لوہے کا چڑھایا جاتا ہے۔ فضبہ:۔ تیر کی لکڑی۔

قذذہ:۔ تیر کے پیچھے جو پر ہوتے ہیں۔ قدر در:۔ حرکت کرتا ہوا صل میں تھا تندر در ایک تاء کو حذف کر دیا گیا۔ فاعمل من وراء البحار:۔ یہ جمع ہے بحرۃ کی سمندر کی طرح بڑی بستی مقصد یہ ہے کہ اپنے وطن میں رہ کر اعمال صالحہ کرو۔ ان اخو هذا فلن یدرکہ الہرم حتی تقوم الساعة:۔ ۱۔ غرض یہ بیان فرمانا ہے کہ قیامت بہت قریب ہے گویا کہ اس بچے کے بوڑھا ہونے سے پہلے ہی آ سکتی ہے یہ صرف کمال قرب کا بیان ہے تحدید مقصود نہیں کہ پچاس ساٹھ سال کے اندر ضرور قیامت آ جائے گی۔ ۲۔ اگر قیامت دس ہزار سال کے بعد بھی آئے تو بڑھاپے کے پورا پورا پکڑنے سے پہلے ہی آ جائے گی کیونکہ بڑھاپے کی بھی کوئی حد نہیں اور بڑھاپے کے پورا پورا پکڑنے کی بھی کوئی حد نہیں ہے۔ ۳۔ ساعت سے مراد اس صدی کی موت کی ساعت ہے یعنی اس صدی کے ختم ہونے سے پہلے یہ بچہ بوڑھا نہ ہوگا یعنی نکڑا رہے گا زیادہ کمزور نہ ہوگا۔ ۴۔ ساعت سے مراد مخاطبین کی موت کی ساعت ہے یعنی مخاطبین کی موت تک یہ بچہ زیادہ کمزور نہ ہوگا۔ ۵۔ وحی سے بیان فرمایا کہ یہ بچہ بوڑھا نہ ہوگا بلکہ بڑھاپے تک پہنچنے سے پہلے ہی فوت ہو جائے گا۔

باب علامہ حب اللہ عزوجل

غرض یہ بتلانا ہے کہ حق تعالیٰ کی محبت کی علامت اتباع سنت ہے جیسا کہ اس آیت مبارکہ میں صراحۃً منقول ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحبکم اللہ ولم ینلق بہم یعنی اعمال میں اور فضیلت میں ان کے برابر نہیں ہے۔

باب قول الرجل للرجل اخساء

غرض یہ ہے کہ ضرورت کے موقعہ میں یہ کلمہ استعمال کرنا بھی جائز ہے اصل وضع اس کلمہ کی کتے کو ڈانٹنے اور دور کرنے کے لئے ہے پھر ہر برے قول و فعل میں استعمال ہوتا ہے جیسا کہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے واقعہ میں نقل فرمایا ہے انہوں نے طویل عرصہ مدینہ منورہ میں قیام فرمایا پھر خواب یا کشف میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا

باب لا یقل خبث نفسی

غرض یہ ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ مومن اپنے نفس کا احترام کرے اور خبث نفسی نہ کہے لقت نفسی کہے معنی دونوں کا تقریباً ایک ہی ہے پہلا لفظ ذرا سخت ہے۔

باب لا تسبوا الدھر

غرض یہ ہے کہ دھر اور زمانہ کو گالی دینا منع ہے اور یہ الفاظ حدیث میں ثابت ہیں اور صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ سے مرفوعاً وارد ہوئے ہیں لا تسبوا الدھر فان اللہ والدھرمعنی یہ ہیں کہ تم زمانہ کو فاعل حوادث کا مان کر گالیاں دیتے ہو حوادث کے خالق تو اللہ تعالیٰ ہیں اس لئے یہ گالیاں اللہ تعالیٰ کو جاتی ہیں۔ انا الدھر: تقدیر عبارت کیا ہے۔ ۱۔ انا مالک الدھر و مصرف الدھر۔ ۲۔ انا الدھر۔ ولا تقولوا خبیۃ الدھر:۔ ۱۔ مصیبت کے وقت پکارتے تھے خبیۃ الدھر گویا دھرم گویا اس کو پکارتے تھے۔ ۲۔ دھر کے لئے بدعہ کرتے تھے کہ اس دھرم کی ناکامی تو آج احرف خدا محذوف ہوتا تھا۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم

انما الکرم قلب المومن

غرض یہ ہے کہ لفظ کرم بہتر ہے کہ انگور کی تیل کے لئے نہ استعمال کیا جائے کیونکہ یہ تو قلب مومن کی صفت ہے پھر یہاں حصر ادعائی ہے مبالغہ کے لئے ہے حقیقی نہیں ہے پھر امام بخاری نے حصر ادعائی کی تین مثالیں دیں۔ ۱۔ انما المفلس الذی یفلس یوم القیامہ۔ ۲۔ انما الصرعة الذی یملک نفسه عن الغضب۔ ۳۔ لا ملک الا اللہ۔

باب قول الرجل فداک ابی وامی

غرض یہ ہے کہ کسی کی تعظیم کرتے ہوئے یہ لفظ کہنے بھی جائز ہیں۔ فیہ الزبیر:۔ یعنی حضرت زبیر کے مناقب میں یہ حدیث گزر چکی ہے جس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر سے فرمایا تھا۔ فداک ابی وامی۔

باب قول الرجل جعل اللہ فداک

غرض یہ ہے کہ اس طرح کہنا جائز ہے۔ فدیناک بابائنا

کہ ہندوستان جا کر ہماری حدیث پھیلاؤ لیکن وہاں درویشوں پر سختی نہ کرنا عرض کیا کہ آپ سے دور ہو جاؤں گا فرمایا نہیں دور نہ ہو گے چنانچہ تقریباً ہر رات زیارت ہوتی تھی خواب میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ درویشوں سے ملنے رہتے تھے ایک درویش نے شراب پینے کی دعوت دی اور کہا کہ نہ پیو گے تو پچھتاؤ گے فرمایا شریعت پر عمل کرنے والا پچھتایا نہیں کرتا اس رات خواب میں دیکھا کہ وہی درویش ایک بلڈنگ کے دروازے پر کھڑا ہے اس بلڈنگ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس درویش نے اندر نہ جانے دیا اگلے دن پھر اسے ملنے گئے تو درویش نے کہا کہ دیکھا رات کیا ہوا فرمایا اگرچہ رویت نہ ہوئی لیکن رضا تو حاصل ہے اور رضا کا مقام رویت سے اونچا ہے اگلی رات پھر اسی طرح ہوا تیسری رات اندر سے آواز آئی کہ دو دن سے عبدالحق ہمیں ملنے کیوں نہیں آیا؟ انہوں نے باہر سے چیخ کر عرض کیا کہ یہ درویش اندر آنے نہیں دیتا اس پر فرمایا اخیسا یقلب وہ کتابن کر ہٹ گیا اور ان کو زیارت نصیب ہوگئی اگلے دن ملنے گئے تو پتہ چلا کہ وہ درویش بیداری میں بھی کتابی بن کر یہاں سے چلا گیا ہے۔ فرضہ:۔

دھکا دیا جس سے وہ گر گیا۔ ان یکن ہو لا تسلط علیہ:۔ یہ شق اول وحی سے امر تنوینی کا ذکر ہے کہ اگر یہ دجال ہے تو تم اس کو قتل نہ کر سکو گے۔ وان لم یکن ہو فلا خیر لک فی قتله:۔ یہ شق ثانی ظاہری طور پر حکم شرعی ہے کہ یہ نابالغ بچہ ہے اور ذمی ہے تمہارے لئے اس کا قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ وهو یختل:۔ چھپ رہے تھے۔ رمزمہ او زمزمہ:۔ شک راوی ہے بلکہ آواز تفصیل شروع کتاب میں گزر چکی۔ فتناہی:۔ وہ ابن صیاد گنگنانے سے رک گیا۔

باب قول الرجل مرحباً

غرض یہ ہے کہ ان لفظوں سے کسی کو خوش آمدید کہنا جائز ہے۔

باب ما یدعی الناس باباءہم

غرض اس شخص کا رد ہے جس نے کہہ دیا کہ قیامت کے دن ماؤں کے ناموں سے پکارا جائے گا تاکہ ولد الزنا کی پردہ پوشی رہے۔

وامہاتنا:۔ یہ عبارت ہجرت والی حدیث میں گزر چکی ہے۔
فصرع النبی صلی اللہ علیہ وسلم:۔ اونٹنی سے
نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم گر پڑے۔ اقتحم:۔ اترے۔
فقصد قصدہا:۔ حضرت صفیہ کا قصد کیا حضرت ابوطالب
نے۔ فالقی ثبہ علیہا:۔ پہلے اپنے چہرے پر کپڑا ڈالا پھر
وہی کپڑا حضرت صفیہ کے چہرے پر ڈالا۔

باب احب الاسماء الى الله عز وجل

بعض نسخوں میں اس کے بعد یہ بھی ترجمہ الباب میں ہے وقول
الرجل لاصحابہ یا نبی اس صورت میں دو مسئلے تھانے مقصود ہیں۔ ۱۔
سب سے اچھا نام کیا ہے۔ ۲۔ یا نبی کہنا جائز ہے۔ ولا کرامہ:۔
ہم تمہیں اتنی عزت نہ دیں گے کہ تم نام کے لحاظ سے نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم جیسے بن جاؤ اس لئے تمہیں ابوالقاسم نہیں پکاریں گے۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم

سمو اباسمی ولا تکتو ابکنیتی

غرض اس حدیث کا اور اس کے مضمون کا بیان ہے۔ اس مسئلہ
میں چار اہم قول ہیں۔ ۱۔ کنیت ابوالقاسم جائز نہیں ہے البتہ نبی پاک
صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک پر محمد نام رکھنا جائز ہے۔ ۲۔ دونوں کو
صرف جمع کرنا منع ہے اکیلے اکیلے دونوں ٹھیک ہیں۔ ۳۔ جمع کرنا بھی
جائز ہے۔ ۴۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صرف کنیت منع
تھی اب بعد میں کچھ منع نہیں ہے اور یہی قول رائج ہے۔

باب اسم الحزن

غرض یہ ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ قبیح نام بدل دیا جائے۔
الحزونہ: تسہیل کی ضد ہے سختی اور تکلیف۔

باب تحویل الاسم الى اسم احسن منه

یہ تعیم بعد التخصیص ہے۔ فلها النبی صلی اللہ
علیہ وسلم بشی بین یدیه:۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ
وسلم کسی چیز میں مشغول ہو گئے جو سامنے پڑی تھی۔
فاستفاق:۔ بچے کا خیال آیا۔ من سمی باسماء

الانبياء:۔ غرض اس شخص کا رد ہے جو انبیاء علیہم السلام کے نام
پر نام رکھنے کو مکروہ کہتا ہے اور اس کراہت کو حضرت عمرؓ کی طرف
منسوب کرتا ہے کہ وہ بھی مکروہ سمجھتے تھے ہماری جمہور کی دلیل تو
اسی باب کی روایت ہے عن جابر بن عبد اللہ مرفوعاً سمو باسمی اس
قائل کی دلیل طبرانی کی روایت ہے عن انس مرفوعاً تمون اولادکم
محمد اثم تلصوھم اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری فرماتے ہیں کہ
اس میں ایک راوی ہے حکم اس کو ابوالولید نے ضعیف قرار دیا
ہے۔ ولوقضی ان یکون بعد محمد نبی
عاش ابنہ ولكن لانی بعدہ:۔ غلام احمد کو نبی کہنے
والے قادیانی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ نبوت کا
احتمال تو ثابت ہوا جواب یہ ہے کہ یہ احتمال ایسا ہی ہے جیسے اس
آیات مبارکہ میں دو خداؤں کا احتمال مذکور ہے لو کان فیہما
الہ الا اللہ لفسد تالینی یہ احتمال صرف باطل ہونے کا ہے۔

باب تسمیہ الولید

اس روایت کا رد مقصود ہے جو طبرانی میں ہے عن ابن مسعود نبی
رسول اللہ علیہ وسلم ان یسمی الرجل عبداً اولدہ حرباً او مراً او ولیداً
وجہ رد کی یہ ہے کہ یہ روایت نہایت ضعیف ہے۔

باب من دعا صاحبه فنقص من اسمه حرفا

غرض یہ ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے۔

باب کنیہ للصبی و قبل ان یولد للرجل

غرض یہ کہ ایسا کرنا جائز ہے سوال یہ تو جھوٹ ہے جواب
نیک فال اور امید کے درجہ میں ایسا کیا جاتا ہے۔

باب ابغض الاسماء الى الله

غرض برے ناموں کا بیان ہے۔ اخنا الاسماء:۔
سب سے زیادہ ذلت والا۔

باب کنیہ المشرک

غرض یہ ہے کہ کسی کافر کو بھی کنیت کے ساتھ ذکر کر دینا جائز
ہے اگرچہ اصل تو کنیت تکریم ہوتی ہے لیکن کبھی کبھی صرف تحسین

چکی ہے۔ باب الخذف:۔ غرض یہ ہے کہ مسلمانوں کو تکلیف نہ پہنچاؤ کیونکہ کنکریوں سے کھیلنے میں کسی کو لگنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

باب الحمد للعاطس

غرض یہ ہے کہ ایسا کرنا مسنون ہے کیوں۔ ۱۔ کیونکہ یہ علامت ہے دماغ کے ٹھیک ہونے کی کیونکہ مجنون کو چھینک نہیں آتی۔ ۲۔ چھینک سے دماغ کی تکلیف دور ہوتی ہے۔

باب تشمیت العاطس اذا حمد الله

غرض یہ مسئلہ بتانا ہے کہ چھینکنے والا اگر الحمد للہ کہے تو سننے والے پر یرحمک اللہ کہنا واجب ہوتا ہے۔ وجوب کی تصریح اس لئے نہ کی کہ حدیث میں مراحۃ وجوب کا ذکر ہے۔

باب ما يستحب من العطاس

وما يكره من التثاؤب

غرض یہ بیان کرنا کہ چھینک اچھی ہے اور جمائی اچھی نہیں ہے۔ چھینک کی تفصیل تو گزر چکی جمائی کے اچھا نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ ۱۔ سستی اور غفلت کی علامت ہے۔ ۲۔ شیطان اس سے خوش ہوتا ہے۔ ۳۔ کسی نبی سے یہ ثابت نہیں ہے۔

باب اذا عطس كيف يشمت

غرض تشمیت کا طریقہ بتانا ہے۔

باب لا يشمت اذا لم يحمد الله

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے۔

باب اذا تثاوب فيضع يده على فيه

غرض یہ ہے کہ ایسا کرنا مستحب ہے۔

كتاب الاستيذان

پچھے اخلاق تھے اور معاشرت کا ذکر جمعاً تھا اب معاشرت کا ذکر قصداً ہے تقدیر عبارت یوں ہے ہذا کتاب فی بیان امر الاستیذان یعنی اجازت مانگنا ایسی جگہ جہاں کا مالک نہیں ہے۔

باب بدء السلام

غرض سلام کی نوع کا ظہور ہے تاکہ درمیانے اور انتہائی

..... کی نیت سے کافر کے لئے استعمال کرنی بھی جائز ہے۔
ضحضاح:۔ ہلکا حصہ جہنم کا۔

باب المعاريض مندو حه عن الكذب

یہ لفظ معاریض جمع ہے معراض کی بمعنی تعریض۔ غرض یہ ہے کہ تعریض میں وسعت اور گنجائش ہے کیونکہ یہ جھوٹ سے بچانے والی ہے اور یہ بات حضرت عمرؓ کے قول سے ماخوذ ہے جو طبرانی میں ہے ان فی المعاریض لمند و عن الکذب اور ابن ابی عدی نے حضرت قتادہ سے مرفوعاً یہی نقل کر کے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

باب قول الرجل للشي ليس بشئ

وهو ينوي انه ليس بحق

غرض یہ ہے کہ اس قسم کا قول جھوٹ نہیں ہے کیونکہ اس نے ایسے معنی کا ارادہ کیا ہے جس میں وہ سچا ہے۔

باب رفع البصر الى السماء

غرض اس شخص کا رد ہے جس نے کہہ دیا کہ آسمان کی طرف دیکھنا ہمیشہ منع ہے۔ امام بخاری فرمانا چاہتے ہیں کہ صرف نماز میں اوپر دیکھنا منع ہے دلیل یہ آیت ہے قد نرى تقلب وجهك في السماء۔

باب من نكت العود في الماء والطين

غرض یہ ہے کہ ایسا کرنا وقار کے خلاف نہیں ہے۔

باب الرجل ينكت الشي بیده في الارض

غرض یہ ہے کہ تفکر کے وقت ایسا کرنا جائز ہے۔

باب التكبير والتسبيح عند التعجب

غرض یہ ہے کہ ایسا کرنا۔ مستحب ہے تاکہ زبان کو ذکر اللہ کی مشق ہو جائے اور اس میں رد بھی ہے اس شخص کا جس نے ایسا کرنے سے منع کیا ہے۔

باب كاسيه في الدنيا عاريه في الاخرة

۱۔ غیر مردوں کے سامنے پتلے کپڑے پہننے والی عورتیں آخرت میں ننگا ہونے کی سزا پائیں گی۔ ۲۔ بہت سی کپڑے پہننے والی عمل کے لحاظ سے تنگی ہوتی ہیں۔ مزید تفصیل اس حدیث کی شروع کتاب میں گزر

باب السلام للمعرفة وغير المعرفة

غرض تعظیم السلام ہے کہ جانتا ہو یا نہ جانتا ہو ہر ایک کو سلام کرنا چاہیے۔

باب آية الحجاب

غرض آیت حجاب کا شان نزول بیان کرنا ہے۔

باب الاستيذان من اجل البصر

غرض یہ ہے کہ اجازت لئے بغیر مکان کے اندر جھانکنا جائز نہیں ہے۔
مدری کنگھی یختل الرجل ليطعنه چھپ رہے تھے تاکہ قینچی ماریں۔

باب زنا الجوارح دون الفرج

غرض یہ ہے کہ بلا اجازت اندر دیکھنا آنکھ کا زنا ہے۔

باب التسليم والا ستیذان ثلاثا

غرض یہ ہے کہ اجازت تین دفعہ لی جاتی ہے نہ ملے تو واپس چلے جانا چاہیے۔

باب اذا دعى الرجل فجاء هل يستاذن

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ کسی کو بلانے کے لئے اگر آدمی بھیجا ہو تو اگر اس ایچی کے ساتھ ہی آگیا تو پھر اجازت لینے کی ضرورت نہیں اور اگر بعد میں آئے تو اجازت لے اس باب کی حدیثوں سے یہ سب کچھ ثابت ہو رہا ہے۔

باب التسليم على الصبيان

غرض یہ ہے کہ بچوں کو سلام کرنا بھی مسنون ہے۔

باب تسليم الرجال على النساء

والنساء على الرجال

غرض یہ ہے کہ دونوں صورتیں بھی جائز ہیں جبکہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہو مگر کرچکی میں جیتی تھیں۔

باب اذا قال من ذا فقال انا

غرض یہ ہے کہ جواب میں ابھام کر دہ ہے۔

باب من رد فقال عليك السلام

غرض کی دو تقریریں ہیں۔ ۱۔ بغیر واو کے جواب دینا بھی جائز

حالات بھی اس میں داخل ہو جائیں جیسے شروع کتاب میں بدء الوحي میں یہی مقصود تھا اور پھر استیذان میں سلام کا ذکر کرنے میں یہ اشارہ ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ استیذان لفظ سلام کے ساتھ ہونا چاہیے۔ خلق الله آدم علی صورته: ۱۔ اپنی صفات پر پیدا فرمایا حیوة۔ علم۔ سمع۔ بصر اور تکلم عطا فرمایا پس انسان اللہ تعالیٰ کے کمالات کا مظہر ہے۔ ۲۔ اپنی پسندیدہ صورت پر پیدا فرمایا۔ علی صورة احتیاجا۔ ۳۔ اضافت تشریفاً ہے جیسے بیت اللہ اور روح اللہ۔ فقال السلام علیکم: ۱۔ اللہ تعالیٰ نے صاف صاف یہ لفظ سکھائے تھے۔ ۲۔ الھام فرمایا اور دل میں ڈالے۔ ۳۔ آدم علیہ السلام ذہین تھے فسلم کے لفظ ہی سے سمجھ گئے۔ پھر اولیٰ معرف بالام ہے کیونکہ تعریف میں تعظیم ہے۔ بغیر تعریف کے بھی جائز ہے جیسے قرآن پاک میں ہے سلام علیکم۔

باب قول الله تعالى يا ايها الذين آمنوا

ادخلوا بيوتاً غير تكم حتى تستأنسوا

استیذان ان کے احکام و آداب بیان کرنے مقصود ہیں۔

باب السلام من اسماء الله تعالى

غرض لفظ سلام کی فضیلت کا بیان ہے۔

باب تسليم القليل على الكثير

اس میں تواضع کی تعلیم ہے کیونکہ کبیر اور قاعدہ اور کثیر کا حق زیادہ ہے۔

باب تسليم الراكب على الماشي

سلام کے آداب میں سے ایک ادب بتلانا مقصود ہے۔

باب تسليم الماشي على القاعد

گذشتہ باب کی طرح۔

باب تسليم الصغير على الكبير

گذشتہ باب کی طرح۔

باب افشاء السلام

غرض یہ ہے کہ سلام کا پھیلا نا فضیلت کا کام ہے۔

ہے۔ ۲۔ بغیر زیادتی کے جواب دینا بھی جائز ہے۔

باب اذا قال فلان یقرئک السلام:

تین غرضیں ہیں۔ ۱۔ سلام بھیجنا جائز ہے۔ ۲۔ اپنی پر سلام پہنچانا واجب ہے۔ ۳۔ اذا کا جواب محذوف ہے یعنی سامع پر جواب واجب ہے۔

باب التسليم فی مجلس فیہ

اخلاط من المسلمین والمشرکین

غرض یہ ہے کہ ایسا کرنا بھی مسنون ہے۔

باب من لم یسلم علی من اقرض ذنباً ولم یرسلہ حتی یتبین توبتہ والی ما تتبین توبہ العاصی:۔ دو غرضیں ہیں۔ ۱۔ فاسق اور مبتدع پر سلام نہ کرنا چاہیے۔ توبہ کا ظہور علامتوں سے ہے اور گناہ کے مناسب مدت گزرنے پر ہے اور پھر اس تاہب کے حالات بھی مختلف ہوتے ہیں کسی پر تقویٰ جلدی ظاہر ہو جاتا ہے کسی پر دیر سے ظاہر ہوتا ہے۔

باب کیف یرد علی اهل الذمہ السلام

دو غرضیں ہیں۔ ۱۔ ذمی کو کیسے جواب دیا جائے۔ ۲۔ ذمی کو جواب دینا جائز ہے۔

باب من نظر فی کتاب من یحذر

علی المسلمین لیستبین امرہ

غرض یہ ہے کہ ضرورت کی وجہ سے دوسرے کے خط کو دیکھنا جائز ہے۔

باب کیف یکتب الکتاب الی اهل الکتاب

غرض اہل کتاب کو خط لکھنے کا طریقہ بتلانا ہے۔

باب بمن یبداء فی الکتاب

غرض یہ ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ کاتب پہلے اپنا نام لکھے۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم

قوموا الی سیدکم

دو غرضیں ہیں۔ ۱۔ اہل فضیلت کا اکرام مستحب ہے۔ ۲۔ بطور

اکرام کھڑا ہونا جائز ہے۔

باب المصافحہ: غرض یہ ہے کہ مصافحہ سنت ہے اور

اس میں حکمت یہ ہے کہ یہ السلام علیکم کی عملی تاکید ہے اور بیعت ہے کہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تم کو میری زبان اور میرے ہاتھ سے تکلیف نہ پہنچے گی اور میں اس حدیث پر عمل کروں گا۔ المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ۔ وھو اخذ بید عمر بن الخطاب:۔ یہ مصافحہ کے علاوہ ہاتھ پکڑنا ہے۔

باب الاخذ بالیدین

غرض یہ ہے کہ مصافحہ دونوں ہاتھوں سے کرنا مسنون ہے اس سے ہمارے زمانہ کے غیر مقلدین کی تردید بھی ہوگئی وہ کہتے ہیں کہ ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا مسنون ہے وجہ تردید کی یہ ہے کہ ۱۔ اس حدیث پاک میں صراحۃً نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا دونوں ہاتھوں سے مصافحہ فرمانا مذکور ہے۔ ۲۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کے ایک ہاتھ کا ذکر تو بطور اشارۃً النص ہے یعنی الفاظ میں ہے اور دوسرے ہاتھ کا ثبوت بطور دلالۃً النص ہے کیونکہ جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ہاتھوں سے مصافحہ فرما رہے تھے تو ظاہر یہی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود بھی دونوں ہاتھوں سے ہی مصافحہ کر رہے تھے کیونکہ یہ تو خلاف ادب ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کریں اور حضرت عبداللہ بن مسعود ایک ہاتھ سے کریں۔ ۳۔ ان دو دلیلوں کے علاوہ تیسری دلیل غیر مقلدین کے رد کی یہ ہے کہ ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا تو کفار و فاسق کا طریقہ ہے۔

باب المعانقہ وقول الرجل کیف اصبحت

غرض یہ ہے کہ معانقہ کرنا اور حال پوچھنا جائز ہے۔ معانقہ کے متعلق تین اہم قول ہیں۔ ۱۔ مکروہ تنزیہی ہے۔ ۲۔ اگر فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو جائز ہے ورنہ ناجائز اور یہی رائج ہے۔ ۳۔ بغیر کرتہ کے ناجائز کرتے کے ساتھ جائز۔ سوال۔ اس باب کی کسی روایت میں معانقہ کا ذکر نہیں ہے۔ جواب۔ ۱۔ عادت یہ تھی کہ کیف اصحت اور معانقہ اکٹھے ہی کرتے تھے پس جب حدیث میں کیف اصحت آگیا تو گویا معانقہ کا ذکر بھی آگیا۔ ۲۔ کتاب المبعج میں صحیح بخاری میں حضرت حسن کے ساتھ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا معانقہ فرمانا مذکور ہے پس یہاں اسی کی طرف اشارہ کرنا

مقصود ہے۔ ۳۔ ارادہ فرمایا تھا امام بخاری نے کہ وہی حضرت حسن والی حدیث کو دوسری سند کے ساتھ یہاں ذکر کروں گا اس لئے یہاں خالی جگہ چھوڑ دی تھی لیکن وفات ہو گئی اور وہ حدیث دوسری سند کے ساتھ ذکر نہ فرما سکے۔

باب من اجاب بلیک وسعدیک

غرض یہ ہے کہ یہ دونوں لفظ حج ہی کے ساتھ خاص نہیں ہیں دوسرے موقعوں میں بھی بطور جواب ذکر کئے جاسکتے ہیں۔

باب لا یقیم الرجل الرجل من مجلسه

غرض یہ ہے کہ ایسا کرنا منع ہے۔

باب اذا قیل لکم تفسحوا فی المجالس

غرض یہ ہے کہ نئے آنے والوں کے لئے جگہ بنانے کے لئے کسی کو پیچھے کر دینا اور کسی کو اٹھا دینا جائز ہے۔

باب من قام من مجلسه او بیتہ ولم یستاذن

اصحابه او تھیا للقیام ليقوم الناس

غرض یہ کہ ایسا کرنا بھی جائز ہے۔

باب الاحتباء بالید وهو القرفصاء

غرض یہ ہے کہ ہاتھوں سے احتباء کر لینا بھی جائز ہے اور اسی کو قرفصاء بھی کہتے ہیں یعنی دونوں گھٹنے کھڑے کر کے گھٹنوں کے آگے ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کو پکڑ لینا تاکہ ہاتھوں سے گھٹنوں کو سہارا مل جائے۔

باب من اتکاء بین یدی اصحابه

غرض یہ ہے کہ ایسا کرنا بھی جائز ہے۔

باب من اسرع فی مشیتہ لحاجه او قصد

غرض یہ ہے کہ یہ جائز ہے۔

باب السریر

غرض یہ ہے کہ تخت اور چار پائی کا استعمال جائز ہے۔

باب من القی له وسادة

غرض یہ ہے کہ گدے پر بیٹھنا اور اس کے بغیر بیٹھنا دونوں

جائز ہیں۔

باب القائله بعد الجمعة

غرض یہ ہے کہ جمعہ کے بعد بھی قیلولہ کرنا جائز ہے۔

باب القائله فی المسجد

غرض یہ ہے کہ یہ بھی جائز ہے۔

باب من زار قوما فقال عندهم

غرض یہ ہے کہ ایسا کرنا بھی جائز ہے۔ ثم جمعة فی سک: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ کو خوشبو میں ملائی تھیں۔ سک ایک قسم کی خوشبو ہوتی ہے جو دوسری خوشبوؤں میں ملا کر استعمال کی جاتی ہے۔ حنوطہ: وہ خوشبو جو میت کو لگائی جاتی ہے۔

باب الجلوس کیفما تیسر منه

ہر طرح بیٹھنا جائز ہے۔ ہی غرض ہے۔ والاحتباء: معلوم ہوا کہ کشف عورت نہ ہو تو احتباء کی صورت میں بیٹھنا جائز ہے۔

باب من فاجی بین یدی الناس

ومن لم یخبر بسر صاحبه

دو غرضیں ہیں۔ ۱۔ جب ایک سے زیادہ آدمی ہوں تو سرگوشتی جائز ہے۔ ۲۔ راز کو چھپانا واجب ہے۔ لما اخبر تنی:۔ یہاں لما بمعنی الایہ۔

باب الاستلقاء

غرض یہ ہے کہ سیدھا لیٹ جانا بھی جائز ہے۔

باب لا یتنا جی اثنان دون ثالث

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ جہاں صرف تین آدمی ہوں وہاں ایک کو چھوڑ کر دوسرے کو سرگوشتی کریں تو جائز نہیں البتہ چار ہوں تو جائز ہے۔

باب حفظ السر

غرض یہ ہے کہ راز کا چھپانا واجب ہے۔ باب اذا کانوا اکثر من ثلثة فلا یسأل بالمساراة والمناجاة:۔ غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ جب چار یا زیادہ ہوں تو دو کا سرگوشتی کرنا جائز ہے۔

باب طول النجوی

غرض یہ ہے کہ سرگوشتی کا لمبا کرنا بھی جائز ہے۔

باب افضل الاستغفار

غرض سب سے افضل استغفار کا بیان ہے اور دو آیتوں کا ذکر یہ بتلانے کے لئے ہے کہ استغفار کے بہت منافع ہیں دنیا اور آخرت میں اس لئے استغفار بہت کرنا چاہئے۔ ساتھ ساتھ امام بخاری یہ بھی اشارہ فرما رہے ہیں کہ سید الاستغفار فرمانے سے مراد بیان افضلیت ہے۔

سید الاستغفار: سید ہونے کی مختلف تقریریں ہیں۔

۱۔ سب استغفاروں سے افضل یہ استغفار ہے جیسا کہ ابھی ذکر کیا گیا۔ ۲۔ اس استغفار میں توبہ کی سب خوبیوں کو جمع کر دیا گیا ہے جیسے سید کے پاس لوگ جاتے ہیں اپنی سب حاجتوں میں۔ ۳۔ اس استغفار میں حق تعالیٰ کی صفات جلالیہ اور صفات جمالیہ کو جمع کر دیا گیا ہے۔ توحید میں صفات جلالیہ سلبیہ سب آجاتی ہیں اور اس کے بعد صفات وجودیہ ہیں جن کو صفات جمالیہ اور صفات اکرام بھی کہتے ہیں کیونکہ خلق کے ذکر میں حیوۃ۔ علم۔ قدرۃ اور ارادہ آگئے وعدہ میں صفت کلام آگئی مغفرت کے ذکر میں سمع اور بصر آگئی یہی سات صفات وجودیہ ہیں۔ ۴۔ اس میں تعظیم اللہ اور تواضع العبد ہیں اور یہ دونوں عبادۃ ہیں۔ ۵۔ اڑنے کے پر اللہ تعالیٰ کے احسان کا مشاہدہ ہے اور نفس اور عمل کے عیب کا مطالعہ ہے اور اس استغفار میں یہ دونوں ہیں۔

باب استغفار النبی صلی اللہ علیہ وسلم

فی الیوم واللیلہ

غرض نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی توبہ یومیہ کی گنتی کا بیان ہے کہ ہر روز کتنی دفعہ توبہ ادا فرماتے تھے۔ باب التوبہ: غرض توبہ کی فضیلت کا بیان ہے توبہ میں چار چیزیں ضروری ہیں۔ ۱۔ فی الحال برا کام چھوڑ دے۔ ۲۔ ماضی میں برا کام کرنے پر ندامت ہو۔ ۳۔ آئندہ اس برے کام کے چھوڑنے کا عزم ہو۔ ۴۔ اگر کسی پر اس برے کام میں ظلم ہوا ہو تو اس کے تدارک کا عزم کرے۔ پھر توبہ اور استغفار میں یہ فرق ہے کہ توبہ اپنے نفس کے لئے ہوتی ہے اور استغفار اپنے نفس کے لئے بھی ہوتا ہے اور دوسروں کے لئے بھی ہوتا ہے۔

باب لا تترك النار فی البیت عند النوم

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ سوتے وقت آگ جلتی چھوڑنا مکروہ ہے۔

اغلاق الباب باللیل: غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ سوتے وقت دروازے بند کر کے سونا مستحب ہے۔

باب الختان بعد الکبر و نطف الابط

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ بڑھاپے میں بھی ختنہ کرانا جائز ہے لیکن رائج یہ ہے کہ صرف بالغ ہونے سے پہلے ہی جائز ہے بعد میں جائز نہیں ہے۔ البتہ دوسرا مسئلہ بغل کے بال لینا یہ ہمیشہ مسنون ہے۔ سوال ختنہ کو استیذان کے ابواب میں ذکر کرنا تو مناسب نہیں ہے۔ جواب۔ عموماً ختنہ کے موقعہ پر اجتماع ہوتا ہے اور اجتماع کے موقعہ پر استیذان کی ضرورت ہوتی ہے۔

واختتن بالقدوم مخففہ: یہ لفظ دال کی شد اور تخفیف دونوں طرح منقول ہے اور ہر دو میں تین تین تقریریں ہیں۔

۱۔ تیسہ (ببولہ) ۲۔ کلہاڑی ۳۔ جگہ کا نام۔

باب کل لہو باطل اذا شغلہ عن طاعة اللہ

اور جب غافل نہ کرے تو جائز ہے غرض یہ ہے کہ اس مضمون کی حدیث ثابت ہے اور وہ حدیث سنن اربع میں آتی ہے ان کی شرط پر نہیں ہے عن عقبہ بن عامر مرفوعاً کل مایہو بہ المرء المسلم باطل الارمیہ بقوسہ دتا ویب فرسہ دلاعبہ اہلہ۔

باب ما جاء فی البناء

غرض یہ ہے کہ ضرورت کے درجہ میں تعمیر بلا کراہت جائز ہے۔

مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم: مراد یہ ہے کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک کمرہ بنایا تھا۔

کتاب الدعوات

پیچھے عبادات تھیں اب مخ العبادۃ عبادت کا مغزی یعنی دعا ہے تقدیر عبارت یوں ہے کہ کتاب فی بیان انواع الدعوات واحکامھا۔

باب ولکل نبی دعوة مستجابہ

غرض اس حدیث پاک اور اس کے مضمون کا بیان ہے۔

باب الضجع علی الشق الایمن

اس باب کو دعاؤں کے باب میں کیوں ذکر فرمایا۔ ۱۔ اس طرح سونا اٹھ کر دعا کرنے کی تمہید ہے۔ ۲۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح سوتے وقت دعا فرمایا کرتے تھے اور باب کی غرض یہ ہے کہ دائیں کروٹ پر سونا مستحب ہے۔

باب اذا بات طاهراً

غرض با وضو سونے کی فضیلت کا بیان ہے۔ دعا کے ابواب سے دربط تو وہی ہیں جو گذشتہ باب میں ذکر کئے گئے ایک تیسرا ربط یہ بھی ہے کہ صحیح ابن حبان میں ہے عن ابن عمر فرموا عن بات طاہر بات فی شعارہ ملک فلا یستقیظ الا قال الملك اللهم اغفر لعبدک فلان۔

باب ما یقول اذا نام

غرض اس دعا کا بیان ہے جو سوتے وقت پڑھنی مسنون ہے۔

باب وضع الید تحت الخد الیمنی

غرض یہ ہے کہ ایسا کرنا مستحب ہے۔

باب النوم علی الشق الایمن

غرض یہ ہے کہ ایسا کرنا مستحب ہے۔

باب الدعاء اذا انتبه باللیل

غرض ایسا کرنے کی فضیلت کا بیان ہے۔

فتمطیت کراہیہ ان یری انی کنت اتقیہ

میں نے اٹھنے میں دیر کی تاکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہ خیال فرماویں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظار میں ہوں تاکہ آپ بے تکلف عبادت فرماویں صلی اللہ علیہ وسلم۔ اللهم اجعل فی قلبی نوراً طلب نور کے معنی یہ ہیں کہ آپ یا اللہ ان اعضاء سے اعمال صالحہ کی توفیق عنایت فرماویں تاکہ یہ اعضاء اعمال صالحہ سے منور ہو جائیں۔ قال کریم و سبغ فی الثابوت: اس عبارت کے دو معنی کئے گئے ہیں۔ ۱۔ انسانی بدن جو صندوق جیسا ہے اس میں سات اعضاء اور بھی ذکر فرمائے تھے کہ ان میں بھی نور بھردیں۔ ۲۔ حدیث پاک لکھی ہوئی

میرے صندوق میں موجود ہے اس میں سات چیزیں اور بھی ہیں جن میں نور بھرنے کی دعا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔ اس دوسرے معنی کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ایک روایت میں یوں بھی وارد ہوا ہے ثم اخرجہ منہ واخبرہم بہ۔

باب التکیرو والتسبیح عند المنام

غرض یہ ہے کہ ایسا کرنا مستحب ہے۔

باب التعوذ والقراءة عند النوم

غرض یہ ہے کہ ایسا کرنے کی بڑی فضیلت ہے۔

باب :۔ تتمہ ہے ماقبل کا کیونکہ اس میں بھی نیند شروع کرنے کا طریقہ مذکور ہے۔

باب الدعاء نصف اللیل

غرض آدھی رات کے بعد دعا کی فضیلت کا ذکر ہے۔ سوال۔ باب میں تو آدھی رات مذکور ہے اور حدیث پاک جو اس باب میں ہے اس میں حین یقی ثلث اللیل الاخر کے الفاظ ہیں اس لئے دونوں میں مناسبت نہیں ہے۔ جواب۔ ۱۔ جب آدھی رات آتی ہے تو کہہ سکتے ہیں کہ ثلث لیل باقی ہے کیونکہ ثلث لیل کا بقاء ثلث لیل سے پہلے ہوتا ہے پس نصف لیل سے یہی مراد ہے گویا ثلث لیل سے کچھ پہلے۔ ۲۔ مسند احمد میں ہے عن ابی ہریرۃ مرفوعاً یزید اللہ الی السماء الدنیا نصف اللیل الاخر او ثلث اللیل الاخر پھر نزول سے کیا مراد ہے؟ اس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔

باب الدعاء عند الخلاء

غرض اس دعا کا بیان ہے۔

باب ما یقول اذا اصبح

غرض اس دعا کا بیان ہے۔

باب الدعاء فی الصلوۃ

نماز کے اندر والی دعا کا طریقہ بتلانا مقصود ہے۔

باب الدعاء بعد الصلوۃ

دو غرضیں ہیں۔ ۱۔ فرض نماز کے بعد دعا ثابت ہے۔ ۲۔ اس شخص کا رد

ہیں۔ ۱۔ فی ابی داؤد و الترمذی عن سلمان مرفوعاً ان ربکم حی کریم یسبح من عبدہ اذ رفع یدیه ان یردھا صفراً۔ ۲۔ فی مصنف ابن ابی شیبہ عن الاسود العامری قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الفجر فلما سلم انحرَف ورفَع یدیه ودعا۔ ۳۔ فی مصنف ابن ابی شیبہ عن یحییٰ السلی قال رايت عبد اللہ بن الزبیر وراي رجلا رافعا یدیه قبل ان یفرغ من صلوٰتہ فلما فرغ منها قال لہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یرفع یدیه حتی یتفرغ من صلوٰتہ ورجالہ ثقات۔ ۴۔ فی السنن الاربع عن الفضل بن عباس مرفوعاً الصلوٰۃ شئی ثنی تشہد فی کل رکعتین تخشع وتضرع وتمسک یدیک یقول یرفعہما الی ربک مستقبلاً بطونہما وجہک ولتقول یا رب یا رب اے قال ابن العرینی ہو بعد الصلوٰۃ لا فیہا۔ ۵۔ فی التفسیر القرطبی عن ابی عباس وقادۃ فی تفسیر قولہ تعالیٰ والی ربک فارغب ای فاذا فرغت من صلوٰتک فبالغ فی الدعاء وسلہ حاجتک۔ ۶۔ فی متدرک الحاکم عن علی مرفوعاً رفع الایدی من الاستکانۃ الی قال اللہ عزوجل فما استکانوا لرہم وما یتضرعون۔ ۷۔ التوارث العمل برفع الایدی اجتماعاً بعد الفراغ من اس مسئلہ کی مزید تفصیل استحباب الدعوات عقیب الصلوٰت میں ہے جو حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کا رسالہ ہے اور امداد الفتاویٰ میں بھی چھپا ہوا ہے اور اعلاء السنن میں بھی تفصیل ہے جو حضرت تھانوی موصوف کے حکم سے حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی نے لکھی تھی جس میں متن کے درجہ میں مشکوٰۃ کے طرز پر احادیث ہیں اور ساتھ ساتھ حنفیہ کا طرز استنباط ہے جو بطور شرح کے ہے۔

باب الدعاء غیر مستقبل القبلہ

غرض یہ ہے کہ یہ بھی جائز ہے۔

باب الدعاء مستقبل القبلہ

غرض یہ ہے کہ یہ مستحب ہے۔

باب دعوة النبی صلی اللہ علیہ وسلم

لخادمہ بطول العمر وبکثرة المال

غرض یہ ہے کہ خادم کے لئے ایسی دعاء کرنا مستحب ہے۔

ہے جس نے کہا کہ نماز کے بعد دعاء ثابت نہیں ہے۔ اس انکار کرنے والے کی دلیل مسلم کی روایت ہے عن عائشہ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا سلم لایبیت الا قد رما یتقول اللهم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاكرام۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قبلہ رخ زیادہ نہ بیٹھتے تھے اور دعاؤں کا ثبوت قبلہ سے دائیں طرف یا نمازیوں کی طرف پھرنے کے بعد ہے۔

باب قول اللہ تعالیٰ وصل علیہم

غرض اس آیت کی تفسیر ہے۔ ومن خص، اخاء بالدعاء دون نفسه۔ یہ ترجمہ الباب ہی کا حصہ ہے اور اس میں دو حضرات کے قول کا رد ہے۔ ۱۔ ابن عمر۔ ۲۔ ابراہیم نخعی اس کی تفصیل یہ ہے کہ طبری میں ہے عن سعید بن یسار قال ذکرک رجلاً عند ابن عمر فترحم علیہ فہر فی صدری وقال لی ابداء بنفسک ایسے ہی حضرت ابراہیم نخعی سے منقول ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ اذا دعوت فابدا بنفسک فانک لاتدری فی ای دعاء یتجاب لک۔

باب ما یکرہ من السجع فی الدعاء

غرض یہ ہے کہ دعائیں عبارت کا سجع بنانا تکلف کر کے مکروہ ہے کیونکہ یہ تکلف خشوع اور اعلیٰ درجہ کے تضرع اور اظہار احتیاج کے خلاف ہے البتہ اگر بلا تکلف طبعاً بن جائے تو کچھ حرج نہیں۔

باب لیعزم المسئلہ فانہ لا مکرہ لہ

غرض یہ ہے کہ جزم سے دعاء مانگنی واجب ہے کیونکہ۔ ۱۔ تعلیق کی صورت میں کہ چاہیں تو کریں اور چاہیں تو نہ کریں اس طرح مانگنے سے شبہ استغناء کا ہوتا ہے۔ ۲۔ تعلیق میں شبہ ہوتا ہے کہ اس شخص کے دل میں اکراہ کا احتمال ہے کہ میں مجبور نہیں کرتا آپ چاہیں تو کر لیں چاہیں تو نہ کریں اور یہ خلاف ادب ہے۔

باب یتجاب للعبد ما لم یعجل

غرض یہ ہے کہ جلدی بچانا کہ اتنے عرصے سے مانگ رہا ہوں کیوں نہ یہ چیز ملی یہ سوچنا مکروہ ہے۔

باب رفع الایدی فی الدعاء

غرض یہ ہے کہ دعاء کے وقت ہاتھ اٹھانا مسنون ہے دلائل یہ

باب الدعاء عند الكرب

غرض یہ ہے کہ شدید تکلیف میں یہ دعاء مستحب ہے۔ فتح الباری میں ہے قال ابن بطل حدیث ابو بکر الرازی قال کنت باصحمان عند ابی نعیم اکتب الحدیث وھناک شیخ یقال لہ ابو بکر بن علی علیہ مدار القضا فسی بہ عند السلطان فبحن فرایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام وجبریل عن یمینہ یحک شقیہ بالتبج بالفتح فقال لی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قل لابی بکر بن علی یدعوا بدعاء الکرب الذی فی صحیح البخاری حتی یفرج اللہ عنہ قال فاصحبت فاخبرتہ فدعا بہ فلم یکن الا قلیما حتی اخرج۔

باب التعوذ من جھد البلاء

غرض یہ ہے کہ زیادہ مشقت سے پناہ مانگنا مستحب ہے۔

باب دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اللھم الرفیق الاعلی

غرض یہ ہے کہ ان الفاظ مبارکہ سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا دعا مانگنا ثابت ہے پھر الرفیق الاعلیٰ کا مصداق کیا ہے؟ ۱۔ جنت۔ ۲۔ فرشتے۔ ۳۔ انبیاء علیہم السلام پھر اس لفظ کی نصب کیوں ہے؟ ۱۔ منصوب بزعم الخافض ای بالرفیق الاعلیٰ۔ ۲۔ مفعول ہے فعل محذوف کا اخترت الرفیق الاعلیٰ۔

باب الدعاء بالموت والحیوة

غرض یہ ہے کہ زندگی اور موت کی دعاء کیسے مانگی جائیے۔

باب الدعاء للصبيان ومسح رؤسهم

غرض یہ ہے کہ یہ دونوں کام مسنون ہیں۔

باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

غرض درود شریف کی فضیلت اور اس کے احکام کا بیان ہے۔ کما صلیت علی ابراہیم:۔ یہ تشبیہ کیوں ہے؟ ۱۔ شہرت کی وجہ سے ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت کا پایا جانا بہت مشہور تھا۔ ۲۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ طریقہ تواضعاً سکھایا ہے۔ ۳۔ امت کو تعلیم دینی مقصود ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا پورا پورا احترام کریں۔ ۴۔

تشبیہ صرف اصل صلوٰۃ میں ہے اس کی مقدار میں نہیں ہے۔ ۵۔ لحاظ مجموعہ کا ہے اور ظاہر ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی آل نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی آل سے افضل ہے۔

باب هل یصلی علی غیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم غرض اس مسئلہ کا بیان ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر پر بھی لفظ صلوٰۃ استعمال کرنا جائز ہے یا نہ۔ پھر امام بخاری نے مسئلہ کی تعیین نہیں کی کہ ان کے نزدیک رائج کیا ہے اس کی وجہ اختلاف ہے البتہ امام بخاری کے طرز سے بظاہر جواز معلوم ہوتا ہے اس مسئلہ میں مختلف اقوال ہیں۔ ۱۔ حرام۔ ۲۔ مکروہ تحریمی۔ ۳۔ مکروہ تنزیہی۔ ۴۔ مباح۔ ان میں سے رائج مکروہ تحریمی ہے۔ دلیل مکروہ تحریمی کی تعامل سلف ہے کہ غیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صلوٰۃ کا لفظ استعمال نہیں فرمایا کہ شبہ نہ ہو کہ یہ نبی ہے اور چونکہ منشا احتیاط ہے کوئی نص نہیں ہے اس لئے مکروہ تحریمی کہیں گے حرام نہ کہیں گے۔ حرام والے قول کی بھی یہی دلیل ہے کہ غیر نبی پر نبی ہونے کا شبہ ہوتا ہے اس لئے غیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر لفظ صلوٰۃ کا استعمال حرام ہے جواب۔ چونکہ احتیاط دلیل ظنی ہے دلیل قطعی نہیں ہے اس لئے لفظ حرام استعمال نہیں کر سکتے۔ اباحت کا قول کرنے والوں کی دلیل۔ ۱۔ زیر بحث

باب کی روایت عن ابن ابی اوفی مرفوعاً اللھم صل علی آل ابی اوفی جواب۔ یہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے۔ ۲۔ ابوداؤد کی روایت عن جابر بن عبد اللہ مرفوعاً ایک عورت سے فرمایا صلی اللہ علیک وعلی زوجک۔ جواب خصوصیت۔ ۳۔ وصل علیہم ان صلوتک سکن لھم۔ جواب۔ خصوصیت اور خود آیت میں اشارہ خصوصیت کی طرف موجود ہے ان صلوتک سکن لھم اور کراہت تنزیہی والے حضرات کی دلیل یہ ہے کہ دلائل دونوں قسم کے ہیں جواز کے بھی ممانعت کے بھی دونوں کو جمع کرنے کی صورت یہی ہے کہ کراہت تنزیہی مانی جائے جواب۔ جب اباحت کے ادلہ کا جواب ہو گیا تو وہ باقی نہ رہے صرف ممانعت ہی ثابت ہوئی اس لئے کراہت تحریمی ہی مانی پڑے گی پھر جن پر یہ لفظ

بیماری۔ ۲۔ زیادہ موت۔ ۳۔ یہ مرادف ہے طاعون کا اس لئے
الوجع عطف عام علی الخاص ہے۔

باب الاستعاذۃ من ارذل العمر ومن

فتنه الدنيا وفتنه النار

غرض ایک جامع استعاذہ کا بیان ہے۔ بعض نسخوں میں صرف
العمر تک ہے لیکن رائج یہ ہے لے عنوان والا نسخہ ہے تاکہ تکرار نہ ہو۔

باب الاستعاذۃ من فتنه الغنى

غرض یہ ہے کہ یہ استعاذہ بھی مستحب ہے۔

باب التعوذ من فتنه الفقر

گذشتہ باب کی طرح۔

باب الدعاء بكثرة المال مع البركه

گذشتہ باب کی طرح پھر برکت الہیہ کی قید اس لئے ہے کہ
اس کے بغیر مال وبال ہوتا ہے۔

باب الدعاء بكثرة الولد مع البركه

گذشتہ باب کی طرح یہاں بھی برکت کی قید اسی لئے ہے کہ
برکت الہیہ کے بغیر زیادہ اولاد بھی وبال ہوتی ہے۔

باب الدعاء عند الاستخارة

غرض استخارہ کا طریقہ بتلانا ہے کہ جب حیرت اور تردد ہو اور دو
راستوں میں سے ایک کا فیصلہ نہ کر سکے تو حق تعالیٰ سے مشورہ
کر لے لیکن اس میں خواب آنا ضروری نہیں ہے صبح اٹھ کر جو رائے
غالب ہو اس پر عمل کرنے میں برکت ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

باب الدعاء عند الوضوء

غرض یہ ہے کہ وضو کے بعد بھی دعاء مستحب ہے دوسرا نسخہ یوں
ہے کہ باب الوضوء عند الدعاء اور یہ اظہر اور اولیٰ ہے کیونکہ اس
روایت میں اصل مقصود دعاء ہے وضو اس کا ذریعہ اور تمہید ہے۔

باب الدعاء اذا على على عقبه

غرض یہ ہے کہ یہ دعاء بھی مستحب ہے۔

استعمال کرنا منع ہے کہ غیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ لفظ استعمال نہ
کیا جائے الا جمعا تو ان غیر میں باقی انبیاء علیہم السلام اور ملکہ اور
مومنین سب آگئے کیونکہ کوئی بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر
نہیں ہے اور صلوٰۃ کا لفظ استعمال کرنے سے برابری کا شبہ ہوتا ہے۔

باب قول النبي صلى الله عليه وسلم

من اذيته فاجعله له زكاة ورحمة

عرض یہ ہے کہ ہر ایک پر لازم ہے کہ جس کو ایذا پہنچائی ہو
اس کے لئے دعا کرے تاکہ ایذا کا تدارک ہو جائے۔

باب التعوذ من الفتن

غرض یہ ہے کہ فتنوں سے پناہ مانگنا مستحب ہے۔

لاحی :۔ جھگڑا کیا۔

باب التعوذ من غلبه الرجال

غرض یہ ہے کہ یہ تعوذ بھی مستحب ہے۔

باب التعوذ من عذاب القبر

غرض یہ ہے کہ یہ تعوذ بھی مستحب ہے۔

باب التعوذ من فتنه المحيا والممات

گذشتہ باب کی طرح۔

باب التعوذ من المائم والمغرم

گذشتہ باب کی طرح۔

باب الاستعاذۃ من الجبن والكسل

گذشتہ باب کی طرح۔

باب التعوذ من البخل

گذشتہ باب کی طرح۔

باب التعوذ من ارذل العمر

گذشتہ باب کی طرح۔

باب الدعاء برفع الوباء والوجع

غرض گذشتہ باب کی طرح ہے۔ وباء کے معنی ا۔ عام

باب الدعاء اذا هبط واديا

غرض یہ ہے کہ یہ دعاء بھی مستحب ہے۔
 فیہ حدیث جابر: . یہ حدیث کتاب الجہاد میں گزر چکی ہے اور اس میں موقوفاً عند النزول تسبیح کا ذکر ہے۔

باب الدعاء اذا اراد سفرا اور جمع

غرض یہ ہے کہ یہ دعاء بھی مستحب ہے۔ فیہ یحییٰ بن البی اسحق عن انس رضی اللہ عنہ: . کتاب الجہاد میں یہ روایت گزر چکی ہے اس میں مرفوعاً یہ دعاء ہے ایون تابیون عابدون لربنا حامدون۔

باب الدعاء للمتزوج

غرض نئے شادی شدہ کے لئے دعا کرنے کا طریقہ بتلانا ہے۔

باب مايقول اذا اتى اهله

غرض یہ بتلانا ہے کہ ایسے موقعہ میں کیا پڑھنا مستحب ہے۔

باب قول النبي صلى الله عليه وسلم**ربنا اتنا في الدنيا حسنة**

غرض یہ بتلانا ہے کہ دعائیں دنیا و آخرت کی بھلائی کا جمع کرنا مستحب ہے۔

باب التعوذ من فتنه الدنيا

غرض یہ بتلانا ہے کہ دنیا کے فتنہ سے پناہ پکڑنا مستحب ہے اور اس کا طریقہ کیا ہے۔

باب تكرير الدعاء

غرض یہ ہے کہ دعائیں تکرار مستحب ہے کیونکہ اس میں اظہار حاجت بھی ہے اور تذلل بھی ہے۔

باب الدعاء على المشركين

غرض یہ ہے کہ کفار کے لئے شکست اور پاؤں اکھڑنے کی دعاء کرنا مستحب ہے اور اس کی تصریح امام بخاری نے کتاب الجہاد میں کی ہے پھر مراد وہی ہیں جن سے معاہدہ نہیں ہے۔

باب الدعاء للمشرکین

غرض یہ ہے کہ کافروں کے لئے ہدایت اور دنیا کے فائدہ کی

دعا کرنی جائز ہے تاکہ ان کے دل میں اسلام سے انس پیدا ہو امام بخاری نے کتاب الجہاد میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔

باب قول النبي صلى الله عليه وسلم**اللهم اغفر لي ما قدمت وما اخرت**

غرض یہ ہے کہ ان الفاظ سے بھی دعا کرنی مستحب ہے۔

باب الدعاء في الساعه التي في يوم الجمعة

غرض یہ ہے کہ جمعہ کے دن کی قبولیت کی گھڑی میں دعا کرنی مستحب ہے۔

باب قول النبي صلى الله عليه وسلم يستجاب**لنا في اليهود ولا يستجاب لهم فينا**

غرض اس حدیث کا اور اس کے مضمون کا بیان ہے وجہ ظاہر ہے کہ ہماری دعا حق پڑتی ہے اور یہودی دعا ظلم پڑتی ہے۔

باب التامين: غرض یہ ہے کہ آمین کہنا سنت ہے۔**باب فضل التهليل**

غرض یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ کا ورد بہت فضیلت والا ہے۔

باب فضل التسبيح

تسبیح کی فضیلت بیان کرنی مقصود ہے۔

باب فضل ذكر الله عز وجل

غرض ذکر اللہ کی فضیلت کا بیان ہے اور وہ ذکر لسانی اور تلاوت اور تدبیریں اور تعلم علوم اور مناظرہ اور وعظ و کوشاں ہے۔

باب قول لا حول ولا قوة الا بالله

غرض اس ذکر کی فضیلت کا بیان ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ گناہوں سے بچنا اور نیکی کرنا آقا ہی کی توفیق سے ہے۔

باب لله عز وجل مائة اسم غير واحد

غرض حق تعالیٰ کے اسماء کا ذکر ہے اجمالاً پھر یہ ایک کم سو اصول ہیں صفات کمالیہ کے اور باقی سب نام ان ہی کی طرف راجع ہیں اس لئے ان ایک کم سو میں حصر مقصود نہیں ہے۔

توڑ دیتا ہے تو ان دونوں میں لڑائی شروع ہو جاتی ہے۔ کوئی بڑا آدمی دیکھ رہا ہو تو ہنستا ہے کہ یہ کس چیز پر لڑ رہے ہیں۔ اسی طرح دنیا کے جھگڑوں میں پڑنے والوں کو دیکھ کر اولیاء اللہ ہنستے ہیں۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم کن

فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل

غرض دنیا سے تعلق کی مقدار کا بیان ہے اور دوسری غرض اس شخص پر رد ہے جس نے اس حدیث کو موقوف قرار دیا ہے پھر حدیث پاک میں اشارہ ہے کہ سیر فی اللہ ختم ہونے والی نہیں ہے کیونکہ حدیث پاک میں مسافر بنے رہنے کا حکم ہے اور اس مسافر کی منزل اللہ تعالیٰ کا قرب ہے پھر اکابر کی اصطلاح میں جب انسان رضائے حق تعالیٰ کی نیت سے دوام طاعت اور کثرت ذکر کرتا ہے تو کسی کو جلدی کسی کو دیر سے ایک خاص درجہ قرب کا عطا ہوتا ہے جس کی علامت یہ ہے کہ شریعت عین طبیعت بن جاتی ہے اسی کو ولایت اور وصول الی اللہ کہتے ہیں یہاں تک سیر الی اللہ شمار ہوتی ہے پھر اسی طرح مزید ترقی کرتے رہنے کو اکابر کی اصطلاح میں سیر فی اللہ کہتے ہیں اس کی کوئی حد نہیں۔

۱۔ اے برادر بے نہایت در گہیست

ہرچہ بروے ے رسی بروے مایست

باب فی الامل و طولہ

غرض لمبی امیدوں کی مذمت ہے لیکن علماء اس سے متشقی ہیں جبکہ وہ دینی ترقی میں لمبی امیدیں لگائیں قال ابن الجوزی ۱۔ امل الرجال ہم قفوح (ای ذلتہ)

سوی امل المصنف ذی العلوم

پھر امل اور خمنی میں یہ فرق ہے کہ الال بالقدم سبب و التمنی بخلافہ۔

وهذه الخطط الصغار الاعراض: ان اعراض سے مراد آفات ہیں۔ نہشہ هذا: نہش کے معنی ہیں اغزشی بمقدم الانسان۔ اذ جاء ه الخط الاقرب: اس سے مراد موت ہے۔

باب من بلغ ستین سنہ فقد اعذر اللہ الیہ فی العمر

غرض لمبی عمر اور اس کے احکام کا بیان ہے۔ اعذرہ میں ہمزہ

۲۔ حصر مقصود ہے لیکن حصر کا تعلق صرف اسی وعدہ سے ہے جو یہاں مذکور ہے جیسے کہا جائے لزید الف درهم اعدہا للصدقہ اس کی تائید ایک دوسری حدیث سے ہوتی ہے اسلک بكل اسم ہو لک سمیت بہ نفسک او استاثرت بہ فی علم الغیب عندک۔ ۳۔ یہ کنتی قرآن پاک میں ہے۔ ۴۔ یہ عدد جنت کے درجات کی کنتی کے برابر ہے اور سو کی لفظ اللہ سے ہے یا اسم اعظم سے ہے۔ ۵۔ یہ حصر اس لئے ہے کہ ان پر ایمان لانا واجب ہے۔ پھر احصاء سے مراد کیا ہے۔ ۱۔ حفظ کرنا۔ ۲۔ ان کے معانی کا اعتقاد رکھنا۔ ۳۔ ان کے کمسوں کو اپنے اعمال و اخلاق میں حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے نام توقیف پر مبنی ہیں کیونکہ قرآن پاک میں ہے وسقاهم ربہم شراباً طہوراً لیکن اللہ تعالیٰ پر ساقی کا اطلاق جائز نہیں ہے اور قرآن پاک میں ہے اللہ یستہزئ بہم لیکن المستہزی کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر جائز نہیں ہے۔

باب المواعظہ ساعة بعد ساعة

غرض یہ ہے کہ وعظ و نصیحت میں وقفہ ہونا چاہئے تاکہ سننے والا اکتانہ جائے۔

کتاب الرقاق

یہ کتاب تہتم ہے کتاب الادب کا۔ تقدیر عبارت یہ ہے ہذا کتاب فی بیان کلمات مرثقہ للقلوب۔ غرض دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کا فکر پیدا کرنا ہے تاکہ احسان کا درجہ حاصل ہو جائے اور بندہ اپنے آقا کی ایسے عبادت کرے کہ گویا آقا کو دیکھ رہا ہے اسی کے علم کا نام علم التصوف اور علم الاحسان ہے اور اس علم کے علماء اولیاء اللہ ہوتے ہیں۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم

لا عیش الا عیش الاخرة

غرض اس حدیث کا اور اس کے مضمون کا بیان ہے۔

باب مثل الدنیا فی الاخرة

غرض یہ ہے کہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کھیل کود ہے اسی لئے اس کا طالب نابالغ ہی شمار ہوتا ہے کیونکہ کھیل کود نابالغ بچوں کا کام ہوتا ہے۔ جیسے ایک بچہ ریت کا مکان بناتا ہے دوسرا پاؤں مار کر اسے

المقاعد: یہ مقاعد مدینہ منورہ میں ایک جگہ کا نام ہے۔ ذہاب الصالحین:۔ غرض یہ بتانا ہے کہ صالحین کا جانا قرب قیامت کی علامت ہے اس لئے ہمیں قیامت کی تیاری کرنی چاہیے یعنی توبہ کرنی چاہیے۔ کحفالہ الشعیر: برتن میں نیچے رہ جانے والا گھٹیا حصہ جس کو تلچٹ کہتے ہیں۔

باب ما يتقى من فتنه المال

مال کی وجہ سے گناہ کرنے سے بچنا ضروری ہے یہ بتانا مقصود ہے۔ فلا ادري من القران هوام لا:۔ مجھے معلوم نہیں کہ منسوخ التلاوت ہے یا حدیث قدسی ہے کنا نری هذا من القران حتى نزلت الحكم التكاثر:۔ ۱۔ الحكم التكاثر سے یہ مذکورہ آیتیں منسوخ التلاوت ہو گئیں ۲۔ جب یہ سورۃ نازل ہوئی الحكم التكاثر تو ہمیں پتہ چلا کہ ولن یلا فاه الا التراب والے کلمات قرآن نہیں ہے بلکہ قرآن پاک میں یہی مضمون جو الحكم التكاثر کے کلمات میں بیان فرمایا گیا ہے۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم

هذا المال خضرة حلوة:۔

غرض یہ بتانا ہے کہ اگر شرعی احکام کا لحاظ نہ کیا جائے تو زیادہ مال ہلاکت کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ الید علیا:۔ ۱۔ عیف ۲۔ دینے والا۔

باب ما قدم من ماله فهو له

غرض صدقہ کی فضیلت کا بیان ہے۔

باب المكثرون هم المقلون

غرض یہ ہے کہ زیادہ مال والے اگر نیکی میں مال خرچ نہ کریں گے تو وہ آخرت میں غریب ہوں گے۔ ففتح:۔ اس کے معنی ہیں دیا اور خرچ کیا۔ قال ابو عبد اللہ حدیث ابی صالح عن ابی الدرداء مرسل لا یصح: امام بخاری فرما رہے ہیں کہ ابودرداء والی روایت ہم نے صرف اس لئے ذکر کی ہے کہ یہ بھی منقول ہے یہ مقصد نہیں ہے کہ یہ صحیح ہے ہماری تحقیق یہ ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے۔ ذکر یہاں ہی کی ہے ان الفاظ میں حدیث ابی صالح عن ابی الدرداء مرسل۔ پوری سند اور پوری حدیث نقل نہیں

سلب ماخذ کے لئے ہے کہ جب انسان ساٹھ سال کا ہو جاتا ہے تو اس کا یہ عذر بھی ختم ہو جاتا ہے کہ مجھے لمبی عمر کیوں نہ دی اس لئے اس عمر میں ضرورتاً توبہ اور طاعت میں لگ جانا چاہئے۔

باب العمل الذی یتغی بہ وجہ اللہ تعالیٰ

غرض اخلاص کی اہمیت ہے۔ فیہ سعد:۔ اس سے مراد حضرت سعد بن ابی وقاص ہیں اور یہ روایت کتاب الجنازہ میں گزر چکی ہے اس میں حضرت سعد بن خولہ پر اظہار شفقت ہے کہ وہ اگرچہ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر چکے تھے لیکن انتقال مکہ مکرمہ ہی میں ہوا۔

باب ما یحذر من زهرة الدنيا والتنافس فیها

غرض دنیا کے شوق اور دنیا کی حرص سے بچنے کا شوق دلانا ہے لہذا حدیث کتاب الزکوٰۃ میں یہی روایت ہے اس میں ہے کہ ہم نے اس کی مذمت کی کہ جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے خصوصی خطاب نہ فرمایا تو آپ نے یہ سوال کیوں کیا۔ اب جبکہ وحی نازل ہوئی تو ہم نے حمد کی کہ اس کی وجہ سے ہمیں بھی فائدہ ہو گیا۔

طلع ذلک: یہ بات ظاہر ہو گئی اور وحی سے یہ مسئلہ واضح کر دیا گیا۔ جطاً پیٹ پھولنے سے مرنا۔ اولیلم:۔ مرنے کے قریب کرنا۔ فاجترت: اونٹ کی گردن کے پاس جو خزانہ پانی اور کھانے کا ہوتا ہے وہاں سے کھینچے اور پھر چبائے اور کھائے اس خزانہ کو کرش کہتے ہیں۔ ینثرون ولا یفون:۔ نذرمانیں گے اور پوری نہ کریں گے۔

باب قول اللہ تعالیٰ یا یہا الناس ان

وعد اللہ حق فلا تغرنکم الحیوة الدنیا

غرض یہ ہے کہ دنیا اور شیطان کے دھوکے سے بچ کر رہے۔ لا تغتروا:۔ ۱۔ دھوکے میں نہ آ جانا کہ چلو گناہ کر لیتے ہیں نیکی سے معاف تو ہو ہی جائیں گے۔ ۱۔ کیونکہ بار بار کرنے سے صغیرہ بھی کبیرہ بن جاتا ہے اور کبیرہ صرف وضو سے معاف نہیں ہوتا بلکہ توبہ کرنی پڑتی ہے۔ ۲۔ دھوکے میں نہ آنا کیونکہ صغیرہ بھی صلوٰۃ مقبولہ سے معاف ہوتا ہے اور نماز کے مقبول ہونے کا ہمیں پتہ نہیں چلتا اس لئے صغیرہ گناہ سے بھی بچا کرو۔ ۳۔ دیکھنا کبیرہ گناہ نہ کرنا وہ وضو سے معاف نہیں ہوتا دھوکے میں نہ رہنا۔ علی

راضی اور صابر رہے بلکہ نعمت فقر پر شاکر رہے پھر اس میں علماء نے کلام کی ہے غنی شاکر افضل ہے یا فقیر صابر دونوں طرف علماء گئے ہیں محققین کے نزدیک رائج فقیر صابر ہے۔

رفی: وہ چوڑی لکڑی جس کے دو کنارے دیوار میں ہوں۔

باب کیف کان عیش النبی صلی اللہ

علیہ وسلم واصحابہ وتخلیہم من الدنیا

غرض ان حضرات کے زہد کا بیان ہے۔ ورق الحبلہ:۔

سلم کے پتے۔ کما تضع شاة ماله خلط:۔ میٹنیاں جو ایک دوسرے سے جڑی ہوئی نہ ہوں بلکہ خشک ہوں۔

باب القصدوا لمدوامہ علی العمل

غرض یہ ہے کہ دوام صرف اعتدال سے حاصل ہوتا ہے۔

واعلمو انہ لن یدخل احدکم عملہ الجنۃ:۔ سوال

یہ حدیث تو بظاہر اس آیت کے خلاف ہے تلک الجنۃ التی

اور تسموها بما کنتم تعملون۔ جواب۔ ۱۔ آیت میں سبب عادیہ کا

ذکر ہے اور حدیث پاک میں سبب حقیقیہ کی نفی ہے گویا عمل شرط ہے

سبب نہیں جیسے وضوء شرط صلوٰۃ ہے اور علت رکوع سجدہ ہیں ۲۔ آیت

میں باء الصاق کے لئے ہے سمیت کے لئے نہیں ہے ۳۔ آیت میں

باء مقابلہ کے لئے ہے سبب بنانے کے لئے نہیں ہے ۴۔ جنت کا

کچھ حصہ عمل کی وجہ سے ہوگا اور کچھ محض فضل کی وجہ سے ہوگا۔ ۵۔ نفس

داخل فضل کی وجہ سے ہوگا اور منازل عمل کی برکت سے ہوں گے۔

باب الرجاء مع الخوف

غرض یہ ہے کہ امید اور خوف دونوں ضروری ہیں کیونکہ کبھی

اکیلی امید شیطان کے مکر کا سبب بن جاتی ہے کہ وہ غفور رحیم

ہیں۔ جتنے مرضی گناہ کر لو وہ معاف فرما دیں گے اور کبھی اکیلا

خوف مایوسی تک پہنچا دیتا ہے کہ بخشش کی کوئی امید نہیں رہتی۔

غافل مرد کہ مرکب مردان مردار سنگلاخ و دوائے ہیبا بریدہ اند

نومید ہم مباحث کہ زندان بادہ خوار

ناگاہ بیک خروش بمنزل رسیدہ اند

الایمان بین الخوف والرجاء

کی۔ وقال اضربوا علی حدیث ابی الدرداء

هذا:۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ اس حدیث کے نقل کرنے

والے اس قابل ہیں کہ ان کو مارا جائے یعنی یہ حدیث معتبر نہیں ہے

پھر یہاں ہذا کے بعد تین نسخے ہیں۔ ۱۔ اذا مات قال لا الہ الا اللہ

عند الموت۔ ۲۔ اذا تاب وقال لا الہ الا اللہ عند الموت۔ ۳۔ اذا تاب

او قال لا الہ الا اللہ عند الموت ان تینوں میں سے ہر ایک کی دو

توجہیں ہیں۔ ۱۔ توبہ کرے پھر موت سے پہلے کلمہ شریف پڑھ لے

تو وہ جنتی ہے اگرچہ اسلام کے بعد چوری یا زنا یا اور کوئی کبیرہ گناہ

کر چکا ہو۔ ۲۔ ایمان لانے سے پہلے ایسے گناہ کئے ہوں پھر موت

سے ذرا پہلے ایمان لے آئے تو اس کے سب گناہ معاف ہو جائیں

گے اور جنت میں چلا جائے گا پھر ان تینوں نسخوں کی جگہ یعنی میں

حضرت ابو الدرداء کے الفاظ موقوفہ یوں ہیں من مات لا یشرک باللہ

شیئاً فی حق من قال لا الہ الا اللہ عند الموت پھر ان تینوں نسخوں اور

دونوں توجہوں کا تعلق موقوف روایت سے ہے اور اس کو بھی امام

بخاری نے ضعیف قرار دیا ہے اس سے پہلے دو مرفوع روایتوں کو بھی

امام بخاری نے ضعیف قرار دیا۔ ۱۔ عن ابی صالح عن ابی الدرداء یہ

روایت مسلم میں ہے۔ ۲۔ عن عطاء بن یسار عن ابی الدرداء یہ روایت

طبرانی میں ہے ان دونوں مرفوع روایتوں کا مضمون تقریباً اسی قسم کا

ہے جیسا امام بخاری نے مسند ابی حضرت ابو ذر سے نقل فرمایا ہے۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ما احب ان لی مثل احد

غرض یہ ہے کہ کثرت مال صرف صدقہ کی صورت میں ہی مفید ہوتی ہے۔

باب الغنی غنی النفس

غرض یہ ہے کہ اصل امیری دل کی امیری ہے اور اس کے معنی یہ ہیں

کہ دنیا پر حرص نہ کرے یہ حرص نہ کرنا ہی حقیقی خزانہ ہے امام بخاری یہاں

۱۸۰ حصوں سے ہم لھا عالمون تک اٹھارویں پارہ سورہ مومنون کے چوتھے

رکوع کی ۹ آیتیں نقل فرما رہے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ مال خود خیر نہیں ہے

بلکہ یہ خیر اسی وقت بنتا ہے جبکہ نیک کاموں میں خرچ کیا جائے۔

باب فضل الفقر

غرض اس غریبی کی فضیلت بیان کرنی ہے جس پر وہ غریب

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو تعلمون ما اعلم تضحکتُم قليلا
غرض اس حدیث پاک کا بیان ہے۔

باب حجب النار بالشہوات
غرض گذشتہ باب کی طرح۔

باب الجنة اقرب الی احدکم من شراک نعلہ والنار مثل ذلک
غرض یہ ہے کہ جنت اور دوزخ کو قریب سمجھنا کہ احتیاط کر سکو۔

باب لينظر الی من ہوا سفل منه ولا ينظر الی من ہو فوقہ
غرض یہ ہے کہ دنیا کے مال و جاہ میں اپنے سے چھوٹے کو دیکھنے تاکہ شکر کرے اور آخرت میں اپنے سے اونچے کو دیکھنے تاکہ ترقی میں کوشش کرے۔

باب من ہم بحسنہ او بسینہ
ان دونوں کا حکم بتلانا مقصود ہے۔ سوال فرشتہ کو دل کے ارادہ کا پتہ کیسے چلتا ہے۔ ۱۔ اللہ تعالیٰ بتلا دیتے ہیں۔ ۲۔ دل پر کوئی علامت لگ جاتی ہے۔ ۳۔ اچھی یا بری بودل سے فرشتے کو محسوس ہوتی ہے۔

باب ما يتقى من محقرات الذنوب
غرض یہ بتلانا ہے کہ چھوٹے گناہوں سے بچنا بھی واجب ہے۔
باب الاعمال بالخواتیم وما يخاف منها
غرض یہ ہے کہ ہمیشہ اعمال احتیاط سے کرتا رہے اور برے خاتمہ سے ڈرتا رہے۔

باب العزلة من خلاط السوء
غرض یہ بتلانا ہے کہ بری صحبت سے غلط بہتر ہے۔

باب رفع الامانہ
غرض یہ بتلانا ہے کہ قرب قیامت میں امانت کیسے اٹھائی جائے گی پھر امانت لیا ہے۔ ۱۔ خیانت کی ضد یعنی عملی کوتاہی کہ کسی چیز کی دھوکہ دے کہ اس سے نہ چھپانا۔ ۲۔ مکلف ہونا احکام شرعیہ کا۔ ۳۔ ایمان۔

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ اپنے استاد حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی سے عرض کیا کہ حضرت بہت ڈر لگتا ہے کوئی ایسا علاج فرمادیں کہ ڈر نہ رہے فرمایا کیا کا فر بننا چاہتے ہو۔

باب الصبر عن محارم اللہ
غرض مبرکی اس قسم کی فضیلت بیان فرماتا ہے۔

باب ومن يتوکل علی اللہ فهو حسبه
غرض توکل کی فضیلت کا بیان ہے اور اس کے معنی ہیں کہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرے جو کہ مسبب الاسباب ہیں اور نظر اسباب پر نہ رکھے اور اسباب کا چھوڑنا توکل کے لئے ضروری نہیں ہے۔

باب ما یکرہ من قیل وقال
غرض بلا ضرورت کثرت کلام کی کراہت کا بیان ہے پھر لفظ قیل وقال۔ ۱۔ فعل ہیں مراد حکایت ہے لوگوں کے اقوال کی۔ ۲۔ مصدر ہیں اور تنوین کے ساتھ پڑھے جائیں گے۔

باب حفظ اللسان
غرض یہ ہے کہ گناہوں سے زبان کو بچانا واجب ہے مرفوعاً وارود ہے ہل یکب الناس فی النار الا حصائد السمسم قال الشافعی سے احفظ لسانک لیسھا الانسان + لا یلد عنک انجبان
لا یلقى لها بالاً۔ دل کو اس پر نہیں ڈالتا یعنی دل کی پوری توجہ نہیں ہوتی لا پرواہی سے کہہ دیتا ہے۔ ہال کے معنی دل کے ہیں۔

باب البکاء من خشية اللہ
غرض حق تعالیٰ کے خوف سے رونے کی فضیلت کا بیان ہے۔

باب الخوف من اللہ
غرض یہ بتلانا ہے کہ خوف لوازم ایمان سے ہے وخافون ان کنتم مومنین۔ فما تلافاه ان رحمہ اللہ:۔ ۱۔ موصولہ ہے اور ان مصدر یہ ہے الذی تدارکہ بہ بھی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ۲۔ مانافہ ہے اور حرف استثناء محذوف ہے ماتدراکہ الا ان رحمہ اللہ تعالیٰ۔

باب الا نہاء عن المعاصی
غرض یہ بتلانا ہے کہ اپنے آپ کو گناہوں سے روکنا واجب ہے۔

انا عر ضنا الامانة على السموات والا رض والجبال -۴-
استعداد حق قبول کرنے کی جو کہ بیچ کی طرح ہے اور قرآن وحدیث بارش
کی طرح ہیں۔ اثر الوقت : آگ کا اثر۔ المجل : چھالا۔
فقط فتراہ منتبراً : چھالا بن گیا پس تو دیکھتا ہے اٹھا ہوا۔

باب الرياء والسمعه

دونوں کی مذمت مقصود ہے۔

باب فضل من جاهد نفسه في طاعة الله
غرض نفس کی مخالفت کا بیان ہے حدیث پاک میں ہے المجاہد من
جاهد نفسه۔ باب التواضع غرض تواضع کی فضیلت کا بیان ہے۔
على قعوده : اپنے جوان اونٹ پر۔ ان حقا على
الله ان لا يرفع شيئا من الدنيا الا ووضعه : غرض
یہ ہے کہ دنیا قابل اعتماد نہیں ہے دھوکے کی چیز ہے۔ وما تقرب
الى عبدى بشئ احب الى مما افترضت عليه
: فرضوں سے زیادہ قرب کیوں ملتا ہے۔ ۱۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ
نے انکار کرنا ضروری قرار دیا ہے۔ ضروری ہونا ہی علامت ہے اس
کی کہ وہ اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہیں اس لئے ان کا کرنے والا پسندیدہ
بن جائے گا۔ ۲۔ نفل فرض کا ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہوتا ہے
جس کو آج کل ۷۰ برا کہتے ہیں اس لئے اس سے قرب بھی ۷۰ برا ہی
ملے گا۔ ۳۔ فرض بنیاد اور تنے کی طرح ہے اور نفل عمارت اور شاخوں
کی طرح ہے اس لئے فرض کی اہمیت زیادہ ہے اور اسی لئے اس سے
قرب بھی زیادہ حاصل ہوتا ہے۔ ۴۔ فرض میں اللہ تعالیٰ کے حکموں
کی پابندی اور اطاعت ہے اس لئے اس پر عمل کرنے والا فرمانبردار
بن جاتا ہے۔ كنت سمعه الذى يسمع به وبصره
الذى يبصر به : ۱۔ وہی سنتا اور دیکھتا ہے اور کرتا ہے جو اللہ
تعالیٰ کو پسند ہوتا ہے۔ ۲۔ اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کی امداد
فرماتے ہیں۔ ۳۔ اللہ تعالیٰ کے انوار کی برکت اس کے اعضاء میں
جاری ہوتی ہے ومارمیت اذرمیت ولكن الله رمى۔ ۴۔ سمع
بمعنی مسموع ہے اور بصر بمعنی مبصر ہے یعنی صرف میری کلام ہی سنتا
ہے اور صرف میری پسندیدہ چیز ہی کو دیکھتا ہے اور میری پسندیدہ چیز
ہی پر ہاتھ ڈالتا ہے اور میری پسندیدہ منزل ہی کی طرف چلتا ہے۔

۵۔ کلام علی حذف المضاف ہے اکون حافظ سمعہ وبصرہ ویدہ ورجلہ۔
میں اس کے ہاتھ پاؤں کی گناہوں سے حفاظت کرتا ہوں۔ ۶۔ اس
کے ہاتھ پاؤں کان آنکھ شجرہ طور کی طرح ہو جاتے ہیں اور میرے
کمالات اور احکام کا مظہر بن جاتے ہیں اور وہ میری مرضی کے
خلاف کوئی کام نہیں کرتا۔ وان سالنى لا عطينه : یعنی وہ
مستجاب الدعوات بن جاتا ہے۔ ترددی عن نفس
المومن : سوال۔ تردد تو شک کو کہتے ہیں کہ میں یہ کام کروں یا
نہ کروں اس کی وجہ تو علم کی کمی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک
ہیں۔ جواب۔ ۱۔ یہاں مراد تعارض جہات ہے کہ دونوں سبب جمع
ہو جاتے ہیں جان نکالنی چاہیے یا نہ نکالنی چاہیے۔ حق تعالیٰ تو
جانتے ہی ہیں کہ دونوں میں سے کیا بہتر ہے۔ ۲۔ موت کے فرشتہ کو
تردد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم چاہتا ہے کہ جان نکال لوں مومن مرنا
پسند نہیں کر رہا یہ چاہتا ہے جان نہ نکالوں۔ اللہ تعالیٰ کا تردد مرا نہیں
ہے۔ اپنے وکیل (ملک الموت) کے تردد کو مجاز اپنا تردد قرار دیا۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم

بعثت انا والساعة كهاتين :

غرض قیامت کے قرب کو بیان فرمانا ہے تاکہ احتیاط سے
تیاری کی جائے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت قیامت کے
قریب ہونے کی پہلی نشانی ہے کیونکہ درمیان میں کوئی نیا نبی آنے
والا نہیں ہے۔ فیمدھما : دونوں انگلیوں کو خوب کھول دیا۔
باب : یہ باب گذشتہ باب کا تتمہ ہے۔

باب من احب لقاء الله احب الله لقاءه

غرض اس حدیث پاک اور اس کے مضمون کا بیان ہے۔

باب سكرات الموت

غرض موت کی سختیوں کا بیان ہے۔ رکوة : چڑے کا چھوٹا
برتن۔ علبہ بکڑی کا چھوٹا برتن۔ افصوا : وصلوا پہنچ گئے۔

باب نفخ الصور

غرض صور میں پھونک ڈالنے کا اور صور کے بجنے کا بیان ہے
پھر اس میں اختلاف ہوا کہ نفع صور دو دفعہ ہوگا یا تین دفعہ بعض تین

باب القصاص یوم القیامہ

غرض قیامت کے دن بدلہ کیسے دیا جائے گا اس کا بیان ہے۔

باب من نوقش الحساب عذب

غرض اس مناقشہ کا بیان ہے جو حدیث پاک میں مذکور ہے یعنی محاسبہ میں انتہاء کو پہنچنا اس کے مقابلہ میں عرض ہے یعنی اعمال ظاہر فرمائیں گے پھر بخشش ہو جائے گی۔ و اشاخ: منہ پھیرا اور اعراض پر عطف تفسیری ہے۔

باب یدخل الجنہ سبعون الفا بغیر حساب

رابطہ اور غرض یہ ہے کہ پہلے مناقشہ اور حساب البیر کا ذکر تھا اب دونوں قسم کے لوگوں سے اونچے حضرات کا ذکر ہے کہ کچھ بغیر حساب بھی جنت میں جائیں گے۔

باب صفہ الجنہ والنار

غرض جنت اور دوزخ کے کچھ حالات کا بیان ہے۔ سوال۔ کتاب بداء الخلق میں دوزخ کا ذکر دو بابوں میں گزر چکا ہے پھر دوبارہ کیوں بیان کیا ہے۔ سوال۔ کتاب بداء الخلق میں دوزخ کا ذکر دو بابوں میں گزر چکا ہے پھر دوبارہ کیوں بیان کیا فرمایا۔ جواب وہاں یہ بیان کرنا مقصود تھا کہ دوزخ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور دوزخوں پیدا کی جا چکی ہیں اب یہ بتلانا مقصود ہے کہ وہ دار ثواب اور دار عقاب ہیں اس لئے ہمیں گناہوں سے بچنا چاہیے اور نیکی کرنی چاہیے۔ جی بالموت:۔ سورہ مریم کی تفسیر میں ایک روایت میں یوں گزر چکا ہے یوت بالموت کھینہ کبش الخ اور امام مقاتل اور امام کلبی نے خلق الموت والحوۃ کی تفسیر میں فرمایا ہے خلق الموت فی صورۃ کبش لایمر علی احد الامات وخلق الحیوۃ علی صورۃ فرس لایمر علی شی الاچی پھر قیامت میں چونکہ معانی اجسام کی شکل میں ظاہر ہوں گے اس لئے موت دہنے کی شکل میں ظاہر ہوگی پھر ذبح کرنے والے کون ہوں گی۔ محبی بن زکریا علیہما السلام وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے موت کو ذبح کر دیں گے۔ ۲۔ حضرت جبریل علیہ السلام ذبح فرمائیں گے پھر ذبح کی جگہ جنت کا دروازہ ہوگی پھر دہنے کی شکل میں موت کا آنا اس طرف اشارہ

دفعہ کے قائل ہوئے۔ ۱۔ فزع کے لئے کہ صور پھونکنے سے جو زندہ ہوں گے وہ بھی اور وفات پانے والوں کی روحیں بھی گھبرا جائیں گی۔ ۲۔ صعن یعنی بے ہوشی کے لئے کہ جو وفات پا چکے ہیں وہ بے ہوش ہو جائیں گے یا دوبارہ فوت ہو جائیں گے البتہ انبیاء علیہم السلام صرف بے ہوش ہوں گے اور جو زندہ ہوں گے وہ فوت ہو جائیں گے۔ ۳۔ بعث اٹھنے کے لئے لیکن رائج یہ ہے کہ دودفعہ ہی نفع صورت ہوگا۔ ۱۔ پہلے نفع صورت سے پہلے گھبراہٹ ہوگی پھر بے ہوشی یا موت ہوگی۔ ۲۔ دوسرے سے بعث یعنی اٹھنا ہوگا۔

باب یقبض اللہ الارض یوم القیامہ:۔

غرض یہ بتلانا ہے کہ زمین قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہوگی پھر امام بخاری نے قبض الارض کا ذکر نفع صورت کے ساتھ اس لئے کیا ہے کہ قرآن پاک میں سورہ زمر میں ان دونوں چیزوں کا ذکر اکٹھا ہے پھر قبض الارض کے معنی کیا ہیں۔ ۱۔ اظہار قدرت کہ اس دن زمین پر اللہ تعالیٰ کی قدرت پوری پوری سب پر ظاہر ہو جائے گی۔ ۲۔ یہ کنایہ ہے فنا عارض سے کہ زمین کچھ دیر کے لئے بالکل فنا کر دی جائے گی۔

باب کیف الحشر

غرض حشر کی کیفیت کا بیان ہے خود حشر تو قطعی ہے البتہ اس کی کیفیت میں دو قول ہیں۔ ۱۔ ایجاد معدوم۔ ۲۔ اجزاء متفرقہ کو جمع فرمانا اور قرآن وحدیث میں ان دونوں کا احتمال موجود ہے۔

و یحشر بقیتہم النار:۔ اس حدیث کے مصداق میں دو قول ہیں۔ ۱۔ نفع اولی سے پہلے ایسا ہوگا اور آگ دنیا کی ہوگی۔ ۲۔ نفع ثانیہ کے بعد ایسا ہوگا اور آگ آخرت کی ہوگی۔

باب قول اللہ عزوجل

ان زلزلہ الساعہ شی عظیم

غرض اس آیت کی تفسیر ہے۔

باب قول اللہ تعالیٰ الا یظن اولئک

انہم مبعوثون لیوم عظیم

غرض اس آیت کی تفسیر ہے۔

خالدین فیہا الا ماشاء اللہ اسی طرح پارہ ۱۲ رکوع ۹ خالدین فیہا مادامت السموات والارض الا ماشاء ربک دو مرتبہ ہے ان آیتوں میں غلود سے استثناء ہے اس لئے غلود ضروری نہ رہا جواب ۱۔ استثناء کا تعلق میدان قیامت میں کھڑے ہونے سے ہے جنت اور دوزخ سے نہیں تاکہ نصوص میں تعارض لازم نہ آئے ۲۔ استثناء کا تعلق قبر میں رہنے سے ہے ۳۔ استثناء اللہ تعالیٰ کی مشیت کے ساتھ معلق ہے مگر یہ کہ وہ چاہیں اس لئے اس استثناء سے تو غلود اور پختہ ہو گیا جیسے کوئی کہے میں تجھے ضرور ماروں گا مگر یہ کہ میری رائے یہ نہ ہو اور اس کی رائے مارنے کی ہی ہے تو جیسے اس میں مارنے کا مبالغہ ہے اسی طرح ان آیتوں میں غلود کا مبالغہ ہے اور اس کی تائید ان کلمات سے بھی ہوتی ہے عطاء غیر مجلدوذ ۴۔ معنی یہ ہیں کہ باوجود غلود کے ہماری مشیت باقی ہے ہم قادر پھر بھی ہیں نکالنے پر جیسے ارشاد ہے ولن نشنا لنلھن بالذ او حینا الیک ۵۔ فاما اللین شقوا میں گنہگار مومن بھی داخل ہیں استثناء کی وجہ سے صرف وہ خارج ہوں گے۔ سوال۔ عن عبد اللہ بن عمرو ورفوعالیا تین علی جھنم یوم تصفق فیہ ابوابھما لیس فیہما احد جواب ۱۔ روح المعانی میں ہے کہ ابن الجوزی نے اس کو صراحۃً موضوع قرار دیا ہے ۲۔ موحدین سے جہنم خالی ہو جائے گی اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اسی روایت کے ایک طریق میں یہ بھی ہے کا تھا ابواب الموحدین۔ سوال۔ عذاب دینا تو اللہ تعالیٰ کے صفات میں سے نہیں ہے صرف ایک فعل ہے اور فعل کے لئے دوام ضروری نہیں۔ اس لئے غلود فی العذاب ضروری نہیں۔ جواب۔ اللہ تعالیٰ کی صفات میں شدید العذاب۔ الجبار۔ القہار۔ المذل۔ المنتقم بھی تو ہیں جو دوام کا تقاضی کرتی ہیں ۲۔ یہ سوال تو اس پر مبنی ہے کہ ہر فعل اور ہر صفت کے لئے مخلوق ضروری ہے اس سے تو لازم آتا ہے کہ عالم قدیم ہو جاتے کیونکہ قدرت کے لئے بھی پھر مخلوق کی ضرورت ہوگی اور عالم کا قدیم ہونا باطل ہے۔ سوال۔ ورحمتی وسعت کل شیء اور اگر دوزخ کا غلود مانا جائے گا تو یہ لازم آئے گا کہ لیم یثقل الرحمة شیء اور یہ آیت مذکورہ کے خلاف ہے۔ جواب۔ آپ کا یہ قول ہے لیم یثقل الرحمة شیء ہم پوچھتے ہیں کہ اس سے مراد اگر سالبہ کلیہ ہے تو یہ غلط ہے

ہوگا کہ جیسے اسماعیل علیہ السلام کی جگہ ذنبہ کا فدیہ دیا گیا اسی طرح سب اہل جنت و اہل نار کی طرف سے فدیہ دے دیا گیا اب ان پر موت نہ آئے گی پھر ذبح کے بعد اللہ تعالیٰ دونوں جماعتوں کے دلوں میں غلود ڈال دیں گے اور ابن تیمیہ اور ابن قیم اس کے قائل ہوئے کہ دوزخ کا عذاب ختم ہو جائے گا عقلی دلیلوں کو دیکھا اور جہم بن صفوان اور ابو ہذیل اور بعض شیعہ کا اس مسئلہ میں اتباع کیا لیکن یہ عقیدہ بالکل مردود ہے علامہ سبکی کبیر جن کی وفات ۶۸۳ھ میں ہوئی انہوں نے اس عقیدہ کا رد کیا ہے ایک رسالہ میں جس کا نام ہے الاعتبار ببقاء الجنة والنار اور اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ دوزخ کے غلود کا منکر بالا جماع کافر ہے۔ اس رسالہ میں ۳۲ آیتیں نقل فرمائیں ہیں جن میں جہنم کے غلود کی تصریح ہے اور تین میں ساتھ ابدأ بھی ہے اور اس کے علاوہ بہت سی آیتوں میں معنی غلود کے موجود ہیں اور اس معنی میں احادیث بھی بہت ہیں اور ۳۸ آیات ہیں جن میں صراحۃً غلود جنت ہے اور ان میں سے سات میں ساتھ ابدأ بھی ہے اور تیس سے زائد آیتیں ایسی ہیں جن میں یہ مذکور ہے کہ اہل جنت کو جنت سے نکالنا نہ جائے گا پھر ابن تیمیہ کے قول کا حاصل یہ ہے کہ عقلی احتمال تین ہیں ۱۔ جنت اور دوزخ دونوں فنا ہو جائیں گے اور اس کا کوئی بھی قائل نہ ہوا ۲۔ دوزخ فنا ہو جائے گی یہ سلف کا قول ہے ۳۔ کوئی بھی فنا نہ ہو۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ دوسرا قول جو ابن تیمیہ نے قول سلف قرار دیا ہے یہ بالکل باطل ہے سلف صالحین میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہوا۔ پھر ابن تیمیہ اور ابن قیم کے اوہام کے ازالہ کے لئے یہاں چھ سوال جواب مختصر ذکر کئے جاتے ہیں۔ سوال۔ لا بین فیہا احقاب۔ اس میں احقاب ہذب کی جمع ہے جس کے معنی ۸۰ سال کے ہیں۔ جنت میں چند ہذب ٹھہریں گے تو یہ تنہائی زمانہ ہوا۔ جواب۔ معنی یہ ہیں کہ جب ایک ہذب ختم ہوگا تو دوسرا ہذب شروع ہوگا اور کبھی اختتام نہ ہوگا۔ حاصل یہ ہے کہ جب یہاں نہ قید احقاب کے ساتھ تنہائی کی ہے نہ ہی غیر تنہائی کی ہے تو لامحالہ وہی معنی ہوں گے جو دوسری نصوص سے ثابت ہیں کیونکہ یہ آیت تنہائی وعدم تنہائی سے ساکت ہے باقی نصوص ناطق ہیں اور ناطق کو ساکت پر ترجیح ہوتی ہے۔ سوال۔ پارہ ۸ رکوع ۲ قال النار مٹوی لکم

پہلی زیارت منافقوں کو الگ کرنے کے لئے ہوگی جب وہ چلے جائیں گے تو پھر واضح زیارت ہوگی اور مومنین کا کہنا انت ربنا تو اس پہچان لینے کی وجہ کیا ہوگی۔ ۱۔ اللہ تعالیٰ دل میں ڈال دیں گے۔ ۲۔ انبیاء علیہم السلام کی اعانت سے۔ ۳۔ علم بدیہی کی وجہ سے۔

کتاب الحوض: تقدیر عبارت یوں ہے کتاب فیہ ذکر الحوض۔ غرض حوض کا ذکر ہے پھر حوض پر آنا تکب ہوگا۔ ۱۔ پل صراط پر سے گزرنے سے پہلے۔ ۲۔ پل صراط پر سے گزرنے کے بعد۔ ۳۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دو حوض ہوں گے ایک پر آنا پل صراط پر سے گزرنے سے پہلے ہوگا۔ دوسرے پر بعد میں۔ ۴۔ بعض کو پل صراط پر سے گزرنے سے پہلے پانی پلائیں گے اور بعض کو گزرنے کے بعد پھر ترمذی شریف میں یوں وارد ہوا ہے۔ ان لكل نبي حوضاً وهو قائم على حوضه بيده عصا يدعون عرف من امه الا وانهم يجتمعون اليهم اكثر تبعوا والى لار جوان اكون اكثر هم تبعوا۔

باب قول الله انا اعطيناك الكوثر

غرض اس آیت مبارکہ کی تفسیر ہے۔ کوثر کے مصداق میں مختلف قول ہیں۔ ۱۔ جنت میں نہر ہے۔ ۲۔ خیر کثیر اور اس میں نبوت اور قرآن وغیرہ داخل ہیں۔ ۳۔ خیر کثیر اور جنت میں جو نہر ہے وہ بھی اس میں داخل ہے اور یہ تیسرا قول امام بخاری نے اس باب میں حضرت سعید بن جبیر سے صراحتاً نقل فرمایا ہے۔ وکثیرا انه۔۔ یہ کوز کی جمع ہے جس کے معنی صراحی کے ہیں۔ مسک اذفر۔۔ مہک تیز خوشبو والی۔ فیحثلون والی۔ روکے جائیں گے۔ فیحثلون۔۔ ہٹائے جائیں گے۔ فلا راہ یخلص منهم الا مثل همل النعم۔۔ اس عبارت میں جو ہمل کا لفظ ہے اس کے معنی وہ چارہ ہے جو جانوروں کے چرنے کے بعد تھوڑا سا بچ جاتا ہے اور ضائع ہو جاتا ہے۔ غرض یہ ہے کہ بہت تھوڑے سے ان میں سے آگ سے بچ جائیں گے اس سے معلوم ہوا کہ بعض مرتد ہونے والوں میں سے دوبارہ توبہ کر کے مومن ہو گئے البتہ ارتداد کی وجہ سے صحابی ہونے کی دولت ختم ہو گئی۔ مابین بیتی ومنبری روضہ من ریاض الجنۃ۔۔ ۱۔ یہ نیکڑا جنت

کیونکہ اہل جنت موجود ہوں گے۔ ان کو رحمت شامل ہوگی تو یہ کہنا غلط ہے کہ رحمت کسی چیز کو شامل نہ رہے گی اور اگر آپ کی مراد سالبہ جزئیہ ہے کہ بعض چیزیں ایسی ہوں گی جن کو رحمت شامل نہ ہوگی تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ اہل جہنم کو غلوہ کی صورت میں بھی رحمت شامل ہوگی۔ کیونکہ جتنا عذاب ان کو ہو رہا ہو گا حق تعالیٰ اس سے کہیں زیادہ پر قادر ہیں یہ زیادہ نہ دینا بھی تو رحمت ہے خلاصہ یہ نکلا کہ درحمتی وسعت کل شئی بطور موجب کلیہ کے صحیح ہے اس کے خلاف آپ کا نہ سالبہ کلیہ ٹھیک ہے نہ سالبہ جزئیہ۔ سوال۔ جب وہ آخرت میں مسلمان ہو چکے ہوں گے تو مسلمان ہمیشہ دوزخ میں کیسے رہ سکتا ہے۔ جواب۔ اس پر اجماع ہے کہ مرنے کے بعد ایمان معتبر نہیں ہوتا۔ سوال۔ جب ان کو ہمیشہ کا عذاب ہی دینا ہے تو ان کو پیدا کرنا ہی مناسب نہ تھا حکمت کے خلاف تھا۔ جواب۔ حکمت اس میں اظہار قدرت ہے۔ لا یدخل اولہم حتی یدخل اخرہم۔۔ یعنی ایک صف کی شکل میں وسیع دروازے سے داخل ہوں گے۔ الغارب فی الافق الشرقی والغربی: فی کا متعلق محذوف ہے ای الواقع فی الافق الشرقی غرض یہ ہے کہ باوجود دوری کے چمکتے ہوئے نظر آئیں گے الفغانیں چھوٹی لکڑیاں۔ قد امتحشوا۔۔ جل گئے ہوں گے۔ القمقم۔۔ تابنہ وغیرہ کی دہنجی۔ فاشاح۔۔ پھیر لیا۔ ضحضاح۔۔ ہلکا حصہ۔ ثم اشفع۔۔ یعنی پہلے میں شفاعت کبریٰ کروں گا پھر شفاعت صغریٰ کروں گا۔ فی حدلی حدأ۔۔ دو معنی کئے گئے۔ ۱۔ پہلے مثلاً تاریکین جماعت کو نکالو پھر تاریکین صلوٰۃ کو نکالو پھر شرابیوں کو پھر زانیوں کو۔ ۲۔ پہلے عالی اعمال والوں کو جنت میں داخل کرو پھر ان سے کم پھر ان سے کم۔

باب الصراط جسر جہنم

پل صراط کا ذکر مقصود ہے۔ انت ربنا۔۔ ۱۔ پہلے حق تعالیٰ ایسی شکل میں ظاہر ہوں گے جس کو مسلمان نہ پہچانیں گے پھر ایسی شکل میں کہ پہچان لیں گے یہ امتحان ہوگا اور جنت میں زیارت انعام و اکرام ہوگا اور میدان حشر میں کچھ نہ کچھ امتحان ہوگا۔ جنت یا دوزخ میں جانے کے بعد امتحان بالکل ختم ہو جائے گا۔ ۲۔ حشر میں

تقدیر پر ایمان لانے کے معنی

یہ ہیں کہ یہ اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمانے سے پہلے خیر و شر کو مقدر فرمایا یعنی ان کا اندازہ فرمایا اور تقدیر بنائی اور پوری مخلوقات ان کی قضاء سے ہی ہے اس کے باوجود بندہ اپنے اختیار سے کاسب ہے یعنی عمل کرتا ہے اس لئے بندہ مجبور قدر کے درمیان ہے اور اضطراب اور اختیار کے درمیان ہے نہ مجبور ہے اینٹ پتھر کی طرح نہ مکمل اختیار ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اعانت اور خلق کے بغیر کچھ کر سکے جیسے حضرت علی سے کسی نے پوچھا کہ انسان قادر ہے یا مجبور ہے وہ شخص کھڑا تھا فرمایا ایک پاؤں اٹھاؤ اس نے اٹھا دیا فرمایا کہ اب دوسرا بھی اٹھاؤ تو نہ اٹھا سکا تو فرمایا بس اسی طرح ہے کچھ اختیار ہے کچھ مجبور ہے پھر افعال عباد و قسم کے ہیں۔ ۱۔ اضطراب جو اختیار کے بغیر صادر ہو جاتے ہیں ان میں انسان حقوق اللہ کے لحاظ سے مکلف نہیں ہے البتہ حقوق العباد کے لحاظ سے ان میں بھی مکلف ہے جیسے قتل خطا ہے کہ گولی چلا دی ہرن پر وہ لگ گئی انسان کو اس میں آخرت میں گناہ نہ ہوگا البتہ دنیا میں دیت دینی ہوگی۔ ۲۔ دوسری قسم افعال اختیار یہ کی ہے کہ جیسے چلنا پھرنا، کھانا، پینا، نماز، روزہ، زنا، چوری ان افعال میں کسب بندہ کا ہے اور خلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے یہ مذہب ہے اہل السنۃ والجماعت کا اس میں اعتدال ہے۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وان لکم فی الانعام لعبرة نسقیکم مما فی بطونہ من بین فرث ودم لبناً خالصاً سائغاً لشاربین پھر قدر یہ مقولہ کو ہی کہتے ہیں کیونکہ انہوں نے قدرت عبد میں افراط کیا ہے اور اس میں قدرت عبد کو حد سے زیادہ مان لیا ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ انسان اپنے افعال اختیار یہ کا خود خالق ہے۔ اجمالی جواب۔ ۱۔ یہ عقیدہ اس آیت کے خلاف ہے کہ خالق کل شیء۔ ۲۔ ان کا عقیدہ عقل کے بھی خلاف ہے کیونکہ مخلوق کیسے خالق ہو سکتی ہے اور جبر یہ کہتے ہیں کہ انسان مجبور محض ہے اور اس کے سب افعال ایسے ہیں جیسے مرد ہونا اور عورت ہونا انسان کا ان میں کچھ دخل نہیں کچھ اختیار نہیں اجمالی جواب یہ ہے۔ ۱۔ یہ قول بدادھت

سے ہی آیا اور جنت ہی کی طرف منتقل کر دیا جائے گا۔ ۲۔ اس حصہ میں عبادت کرنا دخول جنت کا سبب ہے۔ ۳۔ اس حصہ کو ایسی ہی بلندی حاصل ہے جیسی کہ جنت کے حصوں کو حاصل ہے۔ و منہوی علی حوضی:۔ ۱۔ یہی مسجد نبوی والی منبر حوض کوثر تک پہنچادی جائے گی۔ ۲۔ منبر کے پاس عبادت کرنا حوض کوثر سے سیراب ہونے کا سبب ہے۔ ۳۔ تشبیہ دینی مقصود ہے کہ اس منبر کے پاس فائدہ حاصل کرنا ایسا ہی مفید ہے جیسے حوض کوثر پر سیراب ہونا مفید ہے۔ تری فیہ الانیہ مثل الکواکب:۔ یہ الفاظ مستور صحابی مرفوعاً نقل کر رہے ہیں اور حضرت حارثہ صحابی کو بتلا رہے ہیں کہ یہ الفاظ بھی مرفوعاً ثابت ہیں اور ان الفاظ میں برتنوں کو تشبیہ دینی ہے ستاروں کے ساتھ دو چیزوں میں۔ ۱۔ روشنی۔ ۲۔ کثرت۔

کتاب القدر

رابطہ یہ ہے کہ یہ تتمہ ہے کتاب الایمان کا تا کہ صحیح بخاری کا آخر اول کی طرح بہت کمال و فضیلت والا ہو جائے جیسے قرآن پاک کی سورتوں کے مضامین شروع اور اخیر میں بہت زیادہ قوت والے ہوتے ہیں اور غرض ان احادیث کا بیان ہے جو قضاء و قدر میں وارد ہوئی ہیں۔ پھر لفظ قدر دلالت کرتا ہے قدرت پر یعنی طے کی ہوئی چیز جو پائی جاتی ہے علم و قدرت سے یہ تو عقل کا تقاضا ہے اور نقل سے یہ بھی ثابت کہ ایسے موقعہ میں حق تعالیٰ کا قول بھی پایا جاتا ہے فانما یقول له کن فیکون۔ پھر قضاء اور قدر میں کیا فرق ہے اس کی مختلف تقریریں ہیں۔ ۱۔ قضاء حکم کلی اجمالی ہے جواز میں پایا جاتا ہے اور قدر اسی کی جزئیات ہیں کہ اچھی شکل و صورت ہو یا بد صورت ہو اور کس زمانہ میں ہو اور کس جگہ پر ہو۔ ۲۔ قضا ارادہ ازلیہ کا نام ہے اور قدر چیزوں کا پیدا کرنا ہے خاص مقدار کے ساتھ۔ ۳۔ قضاء نام ہے علم ازلی کا جس کا تعلق اشیاء مخلوقہ سے ہو اور قدر اسی علم کے مطابق ان اشیاء کو عدم سے وجود میں لانا ہے۔ ۴۔ قدر بنیادی تعین و تقدیر کو کہتے ہیں قضاء اس پر متفرع ہے اور اسی کی تفصیل و قطع کو کہتے ہیں۔ ۵۔ قدر ایسے ہے جیسے ناپنے کے لئے کوئی چیز تیار کر کے رکھی ہو اور قضاء ایسے ہے جیسے بالفضل ناپا جائے۔

کو معذور نہ سمجھیں گے بلکہ بادشاہ کی فراست کی مدح کریں گے۔ ۲۔
آج کل ریل گاڑیوں اور ہوائی جہازوں کے آنے جانے کے اوقات
کتابی شکل میں چھپے ہوئے ہوتے ہیں ان کے باوجود گاڑی اور ہوائی
جہاز چلانے والے مجبور تو نہیں ہو جاتے ایسے ہی تقدیر حق تعالیٰ کی
قوت علیہ ہے اس سے کسی مکلف کا مجبور ہونا لازم نہیں آتا۔

قدریہ کا رد

دو وجہیں رد کی اجمالی جواب کے درجے میں گزر چکی ہیں کہ
مکرین تقدیر جو افعال اختیاریہ کا خالق انسان کو مانتے ہیں تو ان کا یہ
عقیدہ اس آیت کے خلاف ہے خالق کل شیء اور یہ کہ عقلاً مخلوق
خالق نہیں ہو سکتی ان دو کے علاوہ کچھ وجہیں رد کی مختصر ذکر کی جاتی
ہیں۔ ۱۔ ان قدریہ نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کو محدود کر دیا کہ انسانوں
کے اختیاری افعال میں جاری نہیں ہوتی یہ اس آیت کے خلاف ہے
ان اللہ علمی کل شیء قدیر ۲۔ ان قدریہ نے اپنے خیال میں
اس قباح سے بچنے کی کوشش کی کہ اللہ تعالیٰ کو خالق شر مانا جائے
لیکن ان کو لازم آگیا کہ انہوں نے تمام انسانوں اور جنوں کو اپنے
اختیاری افعال کا خالق مان لیا جو شرک ہے گویا غیر متناہی بمعنی کثیر
شرکاء اللہ تعالیٰ کے مان لئے فرس المطر و قرح تحت المیزاب ۳۔ اگر
انسان مثلاً اپنے چلنے کا خالق ہوتا تو چلتے وقت جتنی حرکتیں ہڈیاں اور
پٹھے اور اعضاء کے باقی حصے کرتے ہیں وہ سب کی سب تفصیل سے
انسان کو معلوم ہونی ضروری تھیں حالانکہ ایسا نہیں ہے حق تعالیٰ
فرماتے ہیں الا یعلم من خلق وهو اللطیف الخبیر معلوم ہوا
کہ اللہ تعالیٰ خالق ہیں انسان اپنے کسی فعل کا خالق نہیں ہے۔
سوال۔ خلق شرکاء تو قبیح ہے اللہ تعالیٰ کیسے شرکاء خالق ہو سکتے ہیں۔
جواب۔ شرکاء کسب قبیح ہے یہ بندہ کرتا ہے خلق شرکاء بھی قبیح نہیں
کیونکہ اس خلق کے درجہ میں حکمتیں ہوتی ہیں اور سب سے بڑی
حکمت امتحان ہے اگر شر پیدا نہ ہو سکتا تو انسان کسب بھی نہ کر سکتا اس
طرح گناہ ہو ہی نہ سکتا لیلیو کم ایکم احسن عملا ۴۔ منقول
ہے کہ امام ابو حنیفہ کا مناظرہ ایک معتزلی سے ہو گیا فرمایا کہ بویاء اسے
کہہ دیا فرمایا کہ بویاء اس نے کہہ دیا فرمایا ان کا مخرج بیان کر دو اس

کے خلاف ہے کیونکہ جیسے ہم سمجھتے ہیں کہ اس وقت دن ہے رات
نہیں ہے اسی طرح ہم جانتے ہیں کہ ہم گھر سے مسجد میں جائیں یا
گھر سے سینما جائیں تو اپنے اختیار سے جاتے ہیں۔ ۲۔ اگر ہم
مجبور محض ہوتے تو انبیاء علیہم السلام کا بھیجنا اور کتابوں کا نازل
فرمانا نعوذ باللہ بالکل بے کار ہوتا تو تعالیٰ اللہ عن ذلک علوا کبیرا پھر
اشعر یہ فرماتے ہیں کہ اختیاری کاموں میں اگرچہ کسب اور ارادہ
انسان ہی کرتا ہے لیکن انسان کے ارادہ کا اثر فعل میں بالکل نہیں
ہے اور ماترید یہ فرماتے ہیں کہ بندے کی تاثیر بھی فعل اختیاری
میں ہے لیکن یہ تاثیر باذن اللہ ہے گویا ماترید یہ کے نزدیک
اختیاری فعل دو قدرتوں سے صادر ہوتا ہے اصل فعل تو اللہ تعالیٰ
ہی کی تاثیر سے پایا جاتا ہے البتہ اس فعل کی نیکی کا ہونا یا گناہ ہونا
بندے کی تاثیر سے ہوتا ہے جیسے یتیم کو مارنا یہ اصل مارنا تو حق
تعالیٰ کی قدرت و تاثیر سے ہے لیکن نیت اس کو ادب سکھانے کی
ہے تو یہ نیکی ہے اور تکلیف پہنچانے کی نیت سے ہے تو یہ اس
مارنے والے انسان کا گناہ شمار ہوگا۔ سوال تقدیر کے خلاف تو کوئی
عمل ہو ہی نہیں سکتا اس لئے ہم تو مجبور ہو گئے۔ جواب۔ تقدیر
قوت علم کا نام ہے اس لئے تقدیر عمل پر مجبور نہیں کرتی بلکہ وہ تفضل
کے تابع ہوتی ہے اگرچہ وجود فعل سے پہلے ہوتا ہے جیسے میں ایک
شخص کو دیکھوں کہ وہ اپنے ٹرک میں کپڑے رکھ رہا ہو تو میں کہہ
دوں کہ یہ شخص آج سفر پر جائے گا اور لکھ بھی دوں تو میرے کہنے
اور لکھنے نے اس کو سفر پر جانے پر مجبور نہیں کیا۔ ۳۔ تقدیر میں یوں
ہوتا ہے کہ یہ شخص اپنے ارادے سے یہ کام کرے گا اس سے جبر
کہاں لازم آیا بلکہ ارادہ اور اختیار کی تاکید ہوئی۔ ۳۔ تقدیر کا تعلق
خود اللہ تعالیٰ کے افعال سے بھی تو ہے تو جیسے حق تعالیٰ تقدیر کی وجہ
سے مجبور نہیں ہوتے اسی طرح ہم بھی مجبور نہیں ہوتے۔

تقدیر کے مسئلہ کو سمجھنے کے لئے دو مثالیں

۱۔ کوئی حاکم دو آدمیوں کو دو مختلف کاموں کے لئے بھیجے اور ساتھ
ہی اپنے درباریوں کو یہ کہہ دے کہ میری فراست میں ان میں سے
ایک امین ہے اور دوسرا خائن ہے پھر دوسرا جب خیانت کرے گا تو اس

قدرت حادثہ سے بھی صادر ہوتا ہے۔ ۲۔ جس چیز پر خلق واقع ہوتا ہے وہ قائل یعنی خالق سے الگ ہوتی ہے اور کسب تو محل قدرت یعنی کاسب کے ساتھ قائم ہوتا ہے۔ ۳۔ خلق بندے میں استطاعت اور قدرت پیدا کرنے کا نام ہے اور کسب استطاعت کو استعمال کرنے کو کہتے ہیں۔ ۴۔ خلق سورج کی روشنی کی طرح ہے اور کسب چاند کی روشنی کی طرح ہے اور ظاہر ہے کہ چاند سورج سے روشنی لیتا ہے۔ ۵۔ خلق ایسے ہی ہے کہ جیسے حق تعالیٰ نے اموال کی ملک دی ہے دنیا میں اور ہم ان اموال میں تصرف کرتے ہیں ہمارے کسب اموال کے تصرف کی طرح ہے اور حق تعالیٰ کا خلق مال دینے کی طرح ہے۔

باب جف القلم علی علم اللہ

غرض تقدیر کے مسئلہ کا بیان ہے اور علم سے مراد حکم ہے کیونکہ علم اللہ حکم اللہ کو مستلزم ہے اور حکم اللہ کو اس چیز کا واقع ہونا لازم ہے اور جفاف کنا یہ ہے فراغت سے یعنی اس میں تبدیلی نہیں ہے کیونکہ فراغ کے بعد جفاف ہوتا ہے۔ واضلہ اللہ علی علم۔۔ یہاں بھی علم بول کر حکم مراد ہے یعنی تقدیر۔

باب اللہ اعلم بما کانوا عاملین

غرض یہ ہے کہ راجح اولاد مشرکین میں عند البخاری توقف ہے تفصیل کتاب الجنازہ میں گزر چکی۔

باب وکان امر اللہ قدراً مقدوراً

غرض یہ ہے کہ ہر ذات اور اس کی صفت اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے ہے اور وہ ضرور واقع ہوتا ہے اس میں بھی کبھی تخلف نہیں ہوتا۔ فلنبتصر والتحتسب: یعنی وہ اپنے بچے کو اپنے حساب میں اللہ تعالیٰ کے لئے سمجھے اور ان اللہ وانا الیہ راجعون کہے اعلو فکل میسر نہیں اس کا عمل اس کے انجام کی علامت ہوتی ہے اس کی نظیر رزق ہے کہ وہ مقسوم ہے پھر بھی کسب کا حکم کیا جاتا ہے کہ یعنی دوسری نظیر بیماری ہے کہ موت کا وقت تو متعین ہے لیکن پھر بھی علاج کیا جاتا اور مسنون بھی ہے۔

باب العمل بالخواص

غرض یہ ہے کہ مدار آخری عمل پر ہے اگر اخیر میں اچھے عمل کئے

نے بیان کر دیا فرمایا اگر تم خالق ہو تو یا کو حواء کے مخرج سے نکالو بھت المعزلی وہ حیران اور شرمندہ ہو گیا اور ہار گیا حاصل یہ ہوا کہ خالق تو اپنی مخلوق کی تبدیلی پر بھی قادر ہوتا ہے ہم قادر نہیں ہیں اس لئے ہم اپنے افعال کے خالق نہیں ہیں۔

فرقہ جبریہ

کاروان کا اصل رد تو یہی ہے کہ انسان کا مجبور نہ ہونا بالکل بد یہی ہے جیسے ہم دن کو دن اور رات کو رات بدھتے سمجھتے ہیں کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے اسی طرح گھر سے مسجد جانا یا گھر سے سینما جانا ہمارے اختیار سے ہوتا ہے ہم اس میں مجبور نہیں ہوتے اس کے علاوہ بھی چند دلائل اور تنبیہات مختصر ذکر کی جاتی ہیں۔ ۱۔ فرقہ جبریہ کو غلطی یہ لگی کہ انہوں نے تقدیر کو اتنا بڑھا دیا کہ کہہ دیا کہ تقدیر کی وجہ سے ہم اپنی مرضی سے کچھ بھی نہیں کر سکتے ہم مجبور محض ہیں یہ بات ان کی بالکل غلط ہے کیونکہ تقدیر تو حق تعالیٰ کی قوت علیہ کا نام ہے کہ پہلے سے جان لیا کہ یہ نیکی کرے گا اور یہ گناہ کرے گا اس سے کوئی بھی مجبور نہ ہوا اس لئے تقدیر مکلف ہونے کے خلاف نہیں ہے۔ ۲۔ جبریہ نے انسان اور جماد میں فرق نہ کیا پھر انسان کی رعشہ کی حرکت اور اختیاری چلنے پھرنے میں فرق نہ کیا یہ دونوں باتیں بدھتے باطل ہیں انسان کی رعشہ کی حرکت غیر اختیاری ہے اور چلنے پھرنے کی حرکتیں اختیاری ہیں اور یہ سب باتیں بدیہی ہیں۔ ۳۔ جبریہ کے نزدیک گناہ اور نیکی میں کوئی فرق نہیں۔ حسن و قبح میں کوئی فرق نہیں اور یہ سب باتیں عقلاء کے اجماع کے خلاف ہیں۔ ۴۔ عند الجبریہ نعوذ باللہ نہ نبیوں کی ضرورت ہے نہ کسی آسمانی کتاب کی ضرورت ہے اور یہ بات تمام ادیان کے اجماع کے خلاف ہے۔ قرآن پاک کی بہت سی آیتوں کے خلاف ہے مثلاً ولو انا اھلکنا ہم بعد اب من قبلہ لقالوا ربنا لولا ارسلت الینا رسولاً فنتبع آیاتک من قبل ان نذل ونخزى اور جہنم حق تعالیٰ کا عدل ہے۔ ظلم کا اس بارگاہ میں نام و نشان ہی نہیں ہے۔

خلق اور کسب میں فرق

۱۔ خلق تو صرف قدرت قدیمہ سے صادر ہوتا ہے اور کسب

علیہما السلام کے درمیان ہوا پھر امام بخاری کا عند اللہ عزوجل فرمانا اس میں عند شرافت ظاہر کرنے کے لئے ہے کہ دونوں حضرات شرافت و عزت والے ہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک۔ عند یہاں مکان کے لئے نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ مکان سے پاک ہیں۔ پھر محاجہ اور مناظرہ کے متعلق مختلف قول ہیں کہ کب اور کیسے ہوا۔ ۱۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس تشریف لائے اس وقت دونوں حضرات کے درمیان گفتگو ہوئی۔

۲۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں حضرت آدم علیہ السلام کی قبر مبارک ظاہر ہوئی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وہاں دونوں حضرات میں گفتگو ہوئی۔ ۳۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کی روح کو دیکھا اس موقعہ میں گفتگو ہوئی۔ ۴۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خواب میں حضرت آدم علیہ السلام کی زیارت فرمائی اور یہ گفتگو خواب میں ہوئی۔ ۵۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے فوراً بعد عالم برزخ میں دونوں حضرات کے درمیان یہ گفتگو ہوئی پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تخصیص اس مناظرہ میں اس وجہ سے ہوئی کہ وہ پہلے نبی تھے جن پر احکام سخت نازل ہوئے تھے پھر آدم علیہ السلام جو غالب آئے تو وجہ اس کی یہ تھی کہ وہ آخرت میں پہنچ چکے تھے۔ دنیا میں کوئی شخص تقدیر کا حوالہ دے کر گناہ میں اپنے آپ کو معذور نہیں کہہ سکتا۔

باب لا مانع لما اعطی اللہ

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے۔

باب من تعوذ باللہ من درک

الشقاء وسوء القضاء

غرض یہ ہے کہ یہ استعاذہ مستحب ہے پھر درک الشقاء سے مراد مشقت اور سختی ہے اور سوء القضاء میں قضاء بمعنی مقضیٰ کیونکہ قضاء مصدری معنی میں تو اللہ تعالیٰ کا نفل ہے اس میں برائی کا احتمال نہیں ہے۔

باب يحول بين المرأ وقلبه

غرض یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی قدرت ہر شی کو شامل ہے حتیٰ کہ

تو نجات ہے برے کئے اور وہ برے عمل نیک عملوں سے بڑھ گئے تو عذاب کا اندیشہ ہے یعنی زخموں نے اس کو کمزور اور ڈھیلا کر دیا۔

باب القاء النذر الى التقدير

غرض یہ ہے کہ نذر تقدیر کو نہیں بدل سکتی باب کی وضاحت حدیث پاک سے ہو رہی ہے سوال پھر تو نذر پورا کرنا واجب نہ ہونا چاہیے جواب نذر ایک سبب ہے ہوتا وہی ہے جو تقدیر میں ہے جیسے ابھی گزرا کہ رزق مقدر ہے پھر بھی اسباب اختیار کرنے کا حکم ہے موت مقدر ہے پھر بھی علاج کرنا سنت ہے۔

باب لا حول ولا قوة الا بالله

غرض اس پاک کلام کا مضمون بیان کرنا ہے۔ سوال۔ یہ باب تو کتاب الدعوات میں گزر چکا ہے۔ جواب۔ وہاں بطور دعا کے تھا اور یہاں اس پاک کلام کے معنی اور مضمون کا بیان ہے اور وہ مضمون تقدیر کا مسئلہ ہی ہے پھر معنی کی تفصیل میں دو قول ہیں۔ ۱۔ نیکی کا کرنا اور گناہ کا چھوڑنا اللہ تعالیٰ ہی کی اعانت سے ہے۔ ۲۔ نفع حاصل کرنا اور تکلیف سے بچنا اللہ تعالیٰ ہی کی قوت سے ہے۔

باب المعصوم من عصم الله

غرض یہ ہے کہ گناہوں سے اور ہلاکت سے بچنا اللہ ہی کی قضا سے ہے پھر انبیاء علیہم السلام کی عصمت و جوبی ہے اور دوسروں کی جوازی ہے۔

باب وحرام علی قریہ اہلکنا ما انہم لا یرجعون

ان آیتوں کی تفسیر مقصود ہے باب۔ وما جعلنا الرویا

التي اریناک الا فتنۃ للناس۔ غرض یہ ہے کہ معراج

میں عجیب و غریب باتوں کا دکھانا لوگوں کے امتحان کے لئے تھا

چنانچہ بعض نے انکار کیا بعض نعوذ باللہ مرتد ہو گئے بعضوں نے

باتیں بنائیں اور شور مچایا اور بعض کی بصیرت زیادہ ہوئی جیسے ابو بکر

ؓ ہیں کہ اسی دن سے لقب صدیق ہوا اور ربط تقدیر کے ابواب سے

یہ ہے کہ ہر فتنہ اور امتحان اللہ تعالیٰ کی قضا سے ہی واقع ہوتا ہے۔

باب تحاج آدم وموسیٰ علیہما

السلام عند الله عزوجل

غرض اس مناظرہ کا بیان ہے جو حضرت آدم اور حضرت موسیٰ

دل کو بھی شامل ہے۔

کھانے سے قسم نہیں پائی جاتی۔ قم فلا حدنک عن ذاک:۔ کھڑے ہو جاؤ ہمارے پاس سے اور ہماری مجلس سے میں وجہ تلاؤں گا کہ میں نے کیوں اٹھا دیا ہے۔

باب لا یحلف باللات والعزی ولا بالطواغیت

غرض یہ ہے کہ بطور یمین لغو کے بھی ان الفاظ سے قسم کھانا جائز نہیں ہے اور تعظیماً تو کفر ہے۔

باب من حلف علی الشی وان لم یحلف غرض یہ ہے کہ تاکید کے طور پر قسم کھا کر بات کر لینا جائز ہے اگرچہ کوئی دوسرا قسم کا مطالبہ کرنے والا نہ بھی ہو اور ولا تجعلوا اللہ عرضة لا یمانکم میں جو ممانعت ہے وہ بلا ضرورت قسم کھانے سے ہے۔

باب من حلف بملة سوی ملة الاسلام غرض یہ ہے کہ ایسی قسم سے کافر نہیں ہوتا تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔

باب لا یقول ما شاء اللہ وشت وهل یقول انا باللہ ثم بک

غرض یہ ہے کہ ایسے موقعوں میں ثم کے ساتھ عطف جائز ہے واو کے ساتھ جائز نہیں کیونکہ واو سے شرک اور مساوات کا وہم ہوتا ہے پھر اس باب کے ساتھ جو مختصر روایت نقل کی ہے یہ تعلق ہے باب یدکر عن بنی اسرائیل میں یہ روایت پوری سند کے ساتھ ہے اور ایک حدیث میں باب کا مضمون صراحۃً بھی ہے کہ ایک یہودی نے کہا تھا کہ تم شرک کرتے ہو ما شاء اللہ وشت کہتے ہو تو نبی پاک ﷺ نے حضرات صحابہ کرام کو اس سے منع فرمادیا اور فرمایا کہ یوں کہا کرو ثم شنت لیکن یہ روایت امام بخاری کی شرط پر نہیں تھی اس لئے نہ لائے اور اس دوسری روایت سے استنباط فرمایا جو یہاں مختصراً ذکر فرمائی ہے باب قول اللہ تعالیٰ۔

واقسموا باللہ جہد ایمانہم:۔ غرض یہ ہے کہ قسم میں مبالغہ کیا حکم ہے پھر اس باب میں جو پہلی تعلق ہے جس میں یہ ہے کہ حضرت ابو بکر نے قسم دی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ

باب قل لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا غرض یہ کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے تقدیر سے ہے۔

باب وما کنا لنہتدی لو لان ہدانا اللہ غرض یہ ہے کہ ہدایت اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہے۔

کتاب الایمان والنذور

رابط: یہ ہے کہ عبادات اضطراریہ کے بعد اب عبادات اختیار کا بیان ہے یعنی ایسی عبادتیں جن میں ہم مجبور نہیں ہیں بلکہ ہم خود اپنی مرضی سے اپنے اوپر لازم کر لیتے ہیں۔ غرض ایمان اور نذر کی اقسام اور ان کے احکام کا بیان ہے۔ ایمان جمع ہے یمین کی اس کے معنی ۱۔ تحقیق الامر محتمل ۲۔ تاکید الامر محتمل اور نذر جمع ہے نذر کی لغت میں اس کے معنی ہیں الوعد بخیر او شر اور شرعاً اس کے معنی ہیں التزام قریہ غیر لازمہ۔

باب قول اللہ تعالیٰ لا یواخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم ولكن یواخذکم بما عقدتم الایمان

غرض ان چیزوں کا بیان ہے جن پر مواخذہ سے اور ان کا جن پر مواخذہ نہیں ہے ذودغر الذری اونٹ سفید اور عمدہ کوہان والے لان یلج اصرار کرے معنی یہ ہیں کہ ایسی قسم کھائی جس کے پورا کرنے سے گھر والوں کو تکلیف ہوتی ہو تو قسم توڑ دینا اور کفارہ دیدینا قسم پورا کرنے سے بہتر ہے لیبر یہہ امر کا صیغہ ہے کہ اس کو چاہیے کہ وہ نیکی کرے یعنی کفارہ ادا کرے۔

باب قول النبی ﷺ وایم اللہ

غرض یہ ہے کہ وایم اللہ بھی قسم کے الفاظ میں سے ہے۔

باب کیف کانت یمین النبی ﷺ

وہ الفاظ تلائے مقصود ہیں جن سے نبی پاک ﷺ قسم کھایا کرتے تھے۔

باب لا تحلفوا ابابائکم

دو غرضیں ہیں ۱۔ غیر اللہ کی قسم ممنوع ہے ۲۔ غیر اللہ کی قسم

نہیں ہے لیکن یہ امام بخاری کا اپنا اجتہاد ہے جمہور فقہاء کے نزدیک کفارہ ہے۔

باب الیمین الغموس

اس قسم کا حکم بتلانا مقصود ہے اور وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس کا فاعل دنیا میں گناہ میں غوطہ لگاتا ہے اور آخرت میں دوزخ میں۔

باب قول اللہ تعالیٰ ان الذین یشترون

بعہد اللہ وایما نہم ثمننا قليلاً اولئک

لاخلاق لہم فی الاخرۃ

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ یمین غموس میں کفارہ نہیں ہے اور یہی مذہب جمہور فقہاء کا ہے بخلاف امام شافعی کے وہ اس میں کفارہ کے قائل ہیں۔ لہذا ۱۔ ترجمہ الباب والی آیت ۲۔ اول الباب عن ابن مسعود مرفوعاً من حلف علی یمین صبر یقطع بہا مال امری مسلم لقی اللہ وهو علیہ غضبان آیت اور حدیث سے طرز استدلال یہ ہے کہ دونوں میں عذاب کا ذکر ہے کفارہ کا ذکر نہیں ہے اور سکوت موضع بیان ہوتا ہے معلوم ہوا کہ کفارہ واجب نہیں ہے ولہذا فی قیاس ہے یمین منعقدہ پر جواب نص کے مقابلہ میں قیاس پر عمل نہیں ہو سکتا یمین صبر و قسم جو مجبور کر کے دی جائے۔

باب الیمین فیما لا یملک

وفی المعصیہ وفي الغضب

غرض ان تین مسئلوں کا بیان ہے باب اذا قال لا اتکلم الیوم فصلی او قرأ و سبح او کبر او حمد او فہو علی نیتہ غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ اگر کلام نہ کرنے کی قسم کھائی ہے تو مدار نیت پر ہے اگر کلام متعارف کی نیت کی ہے تو قسم ان مذکورہ کاموں سے نہ ٹوٹے گی اور اگر مطلقاً تکلم اور تلفظ کی نیت کی ہے کہ زبان ہی نہ ہلاؤں گا تو ان کاموں سے قسم ٹوٹ جائے گی۔

باب من حلف ان لا یدخل علی اہلہ

شہراً وکان الشہر تسعاً و عشرين

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے لیکن یہ اس وقت ہے جبکہ مہینہ کے

آپ مجھے میری تعبیر کی جو میں نے خواب کی بیان کی ہے اس کی غلطی مجھے ضرور بتلائیں گے فرمایا لا تقسم اس تعلیق کی مناسبت باب سے یہ ہے کہ اس تعلیق میں قسم پر انکار ہے اور باب میں بھی منافقین کی جھوٹی قسموں کا انکار اور ان کی مذمت ہے۔ امرنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم بابرار المقسم:۔ یہ امر استجابی ہے جبکہ کوئی مانع نہ ہو تحقق یہ سننے کی آواز کی حکایت ہے یعنی سانس اکھڑ رہا تھا الاتحدہ القسم اس آیت میں قسم مقدر ہے۔

وان منکم الاواردھا جواظ:۔ ۱۔ ایسا نکڑا جس کو کوئی بچھاؤ نہ سکے۔ ۲۔ موٹا اکثر کر چلنے والا۔ ۳۔ زیادہ کھانے والا۔ ۴۔ فاجر و فاسق۔ ۵۔ موٹا اور موٹی گردن والا۔ ۶۔ چھوٹے قد والا بھاری جسم والا۔ عقل گفتگو میں غرق کرنے والا۔

باب اذا قال اشہد باللہ او شہدت باللہ غرض یہ ہے کہ ان لفظوں سے قسم ہو جاتی ہے۔ اذا کا جواب محذوف ہے حل کیونکہ قسمائے نعم۔

باب عہد اللہ عزوجل

غرض یہ ہے کہ اس لفظ سے قسم منعقد ہو جاتی ہے۔

باب الحلف بعزۃ اللہ وصفاتہ وکلماتہ غرض یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی صفات سے بھی قسم منعقد ہو جاتی ہے لیکن جو قرآن پاک اٹھانے کا طریقہ ہمارے علاقوں میں ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے شریعت میں بلکہ یہ فرقہ حشو یہ کا طریقہ ہے جو قرآن پاک کی اوراق کو قدیم مانتے ہیں۔

بعزتک:۔ یہ حدیث آگے کتاب التوحید میں آئے گی۔

عن برکتک:۔ یہ حدیث کتاب الوضوء میں گزر چکی۔

باب قول الرجل لعمر اللہ

اس سے بھی قسم منعقد ہو جاتی ہے کیونکہ یہ بقاء اللہ کے معنی میں ہے۔

باب لا یواخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم

یمین لغو کے معنی بیان کر کے مقصود ہیں جس میں نہ گناہ نہ کفارہ ہے۔

باب اذا حنث ناسیا فی الایمان

غرض یہ ہے کہ نسیاً نام قسم توڑنے میں گناہ نہیں ہے کفارہ بھی

شروع میں قسم کھائی ہو اور اگر درمیان مہینہ قسم کھائی ہو تو پھر تیس دن پورے کرنے ہوں گے۔

باب اذا نذر او حلف ان لا یکلم

انسانا فی الجاہلیہ ثم اسلم

غرض کی دو تقریریں ہیں یہ بتلانا ہے کہ ۱۔ کفر کے زمانہ کی نذر اور قسم پوری کرنی واجب ہے۔ ۲۔ مستحب ہے اور یہی رائج ہے کیونکہ حدیث پاک میں مشورہ استجابی دینا ہی مقصود ہے باب من مات وعليه نذر غرض اس کو بھی پورا کرنا چاہیے۔

باب النذر فیما لا یملک وفي معصیہ

غرض یہ دو مسئلے بتلانا ہے اور دوسرا حدیث پاک میں صراحۃً مذکور ہے۔ پہلے کو دوسرے پر قیاس فرمایا ہے۔

باب من نذر ان یصوم ایاماً فوافق النحر او الفطر

غرض اس مسئلہ کا بیان ہے کہ نذر صحیح ہے بعد میں قضا کرے۔

باب هل یدخل فی الایمان والنذور

الارض والغنم والذروع والامتعہ

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ اگر مال کے صدقہ کی نذر مانی تو اس میں یہ سب چیزیں داخل ہوں گی یا نہ مقصد یہ ہے کہ داخل ہوں گی۔

باب کفارات الایمان

غرض ان کا بیان ہے اور بعض نسخوں میں یوں ہے کتاب کفارات الایمان اس صورت میں یہ کتاب تہمت ہے کتاب النذر اور کتاب الایمان کا۔

باب قول اللہ تعالیٰ قد فرض اللہ

لکم تحلة ایمانکم

غرض یہ ہے کہ کفارہ حث سے واجب ہو جاتا ہے لیکن علی الفور نہیں بلکہ علی التراخی کہ جب چاہے ادا کر دے کیونکہ حدیث پاک میں پہلے اپنے بچوں کو کھلانے کا حکم فرمایا گیا ہے معلوم ہوا کہ کفارہ بعد میں دے گا۔

باب یعطی فی الکفارة عشرة

مساکین قریباً کان او بعیداً

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے اور حدیث پاک میں جو آگیا اطعمہ اہلک

باب ان حلف ان لا یشر بنبیذا

فشر بطلاء او سکرا او عصیر الم

یحث فی قول بعض الناس

باب کی غرض کی دو تقریریں ہیں ۱۔ امام ابو حنیفہ کے قول کا رد ہے۔ ۲۔ تائید ہے اور یہی رائج ہے کیونکہ اگر رد ہوتا تو صراحۃً مذکور ہوتا کہ یہ ٹھیک نہیں ہے بلکہ وہ حائث ہو جائے گا اور حائث ہونے کی یہ دلیل ہے معلوم ہوا ہے کہ یہاں رد کرنا مقصود نہیں بلکہ تائید مقصود ہے کیونکہ تراجم میں امام بخاری اپنا مذہب بیان فرماتے ہیں کہ یہ پہلا موقعہ کہ امام بخاری نے امام ابو حنیفہ کا ذکر بعض الناس کے لفظ سے کیا اور کوئی تردید نہ کی بلکہ تائید کی۔

باب اذا حلف ان لا یتدم فاکل تمرأ بخیز

غرض اس مسئلہ کا بیان ہے اور اذا کا جواب روایات سے نکلتا ہے باب النية فی الایمان غرض یہ ہے کہ قسموں کا مدار قسم کھانے والے کی نیت پر ہے لیکن جس قسم کا تعلق دوسرے شخص سے ہو تو مدار ظاہر پر ہوگا ورنہ دنیا کے نظام میں خلل پڑے گا۔

باب اذا اهدى ماله علی وجه النذر والتوبه

غرض یہ ہے کہ ایسا کرنا مستحسن ہے لیکن کچھ مال اپنے لئے رکھ لے باب اذا حرم طعامه غرض یہ بتلانا ہے کہ ایسا کرنے سے بھی قسم بن جاتی ہے پھر امام بخاری کے نزدیک لفظ حلف استعمال کرنا شرط ہے۔

باب الوفا بالنذر

غرض کی دو تقریریں ہیں ۱۔ نذر پوری کرنی واجب ہے۔ ۲۔ مستحب ہے۔

باب اثم من لا یفی بالنذر

غرض اس گناہ کا بیان ہے۔

باب النذر فی الطاعة

غرض اس کا حکم بیان کرنا ہے۔

باب الاستثناء فی الایمان

غرض یہ ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ ساتھ کہہ لینے سے یمن منعقد نہیں ہوتی۔

وکان در کافی حاجتہ :۔ انشاء اللہ تعالیٰ کی برکت

سے حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتے۔

باب الکفارة قبل الحنث وبعده

یہ مسئلہ بتلانا مقصود ہے اور امام بخاری تائید فرما رہے ہیں امام شافعی اور امام احمد کی کہ ان دونوں حضرات کے نزدیک قسم توڑنے سے پہلے کفارہ دینا بھی صحیح ہے ہمارے امام ابو حنیفہ کے نزدیک صحیح نہیں ہے اور عن مالک روایتان لنا۔ ا۔ ذلک کفارة ایمانکم اذا حلفتم یہاں بالا جماع و حشتم مخذوف ہے معلوم ہوا کہ حث سبب وجوب ہے اس لئے اس سے پہلے کفارہ ادا کرنا صحیح نہیں ہے۔ ۲۔ اگر آپ حث سے پہلے کفارہ جائز قرار دیتے ہیں تو یہ پہلے دینا امر مستحب ہے اور حث کے بعد وجوب ہے اور ایک مستحب چیز واجب کے قائم مقام کیسے ہو سکتی ہے۔ وللفانی واحمد مانی ابی داؤد عن عبدالرحمن بن سمرة مرفوعاً فلف عن یمنک ثم انت الذی ہو خیر جواب۔ یہ روایت بالمعنی ہے کیونکہ زیادہ روایات میں قسم توڑنے کا ذکر پہلے ہے اور کفارہ کا ذکر پیچھے ہے اور جن روایات اس کا الٹ ہے ان میں بھی زیادہ روایات میں واو ہے جو ترتیب سے ساکت ہوتا ہے اس لئے ثم والی روایت کسی راوی کی غلطی ہی شمار کی جائے گی کہ روایت بالمعنی کر کے اپنی سمجھ کے مطابق ثم سے ذکر کر دیا اس لئے اس پر عمل نہیں کیا جاسکتا۔

کتاب الفرائض

زندگی کے احکام کے بعد موت کے احکام ہیں۔ فرائض جمع ہے فریضہ کی یعنی کتاب اللہ سے ورثہ کا مقرر حصہ۔ غرض وراثت تقسیم کرنے کے احکام کا بیان ہے۔

باب تعلیم الفرائض

غرض فرائض کی تعلیم کی ترغیب ہے ترغیب میں مرفوع حدیث امام بخاری کی شرط پر نہ تھی اس لئے ذکر نہ فرمائی اور صرف ایک

اس سے امام بخاری نے استنباط فرمایا کہ اپنے بچوں کو بھی کفارہ کا مال دینا جائز ہے کیونکہ امام بخاری کے استنباط میں بہت وسعت ہے۔

باب صاع المدینہ

غرض یہ ہے کہ کفارہ میں مدینہ منورہ کے صاع پر مدار ہے۔

باب قول اللہ تعالیٰ او تحریر

رقبة وای الرقاب ازکی

غرض یہ ہے کہ یمین کے کفارہ میں کافر غلام کا آزاد کر دینا بھی کافی ہے گو بہتر مسلمان ہے یہی مذہب ہے امام ابو حنیفہ کا و عند الجمہور ایمان کی قید ضروری ہے اور یہ اختلاف اصولی ہے ہمارے نزدیک مطلق کو مقید پر محمول نہیں کر سکتے جمہور کے نزدیک محمول کرنا ضروری ہے۔ ہمارے اصول کو ترجیح حاصل ہے کیونکہ محل کے بدلنے سے حکم بدل جاتا ہے کفارہ قتل الگ محل ہے اور کفارہ یمین الگ محل ہے کفارہ قتل میں تحریر رقبة میں ایمان کی شرط ہے کفارہ یمین میں نہیں ہے۔

باب عتق المدبر و ام الولد و المكاتب

فی الکفارة وعتق ولد الزنا

غرض یہ ہے کہ ان سب کا کفارہ میں آزاد کر دینا صحیح ہے۔ اس باب کی حدیث میں مدبر کی بیچ کا ذکر ہے اسی پر کفارہ کو اور غلام کی باقی قسموں کو امام بخاری قیاس فرما رہے ہیں پھر ولد الزنا کے اعتاق کا کفارہ میں صحیح ہو جانا تو اتفاقی ہے باقیوں میں کچھ اختلاف ہے جو فقہ کی کتب میں مذکور ہے۔

باب اذا اعتق عبداً بینہ و بین آخر :۔

غرض یہ ہے کہ اس کا آزاد کرنا کفارہ میں صحیح نہیں ہے یہ باب قائم کر کے امام بخاری نے بیاض چھوڑ دی تھی کہ حدیث مناسب لکھ دوں گا پھر حدیث تلاش کرنے کی مہلت نہ ملی یا حدیث تلاش کی لیکن اپنی شرط پر نہ ملی۔

باب اذا اعتق فی الکفارة لمن یکون ولائہ

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ معتق کو ہی ولاء ملے گی اعتاق کفارہ کو اعتاق بلا نیت کفارہ پر قیاس فرمایا۔

افضل اس کا مفضل علیہ ہے

من غیر ابی بکر فانه انزلہ ابا

بے شک حضرت ابوبکر نے دادا کو بمنزلہ اب قرار دیا ہے جبکہ اب موجود نہ ہو۔

باب میراث الزوج مع الولد وغیره

غرض اس مسئلہ کا بیان ہے باب میراث المرأة والزوج مع الولد وغیرہ غرض اس مسئلہ کا بیان ہے۔

باب میراث الاخوات مع البنات عصبہ

غرض اس مسئلہ کا بیان ہے۔

باب میراث الاخوة والاخوات:

غرض اس مسئلہ کا بیان ہے۔

باب یستفتونک قل الله یفتیکم فی الکلالہ

غرض گزشتہ باب کی تائید ہے آیت سے۔

باب ابنی عم احدهما اخ للام والاخر زوج

غرض اس مسئلہ کا بیان ہے۔ لموالی العصبہ:۔ یہ اضافت بیان ہے ایسے موالی جو عصبہ ہیں جیسے شجر الاراک۔

باب ذوی الارحام

غرض ذوی الارحام کی وراثت کا بیان ہے اور ذوی الارحام ان رشتہ داروں کو کہتے ہیں جن کا حصہ قرآن پاک میں بھی مقرر نہ فرمایا گیا ہو اور وہ عصبہ بھی نہ ہوں۔

باب میراث الملاعنہ

غرض اس مسئلہ کا بیان ہے۔

باب الولد للفراس حرۃ کانت اوامۃ

غرض اس مسئلہ کا بیان ہے۔

باب الولاء لمن اعتق ومیراث اللقیط

غرض دو مسکوں کا بیان ہے۔ ۱۔ دلاء معتق کو ملے گی۔ ۲۔ لقیط کا مال بیت المال میں جائے گا۔ وقول الحکم

تعلیق ذکر فرمائی جس میں تھوڑا سا ذکر فرمائش کا ہے اور اسی کے تحت کے طور پر مسند روایت ذکر فرمائی وہ مرفوع روایت یہ ہے۔ عن ابن مسعود تعلموا الفرائض وعلومها الناس فانی امر ومتبوض وان العلم سقیض حتی مختلف اثنان فی الفریضہ فلا یجدان من یفصل بینہما رواہ احمد والترمذی والنسائی والحاکم وصحہ۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم

لا نورث ماترکنا صدقہ

غرض اس مسئلہ کا بیان ہے۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم

من ترک مالا فلا ہلہ

غرض اس حدیث پاک کا اور اس کے مضمون کا بیان ہے۔

باب میراث الولد من ابیہ وامہ

غرض اس مسئلہ کا بیان ہے۔

باب میراث البنات

غرض اس مسئلہ کا بیان ہے آج کل کی طرح زمانہ جاہلیت میں بھی لڑکیوں کو وراثت نہ دیتے تھے تو حق تعالیٰ نے ان کی وراثت کا حکم نازل فرمایا۔

باب میراث ابن الابن اذالم یکن ابن

غرض اس مسئلہ کا بیان ہے۔

باب میراث ابنہ ابن مع ابنہ

غرض اس مسئلہ کا بیان ہے۔

باب میراث الجدم مع الاب والاخوة

غرض یہ اجماعی مسئلہ بیان کرنا ہے کہ باپ کی موجودگی میں دادا وارث نہ ہوگا۔ لو کنت متخذاً من ہذہ الامہ خلیلاً لا تخذتہ:۔ یہ آخری ضمیر حضرت ابوبکر کی طرف لوٹی ہے۔ مطلقاً غلہ وہ دوستی ہے جس میں دوسرے کی گنجائش نہ ہو اور غلہ اسلام کے معنی ہیں دینی بھائی ہونا۔

موسل :- یہاں موسل بمعنی مدرج ہے اور موسل کو بمعنی مدرج استعمال کرنا یہ جمہور محدثین کی اصطلاح کے خلاف ہے۔

باب میراث السائبہ

غرض امام مالک کے قول کا رد ہے اور جمہور کی تائید ہے سائبہ اس شخص کو کہتے ہیں جو پہلے غلام ہو پھر جب آقا اس کو آزاد کرے تو یوں کہہ دے لا ولاء لی علیک تو امام مالک کے نزدیک اس کا چھوڑا ہوا مال بیت المال میں جائے گا اور عند الجمہور معتق ہی کو ملے گا لہذا۔ ثانی الباب عن عائشہ مرفوعاً فان الولاء لمن اعتق ولما لک عمدة القاری میں ہے وقالت طايفة ميراث المسلمين وروى ذلك عن عمر بن الخطاب۔ جواب یہ ان کا اپنا اجتہاد ہے۔ مرفوع روایت کے مقابلہ میں صحابی کے اجتہاد پر عمل نہیں کیا جاسکتا۔ وقول ابن عباس رايته عبد الصبح یہ صرف امام بخاری کی رائے ہے ورنہ اصول یہ ہے کہ مثبت زیادہ کو ترجیح ہوتی ہے اور حروالی روایات مثبت زیادت ہیں کیونکہ پہلے غلام تھے بعد میں آزاد ہوئے۔

باب اثم من تبرأ من موالیه

غرض اس گناہ کا بیان ہے۔

باب اذا اسلم علی یدیه

غرض مولی مولاۃ کا مسئلہ بتلانا ہے عند امامنا ابی حنیفہ مولی مولاۃ جو کسی کے ہاتھ پر مسلمان ہوا کہ ہم ایک دوسرے کی چٹی ادا کر س گے اور مرنے کے بعد ایک دوسرے کے وارث ہوں گے ایسے شخص کی وراثت عند امامنا ابی حنیفہ باقی ہے۔ جب قریبی وارثوں میں سے کوئی بھی زندہ نہ ہو تو یہ مولی مولاۃ وارث ہوگا اور سارا مال لے جائے گا و عند الجمہور یہ مولی مولاۃ کسی موقعہ میں بھی وارث نہ ہوگا اور اگر قریبی وارث نہ ہوں تو مال بیت المال میں داخل کیا جائے گا منشا اختلاف یہ آیت ہے واولوا الارحام بعضهم اولى ببعض کہ یہ آیت ناخ ہے اس آیت کے لئے والذین عقدت ایمانکم فأتوہم نصیبہم اس نسخ پر تو اتفاق ہے لیکن نسخ کی صورت کیا ہوئی ہمارے نزدیک متعین حصہ جو پہلے سدس تھا اب وہ نہ رہا۔ اب یہ مولی مولاۃ صرف اسی صورت میں وارث ہوگا جبکہ

رشتہ کا کوئی وارث زندہ نہ ہو اور وارث پورے مال کا ہوگا و عند الجمہور مولی مولاۃ کی وراثت کلی طور پر منسوخ ہو چکی ہے۔ اب وہ کسی صورت میں بھی وارث نہ ہوگا ترجیح قول حنیفہ کو ہے کیونکہ اولی بعض کا لفظ اسی پر دالت کرتا ہے کہ رشتہ کے وارثوں کو ترجیح حاصل ہے۔ اولی کا لفظ ترجیح کے لئے ہوتا ہے بالکل ختم کرنے کے لئے تو نہیں ہوتا اس لئے ہمارے امام صاحب کا اجتہاد قوی ہے۔

باب ما یرث النساء من الولاء

غرض یہ ہے کہ عورت بھی مولی عتاقہ بن سکتی ہے۔

باب مولی القوم من انفسہم وان ابی الاخت

غرض ان دو مسئلوں کا بیان ہے۔

باب میراث الاسیر

غرض اس مسلمان کی وراثت کا حکم بتلانا ہے جو کافروں کی قید میں ہو۔ عند سعید بن المسیب ایسا قیدی وارث نہ ہوگا و عند الجمہور وارث ہوگا لہذا۔ حدیث الباب عن ابی ہریرۃ مرفوعاً عن ترک مالاً فلورثہ ولسعید بن المسیب کہ قیدی تک مال وراثت پہنچانا مشکل ہے اس لئے اس کو وارث نہیں بنایا جاسکتا جواب۔ حدیث کے مقابلہ میں قیاس پر عمل نہیں کیا جاسکتا اور حدیث عام ہے قیدی کو بھی شامل ہے۔

باب لا یرث المسلم الکافر

ولا الکافر المسلم

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے اور امام احمد کی ایک روایت کا رد کرنا ہے کہ اگر مال تقسیم ہونے سے پہلے کوئی مسلم بن جائے تو وہ اگرچہ موت کے وقت کافر تھا لیکن وہ وارث ہو جائے گا اور جمہور کے نزدیک وہ بھی وارث نہ ہوگا منشا اختلاف یہ ہے کہ مدار وراثت کا کیا ہے عند مدار وقت موت ہے اس وقت جو وارث مسلمان ہوگا وہی وارث ہوگا و عند احمد مدار وقت تقسیم ہے اس وقت جو شخص مسلمان ہوگا وہ وراثت میں سے حصہ لے لے گا ترجیح ہمارے جمہور کے قول کو ہے کیونکہ تقسیم کے لئے تو کوئی حد نہیں ہے اور کوئی وقت مقرر نہیں ہے دس سال کے بعد بھی تقسیم ہو سکتی ہے اس لئے اس کو مدار وراثت کا نہیں بنا سکتے۔ یہ مسئلہ قیاسیہ ہے اس لئے دونوں طرف ادلہ قیاسیہ ہیں۔

باب ميراث العبد النصرانى والمكاتب

النصرانى واثم من انتفى من ولده

غرض تین مسئلوں کا بیان ہے۔ ۱۔ عبد نصرانی مر جائے تو اس کا مال اس کے مسلمان آقا کو ملے گا اور یہ ملنا وراثت کے طور پر نہیں ہے بلکہ یہ ملک اصلی ہے کیونکہ غلام کا مال یہ آقا کا مال ہی ہوتا ہے۔ ۲۔ یہی حکم مکاتب نصرانی کا ہے کیونکہ جب تک بدل کتابت کا ایک درہم بھی باقی ہو وہ غلام ہی ہوتا ہے۔ ۳۔ جو بلا دلیل کہے کہ یہ میری بیوی کا بچہ میرا نہیں ہے وہ بہت بڑا گنہگار ہے۔ پھر اس باب کے بعد کوئی حدیث نہیں ہے بلکہ نیا باب ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ امام بخاری نے باب لکھ کر خالی جگہ چھوڑی کہ حدیث لکھ دوں گا پھر مہلت نہ ملی حدیث تلاش کرنے کی یا تلاش کی لیکن اپنی شرط پر نہ ملی اور بعض نسخوں میں اس باب کے بعد باب بلا ترجمہ بھی ہے اس کے بعد بھی کوئی حدیث نہیں ہے اس کی بھی یہی تقریر ہے۔

باب من ادعى اخا او ابن اخ

غرض اس مسئلہ کا بیان ہے۔ من ادعى الى غير ابیه:۔ غرض یہ کہ ایسا کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔

باب اذا ادعت المرأة ابنا:۔

غرض یہ ہے کہ مال کے دعوے کی طرح بیٹے کے دعوے میں بھی بینہ نہ ہوں تو قول ہی معتبر ہوتا ہے۔ باب القائف:۔ غرض یہ بتلانا ہے کہ قیافہ دان جس کو ہم کھوجی کہتے ہیں اس کا قول شبہ دور کرنے میں تو معتبر ہے نسب ثابت کرنے میں معتبر نہیں ہے۔

كتاب الحدود

غرض حدود کے احکام کا بیان ہے۔ ربط یہ ہے کہ پیچھے فرائض کے اخیر میں غیر اب کی طرف نسبت کرنے کا ذکر تھا اس میں زنا کا ذکر ضمناً آگیا اس لئے اب زنا کی حد اور باقی حدود کا بیان ہے۔

باب ما يحذر من الحدود

غرض گناہوں سے بچنے کی فکر پیدا کرنا ہے۔ بعض نسخوں میں یوں ہے کتاب الحدود يحذر من الحدود۔

باب لا يشرب الخمر

غرض شراب پینے سے روکنا ہے۔ بعض نسخوں میں یوں ہے باب الحد وشراب الخمر پھر غرض دونوں گناہوں سے روکنا ہے۔

باب ما جاء في ضرب شارب الخمر

شراب کی حد میں کم اور کیف کا ذکر مقصود ہے کہ حد کتنے کوڑے ہیں اور کس چیز سے مارے جاتے ہیں۔

باب من امر يضرب الحد في البيت

غرض اس شخص کا روہ جس نے کہا کہ چھپ کر حد نہیں لگائی جاسکتی۔

باب الضرب بالجريد والنعال:۔

غرض یہ ہے کہ ان دو چیزوں سے مارنے سے بھی حد ادا ہو جائے گی۔

باب ما يكره من لعن شارب الخمر

وانه ليس بخارج من الملة

غرض دور دہائیوں میں تطبیق ہے ایک میں شرابی کو لعنت کرنے سے ممانعت ہے اور دوسری روایت میں ہے لا يشرب الخمر وهو مومن۔ تطبیق کا حاصل یہ ہے کہ شرابی ایمان کامل سے خارج ہوتا ہے نفس ایمان سے اور ملت اسلامیہ سے خارج نہیں ہوتا۔

باب السارق حين يسرق

غرض یہ ہے کہ چور سے کمال ایمان نکل جاتا ہے۔

باب لعن السارق اذا لم يسلم

غرض یہ ہے کہ نام لئے بغیر لعنت کرنی جائز ہے جیسے کہے کہ چور پر لعنت ہو۔ کانوا يرون انه بيض الحديد:۔

مطلب یہ ہے کہ حدیث شریف میں جو بیضہ پر ہاتھ کٹنے کا ذکر ہے وہاں مرغی کا انڈا مراد نہیں ہے لوہے کی ٹوپی مراد ہے ایسے ہی رسی کا جو ذکر ہے تو قیمتی رسی مراد ہے معمولی رسی مراد نہیں ہے۔

باب الحدود كفارة

یہ مسئلہ بتلانا مقصود ہے کہ حد لگنے سے گناہ معاف ہو جاتا ہے اس میں اختلاف پیچھے گزر چکا ہے۔

کیونکہ اس کو مرتد ہونے کی وجہ سے قتل کرنا ہی مقصود ہے۔

باب لم یسق المرتدون المحاربون حتی ماتوا
گذشتہ باب کی طرح ہی اس باب کی غرض ہے۔

ابغنا رسلا: تلاش کریں ہمارے لئے نرمی کو۔
الصریخ: امداد مانگنے والا۔ الطلب: یہ جمع ہے طالب کی۔ فما ترجل النهار: ابھی دن بلند نہ ہوا تھا۔

باب سمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اعین المحاربین

غرض اس واقعہ کا بیان ہے پھر مثلاً یعنی کان ناک کاٹنے کے متعلق اقوال مختلف ہیں۔ ۱۔ یہ مثلاً جو اس واقعہ میں پایا گیا ہے یہ نزول حدود اور مثلاً سے نبی سے پہلے کا ہے اس نبی کی وجہ سے مثلاً منسوخ ہو چکا ہے۔ ۲۔ جو افعال اس واقعہ میں ہیں یہ قصاصاً ہیں پس منسوخ ماننے کی ضرورت ہی نہیں۔ انہوں نے اس قسم کی تکفیس راعی کو پہنچائی تھیں اس لئے ان سے بدلہ لیا گیا۔ ۳۔ نبی مثلاً سے تنزیہی ہے۔

باب فضل من ترک الفواحش

گناہ چھوڑنے کی فضیلت بیان کرنی مقصود ہے اور ربط یہ ہے کہ گناہ کرنا بھی اللہ تعالیٰ سے لڑائی ہے اس لئے محاربہ کے بعد ترک فواحش کا ذکر فرمایا۔ تو کل: یہ تکفل کے معنی میں ہے ضامن بننا۔ ما بین رجلہ وما بین لحيہ: وجہ یہ ہے کہ زیادہ گناہ ان دونوں سے ہی ہوتے ہیں۔ ۱۔ شرم کی جگہ۔ ۲۔ زبان۔

باب اثم الزنا

غرض زانیوں کے گناہ کا سخت ہونا بیان کرنا ہے زناۃ جمع ہے زانی کی ربط یہی ہے کہ زنا بھی اللہ تعالیٰ سے لڑائی ہے کیونکہ کبیرہ گناہ ہے۔ والتوبہ معروضہ بعد: توبہ کا دروازہ بھی کھلا ہے ان کو توبہ کرنی چاہیے۔ لعبد الرحمن: اس سے مراد عبد الرحمن بن مہدی ہیں۔ عن سفیان: یہاں ثوری مراد ہیں۔ قال دعه دعه: فرمایا عبد الرحمن بن مہدی نے کہ اس روایت کو جو ابو میسرہ کے بغیر ہے اس کو چھوڑ دو کیونکہ یہاں

باب اقامة الحدود علی الشریف والوضیع

غرض یہ ہے کہ حد قائم ہونے کے معاملہ میں غریب اور امیر میں کوئی فرق نہیں ہے۔

باب کراهية الشفاعة

فی الحد اذا رفع الی السلطان

غرض یہ ہے کہ بادشاہ سے یہ سفارش کرنا کہ فلاں شخص کو حد نہ لگائی جائے یہ گناہ ہے۔

باب قول الله تعالى 'والسارق فاقطعوا ايديهما

غرض یہ ہے کہ چور کی حد قرآن پاک سے ثابت ہے۔ مجن حشفہ او ترس: اس عبارت میں او شک راوی۔ حشفہ دو چڑوؤں سے بنی ہوئی ڈھال اور ترس اس ڈھال کو کہتے ہیں جس میں اندر ہڈی یا لکڑی ہو اور باہر چمڑا اور جن سب قسموں کو شامل ہے۔

باب توبه السارق

غرض یہ ہے کہ جس کا ہاتھ بطور حد سرتہ کٹ چکا ہو وہ بھی اگر توبہ کر لے تو اس کی توبہ قبول ہے اور گواہی بھی معتبر ہے۔ وکل محدود كذلك: یہ امام بخاری کا اپنا اجتہاد ہے حد قاذف میں اختلاف پیچھے گزر چکا ہے۔

كتاب المحاربين من اهل الكفر والردة

غرض ڈاکو کی سزا کا بیان ہے اور یہ تہہ ہے کتاب الحدود کا پیچھے چوری اور زنا کا ذکر تھا وہ بھی ایک قسم کی لڑائی ہے اللہ تعالیٰ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اب ڈاکہ کا ذکر ہے یہ بھی لڑائی ہے اور امام بخاری نے باب میں کفر اور ارتداد کا ذکر فرمایا اور فوراً بعد یہ آیت محاربہ ذکر کر دی اس میں یہ اشارہ ہے کہ قرآن پاک کی آیت صرف مرتدین کے بارے میں ہے جنہوں نے ڈاکہ بھی ڈالا ہو لیکن جمہور اس کے قائل ہیں کہ آیت سب ڈاکوؤں کے بارے میں ہے مسلمان ہوں یا کافر ہوں یا مرتد ہوں۔

باب لم يحسم النبي صلی اللہ علیہ وسلم

المحاربين من اهل الردة حتی هلكو

مرتد ڈاکو کو ہاتھ پاؤں کاٹ کر داغ نہ لگانا بھی جائز ہے

راج واسطہ کا ذکر ہے اگرچہ سماع بلا واسطہ بھی ثابت ہے۔

باب الرجم بالمصلی

غرض یہ ہے کہ اولی عید گاہ میں رجم کرنا ہے۔

باب رجم المحصن

غرض محصن کی زنا کا حکم بیان کرنا ہے کہ وہ رجم ہے اور محصن کے معنی ہیں من احسن نفسه عن الفاحشة بالنکاح۔ قال لا ادری:۔ فرمایا حضرت عبداللہ بن ابی اوفی نے کہ مجھے معلوم نہیں ہے کہ سورہ نور کے بعد رجم فرمایا یا نہ لیکن یہ ثابت ہے کہ رجم بعد میں فرمایا ہے کیونکہ سورہ نور کی آیتیں واقعہ افک میں نازل ہوئی ہیں جو ۴ھ یا ۵ھ یا ۶ھ میں پایا گیا اور رجم اس کے بعد ہوئی کیونکہ رجم میں حضرت ابو ہریرہ کا موجود ہونا مذکور ہے۔

باب لا یرجم المجنون والمجنونہ:۔

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ مجنون نے اگر زنا جنون کی حالت میں کیا ہو تو اس کو رجم نہ کیا جائے گا کیونکہ وہ مکلف نہیں ہے اور یہ مسئلہ اجماعیہ ہے اور اگر زنا کے وقت عاقل تھا اور محصن تھا پھر بعد میں مجنون ہوا تو رجم جاری کر دی جائے گی کیونکہ رجم سے مقصود موت کی سزا ہے البتہ اگر غیر محصن نے زنا کی ہے پھر مجنون ہو گیا تو تندرستی کا اور عقل آنے کا انتظار کیا جائے گا کیونکہ مقصود زندہ رکھتے ہوئے سزا دینی ہے۔ موت کی سزا دینی مقصود نہیں ہے۔

باب للعاهر الحجر

غرض اس حدیث کا اور اس کے مضمون کا بیان ہے پھر حجر کے معنی کیا ہیں۔ ۱۔ ناکامی یعنی نسب سے محرومی۔ ۲۔ رجم۔

باب الرجم بالبلاط

بلاط مدینہ منورہ میں جگہ تھی جس میں پتھروں کا فرش لگا ہوا تھا غرض کیا ہے۔ ۱۔ رجم کے لئے گڑھا کھودنا ضروری نہیں ہے کیونکہ بلاط جگہ کے فرش پر پتھر لگے ہوئے تھے۔ ایسی جگہ عموماً گڑھا نہیں کھودا جاتا۔ ۲۔ عمارتوں کے اندر بھی رجم ہو سکتی ہے اس کے لئے کھلی جگہ جیسے عید گاہ یا جنازہ گاہ ضروری نہیں۔ والتجبیہ:۔ ۱۔ گدھے پر لٹا بٹھانا۔ ۲۔ زانی مرد اور عورت کو ایک دوسرے کی طرف پشت کر کے بٹھانا۔

باب من اصاب ذنباً دون الحد فاخبر الامام

فلا عقوبہ علیہ بعد التوبہ اذا جاء مستفتیاً غرض اس مسئلہ کا بیان ہے۔ ولم یعاقب عمر صاحب الطبی:۔ یعنی ایک صاحب نے احرام کی حالت میں ہرن کا شکار کر لیا تھا ان کو حضرت عمر نے ڈانٹا نہیں صرف جزاء ادا کرنے کا حکم دے دیا۔ وفيہ عن ابی عثمان:۔ یہ روایت مواقت الصلوٰۃ میں گزری ہے کہ ناجائز تقبیل پر ان الحسنات یذهبہن السیات نازل ہوئی۔ قال عبدالرحمن مادری ماہو:۔ راوی عبد الرحمن فرماتے ہیں کہ مجھے پتہ نہیں کہ گدھے پر کیا لدا ہوا تھا۔

باب اذا اقر بالحد ولم یبین

هل للام ان یستر علیہ

جواب محذوف ہے نعم۔ ذکر نہ فرمایا کیونکہ حدیث پاک سے معلوم ہو رہا تھا غرض یہ ہے کہ امام کے لئے اس موقع میں ستر جائز ہے۔

باب هل یقول الامام للمقر لعلك

لمست او غمزت

یہاں بھی نعم محذوف ہے اور غرض یہ ہے کہ ایسے موقع میں امام کے لئے تلقین بھی جائز ہے۔ غمز کے معنی آنکھ سے اشارہ ہیں یا ہاتھ سے اشارہ۔

باب سوال الامام المقر هل احصنت

غرض یہ ہے کہ یہ سوال واجب ہے تاکہ سزا کا فیصلہ ہو سکے کہ جلد ہے یا رجم ہے جزا اس کے معنی ہیں بھاگ گیا۔

باب الاعتراف بالزنا

غرض اس اعتراف کا حکم بتلانا ہے۔ قلت لسفیان:۔ یہاں ابن عیینہ ہیں۔ لانجد الرجم فی کتاب اللہ

یعنی ہم قرآن پاک میں رجم کو لکھا ہوا نہیں پاتے۔ انزلہا اللہ
۱۔ مالکان کے لحاظ سے فرمایا کہ یہ آیت نازل ہوئی تھی الشیخ والشیخ
ازانیا فارجموہا پھر اس کی تلاوت منسوخ ہوگئی لیکن حکم باقی رہا۔
۲۔ مراد حدیث ہے وحی خفی میں حکم نازل ہوا تھا وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی
کی وحی ہے وما یطق عن الہوی ان ہوالا وحی یوحی۔
قال سفیان کذا حفظت :۔ یہاں ابن عیینہ ہیں۔
باب رجم الحبلی من الزنا اذا احصنت
غرض یہ کہ اس میں بھی رجم ہے اور یہ مسئلہ اجماعیہ ہے۔ کنت
اقری رجالا من المهاجرین منهم عبدالرحمن
بن عوف :۔ حضرت ابن عباس حضرت عبدالرحمن ابن عوف کو
قرآن پڑھایا کرتے تھے معلوم ہوا کہ اگر بڑی عمر والا بھی چھوٹی عمر
والے سے پڑھ لے تو اس میں کچھ عیب نہیں ہے۔ فقال
لواریت رجلا اتی امیر المومنین : حضرت عبدالرحمن
بن عوف نے حضرت ابن عباس کو بتلایا کہ جب میں حضرت عمر کے
پاس بیٹھا تھا تو ان کے پاس ایک آدمی نے آکر یہ شکایت کی تھی۔
ماکانت بیعہ ابی بکر الا فلته فتمت : حضرت
ابوبکر کے دست مبارک پر بیعت اچانک تھی جو پوری ہوگئی۔ فان
الموسم یجمع رعاء الناس وغوغاء ہم : موسم
حج جاہل لوگوں کو بھی جمع کر لیتا ہے اور گھنیا تم کے لوگوں کو بھی جمع کر
لیتا ہے۔ اوکان الحبلی او الاعتراف :۔ یہ محل ترجمہ ہے۔
ان لا ترغبوا عن آباکم :۔ یہ بھی آیت ایسی ہی ہے کہ حکم
باقی ہے تلاوت منسوخ ہے یعنی اپنے آپ کو اپنے باپ کی جگہ کسی اور
کی طرف منسوب کرنا کہ میں فلاں کا بیٹا ہوں یہ بہت بڑی ناشکری
ہے اگرچہ اس سے کافر تو نہیں ہوتا لیکن بہت بڑی ناشکری اور گناہ
ہے یہاں او شک راوی ہے۔ لا تطرونی کما اطری
عیسیٰ بن مریم علیہما السلام :۔ مدح میں مباخذہ
کرو جیسے عیسیٰ علیہ السلام کی مدح میں مباخذہ کیا گیا۔ لومات عمر
بایعت فلانا :۔ خلافت ابی بکر کے واقعہ کے ذکر کرنے کی
مناسبت کیا ہے۔ ۱۔ پیچھے مدح میں مباخذہ کا ذکر تھا۔ اب جس کو خلیفہ

بنانے کا ذکر ہوگا اس کی بھی مدح میں مباخذہ کیا جائے گا اس مناسبت
سے خلافت کا مسئلہ تفصیل سے بیان فرمایا حضرت عمر نے۔ ۲۔ مدح
میں مباخذہ سے اگرچہ ممانعت ہے لیکن حضرت ابوبکر کی خلافت کے
واقعہ میں جو ان کی مدح ہے وہ مباخذہ کے درجہ میں نہیں آتی اس لئے
منع نہیں ہے۔ ۳۔ پیچھے رجم کا مسئلہ تھا اور باپ کو چھوڑ کر غیر کی طرف
نسب بتانے کا مسئلہ تھا یہ دونوں مسئلے بھی اس وقت قرآن پاک میں
تلاوت نہیں کئے جاتے بلکہ احادیث سے ثابت کئے جاتے ہیں اسی
طرح حضرت ابوبکر کی خلافت کا مسئلہ بھی قرآن پاک میں تلاوت
نہیں کیا جاتا بلکہ احادیث سے ثابت کیا جاتا ہے۔ ۴۔ جیسے رجم اور
نسب کے مسئلے راتخین فی العلم کے سمجھانے سے سمجھ میں آسکتے ہیں
کیونکہ ان دونوں کی آیتیں منسوخ اتلاوت ہیں اور اصل منسوخ
اتلاوت میں یہی ہوتا ہے کہ اس کا حکم بھی منسوخ ہوتا ہے اسی طرح
خلافت کی شرطیں بھی راتخین فی العلم ہی جانتے ہیں۔ ہر ایک اپنے
آپ کو حضرت صدیق اکبر پر قیاس نہیں کر سکتا۔ کیونکہ ان کے فضائل
تو بد بھی تھے ہر ایک کے فضائل تو بد بھی نہیں ہوتے۔
اقضوا الامرکم :۔ تم اے مہاجر و انصاریوں کو کام کرنا انصاریوں کے پیچھے نہ لگنا
کیونکہ وہ اس موقع میں نامناسب کام کرنا چاہتے ہیں۔ یریدون
ان یختزلونا من اصلنا :۔ مہاجر حضرات ارادہ فرماتے ہیں
کہ ہمیں جڑ سے اکھاڑ دیں۔ وان یخصونا من الامر :۔
ہمیں خلافت کے معاملہ سے الگ کرنا چاہتے ہیں۔ کنت
اداری منه بعض الحد :۔ ۱۔ یہ بعض الحد مفعول بہ ہے
انصار کی ناراضگی اور حدت اور غصہ جو حضرت ابوبکر پر یا دیگر
مہاجرین پر آگیا تھا میں اس کو دور کرنا چاہتا تھا منہ کی ضمیر حضرت
ابوبکر کی طرف لوٹتی ہے۔ ۲۔ یہ بعض الحد مفعول مطلق ہے میں
حضرت ابوبکر سے ایک حد تک مدافعت کرنا چاہتا تھا۔ انا
جذیلها المحکک وعذیقها المرجب :۔ میں
انصار کی گاڑی ہوئی جڑ ہوں اور عزت دیا ہوا تھا ہوں۔ ونزونا
علی سعد بن عبادہ :۔ ہم سعد بن عبادہ کے اوپر سے
گزر گئے یعنی ان کو ہرا دیا اور ہم جیت گئے۔

فائدہ: انبیاء علیہم السلام خواب کی جو تعبیر دے دیں وہ بھی حجت شرعیہ بن جاتی ہے جیسے یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں ہے

قضی الامر الذی فیہ تستفتیان۔ حضرت صدیق اکبر کی خلافت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم خواب کی تعبیر کے درجہ میں بیان فرما چکے تھے۔ فتح الباری اور ازالہ الخفاء میں مستدرک حاکم سے روایت نقل کی گئی ہے کہ حضرت علی نے سفینہ بنی ساعدہ میں حضرت ابوبکر کے دست مبارک پر بیعت کر لی تھی البتہ تجدید بیعت حضرت فاطمہ کی وفات کے بعد کی تھی (ازالہ الخفاء ص ۲۰۱) اور اسی کتاب ازالہ الخفاء میں ص ۲۰۲ پر ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی جو بیرار میں گر گئی تھی اس کی برکت اور تاثیر حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی سے کم نہ تھی اسی لئے اس انگوٹھی کے گم ہونے کے بعد حضرت عثمان کی خلافت میں خلل اور فتنے شروع ہو گئے۔

باب البکران یجلان وینفیان

غرض اس مسئلہ کا بیان ہے۔ بنفی عام باقامہ الحد: یہاں متلباً محذوف ہے متلباً باقامہ الحد۔

باب نفی اهل المعاصی والمخنثین

غرض یہ ہے کہ ایسے فعل پر بھی نکالا جاسکتا ہے جس میں شرعی حد نہیں ہے تو ایسے فعل پر بطریق اولی نکالی جاسکتا ہے جس میں شرعی حد ہے۔

باب من امر غیر الامام باقامہ الحد غائباً عنه

یہ مسئلہ بتلانا مقصود ہے کہ ایسا کرنا بھی جائز ہے اور ایک نسخہ میں باب کے الفاظ یوں ہیں باب من امرہ الامام باقامہ الحد غائباً عنہ یعنی امام کا نائب ہو کر یہ دوسرے الفاظ زیادہ واضح ہیں۔ سوال یہ تو تکرار ہے کیونکہ عنقریب آگے یہ عنوان ہے بل یا مر الامام رجلاً فیضرب الحد غائباً عنہ جواب یہاں غائباً عنہ اس مامور سے حال ہے جو حد لگائے گا اور عنقریب آنے والے باب میں غائباً محذوف سے حال ہے اس لئے معنی الگ الگ ہو گئے۔

باب قول الله تعالى 'ومن لم يستطع منكم طولا غرض آیت کی تفسیر ہے اور ایک نسخہ میں اگلے باب والی حدیث حضرت ابو ہریرہ والی دوسری سند کے ساتھ یہاں مذکور ہے اور جس نسخہ میں وہ حدیث مذکور نہیں تو پھر بھی اسی حدیث کی طرف اشارہ ہے گویا دونوں بابوں کے لئے ایک ہی حدیث ہے۔

باب اذا زنت الامه

غرض یہ ہے کہ لونڈی پر رجم نہیں ہے یہ جواب چھوڑ دیا کیونکہ حدیث پاک سے ثابت ہو رہا تھا۔

باب لا یثرب علی الامه اذا زنت ولا تنفی

غرض ان دو مسئلوں کا بیان ہے۔ ۱۔ زنا پر لونڈی کو لعن طعن نہ کرنا چاہیے۔ ۲۔ لونڈی کو جلاوطن نہ کرنا چاہیے پھر جلاوطن کیوں نہیں کیا جاتا۔ اس سے مولیٰ کا حق ضائع ہوتا ہے۔ ۲۔ اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ ثم ان زنت الثالثه فلیبعها: یہ بیچنا اس لئے ہے کہ شاید آقا بد لئے سے عبرت پکڑے اور یہ گنداکام چھوڑ دے۔

باب احکام اهل الذمه واحصا نهم

غرض ذمیوں کے احکام اور احصان کا بیان ہے۔ عند البخاری واحمد والشافعی ونی روایہ عن ابی یوسف زانی کو محسن شمار کرنے کے لئے اسلام شرط نہیں ہے کافر شادی شدہ بھی محسن ہے اور اگر اس نے زنا کی تو اس کو رجم ہوگی وعند المالکیہ ومعظم الحنفیہ کافر کو رجم نہیں کیا جائے گا اور زنا کے احصان میں اسلام شرط ہے لہذا فی مسند اسحاق بن راہویہ مرفوعاً عن اشترک باللہ فلیس بمحسن لہم حدیث الباب عن ابن عمر یہودی مرد و عورت کے بارے میں جنہوں نے زنا کی تھی مامر بھار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما جواب۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ حکیم پر مبنی تھا کیونکہ ان یہودیوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو تورات کے مطابق فیصلہ کرنے کے لئے حکم قرار دیا تھا اس لئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تورات کے مطابق ان پر رجم کا فیصلہ فرمایا تھا۔ اسلام کے اصول کے مطابق یہ فیصلہ نہ تھا اس کی تائید اس آیت مبارکہ سے ہوتی ہے وکیف یحکمونک

باب کم التعزیر والا دب

غرض یہ ہے کہ تعزیر کی کوئی حد نہیں ہے بلکہ یہ امام کی رائے پر ہے پھر تادیب تعزیر سے اعم ہے کیونکہ تادیب ہر مشقت کو کہتے ہیں جس سے کمال حاصل ہو۔ لا یجلد فوق عشر جلدات الا فی حد من حدود اللہ:۔ یہ روایت امام احمد کے نزدیک اپنے ظاہر پر ہے جمہور کے نزدیک اس کی دو توجیہیں ہیں۔ ۱۔ استحب پر محمول ہے۔ ۲۔ منسوخ ہے اور جمہور کا قول ہی رائج ہے کیونکہ اجماع صحابہ سے زیادتی پر دلالت موجود ہے گویا منشا اختلاف یہ زیر بحث روایت ہے اور دلالت اجماع صحابہ سے جمہور کے قول کو ترجیح حاصل ہے۔ فلما ابوا ان ینتھوا عن الوصال:۔ سوال۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ایک کام سے منع فرمائیں اور صحابہ کرام کریں۔ جواب۔ صحابہ کرامؓ نے خیال فرمایا کہ یہ نھی تنزیہی ہے۔ انھم کانوا یضربون:۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی اہم کام پر محتسب مقرر کر دینا جائز ہے۔ واللطخ والتھمة:۔ دونوں کے ایک ہی معنی ہیں اس لئے عطف تفسیری ہے۔

باب من اظهر الفاحشه واللطخ

والتھمة بغیر بینہ

غرض یہ ہے کہ بینہ کے بغیر زنا کی حد نہ لگائی جائے گی۔ لاتلک امرأۃ اعلنت:۔ اس نے اعلان یہ گناہ کیا تھا۔ خذ لا: بھاری پنڈلی والا۔ لاتلک امرأۃ کانت تطھر فی الاسلام السوء:۔ فح الباری میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ مجھے اس عورت کا نام معلوم نہیں ہوا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرات صحابہ کرام نے ستر عیب کے درجہ میں عورت کا نام ظاہر نہیں فرمایا۔

باب رمی المحصنات

یہاں محصنات سے مراد عقیف عورتیں ہیں شادی شدہ ہوں یا نہ ہوں ان کو تہمت لگانے سے حد قذف جاری ہوگی۔

باب قذف العبد

غرض یہ اجماعی مسئلہ بتلانا ہے کہ غلام کو قذف کرنے پر حد قذف

وعندہم التورات فیہا حکم اللہ۔ حکیم کا اختلاف: اگر کافر ہمیں حکم بتائیں تو ہمارے لئے اختیار ہے کہ ہم چاہیں تو حکم بنیں اور نہ چاہیں تو نہ بنیں یہ مذہب ہے امام مالک اور امام احمد کا اور امام ابو حنیفہ اس کے قائل ہوئے کہ ہمارے ذمہ حکم بننا واجب ہے اور امام شافعی کی اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں ایک ہمارے ساتھ اور ایک امام مالک اور امام احمد کے ساتھ ہماری دلیل حق تعالیٰ کا ارشاد ہے وان احکم بینہم بما انزل اللہ اور ان حضرات کی دلیل فان جاوک فاحکم بینہم او اعراض عنہم ترجیح ہمارے قول کو ہے کیونکہ ہمارے قول میں احتیاط ہے کیونکہ حکم نہ بننا ہمارے نزدیک ناجائز ہے ان کے نزدیک جائز ہے اس لئے ہماری آیت محرم ہیں ان کی میخ ایسے موقعہ میں ترجیح محرم کو ہوتی ہے۔ وقال بعضهم المائدة والاول اصح: معنی یہ ہیں کہ ایک تابعی اور وہ حضرت عبیدہ ہیں انہوں نے اس روایت میں سورہ نور کی جگہ سورہ مائدہ کا ذکر کیا ہے لیکن امام بخاری فرما رہے ہیں کہ سورہ نور کا ذکر زیادہ صحیح ہے۔

باب اذاری امراتہ او امرأۃ غیرہ بالنرنا عند الحاکم والناس هل علی الحاکم ان

یبعث الیہا فیسا لہا عما رمیت بہ

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے اور جواب امام بخاری کی رائے پر ہے نعم اور ذکر نہ فرمایا کیونکہ حدیث پاک سے ثابت ہو رہا ہے۔

باب من ادب اہلہ او غیرہ دون السلطان

غرض یہ ہے کہ یہ بھی جائز ہے۔

باب من رای مع امراتہ رجلا فقتلہ

غرض یہ ہے کہ دیکھ لیا یہ جائز ہے لیکن قصاص قصاص ہوگا کسی پر جمہور فقہا ہیں۔

باب ما جاء فی التعریض

غرض یہ ہے کہ یہ تصریح کے برابر نہیں ہے پھر تعریض کے معنی یہ ہیں کہ ایک کلام کے ایک ظاہری معنی ہیں ایک چھپے ہوئے معنی ہیں بولنے والا چھپے ہوئے معنی مراد لے رہا ہو۔

اس کا عکس کیوں کیا۔ جواب۔ امام بخاری کا طرز بہتر ہے کیونکہ دیت قصاص سے اعم ہے کیونکہ کبھی قصاص سے بھی دیت پر صلح ہو جاتی ہے کبھی خطا وغیرہ میں واجب ہوتی ہے۔ من ورطات:۔ یہ جمع ہے ورطہ کی بمعنی ہلاکت۔

باب قول اللہ تعالیٰ ومن احیاها

غرض اس آیت مبارکہ کی تفسیر ہے۔ الی الحرقہ من جہینہ:۔ یہ ایک قبیلہ کا نام ہے جو جہینہ قبیلہ کی شاخ ہے۔ لانصر هذا الرجل:۔ اس سے مراد حضرت علی بن ابی طالب ہیں۔

باب قول اللہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا

کتب علیکم القصاص فی القتل:۔

غرض اس آیت کا اور اس کے مضمون کا بیان ہے۔

باب سوال القاتل حتی

یقرؤ الا قرار فی الحدود

غرض دو مسئلوں کا بیان ہے۔ ۱۔ امام کا سوال کرنا اچھا ہے قاتل سے یہاں تک کہ وہ قتل کا اقرار کر لے۔ ۲۔ حد میں بھی اقرار معتبر ہے اور اس سے حد قائم کی جاسکتی ہے۔

باب اذا قتل بحجر او بعصا

غرض جمہور کے قول کی تائید ہے کہ جس طریقہ سے کسی نے قتل کیا ہو اسی طرح اس کو بھی قتل کیا جائے گا اگر وہ اس چیز سے نہ مراد تو پھر تلوار سے قتل کر دیا جائے گا وعندا ما منا الی حنیفہ قصاص صرف تلوار سے ہوگا ہماری دلیل ابن ماجہ اور طحاوی کی روایت عن النعمان بن بشیر مرفوعاً لا فود الا بالسيف وجمہور حدیث الباب عن انس مرفوعاً فقتله بین الحجرین جواب قولی روایت کو نفی کی روایت پر ترجیح ہے۔

باب قول اللہ تعالیٰ ان النفس بالنفس

غرض اس آیت کی تفسیر ہے۔

باب من اقاد بالحجر

غرض اسی باب کی تاکید ہے جو عنقریب گزرا کہ جس طریقہ سے کسی نے قتل کیا ہو قصاص میں اسی طریقہ کا استعمال واجب ہے۔

نہیں ہے۔ جلد یوم القیامہ: اس حدیث پاک میں قیامت کی سزا کا تذکرہ ہے دنیا میں سزا سے سکوت ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ غلام پر تہمت لگانے سے صرف گناہ تو ہے دنیا میں حد نہیں ہے۔

باب هل یامر الامام رجلاً

فیضرب الحد غائباً عنه

سوال اسی کے قریب قریب باب عنقریب گزرا ہے جواب۔ ۱۔ ایک جواب تو وہاں دے دیا تھا کہ وہاں غائباً حد لگانے والے سے حال ہے اور یہاں محدود سے حال ہے۔ ۲۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ پیچھے غرض غیر امام کا حکم بیان کرنا تھا کہ غیر امام کے لئے جائز ہے کہ وہ امام کی اجازت سے رجم کر دے یا کوئی اور حد قائم کر دے اس لئے محل ترجمہ تھا فرجھا اور یہاں امام کا حکم بیان کرنا مقصود ہے کہ وہ اپنی جگہ اگر کسی اور کو حد قائم کرنے کے لئے بھیج دے تو امام کو گناہ نہیں ہے اس لئے یہاں محل ترجمہ یہ ہے یا نہیں اغد۔

کتاب الدیات

بعض نسخوں میں یہاں یوں ہے باب قول اللہ تعالیٰ ان غرض یہ ہے کہ قتل مومن پر سخت وعید ہے اور امام اسماعیل قاضی کی کتاب احکام القرآن میں سند حسن کے ساتھ یہ روایت ہے کہ جب یہ آیت قتل کی وعید والی نزل ہوئی تو مہاجرین و انصار نے کہا وجبت کہ اب تو بہت سے مسلمانوں پر جہنم ثابت ہوگئی تو پھر یہ آیت نازل ہوئی ان الله لا یغفران یشرک به ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء اسی کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ صحیحین میں حضرت عبادہ سے مرفوع روایت میں قتل اور زنا وغیرہ کے بعد ہے ومن اصاب من ذلک شیئاً فامرہ الی اللہ ان شاء عاقبہ وان شاء عفا عنه اور اسی کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو صحیح بخاری میں گزری ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص نے پہلے نانوے قتل کئے پھر ایک اور کیا اور توبہ کی اور وہ توبہ قبول ہوگئی پھر کتاب الدیات کا ربط یہ ہے کہ یہ حدود کا تتمہ ہے یہ جمع ہے دیکھی وہی ما وجب من المال بالنجائیہ علی الحر فی النفس او فیما دوحا من الاعضاء سوال۔ بخاری کے سوا دوسرے ائمہ نے تو دیت کو قصاص کے تابع کر کے بیان فرمایا ہے امام بخاری نے

ہونا چاہیے اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث کے مقابلہ میں قیاس پر عمل نہیں ہو سکتا زیر بحث باب کی حدیث میں اقرار کا ذکر ہے دودفعہ کی قید نہیں ہے اس سے یہی ظاہر ہوا ہے کہ ایک دفعہ ہی اقرار پایا گیا۔

باب قتل الرجل بالمرأة

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ قصاص میں مذکر اور مونث برابر ہیں۔

باب القصاص بین الرجال

والنساء فی الجراحات

غرض امام مالک اور امام شافعی کے مذہب کی تائید ہے کہ مادیون النفس میں بھی مرد اور عورت برابر ہیں۔ ہمارے امام ابو حنیفہ کے نزدیک قتل سے کم درجہ میں مرد اور عورت کے درمیان قصاص نہیں ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ جان کے بدلہ میں جان ہے اس میں تو بیمار اور تندرست کو نہیں دیکھا جاتا لیکن اعضاء میں کامل اور ناقص کے فرق کا لحاظ ہوتا ہے چنانچہ اگر کوئی فانی والا ہاتھ کاٹ دے تو اس کے بدلہ میں صحیح ہاتھ نہیں کاٹا جاتا اسی طرح مرد اور عورت کے ہاتھ میں چونکہ قوت اور ضعف کا فرق ہوتا ہے اس لئے ایک دوسرے کے بدلہ میں کاٹ نہیں سکتے۔ امام مالک اور امام شافعی کی دلیل۔ ۱۔ بخاری شریف میں تعلیقاً ہے ویدکر عن عمر نقاد المرأة من الرجل فی کل عمد یبلغ نفسه فمادونھا من الجراح جواب امام بخاری نے اس روایت کو ترمیض کے صیغہ سے ذکر فرمایا ہے جو علامت کمزور ہونے کی ہے کیونکہ حضرت ثعنی نے حضرت شریح سے سماع نہیں فرمایا۔ ۲۔ بخاری شریف میں اسی باب میں تعلیقاً روایت ہے جرحت اخت الربیع انسانا فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم القصاص جواب۔ ۱۔ ایک روایت میں ضمان کی تصریح ہے۔ پس قصاص نہ ہو ادیت ہوئی۔ ۲۔ ایک روایت میں یوں ہے کسرت ثنیہ جاریہ اس لئے اس روایت سے صرف عورتوں کے اعضاء کا قصاص آپس میں ثابت ہوا عورتوں اور مردوں کے درمیان اعضاء کا قصاص ثابت نہ ہوا۔ عن اصحابہ:۔ یہاں اصحاب سے مراد اساتذہ ہیں۔ جرحت اخت الربیع:۔ اس واقعہ کی تفصیل سورۃ بقرہ کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔

باب من قتل له قتل فهو بخیر النظرین
اختلافی مسئلہ میں امام احمد کی تائید کرنی مقصود ہے ان کے نزدیک مقتول کے متولی کو اختیار ہوتا ہے چاہے قتل عمد میں قصاص لے لے چاہے دیت لے لے امام شافعی کی ایک روایت بھی ان کے ساتھ ہے دوسری روایت اور ہمارے امام ابو حنیفہ اور امام مالک کا مسلک یہ ہے کہ قتل عمد میں صرف قصاص ہے ہماری دلیل حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کتب علیکم القصاص فی القتلی ان کی دلیل حدیث الباب ہے عن ابی ہریرۃ مرفوعاً ومن قتل له قتل فهو بخیر النظرین اما یودی واما یقاد۔ جواب یہ اس پڑنی ہے کہ عموماً قاتل دیت پر راضی ہو جاتا ہے۔

باب من طلب دم امری بغیر حق

نا جائز قتل کی مذمت بیان کرنی مقصود ہے۔

باب العفو فی الخطا بعد الموت

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ جو خطا قتل ہو جائے تو اس کی موت کے بعد ولی کے لئے معاف کر دینے میں بہت ثواب ہے زندگی میں تو مقتول خود معاف کرتا ہے۔ وقد کان انہرم منهم قوم حتی لحقوا بالطائف: اس سے مراد مشرکین کی ایک جماعت ہے۔

باب قول اللہ تعالیٰ وما کان

لمومن ان یقتل مومنا الا خطا

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ قتل خطا میں قصاص نہیں ہے خصوصاً جبکہ مقتول بھی کافر حربی ہو۔ سوال۔ حدیث کیوں ذکر نہ فرمائی جواب۔ ۱۔ اس مسئلہ میں آیات کو کافی شار فرمایا۔ ۲۔ اپنی شرط پر کوئی حدیث اس مسئلہ میں نہ پائی۔

باب اذا اقر بالقتل مرة قتل به

اس شخص کا رد ہے جس نے کہا کہ قتل کا اقرار دودفعہ کرنا ضروری ہے اور قیاس کیا حد زنا پر کہ وہاں چارہ گواہ ہوتے ہیں اور اقرار بھی چارہ دفعہ ہے قتل میں دو گواہ ہوتے ہیں اس لئے یہاں اقرار بھی دودفعہ

باب من اخذ حقه او اقتص دون السلطان

اس باب کے ترجمہ میں دون السلطان سے مراد ہے دون امر السلطان اونا نبہ۔ جواب محذوف ہے کیوں محذوف ہے۔ ۱۔ حدیث میں موجود ہے۔ ۲۔ جگہ تو اختلاف کی ہے لیکن سامع اور ناظرہ خود استنباط کرے۔ باقی تفصیل فقہ میں ہے۔ نحن الاخرون السابقون:۔ سوال اس حدیث کی باب سے مناسبت نہیں ہے جواب۔ راوی نے دو حدیثیں اکٹھی سنی ہیں اس لئے اکٹھی نقل کر دی ہیں دوسری حدیث باب کے مناسب ہے مشقضا۔ لو ہے کا تیز حصہ جس کو پھل کہتے ہیں۔ ۲۔ پھل والا تیر۔

باب اذا مات فی الزحام او قتل به:۔

یعنی کوئی بھیڑ میں اس وجہ سے قتل کر دیا جائے کہ خیال کیا ہو کہ یہ تو کافر ہے اور واقع میں مسلمان ہو غرض یہ مسئلہ بیان کرنا ہے اور حکم کی تصریح نہ فرمائی اس وجہ سے کہ حکم میں اختلاف کثیر ہے مثلاً۔ ۱۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کا خون ہدر ہوگا کسی پر قصاص یا دیت نہ ہوگی۔ ۲۔ اس کی دیت بیت المال میں ہوگی۔ ۳۔ اس کی دیت بیت المال سے وصول نہ کی جائے گی بلکہ جتنے اس مجلس میں حاضر تھے ان سب سے وصول کی جائے گی۔ ۴۔ متولی اگر حلف کھالے کہ حاضرین میں سے فلاں نے قتل کیا ہے تو اس سے دیت لیں گے ورنہ پھر ہدر جائے گی اور کسی سے بھی وصول نہ کی جائے گی باقی تفصیل فقہ میں ہے۔ فما زالت فی حذیفہ منہ بقیہ:۔ ۱۔ اس غنوک کی وجہ سے حضرت حذیفہ میں اچھی ثابتا رہی۔ ۲۔ والد کے قتل ہونے کی وجہ سے صبر باقی رہا گویا پہلی توجیہ میں منہ کی ضمیر غنوک کی طرف لوٹی ہے اور بقیہ سے مراد ثناء حسن اور دوسری توجیہ میں یہ ضمیر قتل اب کی طرف لوٹی ہے اور بقیہ سے مراد صبر ہے۔

باب اذا قتل نفسه خطا فلا دية له

غرض جمہور کی تائید ہے امام احمد کے خلاف کیونکہ امام احمد کے نزدیک اس کی دیت عاقلہ پر ہوگی اور اس دیت سے جتنے دن زندہ رہا تو وہ خود نفع اٹھائے گا اور مرنے کے بعد اس کے وارثوں کو مل جائے گی اور جمہور کے نزدیک اس کی دیت نہیں ہے لہذا

حدیث الباب عن سلمہ کہ حضرت عامر اپنے ہی ہتھیار لگنے سے شہید ہو گئے تھے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی پر کوئی دیت مقرر نہ فرمائی ولا احمد قیاس ہے اس صورت پر کہ کوئی دوسرا شخص کسی کو خطا قتل کر دے جیسے اس میں دیت ہے ایسے ہی خود اپنے آپ کو خطا قتل کرنے میں بھی دیت ہونی چاہیے۔ جواب یہ ہے کہ حدیث کے مقابلہ میں قیاس پر عمل نہیں کر سکتے۔

باب اذا عض رجلا فوقع ثنا یاہ

غرض یہ ہے کہ اس صورت میں دیت معاف ہے جیسا کہ حدیث شریف مذکور ہے اور یہی جمہور فقہاء کا مذہب ہے۔

باب السن بالسن

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے اور یہی اجماعی حکم ہے۔

باب ديه الاصابع

غرض یہ ہے کہ سب انگلیوں کی دیت برابر ہے ہاتھ کی ہوں یا پاؤں کی چھوٹی ہوں یا بڑی یا انگوٹھا ہو سب برابر ہیں اور یہی اہل فتویٰ کا مسلک ہے حدیث الباب کے علاوہ ابو داؤد اور ترمذی میں مرفوعاً وارد ہے اصابع الیدین والرجلین سواء اور ابن ماجہ میں ہے عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مرفوعاً الاصابع سواء کھن فیہ عشر من الابل۔

باب اذا اصاب قوم من رجل هل

يعاقب او يقتص منهم کلهم

جواب محذوف ہے نعم اور یہی جمہور کا مسلک ہے۔ باب القسامہ:۔ غرض قسامہ کا حکم بتلانا ہے اور قسامہ میں قاف کا فتح ہے وجہ تسمیہ۔ ۱۔ یہ لفظ قسم سے لیا گیا ہے کیونکہ اس میں قسمیں ہوتی ہیں۔ ۲۔ یہ لفظ قسمہ سے لیا گیا ہے کیونکہ اس میں قسمہ الایمان ہے۔ امام بخاری اور حکم بن عتیبہ اور ابو قلابہ اور سالم بن عبد اللہ اور سلیمان بن یسار اور قتادہ اور ابراہیم بن علیہ اس کے قائل ہوئے کہ قسامہ مشروع نہیں ہے اور یہ بات حضرت عمر بن عبد العزیز سے بھی باختلاف روایات منقول ہے کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ قسامہ کے قائل تھے اور بعض سے معلوم

حال معلوم کرنا ہے قصاص کا حکم لگانا مقصود نہیں ہے۔ ۴۔ امام محمد نے جواب دیا ہے کہ دم سے مراد دم مقتول ہے کہ تم دم مقتول کا معاوضہ لے سکو گے یعنی دیت لے سکو گے دم قاتل نہیں ہے کہ تمہیں قصاص مل جائے گا۔ حضرت ابو قلابہ وغیرہ حضرات کی دلیل یہ ہے کہ یحییٰ بن عمار پر ہوتی ہے عدم علم پر یمین شریعت کے اصول کے خلاف ہے اس لئے قسامہ ثابت نہیں ہے جواب یہ ہے کہ حدیث کے مقابلہ میں قیاس پر عمل نہیں کیا جاسکتا۔ قسامہ میں دوسرا اختلاف مدعی علیہم سے پچاس قسمیں لینے کے بعد بھی مدعی علیہم پر ہمارے امام ابو حنیفہ کے نزدیک دیت ہے جمہور کے نزدیک نہیں ہے ہماری دلیل۔ ۱۔ حدیث الباب عن سہل بن ابی حمزہ فوداہ ما نہ من اہل الصدقہ جھگڑا مٹانے کے لئے یہودیوں کی طرف سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کے اونٹوں کے دیت ادا فرمائی۔ ۲۔ دیت کا سبب موجود ہے کہ انہوں نے حملہ کی حفاظت نہ کی قتل سے جیسے قتل خطا میں دیت ہوتی ہے۔ ۳۔ دیت کا سبب موجود ہے کہ ان کے حملہ میں مقتول پایا گیا اس لئے ظاہر یہی ہے کہ ان میں سے کسی نے قتل کیا ہے جمہور کی دلیل یہ ہے کہ مدعی علیہ قسم کھا کر بری ہو جاتا ہے جواب قسامہ اس سے مستثنیٰ ہے۔

بیوت السمانین: گھی بیچنے والوں کے گھر۔ قال نقول القسامہ القود بہا حق:۔ بعض نسخوں میں یہاں قالوا نقول ہے یہ زیادہ مناسب ہے اور قال کی توجیہ یہ ہے۔

قال بعضهم وقد اقادت بها الخلفاء: اس سے مراد حضرت امیر معاویہ اور حضرت عبد اللہ بن الزبیر اور عبد الملک بن مروان ہیں۔ ثم نبذہم فی الشمس:۔ مقصد یہ تھا کہ ان سے قصاص لیا حالانکہ مشاہدہ کرنے والے گواہ موجود نہ تھے۔ وقد کان فی ہذا سنہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:۔ معنی یہ ہے کہ اب میں جو واقعہ بیان کرنے لگا ہوں اس میں سنت یہ ثابت ہو رہی ہے کہ قسامہ میں مدعی علیہ پر قسمیں ہیں مدعی پر نہیں ہیں۔

یتشحط: تڑپ رہا تھا۔ نفل:۔ یہی بمعنی یمین ہے۔

ہوتا ہے کہ قاتل نہ تھے لیکن جمہور فقہاء قائل ہیں کہ قسامہ مشروع ہے اور ثابت ہے لیکن راجح یہ ہے کہ قسامہ میں امام بخاری حنفیہ کے ساتھ ہیں کہ قسامہ مشروع بھی ہے اور اس میں قصاص کسی صورت میں نہیں ہے کیونکہ امام بخاری کا طرز اس باب میں اسی پر دلالت کرتا ہے کہ وہ حنفیہ کے ساتھ ہیں۔ حنفیہ اور باقی جمہور میں یہ اختلاف ہے کہ حنفیہ کے نزدیک کسی صورت میں نہ مدعی سے قسم ہے نہ قصاص ہے اور یہی امام شافعی کا قول جدید قرار دیا گیا ہے ان کا قول قدیم اور باقی جمہور مالکیہ اور حنابلہ اس کے قائل ہوئے کہ اگر علامت ہو تو مدعی سے قسم لیں گے علامت کیا ہے اس کے گھر خون ہو یا عداوت ہو یا ایک گواہ ہو ہماری حنفیہ کی دلیلیں۔ ۱۔ فی الترمذی عن عبد اللہ بن عمرو مرفوعاً البیہ علی المدعی والیمین علی المدعی علیہ۔ ۲۔ اس باب میں تعلیق وقال احدث بن قیس النبی صلی اللہ علیہ وسلم شاہداک اویمینہ۔ ۳۔ حدیث الباب جس کے الفاظ ابوداؤد میں اس طرح ہیں عن سہل بن ابی حمزہ مرفوعاً تبراکم بحدود خمسین یمینا۔ ۴۔ اسی باب میں حضرت عمر بن عبد العزیز والی لمبی حدیث بھی اسی پر دلالت کرتی ہے کہ قسامہ میں قصاص نہیں اس حدیث کے الفاظ مصنف ابن ابی شیبہ میں یوں ہیں عن سلیمان بن یسار ان عمر بن عبد العزیز قال ما رأیت مثل القسامہ اقید بہا واللہ تعالیٰ یقول واشہد واذوی عدل منکم وقالت الاسباط وما شہدنا الا بما علمنا لیکن حافظ ابن حجر نے حضرت عمر بن عبد العزیز کا رجوع نقل کیا ہے اس قول سے جو حضرت ابو قلابہ کے خلاف ہے جمہور کی دلیل۔ ۱۔ فی ابی داؤد عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قتل رجلاً بالقسامہ جواب۔ ۱۔ یہ روایت شاذ ہے۔ ۲۔ قسامہ کے بعد ظہور یمینہ یا اقرار کی وجہ سے قتل کرایا۔ ۳۔ جمہور کی دوسری دلیل صحاح ستہ کی روایت حضرت سہل بن ابی حمزہ سے مرفوعاً تحلفون خمسین یمیناً وتحققون دم صاحبکم جواب۔ ۱۔ امام طحاوی نے فرمایا کہ مقصود انکار ہے قصاص سے صرف قسم کھا کر قصاص کیسے لے سکتے ہو۔ ۲۔ قال الطحاوی یہ صرف تمہید ہے اصل حکم مدعی علیہ پر بیان فرمانا ہے۔ ۳۔ قال الطحاوی یہ صرف

کیونکہ ابوداؤد کی روایت میں اسی حدیث کے الفاظ یوں ہیں لا یقتل مؤمن بکافر ولا ذمہ فی عہدہ اب اگر اس حدیث میں کافر سے مراد ہر کافر لیا جائے تو پھر یہ ثابت ہوگا کہ ذمی کو بھی ذمی کے بدلہ میں قتل نہیں کر سکتے اور یہ خلاف اجماع ہے۔

باب جنین المرأة

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ حمل گرا دینے کی کیا چٹی ہے۔

باب جنین المرأة وان العقل علی

الوالد وعصبه الوالد لا علی الولد:

غرض دو مسئلے بیان فرمائے ہیں۔ ۱۔ جنین کی دیت کیا ہے۔ ۲۔ عاقلہ میں وہ اولاد داخل نہیں ہے جو عصبہ نہ ہو جیسے بنت اور ابن البنت اور بنت الابن وغیرہ۔ ان المرأة التي قضی علیها بالغرة توفیت: یعنی بغیر قتل کے فوت ہوگئی۔

باب من استعان عبدا او صبیبا:

غرض یہ ہے کہ اگر کسی غلام یا بچے کو کسی کام کے لئے بلایا اس کام میں وہ ہلاک ہو گیا تو کام کرانے والے پر ضمان نہ ہوگی جبکہ اس نے کسی کو دھوکہ نہ دیا ہو اور اس باب کی مناسبت دیت کے ابواب سے یہ ہے کہ کبھی خطا قتل ہونے والا غلام یا بچہ بھی ہوتا ہے۔

باب المعدن جبار والبشر جبار:

غرض دو مسئلوں کا بیان ہے۔

باب العجماء جبار:

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ جانور کسی کو قتل کر دے تو اس کی چٹی یا قصاص نہیں ہے جبکہ مالک کی طرف سے کوتاہی نہ ہوئی ہو۔ سوال۔ اس مسئلہ کو گزشتہ باب کے دو مسئلوں سے الگ کیوں ذکر کیا ہے حالانکہ حدیث میں تینوں اکٹھے تھے۔ جواب۔ چونکہ جانور کے متعلق مختلف قسم کے احکام تھے راکب کے لحاظ سے سائق کے لحاظ سے کرایہ پر دینے والے کے لحاظ سے اس لئے جانور کے احکام الگ بیان فرمائے۔ العنان:۔ لگام۔ ان ینخس:۔ نیل وغیرہ کے پچھلے حصہ میں لکڑی داخل کرنا لا تضمن ماعاقب ان

فوداہ من عنده:۔ سوال دوسری روایت میں اس کے خلاف ہے وہاں یوں ہے وداہ من اہل اصدقہ۔ جواب۔ ۱۔ اہل اصدقہ سے اونٹ خرید کر دیت ادا فرمائی۔ ۲۔ اہل اصدقہ سے اونٹ ادھار قیمت پر لے گئے کفی میں جب مال آئے گا تو اس سے ان کی قیمت ادا کر دی جائے گی۔ خلعوا حلیفا لہم:۔ عاق کر دیا حلیف کو پھر حلیف سے مراد واقعی حلیف ہے یا اپنے قبیلہ کا آدمی ہے اور مراد یہ ہے کہ وہ حلیف کی طرح محفوظ تھا۔ فانتبه:۔ بیدار ہو گیا اور اس کو پتہ چل گیا۔ فانہجم الغار:۔ غار ان پر گر گئی۔ افلت القرینان:۔ وہ دو شخص جنہوں نے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا وہ دونوں بھاگ نکلے اس بار سے۔ فعاش حولا ثم مات:۔ مقتول کا بھائی تو ایک سال کے بعد مر گیا اور قاتل جس نے چور سمجھ کر قتل کیا تھا وہ بچ گیا کیونکہ وہ بے گناہ تھا اور حق پر تھا۔ فمحموا من الدیوان:۔ یعنی ان قسم کھانے والوں کے نام کاٹ دیئے اور ان کو ملازمت سے الگ کر دیا اور شام کی طرف نکال دیا۔ پھر حدیث ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ قسامہ سے قصاص ثابت نہیں ہو سکتا۔

باب من اطلع فی بیت

قوم ففقاء وعینہ فلا دینہ لہ

غرض یہ حکم بتلانا ہے اور اس واقعہ کی ایک حدیث میں یہ لفظ بھی ہیں انہ لا دینہ لہ۔ باب العاقلہ:۔ غرض عاقلہ کا بیان ہے اور یہ جمع ہے عاقل کی دیت دینے والا عاقلہ کا مصداق کیا ہے۔ ۱۔ اہل دیوان یعنی وہ لوگ جن کے نام اس قاتل والے لشکر کے رجسٹر میں لکھے ہوئے ہیں۔ ۲۔ قاتل کے عصبہ۔ مزید تفصیل فقہ میں ہے۔ وان لا یقتل مسلم بکافر:۔ عندا منابی حنیفہ کافر ذمی کو اگر مسلمان قتل کر دے تو اس میں قصاص ہے وعند الجمہور قصاص نہیں ہے لہذا۔ ۱۔ ان النفس بالنفس۔ ۲۔ مرقاة المفاتیح میں روایت ہے عن عبد الرحمن بن العیسیٰ ان رجلا من المسلمین قتل رجلا من اهل الذمہ ثم امر بہ فقتل وجمہور حدیث الباب عن علی مرفوعا وان لا یقتل مسلم بکافر جواب یہاں کافر حربی مراد ہے

میں کچھ نہ کچھ لوگوں کا عار دلانا مراد ہے۔

باب حکم المرتد والمردة:

غرض یہ بتلانا ہے کہ دونوں کا حکم ایک ہے یا نہ پھر تصریح تو نہ فرمائی لیکن شروع میں جو تعلیق نقل کی ہے اس سے اشارہ ہوتا ہے کہ امام بخاری کے نزدیک مرد عورت میں فرق نہیں ہے اور یہی جمہور کا قول ہے ہمارے امام ابو حنیفہ عورت کو قتل کی بجائے قید کا حکم دیتے ہیں لانا۔ ۱۔ احادیث میں عورت کے قتل کی ممانعت ہے اس میں کافرہ اور مرتدہ دونوں آگئیں۔ ۲۔ عینی میں روایت ہے عن ابی حنیفہ عن عاصم عن ابی ذر عن ابن عباس موقوفاً لا تقتل النساء اذا هن ارتدن للجمہور تعلیق البخاری عن ابن عمر موقوفاً تقتل المرتدة ترجیح ہمارے قول کو ہے کیونکہ عقوبات میں اقل کو ترجیح ہوتی ہے اور جس اقل ہے۔ بزنادقہ:۔ یہ جمع ہے زندیق کی۔ اس کے معنی ۱۔ دل میں کفر ہو اور پر اوپر سے ایمان ظاہر کرے منافق کی طرح۔ ۲۔ زردشت کی کتاب کی پیروی کرنے والا کتاب کا نام تھا زند۔ ۳۔ شیعہ میں سے ایک جماعت ہے جس کو سبائیہ بھی کہتے ہیں۔ ان کا سردار عبداللہ بن سبا تھا جو یہودی تھا اس نے اسلام ظاہر کیا حضرت عثمان کی خلافت میں اور فتنہ کا سبب بنا پھر حضرت علی کے زمانہ میں فتنہ کا سبب بنا اور حضرت علی نے اس کے تبعین کو ترہیبا جلایا بھی تھا جبکہ انہوں نے توبہ نہ کی وہ یہ کہتے تھے کہ حضرت علی نعوذ باللہ خدا ہیں۔

باب قتل من ابی قبول الفرائض

وما نسبوا الى الردة

غرض دو مسئلوں کا یا ایک مسئلہ کا بیان ہے۔ ۱۔ ان لوگوں کا قتل جائز ہے جو کسی فریضہ کا انکار کریں۔ ۲۔ مانسبوا والی ماموصلہ ہے بمعنی من اور ان لوگوں کا قتل بھی جائز ہے جو نعوذ باللہ مرتد ہونے کی طرف منسوب ہوں یعنی مرتد ہو گئے ہوں لیکن اگر اس کا مصدر یہ مانا جائے اور منسوب ہونا ارتداد کی طرف تو پھر پہلے مسئلہ کا تہہ بنے گا یعنی فرض کا انکار کرنے والے بھی مرتد ہی شمار ہوں گے اسی لئے ان کا قتل جائز ہے اسی طرح اگر مانا فایہ مانا جائے تو پھر بھی یہ عبارت پہلے مسئلہ کا تہہ ہی بنے گی کہ صراحۃً ارتداد کی طرف

یضر بھا فضر بھرجلھا کوئی جانور کو مارے وہ جانور بدلہ لینے کے لئے اپنے پاؤں مارے تو اس کا کوئی بدلہ یا چٹی نہ ہوگی۔ متر سلا:۔ آرام سے جانور کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ اس صورت میں اگر جانور نے کوئی نقصان کر دیا تو یہ مالک ذمہ دار نہ ہوگا۔

باب اثم من قتل ذمیا بغیر جرم:

غرض یہ ہے کہ ذمی کو قتل کرنا بلا جرم گناہ ہے۔

باب لا یقتل المسلم بالکافر:

غرض شبکہ کا ازالہ ہے گزشتہ باب سے شبہ ہوتا تھا کہ جب ذمی کو قتل کرنا گناہ ہے تو مسلمان کو اس کے بدلے میں قتل کرنا بھی چاہیے جواب دے دیا کہ اگرچہ گناہ تو ہے لیکن یہاں قصاص نہیں ہے۔

باب اذا لطم المسلم یهودیا عند الغضب

اس باب سے گزشتہ باب کے مسئلہ کی تائید مقصود ہے کہ جب ذمی کو طمانچہ مارنے میں قصاص نہیں ہے تو قتل میں بھی قصاص نہ ہونا چاہیے لیکن حنفیہ کی طرف سے جواب یہ ہے کہ طمانچہ مارنے میں تو تسامح ہوتا ہے خصوصاً جبکہ اس ذمی نے اسلام کی توبہ کی ہو۔ قتل میں تسامح نہیں ہوتا اس لئے حنفیہ کے خلاف امام بخاری کا استدلال صحیح نہیں ہے۔ ذمی کے قصاص کا مسئلہ عنقریب گزر چکا ہے۔

کتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم

یہ کتاب حدود و دیات کا تہہ ہے۔ من احسن فی الاسلام لم یواخذ بما عمل فی الجاہلیہ:۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ نعوذ باللہ کوئی مرتد ہو جائے پھر توبہ کر لے تو زمانہ ارتداد کی عبادات کی قضاء اس کے ذمہ نہ ہوگی۔ ومن اساء فی الاسلام اخذ بالاول والاخر:۔ یہ ارشاد بظاہر اس آیت کے خلاف ہے قل للذین کفروا ان ینتھوا یغفرلھم ما قد سلف۔ جواب۔ ۱۔ آیت میں اصلی کفر ہے اور حدیث میں مرتد ہونے کا ذکر ہے۔ ۲۔ آیت میں عقیدوں کی پوری درستی مراد ہے اور حدیث میں ضروری عقائد میں کچھ کمزوری مراد ہے۔ ۳۔ آیت میں خالص ایمان ہے اور حدیث میں نفاق کی صورت مراد ہے۔ ۴۔ آیت میں آخرت کے عذاب کی نفی ہے اور حدیث میں دنیا

فی ظرفیت کے لئے ہوتا ہے۔ حضرت ابوسعید خدری خوارج کا کفر ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ (صافہ: کپڑے کا وہ ٹکڑا جو تیر کے پھل پر لپیٹ کر تیر کی لکڑی میں فٹ کیا جاتا ہے حدیث پاک کا حاصل یہ ہے کہ وہ لوگ اسلام میں داخل ہوں گے پھر جلدی سے نکل جائیں گے اور اسلام کی کوئی چیز حاصل نہ کریں گے۔

باب ترک قتال الخوارج للتالف وان

لا ینفر الناس عنه

غرض یہ ہے کہ تالیف قلبی کے طور پر ایسا کرنا جائز ہے۔
قذذہ: تیر کے پر۔ نضیہ: تیر کی لکڑی۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم

لا تقوم الساعة حتی تقتتل فئتان

دعوتہما واحدة

غرض اس حدیث پاک اور اس کے مضمون کا بیان ہے۔ پھر اس حدیث پاک کا مصداق کیا ہے۔ ۱۔ قیامت کے قریب کوئی لڑائی پائی جائے گی اور لا تقوم الساعة کے الفاظ کا سوق بظاہر اسی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ۲۔ جنگ جمل اور یہ مصداق اہل علم کے درمیان مشہور ہے۔

باب ماجاء فی المتاولین

غرض یہ ہے کہ شریعت اور عہدیت کے اصول کے مطابق تاویل جائز ہے اسی لئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو نہ ڈانٹا کیونکہ انہوں نے حضرت ہشام بن حکیم کے گلے میں چادر اس لئے ڈالی تھی کہ ان کے اجتہاد میں وہ آیت غلط پڑھ رہے تھے گویا غلطی اجتہادی تھی اس لئے نہ ڈانٹا البتہ کوئی صریح آیات جن کے معنی بد بھی ہوں ان میں تاویل شروع کر دے تو یہ تحریف اور کفر ہوگی۔

لیس کما تظنون: یہاں بھی حضرات صحابہ کرام کی غلطی اجتہادی تھی اس لئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ناراض نہ ہوئے۔

لا تقولہ: حضرت مالک کو منافق کہنے والوں کو نہ ڈانٹا کیونکہ ان کی غلطی بھی اجتہادی تھی۔ قال ابو عوانہ حاج: حضرت ابو عوانہ اور حضرت ہشیم نے حاج نقل کیا ہے

منسوب نہ کئے گئے ہوں پھر حضرت ابوبکر کے زمانہ خلافت کے شروع میں مرتد ہونے والے تین قسم کے تھے۔ ۱۔ جو بتوں کی پوجا کی طرف لوٹے۔ ۲۔ جنہوں نے میلہ کذاب یا اسود عسی کی پیروی شروع کی۔ ۳۔ جنہوں نے کہا کہ زکوٰۃ وصول کرنا یہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی اسی تیسری قسم میں حضرات یحجین حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے درمیان مناظرہ بھی ہوا۔ ان تینوں کے خلاف حضرت صدیق اکبر نے لشکر بھیجے اور ایک سال کے اندر اندر سب دین اسلام کی طرف لوٹ آئے۔ فللہ الحمد۔

باب اذا عرض الذی بسب النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ولم یصرح نحو قوله السام علیک

غرض یہ ہے کہ اگر ذمی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی وادی نفسی کو بطور تعریض کے گالی دے تو قتل نہ کیا جائے گا اسی طرف امام بخاری گئے ہیں لیکن ایک قول یہ بھی ہے کہ قتل کیا جائے گا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا قتل نہ فرمانا تالیف قلوب کی مصلحت سے تھا۔ باب: یہ باب تتمہ ہے گزشتہ باب کا کیونکہ اس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا صبر فرمانا فعلی ایذا پر منقول ہے تو صبر قولی ایذا پر بطریق اولی ثابت ہوا۔

باب قتل الخوارج والملحدین

بعد اقامہ الحجہ علیہم

غرض اس کا جواز بیان کرنا ہے لحد کے معنی ہیں حق سے باطل کی طرف متوجہ ہونے والا اس کا مصداق وہ شخص ہوتا ہے جو قرآن و حدیث کی نصوص کو اپنی خواہش پر منطبق کرے اور ایسے معنی کرے کہ اس کا اپنا مقصد پورا ہو جائے اگرچہ صاف صاف الفاظ ہوں اور ظاہر معنی ہوں جو اس کی خواہش کے خلاف ہوں پھر خوارج کے بارے میں تین قول ہیں۔ ۱۔ امام بخاری کے نزدیک وہ کافر ہیں۔ ۲۔ بعض کے نزدیک فاسق ہیں۔ ۳۔ راجح یہ ہے کہ بعض کافر ہیں اور بعض فاسق ہیں۔ یخرج فی هذه الامه ولم یقل منها: یہاں امت سے مراد امت اجابت ہے اور من جزء ہونے پر دال ہے۔ فی اس پر دال نہیں بلکہ فی کے معنی ہیں فی اظہر ہم کیونکہ

عثمان جرم ہے۔ ۲۔ قتل عثمان اتنا بڑا جرم ہے کہ غم اور ہمدردی سے اگر احد پہاڑ بھی پھٹ جائے تو مناسب ہے۔

باب فی بیع المکرہ ونحوہ فی الحق وغیرہ
غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ مکرمہ اور مضطر کی بیع ٹھیک ہے ونحوہ میں اشارہ مضطر کی طرف ہے وہ مضطر حق مالی ادا کرنے کے لئے کچھ بیچنے پر مجبور ہوا ہو یا وغیرہ یعنی کوئی اور مجبوری ہو مثلاً اس کو جلا وطن کر دیا گیا ہو اس لئے وہ زمین مکان بیچنے پر مجبور ہو گیا ہو یہ تو امام بخاری کی رائے ہے حنفیہ کے نزدیک مکرمہ کی بیع موقوف رہتی ہے اکراہ ختم ہونے پر اجازت دے دے تو ٹھیک ہے ورنہ نہیں۔ سوال۔ جب مکرمہ کی طلاق ٹھیک ہے تو بیع بھی ٹھیک ہونی چاہیے۔ جواب۔ طلاق اسقاطات میں سے ہے اور بیع اثباتات میں سے ہے اس لئے بیع کو طلاق پر قیاس نہیں کر سکتے۔

باب لایجوز نکاح المکرہ

غرض جمہور کی تائید ہے کہ اکراہ و جبر سے نکاح منعقد نہیں ہوتا اور ہمارے امام ابو حنیفہ کے نزدیک نکاح ہو جاتا ہے اگرچہ جبر کرنے کا گناہ ہوتا ہے منشا اختلاف اس باب کی روایت ہے عن خساء بنت خدام الانصاریہ ان اباحا زوجھا وھی مہیب فکرھت ذلک فاتت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرد نکاحھا ترجیح حنفیہ کے قول کو ہے کیوں۔ ۱۔ یہاں لفظ رد ہے اس سے معلوم ہوا کہ نکاح ہو گیا تھا اس کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فسخ فرما دیا اگر نکاح ہی نہ ہوتا تو لفظ اس قسم کا ہوتا جملہ باطلا۔ ۲۔ جو اس حدیث میں صورت ہے وہ نکاح فضولی کی ہے نکاح مکرمہ کی نہیں ہے۔ ۳۔ ہمارے معنی کی تائید ابو داؤد کی اس حدیث سے ہوتی ہے عن ابی ہریرۃ مرفوعا ثلث جہن جہن جدوھن جد نکاح والطلاق والریعہ۔ ولا تکرھوا فیتلکم علی البغاء۔ امام بخاری یوں استدلال فرما رہے ہیں کہ جیسے حرام کام پر مجبور کرنا منع ہے اسی طرح حلال کام پر نکاح پر بھی مجبور نہیں کیا جاسکتا جواب۔ حلال کو حرام پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے کیا یہ کہہ سکتے ہیں کہ جیسے زنا کرنا حرام ہے ایسے ہی نکاح کرنا بھی حرام ہے۔

لیکن علامہ نووی نے اس کو ان دونوں حضرات کا وہم شمار فرمایا ہے صحیح خانہ ہے حضرت ہشیم سے خانہ بھی آیا ہے یہی صحیح ہے جیسا کہ خود امام بخاری بھی حدیث کے بعد فرما رہے ہیں۔ لا تقولوا لہ الا خیرا:۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کو معاف فرمانا بھی اسی وجہ سے تھا کہ ان کی غلطی بھی اجتہادی تھی۔

کتاب الاکراہ

پچھلے کتاب المرتدین تھی بعض دفعہ بظاہر مرتد ہوتا ہے واقع میں مکرمہ ہوتا ہے اس لئے اب کتاب الاکراہ ذکر فرما رہے ہیں یہ تو ربط ہوا اور غرض اکراہ کے اور مکرمہ کے اور مکرمہ بہ کے احکام کا بیان ہے اور اکراہ کے معنی ہیں الزام الغیر بما لا یریدہ اور احوال کے مختلف ہونے سے اکراہ کے احکام بھی مختلف ہوتے ہیں۔

باب من اختار الضرب والقتل والہوان علی الکفر

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ ضرب اور قتل اور ذلت بلکہ دنیا کی آگ کا بھی خطرہ ہو تو عزیمت یہی ہے کہ کلمہ کفر نہ کہے کیونکہ دنیا کی آگ آخرت کی آگ سے ہلکی ہے لیکن اگر کہہ لے گا تو رخصت ہے گناہ پھر بھی نہیں ہے۔ وان یکرہ ان یعود فی الکفر کما یکرہ ان یقذف فی النار:۔ یہی محل ترجمہ ہے کہ کلمہ کفر سے بہت نفرت ہونی چاہیے۔ وان عمر موثق علی الاسلام:۔ اسلام لانے کی وجہ سے عمر مجھے رسی سے باندھ دیتے تھے یہ بہنوئی ہیں حضرت عمرؓ کے سعید بن زید لیکن میں نے اسلام نہ چھوڑا ان کی بیوی کا نام فاطمہ بنت خطاب تھا یہ حضرت خدیجہ کے بعد ایک قول میں پہلی مسلم عورت ہیں اور دوسرے قول میں پہلی حضرت ام فضل ہیں اور یہ دوسری ہیں۔ ولوانقض احد مما فعلتم بعثمان کان محقوقا ان ینقض:۔ مناسبت یہ ہے کہ جب حضرت عثمانؓ نے باغیوں کی بات نہ مانی اور شہید ہو گئے تو عمر کے رسی سے باندھنے سے میں کیسے کفر کر سکتا تھا۔ پھر انقض کے معنی ہیں پھٹ جائے اس پھٹنے کی دو تقریریں ہیں۔ ۱۔ احد پہاڑ کو مجرم سمجھ کر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا اتنا بڑا جرم نہیں ہے جتنا بڑا قتل

باب اذا اکره حتی وهب

عبدالوابعه لم یجز

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے۔ وبہ قال بعض الناس:۔ اس سے مراد حنفیہ ہیں۔ فان نذر المشتري فيه نذر افهوا جائز بزعمه وكذلك ان دبره:۔ اعتراض کا حاصل یہ ہے کہ اکراہ کی صورت میں جب غلام کی بیچ اور غلام کا ہبہ ناجائز ہے تو غلام آزاد کرنے کی نذر اکراہ کی صورت میں حنفیہ کے نزدیک جائز کیوں ہے ایسے ہی مدبر بنانے پر اکراہ کرنے کی صورت میں یہ تدبیر کیوں صحیح ہے یہ تو تعارض ہے تناقض ہے جواب۔ ان سب صورتوں میں اکراہ ختم ہونے کے بعد اگر اس شخص نے اجازت دے دی پھر تو سب صورتیں صحیح ہو جائیں گی اور اگر اجازت نہ دی تو بیع اور ہبہ تو ٹوٹ جائیں گے البتہ اگر تدبیر پر اکراہ تھا یا غلام آزاد کرنے کی نذر پر اکراہ تھا اور اکراہ ختم ہونے کے بعد اجازت نہ دی تو اکراہ کرنے والے کے ذمہ غلام کی قیمت ہوگی کیونکہ اعتاق اور تدبیر لازم عقد ہیں یہ توڑے نہیں جاسکتے اس لئے اکراہ کا تدارک قیمت ادا کرنے کی صورت میں ہو گیا تو سب صورتوں میں اجازت نہ دینے کی صورت میں اکراہ کا اثر ختم کر دیا گیا تعارض کہاں رہا۔ فقال من يشتريه مني:۔ سوال۔ اس روایت میں تو بیع مدبر ہے۔ تدبیر پر اکراہ تو نہیں ہے اس لئے یہ روایت باب کے مناسب نہ ہوئی۔ جواب۔ یہ بھی ایک قسم کا اکراہ ہے کہ مالک کی اجازت کے بغیر مدبر کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بیچ دیا۔ اس روایت کو لانے سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ یہ صورت اکراہ سے مستثنیٰ ہے اور جائز ہے پھر حنفیہ کے نزدیک اس حدیث کی توجیہ کیا ہے۔ ۱۔ یہ بیع منافع ہے جیسا کہ دارقطنی میں ہے عن جابر انما اذن فی بیع خدمتہ اس میں اذن کی ضمیر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹی ہے۔ ۲۔ اس حدیث میں مدبر مقید کی بیچ ہے اور وہ حنفیہ کے نزدیک بھی جائز ہے۔

باب من الاکراہ

غرض یہ ہے کہ اس حدیث میں جس اکراہ کا ذکر ہے یہ کامل اکراہ نہیں ہے جس اکراہ سے ہے دوسرے لفظوں میں یوں کہیں گے کہ باب یوں ہے باب فی بیان اکراہ خفیف غیر شدید۔

باب اذا استکرهت المرأة

على الزنا فلا حد عليها

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے۔

فان الله من بعد اکراهن غفور رحيم

جب گناہ نہیں ہے تو حد بھی نہیں ہے۔ اقتضہا:۔ قضا دور کر دیا یعنی بکارت ختم کر دی زنا کے ذریعہ سے۔ یفترعہا:۔ بکارت ختم کر دے۔ یقیم ذلک الحکم:۔ یعنی حکم باکرہ اور ثیبہ کی قیمت میں فرق کا اندازہ کر کے اتنا فرق اس حرزانی سے وصول کر کے کوئٹہ کے مالک کو دے گا۔ فغط:۔ اس کا گلا دبا دیا گیا یہاں تک کہ وہ بادشاہ زمین پر ایڑھیاں رگڑنے لگا۔

باب یمین الرجل لصاحبه انه اخه اذا

خاف عليه القتل

تائید کرنی مقصود ہے جمہور کی کہ اگر کہہ دیا قسم کھا کر کہ یہ میرا بھائی ہے تاکہ اس کی جان بچ جائے تو نہ کفارہ ہے نہ قسم توڑنے کا گناہ ہے حنفیہ کے نزدیک قسم توڑنے کا گناہ ہے ترجیح قول حنفیہ کو ہے کیونکہ وہ تو یہ کر سکتا تھا۔ تو یہ نہ کرنے کی وجہ سے جھوٹی قسم کھانے کا گناہ ہوگا۔ فلا قود علیہ ولا قصاص:۔ لفظ قصاص لانے سے مقصود کیا ہے۔ ۱۔ تاکید کیونکہ قود اور قصاص کے ایک ہی معنی ہیں۔ ۲۔ تعیم بعد التخصیص کیونکہ قود کا تعلق صرف نفس سے ہے اور قصاص عام ہے قتل کا بدلہ ہوا یا ہاتھ پاؤں کاٹنے کا بدلہ ہو۔ وکل عقدة:۔ ایک نسخہ میں ہے اوکل عقدة یعنی نکاح کی گرہ یا عبدیت کی گرہ کھولنے کی قسم کھائے یعنی طلاق دے یا غلام آزاد کرے۔ وقال بعض الناس لو قيل له لتشربن الخمر:۔ بعض الناس سے مراد حنفیہ ہیں اور اس

شرعیہ ہیں۔ ۲۔ استحسان سے مقصود آسانی کا تلاش کرنا ہوتا ہے جو اس آیت کے مطابق ہے یرید اللہ بکم اليسر ولا یرید بکم العسر۔ ۳۔ قیاس کے مقابلہ میں استحسان لینا ایسا ہی ہے جیسے دو حدیثوں کے تعارض کو اٹھانا ہوتا ہے۔ ۴۔ اگر آپ کو استحسان کے نام پر اعتراض ہے تو یہ بھی مناسب نہیں کیونکہ یہ نام اس آیت سے ماخوذ ہے۔ فیتبعون احسنہ اور اس حدیث سے ماخوذ ہے ماراہ المومنون حسنا فهو عند الله حسن۔

امام بخاری پر اعتراض

یہ ہے کہ آپ نے اس موقع میں لمبی عبارت سے ایسے طرز سے مناظرانہ گفتگو کی ہے جو کتب حدیث کی شان کے مناسب نہیں ہے ایسی گفتگو تو فقہ اور اصول فقہ کی کتابوں کے مناسب ہوتی ہے۔

کتاب الحیل

رابطہ یہ ہے کہ پیچھے کتاب الاکراہ میں بالکل اخیر میں ضمناً استحسان اور آسانی تلاش کرنے کا ذکر تھا اس کی مزید تفصیل کے لئے کتاب الحیل ذکر فرمائی۔ غرض حیل کے احکام کا بیان ہے۔ پھر حیل جمع ہے حیلہ کی اس کے معنی ہیں خفی طریق سے مقصود تک پہنچنا۔

اقسام حیل

چار قسمیں ہیں۔ ۱۔ ابطال حق کے لئے یا اثبات باطل کے لئے حیلہ کرنا یہ حیلہ حرام ہے۔ ۲۔ اثبات حق کے لئے یا دفع باطل کے لئے یہ بعض دفعہ واجب ہوتا ہے اور بعض دفعہ مستحب ہوتا ہے۔ ۳۔ مکروہ سے بچنے کے لئے یہ کبھی مستحب ہوتا ہے کبھی مباح ہوتا ہے۔ ۴۔ مستحب کو ترک کرنے کے لئے حیلہ کرنا یہ مکروہ ہوتا ہے۔ حنفیہ پر اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ حنفیہ حیلے بہت کرتے ہیں حتیٰ کہ امام ابو یوسف نے کتاب الحیل کے نام سے ایک کتاب ہی لکھ دی ہے۔

جواب: حیلہ اچھے مقصد کے لئے جائز ہوتا ہے اور اس کے لئے ہمارے پاس دلائل ہیں۔ (۱) خذ بیدک ضغفناً فاضرب به ولا تحنث (۲) جعل السقایة فی رحل اخیه ثم اذن مؤذن ایتھا العیر انکم لسارقون (۳) ومن یتق الله يجعل له مخرجاً۔ اور جائز حیلوں میں بھی تنگی سے

لمبی عبارت کا حاصل حنفیہ پر تین اعتراض ہیں۔

پہلا اعتراض: اکل و شرب پر اگر کوئی مجبور کرے تو کھانے پینے کو آپ نے جائز نہیں قرار دیا اور بیع۔ اقرار۔ ہبہ پر اگر کوئی اکراہ کرے تو اس بیع۔ اقرار اور ہبہ کے کر لینے کو آپ نے جائز قرار دیا ہے یہ ترجیح بلا مرجح ہے۔

جواب: مرجح موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ جو کھالیا اور پی لیا اس کا تو کوئی تدارک نہیں ہے اس لئے وہ اس چھوٹی دھمکی میں جائز نہیں ہے اور بیع۔ اقرار۔ ہبہ قابل فسخ ہیں اور بعد میں جب اکراہ ختم ہو جائے تو ان کا تدارک ہو سکتا ہے کہ اگر اجازت بخوشی ندے گا تو یہ تینوں فسخ ہو جائیں گے اس لئے مرجح موجود ہے۔

دوسرا اعتراض: آپ نے فرق کر دیا کہ محرم رشتہ داریا بالکل اجنبی آدمی کے قتل کی کوئی دھمکی دے تو یہ اکراہ معتبر ہے اور ہبہ اور بیع اور اقرار کر لینا جائز ہے اور اگر دھمکی کسی غیر محرم رشتہ دار یا بالکل اجنبی آدمی کے قتل کی دے تو یہ اکراہ معتبر نہیں ہے گویا اکراہ ہوا ہی نہیں ہے اس حدیث کے خلاف ہے جو اس باب میں نقل کی ہے المسلم انوا مسلم لا یظلمہ ولا یسلّمہ۔

جواب: شریعت میں محرم اور غیر محرم کا فرق موجود ہے کہ محرم کا کوئی مالک بن جائے تو وہ آزاد ہو جاتا ہے۔ غیر محرم آزاد نہیں ہوتا جب جس کا غم عذر ہے تو یہ بھی عذر ہونا چاہیے اور غیر محرم میں اس درجہ کا غم طبعاً نہیں ہوتا اس سے عقود و منسوخ اور غیر عقود و منسوخ میں ایک فرق یہ بھی نکل آیا کہ عقود و منسوخ میں رضا شرط ہوتی ہے الا ان نکون تجارة عن قراض منکم۔ غم کی وجہ سے یہ رضا نہیں پائی گئی اس لئے وہ عقود و منسوخ جن میں اکراہ ہوا تھا ٹھیک نہ ہوئے غیر عقود و منسوخ میں ایسا نہیں ہے۔

تیسرا اعتراض: حنفیہ استحسان کر لیتے ہیں حالانکہ استحسان کتاب و سنت سے ثابت نہیں ہے۔

جواب: ۱۔ پہلا جواب ہم یہ دیتے ہیں کہ استحسان کی حقیقت ہے کہ وہ اس آیت یا حدیث یا اجماع یا قیاس خفی کو کہتے ہیں جو قیاس جلی کے مقابلہ میں ہو اور یہ سب چیزیں آیت۔ حدیث وغیرہ ادلہ

باب فی ترک الحیل

غرض کی دو تقریریں ہیں۔ (۱) کتاب الحیل کے عنوان سے شبہ ہوتا تھا کہ شاید امام بخاری حیلوں کو ثابت کرنا چاہتے ہیں اس شبہ کا ازالہ کر دیا کہ میرا مقصد حیلوں پر رد ہے (۲) کتاب الحیل عام تھی جائز اور ناجائز حیلوں کو شامل تھی اس پہلے باب میں صرف ممنوع اور ناجائز حیلوں کا بیان ہے۔ ذمّن ہاجرالی دنیا یصیبھا:۔ اس حدیث پاک کو اس باب میں لانے سے امام بخاری پر اعتراض پڑتا ہے جو باقی رہتا ہے اور وہ یہ ہے کہ حدیث پاک جو آپ یہاں لائے ہیں اس کا تعلق تو عبادات سے ہے حالانکہ حیلوں کا تعلق تو معاملات سے ہوتا ہے اس لئے اس حدیث پاک کا یہاں لانا مناسب نہیں ہے۔ یہ اعتراض باقی رہتا ہے۔

باب فی الصلوٰۃ

امام بخاریؒ کی غرض اس باب کو لانے سے یہ ہے کہ حدیث پاک سے تو ثابت ہوتا ہے کہ بغیر وضو نماز نہیں ہوتی اور حنفیہ حیلہ کرتے ہیں کہ قعدہ اخیرہ میں تشهد پڑھنے کے بعد اگر قصد وضو توڑ دیا تو نماز ہوگئی حنفیہ کا یہ قول ٹھیک نہیں ہے کیونکہ تحلیہا التسلیم سے سلام کی رکعت اسی طرح ثابت ہے جیسے تحریمہا التکبیر سے تکبیر کی رکعت ثابت ہے تو سلام چھوڑ دینے سے یا بے وضو سلام ادا کرنے سے نماز صحیح نہیں ہو سکتی جواب۔ تحلیہا التسلیم میں حصر ادعائی ہے کہ نماز کے خلاف کاموں کو حلال کرنے والی اعلیٰ درجہ کی چیز لفظ سلام ہے معلوم ہوا کہ لفظ سلام فرض نہیں ہے بلکہ نماز کو کامل کرنے والی چیز ہے اور تکبیر تحریمہ پر قیاس نہیں ہے کیونکہ تکبیر تحریمہ تو اس آیت سے درجہ فرض میں ثابت ہے۔ و ربکم فکبر اور ہمارا قول ابوداؤد اور مسند احمد کی روایت سے ثابت ہے عن ابن مسعود مرفوعاً اذا قلت هذا او قضیت هذا فقد قضیت صلوٰۃک پس اعتراض ہم پر نہیں پڑتا بلکہ یہ لازم آئے گا کہ گویا امام بخاری اس مذکورہ حدیث پر نعوذ باللہ اعتراض کر رہے ہیں۔

باب فی الزکوٰۃ

غرض یہ ہے کہ زکوٰۃ میں بھی حیلہ چھوڑنا ضروری ہے۔

اپنے آپ کو نکالنا ہوتا ہے۔ (۴) قال مستجدنی ان شاء اللہ صابراً ولا اعصی لک اس آیت مبارکہ میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صبر کے وعدہ کے ساتھ انشاء اللہ بھی فرمایا کہ اگر صبر میں کچھ کی بھی آجائے تو وعدہ خلافی نہ ہو۔ (۵) مرفوع حدیث میں ہے عن ابی ہریرۃ عن ابی سعید یلع النجج بالدار اہم ثم اتبع بالدار اہم جلیا۔ البتہ ابطال حق کے لئے حیلہ ہم بھی حرام کہتے ہیں اور اس کے بھی ہمارے پاس دلائل ہیں۔ (۱) اصحاب سبت کا قصہ (۲) حدیث مرفوعہ میں ہے۔ حرمت علیہم الشوم فملوہا فبا عوہا واکلو اثمہا۔ (۳) نہی عن النجس۔ جو احادیث میں وارد ہے اس سے بھی ناجائز حیلہ کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔ (۴) حدیث پاک جس میں لعنت وارد ہے محل اور محل لہ پر۔ حنفیہ ہرگز ایسے حیلوں کی اجازت نہیں دیتے۔ حتیٰ کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام محمدؒ سے نقل فرمایا ہے۔ لیس من اخلاق المؤمن الفرار من احکام اللہ باللحیل الموصلة الی ابطال الحق:-

جواز اور نفاذ میں فرق: حنفیہ بہت سے موقعوں میں صرف نفاذ کا ذکر فرماتے ہیں معترضین اس کو حنفیہ کے نزدیک جواز سمجھ لیتے ہیں حالانکہ جواز الگ ہے اور نفاذ الگ ہے اس جواز اور نفاذ کا فرق جاننے کے لئے دو مثالیں کافی ہیں۔ (۱) حیض میں طلاق جائز نہیں ہے لیکن اگر کوئی دے دے گا تو نافذ ہو جائے گی (۲) ظہار کو قرآن پاک میں منکر من القول اور زور قرار دیا گیا ہے لیکن اس کے باوجود اگر کوئی ظہار کر لے تو وہ آیات اور اجماع کی وجہ سے نافذ ضرور ہو جائے گا۔ حنفیہ نے تصریح کی ہے کہ ہم سب حیلوں کو جائز قرار نہیں دیتے لیکن اگر کوئی کر لے گا تو ظاہراً وقضاءً نافذ ہو جائیں گے۔

امام بخاریؒ کی غلطی: یہاں یہ ہے کہ انہوں نے جواز اور نفاذ میں فرق نہیں کیا اس لئے بار بار مختلف عبارتوں سے حنفیہ پر اعتراض کئے ہیں اور اعتراضات کی کتنی بڑھانے کی کوشش کی ہے اور بعض دفعہ ان کی طرف ایسی بات بھی منسوب کی ہے جو واقع میں انہوں نے نہیں کی۔

پر زیادہ اعتراض کرنے کے لئے امام بخاری بار بار ایک ہی اعتراض مختلف الفاظ سے ذکر کر رہے ہیں۔ اعتراض۔ امام ابو حنیفہ بہت بڑے مسلم فقیہ و مجتہد ہیں ان پر ایک ہی اعتراض بار بار کرنا ہرگز مناسب نہیں ہے۔ باب: اور بعض نسخوں میں یہاں یوں ہے۔

باب الحيلة في النكاح

غرض دونوں صورتوں میں نکاح میں حیلہ کرنے کی برائی کا بیان ہے۔ وقال بعض الناس ان احتال حتى تزوج على الشغار فهو جائز والشرط باطل: ہم امام بخاری کی اس کلام کا رد یوں کرتے ہیں کہ بعض الناس کے عنوان سے جب آپ اعتراض کرتے ہیں تو آپ کی مراد امام ابو حنیفہ یا حنفیہ ہوتے ہیں لیکن یہاں ہم یوں کہتے ہیں کہ ہماری طرف سے تو یہاں کوئی حیلہ ہے ہی نہیں کیونکہ ہم تو شغار کو باطل کر رہے ہیں اور مہر کو ثابت کر رہے ہیں اور شغار سے نئی جو حدیث شریف میں آئی ہے اس کا یہی مقصد ہے کہ نکاح مال والے عوض سے خالی نہ ہونا چاہیے۔ وقال بعضهم المتعة والشغار جائز والشرط باطل:۔ جواب حنفیہ پر کچھ اعتراض نہیں ہے کیونکہ متعہ کا بطلان اجماعی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کو امام زفر کے قول سے شبہ ہو گیا کہ اگر کوئی شخص تزوج کے لفظ سے نکاح کرے لیکن نکاح کی مدت مقرر کر لے۔ مثلاً ایک مہینے کے لئے تو نکاح صحیح اور لازم ہو جائے گی اور شرط باطل ہو جائے گی لیکن امام ابو حنیفہ اور صاحبین کے نزدیک یہ صورت بھی باطل ہے اسی لئے بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ حیل کے ابواب میں متعہ کا ذکر کسی طرح بھی ٹھیک نہیں ہے۔

وقال بعضهم النكاح جائز والشرط باطل:

حنفیہ پر جو گذشتہ اعتراض تھا اسی کو اس عبارت میں پھر دوہرایا ہے اور یہ تکرار محض ہے تفصیل ابھی متعہ کے متعلق گزر چکی ہے۔

باب ما يكره من الاحتيال في البيوع

اب معاملات کے حیلوں کا ذکر شروع کر رہے ہیں پس یہ عبارت بمنزل جنس کے ہے اور اس کے بعد کلام کا مسئلہ پہلی نوع ہے۔ یہ مسئلہ بتلادیا کہ زائد گھاس سے روکنے کے لئے زائد پانی سے نہ روکے۔

فان اهلكها متعمداً او وهبها او احتال

فيها فراراً من الزكاة فلاشي عليه

مقصد حنفیہ پر اعتراض ہے وہ کہتے ہیں کہ سال پورا ہونے سے پہلے ہبہ وغیرہ کے ذریعہ سے اونٹ کم کر دیئے تو زکوٰۃ واجب نہ رہے گی۔ جواب: وجوب حولان حول۔ سے پہلے نہیں ہے اور وجوب سے پہلے گناہ نہیں ہے اس لئے ہم پر کوئی اعتراض نہیں ہے (۲) امام شافعی بھی تو ہمارے ساتھ ہی ہیں پھر بعض الناس سے اعتراض کیوں کیا یہ لفظ تو حنفیہ پر اعتراض کرنے کے لئے ہے۔ ان زکی لہ قبل ان يحول الحول بيوم اوبسنه: حنفیہ پر تناقض کا اعتراض ہے کہ سال پورا ہونے سے پہلے اونٹ وغیرہ بیچ دینے کو جائز کہتے ہو اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ سال گزرنے سے پہلے زکوٰۃ واجب نہیں ہے اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے ہو کہ اگر سال گزرنے سے پہلے زکوٰۃ ادا کر دے تو ٹھیک ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سال گزرنے سے پہلے واجب ہو چکی ہے یہ تو تناقض ہے۔ جواب: نصاب کا مالک بننے سے نفس وجوب ہو گیا اس لئے اگر سال گزرنے سے پہلے بھی ادا کر دے تو نفس وجوب کے بعد ادا کرنے سے صحیح ہو جائے گی۔ سال گزرنے سے پہلے دینا مستحب ہے واجب نہیں ہے وجوب ادا سال گزرنے کے بعد ہی ہوگا۔ بس سال گزرنے سے پہلے صرف احتیاب کا اثبات ہے وجوب ادا کی نفی ہے اگر وجوب ادا کا اثبات ہوتا اور وجوب ادا کی نفی ہوتی تو تعارض تھا اب تعارض نہیں ہے۔ و كذلك ان اتلفها فمات فلاشي في ماله:۔ ایسے ہی اگر ۱۲۰ اونٹوں کے مالک نے ان اونٹوں کو ذبح کر دیا پھر وہ مالک خود بھی مر گیا تو حنفیہ کہتے ہیں کہ اگر ابھی سال پورا نہ ہوا تھا تو اس کے مال سے اونٹوں کی زکوٰۃ نہیں نکالی جائے گی یہ بھی حنفیہ کا ایک حیلہ ہے کہ اونٹوں کی زکوٰۃ سے بچنے کے لئے ان کو ذبح کر دیا۔ جواب سال پورا ہونے سے پہلے ہی جب اونٹ نہ رہے تو زکوٰۃ واجب نہ ہوئی اور جب واجب ہی نہ ہوئی تو زکوٰۃ ادا نہ کرنے کا گناہ بھی نہ ہوا۔ سوال:۔ جب یہ اعتراض پیچھے گزر چکا ہے تو دوبارہ کیوں کیا؟ جواب۔ حنفیہ نے چونکہ اس باب میں مذکورہ احادیث کی مخالفت کی ہے اس لئے ان

باب مایکرہ من التناجش

مبیعہ کی قیمت بڑھانے کے حیلہ کو تنجش اور تناجش کہتے ہیں اس کی کراہت بیان کرنی مقصود ہے کہ جھوٹ موت کا گاہک بنالے وہ قیمت زیادہ دینے کا کہے تاکہ اصلی گاہک دھوکے میں آکر زیادہ قیمت دے جائے۔

باب ماینہی من الخداع فی البیوع

غرض اس کی مذمت ہے۔ لو اتوا الامر عیاناً کان اھون علی:۔ یعنی اگر قیمت صاف صاف زیادہ لگالیں دھوکہ نہ دیں کہ یہ چیز اتنے کی خریدی ہے تو یہ مجھے زیادہ پسند ہے۔

باب ماینہی عن الاحتیال للوطی فی

الیتیمۃ المر غوبۃ وان لا یکمل صداقھا غرض اس نہی کا بیان ہے۔

باب اذا غصب جاریۃ فزعم انها ماتت

حنفیہ پر اعتراض ہے کہ جاریہ غصب کرنے کے بعد جھوٹ بولا کہ مر گئی اور قیمت مالک کو دیدی مالک نے لے لی اب یہ وطی زنا نہ ہوگی حنفیہ کے نزدیک: حنفیہ کے اس قول کا رد کرنے کے لئے امام بخاری نقل فرما رہے ہیں۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اموالکم علیکم حرام ولکل غادر لواء یوم القیامۃ:۔ جواب نمبر (۱) اس حدیث پاک کے پہلے حصے کی وجہ سے ہم پر رد واقع نہیں ہو سکتا کیونکہ مال کی حرمت اس وقت ہے جبکہ مالک راضی نہ ہو۔ مذکورہ صورت میں جب مالک نے خوشی سے قیمت وصول کر لی تو تراضی پائی گئی اور حدیث پاک کے دوسرے حصے سے بھی ہم پر اعتراض واقع نہیں ہو سکتا کیونکہ یہاں غاصب ہے، غادر نہیں۔ دونوں کا مصداق الگ الگ ہوتا ہے پھر ہم یہ تو نہیں کہتے کہ اس شخص کو نہ غصب کا گناہ ہوگا نہ موت کی جھوٹی خبر دینے کا گناہ ہوگا نہ اس طرح دھوکہ سے مالک بننے کا گناہ ہوگا یہ سب گناہ تو ہوں گے صرف زنا کا گناہ نہ ہوگا اور نسب اولاد کی ثابت ہو جائے گی اور یہ بھی صرف دنیا کے نظام کو

ٹھیک رکھنے کے لئے ہے ورنہ کوئی متقی ہرگز ایسے گندے کام پر جرات نہیں کر سکتا اس لئے ہم پر یہ اعتراض نہیں پڑتا کہ آپ نے معصیت کا دروازہ کھول دیا ہے۔ عصمنا اللہ تعالیٰ عن الذنوب کھلا۔ حقیقت میں صرف نفاذ ہے جواز نہیں ہے کہ ایسا گندا کام کر لینا جائز ہے امام بخاری نے جواز اور نفاذ میں فرق نہ کیا اور ہم پر اعتراض کر دیا۔ (۲) حنفیہ یہ فرماتے ہیں کہ جب مالک کو پتہ لگ گیا کہ غاصب نے جھوٹ بولا ہے اور جاریہ زندہ ہے اور اس نے یہ ارادہ کر لیا کہ اب میں جاریہ نہ لوں گا تو اب اس کام کی خباثت ختم ہو گئی کیونکہ مالک کی قلبی رضا پائی گئی (۳) اکثر حنفیہ اس کے قائل ہیں کہ لوٹدی کا واپس کرنا ہی ضروری ہے تو اس صورت میں نہ تو اختلاف رہا نہ حنفیہ پر کوئی اعتراض۔

باب: یہ باب بلا ترجمہ ہے اور ما قبل کا تتمہ ہے کیونکہ ما قبل والے باب میں اموال کی حرمت کا بیان تھا اور اس باب کی حدیث میں بھی مال کی حرمت کا ہی ذکر ہے کہ اگر میں ایک جھگڑا کرنے والے کی چرب زبانی کی وجہ سے اس کو دوسرے کا مال دیدوں تو وہ مال اس کے لئے حرام ہی رہے گا۔ انما انا بشر:۔ یہ حصر قصر قلب کے طور پر ہے کہ میں انسان ہوں دل کی چھپی باتوں کو جاننے والا نہیں ہوں اس لئے اس میں رد ہو گیا اس شخص کا جو یہ کہتا ہے کہ جو رسول ہوتا ہے وہ غیب کی باتیں جانتا ہے۔

باب فی النکاح

اور بعض نسخوں میں ہے۔

باب شہادۃ الزور فی النکاح

اس باب سے مقصود حنفیہ پر اعتراض ہے کہ کوئی شخص جھوٹے گواہ پیش کر دے قاضی کی عدالت میں کہ فلاں عورت میرے نکاح میں ہے قاضی گواہوں کو سچا سمجھ کر فیصلہ کر دے کہ وہ تمہاری بیوی ہے تو حنفیہ کے نزدیک ان کا تعلق زنا کا شمار نہ ہوگا بلکہ میاں بیوی کا شمار ہوگا حالانکہ گواہی جھوٹی ہے اور نکاح عورت کی اجازت کے بغیر شمار کیا گیا ہے اور احادیث میں عورت کی اجازت کو نکاح کے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے۔

جواب: قضاء قاضی تو میاں بیوی کے درمیان ہر قسم کا جھگڑا مٹانے کے لئے ہوتی ہے اگر یہ قضاء باطناً نافذ نہ ہو تو یہ قضا جھگڑا پیدا کرنے کی تمہید اور سبب بن جائے گی اور یہ چیز قضاء کے مقصد کے خلاف ہے۔ اس کی نظیر لعان کی قضاء ہے کہ وہ سب کے نزدیک باطناً نافذ ہو جاتی ہے اور عورت دوسری جگہ نکاح کر لے تو بالا جماع یہ نکاح صحیح ہے حالانکہ یقیناً دونوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔ دوسری نظیر یہ ہے کہ عورت نے جھوٹے گواہ طلاق کے پیش کر دیئے قاضی نے نکاح ٹوٹنے کا فیصلہ دیدیا اس کے بعد عورت نے عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کر لیا تو یہ نکاح بھی بالا جماع صحیح ہے حالانکہ یہ بھی ایسی قضاء پڑنی ہے کہ جس کی بنیاد جھوٹی گواہی ہے۔

سوال: اگر کوئی شخص اپنی بیٹی پر جھوٹے گواہ پیش کر دے کہ یہ میری لونڈی ہے تو اس سے وطی بالا جماع حرام رہتی ہے حنفیہ اس کو جائز کیوں نہ کہہ دیتے۔

جواب: قضاء قاضی کے باطناً نافذ ہونے کا تعلق صرف عقود و فسوخ سے ہے کہ حنفیہ کے نزدیک نافذ ہے جمہور کے نزدیک نہیں اور یہ بیٹی والا معاملہ تو نسب سے متعلق ہے اس میں بالا جماع قضاء قاضی باطناً نافذ نہیں ہے۔

سوال: جب خاوند جانتا ہے کہ گواہ جھوٹے ہیں تو اس کے لئے وطی کیسے حلال ہو سکتی ہے۔

جواب: جھوٹ بولنے کا گناہ تو ہوا زنا کا گناہ نہ ہوگا کیونکہ فیض الباری میں ہے کہ بدائع الصنائع میں بحوالہ مبسوط حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے دو گواہ پیش کر دیئے کہ فلاں عورت میرے نکاح میں ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فیصلہ فرمادیا کہ وہ تیری بیوی ہے۔ اس فیصلہ کے بعد وہ عورت حضرت علی سے کہنے لگی کہ حضرت جب آپ نے فیصلہ ہی فرمادیا ہے تو اب ہمارا نکاح بھی پڑھ دیجئے تاکہ ساری عمر زنا تو نہ ہو کیونکہ گواہ تو جھوٹے ہیں اور ہمارا کوئی نکاح نہیں ہے اس پر حضرت علیؑ نے ارشاد فرمایا۔ شاہد اک زوجاک۔ اور امام بخاری نے جمہور کی تائید میں گذشتہ باب میں دلیل پیش کی ہے۔

عن ام سلمة مرفوعاً فمن قضيت له من حق اخيه شيئاً فلا يأخذ فانما اقطع له قطعة من النار .: جواب یہ حدیث املاک مرسلہ میں ہے کہ صرف یہ دعویٰ ہو کہ یہ چیز میری ہے اس میں اگر قاضی جھوٹے گواہوں کی وجہ سے فیصلہ کر دے تو مدعی کے لئے وہ چیز ہمارے نزدیک بھی حرام ہی رہتی ہے۔ صرف عقود و فسوخ۔ میں ہم یہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ کے قول کی وجہ سے یوں سمجھیں گے کہ قاضی نے اب فیصلہ کر کے نکاح پڑھا دیا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول حکم میں مرفوع ہے کہ اور مرفوع حدیث پاک اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے اس لئے قاضی مجبور ہے کہ جب اس نے تزکیہ کر لیا سر ا بھی علانیہ بھی اور اپنی جستجو کے مطابق وہ گواہوں کو سچا سمجھ رہا ہے اب بھی اگر وہ نکاح کے موجود ہونے کا فیصلہ نہ کرے تو وہ قاضی خود گنہگار ہوگا اور وہ عادل نہ رہے گا بلکہ مجروح شمار ہوگا اور خلیفہ وقت اس کو معزول کر دے گا اور سزا دے گا۔

سوال: اگر ایسے واقعہ میں اگر یہ شمار کیا جائے کہ اب قاضی نے نکاح پڑھ دیا ہے تو پھر یہ نکاح بلا بیعت ہوگا اور بلا بیعت نکاح معتبر نہیں ہوتا۔

جواب: (۱) حنفیہ کی ایک روایت میں ہے کہ جب قاضی فیصلہ کا اعلان کرے تو اس وقت دونوں گواہوں کا موجود ہونا شرط ہے تاکہ عقد جدید دو گواہوں کے سامنے پایا جائے۔

(۲) راجح: قول حنفیہ کا یہی ہے کہ فیصلہ کے اعلان کے وقت دونوں گواہوں کا موجود ہونا کوئی شرط نہیں ہے کیونکہ یہ نکاح ضمناً ہوا ہے اور دو گواہ جس نکاح میں شرط ہوتے ہیں وہ صریح نکاح ہوتا ہے قصداً۔

جمہور پر اعتراض: یہ ہے کہ اگر آپ ایسی قضاء قاضی کو باطناً نافذ شمار نہیں کرتے تو اس میں بہت بڑی خرابی لازم آتی ہے کہ وہ عورت بیچاری اب کیا کرے تو اس میں بہت بڑی خرابی ہیں اور تینوں میں سے ہر ایک میں خرابی ہی خرابی ہے۔ (۱) کیا وہ قاضی کی بغاوت کر دے اور اس کے فیصلہ کو نہ مانتے ہوئے کسی اور جگہ نکاح کرے یہ بھی ناجائز ہے نہ قاضی کی بغاوت جائز نہ کسی اور جگہ نکاح جائز (۲) کیا وہ بیچاری کسی ایسی جگہ چھپ جائے جہاں اس کو کوئی نہ

رجوع کر لے۔ ایسے ہی شفعہ کو حیلہ کر کے ساقط کرنا مکروہ ہے۔
فخالف رسول الله صلى الله عليه وسلم في الهبة واسقط الزكاة: غرض حنفیہ پر دو اعتراض کرنے ہیں (۱) حنفیہ کہتے ہیں کہ ہبہ میں رجوع ہو سکتا ہے حالانکہ یہ حدیث کے خلاف ہے (۲) جب بڑی رقم کا ہبہ کیا اور چھ ماہ بعد رجوع کر لیا تو ایک سال پورا گزر جائے گا اور زکوٰۃ کسی پر بھی واجب نہ ہوگی نہ ہبہ کرنے والے پر ورنہ اس پر جس کو ہبہ کیا گیا ہے تو ایک سال کی زکوٰۃ ساقط کرنا بھی تو برا ہے۔

جواب: جو صورت امام بخاری نے بنائی ہے اور اس کو حنفیہ کی طرف منسوب کیا ہے یہ صورت تو حنفیہ نے کہیں بھی ذکر نہیں کی۔ ایک عام اصول بیان کیا ہے کہ تین شرطوں کے ساتھ ہبہ سے رجوع جائز ہوتا ہے (۱) جس کو ہبہ کیا ہے وہ ذی رحم محرم نہ ہو بلکہ اجنبی ہو (۲) لینے والا قبضہ کر چکا ہو کیونکہ قبضہ سے پہلے تو لینے والا مالک ہی نہیں ہوتا دینے والا جب چاہے کہہ دے کہ میری رائے بدل گئی ہے میں نہیں دینا چاہتا (۳) رجوع سے کوئی مال مانع نہ پایا گیا ہو۔ مثلاً کچھ عوض لے لیا ہو تو اب رجوع نہیں کر سکتا اور ہم نے جو رجوع کو جائز قرار دیا ہے اس کی ہمارے پاس دلیل موجود ہے۔ ابن ماجہ میں ہے۔ عن ابی ہریرۃ مرفوعاً من وهب هبة فهو احق بهتہ ما لم يشب منها:۔ ایسے ہی طبرانی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور مستدرک حاکم میں علی شرط الخنین حضرت ابن عمر سے بھی منقول ہے اور جس روایت کو مرفوعاً امام بخاری حضرت ابن عباسؓ سے نقل فرما رہے ہیں۔

العائد في هبته كالكلب يعود في قيئه:۔ اس کو بھی ہمارے امام ابو حنیفہؒ نے ترک نہیں فرمایا کیونکہ ہمارے امام صاحب اس رجوع کو مکروہ قرار دیتے ہیں اور اس روایت سے کراہت ہی ثابت ہوتی ہے باقی آپ حضرات جو حرمت کے قائل ہیں اس کا ثبوت اس حدیث سے نہیں ہے کیونکہ کتے کے فعل کو مکروہ اور قبیح تو کہہ سکتے ہیں حرام نہیں کہہ سکتے کیونکہ وجوب و حرمت کا تعلق مکلف سے ہوتا ہے اور کتا مکلف نہیں ہے باقی رہا

جانتا ہو تو وہ باقی زندگی کیسے گزارے گی اور اس کا خرچ کون برداشت کرے گا (۳) کیا وہ آپ کے نزدیک اسی غیر مرد کے ساتھ رہے اور ساری عمر زنا کرے اور حرام نفقہ لے اور حرام مہر لے اور حرام اولاد جنے پھر اس حرام اولاد کا کیا بنے گا۔ اس لئے حنفیہ کا قول ہی امن و عافیت والا ہے اور دین و دنیا کے لحاظ سے رائج ہے۔ **قال بعض الناس ان احتال انسان بشاهدي ذور علي تزويج امرأة ثيب بامرها:**۔ معمولی تبدیلی کے ساتھ گذشتہ اعتراض کا ہی تکرار ہے۔ **قال بعض الناس ان هوئ رجل جارية يتيمة:**۔ یہ بھی اسی گذشتہ اعتراض کا تکرار ہے اور لفظوں میں ذرا سی تبدیلی ہے۔

باب مايكره من احتيال المرأة

مع الزوج والضرائر

غرض یہ ہے کہ ایسا کرنا مکروہ ہے پھر اس باب کی روایت میں شہد پینے کا شان نزول ذکر کیا گیا ہے اور بعض روایتوں میں حضرت ماریہ قبطیہ والا شان نزول بیان کیا گیا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حصہ کے مکان میں حضرت ماریہ قبطیہ سے مشغول ہوئے وہ ناراض ہوئیں تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھالی کہ پھر ایسا نہ کروں گا اور فرمایا کہ کسی اور سے ذکر نہ کرنا مگر انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ذکر کر دیا اور راز افشا کر دیا اس پر سورۃ تحریم کی آیتیں نازل ہوئیں۔ رائج یہ ہے کہ دونوں واقعوں کے بعد سورۃ تحریم کی آیتیں نازل ہوئیں۔ **العرفط:**۔ ایک درخت ہے جس کے پھل خراب ہوتے ہیں اور بو بھی اچھی نہیں ہوتی۔

باب مايكره من الاحتيال

في الفرار من الطاعون

غرض اس کی کراہت کا بیان ہے۔
فلا تخرجوا فراقاً منه: یہ موضوع ترجمۃ الباب ہے۔

باب في الهبة والشفعة:

غرض یہ ہے کہ ہبہ میں رجوع کا حیلہ مکروہ ہے کہ حیلہ کر کے

تقریروں میں سے پہلی تقریر ہی رائج ہے کیونکہ اس کی تائید نسائی شریف کی روایت سے ہو رہی ہے۔ لکنہ قال لی ہکذا:۔
حضرت سفیان بن عیینہ نے فرمایا کہ لیکن مجھے تو میرے استاذ ابراہیم بن میسرہ نے یونہی سنایا ہے جیسے میں نے ذکر کیا ہے۔ اما مقطعة واما منجممة:۔ یہ شک راوی ہے اور دونوں لفظوں کے ایک ہی معنی ہیں اور ایک نسخہ میں یوں ہے۔ مقطعة او منجممة:۔ پھر ختم کے معنی ہوتے ہیں وقت معین اس لئے منجممة کے معنی ہوئے کہ ایسی رقم جو اوقات معینہ میں ادا کی جائے۔ اذا اراد ان یبیع الشفعة:۔ دوسرے نسخہ میں ان یقطع الشفعة ہے اور بیع والے نسخہ میں بھی بیع بول کر ازالہ مراد ہے کیونکہ بیع شفعة کو لازم ہے ازالہ شفعة پس ملزم بول کر لازم مراد ہے اس حیلہ کا حاصل یہ ہے کہ بائع بیع کی جگہ بہہ کر دے بعد میں مشتری رقم بطور عوض بہہ دیدے۔ اس صورت میں شفیع شفعة نہ کر سکے گا کیونکہ بہہ میں شفعة نہیں ہوتا۔ اس حیلہ کو ذکر کرنے سے بھی امام بخاری کا مقصود حنفیہ پر اعتراض ہے کہ پہلے تو جار کے لئے شفعة ثابت کیا پھر اس کی حق تلفی کی اور شفعة ساقط کرنے کا حیلہ بتلادیا۔

جواب: (۱) بہہ تو وراثت کی طرح ہے نہ وراثت میں حق شفعة ثابت ہے نہ بہہ میں۔ جب حق شفعة ثابت ہی نہیں تو یہ کہنا کہ آپ نے حق تلفی کی صحیح نہیں کیونکہ جب حق ثابت ہی نہیں تو حق تلفی کیسے ہوگئی (۲) اگر اس طرح ابطال شفعة معقول ہے عذر کی وجہ سے ہے جیسے کافر یا ظالم یا فاسق سے بچنا تو پھر حیلہ کر لینے میں کیا حرج ہے اور اگر یہ عذر نہیں ہے تو ہم بھی اجازت نہیں دیتے البتہ اگر کوئی کر لے گا تو نافذ ہو جائیگا اس صورت میں جائز نہیں نافذ ہے امام بخاری جواز اور نفاذ میں فرق نہیں کر رہے۔ ولا یکون علیہ یمین:۔ یہ بھی حنفیہ پر اعتراض ہے کہ ایک حیلہ حنفیہ یہ کرتے ہیں کہ زمین یا مکان کا ایک حصہ خریدنے والا خرید کر فوراً اپنے نابالغ بیٹے کو بہہ کر دے کیونکہ نابالغ پر یمین نہیں آتی جواب یمین اس کے والد پر تو آئے گی اس لئے یہ تو کوئی حیلہ ہے ہی نہیں اس لئے اس کو یہاں ذکر کرنا مناسب نہیں۔

اعتراض اسقاط زکوٰۃ کا تو یہ امام بخاری کا محض بہتان اور اختراع محض ہے امام ابو حنیفہ نے یہ حیلہ اسقاط زکوٰۃ کے لئے کہیں بھی ذکر نہیں فرمایا نہ ہی ان کے شاگردوں نے ذکر فرمایا ہے۔

ثم عمد الی ما شدہ فابطلہ: اور بعض نسخوں میں شدہ: ہے نقطوں کے بغیر یعنی درست کیا۔ دونوں نسخوں کا حاصل یہی ہے کہ دلیل قائم کی۔ حنفیہ پر اعتراض کا حاصل یہ ہے کہ حنفیہ نے پہلے تو پڑوسی کے لئے شفعة دلیل سے ثابت کیا پھر اسقاط کا حیلہ بتلا کر اس کو ساقط کر دیا اور۔

ان اشترئ داراً: سے مراد خریدنے کا ارادہ ہے۔ حیلہ کا حاصل یہ ہے کہ بیچنے والا زمین یا مکان کے دو حصے کر دے ایک حصہ چھوٹا ہو اور وہ پڑوسی کے مکان یا زمین کے ساتھ ساتھ ہو اور دوسرا حصہ بڑا ہو وہ باقی زمین یا مکان ہو۔ اب پڑوسی کو صرف چھوٹے حصے کو خریدنے کا حق ہوگا اور بہت چھوٹا ہونے کی وجہ سے وہ اس کو نہ خریدے گا۔

جواب: (۱) صرف چھوٹے حصہ میں حق شفعة پڑوسی کو حاصل ہوا اس کو اس نے خود ہی گھسیا سمجھ کر چھوڑ دیا ہم نے اس کو منع نہیں کیا اور بڑے حصے میں اس کو حق شفعة ثابت ہی نہیں اس لئے ہم نے اس کا کوئی نقصان نہ کیا (۲) اگر یہ حیلہ ایسے پڑوسی سے بچنے کے لئے کیا ہے جو کفار یا ظالم یا فاسق ہے تو اس حیلہ کے جائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے اور اگر ایسا نہیں ہے تو ہم بھی اس حیلہ کو جائز قرار نہیں دیتے۔ قلت لسفیان ان معمراً لم یقل ہکذا:۔ حضرت علی بن عبد اللہ فرما رہے ہیں کہ میں نے اپنے استاد حضرت سفیان بن عیینہ سے کہا کہ حضرت معمر نے تو ایسا نہیں کہا جیسے آپ کہہ رہے ہیں پھر حضرت معمر نے کیسے کہا ہے اس کی تین تقریریں ہیں (۱) حضرت معمر نے حدیث مرفوعہ ذکر کی ہے باقی قصہ ذکر نہیں کیا چنانچہ صرف مرفوعہ روایت نسائی میں اس سند سے ہے۔ عن عبد اللہ بن المبارک عن معمر عن ابراہیم بن میسرہ عن عمرو بن الشریح عن ابیہ:۔ (۲) حضرت معمر نے حضرت ابو رافع سے نہیں بلکہ کسی اور صحابی راوی سے نقل کی ہے (۳) حضرت معمر نے صرف شفعة کا ذکر کیا ہے۔ شفعة الجار کا ذکر نہیں کیا پھر ان تین

باب احتیال العامل لیهدی له:

غرض یہ کہ ایسا کرنا مکروہ ہے اور عامل اسے کہتے ہیں جو دوسرے کا کام اپنے ذمہ لے لے مال وغیرہ میں۔ بصر عینی وسمع اذنی:۔ یہ حضرت ابو حمید کا مقولہ ہے جیسا کہ ایک روایت میں تصریح ہے۔ الجار احق بصقبة:۔ اس حدیث کا تعلق گذشتہ باب سے ہے کسی ناقل کی خطا معلوم ہوتی ہے۔ ولا خبثة:۔ عہد رقیق کی نفی مقصود ہے کیونکہ حدیث رقیق کے متعلق وارد ہوئی ہے یعنی اگر کوئی مالک میرے سوا نکل آیا تو میں رقم واپس کرنے کا ذمہ دار ہوں دوسرے معنی یہ بھی کئے گئے ہیں کہ میں ذمہ دار ہوں کہ یہ غلام ہے آزاد نہیں ہے اگر آزاد نکل آئے تو میں رقم کا ذمہ دار ہوں۔ ولا غائلة:۔ میں ذمہ دار ہوں کہ مشتری کے شے ضائع نہ ہوں گے۔ فاجاز

هذا الخداع بین المسلمین:۔ امام بخاری کا مقصد یہاں حنفیہ پر چار اعتراض ہیں (۱) مشتری کو بعض صورتوں میں نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے جواب مشتری اپنی رضامندی سے یہ نقصان اٹھا رہا ہے اس صورت میں گناہ نہیں ہوتا (۲) اس پر اجماع ہے کہ جو مشتری کے ذمہ ہے وہی شفعہ پر واجب ہوتا ہے۔

جواب: یہ اجماع کا دعوی غلط ہے بعض صورتوں میں فرق ہو سکتا ہے جیسے مذکورہ صورت میں فرق ہے (۳) اس پر اجماع ہے کہ استحقاق اور عیب کی وجہ سے واپس کرنے میں کوئی فرق نہ ہونا چاہیے یہاں فرق ہے۔

جواب: یہ اجماع بھی ثابت نہیں ہے بعض صورتوں میں فرق ہو جاتا ہے جیسا کہ مذکورہ صورت میں فرق ہوا (۴) اسقاط حق شفعہ پایا گیا۔ جواب کا فرق ظالم فاسق سے بچنے کے لئے حیلہ کی گنجائش ہے اور اگر ایسا نہیں ہے تو ہم بھی حیلہ کو جائز نہیں سمجھتے امام بخاری یہاں بھی جواز اور نفاذ میں فرق نہیں کر رہے حالانکہ دونوں میں فرق ہے۔ الجار احق بصقبة:۔ اس کا تعلق گذشتہ باب سے ہے کسی ناقل کی غلطی ہے۔

کتاب التعبير

رابطہ یہ ہے کہ جب امام بخاری بیداری کے اکثر احکام سے فارغ ہوئے تو نیند کی طرف مائل ہوئے غرض خوابوں کی تعبیر کا بیان ہے پھر تعبیر عبور سے ہے کیونکہ تعبیر دینے والا خواب کے ظاہر سے باطن کی طرف گزرتا ہے اور صور مثالیہ سے معانی منقولہ کی طرف گزرتا ہے اور تاویل رویا کے معنی ہیں۔ تفسیر الرؤیا بما یؤول الیہ امرها و بیان عاقبتھا:۔ پھر رویا وہ ہے جس کو سونے والا نیند میں دیکھتا ہے اور رویہ وہ چیز ہے جس کو دیکھنے والا بیداری میں دیکھتا ہے پھر رویا کا زیادہ استعمال خیر میں ہوتا ہے اور حلم کا زیادہ استعمال شر میں ہوتا ہے۔ اسی لئے حدیث پاک مرفوع میں وارد ہے۔

الرؤیا من الله والحلم من الشیطان

باب اول ما بدئ به رسول الله صلی الله علیہ وسلم من الوحی الرؤیا الصالحة

غرض خوابوں کی عزت بڑھانا ہے اس حیثیت سے کہ یہ نبوت کے مبادی ہیں جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب دیکھا تھا کہ گیارہ ستارے اور چاند اور سورج ان کو بجدہ کر رہے ہیں یہ نبوت کا مبداء تھا۔ فقال اقرا۔ (۱) ایک نندے میں سورۃ علق کی شروع کی پانچ آیتیں لکھی ہوئی تھیں جیسا کہ ایک روایت میں ہے (۲) جیسے میں کہتا ہوں ویسے پڑھئے میرے پیچھے پیچھے پڑھئے ترجف بوادرہ کندھے اور گردن کے درمیان والے گوشت کو باد رہ کہتے ہیں اس کی جمع بوادرہ فیسکن لذلك جاشہ اس سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اضطراب کو سکون ہو جاتا تھا۔

باب رؤیا الصالحین

غرض عام صالحین کے خوابوں کا بیان ہے اور صالحین وہ ہیں جو حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرتے ہیں ان کے خوابوں پر شیطان کا غلبہ کم ہوتا ہے اور غیر صالحین پر زیادہ ہوتا ہے الرؤیا الحسنیہ من الرجل الصالح جزء من ستہ واربعمین جزء من النبوۃ (۱) نبی کی

خواب کی وحی نبی کی بیداری کی وحی کا چھیلیسواں حصہ ہے اسی صورت میں رجل صالح سے مراد نبی ہی ہے (۲) رجل صالح عام ہے۔ خواب سچا بھی ہوتا ہے جھوٹا بھی ہوتا ہے جو شیطان کی طرف سے ہوتا ہے یا دن کے خیالات اچھے یا بُرے نظر آتے ہیں تو ان میں سے سچا خواب ۴۶ میں سے ایک ہوتا ہے اس لئے نبوت کا حقیقی جزو مراد نہیں ہے بلکہ نبوت سے موافقت مراد ہے کہ عام نیک لوگوں کے خوابوں میں سے چھیلیسواں حصہ موافق نبوت کے ہوتا ہے اور سچا ہوتا ہے (۳) نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو چھ ماہ خواب آئے اور پھر ۲۳ سال وحی نازل ہوئی اس لئے یہ خواب اس وحی کا چھیلیسواں حصہ ہے پھر عدد جو مختلف آئے ہیں ان کی دو توجہیں ہیں (۱) ہجرت کے موقعہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے چھیلیسواں حصہ نزلت کا قرار دیا اپنے خوابوں کو کیونکہ چھ ماہ خواب آچکے تھے اور ۱۳ سال وحی آچکی تھی یہ چھ ماہ ۱۳ سال کا چھیلیسواں حصہ بنتے ہیں ایسے ہی ۲۰ سال کے بعد چالیسواں حصہ قرار دیا ۲۲ سال کے بعد چالیسواں حصہ ۱۴۴/۱ قرار دیا۔ پھر ساڑھے بائیس سال کے بعد ۱۴۵/۱ قرار دیا اور ۵۰/۱ جو آیا ہے یہ جبر کسر ہے کیونکہ چالیس کی دہائی کے بعد پچاس کی دہائی ہوتی ہے اس لئے چالیس اور پچاس کے درمیان کے سب حصوں کو ۵۰/۱ کہہ سکتے ہیں اور بعض روایات میں ۷۰/۱ ہے تو یہ مبالغہ ہے کہ بہت جھوٹا حصہ ہے باقی روایتیں ضعیف ہیں (۲) رجل صالح سے مراد ہر نیک انسان ہے مختلف حالات کے لحاظ سے مختلف درجے خواب کے ہیں زیادہ نیک کے لئے ۱۴۶/۱ کم نیک کے لئے ۷۰/۱ اور میانہ نیک کے لئے درمیانے درجے ہیں پھر حدیث پاک میں مقصود نبوت کی فضیلت کا اظہار ہے کہ جب خواب بھی سچے ہوتے رہتے ہیں تو نبوت تو خوابوں سے ۴۶ درجے اقویٰ ہے وہ بطریق اولیٰ سچی ہے۔

باب الرؤیا من اللہ

غرض یہ بیان کرنا ہے کہ اچھے خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور برے خوابوں کو شریعت میں حرام کہتے ہیں اور اچھے خوابوں کو رؤیا کہتے

باب الرؤیا الصالحة جزء

من ستة واربعین جزء من النبوة

غرض اس حدیث پاک کا اور اس کے مضمون کا بیان کرنا ہے۔

باب المبشرات

غرض خوابوں کی ایک قسم مبشرات کا بیان ہے کیونکہ خوابوں کی دو قسمیں ہیں مبشرات اور منذرات اور ترمذی اور ابن ماجہ میں وارد ہوا ہے اور امام حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا ہے عن عبادۃ بن الصامت حق تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیریں لہم البشرى فى الحياة الدنيا مرفوعاً ہی الرؤیا الصالحة پھر بعض دفعہ سب خوابوں کو مبشرات کہہ دیتے ہیں کیوں نمبر (۱) تغلبنا (۲) انذار سے مقصود بھی کسی مصیبت کی تیاری کرنا ہوتا ہے اس لحاظ سے وہ بھی معنی تبشیر ہی ہوتی ہیں لم یبق من النبوة الا المبشرات نبوت سے پہلے بھی خواب تھے بعد میں بھی خواب باقی رہے اس لحاظ سے نبوت کے شروع اور آخر میں مناسبت پیدا ہوگئی کہ پہلے بھی مبشرات بعد میں بھی مبشرات۔

باب رؤیا یوسف علیہ السلام

غرض حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب کا بیان ہے کہ گیارہ ستاروں کا سجدہ دیکھا جو گیارہ بھائیوں کے سجدہ کی صورت میں ظاہر ہوا۔

باب رؤیا ابراہیم علیہ السلام

غرض اس خواب کا بیان ہے پھر نہ اس باب میں مرفوع منہ روایت ہے نہ گذشتہ میں۔ کیوں (۱) آیات پر اکتفاء فرمایا (۲) شرط پر نہ ملی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں بیٹا دیکھا لیکن ذبح واقع ہوئی دنبہ پر البتہ خود ذبح یعنی واقع ہوئی کہ خواب میں ذبح کا عمل تھا اور بیداری میں بھی ذبح ہی کا عمل تھا۔

باب التواطؤ علی الرؤیا

غرض یہ بتلانا ہے کہ جیسے روایت میں تعدد طرق صدق پر دلالت کرتا ہے ایسے ہی رؤیا میں بھی تعدد موافقت صدق پر دلالت کرتی ہے۔

باب رؤیا اهل السجون

والفساد و الشرک

غرض یہ کہ ان لوگوں کی خوابیں کبھی سچی ہوتی ہیں کبھی نہیں لیکن کسی صورت میں بھی اس کو نبوت کا جز نہیں کہا جاسکتا جیسے کاہن کی بھی کوئی بات سچی نکل آتی ہے۔

باب من رانی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

فی المنام

غرض یہ ہے کہ یہ دیکھنا سچا ہے۔ مَنْ رَانِی فِی الْمَنَامِ فِیْسِرَ اَنِی فِی الْیَقِطَةِ اس کے مختلف معانی کئے گئے ہیں (۱) نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جس نے ایمان لانے کے بعد خواب میں زیارت کی ہو اور ابھی بیداری کے زمانہ میں نہ کی ہو تو اس کو ہجرت کرنے کی اور حاضر ہو کر زیارت کرنے کی توفیق ہوگی! (۲) قیامت تک کے لئے فرمایا ہے کہ مجھے خواب میں دیکھنے کے بعد وہ ان سب چیزوں کو بیداری میں دیکھے گا جو میرے ساتھ خواب میں دیکھی ہیں یعنی وہ خواب سچا ہوگا اور میرے سوا خواب کی سب چیزوں کو بیداری میں بھی دیکھے گا (۳) وہ قیامت میں مجھے قرب کے ساتھ دیکھے گا گویا خاتمہ ایمان پر ہو گا۔ (۴) وہ مجھے بیداری میں بطور کرامت دیکھے گا لیکن اس سے صحابی نہ ہوگا۔ پھر صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں یہاں یہ بھی ہے قال ابو عبد اللہ قال ابن سیرین اذا راہ فی صورۃ۔ لیکن محققین کے نزدیک اگر معروف صورت کے غیر میں بھی زیارت ہو پھر بھی وہ سچی خواب ہی ہوتی ہے، اس کی تصریح کی ہے امام نووی نے پھر شکل کی تبدیلی دیکھنے والے کی وجہ سے ہوتی ہے کبھی اس کو ڈرانا ہوتا ہے کبھی بشارت دینی ہوتی ہے اور شکل بدلنے کی بھی تعبیر ہوتی ہے۔ فان الشیطان لا یتمثل بی۔۔ یعنی جیسے بیداری میں شیطان میری شکل میں نہیں آسکتا اسی طرح خواب میں بھی میری صورت میں نہیں آسکتا تا کہ لوگ شبہ سے بچے رہیں کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ تعالیٰ کے نام ہادی کے مظہر اتم ہیں اور شیطان اللہ تعالیٰ کے نام مُعِلّ کا مظہر اتم ہے اور یہ دونوں مظہر ایک دوسرے کی ضد ہیں اس لئے ان میں سے ایک دوسرے کی صورت میں نہیں آسکتا۔ وان الشیطان لا یتزایابی اس کا قصد نہیں کر سکتا کہ میری شکل میں نظر آئے اور ایک روایت میں یوں ہے۔ فان الشیطان لا یتکوننی اس کے معنی کیا ہیں (۱) میرے جیسی صورت میں موجود نہیں ہو سکتا۔ خاصہ صیورت کا ہے (۲) وہ جتکلف میرے جیسا وجود حاصل نہیں کر سکتا خاصہ تکلف کا ہے (۳) میرے جیسا نہیں ہو سکتا شکل میں خاصہ موافقت مجرد کا ہے۔ ای لا یكون مثلی باب رؤیا الیل۔ غرض رات کے خواب کا حکم بتلانا ہے پھر سب سے اعلیٰ اخیر رات ہے پھر آدھی رات پھر شروع رات کا خواب ہے رواہ سمرۃ ان کی روایت کتاب التعمیر کے اخیر میں آئے گی وکان معمرا لا یسندہ حتی کان بعد یعنی حضرت عمر پہلے امام زہری اور حضرت ابن عباس کے درمیان حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ کا واسطہ ذکر نہ فرماتے تھے پھر تسلی ہو گئی تو ذکر فرمانا شروع کر دیا

باب الرؤیا بالنهار

غرض یہ ہے کہ وہ رات کے خواب کے مساوی ہیں یا نہ؟ ظاہر یہی ہے کہ مساوی ہیں۔ جیسا کہ پہلے اثر سے معلوم ہو رہا ہے۔ ام حرام یہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی خالہ تھیں نبیج اس کے معنی ہیں وسط۔

باب رؤیا النساء

غرض یہ ہے کہ عورتوں کے خواب بھی رؤیا صالحین میں داخل ہیں۔ سوال اس روایت میں جو اس باب میں پہلی ہے خواب کا ذکر نہیں ہے جواب اس کے فوراً بعد والی میں ہے یہ اس کی تہمید ہے۔

باب الحُلُم من الشیطان

غرض اس حدیث پاک کا اور اس کے مضمون کا بیان ہے۔

باب اللبن

غرض یہ ہے کہ دودھ خواب میں دیکھے تو اس کی تعبیر علم ہوتی ہے۔

باب كشف المرأة في المنام.

غرض یہ بتلانا ہے کہ خواب میں کسی عورت کے چہرے سے کپڑا ہٹانے کی تعبیر یہ ہے کہ اس سے اس خواب دیکھنے والے کا نکاح ہوگا۔

باب الحریر فی المنام

غرض یہ بتلانا ہے کہ ریشمی کپڑے کی تعبیر علم دین ہے کہ جیسے ریشمی کپڑا سب کپڑوں سے افضل ہے اسی طرح علم دین سب علوم سے افضل ہے پس حدیث پاک میں اشارہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ پر علم دین احاطہ کرے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کیونکہ دین کے دو ٹکٹ نفل کرنے والی ہماری امتاں حضرت عائشہ صدیقہؓ ہی ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہا وعن سائر الصحابة۔ اجمعین۔

باب المفاتيح في اليد

اس کی تعبیر بتلانی مقصود ہے کہ مال اور عزت اور غلبہ اور نیکی اور علم اور حکمت ہے۔

باب التعليق بالعروة والحلقة

اس کی تعبیر بتلانی مقصود ہے کہ دین کو مضبوطی سے پکڑنا اور اس میں اخلاص اختیار کرنا ہے۔

باب عمود الفسطاط تحت و سادته

اس کی تعبیر بتلانی مقصود ہے کہ دین ہے اور فسطاط یعنی بڑا خیمہ بامس پر لگانا قیوۃ سے یا کسی بادشاہ سے لڑائی کر کے غلبہ حاصل کرنا ہے اس باب کی حدیث تلاش کرنے کی امام بخاری کو مہلت ہی نہ ملی۔

باب الاستبرق و دخول الجنة

موئے ریشم کو استبرق کہتے ہیں اس کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر دین اور علم دین حاصل ہوتا ہے کیونکہ جیسے استبرق کپڑوں میں افضل ہے ایسے ہی علم دین علوم میں افضل ہے۔

باب القيد في المنام

اس کی بھی تعبیر بتلانی مقصود ہے کہ دین میں ثابت قدمی ہے اذا اقترب الذمان لم تكذب تكذب رؤيا المؤمن۔ قرب قیامت میں مؤمن کو سچے خواب زیادہ آئیں گے کیونکہ اس زمانہ

کیوں (۱) دودھ بالکل شروع میں بچہ پیتا ہے اور علم بھی سب عبادات کے شروع میں ضروری ہے (۲) دودھ سے بچے کی زندگی ہے اور علم سے دل کی زندگی ہے۔

باب اذا جرى اللبن في اطرافه او اظافيره

غرض یہ ہے کہ ایسا ہونا علم کا بدن میں اور دل میں پھیلنا ہے اور ما قبل سے فرق یوں ہے کہ گزشتہ باب میں نفس لبن تھا یہاں سرلیہ لبن ہے۔

باب القميص في المنام

غرض لباس کی تعبیر کا ذکر ہے۔

باب جر القميص في المنام

غرض قمیص کو زمین پر گھسیٹنے کی تعبیر کا ذکر ہے گزشتہ باب میں قمیص کی کمی بیشی کا ذکر تھا۔ اب زمین پر گھسیٹنے کا ذکر ہے پھر قمیص کی تعبیر دین کیوں ہے (۱) جس طرح قمیص بدن ڈھانپتی ہے اسی طرح دین گناہوں کو ڈھانپتا ہے (۲) ولباس التقویٰ ذلک خیر اور خواب میں گھیننا موت کے بعد اثباتی رہنے کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔

باب الخضر في المنام والروضة الخضراء

اس کی تعبیر بتلانی مقصود ہے کہ اسلام ہے کیونکہ اسلام ہمیشہ کے لئے ہی تر و تازہ ہی ہوتا ہے اس میں کمزوری اور مرجھانا نہیں ہے اگرچہ اس پر عمل کرنے والوں میں کمزوری آجائے۔ کیونکہ اسلام اللہ تعالیٰ کے حکم کا نام ہے جب اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی قوی ہیں تو ان کا حکم بھی ہمیشہ قوی ہے اور کھانے کی تعبیر جنت کے پھل کھانا ہے حدیث شریف میں ہے ارتعوا من رياض الجنة یعنی خلق الذکر کانما عمود و ضع فی روضة خضراء عمود کی تعبیر (۱) ارکان خمسہ (۲) کلمہ شہادت اور روضہ کی تعبیر وہ سب چیزیں جن کا تعلق دین سے ہے الوصیف خادم اخذ بالعروة الوثقى مضبوط رستہ کی تعبیر ایمان اور توحید اور اخلاص ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی کلام میں یہ بھی اشارہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ شہید نہ ہوں گے بلکہ بسترِ پرفتوح ہوں گے۔

باب الوضوء فی المنام

غرض اس کی تعبیر کا بیان ہے پھر کیا تعبیر ہے (۱) بادشاہ تک پہنچنے کا راستہ مل جائے گا اور اپنے مخالف پر غالب آجائے گا۔ (۲) عمل صالح کا راستہ ملے گا اور اگر وضو پورا کرنا خواب میں دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ بیداری میں مراد پوری ہوگی۔

باب الطواف بالكعبة فی المنام

غرض اس کی تعبیر بتلانا ہے پھر معبرین کے اقوال اس میں مختلف ہیں (۱) حج (۲) نکاح (۳) بادشاہ سے مقصد حاصل ہونا (۴) والدین کی خدمت کی توفیق (۵) کسی عالم کی خدمت کی توفیق ابن قطن یہ ایک شخص تھا جو کہ زمانہ جاہلیت میں فوت ہو گیا تھا۔

باب اذا اعطى فضله غیره فی المنام

غرض اس کی تعبیر کا بیان ہے کہ جس کو دیا وہ اس دینے والے سے فائدہ اٹھائے گا بیداری میں۔

باب الا من وذهب الروح فی المنام

غرض اس کی تعبیر کا بیان ہے کہ خوف ہوگا بیداری میں اور اگر کوئی خواب میں خوف دیکھے تو بیداری میں اس کے برعکس امن ملے گا مقمعة گرز یعنی لوہے کا ڈنڈا جس کے کنارے پر لوہے کی گیند ہوتی ہے اس سے ہاتھی چلاتے ہیں۔ شفیق: کنارہ۔

باب الاخذ علی الیمین فی النوم

اس کی تعبیر بتلانا مقصود ہے کہ آخرت میں اصحاب یمین میں سے ہوگا۔

باب القدح فی النوم

اس کی تعبیر بتلانا مقصود ہے پھر وہ کیا ہے (۱) کسی عورت سے نکاح ہو جائے گا (۲) کسی عورت سے مال ملے گا اور اگر شیشے کا پیالہ دیکھے تو تعبیر یہ ہے کہ کچھ خفیہ چیزیں ظاہر ہوں گی اور اگر سونے کا پیالہ دیکھے تو اچھی شام ملے گی۔

باب اذا طار الشئ فی المنام

غرض اس کی تعبیر بتلانا مقصود ہے کہ وہ چیز ختم ہو جائے گی۔ العنسی اس سے مراد اسود عنسی ہے جس کو اسود صغائی بھی کہتے تھے اس کا

میں مؤمن اچھی ہوگا اس لئے اللہ تعالیٰ اس کو اچھے خوابوں سے مانوس فرمائیں گے جیسے ابتداء نبوت میں مانوس کیا گیا۔

باب العین الجارية فی المنام

جاری چشمے کی تعبیر بتلانی مقصود ہے پھر وہ کیا ہے اس کی دو تقریریں ہیں (۱) اگر صاف ہو تو عمل صالح ہے ورنہ نہیں (۲) اس کی تعبیر ہے وہ عمل جو موت کے بعد بھی باقی رہے جیسے کنواں اور علم۔

باب نزع الماء من البئر حتی یروی الناس

اس کی تعبیر بتلانی مقصود ہے کہ ایسے شخص کے ہاتھ پر خیر کثیر ظاہر ہوگی اور لوگ اس سے نفع اٹھائیں گے تحولت بدل گیا چھوٹے کی جگہ بڑا ڈول آگیا۔ عبقر یا ماہر بفری فریہ عمدہ عجیب عمل صالح کرے ضرب الناس بعتن۔ اونٹ کے لئے عطن ایسے ہی ہے جیسے انسانوں کے لئے وطن ہے لیکن زیادہ استعمال حوض کے ارد گرد اونٹ کے بیٹھنے کی جگہ پر ہوتا ہے۔

باب نزع الذنوب والذنوبین من البئر بضغف

بھرے ہوئے ڈول کو ذنوب کہتے ہیں بس تعبیر یہ ہوئی کہ خلافت جلیلہ ملے گی مدت قلیلہ کے لئے۔

باب الاستراحة فی المنام

یہ بتلانا مقصود ہے کہ خواب میں جو شخص دوسرے کو آرام پہنچائے وہ خلیفہ ہوتا ہے اس کا جس کو آرام پہنچا رہا ہے پھر اہل تعبیر نے ذکر کیا ہے کہ خواب میں چٹ لیٹنا یعنی سیدھے لیٹنا اس کی تعبیر ہے کہ قوت ملے گی اور پیٹ کے بل لئے لیٹنا اس کی تعبیر یہ ہے کہ کمزوری ہوگی۔ تولی الناس والحوض یتفجعو لوگ خوب سیراب ہو کر واپس چلے گئے۔ حالانکہ حوض پانی سے بھرا ہوا تھا اور اچھل رہا تھا۔

باب القصر فی المنام

غرض اس کی تعبیر بتلانا ہے کہ محل خواب میں دیکھے پھر کیا تعبیر ہے (۱) اگر نیک آدمی دیکھے تو تعبیر یہ ہے کہ عمل صالح کی توفیق ہوگی اور اگر کوئی غیر صالح دیکھے تو تعبیر ہے کہ اس کے قید ہو جانے کا خطرہ ہے (۲) اس کی تعبیر ہے کہ عنقریب نکاح ہو جائے گا۔

کا جام شہادت نوش فرمانا ہے اور تلوار کا جڑ جانا دوبارہ حضرات صحابہ کرام کا جمع ہونا اور فتوحات کا حاصل ہونا ہے جیسے فتح خیبر اور فتح مکہ

باب من کذب فی حُلْمہ

اس کا گناہ ہونا بتلانا ہے۔

باب اذا رأى ما يُكره فلا يخبر بها ولا يذكر
غرض یہ بتلانا ہے کہ بُری خواب کسی سے ذکر نہ کرے بلکہ تعوذ پڑھے۔

باب من لم يروها لاول عابر اذا لم يصب
غرض یہ ہے کہ یہ جو روایت میں آیا ہے کہ پہلے تعبیر دینے والے پر مدار ہے یہ صرف اسی وقت ہے جبکہ درست تعبیر دے ورنہ اس تعبیر پر مدار نہ ہوگا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبرؓ کو تعبیر میں واطأت بعضاً فرمایا تھا پھر بعض نے فرمایا ہے کہ خواب کے لئے ایک حقیقت ثابتہ ہوتی ہے کیونکہ اصبت بعضاً

واخطأت بعضاً فرمایا۔ امام بخاری بھی اسی طرف گئے ہیں لیکن بعض نے فرمایا ہے کہ خواب مقبر کی تعبیر کے تابع ہوتا ہے کیونکہ ابو داؤد میں مرفوعاً وارد ہے الرؤيا على رجل طائر ما لم يعبر فاذا عبرت وقعت قال لا تقسم: اس ارشاد کے پیش نظر بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ اب کسی کے لئے مناسب نہیں ہے کہ یہ بیان کرے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا غلطی ہوئی کیونکہ جب خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے غلطی بیان نہیں فرمائی تو ہمیں بھی بیان نہیں کرنی چاہئے لیکن بعض حضرات نے غلطی کا ذکر کیا بھی ہے اور اس میں تین قول ہیں کہ غلطی کیا تھی؟ (۱) سنن وعسل کا مصداق قرآن وسنت تھے آپ نے قرآن پاک کی ز می اور مٹھاس قرار دیا۔ (۲) خطایہ تھی کہ میری موجودگی میں آپ نے تعبیر دی۔ (۳) خطایہ تھی کہ آپ نے خلافت کی تصریح نہیں کی۔ پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے لا تقسم کیوں فرمایا۔ اس کی بھی مختلف تقریریں ہیں (۱) آپ جب غور کریں گے تو خود ہی غلطی معلوم ہو جائے گی مجھے قسم دے کر نہ پوچھو (۲) سی کے ٹوٹنے کی تفسیر و تفصیل بیان کرنی مناسب نہیں ہے (۳) خطا بتانے میں آپ کو ڈانٹنا پڑے گا کہ میری موجودگی میں کیوں تعبیر دی اور لوگوں

لقب ذوالحمار تھا کیونکہ اس نے ایک گدھے کو سکھایا تھا کہ جب اس کو کہتا سجدہ کر تو وہ سر کو جھکا دیتا تھا اور بعضوں نے ذوالحمار لقب نقل کیا ہے بالحاء المعجمة کیونکہ وہ ہر وقت کوئی نہ کوئی کپڑا سر پر اوڑھتا تھا۔

باب اذا رأى بقرًا تنحر

غرض اس کی تعبیر بتلانی مقصود ہے پھر وہ تعبیر ہر مقام کے مناسب ہوتی ہے اس مقام پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احد میں بعض صحابہ کرام کے شہید ہونے سے فرمائی۔ کیونکہ گائے کا سینک مجاہدین کے نیزے جیسا ہوتا ہے اور ذبح شہید ہونا ہے۔ واللہ خیر۔ یعنی یہ لفظ خواب میں سنا اور اس کے معنی تھے کہ مقبول حضرات کے لئے اللہ تعالیٰ کا خواب دنیا میں رہنے سے بہتر تھا اس کے علاوہ اس کا مصداق وہ بھلائی بھی تھی جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں دی بصورت فتح خیبر و فتح مکہ یا غنیمت بدر اور ثواب بدر۔

باب النفخ في المنام

غرض پھونک مارنے کی تعبیر کا بیان ہے یعنی سہولت سے دور کر دینا کیونکہ پھونک مارنا تو آسان کام ہے پھونک مارنے والے کے لئے۔

باب اذا رأى انه اخرج الشيء

من كورة فاسكنه موضعاً اخر

ایک جانب کو کورہ کہتے ہیں اور ایک نسخہ میں کورہ ہے جو کاف کے ضمہ اور فتح کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ اس کے معنی ثقب البیت کے ہیں کمرے کا سوراخ دونوں صورتوں میں مقصد اس کی تعبیر ہے یعنی بلاء اور بلاء کا ایک جگہ سے نکل کر دوسری جگہ جانا۔

باب المرأة السوداء

اس کی تعبیر بتانی مقصود ہے اور وہ بلاء اور بلاء ہے۔

باب المرأة الثائرة الرأس

غرض اس کی تعبیر بتلانا ہے کہ بلاء اور بلاء وہی ہے۔

باب اذا رأى انه هز سيفاً في المنام

غرض اس تلوار ہلانے کی تعبیر کا بیان ہے کہ ہلانا لڑائی کا حکم فرمانا ہے اور تلوار صحابہ کرام ہیں اور تلوار کا ٹوٹنا حضرت سے حضرات صحابہ کرام

جائے کہ کون ان میں سے مخلص ہے کون نہیں ہے کیونکہ اس امت میں عمومی عذاب نہیں ہے جس سے مؤمن و کافر یا مخلص و غیر مخلص کا ظہور ہو جائے پھر فتنہ کی پانچ قسمیں ہیں (۱) انسان کے دل میں ایسی حالت پیدا ہو جاتی ہے کہ نیکی اور مناجات میں لذت نہیں آتی (۲) بیوی بچوں میں مخالفت اور گھر میں بد انتظامی (۳) سمندر کی موج کی طرح فتنہ جس میں کئی گھر برباد ہوتے ہیں اور بلا استحقاق خلافت کی طمع پیدا ہوتی ہے (۴) بے دینی کا فتنہ جس میں لوگ انسانیت کے تقاضے سے بدل جاتے ہیں (۵) آسمانی آفتیں جیسے آندھی، دباؤ زمین میں دھنسا۔ زلزلہ آگ لگنا وغیرہ پس قیامت کی نشانیاں ان سب فتنوں کو شامل ہیں۔

باب ما جاء فی قول الله تعالى واتقوا فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصة

غرض اس آیت کی تفسیر ہے حضرت زبیر ابن العوامؓ نے ۳۶ھ میں فرمایا جنگ جمل کے موقع پر ما علمت انا اردنا بهذه الاية الا اليوم وما كُنْتُ اظنُّها الا فيمن خوطب ذلك الوقت اسی طرح کی تفسیر حضرت حسن بصریؒ اور حضرت سدیؒ سے بھی منقول ہے وما كان النبي يحذر من الفتن اس کا عطف قول اللہ تعالیٰ پر ہے اور ما مصدریہ ہے یعنی

باب فی تحذیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الفتن امام بخاریؒ اس طرف اشارہ فرما رہے ہیں کہ فتنے زیادہ تر دین میں تبدیلی اور بدعات پیدا کرنے سے شروع ہوتے ہیں جیسا کہ اس باب کی احادیث سے ظاہر ہے سَخَقَاؤُورِی کو خلق کہتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ ان کو رحمت سے دور کرے انک لا تدری مَا بَدَأَ لَوْ اَبْعَدَكَ اس کا مصداق کون ہیں (۱) مرتدین (۲) مبتدعین (۳) ہر مبتدع اور ظالم اور مرتد۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم

سترون بعدی اُمورًا تنکرونها.

غرض انصار کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جو صبر کا مشورہ دیا تھا

کے سامنے آپ کو ڈانٹنا مناسب نہیں ہے (۴) خطا بتاتے وقت خلفاء کے ناموں کی تصریح کرنی پڑے گی اور یہ مناسب نہیں ہے۔

باب تعبیر الرؤیا بعد صلوٰۃ الصبح:

غرض یہ ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ فجر کی نماز کے بعد تعبیر بیان کی جائے کیوں (۱) یہ وقت خواب دیکھنے کے قریب ہے پس اس وقت زیادہ احتمال ہے کہ خواب بیان کرنے والا نہ بھولے (۲) یہ برکت کا وقت ہے اس میں دن اور رات کے فرشتے جمع ہوتے ہیں تعبیر بیان کرنے میں برکت ہوگی غلطی نہ ہوگی (۳) تعبیر بیان کرنے والے کا ذہن اس وقت حاضر ہوتا ہے تعبیر بیان کرنے میں آسانی ہوگی۔

یہوی بالصخرة: اس پر پتھر گراتا ہے۔ فیثلغ رأسہ: اس کا سر پھاڑتا ہے۔ فیتهد هذه الحجر: پتھر اس سے نیچے لڑھک جاتا ہے۔ ضوُ ضوُا: وہ چیختے ہیں۔ فیفغرله فاه فیلقمه حجراً: وہ اس کے لئے منہ کھولتا ہے تو وہ دوسرا آدمی اس کے منہ میں پتھر ڈالتا ہے۔ کرہ المرأة: بد صورت۔ یحشها: جلانے کے لئے حرکت دے رہا ہے۔ مُعْتَمَةً: زیادہ پودوں والا۔

واذا حول الرجل من اکثر ولد ان رایتهم قط: حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یہ الفاظ دلالت کرتے ہیں کہ مشرکین کی اولاد جنتی ہے لیکن اس پر اشکال ہے کہ یہاں صرف کثرت ہے دنیا کے بچوں کو دیکھنے کے لحاظ سے اور یہ کثرت اضافی ہے کہ میں نے جتنے بچے دنیا میں دیکھے ہیں یہاں ان سے زیادہ تھے اس سے احاطہ لازم نہیں آتا کہ سب بچے جنت میں دیکھے ہیں اس لئے یہ الفاظ اولاد مشرکین کے جنتی ہونے پر دلالت نہیں کرتے واولاد المشرکین یعنی جو بالغ ہونے سے پیشتر فطرت پر فطرت ہو گئے وہ جنتی ہیں اور جو بالغ ہو کر یہودی عیسائی وغیرہ بن گئے وہ جنت میں نہیں جائیں گے۔

کتاب الفتن

رابطہ یہ ہے کہ خیر کے بعد شر کا ذکر ہے پھر فتنہ کے معنی امتحان کے ہیں یہ امتحان قیامت سے پہلے ہوگا تا کہ مسلمانوں کا امتحان کیا

کپڑوں والی حکم میں نگی کے ہے۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم
من حمل علینا السلاح فلیس منا
غرض یہ بتلانا ہے کہ جو بلا وجہ مسلمانوں پر حملہ کرے اس کا فعل
کافروں جیسا ہے۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم
لا ترجعوا بعدی کفاراً یضرب

بعضکم رقاب بعض

غرض یہ ہے کہ مسلمانوں کا آپس میں لڑنا کفر کے مشابہ ہے وعن
رجل اخر اس سے مراد حضرت حمید بن عبدالرحمن بن عوف ہے
جیسا کہ صحیح بخاری کی کتاب الحج میں گذر چکا ہے۔ و ابشار
کُم:۔ یہ جمع ہے دُشُر کی ظاہری کھال مراد جسم ہے۔ فکان
کذلک:۔ ایک تقریر یہی ہے کہ یہ حضرت ابن سیرین کی
طرف سے مندرج ہے باقی تفصیل گذر چکی ہے۔ مَا بَہَشْتُ
بقصبة:۔ میں تو ان کے خلاف کا نا نہ اٹھاتا کہ فتنہ نہ ہو۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم
تكون فتنة القاعد فیہا خیر من القائم:۔
غرض یہ کہ بقدر شرکت گناہ ہوگا۔ من تشرف لها
تستشرفه:۔ جو فتنہ کی طرف جھانکے گا تو فتنہ اس کو ہلاکت
کے قریب پہنچا دے گا۔

باب اذا التقى المسلمان بسیفیهما
غرض یہ ہے کہ مسلمانوں کی آپس کی لڑائی جو کہ صرف عصیت کی
بنا پر ہو کہ اپنی قوم کو حمایت کرنی ہے وہ حق پر ہو یا باطل پر یہ دوزخ
میں جانے کا سبب ہے پھر جب مسلمانوں کی آپس میں لڑائی ہو تو
کیا کرے اس میں تین قول ہیں (۱) نہ لڑائی میں شریک ہو اور نہ
اپنی مدافعت کرے۔ یعنی اگر شریک ہوئے بغیر بھی کوئی حملہ کر
دے تو پھر بھی اپنی مدافعت نہ کرے۔ اور آدم علیہ السلام کے بیٹے
ہابیل کی طرح شہید ہو جائے (۲) خود تو لڑائی میں شریک نہ ہو

اس کا بیان ہے اصبر و ا حتی تلقونی علی الحوض۔ یہ
حدیث پاک غزوہ حنین کے باب میں گذر چکی ہے من فارق
الجماعة شبراً مراد یہاں بغاوت ہے۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم
ہلاک امتی علی یدی اغیلمة سفہاء
غرض اس حدیث کا اور اس کے مصداق کا بیان ہے اور وہ مصداق
بنی امیہ کے وہ امراء ہیں جو زبردستی امیر بنے اور اس لئے بہت
سے لوگ ہلاک ہوئے۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم
ویل للعرب من شرّ قد اقترب

غرض اس حدیث پاک اور اس کے مصداق کا بیان ہے اور وہ پہلا فتنہ
ہے یعنی وہ فتنہ جس میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا گیا۔
عقد سفینئ تسعین او مائة:۔ یہاں ابن عیینہ مراد ہیں
توے کا عقد اناٹل یہ ہے کہ سبہ دائیں ہاتھ والی کا کنارہ اسی کی جڑ
سے ملا دیا جائے اس سے چھوٹا سا حلقہ یعنی دائرہ بن جاتا ہے اور
سو کا عقد اناٹل یہ ہے کہ بائیں ہاتھ کی خضر یعنی سب سے چھوٹی
انگی کے کنارے کو اسی کی جڑ سے ملا دیا جائے چونکہ توے اور سو
کے عقد قریب قریب ہیں اسی لئے شک واقع ہوا۔

باب ظہور الفتن

غرض اشارہ ہے فتنوں کی طرف اجمالاً عام اور خاص دونوں قسم
کے فتنوں کی طرف۔ یتقارب الزمان:۔ یعنی قیامت کے
قریب ایسا ہوگا۔ ایک دن سے اتنا ہی نفع اٹھایا جاسکے گا جتنا ایک
گھنٹے سے اٹھایا جاتا ہے۔ اَیْمُ هُوَ:۔ اس کی اصل ہے اَیْمَا۔
یعنی اسی شی اور ہوئی ضمیر لوٹی ہے ہرج کی طرف۔

باب لا یاتی زمان الا الذی بعدہ شرمنہ
غرض یہ ہے کہ فتنے آہستہ آہستہ بڑھتے چلے جائیں گے۔

رب کا سية فی الدنيا عاریة فی الآخرة: (۱)
بہت سی دنیا میں مالدار آخرت میں خالی ہاتھ ہوں گی (۲) باریک

باب قول النبى صلى الله عليه وسلم

الفتنه من قبل المشرق

غرض اس حدیث اور اس کے مضمون کا بیان ہے پھر مصداق کیا ہے (۱) اہل عراق کہ وہ اس زمانہ میں کافر تھے اور ان سے فتنے ظاہر ہوتے تھے (۲) شیعہ کی طرف اشارہ ہے کیونکہ وہ مشرقی علاقوں میں زیادہ پھیلے۔

باب الفتنۃ التی تموج کموج البحر

غرض ایک حدیث کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ صحیح ہے اور وہ مصنف ابن ابی شیبہ میں آتی ہے عن علی موقوفاً ثم فتنۃ تموج کموج البحر۔ قُف:۔ زمین کا ابھرا ہوا حصہ۔ قیل لا سامة الا تکلم هذا:۔ (۱) یعنی آپ حضرت عثمان سے ولید بن عقیقہ کی شکایت کیوں نہیں کرتے۔ (۲) آپ حضرت عثمان سے یہ کیوں نہیں کہتے کہ لوگ غیبت بہت کر رہے ہیں۔ قد کلمته ما دون ان افتح باباً:۔ میں حضرت عثمان سے نرمی اور ادب سے بات کر چکا ان سے لڑ کر فتنہ نہیں پیدا کرنا چاہتا۔ بعد ما سمعت:۔ یعنی میں اس دوزخی شخص کی طرح منافقانہ طرز اختیار کرنا نہیں چاہتا۔ فیطحن فیہا کطحن الحمار برحاه:۔ دوسری روایت میں تفصیل ہے کہ اس کی انتڑیاں نیچے سے باہر نکل آئیں گی اور وہ ان انتڑیوں کے گرد گھومے گا۔ فیطیف بہ اهل النار:۔ اس کے ارد گرد اہل نار حلقہ بنائیں گے۔ باب:۔ تتمہ ہے فتنہ کا حکم بیان کرنے کے لئے کو فتنہ میں بربادی ہوتی ہے۔ یستنفروہم:۔ جنگ جمل کے لئے۔ وکساهما حلّة حلّة:۔ حضرت ابو مسعود نے حضرت عمار اور حضرت ابو موسیٰ کو ایک ایک جوڑا پہنایا کیونکہ حضرت عمار کے کپڑے سفر والے اور لڑائی والے ذرا میلے تھے اور اکیلوں کو جوڑا دینا مناسب نہ سمجھا۔ اس لئے دونوں حضرات کو پہنائے اسی کی کچھ تفصیل اگلی حدیث میں ہے جو آگے بلا فصل آ رہی ہے وہ جمعہ کا دن تھا اور میلے کپڑوں کے ساتھ ان کا جمعہ میں جانا مناسب خیال نہ فرمایا۔

لیکن اگر کوئی اس پر حملہ کرے تو اپنی مدافعت کے لئے لڑے۔ (۳) حق کی تحقیق کرے اور اہل حق کی امداد کے لئے لڑائی کرے یہی قول جمہور صحابہ اور تابعین اور بعد کے حضرات کا ہے۔

باب کیف الا مرادالم تکن جماعة:۔

جواب حدیث پاک میں ہے کہ الگ رہے بس باب کی غرض یہ ہوئی کہ جب کسی ایک امیر پر جمع نہ ہوں تو الگ رہے۔

باب من کره ان یکثر سواد الفتن والظلم

غرض یہ ہے کہ ایسا کرنا ہے مکروہ ہے مسند ابی یعلیٰ میں ہے عن ابن مسعود مرفوعاً من کثر سواد قوم فهو منهم قطع علی اهل المدينة بعث ایک مقدار متعین کی گئی تھی کہ وہ اہل مدینہ سے لی جائے تاکہ حضرت عبداللہ بن زبیر سے مل کر اہل شام سے لڑائی کریں۔

باب اذا بقی فی حثالة من الناس

اس کا جواب طبرانی کی مرفوع روایت میں ہے حضرت ابو ہریرہ سے علیک بخا صتک ودع عنک عوام مهم الوکت جلنے کا اثر المجل جلنے کی وجہ سے چھالا فنقط جلنے سے کھال ابھر جائے اور چھالا بن جائے۔ ولقد اتی علی زمان:۔ یہ حضرت حذیفہ کا اپنا قول ہے اور یہ اسی کی تفصیل ہے جو اس حدیث کے شروع میں ہے رأیت احد هما وانا انتظر الآخر کہ میں نے امانت کا نازل ہونا یعنی قرآن پاک اور دین کا نازل ہونا تو دیکھ لیا ہے اور امانت کا ختم ہو جانا یعنی دین کا کمزور ہو جانا نہیں دیکھا۔

باب التعرب فی الفتنۃ

غرض یہ ہے کہ فتنہ کے زمانہ میں گاؤں میں چلے جانے کو پسند کیا ہے جیسے حضرت ابن عمر اور حضرت محمد بن سلمہ اور حضرت سعد بن جہور نے اسے پسند نہیں کیا جیسا کہ عنقریب تین مذہب گذر چکے ہیں۔

باب التعود من الفتن

غرض رد کرنا ہے اس شخص پر جس نے فتنہ طلب کرنے کو ترجیح دی تاکہ فتنہ کی وجہ سے منافق ختم ہو جائیں۔

باب اذا انزل الله بقوم عذاباً

اس کا جواب حدیث پاک میں ہے اس لئے ذکر نہیں فرمایا۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم

للحسن بن علی ان ابني هذا السعيد

غرض اس حدیث پاک اور اس کے مضمون کا بیان ہے۔

سفیان:۔ یہاں ابن عیینہ مراد ہیں۔ عیسیٰ:۔ حضرت

ابن عباس کی اولاد میں سے تھے۔

حدثنا الحسن:۔ یہ حسن بصری ہیں۔ اری کتیبہ لا

تولی حتی تدبرا خراها:۔ یہاں اخراصہ مراد اس کے

مقابل کا اور خصم کا لشکر ہے یعنی میں اس حضرت حسن بن علی کے لشکر کو

سمجھتا ہوں کہ اتنا سخت ہے کہ پشت نہ پھیرے گا یہاں تک کہ اس

کے مقابل کا لشکر پشت نہ پھیر دے۔ فقال انا:۔ حضرت انور شاہ

صاحب نے فرمایا کہ شاید یہ لفظ انی ہو تشدید نون کے ساتھ اور مقصود

استبعاد ہو کہ بچوں اور عورتوں کی ہم کیسے کفالت کر سکتے ہیں ارسلنی

اسامة الی علی مالی ضرورت کے لئے بھیجا اور ساتھ کہا کہ حضرت علی

پوچھیں گے کہ اسامہ نے میرا ساتھ کیوں نہ دیا لیکن ہذا امر لم ارہ امر

سے مراد قتال المسلمین ہے جب حضرت اسامہ نے مرد اس کو قتل کیا تو

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے اس وقت ارادہ فرمایا کہ کبھی

قتال المسلمین پیٹھم میں شریک نہ ہوں گا۔ فاوقروا الی

راحلتی:۔ میری اونٹنی سامان سے بھر کر میری طرف بھیجی۔

باب اذا قال عند قوم شیئاً

ثم خرج فقال بخلافه

غرض اس کی مذمت ہے کہ بادشاہ کے سامنے اس کی اطاعت کا

اظہار ہو اور باہر آ کر بغاوت کا اظہار ہو جیسے بعض اہل مدینہ نے

یزید بن معاویہ کے ساتھ کیا۔ شمشہ خاص لوگ خصوصی تعلق

والے۔ هذا الرجل اس سے مراد یزید ہے الفیصل (۱) حاجز

(۲) مقاطعہ یعنی قطع تعلق علیہ بالا خانہ۔ يستطعمہ

الحديث بات شروع کر رہے تھے۔

باب لا تقوم الساعة حتی یغبط اهل القبور

غرض یہ ہے کہ موت کی تمنا قیامت کی علامتوں میں سے ہے۔

باب تغییر الزمان حتی یعبدوا الا وثنان

غرض یہ کہ بعض مرتد ہوں گے اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات

کے بعد قرب قیامت میں ہوگا قحطان یہ ابوالحسن ہے اس لئے قبیلہ

یمن مراد ہے اس قبیلہ کے کسی بے دین بادشاہ کی طرف اشارہ ہے۔

باب خروج النار

غرض اس آگ کا ذکر ہے جو جہاز سے اٹھے گی یہ بھی ایک فتنہ ہوگا یہ

اُس آگ کے علاوہ ہے جو بالکل قرب قیامت میں ہوگی امام

قرطبی نے فرمایا کہ ۳ جمادی الاخریٰ ۶۵۲ھ میں زلزلہ آیا پھر آگ

بدھ کی رات سے جمعہ کی دوپہر تک رہی۔ احقر محمد سرور عثمانی عنہ

عرض کرتا ہے کہ تقریباً ۱۴۱۲ھ میں عراق نے جو کویت کے تیل

کے کنوؤں کو آگ لگائی تھی اور ماہ ڈیڑھ ماہ تک بجھائی نہ جاسکی تھی

وہ بھی اس حدیث پاک کا مصداق ہو سکتی ہے۔ تضحیی اعناق

الا بل بصری آگ اس شہر تک پہنچی گی۔

باب: تتمہ ہے ما قبل کا۔ فلا یجد من یقبلها:۔ یہ

حضرت مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہوگا کہ

قرب قیامت کے علم کی وجہ سے لمبی امیدیں کم ہی لگائیں گے۔

اور مال زیادہ ہوگا اس لئے کوئی صدقہ لینے والا ہی نہ ملے گا۔

باب ذکر الدجال

غرض دجال کے فتنے کا بیان ہے وہ دجال اخیر زمانہ میں ظاہر ہوگا

اور خدا ہونے کا دعویٰ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے اپنے

بندوں کا امتحان لیں گے اور اس کو کئی چیزوں کی پہلے قدرت دی

جائے گی پھر اس کا عجز ظاہر کیا جائے گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام

اس کو قتل کریں گے۔ پھر لفظ دجال دجل سے ہے جس کے معنی

ہیں ڈھانپنا وہ حق کو باطل سے ڈھانپنے گا۔ امتحان کے طور پر اس

کے ہاتھ پر احیاء موتی۔ اتباع کنوز۔ بارش، پودے اگانے کی

چیزیں ظاہر ہوں گی پھر اللہ تعالیٰ اس کے عجز کو ظاہر کر کے اس کے

کذب کو ظاہر فرمائیں گے اور عقلمند کے لئے تو اس کے دو عیوب

پر قادر نہ ہوگا پس خدا کیسے ہو سکتا ہے اس کے علاوہ بھی بہت سی علامتیں اس کے مخلوق ہونے کی ہوں گی مثلاً کھانے کا محتاج پینے کا محتاج پیشاب پاخانے کا محتاج وغیرہ۔

باب لا یدخل الدجال المدینة

غرض یہ بتلانا ہے کہ دجال مدینہ منورہ میں داخل نہ ہو سکے گا۔ نقاب دو پہاڑوں کے درمیان راستہ السباخ شوزمین۔ فیخرج الیہ یومئذ رجل وهو خیر الناس کہا گیا ہے کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام ہوں گے لیکن ابن العربیؒ فرماتے ہیں کہ اس پر کوئی دلیل نہیں ہے فلا یسلط علیہ کیوں؟ (۱) جسم سخت ہو جائے گا (۲) تلوار وغیرہ دجال نہ چلا سکے گا۔ فیجد الملائكة یحرسونہا۔ ظاہر یہی ہے کہ وہ فرشتوں کو دیکھ لے گا اس لئے ڈر کے مارے ان کے قریب نہ جائے گا کیونکہ وہ دیکھے گا کہ فرشتوں کے ہاتھوں میں تلواں ہوں گی۔

باب یا جوج و ما جوج

غرض ان کا ذکر ہے اور یہ دو قسمیں ہیں۔ ایک یا جوج اور ایک ما جوج اور یہ یافث بن نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور یا جوج ما جوج کا ٹکنا قرآن پاک اور حدیث پاک اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ کتاب الاحکام ربط یہ ہے کہ پیچھے کتاب الفتن میں شر کا ذکر تھا اب اصلاح شر کا ذکر ہے خلفاء اور قضاۃ کے احکام کے ذریعہ سے۔ غرض ان احکام کا بیان ہے جن کا تعلق خلفاء اور قضاۃ کے ساتھ ہے اور حاکموں کے ساتھ ہے اور قضاء کی شرطیں اور آداب بیان کرنے مقصود ہیں۔

باب قول الله عز وجل اطيعوا الله

واطيعوا الرسول واولی الامر منکم

امام بخاری کے نزدیک اولی الامر سے مراد حکام ہیں علما نہیں ہیں دوسرا قول یہ ہے کہ فقہاء مراد ہیں۔

باب الامراء من قریش

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ خلیفہ قریش سے یعنی مہاجرین میں سے ہونا

کی وجہ سے اس کا جھوٹ بالکل ظاہر ہوگا ایک اس کا کانا ہونا اور دوسرے اس کے ماتھے پر ک'ف' رکھا ہوا ہونا وہ ان دو عیوں میں سے ایک کو بھی دور نہ کر سکے گا پس اس کو قدرت دینے میں حکمت امتحان کی ہے اور اس کو عاجز کرنے میں حکمت اس کی تذلیل اور کفر کی تذلیل کی ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے طبرانی کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن المعتز صحابی سے ایک ضعیف مرفوع حدیث یوں نقل فرمائی ہے الدجال لیس به خفاء یجی من قبل المشرق فید عوالی الدین فیتبع و یظہر فلا یزال حتی یقدم الکوفة فیظہر الدین و یعمل فیتبع و یحث علی ذلک ثم یدعی انه نبی فیفزع من ذلک کل ذی لب و یفارقه فیمکث بعد ذلک فیقول انا الله فتغشی عینہ و یکتب بین عینہ کفر فلا یخفی علی کل مسلم فیفارقه کل احد من الخلق فی قلبہ منقال حبة من خردل من ایمان انھیں ہوا ہوں علی اللہ من ذلک یعنی یہ خرق عادت بات نہ ہوگی تاکہ مؤمنین گمراہ نہ ہوں۔ وما من نبی الا وقد انذرہ قومہ کیونکہ انبیاء علیہم السلام کو دجال کے نکلنے کا وقت نہیں بتلایا گیا تھا۔ اس لئے ان حضرات کے ذہن میں احتمال تھا کہ ان کے زمانہ میں نکل آئے گا۔ اس لئے اپنی قوم کو ڈرایا پھر اس حدیث کے بعض طرق میں ہے ان یمخرج وانا فیکم فانما حبیبہ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے اس کے نکلنے کا زمانہ نہیں بتلایا گیا تھا اس لئے خیال فرمایا کہ شاید میری وفات سے پہلے نکل آئے پھر بتلادیا گیا کہ وہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے زمانہ میں نکلے گا تو پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو بھی یہ بات بتلادی اور معاملہ واضح ہو گیا۔ ساقول لکم فیہ قولاً لم یقلہ نبی لقومہ یہ تخصیص اس لئے ہوئی کہ دجال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں نکلے گا۔ انه اعور وان اللہ لیس باعور:۔ اس عیب کو ذکر فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ بہت ظاہر عیب ہے اور وہ دجال اپنے اس عیب کو اپنے آپ سے دور کرنے

میں ہے اس لئے ذکر نہ فرمایا۔ غاش:۔ خیانت کرنے والا۔

باب من شاق شق الله عليه

غرض یہ بتلانا ہے کہ جو لوگوں پر سختی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر سختی فرماتے ہیں۔ قُلْتُ لَا بِي عَبْدَ اللَّهِ:۔ یہ کہنے والے فریری ہیں جو شاگرد ہیں امام بخاریؒ کے اور امام بخاری سے عرض کر رہے ہیں۔

باب القضاء والفتيا في الطريق

اس کا حکم بتلانا مقصود ہے پھر حکم کیا ہے (۱) اگر کسی کمزور یا جاہل کے لئے تو اضع کرتے ہوئے راستہ میں فتویٰ دیتا ہے یا قضاء کا فیصلہ کرتا ہے تو مستحب ہے (۲) اگر کسی دنیا دار کی چالپوسی اور خوشامد کے طور پر ایسا کرتا ہے خصوصاً گھوڑے وغیرہ پر سوار ہو اور اس کی خاطر اتر بھی آئے تو مکروہ و مذموم ہے (۳) کسی کی ایذا سے ڈرتے ہوئے ایسا کرتا ہے تو مباح ہے۔ استکان:۔ جھک گیا۔

باب ما ذكر ان النبي صلى الله عليه وسلم لم يكن له بواب

غرض یہ ہے کہ ایسا دربان تو نہ تھا کہ ہمیشہ دروازے پر رہے لیکن کبھی کبھی تھوڑی دیر کے لئے مقرر فرمایا بھی ہے جیسے آتا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم بالا خانہ میں تھے تو حضرت عمرؓ نے لڑکے سے کہا کہ میرے لئے اجازت مانگو اور ایک بار نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں تھے اور دروازہ پر حضرت ابو موسیٰ اشعرؓ کھڑے رہے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے یکے بعد دیگرے آنے والے حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جنت کی خوشخبری دیتے رہے اسی لئے بعض نے حاجب مقرر کرنے کو انتظام کے لئے مستحب قرار دیا اور بعض نے نہ مقرر کرنے کو اولیٰ قرار دیا۔

باب الحاكم يحكم بالقتل على من

وجب عليه دون الامام الذي فوقه

غرض یہ بتلانا ہے کہ ہر ہر فیصلہ میں قاضی کے ذمہ امام سے

چاہئے اور یہ شرط استجابی ہے وجوبی نہیں ہے کیوں؟ (۱) ان مکنا ہم فی الارض اقاموا الصلوة۔ کیونکہ ہم کی ضمیر اللذین اخرجوا من ديارهم کی طرف لوثی ہے اور وہ مہاجرین ہیں (۲) ولیمکن لهم دينهم الذي ارتضى لهم وليبدلهم من بعد خوفهم انما اس لئے کہ خوف کے بعد امن مہاجرین کو حاصل ہوا تھا۔ (۳) مہاجرین اول المؤمنین ہیں (۴) انہوں نے کفار مکہ سے بہت تکلیف اٹھائی۔ (۵) ہجرت کی فضیلت حاصل تھی۔ (۶) بدر میں اپنے بھائیوں اور آباء سے لڑائی کی دین کی خاطر۔

باب اجر من قضى بالحكمة

غرض اس کی فضیلت اور ثواب کا بیان ہے اور امام بخاریؒ جو آیت سے استدلال فرما رہے ہیں یہ استدلال مفہوم مخالف سے ہے کہ جو جوعی کے مطابق فیصلہ کرے گا وہ فاسق نہ ہوگا بلکہ صالح ہوگا وہ آیت یہ ہے ومن لم يحكم بما انزل الله فاولئك هم الفسقون۔

باب السمع والطاعة للامام ما لم

تكن معصية

غرض یہ بتلانا ہے کہ امام کی اطاعت واجب ہے اور باقی حکام کی بھی صرف اسی وجہ سے ہوتی ہے کہ وہ بھی امام کی طرف سے مامور ہوتے ہیں۔

باب من لم يستل الا مارة اعانه الله

غرض یہ ہے کہ بلا مانگے جو سرداری ملے اسی میں برکت ہوتی ہے۔

باب من سئل الامارة و كل اليه:.

غرض یہ بتلانا ہے کہ سرداری مانگنا مکروہ ہے۔

باب ما يكره من الحرص على الامارة

غرض یہ بتلانا ہے کہ سرداری کی حرص مکروہ ہے فنعيم المرضعة وبست الفاطمة (۱) شروع میں مال و جاہ و لذات ہوتی ہیں اور اخیر میں قتل اور عزل اور سزا کی اور ندامتیں ہوتی ہیں (۲) دنیا میں راحت اور آخرت میں سخت حساب ہوتا ہے۔

باب من استرعى رعية فلم ينصح

اس کی مذمت بیان کرنی مقصود ہے اور جواب چونکہ حدیث شریف

باب الشهادة على الخط المختوم وما يجوز من ذلك وما يضيق عليهم

غرض یہ ہے کہ مہر والے خط پر گواہ بنانا بعض شرطوں کے ساتھ جائز ہے مطلقاً جائز نہیں نہ مطلقاً حرام ہے۔

ثم قال ان كان القتل خطأ فهو جائز: یہ حنفیہ پر رد کی اعتراض ہے کہ ان کے قول میں تناقض ہے کہ حدود میں خط پر گواہی ناجائز بھی کہتے ہیں پھر قتل خطا میں جائز بھی کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو مال کے متعلق گواہی ہے حد پر گواہی نہیں۔

وانما صار مالا بعد ان ثبت القتل: یہ حنفیہ پر رد کی دلیل ہے کہ پہلے تو قتل ثابت کیا جاتا ہے وہ تو مال نہیں قتل ہونے میں تو خطا اور عمدہ برابر ہیں جواب حنفیہ کی طرف سے یہ ہے کہ عمدہ اور خطا میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور یہ فرق اظہر من الشمس ہے اس لئے حنفیہ کا قول بھی روز روشن کی طرح واضح ہے کہ عمدہ میں خط پر گواہی کافی نہیں اور خطا چونکہ مالی معاملہ ہے اس میں گنجائش ہے! وقد كتب عمر الى عامله في الحدود: یہ حنفیہ پر رد کی تائید ہے جواب خط صرف حال معلوم کرنے کے لئے لکھا تھا پھر حد خود حضرت عمر فاروقؓ نے قائم فرمائی تھی۔

كتاب القاضي الى القاضي جائز اذا عرف الكتاب والخاتم

لیکن مغنی لابن قدامہ میں ہے بشرط فی قول ائمة الفتوى ان يشهد بكتاب القاضي شاهدان عدلان ولا يكفى معرفة خط القاضي وختمه انتهى یجیزون کتب القضاء بغیر محضر من الشهود لیکن یہ ان حضرات کے اجتہادات ہیں جو احتیاط کے خلاف ہیں۔ اما ان یدلوا صاحبکم واما ان تؤذنوا بحرب: امام مالک اور امام بخاری کے نزدیک لکھے ہوئے خط پر گواہی صحیح ہے گواہوں کو خط کا مضمون یاد ہو کہ نہ یاد ہو خط لکھنے والا عام آدمی ہو یا قاضی ہو یا خلیفہ ہو۔ جمہور کے نزدیک حدود میں تو مطلقاً لکھی ہوئی گواہی کافی نہیں ہے البتہ غیر حدود میں جائز

اجازت یعنی ضروری نہیں ہے۔ صاحب الشرطہ وہ سپاہی جو لشکر میں سب سے آگے ہو اور شرطہ کے معنی علامت کے ہوتے ہیں اور وہ سپاہی بھی لشکر کے لئے علامت ہوتا ہے۔

باب هل يقضى الحاكم او يفتى وهو غضبان غرض یہ کہ یہ جائز نہیں ہے لیکن خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس سے مستثنیٰ تھے کیونکہ نبی ہونے کی وجہ سے معصوم تھے غلطی سے۔

باب من رأى القاضي ان يحكم

بعلمه في امر الناس

غرض امام ابو حنیفہؒ کے قول کی تائید ہے کہ بغیر بینہ ذاتی علم کی وجہ سے قاضی اگر کسی کا حق ثابت کر دے تو وہ صحیح ہے پھر فی امر الناس سے حدود کو نکال دیا کہ وہ حقوق العباد نہیں ہیں بلکہ حقوق اللہ ہیں اور امام بخاریؒ دو شرطیں بھی لگا رہے ہیں (۱) تہمت کا اندیشہ نہ ہو یعنی قاضی کا تقویٰ ظاہر ہو (۲) معاملہ بھی مشہور ہو۔ اختلاف کی تفصیل یہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ فیصلہ صرف ان چیزوں میں جاری ہوگا جو قضاء قاضی کے بعد پائی جائیں گی۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک بعد والی بھی اور قضاء قاضی سے پہلے والی چیزوں میں بھی جاری ہوگا اور عند مالک و احمد بغیر بینہ قاضی کا یہ فیصلہ بھی جاری نہ ہوگا۔

لنا حديث الباب: کہ حضرت ہندہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ ان ابا سفیان رجل مسيک فهل علی من حرج ان اطعمه الذی له عیالنا قال لها لا حرج علیک ان تطعمیہم من معروف ہمارا استدلال اس حدیث پاک سے یوں ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات میں زیادہ غالب حکم اور الزام تھا اس لئے یہ صرف فتویٰ ہی نہ تھا بلکہ قضاء تھی امام شافعیؒ کی دلیل بھی یہی روایت ہے وہ اس کو قبل القضاء اور مابعد القضاء دونوں پر محمول فرماتے ہیں جواب احتیاط یہی ہے کہ مابعد القضاء ہی پر محمول کیا جائے امام مالکؒ اور امام احمدؒ کی دلیل ترمذی کی روایت ہے عن عبد الله بن عمرو مرفوعاً البينة علی المدعی و الیمین علی المدعی علیہ جواب ہماری دلیل کی وجہ سے یہ خاص صورت اس قاعدہ کلیہ سے مستثنیٰ ہے۔

پاس تو گویا مسجد جیسی جگہ تھی شہادت المتلاعنین یہ حدیث اگلی حدیث کی تمہید ہے اور اگلی حدیث میں مسجد میں لعان کا ذکر ہے اس لئے دونوں حدیثیں باب کے مناسب ہو گئیں۔

**باب من حکم فی المسجد حتی اذا
اتی علی حد امر ان ینخرج من
المسجد فیقام**

دو مسئلے بیان کرنے مقصود ہیں۔

باب موعظة الامام للخصوم

غرض یہ ہے کہ یہ مستحب ہے۔

باب الشهادة تكون عند الحاكم فی

ولایتہ القضاء او قبل ذلك للخصم

غرض یہ مسئلہ بتلانا ہے کہ تقویٰ سے زیادہ قریب یہ ہے کہ قاضی نے اگر کوئی واقعہ دیکھا ہو اور وہ اس میں گواہ بن سکتا ہو تو صرف اپنے علم پر فیصلہ نہ کرے بلکہ دوسرے حاکم کی عدالت میں جا کر گواہی دے اور وہ دوسرا حاکم فیصلہ کرے۔

باب امر الوالی اذا وجه امیرین الی

موضع ان يتطاعوا ولا يتعاصيا

غرض یہ ہے کہ امیر کا ایسی نصیحت کرنا مستحب ہے۔

البتع :۔ شہد کا شربت۔

باب اجابة الحاكم الدعوة

غرض یہ ہے کہ اگر تہمت کا موقع نہ ہو تو امیر کا دعوت قبول کر لینا جائز ہے البتہ ولیمہ کی دعوت قبول کر لینا بالا جماع سنت ہے بشرطیکہ دکھا دیا اسراف نہ ہو۔

باب هدايا العمال

غرض یہ ہے کہ اکثر یہ بدایا ناجائز ہوتے ہیں۔ قال سفیان ایضاً فصعد یعنی سفیان بن عیینہ نے کبھی فقام نقل فرمایا اور کبھی فصعد نقل فرمایا۔

باب استقضاء الموالی واستعما لهم

غرض یہ ہے کہ آزاد شدہ غلاموں کو قاضی بنانا اور امیر بنانا جائز ہے یہ امیر

ہے جب کہ گواہ جو کہ خط لے کر جا رہے ہیں ان کو اندر کے لکھے ہوئے مضمون کا علم ہو اور یا وہ ہم اور کاتب نے ان لے جانے والوں کو گواہ بنایا ہو۔ لڑا۔ (۱) الا من شهد بالحق و هم يعلمون (۲) و ما شهدنا الا بما علمنا (۳) امام طحاوی نے امام مالک کے قول کو شاذ اور جمع فقہاء کے قول کے خلاف قرار دیا ہے۔ دلیل ما لک (۱) تعلیق البخاری فی هذا الباب و قد كتب عمر الی عامله فی الحدود . جواب یہ لکھنا صرف حال معلوم کرنے کے لئے تھا بعد میں حد خود حضرت عمر فاروقؓ نے جاری فرمائی (۲) تعلیق البخاری فی هذا الباب و قد كتب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی اهل خيبر ما ان يدوا صاحبکم و اما ان تو ذنوا بحرب “ جواب یہ بھی کشف حال تھا کتاب القاضی الی القاضی نہ تھی (۳) حدیث الباب عن انس لما اراد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یکتب الی الروم جواب یہ تبلیغ تھی کتاب القاضی الی القاضی نہ تھی

باب متى يستوجب الرجل القضاء

تین تقریریں ہیں غرض میں (۱) قضا کا اہل کب بنتا ہے کہ امام اگر چاہے تو اسے قاضی بنا دے (۲) مستحق قضا کب ہوتا ہے کہ اب اس کو ضرور قاضی بنا دینا چاہئے۔ (۳) قاضی بننے کے بعد فیصلہ کر دینا قاضی پر کب واجب ہو جاتا ہے وصمة عیب۔

باب رزق الحکام والعاملین علیها

غرض یہ ہے کہ حکومت پر حکام اور زکوٰۃ وصول کرنے والے عاملین کی تنخواہ واجب ہے علیہا کی ضمیر یا تو حکومت کی طرف لوٹتی ہے یا صدقہ کی طرف حاصل دونوں کا ایک ہی ہے کہ حکومت صدقہ میں سے ادا کرے اور ان حکام اور عاملین زکوٰۃ کے لئے تنخواہ لینی جائز ہے۔

باب من قضی ولا عن فی المسجد

غرض یہ ہے کہ دونوں کام مسجد میں جائز ہیں تنازع الفاعلین ہے ظرف فی المسجد میں وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں کام عبادت ہیں۔

یقضیان فی الرحبة خارجاً من المسجد:

باب سے مناسبت یہ ہے کہ وسیع جگہ تھی مسجد کے دروازے کے

بنائے لڑائی میں ہو یا خراج وغیرہ وصول کرنے کے لئے ہو یا امامت ہو۔

حق قلیل و کثیر دونوں کو شامل ہے۔

باب العرفاء للناس

غرض یہ کہ یہ جائز ہے کیونکہ امام کے لئے ہر شہر اور ہر قوم کے پاس جانا ممکن نہیں ہے۔

باب بیع الامام علی الناس اموالہم وضیاعہم
غرض یہ ہے کہ امام کے لئے حجر اور تصرف فی العقود جائز ہے ضیاع جمع ہے ضیعة کی اس کے معنی عقار کے ہیں۔

باب ما یکرہ من ثناء السلطان و اذا

خرج قال غیر ذلک

غرض اس کی مذمت کرنا ہے۔

باب من لم یکثر ثبطعن من لا یعلم فی الامراء
غرض یہ ہے کہ بلا دلیل اعتراض معتبر نہیں۔

باب الا لد الخصم

غرض زیادہ جھگڑا لو کی مذمت ہے۔

باب القضاء علی الغائب

غرض جمہور کے قول کی تائید ہے حنفیہ کے خلاف حنفیہ کے نزدیک عام حالات میں قضاء علی الغائب جائز ہی نہیں ہے البتہ اضطراب کی صورت میں جائز ہے مثلاً مدعی علیہ کی سرکش ظاہر ہو چکی ہو اور وہ قاضی کے پاس نہ آتا ہو تو قاضی اعلان کرے اور تین دن انتظار کرے پھر فیصلہ کرے منشاء اختلاف حدیث الباب ہے عن عائشةؓ ان ہندۃ قالت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ان ابا سفیان رجل شحیح فاحتاج ان اخذ من ماله قال خذ ما یکفیک و ولدک بالمعروف ہمارے نزدیک یہ فیصلہ اضطراب پر مجہول ہے اور جمہور کے نزدیک عام ہے ترجیح ہمارے قول کو ہے کیونکہ اسی میں احتیاط ہے۔

باب اذا قضی الحاکم بجور

او خلاف اهل العلم فهو رد

غرض یہ بتلانا ہے کہ خلاف اجماع قضاء مردود ہے۔

باب الا امام یاتی قوماً فیصلح بینہم

غرض یہ کہ ایسا کرنا امام کے لئے مستحب ہے۔

باب یتحب للکاتب ان یكون امیناً عاقلاً
غرض یہ ہے کہ کاتب کا امین اور عاقل ہونا اولیٰ ہے واللخاف (۱) سنگ مرمر (۲) ٹھیکری۔

باب کتاب الحاکم

الی غمّالہ والقاضی الی امنائہ

غرض یہ ہے کہ یہ جائز ہے۔ فقیر: گڑھا۔

باب هل یجوز للحاکم ان یبعث

رجلاً و حدہ للنظر فی الامور

غرض یہ ہے کہ ایک بھیجتا بھی جائز ہے۔ دوسروری نہیں۔

باب ترجمة الحکام

و هل یجوز ترجمان واحد

غرض دو مسئلوں کا بیان ہے (۱) کوئی خصم یا گواہ دوسری زبان والا ہو تو وہ بھی قاضی کی عدالت پیش ہو سکتا ہے (۲) ترجمہ کرنے والا ایک بھی ہو تو کافی ہے دوسروری نہیں۔

باب من قضی له بحق اخیه فلا یأخذہ

غرض یہ بتلانا ہے کہ قضاء قاضی ظاہر آنا فذہوتی ہے باطناً نافذ نہیں ہوتی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے ثم قال لمودة بنت زمعة احتججی منہ۔ مناسبت باب سے یہ ہے کہ یہاں بھی باطناً فیصلہ ظاہر نہ ہوا اسی لئے پردہ کا حکم دیا۔ جواب یہ صرف کمال تقویٰ ہے

باب الحکم فی البئر و نحوہا

یعنی ان میں بھی قاضی کا فیصلہ جاری ہوتا ہے یہی غرض ہے اس باب کی۔

باب القضاء فی کثیر المال و قلیلہ

غرض یہ ہے کہ قضا میں قلیل و کثیر کا فرق نہیں البتہ ایک درہم سے کم کو عرف میں مال نہیں کہتے فمن قضیت له بحق مسلم لفظ

باب کیف یبایع الا امام الناس

غرض بیعت کے الفاظ کا بیان ہے۔

فلم ارهم يعد لون بعثمان: معلوم ہوا کہ حضرت علی سے افضل ہونا اتفاق صحابہ میں سے تھا۔

والخليفةين: معلوم ہوا کہ حضرات شیخین کا اتباع حضرات صحابہ میں معروف تھا۔

باب من بايع مرتين

غرض یہ ہے کہ یہ بھی جائز ہے تاکید کے طور پر اور ترغیب کے طور پر۔

باب بيعه الا عراب

غرض یہ ہے کہ یہ بھی جائز ہے۔

تنصح طيبها: ظاہر کرتا ہے اپنی عمدہ چیزوں کو۔

باب بيعه الصغير

(۱) ایک قول ہے کہ اگر نابالغ بیعت کر لے تو اس کو لازم نہیں ہوتی (۲) لازم ہو جاتی ہے اس کے آباء کے تابع ہونے کے لحاظ سے یعنی جیسے اس کے آباء کو لازم ہوتی ہے ایسے ہی ساتھ اس کو بھی لازم ہو جاتی ہے۔

باب من بايع ثم استقال البيعة

غرض یہ ہے کہ بیعت کا اقالہ مکروہ ہے۔

باب من بايع رجلاً لا يبايعه الا للدين

اس کی مذمت مقصود ہے۔

باب بيعه النساء

غرض کی دو تقریریں۔ (۱) مردوں کی بیعت بھی ایسے ہی ہے جیسے قرآن پاک میں عورتوں کی مذکور ہے (۲) یہاں اصل مقصود تو مردوں کی بیعت ہی ہے لیکن چونکہ ایک روایت میں یوں ہے اخذ علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کما اخذ علی النساء اس لئے باب کے عنوان میں یہ الفاظ رکھے۔

فلم يقل شيئاً: سوال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ سے منع کیوں نہ فرمایا جواب (۱) نبی بالکل واضح تھی اس لئے دوبارہ ذکر کرنے کی ضرورت نہ تھی (۲) یہاں رونا بغیر چیخنے کے

وقال خارجة بن زيد بن ثابت: یہ روایت کتاب التاریخ للبخاری میں سند کے ساتھ ہے صحیح البخاری میں یہاں تعلیق ہے۔

امره ان يتعلم كتاب اليهود: عند ابی حنیفہ و مالک و البخاری ترجمان ایک بھی کافی ہے یہی ایک روایت امام احمد کی ہے لیکن اصح روایت امام احمد کی اور مذہب امام شافعی کا ہے کہ دو ضروری ہیں ہماری دلیل اسی باب کی تعلیق قال عبد الرحمن بن حاطب فقلت تخبرك بصاحبها الذي صنع بها. یہ عورت کہتی ہے کہ اس شخص نے مجھ سے زنا کیا ہے یہاں ترجمہ کرنے والے صرف ایک آدمی ہیں حضرت عمرؓ نے صرف ایک کے ترجمہ کو کافی قرار دیا۔ دلیل الشافعی قیاس ہے گواہی پر جواب گواہی ملزم ہے یہ ترجمہ ملزم نہیں ہے۔

وقال بعض الناس لا بد للحاكم من مترجمين: سوال یہاں تو بعض الناس کا مصداق امام شافعی ہیں پھر بعض حضرات نے کیسے فرمادیا کہ سب جگہ بعض الناس کا مصداق امام ابوحنیفہؒ یا حنفیہ ہیں جواب (۱) یہ فرمانا اکثری ہے (۲) یہاں بھی امام محمد امام شافعی کے ساتھ ہیں۔

باب محاسبة الامام عماله

غرض یہ ہے کہ ایسا کرنا مستحب ہے۔

باب بطانة الامام واهل مشورته

غرض یہ ہے کہ امام کے لئے واجب ہے کہ کچھ مشورہ والے ہوں۔ و بطانة تامله بالشور: سوال اس سے تو لازم آتا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی کوئی خفیہ دوست تھا جو کہ شر کا حکم کرتا تھا یہ تو کمال کے خلاف ہے جواب (۱) نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس سے مستثنیٰ تھے اور قرینہ اسی حدیث کا آخری حصہ ہے فالمعصوم من عصم الله تعالیٰ (۲) یہاں صرف مشورہ دینے کا ذکر ہے اس سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ اس پر عمل بھی فرماتے تھے (۳) اس سے مراد شیطان ہے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو شیطان تھا وہ تابع ہو چکا تھا جیسا کہ صراحۃً روایات میں مذکور ہے۔

نہیں کچھ اکٹھے ہوں کچھ فاصلہ سے ہوں یہ بھی ہو سکتا ہے ان کی حکومت مضبوط ہوگی جہاد کفار بھی ہوگا اعلاء کلمۃ اللہ بھی ہوگا۔ امت ان پر متفق ہوگی ان میں خلفاء راشدین میں شامل ہیں (۵) شیعہ اس سے اہل بیت میں بارہ بزرگ مراد لیتے ہیں اتنی بات تو ٹھیک ہو سکتی ہے لیکن ساتھ جو صفات اپنی طرف سے گھڑی ہوئی مانتے ہیں وہ بالکل غلط ہیں مثلاً ان پر وحی آنا، معصوم ہونا۔ واجب الاطاعت ہونا، نبیوں سے بھی اونچے درجے میں ہونا، نعوذ باللہ من ذلک۔

باب اخراج الخصوم و اهل الريب

من البيوت بعد المعرفة

غرض بعض کا قول بیان کرنا ہے کہ علانیہ گناہ کرنے والوں کو جلا وطن کر دینا مستحسن ہے لیکن رائج یہ ہے کہ حد کے قابل لوگوں کو حد لگا دی جائے گی۔ مثل منسأة:۔ لاشی۔ میضأة:۔ وضو کا آلہ یعنی لوٹا۔ المیم مخفوضة:۔ میم سرہ والی ہے۔

باب هل للامام ان يمنع المجرمين و اهل المعصية من الكلام معه والزيارة و نحوه غرض یہ ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے امام کے لئے۔

كتاب التمني

رابطہ یہ ہے کہ پیچھے ظاہری بدنی احکام تھے اب روحانی باطنی احکام ہیں غرض تمنی کے احکام بتلانا ہے اگر نیکی کی تمنا ہو بلا حسد تو اچھی ہے ورنہ مذموم ہے۔

باب من تمنى الشهادة

غرض یہ ہے کہ یہ مستحب ہے۔

لوددت ان اقتل في سبيل الله:۔ اس سے شہادت کی فضیلت ظاہر ہوئی کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے شہادت کے سوا کسی چیز کی تمنا ثابت نہیں ہے پورے شوق کے ساتھ۔

باب تمنى الخير و قول النبی صلی اللہ

عليه وسلم لو كان لي احد ذهباً

تقیم بعد التخصیص ہے۔

تھا اس لئے منع نہ فرمایا (۳) اس عورت کے لئے خصوصی جواز کا حکم نازل ہوا تھا اس لئے منع نہ فرمایا۔

فما وفت امرأة: ترک نوحہ میں ان مذکورہ عورتوں کے سوا باقیوں نے پوری پوری وفانہ کی۔ ان مذکورہ عورتوں نے پوری پوری وفا کی باقی ان عورتوں نے جنہوں نے اس مجلس میں بیعت کی پوری پوری وفانہ کی صرف اس مجلس کی عورتیں مراد ہیں سب صحابی عورتیں مراد نہیں ہیں۔

باب الاستخلاف

غرض یہ ہے کہ کسی کو اپنے بعد خلیفہ بنا دینا جائز ہے جیسا کہ اشارہ فرمایا تھا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اگرچہ صراحةً خلیفہ نہ بنایا تھا۔

لا اتحملها حياً ولا میتاً: میں مرنے کے بعد بھی خلافت کا بوجھ اٹھالوں میں یہ نہیں چاہتا یعنی میں خلیفہ متعین کرنا نہیں چاہتا۔

قال لو فد بزاخرة: یہ بحرین میں ایک جگہ تھی کہ پہلے یہاں کے لوگ مسلمان ہوئے پھر نعوذ باللہ مرتد ہو گئے پھر ان سے لڑائی ہوئی پھر توبہ کی اور دوبارہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خدمت میں وفد بھیجا تو فرمایا کہ میں مشورہ کروں گا پھر مشورہ فرما کر یہ فیصلہ فرمایا کہ تھپا رسب ہمیں دے دو تو معافی ہے۔

باب: تتمہ ہے ماسبق کا اور بعض نسخوں میں یہاں باب نہیں ہے۔

اثنا عشر امیراً: غرض یہ ہے کہ ان کے زمانہ میں اسلام عزیز و منج ہوگا۔ جیسا کہ ایک روایت میں بھی ہے اور حضرت سفیان بن عیینہ کی روایت میں یوں ہے لا يزال امر الناس ما ضیاً ما

ولہم اثنا عشر رجلاً اور ایک روایت میں ہے ان کلہم یجتمع علیہ الناس اور ایک روایت میں ہے لا تضرہم

عداؤ من عاداہم اور ایک روایت میں ہے اثنا عشر کعدد نقباء بنی اسرائیل پس مصداق کیا ہے (۱) شروع اسلام میں بارہ

بادشاہ ہوں گے اچھے جن کی بادشاہی یکے بعد دیگرے بلا فاصلہ ہوگی۔ (۲) فاصلہ کے ساتھ ہوگی (۳) ایک ہی زمانہ میں ہوں گے (۴)

سب سے رائج قول یہ ہے کہ قیامت تک بارہ بادشاہ اچھے ہوں گے گوان کے زمانے فاصلہ سے ہوں گے یعنی اکٹھا ہونا سب کا ضروری

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم
لوا استقبلت من امری ما استدبرت
غرض یہ ہے کہ یہ تمنا بھی کسی مصلحت کے تحت جائز ہے۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم
لیت کذا وکذا
غرض یہ ہے کہ لفظ لیت کا استعمال جائز ہے۔

ارق:۔ جاگے۔

باب تمنی القرآن والعلم
غرض یہ کہ یہ مستحب ہے۔

باب ما یکرہ من التمنی
غرض یہ ہے کہ جس تمنی میں حسد یا بغض ہو وہ جائز نہیں ہے مثلاً یہ
تمنا کہ فلاں کا مال مجھے مل جائے یعنی اس کے پاس نہ رہے اور
میرے پاس آجائے اسی طرح فلاں کا علم مجھے مل جائے۔

باب قول الرجل لو لا اللہ ما اہتدینا
غرض یہ کہ ایسے کہنا جائز ہے۔

باب کراہیۃ تمنی لقاء العدو
غرض یہ ہے کہ ایسی تمنا مکروہ ہے بعض نے اس کی وجہ یہ بیان کی
ہے کہ وہ تمنا کرنے والا اپنی قوت پر بھروسہ کرتا ہے اور اپنے اندر
خود پسندی لئے ہوئے ہے۔

باب ما یجوز من اللو
غرض یہ ہے کہ خیر کے فوت ہونے میں کلمہ لو کا استعمال جائز ہے
اور جہاں کوئی فائدہ نہ ہو وہاں مکروہ ہے اس لئے نسائی شریف
میں جو مرفوع حدیث ہے فان غلبک امر فقل قَدَّرَ اللہ
وما شاء اللہ وایاک واللو فان اللو یفتح عمل
الشیطان پس یہ روایت ایسی صورت پر محمول ہے کہ جس میں بلا
فائدہ لو کا استعمال ہو دوسری توجیہ یہ ہے کہ نہی تزیہی ہے۔

الجدیر حطیم کتاب اخبار الاحاد:۔ ربط یہ ہے
کہ یہ تہمت ہے کتاب العلم و کتاب التفسیر کا۔

باب اجازت خبر الواحد الصدوق فی الا
ذان والصلوة والصوم والفرائض والاحکام
غرض خبر واحد کی حجیت کا بیان ہے اور یہ کہ اس پر عمل واجب ہے
جب کہ اپنی شرطوں کے ساتھ ثابت ہو اور یہ عملیات میں ہے
اعتقادات میں دلیل قطعی ضروری ہے خبر واحد دلیل ظنی ہے اس
میں رد ہے معتزلہ کا کہ وہ خبر واحد کو حجت نہیں مانتے۔

فلولا نفر من کل فرقة منهم طائفة لیفتقہوا
فی الدین ولینذروا قومہم اذا رجعوا الیہم
لعلہم یحذرون:۔ طائفہ کا مصداق (۱) ایک اسی لئے
اس باب میں اس آیت کو بطور دلیل ذکر فرمایا (۲) چار سے
چالیس تک (۳) تین طائفہ کا مصداق ہے۔ (۴) دس۔ (۵)
چار سے غیر متناہی درجہ تک طائفہ کا مصداق ہے (۶) دو سے غیر
متناہی (۷) تین سے غیر متناہی تک اس آیت مبارکہ کا شان
نزول یہ ہے کہ چونکہ غزوہ تبوک میں نہ جانے والوں سے ناراضگی
کا اظہار کیا گیا تھا اس لئے تبوک کے بعد جو سر یہ بھیجانی پاک صلی
اللہ علیہ وسلم نے تو اس میں جانے کے لئے سب حضرات صحابہ مختار
ہو گئے تو یہ آیت نازل ہوئی کہ کچھ حضرات نبی پاک صلی اللہ علیہ
وسلم کی خدمت میں بھی رہیں تاکہ علم سیکھیں اور جہاد سے واپس
آنے والوں کو سنائیں اور ڈرائیں۔

احفظھا اولا احفظھا:۔ یہ مقولہ ہے حضرت ابو قتادہ کا۔
فلوذن لکم احد کم:۔ یہ محل ترجمہ ہے۔ لا یمنعن
احدکم اذان بلال:۔ یہ محل ترجمہ ہے۔ **قالوا صلیت**
خمسا:۔ بعض روایات میں یہاں ایک کا کہنا بھی ہے اس
طریق کے لحاظ سے یہ روایت خبر واحد کی حجیت کے لئے مؤید ہے
دوسری توجیہ یہ ہے کہ تعدد سے بھی خبر واحد ہونے سے نہیں نکلتی۔

مہر اس:۔ پتھر کا ٹب۔ **فارادوا ان یدخلوہا:۔** سوال انہوں نے
تو خبر واحد پر عمل نہ کیا تھا اس لئے یہ روایت خبر واحد کی حجیت کی دلیل نہ ہوئی۔
جواب:۔ آگ میں داخل نہ ہوئے لیکن دوسرے کاموں میں
اطاعت کی ان میں خبر واحد کی حجیت ثابت ہوئی۔

فقال ان ابني هذا كان عسیفاً:۔ یہ محل ترجمہ ہے۔
فاغذ علی امرأۃ هذا:۔ یہ بھی محل ترجمہ ہے۔

باب بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم الزبیر طلیعة وحده

ایک ہی آدمی کو جاسوس بنا کر بھیجنا خبر واحد کی حجیت کی دلیل ہے
یہی باب کی غرض ہے۔

باب قول اللہ تعالیٰ لا تدخلوا بیوت النبی
الا ان یؤذن لکم فاذا اذن له واحد جاز
غرض امام بخاری کی یہ ہے کہ اس آیت سے بھی خبر واحد کی حجیت
ثابت ہوتی ہے۔

باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
یبعث من الامراء والرسل واحداً بعد واحد
غرض یہ ہے کہ یہ بھی خبر واحد کی حجیت کے لئے مثبت ہے۔
بعث بکثانہ الی کسری:۔ عبد اللہ بن حذافہ کو بھیجا
تھانہی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

باب وصاة النبی صلی اللہ علیہ وسلم
وفود العرب ان یبلغوا من وراءهم
غرض خبر واحد کی حجیت ثابت کرنا ہے۔

باب خبر المرأة الواحدة

غرض ایک عورت کی خبر کی حجیت کا بیان ہے۔
ارایت حدیث الحسن: یعنی حضرت حسن بصریؒ
احادیث کی کثرت کی وجہ سے مرسل بیان کرتے رہے ہیں۔
وقاعدت ابن عمر:۔ یہ واؤ استینافیہ ہے کہ دیکھو میں
نے ڈیڑھ یا دو سال میں حضرت ابن عمرؓ سے صرف ایک حدیث
سنی حالانکہ وہ صحابی تھے اور حضرت حسن بصریؒ تابعی تھے۔

کتاب الا اعتصام

رابطہ یہ ہے کہ یہ بھی تتمہ ہے کتاب العلم اور کتاب التفسیر کا۔

باب الا اعتصام بالکتاب والسنة

غرض یہ بیان کرنا ہے کہ قرآن وحدیث کو مضبوطی سے پکڑنا واجب ہے۔
نعتشکم:۔ (۱) رفعم تمہیں بلند کیا۔ (۲) جرکم من الکسر تم
ٹوٹے ہوئے تھے تمہیں جوڑا (۳) اقامکم من العثر۔ تم پھسل
رہے تھے تمہیں سیدھا کھڑا کیا۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم

بعثت بجوامع الکلم

غرض قولی حدیث کی حجیت کا بیان ہے جوامع ان کلمات کو کہتے ہیں
کہ جن کے الفاظ کم ہوں اور معانی زیادہ ہوں۔

انتم تلغثونہا:۔ لغیث سے ہے وہ کھانا جو جو کے ساتھ ملا ہوا
ہو۔ یعنی تم مزے سے کھاتے ہو۔ ترغثونہا:۔ تم دودھ پیتے ہو۔
فارجوا انی اکثرہم تابعا یوم القیمة:۔ میرا معجزہ
کلامی ہے جو سب نبیوں کے معجزوں سے اونچا ہے اس لئے میں امید
رکھتا ہوں کہ میرے تابعین قیامت میں سب سے زیادہ ہوں گے۔

باب الا قتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
غرض یہ ہے کہ یہ واجب ہے۔

ائمة یقتدی بمن قبلنا ویقتدی بنا من بعدنا:۔
یہ معنی کتاب التفسیر میں حضرت مجاہد سے نقل کئے گئے ہیں۔ فی
هذا المسجد:۔ اس سے مراد مسجد حرام ہے۔ یقتدی
بہما:۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہما
اتباع ضروری ہے جیسے وہ حضرات یہ سمجھتے تھے کہ خانہ کعبہ کا خزانہ
صرف مسجد حرام کی تعمیر ہی میں خرچ کرنا چاہئے ایسے ہی میں بھی
کروں گا اور مسلمانوں کے دوسرے مصالح میں خرچ نہ کروں گا۔

العریان:۔ (۱) بے غرض (۲) عادت تھی کہ ڈرانے والا اپنے
کپڑے اتار کر سر پر باندھ لیتا تھا تا کہ دور کا آدمی بھی دیکھ سکے کہ
کوئی حملہ والا آ رہا ہے اس کے ساتھ تشبیہ دینی مقصود ہے۔

فالنجاء:۔ فاسر عوا اسراعاً۔ فادلجوا:۔ چلے اول لیل۔

واجتاحتہم:۔ ختم کر دیا۔

باب ما یکره من کثرة السؤال وتكلف

ما لا یعنیہ

غرض یہ ہے کہ بلا ضرورت سوال کرنا منع ہے۔

باب الاقتداء بالفعال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
غرض افعال کا حکم بتلانا ہے پھر کیا حکم ہے؟ دو قول ہیں۔ (۱) اصل
وجوب ہے البتہ اگر قرینہ استحباب یا خصوصیت کا پایا جائے تو
وجوب نہ ہوگا (۲) قرینہ سے فیصلہ ہوگا کہ وجوب ہے یا استحباب
ہے یا اباحت ہے۔

باب ما یکره من التعمق والتنازع فی

العلم والغلو فی الدین والبدع

ان سب چیزوں کی کراہت بیان کرنی مقصود ہے اور غلو یعنی سے
زائد ہوتا ہے من والی قوماً بغیر اذن موالیہ نسب میں یا
عقن میں اور بغیر اذن موالیہ کی قید واقعی ہے احترازی نہیں ہے۔

ولم یدکر ذلک عن ابیہ: حضرت عروۃ بن الزبیر نے
اپنے والد یعنی نانا حضرت ابوبکر کا ذکر نہ فرمایا۔ صرف حضرت عمر کا
ذکر فرمایا۔ اسحکم: کالے رنگ کا۔ الظالم: چیز کو بے موقع
رکھنے والا جائز لیکن نامناسب کام میں استعمال ہو جاتا ہے چچا تھے
جو باپ کی طرح ہوتا ہے اس لئے ایسا کہنے کی گنجائش تھی۔ ان ابا
بکر فیہا کذا: یعنی حق پر نہ تھے سوال حضرت عباس اور
حضرت علی نے حضرت صدیق کے بارے کیسے یہ غلط عقیدہ رکھا۔
جواب یہ ان دونوں حضرات کی اجتہادی غلطی تھی پھر رجوع فرمایا
اسی لئے حضرت علی اپنے زمانہ خلافت میں بھی کوئی تبدیلی نہ
کی۔ اثم من اویٰ محدثاً: غرض اس کی مذمت ہے۔

باب ما یدکر من ذم الرأی و تکلف القیاس

اس قیاس کی مذمت ہے جو قرآن وحدیث یا اجماع پر مبنی نہ ہو کیونکہ
ان میں سے کسی پر مبنی تو اس آیت میں داخل ہے فاعتبروا یا اولی
الا بصار اور شاید تکلف القیاس میں استحسان کی طرف اشارہ ہو جو
کہ حنفیہ نے لیا ہے۔ حج علینا: اس کے معنی ہیں حج ما

را علینا کہ حج کرنے آئے تھے ہمیں ملنے بھی آگئے۔ اتھموا
رایکم: اپنی رائے کو کمزور سمجھو۔ یوم الی جندل حدیبیہ وبہت
صفون اور ایک روایت میں یہاں صفین ہے اس لفظ کا اعراب دو
طرح ہے (۱) غیر منصرف کی طرح (۲) جمع مذکر سالم کی طرح۔

باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یستل
مما لم یزل علیہ الوحی فیقول لا ادری
قیاس فاسد کی مذمت مقصود ہے۔

باب تعلیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم
امته من الرجال والنساء مما علمہ اللہ

لیس برای ولا تمثیل

غرض یہ ہے کہ نص قیاس سے اونچی ہے تمثیل تو قیاس ہی کو کہتے
ہیں اور رای تمثیل سے عام ہے۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تزال

طائفة من امتی ظاہرین علی الحق یقاتلون
غرض یہ کہ اہل حق قیامت تک رہیں گے سوال فی مسلم عن عبد اللہ
بن عمر مروفاً لا تقوم الساعة الا علی اثرار الناس جواب اہل حق قرب
قیامت تک رہیں گے پھر شرار الناس آئیں گے پھر قیامت آئے
گی۔ پھر زیر بحث حدیث سے اجماع کی حجتہ بھی ثابت ہوتی ہے
پھر اس طائفہ منصورہ کا مصداق کیا ہے (۱) اہل علم جیسا کہ اس
باب میں امام بخاری فرما رہے ہیں وہم اهل العلم (۲) محدثین
(۳) فقہاء یا اُن کے مقلدین کیونکہ اسی حدیث کے شروع میں
یہ بھی آیا ہے من یرد اللہ بہ خیراً یفقهہ فی الدین یہی قول
راجح شمار کیا جاتا ہے۔

باب قول اللہ تعالیٰ اویلبسکم شیعاً

غرض یہ ہے کہ فتنے پیدا ہوتے ہیں اختلاف کی وجہ سے اور
اختلاف ہوتا ہے اہل ہوئی کے اتباع ہوئی سے اس لئے یہاں
مقصود اہل ہوئی اور اہل قیاسات فاسدہ کی مذمت ہے۔

ومشاورة الحلفاء: اس سے قیاس کی حجیت ثابت ہوتی ہے کہ جہاں نص نہ ہوتی تھی وہاں حضرات خلفاء اہل علم سے مشورہ کرتے تھے۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم

لتتبعن سنن من کان قبلکم

غرض ہے اتباع الکفار فی ترک الاحکام کی مذمت۔

باب اثم من دعا الی ضلالة

او من سن سنة سيئة

اضلال اور بدعت کی مذمت مقصود ہے

باب ما ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم

وحض علی اتفاق اهل العلم و ما

اجتمع علیہ الحرمان مکة والمدينة

غرض میں دو تقریریں ہیں (۱) غرض حجیت اجماع ہے خصوصاً اہل حرمین حضرات صحابہ کرام کا اجماع جبکہ کسی صحابی کا اختلاف منقول نہ ہو کیونکہ صرف اہل حرمین کا اجماع بہت سے علماء کے نزدیک کافی نہیں ہے صرف امام مالک سے منقول ہے کہ وہ صرف اہل مدینہ کے اجماع کو حجت سمجھتے تھے اور جب اہل مکہ بھی مل جائیں تو ان کے نزدیک بطریق اولیٰ حجیت ثابت ہوگئی (۲) دوسری تقریر غرض میں یہ ہے کہ اختلاف کے موقعہ میں اہل حرمین کے قول کو دوسروں کے قول پر ترجیح ہوگی۔

حجیت اجماع کے ادلہ: (۱) و من يشاقق الرسول من بعد ما تبين له الهدى ويتبع غير سبيل المؤمنين نوله ما تولى ونصلد جهنم (۲) و کذ لک جعلکم امة و سطاء لتکونوا شهداء علی الناس و یکون الرسول علیکم شہیداً (۳) کتتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنهون عن المنکر (۴) لا تجتمع امتی علی الضلالة۔ یہ حدیث پاک معنی متواتر ہے۔ سوال۔ امام احمد فرماتے ہیں من ادعی الا جماع فهو کاذب و ما یدریہ لعل الناس اختلافوا۔ جواب (۱) یہ صرف اس وقت ہے جب کہ صرف ایک شخص

باب من شبه اصلاً معلوماً با صل مبين

قد بين الله حکمها ليفهم السائل

غرض قیاس صحیح کی صحت کا بیان ہے اور قیاس کی حقیقت کا بیان ہے پھر حجیت قیاس کے ادلہ یہ ہیں (۱) عقلاً ایک جیسی چیزوں کا حکم ایک ہی ہونا چاہئے (۲) فاعتبروا یا اولی الابصار اور اعتبار کے معنی ہیں اصل سے گذر کر فرع تک جانا اشتراک علت کی وجہ سے اسی کو قیاس کہتے ہیں (۳) فاعتبروا یا اولی الابصار اور اعتبار کے معنی ہیں اتعاظ یعنی اپنے نفس کو قیاس کرنا دوسرے پر۔ گویا اسی آیت سے دو طرح استدلال کیا جاتا ہے (۴) ولو ردوه الی الرسول والی اولی الامر منهم لعلہ الذین یستنبطونه منهم اس آیت میں استنباط کا ذکر ہے اور استنباط عین قیاس ہے یعنی زیادہ صورتیں استنباط کی قیاس ہی کی صورت میں ظاہر ہوتی ہیں۔ (۵) فی ابو داؤد و الترمذی و الدارمی بسند قوی حدیث معاذ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما اراد ان یبعث معاذاً الی الیمن قال کیف تقضی اذا عرض لک قضاء قال اقصی بکتاب اللہ قال فان لم تجد فی کتاب اللہ قال فبسنة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فان لم تجد فی سنة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا فی کتاب اللہ قال فاجتهد برأیی ولا الوا۔ فضرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صدرہ فقال الحمد للہ الذی وفق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما یرضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (۶) حضرات صحابہ کرام کا اجماع منقول ہے تو اتراً کہ قیاس جائز ہے (۷) نصوص متناہی ہیں اور واقعات غیر متناہی ہیں اس لئے قیاس کے بغیر چارہ نہیں ورنہ لازم آئے گا ایحسب الانسان ان یترک سدی۔

باب ما جاء فی اجتہاد

لقضاة بما انزل اللہ تعالیٰ

غرض یہ ہے کہ قاضی حضرات پر واجب ہے کہ وہ کوشش کر کے کتاب سنت اجماع یا قیاس سے حکم معلوم کریں۔

باب قول اللہ تعالیٰ 'وكان الانسان اكثر شئی جدلا'
غرض احکام میں جدل کی مذمت ہے وہی جدل برا ہے جو احکام کے اسقاط کا حیلہ ہو باقی کافروں سے جدال اور مناظرہ مستحسن ہے۔

باب قوله تعالیٰ 'و كذلك جعلكم امة وسطا'
غرض اس آیت کی تفسیر ہے اور اجماع کے اتباع کے وجوب کا بیان ہے کیونکہ اصولیین نے اس آیت سے حجیت اجماع ثابت کی ہے کیونکہ عدالت علامت ہے عصمت کی اور اس آیت میں اس امت کو مجموعی طور پر عادل قرار دیا گیا ہے اس لئے اجماع معصوم ہے اور واجب الاتباع ہے۔ وما امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بلزوم الجماعة وهم اهل العلم: غرض یہ ہے کہ اجماع کی مخالفت سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے جماعت کا یہاں مصداق کیا ہے (۱) ہر زمانہ کے اہل حل و عقد (۲) اہل اجماع۔

باب اذا اجتهد العامل او الحاكم فاختا
خلاف الرسول من غیر علم فحكمه مردود
غرض یہ ہے کہ صریح سنت کے خلاف قاضی کا فیصلہ مردود ہے سوال پیچھے ایک باب گزرا ہے۔

باب اذا اقصی الحاكم بجور و
خلاف اهل العلم فهو مردود
اس باب اور زیر بحث باب کی غرض ایک ہوگئی اس لئے تکرار پایا گیا جواب وہاں مخالفت اجماع کی مذمت تھی اور یہاں مخالفت سنت کی مذمت ہے۔ لا تفعلوا: اس میں صحابی کے اجتہاد کو رد فرمایا کہ تمہارا اجتہاد ٹھیک نہیں تھا۔ المیزان: یہاں وہ چیز مراد ہے جو قوی جائے ظرف بول کر مظرف مراد ہے۔

باب اجر الحاكم اذا اجتهد فاصاب او اخطا
یہ مسئلہ تلامذہ مقصود ہے کہ جو شخص درجہ اجتہاد کو پہنچا ہوا ہو اس کو بہر حال اجر ہے اگرچہ خطا ہو جائے۔

باب الحجة علی من قال ان احكام
النبي صلی اللہ علیہ وسلم كانت ظاهرة
غرض رد ہے ردافض اور بعض خوارج پر جو کہتے تھے احکام سب صحابہ کرام پر ظاہر تھے اس لئے حجیت حدیث میں تواثر ضروری ہے اور خبر واحد سے استدلال صحیح نہیں ہے اس کا امام بخاری رد فرما رہے ہیں کہ مجلس سے بعض صحابہ غائب ہوتے رہتے تھے اس لئے سب مسائل درجہ تواثر کو نہیں پہنچے

اجماع نقل کر رہا ہو (۲) غرض یہ ہے کہ اجماع ثابت کرنا بہت مشکل ہوتا ہے کیونکہ لوگ متفرق ہو چکے ہیں اور علماء مختلف علاقوں میں پھیل چکے ہیں صرف احتیاط کا لحاظ کرنے کا مشورہ دے رہے ہیں اجماع کی حجیت کا انکار مقصود نہیں ہے (۳) مقصد امام احمد کا یہ ہے کہ اجماع سکوتی کے تلفظ میں احتیاط کرنی چاہئے۔ یوں نہ کہے کہ اجمع الناس علی کذا بلکہ یوں کہے لا اعلم من خلاف هذا اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام بیہقی فرماتے ہیں واذا قوی القران فاستمعوا له وانصتوا کے متعلق امام احمد فرماتے ہیں اجمع الناس علی ان هذه الاية فی الصلوة (۴) انکار صرف اس شخص پر کرنا مقصود ہے کہ جس کو معرفت تامہ نہ ہو۔ بخلاف سلف کے کہ ان کو معرفت تامہ تھی ان کا اجماع نقل کرنا ٹھیک ہے (۵) غیر صحابہ کے اجماع کے متعلق یہ کلام ہے کیونکہ وہ متفرق ہو گئے تھے اس لئے اجماع کے اثبات میں بہت احتیاط ہونی چاہئے۔ (۶) صرف معتزلہ پر انکار مقصود ہے کیونکہ وہ کہتے تھے کہ جو کچھ بھی ہم کہہ رہے ہیں یہ سب اجماعی چیزیں ہیں۔ ثوبان ممشقان: بلکہ سرخ رنگ کی مٹی سے رنگا ہوا کپڑا ہو تو اس کو مشق کہتے ہیں اس مٹی کو مشق کہتے ہیں۔ بخ: رضا اور تعجب میں ڈالنے کے موقع پر یہ کلمہ استعمال ہوتا ہے۔ فاتی العلم: یہ محل ترجمہ ہے کیونکہ عید گاہ بھی مشاہد میں سے ہے۔ قباء: یہ بھی مشاہد میں سے ہے۔ فیاتی العوالی: یہ بھی مشاہد میں سے ہے۔ حیث توضع الجنائز: یہ بھی مشاہد میں سے ہے۔ اُخذ: یہ بھی مشاہد میں سے ہے۔ منبر: یہ بھی مشاہد میں سے ہے۔ المرکن ثب: یہ بھی مشاہد میں سے ہے۔ لم یکن عراق یومئذ: اس زمانہ میں ابھی عراق کے لوگ مسلمان نہ ہوئے تھے اور یہ شہر کسریٰ کے ماتحت تھا گویا یہ مشاہد میں سے نہیں۔ معرہ: اخیر رات میں آرام کرنے کی جگہ۔ ببطحاء: یہ موضع الترجمہ ہے کیونکہ مشاہد میں سے ہے۔

باب قول اللہ تعالیٰ لیس لك من الامر شیء
غرض اس آیت کی تفسیر ہے۔ اس باب کا ربط ابواب اعتصام سے کیا ہے (۱) کفار نے ترک اعتصام کیا اس لئے ان پر بھی دعا فرمائی (۲) لغت اس لئے تھی کہ انہوں نے اہل علم کو قتل کیا تھا اس لئے اشارہ ہے حجیت اجماع اہل علم کی طرف مذمت ہے مخالفت اجماع کی۔

جائز نہیں ہے سوال قرآن پاک میں تو یوں ہے فاسئل الذین یقرؤن الکتب من قبلک۔ جواب قرآن پاک میں صرف علامات نبوت پوچھنے کا حکم ہے مسائل کا نہیں۔ (۲) قرآن پاک میں صرف بعض قصص پوچھنے کا حکم ہے مسائل کا نہیں (۳) جو ایمان لے آئے ان سے پوچھنے کا حکم ہے جو ایمان نہیں لائے ان سے پوچھنے کی ممانعت ہے۔ لنبلو علیہ الکذب: کعب احبار اگرچہ سچ بولتے تھے لیکن کتب سابقہ محرف تھیں اس لئے جھوٹ کا احتمال تھا یہ نہیں کہ کعب احبار ایمان لانے کے بعد جھوٹ بولتے تھے پھر کعب احبار اسلام کب لائے (۱) خلافت عمر میں (۲) خلافت صدیق اکبر میں (۳) نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے مسلمان ہو گئے تھے لیکن زیارت سے پہلے وفات ہو گئی تھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اس لئے صحابی ہونے کا شرف حاصل نہ ہوا۔ پہلا قول زیادہ مشہور ہے۔ لم یشب:۔ قرآن پاک میں ملاوٹ یعنی تحریف نہیں ہوئی۔

باب نہی النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی التحريم الا ما تعرف اباحتہ

غرض یہ ہے کہ اصل نبی تحریم کے لئے ہے جب تک کوئی قرینہ اس سے منع نہ کرے جیسا کہ اصل امر وجوب کے لئے ہے جب تک کوئی قرینہ منع نہ کرے۔ ولم یعزم علیہم: اس قرینہ سے معلوم ہوا کہ یہاں امر وجوب کے لئے نہیں ہے لمن شاہ اس سے معلوم ہوا کہ یہاں امر وجوب کے لئے نہیں ہے۔

باب کراهية الخلاف

غرض کیا ہے دو تقریریں ہیں (۱) صریح نصوص کی نہ مخالفت کرو نہ قبول کرنے میں تردد سے کام لو لا تکنونوا کالذین تفرقوا واختلّفوا من بعد ما جاءهم البینات (۲) عبادت تھننے تک کرو جب تھک جاؤ تو آرام کر لیا کرو۔ اقرء والقران ما اختلفت قلوبکم:۔ (۱) تھک جاؤ تو تلاوت بند کر دو (۲) قرآن پاک کے مسائل میں اگر بحث کر رہے ہو تو جب خطرہ ہو کہ اب یہ بحث انکار تک پہنچا دے گی تو بحث بند کر دو۔

قال ابو عبد الله سمع عبد الرحمن سلاماً: معلوم ہوا کہ ابھی جو روایت گزری ہے یہ متصل ہے۔

اس لئے حجیت حدیث میں تواثر شرط نہیں ہے اور خبر واحد بھی حجت ہے اس کے علاوہ خبر واحد کی حجیت پر اجماع بھی ہے۔

باب من رأى ترک النکیر

من النبی صلی اللہ علیہ وسلم

غرض کی دو تقریریں ہیں (۱) نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر حجت ہے کسی اور کی تقریر حجت نہیں ہے کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم معصوم تھے انکار نہ فرمانا ایک اختیاری کام تھا اس لئے جہاں انکار نہ فرمایا وہ کام جائز تھا اور نہ انکار فرما دینے کوئی اور انکار نہ کرے تو کہہ سکتے ہیں کہ اس کو علم نہ ہوگا۔ (۲) دوسری تقریر غرض کی یہ ہے کہ امام بخاریؒ کے نزدیک اجماع سکوتی حجت نہیں ہے کیونکہ غیر نبی کی تقریر حجت نہیں ہے۔ فلم ینکرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم:۔ سوال: جب ابن صیاد دجال نہ تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق کو قسم کھاتے سنا کہ ابن صیاد دجال نہ ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کیوں نہ فرمایا؟ جواب (۱) یہ دجال ہے لیکن دجال اکبر نہیں ہے اس تقریر سے سب اقوال واحادیث جمع ہو جاتی ہیں (۲) یہ عدم انکار تمیم داری کے واقعہ سے پہلے ہوا اس لئے تمیم داری والی حدیث اس کے لئے ناسخ ہے (۳) اس زمانہ میں ابھی تردد تھا۔ سکوت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا وہی حجت ہوتا ہے جو تردد کی بنا پر نہ ہو تمیم داری کے واقعہ سے تردد ختم ہو گیا۔

باب الاحکام التي تعرف بالدلائل

وکیف معنی الدلالة و تفسیرها

غرض فقہ کے کچھ اصول کا ذکر کرنا ہے مثلاً عام ہر خاص پر دلالت کرتا ہے جیسے یہ آیت ہے لمن یعمل مثقال ذرة خیراً یوہ اس میں حصار کا حکم داخل ہے۔ دلائل سے احکام معلوم ہوتے ہیں دلائل اولہ اربعہ ہیں ان کی دلالت کیسے ہے عبارة النص کے طور پر یا اشاره النص کے طور پر یا دلالة النص کے طور پر یا اقتضار النص کے طور پر پھر وہ عام ہیں یا خاص ہیں یا مشترک ہیں یا مآول ہیں۔ مرج:۔ چراگاہ۔ طیلہا:۔ لمبی ری جس میں چر سکے۔ فانی انا جی من لا تنا جی: اس سے یہ اصول نکلا کہ فرشتے بدبو سے نفرت رکھتے ہیں۔ ان لم تجدینی فاتی ابا بکر: اس سے یہ اصول نکلا کہ حضرت ابوبکر صدیق کا قول حجت ہیں۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم

لا تسئلوا اهل الکتب عن شئی

غرض یہ ہے کہ حکم شرعی معلوم کرنے کے لئے اہل کتاب سے سوال

باب قول اللہ تعالیٰ 'وامرہم شوریٰ بینہم'
غرض مشورہ کی ترغیب ہے اور یہ بتانا مقصود ہے کہ مشورہ اور عزم اور توکل میں کیا ترتیب ہے؟

کتاب الرد علی الجہمیہ وغیرہم التوحید
یہ تہہ ہے کتاب الایمان کا تا کہ ابتداء اور انتہا ایک جیسی ہو جائے پھر التوحید کو منسوب پڑھا گیا ہے جو منسوب بنوع الحافض ہے ای فی التوحید کیونکہ جہمیہ توحید کے غلط معنی کرتے ہیں پھر یہ جہمیہ جہم بن صفوان کی طرف منسوب ہیں جو کوفہ میں رہتا تھا یہ انسان کو مجبور محض مانتا تھا۔ اس لئے جہمیہ کو جبریہ بھی کہتے ہیں اور یہ اس کے بھی قائل تھے کہ اللہ تعالیٰ ان صفات سے متصف نہیں ہو سکتے جو غیر اللہ میں ہیں مثلاً شے ہی 'عالم' مرید۔ پھر جہم بن صفوان شاگرد ہے جعد بن درہم کا جس نے سب سے پہلے قرآن پاک کو مخلوق کہا یہ زمانہ تھا ۱۲ھ سے کچھ اوپر کا اسی کا تابع جہم بن صفوان ہوا یہ دونوں قرآن پاک کے کلام اللہ ہونے کے منکر تھے پھر مبتدعین میں سے چار کوفتہ میں بڑا شمار کیا گیا ہے گویا یہ رئیس المبتدعین ہیں (۱) جبریہ (۲) معتزلہ قدریہ (۳) روافض (۴) خوارج۔ پس اس کتاب میں امام بخاریؒ کچھ مسائل کلامیہ بیان کرنا چاہتے ہیں۔ جن میں حق تعالیٰ کے اسماء اور صفات اور شیون کا ذکر ہوگا پھر معنی توحید میں تعبیر کے درجہ میں اہل حق کے چند قول ہیں مقصد میں فرق نہیں ہے (۱) حق تعالیٰ کی ذات ثابت ہے موجود ہے معبود ہے ایسے کلمہ شئی (۲) التوحید اثبات ذات غیر مشتبہ بالذات ولا معطلۃ عن الصفات (۳) التوحید افراد القدیم من المحدث۔ پس مکلف کے ذمہ سب سے پہلے حق تعالیٰ کی ذات و صفات کا جاننا ہے پھر ارسال رسل کی طرف متوجہ ہونا ہے پھر مکلف ہونے کا خیال کرنا ہے پھر ارکان شریعت کو جاننا ہے پھر عمل کا اہتمام کرنا ہے ان سب چیزوں پر جو اس کو لازم ہیں پھر دنیا میں توحید سے متعلق موٹے موٹے مذاہب یہ ہیں۔ (۱) اہل حق کا مسلک کہ حق تعالیٰ کی ذات وحدہ لا شریک لہ ہے (۲) مجوسی دو خالق مانتے ہیں۔ خالق خیر کو یزداں اور خالق شر کو اہرمن کہتے ہیں (۳) عیسائی تین خدا مانتے ہیں (۱) اللہ تعالیٰ (۲) عیسیٰ علیہ السلام (۳) حضرت جبرائیل علیہ السلام۔

بعض عیسائی حضرت جبرائیل علیہ السلام کی جگہ حضرت مریمؑ کو مانتے ہیں۔ پھر حق تعالیٰ کی صفات دو قسم کی ہیں عدی۔ وجودی۔ عدی میں نقائص کی کمی ہوتی

ہے ان کوصفات جلالی کہتے ہیں کیونکہ ان کو یوں بیان کیا جاتا ہے جل عن کذا وجل عن کذا اور دوسری قسم وجودی صفات کو جہالی اور اکرام کہتے ہیں اس میں اثبات کمالات ہوتا ہے۔ توحید دونوں قسموں کے لئے جامع ہے کیونکہ اس میں وحدت کا اثبات ہے اور شرک کی نفی ہے اسی لئے امام بخاریؒ نے توحید کو مقدم کیا ہے پھر چار بڑے فرقوں کے بعد چند اور فرقوں کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے (۱) مرجہ تقدیق کو لیتے ہیں اعمال کی ضرورت بالکل نہیں سمجھتے (۲) جہمیہ کا ذکر ہو چکا یہ مرجہ ہی کا ایک فرقہ ہے ۳۔ کرامیہ۔ یہ ایمان کے لئے اقرار کو کافی سمجھتے ہیں یہ بھی مرجہ ہی کا ایک فرقہ شمار کیا جاتا ہے مرجہ اور کرامیہ کا ذکر الخیر الحاری جلد اول کی کتاب الایمان میں ہو چکا ہے (۴) بختمیہ یہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کو ایک جسم مانتے ہیں اس لئے اسلام سے خارج شمار کئے گئے (۵) بختمیہ کی قسم ثانی۔ بعض مجسمہ کہلانے والے نعوذ باللہ حق تعالیٰ کو جسم تو مانتے ہیں لیکن عام جسموں سے الگ خاص قسم کا جسم مانتے ہیں اس لئے ان کو مبتدعین میں شمار کیا ہے کفار میں شمار نہیں کیا گیا (۶) مشبہ یہ مجسمہ ہی کا دوسرا نام ہے (۷) حشویہ۔ شیخ اشینؒ مشاہدات کو اپنے ظاہر پر رکھنے والے۔ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا تھا ردواطلوالا حشا اخلقتہ اس لئے ان کا نام حشویہ شیخ اشینؒ ہو گیا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ مشاہدات کو صرف اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے تھے اس قول پر ان کی یہ بدعت ظاہر نہ ہوئی۔ (۸) حشویہ۔ بسکون اشینؒ یہ مجسمہ کا دوسرا نام ہے کیونکہ حشوم کو کہتے ہیں۔

باب ما جاء فی دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم امتہ الیٰ توحید اللہ تعالیٰ
غرض یہ بتلانا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح توحید کی طرف بلا تے تھے امام طہمیؒ نے اپنی کتاب شعب الایمان میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے میں پانچ چیزوں کا لحاظ رکھا ضروری ہے (۱) وہ ذات موجود ہے (۲) بیکتا ہے۔ (۳) نہ جوہر ہے نہ عرض ہے ایسے کلمہ شئی (۴) وہ ذات ہر چیز کی خالق ہے (۵) ہر چیز میں اس کا تصرف ہے پھر جتنے بھی اسماء ہیں وہ ان پانچ میں سے ایک یا دو یا زیادہ کی طرف راجع ہوتے ہیں۔ زادا سمعیل بن جعفر: غرض یہ ہے کہ حضرت ابوسعید خدریؓ کے ماں شریک بھائی ہیں حضرت قتادہ بن نعمان۔ راوی حضرت اسماعیل نے عن ابی سعید عن قتادہ بن نعمان عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نقل کیا ہے۔

مجسمہ کے مذہب کی خرابیاں

(۱) جو چیز بھی اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہوتی ہے وہ اس کو اللہ تعالیٰ کی صفت

(۲) کمال قدرت پھر متین کے معنی ہیں (۱) قوی (۲) ایسا قوی کہ اس کی قدرت کو توڑا نہ جاسکے اور اس کے غیر کی قدرت کو توڑا جاسکے (۲) باب کی غرض میں دوسری تقریر یہ ہے کہ امام بخاریؒ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حلال اور حرام دونوں کے رازق اللہ تعالیٰ ہی ہیں۔

باب قول اللہ تعالیٰ 'عالم الغیب

فلا یظهر علی غیبه احداً

غرض حق تعالیٰ کی صفت علم غیب کا ثابت کرنا ہے یعنی وہ عالم الغیب و الشہادۃ ہیں ان کا علم قدیم ہے ہر شے سے حقیقت متعلق ہوتا ہے پس اس باب میں رد ہے معتزلہ پر جو کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ عالم ہیں بلا علم اور رد ہے جہم بن صفوان اور هشام بن حکم پر جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا علم حادث ہے اور رد ہے فلاسفہ پر جو کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کلیات کو جانتے ہیں جزئیات کو نہیں جانتے۔ پھر عالم کے معنی ہیں مدرک الاشیاء علی ما ہی علیہ اور عالم کے معنی ہیں العالم باصناف المعلومات الموجودة والایۃ فی الاسقبال۔ پھر دلیل عقلی حق تعالیٰ کے علم پر یہ ہے کہ یہ نظام عالم احسن ترتیب پر اور حکمت متقنہ کے مطابق غیر عالم سے کیسے صادر ہو سکتا ہے۔ ایک اچھا خط اچھی ترتیب پر ایسی ذات سے کیسے صادر ہو سکتا ہے جس کو کتابت نہ آتی ہو پھر علیم کے معنی ہیں من یعلم جمیع المعلومات اور خبر کے معنی ہیں من یعلم قیل القور۔ والشہید من یعلم الغائب کما یعلم الحاضر والمحصى من لا یشغلہ الکثرة عن العلم والحسب (۱) هو المحصى (۲) هو من یعلم بلا حساب الاجزاء والمقادیر التي یعلم العباد امثالها بالحساب (۳) هو بمعنی الکافی کما یقال احسبني ای اعطانی حتی قلت حسبني۔

باب قول اللہ تعالیٰ 'السلام المؤمن

غرض میں دو قول ہیں (۱) حق تعالیٰ کے اسماء میں سے یہ دو بھی ہیں پھر معنی السلام کے (۱) عیبوں سے پاک (۲) سلامتی دینے والا حق کو اور اہل حق کو اور معنی مؤمن کے (۱) اپنی مخلوق کو اپنے ظلم سے امن دیا اور بندوں کو امن دیا وعدہ کے مطابق امیدیں اور خیالات پورے نہ ہونے سے (۲) انبیاء علیہم السلام کی تصدیق فرماتے ہیں معجزات پیدا فرما کر (۳) جب وعدہ فرماتے ہیں تو اپنے آپ کو سچا کر دکھاتے ہیں۔ (۲) غرض میں دوسرا قول یہ ہے کہ اس باب میں سورۃ حشر میں بیان کئے گئے تمام اسماء کو ثابت کرنا مقصود ہے۔

قراردیتے ہیں مثلاً قرآن پاک میں ہے و نفتح فیہ من روحی تو یہ اللہ تعالیٰ کے لئے بھی صفت روح مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لئے روح بھی ثابت ہے (۲) بہت سی چیزوں کے متعلق جانتے ہیں کہ یہ منشا بہات میں سے ہیں پھر بھی ان کو ظاہر پر محمول کرتے ہیں یہ صریح تناقض ہے (۳) روایات غلیظہ سے بھی عقائد ثابت کرتے ہیں (۴) حدیث مشہور اور خبر واحد میں غلط کرتے ہیں (۵) حدیث مرفوع اور مؤلف اور مقطوع میں غلط کرتے ہیں بعض الفاظ کی ایک موقعہ میں ایک تاویل کرتے ہیں دوسرے موقعہ پر انہی الفاظ کی تاویل نہیں کرتے (۷) احادیث کو حسی معنی پر محمول کرتے ہیں۔ لیس کمثلہ شئی:۔ آیت مبارکہ کے یہ کلمات مبالغہ پر محمول ہیں کیونکہ کاف اور مثل کے ایک ہی معنی ہیں حق تعالیٰ نے دونوں کو جمع فرمایا ہے بطور مبالغہ کے معنی یہی ہیں لیس کمثلہ شئی۔

باب قول اللہ تعالیٰ 'قل ادعوا اللہ

واادعوا الرحمن

غرض اللہ تعالیٰ کی صفات کا اثبات ہے۔ کیونکہ اسماء کا اطلاق صفات پر ہوتا ہے اور حق تعالیٰ نے اپنے ذاتی نام اللہ کو مقدم ذکر فرمایا کیونکہ یہ اسم اعظم ہے جب کہ خاص توبہ اور اخلاص اور محبت اور خوف اور امید اور شکر اور صبر اور توکل اور ضابطہ قضا وغیرہ کے ساتھ بڑھا جائے اور معتزلہ نے کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے صفات نہیں ہیں دئی ہیں لذاتہ عالم ہیں لذاتہ قادر ہیں لذاتہ۔ ان کو شہد اس لئے لگا کہ انہوں نے سوچا کہ صفات اگر قدیم مائیں تو تعدد قدام لازم آئے گے اور اگر حادث مائیں تو اللہ تعالیٰ کل حوادث ہو جائیں گے۔ اور یہ دونوں لازم باطل ہیں جواب (۱) باطل صرف تعدد ذات قدیمہ ہے ایک ذات اور کئی صفات اگر قدیم ہوں تو کچھ حرج نہیں (۲) نفی صفات حقیقت میں حق تعالیٰ کے صانع ہونے کی نفی ہے کیونکہ جب علم نہیں قدرت نہیں تو صانع کیسے ہوں گے؟ (۳) معتزلہ کا قول صریح آیات کے خلاف ہے مثلاً ان الله هو الرزاق ذو القوة المتین۔ والله العزیز ولسوله۔ ولا یحیطون بشئی من علمہ۔

باب قول اللہ تعالیٰ 'ان اللہ

هو الرزاق ذو القوة المتین

باب کی غرض میں دو تقریریں ہیں (۱) ثابت کرنا مقصود ہے صفت قوت کا اور صفت تریق کا عالم کا ہر ذرہ تریق کا محتاج ہے۔ پھر رزاق کے معنی کیا ہیں (۱) ایک رزق کے بعد دوسرا رزق دینے والا (۲) رزق کی کفالت کرنے والا۔ پھر قوت کے معنی ہیں (۱) قدرت

ہیں اور دیکھتے بھی ہیں اور اس میں رد ہے معتزلہ کا وہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ کا دیکھنا سننا صرف علم کے معنی میں ہے یہ غلط ہے کیونکہ علم میں اور سمع و بصر میں فرق ہے کیونکہ علم کا تعلق تو معدوم سے بھی ہوتا ہے اور سمع و بصر کا تعلق صرف موجود ہوتا ہے اس لئے حق تعالیٰ کے تینوں انکشاف ثابت ہیں علم اور سمع اور بصر گو ہم ان کی کہہ کو نہیں جانتے اور ان تینوں کا ثبوت نصوص صریحہ سے ہے پھر جو بعض روایات میں ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کان اور آنکھ کی طرف اشارہ فرمایا تو محض اثبات سمع و بصر ہے یہ مطلب نہیں ہے نعوذ باللہ کہ حق تعالیٰ دیکھنے اور سننے میں کسی عضو کے محتاج ہیں تعالیٰ اللہ عن ذلک علواً کبیراً اور بخاری شریف میں مرفوعاً حضرت ابو ہریرہ سے جو وارد ہے ما اذن اللہ لشيء ما اذن لنبی یتغنی بالقرآن تو اس کے معنی صرف زیادہ ثواب اور اکرام قاری کے ہیں پھر نظر کا لفظ تو کبھی امتحان کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ عسی ربکم ان یهلك عدوکم و یتخلفکم فی الارض فینظر کیف تعملون اور کبھی شفقت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسے ولا یکلہم اللہ ولا ینظر الیہم ولا یغفر الذنوب الا انت یہی محل ترجمہ ہے کیونکہ بعض گناہوں کا تعلق سننے سے ہوتا ہے اور بعض کا دیکھنے سے ہوتا ہے۔ ان اللہ قد سمع قول قومک: یہ محل ترجمہ ہے اور یہ نداء ناف سے واپسی پر آئی۔

باب قول اللہ تعالیٰ قل هو القادر

صرف قدرت کا اثبات مقصود ہے کہ حق تعالیٰ کی قدرت ذاتی ہے اور باقی سب کی عطائی ہے۔

باب مقلب القلوب

حق تعالیٰ کی صفت مقلب القلوب کا بیان کرنا مقصود ہے۔

باب ان للہ مائة اسم الا واحداً

غرض رد ہے ان لوگوں کا جو صفات کا انکار کرتے ہیں کیونکہ اسماء صفات ہی ہیں پھر یہ ۹۹۔ کا عدد زائد کی نفی کے لئے نہیں ہے بلکہ یہ اس لئے ہے کہ یہ زیادہ مشہور ہیں من احصاها دخل الجنة (۱) حفظ کرے ایمان کے ساتھ (۲) اعتقاد رکھے ان صفات کا (۳) ان صفات کے متقاضی پر عمل کرے جیسے حسن کی وجہ سے شفقت اختیار کرے۔

باب قول اللہ تعالیٰ ملک الناس

باب کی غرض ملک یعنی بادشاہی کی صفت کا اثبات ہے پھر اس کے معنی کیا ہیں (۱) غشی ذاتی (۲) پورے عالم میں تصرف جس ذات نے عالم کو عدم سے وجود میں نکالا وہی اس عالم میں تصرف کا حقدار ہے۔

باب قول اللہ تعالیٰ وهو العزيز الحکیم

غرض حق تعالیٰ کے لئے صفت عزت اور حکمت کا بیان ہے پھر عزت کے معنی قوت کے ہیں پھر اس لفظ کے اشتقاق میں مختلف قول ہیں (۱) عزائی اذا تعدد وجودہ عند الطلب اور حق تعالیٰ کی نہ نظیر ہے نہ مثل ہے (۲) عز بمعنی غلب۔ وعزنی فی الخطاب ای غلبنی (۳) عز بمعنی شدت وقوت فعززنا بثالث اور حکیم کے معنی ہیں الذی لا یقول ولا یفعل الا الصواب حتی یضع فیہا رب العلمین قدمہ یہ حدیث پاک اپنے ظاہر پر نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نکلروں سے پاک ہیں اور کسی صفت کا قدم بھی مراد نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کے بارے میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ فلاں صفت کے قدم کو دوزخ میں رکھ دیا اس لئے اس قدم رکھنے کی مختلف توجیہات کی گئی ہیں۔ (۱) جہنم کو ذلیل کر دینا اور مخر کر دینا مراد ہے (۲) یہ کنابہ صفت جلال سے ہے جیسے کہا جاتا ہے وضعت الشئی تحت قدمی (۳) کنایہ ہے اعراض سے جیسے فتح مکہ کے موقعہ پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل دم کان لی فی الجاہلیۃ قد جعلتہ تحت قدمی ای اعرضت عنہا (۴) یہ کنابہ ہے جہنم کو ڈانٹنے سے اور اس کی تیزی کی تتم کرنے سے جیسے کوئی شخص کسی چیز کو باطل کرنا چاہے اور کہے جلدیہ تحت رجلي۔ سوال قدم کی تاویل کی گئی اور وجہ کی تاویل کیوں نہ کی گئی۔ جواب جو چیز قرآن پاک سے یا خبر متواتر سے ثابت ہو اس کو تو تشابہات میں سے شمار کر لیا جاتا ہے اور جو چیز خبر واحد سے ثابت جیسے یہ لفظ قدم تو اس کی تاویل کی جاتی ہے تاکہ تو فی نصوص کے مطابق ہو جائے اور رمل کا لفظ قدم کی جگہ یہ روایت بالمعنی ہے اور ارشاد نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اللهم اشدد وطا تک علی مضر۔ اس کے معنی ہیں آپ اپنی قدرت کے آثار ظاہر فرمائے ان پر۔

باب قول اللہ تعالیٰ وهو الذی

خلق السموات والارض بالحق

غرض اس آیت کی تفسیر ہے (۱) بالحق ای بکلمۃ کن (۲) پیدا فرمایا حکمت کے ساتھ بے کار نہ بنایا جیسے ارشاد ہے ربنا ما خلقت هذا باطلاً

باب قول اللہ تعالیٰ وکان اللہ سمیعاً بصیراً

غرض یہ بتلانا ہے کہ حق تعالیٰ بغیر کسی کان اور آنکھ کے سنتے بھی

متکلمین اس طرف گئے ہیں کہ محاذ اور ظنی معنی کر لینے کی گنجائش ہے اس یقین کے بغیر کہ یہ مراد اللہ ہو کیونکہ یہ معنی صرف احتمال کے درجہ میں ہیں (۳) مشہد اور مجسمہ اور ان ہی میں سے حشو یہ اور کرامیہ بھی ہیں جنہوں نے حق تعالیٰ کے لئے اعضاء بھی ثابت کئے ہیں۔ تعالیٰ اللہ عن ذلک علواً کبیراً۔ (۴) ان کی ضد جہمیہ ہیں جو جہم بن صفوان کے متبع ہیں انہوں نے صفات کا انکار ہی کر دیا۔ اسی لئے ان کا لقب معطل بھی ہے۔ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ جہم نے تو نفی تشبیہ میں مبالغہ کیا حتیٰ کہ کہہ دیا کہ ان اللہ لیس بشی۔ امام صاحبؒ کی کلام ختم ہوئی۔ جہم نے تو اللہ تعالیٰ کے علم کو بھی حادث کہہ دیا حق تعالیٰ کی صفات میں شئی اور حتیٰ اور عالم اور مرید ہونے کی بھی نفی کر دی۔

باب قول اللہ عزوجل کل شیء ہالک الا وجہہ

غرض یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے لئے وجہ بمعنی ذات ثابت ہے لیکن حق تعالیٰ اعضاء سے اور مخلوق جیسے چہروں سے پاک ہیں۔ لیس کمثلہ شیء۔
باب قول اللہ: ولتصنع علی عینی:۔
غرض یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے لئے ان کی شان کے مناسب عین ثابت ہے۔
باب قول اللہ تعالیٰ 'هو الخالق الباری المصور'
غرض ان صفات کا اثبات ہے جو اس آیت میں مذکور ہیں خلق کے معنی یہ ہیں کہ پہلے مقدر فرماتے ہیں اس کو تقدیر کہتے ہیں پھر عدم سے وجود میں لاتے ہیں اس کو برء کہتے ہیں پھر اس پیدا کرنے کو عمدہ فرماتے ہیں جس کو تصور اور تصویبہ کہتے ہیں۔

آج کل کی اصطلاح میں فنشنگ ٹچ یعنی آخری اصلاح کہتے ہیں۔
باب قول اللہ عزوجل: لما خلقت بیدي
غرض حق تعالیٰ کے لئے یدین کا اثبات ہے جیسا ان کی شان کے مناسب ہے پھر باقی تشابہات کی طرح متقدمین کے نزدیک لا یعلم تاویلہ الا اللہ اور متاخرین کے نزدیک بمعنی قدرت ہے! پھر تشبیہ کیوں ہے (۱) تاکیداً (۲) نعم ظاہرہ و باطنہ کے لحاظ سے (۳) نعم دنیویہ و اخرویہ کے لحاظ سے (۴) معنی ظاہری و باطنی کے لحاظ سے جس کو ظہور و بطون کہتے ہیں۔ (۵) ما یعطی للاکرام وما یعطی للاسوداج کے لحاظ سے (۶) جمال و جلال کے لحاظ سے (۷) لطف و قہر کے لحاظ سے (۸) قدرتہ مع الا سطفاء کے لحاظ سے کیونکہ نفس قدرت تو ساری مخلوق کو شامل ہے اس میں

باب السؤال باسماء اللہ تعالیٰ والا ستعاذہ بها

غرض جہمیہ پر رد ہے جنہوں نے یہ کہہ دیا کہ اسماء اللہ مخلوق ہیں کیونکہ اسم غیر محسوس ہوتا ہے ردیوں فرمایا کہ مخلوق سے تو سوال نہیں ہوتا اور احادیث سے سوال ثابت ہے پھر اسماء تو قیفی ہیں کیونکہ سقاہم ربہم شراباً طہوراً تو قرآن پاک میں ہے لیکن ساتی کا لفظ حق تعالیٰ پر استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔

باب ما یدکر فی الذات والنوع واسامی اللہ تعالیٰ

غرض یہ ہے کہ حق تعالیٰ پر ذات اور نعت کا اطلاق صحیح ہے کیونکہ حضرت غیبؑ نے ذات کا لفظ اطلاق فرمایا اور ظاہر یہی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ لفظ پہنچے ہیں اور انکار نہیں فرمایا بعض حضرات نے ذات کے لفظ کے اطلاق میں تردد کا اظہار فرمایا ہے کیونکہ یہ ذوا کی مؤنث ہے ایسے ہی نعت کا لفظ زیادہ تر زیور کی صفات پر آتا ہے لیکن چونکہ ذات کا لفظ شئی کے معنی میں مشہور ہے اور نعت صفت کے معنی میں مشہور ہے اس لئے امام بخاریؒ نے دونوں لفظوں کا اطلاق حق تعالیٰ کی ذات و صفات پر جائز قرار دیا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ نعت کا لفظ ذات اور صفت کے درمیان بولا جاتا ہے کیونکہ ذات کی تعیین اور تعریف کے لئے استعمال ہوتا ہے اس میں ذات سے زائد معنی نہیں ہوتے۔

باب قول اللہ عزوجل ویحذرکم اللہ نفسه
غرض یہ ہے کہ نفس کا لفظ بھی بمعنی ذات حق تعالیٰ پر بولا جاسکتا ہے۔ البتہ غیر اللہ میں نفس کا لفظ مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے مثلاً (۱) جسم لہ روح (۲) جسم بلا روح (۳) خون (۴) روح اللہ یتوفی الا نفس حین موتہا۔ (۵) عقل (۶) افراد۔ من ذکر نی فی نفسه ذکرته فی نفسی ما من احد اغیر من اللہ سوال "اس حدیث میں تو لفظ نفس کا نہیں ہے۔ پھر یہ اس باب میں کیوں لائے؟ جواب: امام بخاریؒ کے نزدیک احد اور نفس مترادف المعنی ہیں پھر تشابہات جو صفات میں ہیں ان کے متعلق چار اہم مذاہب ہیں (۱) و ما یعلم تاویلہ الا اللہ پر وقف کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی ان کے معنی جانتے ہیں اور یہی مذہب ائمہ اربعہ کا اور سلف صالحین کا ہے (۲) اکثر

وجدت بردانامہ فی صدری فتجلی لی ما بین السماء والا
رض۔ اس کے معنی ہیں کمال لطف و عنایت پھر مسند احمد میں ہے عن انس
مرفوعاً فی قوله تعالیٰ فلما تجلی ربہ للجبل قال قال ہکذا یعنی
انہ اخرج طرف الخضر اس کی توجیہ۔ (۱) یہ حدیث ہی ضعیف ہے
(۲) تھوڑی سی نشانی ظاہر فرمائی پھر مسند ابی یعلیٰ میں ہے کہ عن عبد اللہ
بن عمرو موقوفاً خلق اللہ الملائکۃ من نور النواein والصلو
اس کی توجیہ یہ ہے کہ یہ حدیث نہایت منکر ہے۔ پھر ایک حدیث میں ہے
کہ حضرت ابوالاحوص الجمعی سے مساعد اللہ اشد من مساعدک یہ
حدیث بھی مرفوع ہے اس کے معنی قوت کے ہیں۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا شخص اغیر من اللہ .:

غرض یہ ہے کہ حق تعالیٰ پر شخص کا اور غیرت کا اطلاق بھی جائز ہے پھر شخص
کے اصل معنی ہیں مالہ اشخاص والا ارتفاع اور غیرت کے معنی ہیں تغیر
القلب و هیجان النفس والغضب بسبب المشاركة فیما بہ الا
خصصاص۔ لیکن حق تعالیٰ کی ذات میں غیرت کے معنی زیادہ کراہت
کے ہیں باقی رہا لفظ شخص تو ظاہر یہ ہے کہ امام بخاری نے شخص بمعنی احدیاً
ہے کیونکہ روایت احدی لائے ہیں شخص کی نہیں لائے البتہ ایک روایت
میں یہ لفظ بھی مرفوع آیا ہے لا شخص احب للعبۃ من اللہ عزوجل
اس کے معنی کیا ہیں (۱) لا احد (۲) لاشی (۳) لا موجود۔ (۴) روایت
بالمعنی ہے (۵) سننے میں غلطی لگی شی کی جگہ کسی راوی نے شخص سمجھ لیا۔
باب قل ای شئی اکبر شهادة من اللہ .:
غرض یہ ہے کہ حق تعالیٰ پر شئی کا اطلاق صحیح ہے۔

باب وکان عرشہ علی الماء وہو رب العرش العظیم

اس باب کی دو غرضیں ہیں (۱) حق تعالیٰ کے لئے استواء علی العرش ثابت
ہے جیسا بھی آقا کی شان کے مناسب ہے جیسے قہر تدبیر ارتفاع ورج۔ پھر
ظاہری معنی ہرگز مناسب نہیں کیونکہ (۱) ان سے لازم آتا ہے کہ فرشتے
جو حاملین عرش ہیں حاملین ماعلی العرش ہیں وہ نعوذ باللہ تعالیٰ کے محافظ
بن جائیں حالانکہ حق تعالیٰ سب چیزوں کے محافظ ہیں۔ گویا قلب
موضوع لازم آتا ہے (۲) حق تعالیٰ غنی علی الاطلاق ہیں یعنی ہر چیز سے
غنی ہیں اس لئے وہ مکان سے بھی غنی ہیں جہت سے بھی غنی ہیں اور اگر

آدم علیہ السلام بھی ہیں اور ابلیس بھی ہے جیسے قدم میں قدرت مع الاذلال
ہے افاہہ اول رسول بعثہ اللہ الی اہل الارض: (۱) ان
سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت اوریس علیہ السلام بھی نبی تھے
رسول نہ تھے اس لئے حضرت نوح علیہ السلام پہلے رسول تھے (۲) حضرت
آدم علیہ السلام بھی رسول تھے لیکن الی المؤمنین تھے اور حضرت نوح علیہ
السلام پہلے رسول الی الکفار تھے۔ ملامی: زیادہ نعمتوں والا۔
سبحاء: بننے والا۔ ان اللہ یقبض یوم القیامۃ الارض:
یعنی حق تعالیٰ کی قدرت جمیع مخلوقات پر ظاہر ہوگی (۲) وہ قادر ہیں سب
مخلوق کو فنا کرنے پر قادر ہیں پس فنا ظاہر ہوگی سب مخلوقات پر قیامت
کے دن (۳) آسمان کی ذات باقی رہے گی اور زمین کی بھی ذات باقی
رہے گی لیکن ان دونوں کے آثار ختم ہو جائیں گے اور صرف حق تعالیٰ کی
قدرت ظاہر ہوگی۔ وتكون السموات بیمنہ: (۱) ای فی ملکہ
جیسے ارشاد ہے او ما ملک ایمانکم (۲) فی قوت جیسے ارشاد ہے لاخذ
نا منہ بالیمین (۳) یہاں یمین بمعنی قسم ہے یعنی اللہ تعالیٰ اپنی قسم پوری
فرمادیں گے کہ فنا کریں گے پھر پیدا کریں گے پھر مسلم میں ہے عن ابن
عمر مرفوعاً ثم یطوی الارض ثم یاخذہن بشمالہ اکل مختلف
توجیہات ہیں (۱) شمال کا لفظ ضعیف ہے (۲) روایت بالمعنی ہے (۳)
اشارہ ہے زمین کے ضعف کی طرف بنسبت آسمان کے پھر ترمذی اور
طبرانی اور ابن حبان میں ہے عن ابی امامۃ مرفوعاً کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ
سے وعدہ فرمایا کہ ستر ہزار کو میری امت میں سے بلا حساب و بلا عذاب
جنت میں داخل فرمائیں گے اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے۔ پھر
فرمایا لث حیات من حیات ربی تو اس کے معنی ہیں عطاء عظیم پھر
ایک حدیث پاک میں ہے ان اللہ یمسک السموات علی اصبع
والا رضین علی اصبع اس کے معنی ہیں کہ یکام اللہ تعالیٰ پر آسان ہو
گا۔ اور ایک اور حدیث میں آیا ہے ان قلوب بنی اہم بین اصبعین من
اصابع الرحمن یقلبہا کیف یشاء۔ اس کے معنی کیا ہیں (۱) آسانی
سے (۲) ظاہری اور باطنی نعمتوں کے درمیان دل ہیں (۳) توفیق اور
ترک توفیق کے درمیان دل ہیں (۴) انعام سے خوش کرتے ہیں یا امتحان
پر اجر دیتے ہیں۔ پھر ایک حدیث میں ہے الصلۃ تقع فی کف
الرحمن اس کے معنی ہیں (۱) زیادہ اہتمام سے قبول فرماتے ہیں (۲) فی
ملکہ (۳) فی قدرت۔ پھر ترمذی میں ہے عن ابن عباس ومعاذ مرفوعاً خواب
کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ کیا کہ فوضع کفہ بین کفھی حتی

ولا يشبهه شيء. نہ وہ کسی چیز کے مشابہ ہیں نہ کوئی چیز ان کے مشابہ ہے اور عدم مشابہت اجماعی مسئلہ ہے ائمہ اربعہ اور سب متقدمین نے تفویض کو لیا ہے اور متاخرین نے تاویل کو لیا ہے۔ مشہور یہی ہے لیکن امام الحرمین نے یہاں سلف صالحین کا اجماع تفویض پر نقل فرمایا ہے کیونکہ اولاً اگر ظاہر پر رکھا جائے تو حق تعالیٰ اگر عرش سے چھوٹے ہوں تو یہ عیب ہے برابر یا زائد ہوں تو مقدار اور تقسیم لازم آتی ہے جو کہ اجسام سے خاص ہے۔ ثانیاً ظاہر پر رکھنا اس آیت کے خلاف ہے وهو معکم اینما کنتم تو دونوں نصوص میں سے ایک کو ظاہر سے ہٹانا پڑے گا۔ (۵) اہل السنۃ والجماعہ متاخرین نے فرمایا کہ یہ آیت اپنے ظاہر پر نہیں ہے بلکہ اس کی کچھ ظنی تاویلات ہیں یقینی معنی نہیں ہیں اور وہ ظنی تاویلات بھی ایسی ہیں کہ جو اس تزیہ کے موافق ہیں جو عقلاً نقلاً ثابت ہیں۔

متاخرین حضرات کی تاویلات

(۱) استوی علی العرش کے وہی معنی ہیں جو وہو العلیٰ الکیبر کے ہیں کہ وہ عرش سے بڑے اور بلند ہیں (۲) ارفع عن العرش ای وصفاً وجلالاً کہ وہ اس سے پاک ہیں کہ عرش ان کی صفت ہو (۳) استواء ایک فعل ہے جو حق تعالیٰ نے عرش میں پیدا فرمایا ہے جیسے کہ ارشاد ہے فاتی اللہ بنیانہم من القواعد فخر علیہم السقف من فوقہم اس معنی کی تائید ثمر کے لفظ سے ہوتی ہے (۴) عمارہ ہے گل عرش الملک نقصان والا ہوا بادشاہ کا تخت یعنی مملکت میں نقصان آگیا اور استوی الملک علی عرشہ کے معنی ہوتے ہیں سلطنت ٹھیک ہوگئی چنانچہ سورۃ یونس میں ہے ثم استوی علی العرش یدبر الامر۔ یہ یدبر الای امرای استواء کی تفسیر ہے (۵) استتم خلقہ علی العرش یعنی عرش سے اوپر مخلوق میں سے کوئی چیز نہیں ہے اسی لئے قرآن پاک میں چھ جگہ استواء کا ذکر زمین و آسمان کے خلق کے بعد ہے اور کل سات جگہ استواء کا ذکر ہے۔ پس یہ بتلانا مقصود ہے کہ عرش سے بڑی ہم نے کوئی مخلوق پیدا نہیں کی (۶) اقبل علی خلق العرش جیسے ارشاد ہے ثم استوی الی السماء ای قصد الی خلقها (۷) بمعنی غلبہ جیسا کہ معزلہ سے منقول ہے اور اس کو بہت سے متکلمین نے پسند کیا ہے پھر پہلے معنی اور ساتویں معنی میں یہ فرق ہے کہ پہلے معنی کا حاصل یہ ہے کہ حق تعالیٰ عرش سے بلند ہیں۔ اور ساتویں معنی کا مطلب ہے کہ حق تعالیٰ کا غلبہ عرش پر ظاہر ہوا۔

كان الله ولم يكن شئ قبله: بخاری شریف کی حدیثوں میں

عرش پر بیٹھے ہوئے مانے جائیں تو مکان کے بھی محتاج اور جہت کے بھی محتاج بن جائیں گے تعالیٰ عن ذلک علواً کبیراً (۳) حق تعالیٰ تھے اور کوئی چیز نہ تھی کان ولم یکن معہ شئ پھر عرش پیدا فرما کر عرش کے محتاج کیسے بن گئے (۴) اگر نعوذ باللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھے ہوں اور فرشتوں نے اٹھایا ہو تو محمول ہونے کے ساتھ ساتھ محصور ہو جائیں گے اٹھانے والے فرشتوں سے اصغر اور اضعف ہو جائیں گے۔ تعالیٰ اللہ عن ذلک علواً کبیراً۔ (۵) جو چیز کسی مکان میں ہوتی ہے وہ محتاجی ہوتی ہے اور ذی حقہ ہوتی ہے اور حق تعالیٰ ایسا ہونے سے پاک ہے۔ ربط:۔ پھر یہ باب اگلے باب کی تمہید ہے جس میں حق تعالیٰ کی بلندی اور عظمت کا ذکر ہے۔

باب سے غرض ثانی

یہ ہے کہ عرش مخلوق ہے کیونکہ باب میں ہے وهو رب العرش العظیم معلوم ہوا کہ عرش مربوب ہے اور مربوب مخلوق ہوتا ہے۔ اس میں رد ہے اس شخص پر جو اس طرف گیا ہے کہ عرش قدیم ہے۔ مسئلہ استواء میں مسائل:۔ (۱) مجسمہ اور مشبہ نے کہہ دیا کہ استواء سے مراد قعود ہے جیسے مخلوق بیٹھتی ہے اس کی خرابیاں ابھی گزر چکیں (۲) حشو یہ جو بظاہر اپنے آپ کو محدثین کی ایک جماعت شمار کرتے ہیں اور آیات و احادیث کو اپنے ظاہر پر محمول کرتے ہیں اس لئے تجسیم میں واقع ہو جاتے ہیں انہوں نے کہہ دیا کہ استقرار علی العرش ثابت ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی صفت بلا کیفیت ہے۔ ایسے ہی ید اور قدم بھی ذاتی صفیتیں ہیں لیکن ان کے معنی سمجھ میں نہیں آتے لا یعقل معنا ہما۔ انہی کی کلام کے قریب قریب ابن تیمیہ اور ابن الجوزی کی کلام ہے ان کے رد کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ ان کے کلام میں تناقض ہے کیونکہ ایک طرف تو کہتے ہیں کہ ہم نصوص کو ظاہر پر محمول کرتے ہیں نجوی الامر علی الظاہر اور دوسری طرف کہتے ہیں کہ لا یعقل معنا ہما۔ (۳) معزلہ نے کہہ دیا کہ استواء بمعنی قہر ہے یا بمعنی تدبیر ہے اس تاویل کو بہت سے متکلمین اور امام غزالی بھی اچھا شمار کیا ہے یعنی ظنی معنی اور احتمالی معنی ہو سکتے ہیں ان کو یقینی معنی نہیں کہا جاسکتا۔ (۴) اہل السنۃ والجماعہ نے فرما دیا کہ حق تعالیٰ اس سے پاک ہیں کہ کسی جگہ بیٹھیں اور کوئی چیز حق تعالیٰ کو اٹھائے ہو منزہ عن محل یحله او مکان یقلہ لا یشبہ شئاً

اللہ تعالیٰ۔ الموبق۔ ہلاک کیا ہوا۔ المخردل۔ گرایا ہوا۔
یتجلی۔ اللہ تعالیٰ ظاہر ہوں گے۔ قد امتحشوا۔ جل چکے ہوں
گے۔ یبتعون تحته۔ پانی کے نیچے سے اگ آئیں گے۔ کما تنبت
الجبلی حمیل السیل۔ جیسے سیلاب میں لایا ہوا دانہ جلدی اگ
آتا ہے۔ قد قشبنی ربیحا۔ مجھے تکلیف پہنچائی ہے اور ہلاک کر دیا
ہے اس کی بونے۔ انفهقت له الجنة۔ اس کو جنت وسیع نظر آئے
گی۔ الحبرة۔ نعمت۔ صحواً۔ بادل سے خالی۔ غبرات۔ نیچے
ہوئے۔ مدحضہ۔ بھسنے کی جگہ اس کے بعد مزلہ یہ مفت کاغذ جاسی
کی وضاحت ہے۔ خطا طیف و کلا لیب۔ کندھے اور کانٹے۔
حسکة۔ سخت کاٹا۔ مفلطحہ۔ چڑا۔ عقیفاء۔ مڑا ہوا۔ مککوس۔
گرایا ہوا۔ فی دارہ۔ اس کے معنی ہیں فی جنت۔

باب ما جاء فی قول اللہ تعالیٰ

ان رحمة اللہ قریب من المحسنین

غرض مفت رحمت کا اثبات ہے اجمال کے درجہ میں تو یہ مفت
ہے ذات کی اور تفصیل کے درجہ میں کہ فلان انعام دیا فلاں انعام
دیا مفت فعل شاکر کی گئی ہے کہ حق تعالیٰ کے افعال ہیں اجمال کا
مطلب یہ ہے کہ وہ اطاعت کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں اور ان
سے ضرور دفرماتے ہیں۔ سفع۔ لپٹ اور شعلہ۔

باب قول اللہ تعالیٰ ان اللہ یمسک

السموات والارض ان تزولا

غرض (۱) ثابت کرنا ہے مفت امساک کا اور ابقاء کا (۲) دوسری
غرض ثابت کرنا ہے مفت حلم کا کیونکہ اسی آیت کے اخیر میں ہے انه
کان حلیمًا غفوراً (۳) تیسری غرض ثابت کرنا ہے مغفرت کا۔

باب ما جاء فی خلق السموات

والارض وغیرهما من الخلاق

غرض مفت خلق وکون کا بیان ہے یعنی مبداء الاخراج من العدم الی الوجود۔

باب ولقد سبقت کلمات العبادنا المرسلین

غرض ثابت کرنا ہے تقدیر کا جس کے معتزلہ منکر ہیں اور تمہید ہے
مفت کلام کے اثبات کی۔

باب قول اللہ تعالیٰ انما قولنا لشیء اذا اردناه

غرض (۱) مفت قدرت کا اثبات ہے جس کے جہمیہ منکر ہیں (۲)

تین قسم کے الفاظ آتے ہیں (۱) ولم یکن شیء قبلہ (۲) ولم یکن شیء معہ (۳) ولم
یکن شیء غیرہ۔ اس لئے ابن تیمیہ کی خطا ظاہر ہوگئی جس نے کہہ دیا کہ یہ
عالم قدیم بالوعد ہے اور یہ قول ان کا فلاسفہ کے اتباع میں ہے اور بالکل باطل
ہے کیونکہ یہ قول حشر کی نفی کرتا ہے کیونکہ جب اجسام غیر متناہی ہیں تو پھر وہ
مکان متناہی حشر میں کیسے آسکتے ہیں۔ فاذا السراب ینقطع
دونہا۔ یعنی ادنیٰ بہت دور چلی گئی اس تک پہنچنے کے لئے سراب کو طے
کرنا ضروری تھا۔ کتب عنده۔ غرض یہ ہے کہ یہ کتابت بہت فضیلت
والی ہے۔ فیوذن لها۔ اس اجازت ملنے کی تفصیل کتاب بدر الخلق والی
حدیث میں ہے اس میں ہے کہ سورج تحت العرش سجدہ کرتا ہے اسی مناسبت
سے اس حدیث کو یہاں لائے کہ اس کے دوسرے طریق میں تحت العرش
مذکور ہے۔ حتی خاتمة براءة۔ اور سورة برائے کے اخیر میں عرش کا
ذکر ہے اس مناسبت سے اس حدیث کو اس باب میں لائے۔ الحلیم۔

وہ ایسی ذات ہے کہ مخلوق کے گناہوں کی وجہ سے اپنے انعام بند نہیں کرتی۔
اس کے قریب کریم ہے کہ وہ ایسی ذات ہے کہ بلا استحقاق دیتی ہے اور بعض
روایات میں یہاں العظیم الحلیم ہے عظیم اس ذات کو کہتے ہیں کہ جس پر غلبہ
نہیں پایا جاسکتا۔ من قوائم العرش۔ یہ محل ترجمہ ہے اور قوائم کے
لفظ سے فلاسفہ کی تردید بھی ہوگئی جو کہتے ہیں کہ عرش ایک کرہ کا نام ہے۔

باب قول اللہ تعالیٰ تعرج الملائكة الیہ

غرض حق تعالیٰ کے لئے فوقیت کا اثبات ہے بغیر ثابت کرنے جہت کے
کہ وہ جہت سے پاک ہیں اور ان کے لئے معنوی فوقیت ہے اس باب
میں جہمیہ اور مجسمہ کا رد ہے پھر اس آیت میں جواب الیہ ہے اس کے معنی ہیں
الیٰ مرادہ تعالیٰ اور وہ مراد تشریف ہے الیہ یصعد الکلم الطیب سے
جہمیہ اور مجسمہ کا رد ہو گیا ہے کہ کلام تو تکلم کے بعد ختم ہو جاتی ہے اس لئے
اس کے صعود کے معنی صرف صعود معنوی ہے کہ قبول ہوتے ہیں ایسے ہی
فرشتوں کا عروج بھی مقبول جگہ تک بلند ہوتا ہے حق تعالیٰ کی بلندی بھی
معنوی ہے اللہ تعالیٰ جہت اور مکان سے پاک ہیں۔

باب قول اللہ تعالیٰ وجوه یومئذ

ناضرة الی ربها ناظرة

غرض حق تعالیٰ کی زیارت کا اثبات ہے بغیر جہت کے بغیر صورت کے بغیر
مقابلہ کے اور بغیر مقدار ثابت کرنے کے صرف اللہ تعالیٰ ہماری آنکھوں میں
قوت پیدا فرمائیں گے اور ہم اپنے آقا کی زیارت سے مشرف ہوں گے انشاء

معتزلہ پر رد ہے جو اللہ تعالیٰ کی کلام کو مخلوق کہتے ہیں۔ عقلاً بھی صفت کلام کا قدیم ہونا ضروری ہے ورنہ تسلسل لازم آئے گا۔ کہ کلام کسی اور کلام کی محتاج اور وہ کسی اور کی وہ کسی اور کی لائی نہایت۔

باب قول اللہ تعالیٰ قل لو کان البحر مداداً لکللمات ربی لنفد البحر

قبل ان تنفذ کلمات ربی

غرض رد ہے معتزلہ پر جو کہ اللہ تعالیٰ کی کلام کو مخلوق کہتے ہیں کیونکہ کلام اس آیت میں موصوف ہے نہ ختم ہونے کے ساتھ اگر کلام مخلوق ہوتی تو باقی مخلوق کی طرح ختم ہو جاتی۔

باب فی المشیۃ والارادة

غرض (۱) رد ہے جہمیہ پر جو صفت مشیت اور ارادہ کا انکار کرتے ہیں (۲) رد ہے معتزلہ پر جو افعال عباد کو مشیۃ عباد پر مبنی مانتے ہیں۔ نزلت فی ابی طالب:۔ اس کی تفصیل پیچھے سورۃ قصص کی تفسیر میں گزری ہے۔

باب یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید یکم العسر غرض صفت ارادہ کا اثبات ہے اور جہمیہ کا رد ہے کیونکہ وہ صفت ارادہ کا انکار کرتے ہیں۔ خامۃ الزرع:۔ بنیری۔

تکفئہا:۔ اس کے معنی تقیہا پھیرتی ہیں۔ الارزۃ:۔ یہ صنوبر کا درخت ہے جس کو سرو کا درخت کہتے ہیں۔ صمّا:۔ اس کے معنی ہیں سخت۔ یقصمہا:۔ توڑتے ہیں اس کو اللہ تعالیٰ۔ اذا شاء:۔ یہ محل ترجمہ ہے او کان ممن استشی اللہ: اشارہ ہے اس آیت کی طرف قصص من فی السموات و من فی الارض الا من شاء اللہ و کان من شانہما ما قص اللہ یہ محل ترجمہ ہے کیونکہ اس قصہ میں استجلی ان شاء اللہ صابر ابھی ہے۔

باب قول اللہ تعالیٰ ولا تنفع الشفاعۃ الا لمن اذن له

امام بخاریؒ کی دو غرضیں ہیں (۱) رد معتزلہ وغیرہ کا جو کلام کو اللہ تعالیٰ کی صفت نہیں مانتے (۲) کلام اللہ میں حروف و اصوات بھی ہیں جیسا کہ حنابلہ قائل ہیں۔ اس مسئلہ میں تین اہم قول ہیں (۱) معتزلہ خوارج، مرجہ، جہمیہ، نجاریہ اس کے قائل ہوئے کہ کلام اللہ تعالیٰ کی صفت نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کے متکلم ہونے کے یہ معنی

ہوئے کہ انہوں نے کلام پیدا فرمائی لوح محفوظ میں اور لسان جبرئیل علیہ السلام میں اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک میں اور دوسرے انسانوں کی زبانوں میں۔ (۲) اہل حق کا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ متکلم ہیں ایسی صفت کے ساتھ جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے لیکن مخلوق کی کلام کی طرح نہیں ہے (۳) بعض نے صحتہ مقام کی وجہ سے توقف کر لیا۔ پھر انبیاء علیہم السلام کا اجماع ہے کہ حق تعالیٰ متکلم ہیں اور یہ اجماع ان حضرات سے تواتر کے ساتھ منقول ہے کیونکہ ان حضرات نے فرمایا کہ امر اللہ بکذا انھی عن کذا۔ پھر اہل حق کے نزدیک درجہ کلام نفسی کا یہ صفت ازلیہ ہے اس کو ادا کیا جاتا ہے نظم کے ساتھ اور اس نظم کو کلام لفظی کہتے ہیں۔ دلیل اس پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ متکلم ہیں اور یہ اجماع انبیاء علیہم السلام سے تواتر کے ساتھ منقول ہے اور یہ یقینی بات ہے کہ تکلم بغیر صفت کلام محال ہے پھر حنابلہ نے کہہ دیا کہ کلام جو مرکب ہے اصوات سے اور حروف سے وہ قدیم ہے یہ بداہت کے خلاف ہے کیونکہ جمہور کے نزدیک قدیم کلام نفسی ہے وہ حروف و اصوات کی جنس سے نہیں ہے سوال۔ امر نبی بلا مامور اور منہی سفاہت ہے۔ جواب:۔ معنی یہ ہیں کہ وہ عمل کریگا جب موجود ہوگا اور عمل کا اہل ہوگا پس علم امر میں وجود مامور کافی ہے ایسے ہی مامور کی موت کے بعد بھی یہی درجہ کافی ہے۔ سوال ازل میں ماضی تو جھوٹ ہے جواب ازل میں ماضی اور مستقبل نہیں ہے پھر قرآن مشترک ہے لفظی اور نفسی کے درمیان۔ نفسی قدیم ہے اور لفظی حادث ہے جمہور اہل حق کے نزدیک پھر حنابلہ نے کہہ دیا کہ نقوش و مکتوب اور اصوات و الفاظ ملفوظہ اور جلد اور غلاف بھی قدیم ہیں۔ پھر ملا علی قاری نے جو فقہ اکبر کی شرح میں امام صاحب اور صاحبین سے نقل فرمایا ہے کہ جو قرآن پاک کو مخلوق کہے وہ کافر ہے تو اس سے مراد کلام نفسی اور کفر سے مراد بھی کفر ان نعمت ہے اور بعضوں نے جو یہی کفر مرفوعاً نقل کیا ہے ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے اور بعض حنابلہ کا غلاف وغیرہ کو قدیم کہنا خلاف بداہت ہے۔ اشاعرہ اور معتزلہ کا اختلاف اس طرف لوٹا ہے کہ ہم کلام نفسی کو ثابت کرتے ہیں وہ ثابت نہیں کرتے ورنہ نہ ہم الفاظ کو قدیم کہتے ہیں

یہ تو کلام بھی فرماتے ہیں متکلم ہونا ثابت ہوا۔

باب کلام الرب مع جبریل ونداء الله الملكکته

یہ بھی رد ہے معتزلہ وغیرہ پر کہ کلام کا اللہ تعالیٰ کی صفت ہونا ثابت ہے اس میں لسان اور شفتین کی ضرورت نہیں ہے دوسری غرض اللہ تعالیٰ کے لئے حروف و اصوات کا ثابت کرنا ہے کیونکہ تلقی لازم اور تلقی القرآن بلا حروف و اصوات نہیں ہے جواب جمہوری طرف سے یہ ہے کہ یہ الفاظ کلام حقیقی پر دال ہیں۔ فبشرنی:۔ یہ تبشیر اللہ تعالیٰ کی خبر دینے سے ہے اس لئے کلام اللہ ثابت ہوئی۔

باب قول الله تعالى انزلہ بعلمہ

غرض کی تقریریں (۱) کلام اللہ مخلوق نہیں ہے اس کے باوجود یہ موصوف ہے انزال کے ساتھ بمعنی افہام (۲) کلام اللہ ایسے انزال کے ساتھ ہے جو ان کی شان کے مناسب ہے (۳) رد کرنا ہے معتزلہ پر کہ کلام اللہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں پیدا نہیں کی جاسکتی بلکہ اتاری جاتی ہے اللہ تعالیٰ سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف (۴) قرآن پاک پہلے دل پر نازل ہوتا تھا پھر زبان پر آتا تھا اگرچہ عام کلام پہلے کان پر آتی ہے پھر دل سمجھتا ہے۔

باب قول الله تعالى يريدون

ان يبدلوا كلام الله

غرض (۱) معتزلہ کا رد ہے کہ صفت کلام ثابت ہے کیونکہ کوئی اللہ تعالیٰ کی صفت کو بدل نہیں سکتا اور جب بندہ پڑھتا ہے تو مورد کو تبدیل نہیں کیا جاسکتا وارد بندہ کا فعل ہے یہ تبدیل ہو سکتا ہے (۲) دوسری غرض یہ بھی ہے کہ قرآن پاک کے علاوہ بھی کلام اللہ ثابت ہے جیسے اس باب کی روایت میں ایسی کلام ہے جو قرآن پاک نہیں ہے لم یبتدر اولم یبتدئ نیکی چھپا کر نہ رکھی خزانہ نہ بنائی شک راوی ہے یعنی میں کوئی بڑا بزرگ نہیں ہوں۔ فاسحقو نی اوقال فاسحقونی:۔ شک راوی دونوں کے معنی رگڑ دینا ہے۔ فما تلافاه ان رحمہ:۔

(۱) الذی تلافاه رحمۃ (۲) ما تلافاه الا رحمۃ پس الامحذوف ہے (۳) ما تلافاه عدم الاجتناب لاجل الرحمة یعنی خزانہ نہ بنانے پر بھی عذاب نہ دیا اپنی رحمت عظیمہ کی وجہ سے۔ اے اللہ مجھے بھی

نہ وہ کلام نفسی کو حادث کہتے ہیں۔ وہ متکلم ہونے کے معنی صرف خلق کلام فی محالھا کرتے ہیں اور وہ جو منزل و مکتوب ہونے کا ذکر کرتے ہیں یہ حنابلہ کے خلاف ہے ہمارے جمہور کے خلاف نہیں ہے ہم بھی کہتے ہیں کہ یہ قدیم نہیں ہے۔ پھر معتزلہ کا یہ توجیہ کرنا کہ متکلم کے معنی ہیں کہ وہ کلام کو پیدا کرتا ہے اپنے محل میں یہ سفاہت ہے کیونکہ متکلم وہ ہوتا ہے جس کے ساتھ کلام قائم ہونہ وہ کہ جو کلام پیدا کرے ورنہ پھر مخلوق کی سب صفات خالق کے لئے ثابت ہو جائیں گی پھر سب سے پہلے قرآن پاک کو مخلوق کہنا ہارون رشید کے زمانہ میں واقع ہوا پھر مامون رشید جو اعتزال کی طرف مائل تھے وہ خلیفہ بنے تو انہوں نے اس کا اعلان کر دیا ۲۱۲ھ میں اور امام احمد کو قید کر دیا کیونکہ وہ مخلوق ہونے کا اقرار نہ کرتے تھے پھر مامون کے بھائی معتصم باللہ نے امام احمد کو چالیس کے قریب کوڑے بھی مارے لیکن انہوں نے اقرار نہ کیا۔ پھر حنابلہ نے مدار مسئلہ کا اس پر رکھا ہے کہ کلام اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور مسموع اور مکتوب کو بھی صفت ہی کہہ دیتے ہیں اور قدیم مانتے ہیں معتزلہ کہتے ہیں کہ کلام تو حروف سے مرکب ہے اس لئے حادث ہے اشعر یہ اور ماترید یہ نے سب دلائل کو جمع کر لیا اور کہہ دیا کہ نفسی قدیم ہے اور لفظی حادث ہے کرامیہ نے حادث کو اللہ تعالیٰ کی صفت بننا صحیح کہہ دیا اور یہ باطل ہے کیونکہ محل حوادث تو خود حادث ہوتا ہے لیکن تحقیق حنابلہ کے مذہب کی یہ ہے کہ حروف اللہ ہمارے حروف کی طرح نہیں ہیں یہ صرف ہماری قرات میں ظاہر ہوتے ہیں پس قرات حادث ہے اور مقرر قدیم ہے پس حقیقت میں امام احمد کا مذہب جمہور کے خلاف نہیں ہے قرات حادث ہے مقررہ قدیم ہے کتابت حادث ہے مکتوب قدیم ہے تصور ہمارا حادث ہے متصور قدیم ہے صرف بعض حنابلہ نے اس کو اس پر محمول کیا ہے کہ غلاف بھی اور جلد بھی قدیم ہے اصل مذہب امام احمد کا جمہور کے خلاف نہیں ہے و سکن الصوت معلوم ہوا کہ کلام اللہ میں صوت ہے۔ جواب یہ وہ صوت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے کلام پر دلالت کے لئے۔ ما اذن الله لشیء ما اذن للنبی صلی اللہ علیہ وسلم یتغنی بالقران:۔ جب سنتے

ہیں۔ جواب: انبیاء علیہم السلام اترتے چڑھتے رہتے ہیں اس لئے دو جگہ ملاقات ہو سکتی ہے۔ اذفر زیادہ خوشبو والی۔

باب کلام الرب عزوجل مع اهل الجنة
پیچھے انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ کے ساتھ کلام کا ذکر تھا اب عام اہل جنت کے ساتھ کلام کا ذکر ہے۔ تکویرہ جمعہ باب ذکر اللہ بالامر: (۱) پیچھے تکلم تھا آنے سامنے تھا۔ اب تکلم ہے غائباً (۲) دوسری غرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ذکر بھی ہیں مذکور بھی ہیں۔

باب قول الله تعالى 'فلا تجعلوا لله انداداً'
غرض رد کرنا ہے معتزلہ پر کہ وہ بندے کو اپنے افعال کا خالق مانتے ہیں یہ تو ایک قسم کا شرک ہے۔ وما ذکر فی خلق افعال العباد واکسابهم تقدیر عبارت یوں ہے۔

باب ما ذکر فی خلق افعال العباد واکسابهم
اور یہ ترجمہ الباب کا جزء ہے اور یہ پہلا باب ہے جس میں فرق بتلانا چاہتے ہیں تلاوت اور مکتوب میں اور رد ہے اس پر جو فرق نہیں کرتا۔ اسی سے تعلق ہے آئندہ بابوں کا۔

باب لاتحرک به لسانک

کہ زبان ہلانا بندہ کا فعل ہے ایسے ہی اسروا قولکم و اجہروا بہ یہ بھی بندہ کا کام ہے پھر قراۃ فارجو مناق آئے گا پھر آخری۔

باب کلمتان حبیبان الی الرحمن

والا باب آئے گا ان سب میں یہ بات بیان فرما رہے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفات قدیم ہیں لیکن ان سے جن افعال عباد کا تعلق ہے وہ افعال عباد تو حادث اور مخلوق ہیں اور انسان ان کا سب بالا اختیار ہے اس میں جہمہ کا بھی رد ہے جو انسانوں کو مجبور محض مانتے ہیں اور معتزلہ کا بھی رد ہے جو کہتے ہیں کہ افعال عباد میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کچھ دخل نہیں ہے صحیح مذہب اہل السنۃ و الجماعۃ کا یہی ہے کہ لا جبر ولا قدر بل الامر بین الامرین کہ خلق حق تعالیٰ کی ہے اور کسب بندہ کا ہے اس لئے امام بخاریؒ جب اللہ تعالیٰ کی کلام کے بیان سے فارغ ہوئے تو اب یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ انسان کے افعال جو کلام اللہ سے متعلق ہیں جیسے تلاوت، کتابت، اسرار، جہر یہ سب امور وارہ حادث ہیں کیونکہ افعال عباد ہیں اگرچہ مورد قدیم ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ تلاوت غیر مکتوب ہے جیسے عبادت غیر معبود ہے ذکر غیر مذکور ہے اس مسئلہ کا نام ہے مسئلۃ اللفظ اس پر انکار امام احمد کا بہت سخت تھا ایسے تو ان کے

اپنی اسی رحمت عظیمہ کی وجہ سے بلا ابتکار ہی بخش دیجئے آمین۔
عندھا: ضمیر تو لائق ہے خصلت ابتکار کی طرف لیکن عدم مضاف محذوف ہے اسی عند عدم الابتکار اگرچہ نیکی کا خزانہ نہیں بنایا لیکن پھر بھی اپنی رحمت عظیمہ کی وجہ سے بخش دیا۔

باب کلام الرب عزوجل يوم القيامة مع الانبياء وغيرهم

غرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کلام فرمائیں گے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ پھر تعدد ابواب کا یہ ظاہر کرنے کے لئے ہے کہ مختلف مواضع میں کلام اللہ واقع ہوتی ہے۔ شفعت: میری شفاعت قبول کی جائے گی یہاں اختصار ہے حق تعالیٰ فرمائیں گے کہ آپ کی شفاعت قبول کی گئی اس لئے یہ محل ترجمہ ہے۔ انظر الی اصابع رسول الله صلى الله عليه وسلم: انگلیوں سے حقیر ہونے کی طرف اشارہ فرما رہے تھے۔ ماج الناس: یہ لیا گیا ہے۔ ماج البحر سے کہ موجوں نے اضطراب کیا۔ فیؤذن لی: مند بزار میں اس کے بعد یوں ہے یارب عجل علی الخلق الحساب پھر امتیں اپنے اپنے معبودوں کے ساتھ جائیں گی پھر جہنم ظاہر ہوگی اور موازین اور پل صراط اور حنف وغیرہ پھر شفاعت امت ہوگی۔ بقولہ امتی امتی۔ ہیہ: یہ کلمہ زیادتی طلب کرنے کے لئے ہے یعنی ضرور بیان فرمائیں۔ جمیع: مجتمع کے معنی میں ہے یعنی جوان۔

باب و کلم الله موسى تكليماً

غرض کلام کے صفت اللہ ہونے کی قوی ترین دلیل کا ذکر ہے۔ کیونکہ تکلیماً مفعول مطلق مجاز کے احتمال کو ختم کرنے کے لئے ہے اور یہ اصول نحاۃ کا اجماعی اصول ہے فیذکرلہم خطیئۃ النبی اصاب یہاں اختصار ہے لمبی روایت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کلیم اللہ ہونے کا بھی ذکر ہے۔ قبل ان یوحی الیہ: (۱) اس لفظ کا بہت سے محدثین نے انکار کیا ہے کہ یہ ثابت ہی نہیں ہے (۲) یہ خواب پر محمول ہے کیونکہ اخیر میں واستیقظ ہے راجح پہلا قول ہے اور واستیقظ کے معنی ہیں آ کر سوئے تھے یا (۲) عالم علوی سے ہوش میں آئے تھے۔ سوال: روایتوں میں انبیاء علیہم السلام کی ترتیبیں ملاقات کی مختلف کیوں

ہیں پس جمیع افعال عباد اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ وان حدثہ لا یشبه حدث المخلوقین: مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا تعلق مخلوق سے حادث ہے اگرچہ حق تعالیٰ کی صفات قدیم ہیں گویا قدیم صفات کے تعلقات حادث ہیں اور مخلوق میں صفات مخلوق بھی حادث ان صفات کا تعلق افعال سے بھی حادث۔

باب قول اللہ تعالیٰ لا تحرک بہ لسانک
غرض یہ ہے کہ قرآن پاک قدیم ہے لیکن تحریک لسان حادث ہے۔
باب قول اللہ تعالیٰ واسروا
قولکم و اجہروا بہ

غرض یہ ہے کہ قرآن غیر مقروہ ہے۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجل اتاہ اللہ القرآن فهو یقوم بہ اناء اللیل والنہار
غرض یہ ہے کہ قرآن پاک قدیم ہے اور اس کی تلاوت فعل عبد حادث ہے سمعت سفیان مراراً لم اسمعه یدکر الخبر میں نے سفیان بن عیینہ سے کئی بار یہ حدیث سنی ہے انہوں نے اس میں خبرنا نہیں فرمایا۔

باب قول اللہ تعالیٰ یا یہا الرسول
بلغ ما انزل الیک من ربک

غرض یہ ہے کہ قرآن پاک قدیم ہے لیکن ابلاغ حادث ہے۔
و سیری اللہ عملکم:۔۔ پیچھے کام زہری میں تسلیم کا ذکر تھا اس کی تائید آیت سے کردی کہ کوئی اپنے کو اچھا نہ کہے بلکہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے۔ اور عمل میں قرأت بھی داخل ہے جو کہ حادث ہے اور مقروہ قدیم ہے۔ لا یتستخفنک احد: کوئی تجھے ہلکا نہ بنادے کہ اس کو اچھا کہنا شروع کر دو۔ بیان و دلالة: غرض یہ ہے کہ بیان اور دلالت اور حکم انواع تبلیغ سے ہیں اور یہ سب حادث ہیں۔

ہذہ اعلام القرآن: لفظ بعید کا بول کر قریب مراد لیا گیا ہے یہ جائز ہے۔ یضاعف لہ العذاب الایۃ: اس حدیث کی مناسبت باب سے یہ ہے کہ آیت حدیث سے پہلے نازل ہو چکی تھی پس حدیث استنباط ہے اور تبلیغ ہے آیت کے لئے جو کہ حادث ہے۔

باب قول اللہ تعالیٰ قل فاتوا بالنوراة فأتلوہا
غرض یہ ہے کہ تلاوت اور عمل فعل عبد ہے اور حادث ہے تلو اور

خصوصی مقبوعین کا انکار بھی سخت تھا۔ یہ حضرات لفظی بالقرآن مخلوق کہنے کو اچھا نہ سمجھتے تھے سب سے پہلے جس نے یہ کہا کہ لفظی بالقرآن مخلوق ہے وہ حسین بن علی الکراخیسی تھے جو امام شافعیؒ کے شاگرد تھے پھر داؤد بن علی صہبانیؒ لظاہرئی نے یہی کہا یہ امام احمد کے ہم عصر تھے۔ پھر امام بخاریؒ نے بھی یہی کہا لیکن امام بخاریؒ نے اپنے استاد امام احمدؒ کے ادب کا لحاظ رکھتے ہوئے یوں تو نہ کہا لفظی بالقرآن مخلوق بلکہ یوں کہا افعال العباد مخلوق۔ حقیقت میں امام احمد کا اصل رد اس لفظ پر تھا لفظی بالقرآن مخلوق اور وہ فرق ظاہر نہ کرتے تھے تلاوت اور تلو میں حالانکہ اعتقاد ان کا بھی یہی تھا کہ تلاوت اور تلو میں فرق ہے لیکن اس کو ظاہر نہ فرماتے تھے تا کہ اعتراض کا مادہ جڑ سے اکھاڑا جاسکے اور امام بخاریؒ ان لوگوں پر رد کرنا چاہتے تھے جو انسانوں کی اصوات کو بھی غیر مخلوق کہہ رہے تھے اس لئے اپنے استاد امام احمدؒ کا ادب ملحوظ رکھتے ہوئے یہ لفظ تو نہ کہہ امام بخاریؒ نے لفظی بالقرآن مخلوق بلکہ یوں کہا افعال العباد مخلوق۔

باب قول اللہ تعالیٰ وما کنتم تستترون ان یشہد علیکم سمعکم ولا ابصارکم
اس باب کی غرض صفت سمع کا اثبات ہے حق تعالیٰ کے لئے کیونکہ معتزلہ نے اس کا بھی انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ سماع کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لئے کیونکہ معتزلہ نے اس کا بھی انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ سماع کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور یہ حقیقت میں معتزلہ کا ظاہر قرآن وحدیث کا انکار ہے۔

باب قول اللہ تعالیٰ کل یوم هو فی شان
اس باب کی غرض مختلف تقریریں ہیں (۱) جائز ہے محدث کا لفظ بولنا قرآن پاک پر البتہ مخلوق کا اطلاق جائز نہیں ہے کیونکہ محدث کا لفظ خود قرآن پاک میں مذکور ہے جیسا کہ امام بخاریؒ نقل فرما رہے ہیں وما یتبہم من ذکر من ربہم محدث اور محدث کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہوتا ہے کیونکہ کل یوم هو فی شان اس مناسبت سے یہ آیت ذکر فرمائی (۲) مذہب کرامیہ کا لے لیا جو کہتے ہیں کہ حوادث اللہ تعالیٰ کی ذات سے قائم ہیں لیکن یہ تقریر بعید ہے کیونکہ کرامیہ کے مذہب کا بطلان عقلاً و ظہراً ظاہر ہے کیونکہ محل حوادث خود حادث ہوتا ہے (۳) انزال حادث ہے منزل قدیم ہے پس اللہ تعالیٰ کے بھی افعال جزئیہ حادث ہوتے رہتے ہیں البتہ صفات قدیم ہیں (۴) گذشتہ باب کی تائید ہے کہ اللہ تعالیٰ آہستہ آہستہ پیدا فرماتے رہتے

معمول قدیم ہے۔ واعطیتم القرآن فعملتم بہ:۔
قرآن پاک قدیم ہے اور اس پر عمل حادث ہے۔ ثم حج
مبرور:۔ یہ انسان کا عمل ہے اور حادث ہے۔

باب وسمی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الصلوة عملاً

یہاں باب بلا ترجمہ ہے اور اس کے بعد حدیث ہے غرض یہ ہے کہ
صلوٰۃ حادث ہے اور اس میں جو قرآن پڑھا جاتا ہے وہ قدیم ہے۔
باب قول اللہ تعالیٰ ان الانسان خلق هلو عاً
غرض یہ ہے کہ اعمال کی طرح اخلاق انسان کے بھی حادث ہیں۔
اکل اقواماً:۔ یہ لفظ وکالت سے ہے۔

باب ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وروايته عن ربه

غرض یہ ہے کہ ذکر اور روایت حادث ہیں اور مذکور اور مروی قدیم ہیں تقریب
الید زاعاً سوال حق تعالیٰ تو ذرا عجلنے سے پاک ہیں۔ جواب یہاں صنعت
مشاکلہ ہے کہ معنوی قرب کو پڑوس کی وجہ سے تقریب فرمایا گیا ہے (۲)
استعارہ تمثیلیہ ہے مشبہ کی طرف بھی چند چیزیں ہیں اور مشبہ بہ کی طرف بھی
چند چیزیں ہیں مشبہ کی چند چیزوں سے ہیئت انتزاع کر کے اس کو تشبیہ دی
گئی اس ہیئت کے ساتھ جو مشبہ بہ کی طرف چند چیزوں سے متزع کی گئی کہ
دو آدمی ہوں ایک تھوڑا سا چلے تو اس کے سامنے والا زیادہ چلے ایک آہستہ
چلے تو دوسرا تیز چلے یہ سب مشبہ بہ کی طرف ہیں نیکی سے حق تعالیٰ اپنا قرب
ورضاء عطا فرماتے ہیں کہ تھوڑے عمل پر زیادہ بدلہ دیتے ہیں یہ مشبہ بہ کی طرف
ہیں ایک ہیئت کو دوسری ہیئت سے تشبیہ دی گئی (۳) ملزوم بول کر لازم مراد
ہے حسی قرب بول کر معنوی قرب مراد ہے کیونکہ تھوڑی جگہ کو لازم ہے کہ
دوست بہت راضی ہے۔ ثلث مراتب:۔ باب سے مناسبت یہ ہے کہ
روایت عام ہے قرآن اور غیر قرآن سے اور اس حدیث میں روایت نبی پاک
صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے حق تعالیٰ سے صورت قرآن میں اور جائز ترجیح کی
صورت مدہوتی ہے اپنے موقعہ میں یا دو دفعہ ایک ہی آیت مدوالی پڑھنا پہلے
آہستہ پھر بلند آواز سے۔

باب ما يجوز من تفسير التوراة
وغیرها من کتب اللہ بالعربیة و غیرها
غرض یہ ہے کہ ترجمہ حادث ہے اور مترجم قدیم ہے۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم
الماهر بالقران مع السفارة الکرام
غرض یہ ہے کہ مہارت قرأت میں حادث ہے اور مقرر قدیم ہے۔
فارفع صوتک بالنداء:۔ جب اذان پڑھنے والے
گواہ بنتے ہیں تو تلاوت پر بطریق اولیٰ بنتے ہیں اس لئے یہی محل
ترجمہ ہے کہ تلاوت حادث اور مقرر قدیم ہے۔

باب قول اللہ تعالیٰ ولقد یسرنا القران للذکر فهل من مدکر

معنی الذکر الالفاظ والحفظ یہ دونوں حادث ہیں اور مذکور قرآن پاک
قدیم ہے کل میسر لما خلق له انسان کا عمل حادث ہے اور
اللہ تعالیٰ کی صفت علم و تکوین جس کو تقدیر کہتے ہیں وہ قدیم ہے۔

باب قول اللہ تعالیٰ بل هو

قرآن مجید فی لوح محفوظ

غرض یہ ہے کہ قرآن پاک قدیم ہے اور لوح محفوظ اور اس میں لکھنا حادث
ہے۔ لیس احد یزید لفظ کتاب من کتب اللہ عزوجل:
آسمانی کتابوں میں درجہ اللہ تعالیٰ کی صفت کا تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ
الفاظ جو اس پر وال ہیں ان کو اہل کتاب نے بدل دیا۔

باب قول اللہ تعالیٰ واللہ خلقکم وما تعملون
غرض رو ہے معزکہ کا جو کہتے ہیں کہ انسان اپنے افعال کا خود خالق
ہے الا له الخلق والامر۔

باب قراءة الفاجرو المنافق واصواتهم وتلاوتهم لا تجاوز حناجرهم

غرض فرق کرتا ہے وارد اور مورد میں کہ وارد فاجر اور منافق اور مخلص اور
فرشتہ میں مختلف ہے مورد واحد ہے ایسے ہی کا بن اور فرشتہ میں وارد
مختلف ہے مورد واحد ہے اگر وارد اور مورد میں فرق نہ کیا جائے
جیسے بعض حنابلہ کہتے ہیں تو ان احادیث میں مدح اور مذمت میں
فرق نہیں رہے گا۔ فیکر قوها فی اذن و لیه:۔ کان میں
ڈالتا ہے آواز کے ساتھ یعنی کان میں کھس پھس کرتا ہے۔

باب قول اللہ تعالیٰ ونضع الموازين القسط
امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ اعمال کو قیامت کے دن وزن کیا
جائے گا تا کہ ہلکے ہونے اور بھاری ہونے کا پتہ چلے۔ ان ہی

ایک ہی میزان ہوگی اور جمع عباد کے لحاظ سے ہے کہ چیزیں بہت سی تولی جائیں گی کس کے لئے ہوگی دو تول ہیں (۱) امام بخاری کا قول بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ سب عباد کے لئے میزان ہوگی (۲) راجح عندا کھموریہ ہے کہ ایک حدیث کی وجہ سے ستر ہزار بلا صحیفہ و بلا میزان جنت میں جائیں گے سوال: حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کافروں کے بارے میں فلا نقیم لہم یوم القیامۃ و زنا جواب علامہ محلی نے تصریح فرمائی ہے کہ اس کے معنی ہیں کہ ان کی عزت نہ ہوگی۔ و قال مجاہد القسطاس العدل بالرومیۃ:۔ اس قول کے نقل کرنے سے امام بخاری کی غرض اس آیت کی تفسیر ہے و اوفوا الکیل اذا کلتم و زنوا بالقسطاس المستقیم پھر یہ لفظ قسطاس قاف کے ضمہ اور کسرہ دونوں طرح استعمال میں آتا ہے پھر عربی زبان اور رومی زبان دونوں میں قسطاس عدل کے معنی میں سے اس لئے دونوں لغتوں میں توافق ہو گیا۔ و یقال القسط مصدر المقسط و هو العادل شبہ ہوتا ہے کہ مقسط کا مصدر تو اقساط ہوتا ہے قسط نہیں ہوتا جواب یہ ہے کہ زوائد کو حذف کر دیں تو قسط رہ جائے گا۔ اس لئے قسط کو مقسط کا مصدر قرار دیا۔

وزن والی حدیث کو اخیر میں کیوں لائے؟

(۱) من کان اخر کلامہ لا الہ الا اللہ دخل الجنة پر عمل کرتے ہوئے ذکر والی حدیث کو امام بخاری اپنی کتاب کے اخیر میں لائے۔ (۲) اس آیت پر عمل کرتے ہوئے جو سورۃ نصر میں ہے فسیح بحمد ربک و استغفرہ انہ کان تواباً کیونکہ اس آیت میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے کہ فتح مکہ اور لوگوں کے کثرت سے ایمان لانے کے بعد آپ اپنا وقت اخیر سمجھیں اور تسبیح و تہلیل و تحمید میں مشغول ہو جائیں۔ امام بخاری نے بھی اخیر کتاب و تسبیح و تحمید والی روایت رکھ دی۔ (۳) وسیح بحمد ربک حین تقوم کی تفسیر ایک یہ بھی کی گئی ہے حین تقوم من المجلس اس لئے جیسے مجلس کے اخیر میں تسبیح و تحمید والی حدیث کو مستحسن شمار فرمایا (۴) حدیث شریف میں ہے کہ اخیر مجلس میں یہ پڑھنا کفارہ مجلس ہے سبحنک اللہم و بحمدک لا الہ الا انت استغفرک و اتوب الیک اس حدیث پاک پر

اعمال میں ایک عمل قرأت قرآن بھی ہے اس لئے قرأت قرآن کے لئے خفت بھی ثابت ہوئی اور نقل بھی ثابت ہوا اور یہ علامت ہے حدوث کی پس قرأت حادث ہے اور مقروء قدیم ہے کیونکہ مقروء اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اس لئے وہ قرآن مقروء وزن کئے جانے سے بری ہے اور خالی ہے اور پاک ہے حکمت میزان (۱) اظہار صفت عدل۔ حدیث قدسی ہے کنت کنتاً مخفیاً فاردت ان اظہر۔ جنت مظہر فضل ہے اور جہنم مظہر عدل ہے اس بارگاہ میں ظلم کا نام و نشان نہیں (۲) دوسری حکمت وزن کرنے کی اتمام حجت ہے صالحین اور عاصین دونوں کے لئے کہ فلاں صالح کو اتنا اونچا درجہ کیوں دیا گیا اور فلاں عاصی کو اتنا زیادہ گرایا کیوں گیا؟ اس کی وجہ میزان بتلا دے گی کہ اس کے عمل کتنے وزن والے ہیں اور دوسرے کے کتنے وزن والے ہیں (۳) ہر ایک اپنے اخلاص اور خشوع اور آداب کی مقدار اس میزان کی وجہ سے جان لے گا فسوف ترى اذا انکشف الغبار۔ افرس تحت رجلك ام حمار۔ یہ شعر اس شخص کو کہا گیا جو غبار کی وجہ سے سمجھ رہا تھا کہ میں گھوڑے پر سوار ہوں حالانکہ وہ گدھے پر سوار تھا۔

وزن اعمال کی صورت کیا ہوگی؟

شبہ ہوتا ہے کہ عمل تو صفت ہے وزن والی چیز نہیں ہے اس لئے اس کو تولانا نہیں جاسکتا وزن نہیں کیا جاسکتا۔ جواب یہ ہے کہ آج کل لمبائی کو گزروں سے ناپا جاتا ہے اشعار کو علم عروض سے ناپا جاتا ہے حرارت کو تھرمامیٹر سے ناپا جاتا ہے بجلی کو بجلی کے میٹر سے سوئی گیس کو اس کے میٹر سے اور خون کے دباؤ کو اس کے آلہ سے ناپا جاتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ اعمال کو ناپیں گے پھر اس ناپنے کی صورت کیا ہوگی؟ اس میں تین قول ہیں (۱) اعمال کو جسم بنا دیا جائے گا اور تولا جائے گا (۲) ان کا غدو کا وزن کیا جائے گا جن میں یہ اعمال لکھے ہوئے ہوں گے۔ (۳) اللہ تعالیٰ کچھ اجسام اچھی شکل والے اور کچھ اجسام بری شکل والے بنائیں گے اچھے اعمال روح کی طرح اچھے اجسام میں پھونکے جائیں گے اور برے اعمال روح کی طرح برے اجسام میں پھونکے جائیں گے اور ان اجسام کو تولا جائے گا۔ عدد میزان۔ اس میں دو قول ہیں (۱) موازن اپنے ظاہر پر ہے بہت سے ترازو ہوں گے (۲)

کے ساتھ خبر مقدم ہے اور خبر کا مقدم کرنا شوق دلانے کے لئے ہے کہ مبتدا مؤخر بہت قیمتی چیز آ رہی ہے جیسے اس شعر میں ہے ثلثہ تشرق الدنیا ببهجھا شمس الضحیٰ وابوا سحق والقمر (۲) دوسری ترکیب شیخ ابن الہام نے بیان فرمائی ہے کہ کلمات اپنی تینوں صفتوں کے ساتھ مل کر مبتداء ہے ایک تو اس وجہ سے کہ اصل یہی ہے کہ ابتداء پہلے ہو دوسرے اس وجہ سے کہ کلمات کا فائدہ تین صفات کی وجہ سے ہے اور سبحان اللہ بحمدہ سبحان اللہ وعظمیٰ فائدہ خود ان دونوں کی ذات سے ہے اس لئے سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ عظیم کا خبر بننا ہی اولیٰ ہے کیونکہ کلام میں اصل فائدہ خبر ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ سمجھنا یہ مجاہدانہ کے معنی میں ہے کیونکہ اس میں صفات جلالیہ اور جمالیہ جمع ہیں جیسے ابھی گذرا۔ الی الرحمن لفظ رحمن اختیار فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ لفظ رحمن میں وسعت ہے یعنی وہ ایسی ذات ہے جو عمل قلیل پر ثواب کثیر عطا فرماتی ہے خود کہ یا بی اس چٹیں بازار را۔ کہ بیک گل می خری گلزار را۔ خفیفان علی اللسان سهل النطق بھی ہیں اور سربلح لفظ بھی ہیں ثقیلتان فی المیزان کیونکہ ثواب بہت زیادہ ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے منقول ہے کہ فرمایا کہ نیکی ثقیل ہوتی ہے کیونکہ کر ڈاہٹ حاضر ہوتی ہے اور مٹھاس جو آخرت میں ملنے والی ہے وہ غائب ہوتی ہے حاضر کر ڈاہٹ کی وجہ سے کہیں چھوڑ نہ دینا اس کے برعکس گناہ کی مٹھاس حاضر ہوتی ہے دنیا میں اور کر ڈاہٹ یعنی عذاب غائب ہوتا ہے کیونکہ وہ آخرت میں ہوتا ہے کہیں موجودہ مٹھاس کو دیکھ کر نہ لینا۔

تبیح مکرر کیوں ہے؟

(۱) اللہ تعالیٰ کی پاکی کے منکر کافر بہت زیادہ ہیں اس لئے سبحان اللہ دو دفعہ رکھا گیا۔ (۲) عیبوں سے پاک ہونا جو سبحان اللہ میں ہے یہ ہماری عقل میں آ جاتا ہے اور حق تعالیٰ کے کمالات جو بحمدہ میں ہیں ہماری عقل سے اونچے ہیں اس لئے سبحان اللہ زیادہ پڑھنا اور زیادہ سوچنا چاہئے۔ (۳) تبیح کبھی امید کی وجہ سے ہوتی ہے اور امید حمد میں ہے تبیح خوف سے ہوتی ہے اور خوف عظمت اور اللہ تعالیٰ کے استغناء کو سوچنے سے ہوتا ہے اس لئے تبیح رد دفعہ ہے۔

عمل کرتے ہوئے امام بخاریؒ نے اخیر میں تسبیح و تحمید والی حدیث رکھی۔ (۵) قرآن پاک میں ہے کہ اہل جنت اپنی مجالس کے اخیر میں پڑھا کریں گے و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین۔ اس آیت پر عمل کرتے ہوئے امام بخاریؒ نے اخیر میں حمد والی حدیث پاک رکھی (۶) دنیا کے امور کا آخری کام ثقل المیزان ہے اس کے بعد تو خالص آخرت ہے اس مناسبت سے کتاب کے اخیر میں ثقل المیزان والی حدیث پاک رکھی امام بخاریؒ نے۔ (۷) سورۃ الرحمن کے اخیر میں ہے تبارک اسم ربک ذی الجلال والا کرام جلال میں صفات سلبیہ کی طرف اشارہ ہے جن میں تزیہہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ سب عیبوں سے پاک ہیں۔ یہی بات سبحان اللہ میں ہے اور الا کرام میں صفات ثبوتیہ کی طرف اشارہ ہے جو صفات جمالیہ بھی کہلاتی ہیں و بحمدہ میں صفات ثبوتیہ اور جمالیہ ہیں اس لحاظ سے امام بخاریؒ نے سورۃ الرحمن کے اختتام کا طرز اپنی کتاب کے اختتام میں لیا۔

صحیح بخاری کی ابتداء اور انتہا میں مناسبت

(۱) سب سے پہلا باب رکھا کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیونکہ شریعت وحی پر موقوف ہے اور پھر وحی اللہ تعالیٰ کی صفت کلام پر موقوف ہے اس لئے آخری باب میں کلام کا مسئلہ کہ قرأت حادث ہے اور مقرر و کلام اللہ قدیم ہے اس لحاظ سے صحیح بخاری کے شروع اور اخیر میں مناسبت ہو گئی (۲) بخاری شریف کی ابتداء میں اول الاعمال ہے یعنی ایمان اور اخیر باب میں آخری عمل ہے تسبیح و تحمید جیسا کہ سورۃ النصر میں اشارہ ہے (۲) شروع میں نیت والی حدیث ہے انما الاعمال بالنیات اور اخیر میں ثقل اعمال کا ذکر ہے نیت کے عمدہ ہونے سے بھی اعمال میں ثقل ہوتا ہے اس لئے نیت والی حدیث اور ثقیلتان فی المیزان ان میں مناسبت ہو گئی۔ کلمات اس میں جزء بول کر کل مراد ہے کیونکہ سبحان اللہ وبحمدہ پوری کلام ہے اور سبحان اللہ عظیم بھی پوری کلام ہے جیسے کلمہ شہادت میں بھی کلمہ بول کر کلام مراد ہے کیونکہ اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمداً عبده ورسوله پوری کلام ہے پھر کلمات کی دو ترکیبیں کی گئی ہیں (۱) کلمات اپنی تین صفتوں جیبتان الی الرحمن خفیفان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان

فضائل تسبیح و تحمید

(۱) فی مسلم عن سمرہ مرفوعاً فی فضل الکلام۔ فی روایۃ احب الکلام سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر افضل اور احب کیوں فرمایا۔ اکابر کی کلام سے یہ وجہ ثابت ہوتی ہے کہ اعمال صالحہ تسبیح کی برکت سے عیبوں سے پاک کئے جاتے ہیں اور الحمد للہ کی وجہ سے دوزی بنتے ہیں اور لا الہ الا اللہ کی برکت سے قبول ہوتے ہیں اور تکبیر کی برکت سے رفع درجات کا سبب بنتے ہیں۔ سبحان اللہ و بحمد سبحان اللہ العظیم میں بھی یہ چاروں ذکر جمع ہیں کیونکہ سبحان اللہ میں لا الہ الا اللہ بھی ایک درجہ میں موجود ہے (۲) حضرت یونس علیہم السلام کی نجات لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین سے ہوئی (۳) روح المعانی میں پارہ ۱۹ میں روایت ہے کہ ایک دیہان نے حضرت سلیمان علیہ السلام کا اڑتا ہوا تخت دیکھ کر کہا تھا سبحان اللہ ما ذا اوتی ال داؤد تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کو جا کر فرمایا تھا تسبیح واحدۃ مقابھا اللہ تعالیٰ خیر مما اوتی ال داؤد۔ کہ ایک دفعہ سبحان اللہ کہنا میری پوری سلطنت سے بہتر ہے (۴) جلالین میں فاذا کرونی اذکرکم (پارہ ۲۵) کے ماتحت یہ حدیث قدسی نقل کی گئی ہے من ذکرنی فی نفسہ ذکرته فی نفسی و من ذکرنی فی ملاء ذکرته فی ملائخیر من ملائکہ۔

الواداعی یحیی: (۱) والذین ہم عن اللغو معرضون اور حدیث پاک میں ہے من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعینہ۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب نے فرمایا کہ مجھے میرے شیخ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے فرمایا کہ وقت ضائع نہ کرنا مجھے اسے بہت زیادہ فائدہ ہوا بہت کام کرنے کا موقع ملا۔

اے خواجہ چہ پرسی زشب قدر نشانی ہر شب شب قدر است اگر قدر بدانی (۲) اکثر و اذکر ہاذم اللذات الموت۔ گناہ چھوڑنے کی ایک اہم تدبیر یہی ہے کہ روزانہ ایک وقت مقرر کر کے سوچے کہ میں مرچکا ہوں قبر میں سوالات ہو رہے ہیں پھر قیامت میں سب کے سامنے پوچھ ہو رہی ہے عذاب کا اندیشہ ہے۔ بلکہ جب آسمان پر نظر پڑے تو جنت کا تصور کرے کیونکہ وہ ساتویں آسمان پر ہے اور جب زمین پر نظر پڑے تو سوچے کہ میرے پاؤں کے نیچے نامعلوم کتنے دفن ہیں۔

کل پاؤں ایک کاسہ سر پر جو آ گیا یکسر وہ استخوان شکستہ سے چور تھا

بولا ذرا سنبھل کے چلو راہ بے خبر

میں بھی کبھی کسی کا سر پر غرور تھا

اور قبر کو دیکھ کر تو ضرور ہی اپنی موت یاد کرنی چاہئے۔ (۳) ہر وقت یہ حدیث پیش نظر رکھے کہ دین کا اونچا مقام احسان ہے اس کے معنی ہیں ان تعبد اللہ کانک تراء فان لم تکن تراء فانہ یراک رائج یہ ہے کہ اس حدیث میں ایک ہی درجہ ہے کہ دار و مدار اس پر ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو دیکھ رہے ہیں میں ان کو دنیا میں دیکھوں یا نہ دیکھوں گویا اس آیت کا تصور ہر وقت رکھے۔ الم یعلم بان اللہ یوی۔ ایک بزرگ کے پاس کچھ سالکین دینی ترقی کے لئے آئے ان کو چالیس دن یہ مراقبہ کرنے کا حکم دیا کہ اس آیت کو پڑھو اور اس کے معنی سوچو الم یعلم بان اللہ یوی۔ پھر ان کا امتحان لیا کہ ہر ایک کو ایک ایک کبوتر اور ایک ایک چھری دی کہ چھپ کر ذبح کر لاؤ کوئی جھاڑی کے نیچے کوئی دیوار کے پیچھے کوئی کمرے میں چھپ کر ذبح کر لایا لیکن ایک شخص زندہ کبوتر لے آیا اس سے دریافت فرمایا کہ تم زندہ کیوں لے آئے عرض کیا کہ مجھے چھپنے کی جگہ ہی نہیں ملی جہاں جاتا ہوں اللہ تعالیٰ دیکھ رہے ہیں۔ تو فرمایا کہ تو کامیاب ہوا باقی سب ناکام ہوئے۔ حدیث شریف میں ہے والعیاض شعبۃ من الایمان۔ حیاء کا اونچا مقام یہی ہے کہ ہر وقت دل میں یہ تصور پختہ رہے کہ ان مولاک یراک حیث تھا کہ جہاں جانے سے مولانا نے روکا ہے وہاں وہ دیکھ بھی رہے ہیں کہ تم جاتے ہو یا کہ نہ۔ (۴) یہ نصیحت شروع میں ہو چکی ہے کہ گناہ بالکل نہ کرے یہ تو اپنے گھر سانپ اور بھجولا نا ہے۔ سب نیک کاموں میں اللہ کی رضا یا جنت حاصل کرنے یا عذاب سے بچنے کی نیت کرے کہ یہ تینوں نیتیں اخلاص میں داخل ہیں اور جائز کام جو اینٹ اور پتھر جمع کرنے کی طرح ہیں ان میں بھی عبادت کی تیاری کی ہمیشہ نیت کرنی چاہئے۔ تاکہ یہ اینٹ اور پتھر سونا اور چاندی بن جائیں۔ جو دنیا اور قبر اور ہمیشہ کی آخرت میں کام آنے والے ہیں یہ کیسی گری اس حدیث پاک میں مذکور ہے۔ انما الاعمال بالنیات۔ ایسا کرنے سے ۲۲ گھنٹے نامہ اعمال میں عبادت ہی عبادت لکھی جائے گی۔ (۵) ہر وقت چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے کوئی نہ کوئی ذکر ضرور کرتے رہیں یا تلاوت کرتے رہیں یہی طریقہ تھانی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا کیونکہ ابوداؤد کی روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے کہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یذکر اللہ عزوجل علی کل احوالہ اور ہمیں بھی یہی حکم فرمایا لا یزال لسانک وطباً بذکر اللہ اگر یاد نہ رہے تو ہاتھ میں تسبیح رکھیں کسی کے مذاق اڑانے کی پرواہ نہ کریں

تعلیم کے دوران اگر اصلاح باطن کا موقع نہیں ملا تو اب سستی نہیں کرنی چاہئے۔ فارغ ہونے ہی کسی شیخ کامل سے اخلاق کی اصلاح کی پوری کوشش کرنی چاہئے۔

بے عنایات حق و خاصان حق گر ملک باشد سیاہ مستش ورق
(۹) حق تعالیٰ نے ہمیں اہل حق کا مسلک عطا فرمایا ہے الحمد للہ علی ذلک اس مسلک پر مضبوطی سے قائم رہ کر اس کا شکر ادا کرنا چاہئے کیونکہ حق تعالیٰ کا وعدہ ہے لن شکرتم لازید نکم۔ اس کا طریق یہ ہے کہ اپنے اساتذہ اور اکابر دین سے تعلق رکھنا چاہئے۔ خصوصاً شیخ باطن سے تاکہ دین مضبوط رہے اور مسلک میں کمزوری نہ آئے۔ (۱۰) فارغ ہو کر کسی نہ کسی دینی کام میں لگ جانا چاہئے یہ سوچے کہ کسی بڑے مدرسہ کا شیخ الحدیث لگایا جائے تو کام کروں گا اور نہیں۔ ڈی سی کی جگہ بھی مل رہی ہو اور مؤذن کی جگہ بھی تو میرے نزدیک مؤذن کی جگہ بہتر ہے امامت تو گورنری سے بہتر ہے۔ مدرسہ صدر پاکستان کے عہدہ سے اونچی سے مفتی اور شیخ باطن کے اونچے مقام کی دنیا میں کوئی نظیر نہیں ہے تنخواہ لینے سے ٹوٹا ہوا نہیں آتی جبکہ اصل نیت دین کی خدمت کی ہو اس لئے یہ ہرگز نہ سوچیں کہ کاروبار کے ساتھ ایک دو گھنٹے پڑھادیا کریں گے اس میں عموماً ناکامی ہوتی ہے حق تعالیٰ ہمیں اخلاص سے نوازیں اور ہماری دینی کوششیں قبول فرمادیں۔ وَاخِرُ دَعْوَانَا الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِینَ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاصْحَابِهِ وَتَبَاعُهُ اَجْمَعِیْنَ۔

یک چشم زدن غافل از اہل شاہ نہ باشی شاید کہ نگاہ کند آگاہ نہ باشی
ترجمہ: ایک آن بھی رخصت سے غافل نہ چلو تم شاید کہ توجہ کریں اور سوئے رہو تم

کتبہ محمد رفیع عثم

۲۳ شوال المکرم ۱۴۱۶ھ

حقیقت میں وہ پہلی غفلت پر ہنستا ہے اسی لئے جو پہلے سے تسبیح ہاتھ میں رکھتے ہیں ان پر کوئی نہیں ہنستا جو نیا ہاتھ میں تسبیح رکھنی شروع کرتا ہے اس پر بعض بے وقوف ہنستے ہیں اگر حکومت کسی کو کہہ دے کہ اگر ہاتھ میں تسبیح رکھو گے تو ایک ہزار روپے روزانہ ملیں گے تو کیا پھر بھی کسی کے ہنسنے سے آپ تسبیح چھوڑ دیں گے بڑی نہ کہہ سکیں تو چھوٹی رکھیں یا پھر چھوٹی ہی تسبیح مٹھی میں بدرکھیں۔ اگر کوئی شخص روزانہ دفتر جانا شروع کر دے کیونکہ اس کو دس ہزار ماہوار کی ملازمت مل گئی ہو اس کو دفتر جاتے دیکھ کر کوئی بیٹے کہ دس ہزار کے لالچ میں دفتر جاتے ہو تو یہ شخص اسکے ہنسنے سے یہ ملازمت چھوڑ نہیں دیتا کہ لوگ ہنستے ہیں ایسے ہی تسبیح کی برکت سے روزانہ کروڑوں کمائے جا سکتے ہیں کیونکہ روح المعانی پارہ ۱۹ میں روایت منقول ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا اڑتا ہوا تخت دیکھ کر ایک دیہاتی نے کہا تھا سبحان اللہ ما ذلک اوتی الہ داؤد اس سے حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ لنسیبہ واحده یقبلہ اللہ تعالیٰ خیر مما اوتی الہ داؤد (۶) حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ علماء میں اگر استعداد بھی اچھی ہو اور لوگوں سے وہ استغفار سے رہیں تو وہ بادشاہ ہیں اس لئے علماء کو کبھی بھی چندہ کے لئے امراء کے دروازے پر نہ جانا چاہئے۔ مسجد میں یا جلسہ میں صرف عام اعلان کر دینے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر غیر علماء کریں تو زیادہ اچھا ہے اور استعداد مطالعہ اور درس و تدریس سے بڑھتی ہے اس کا ہمیشہ اہتمام ہونا چاہئے۔ (۷) حب جاہ علماء کے دین کو بر باد کرتی ہے اس کو چھوڑنا نہایت ضروری ہے حدیث شریف میں ہے کہ دو بھوکے بھیڑیے اگر بھیڑ بکریوں میں چھوڑ دیئے جائیں تو وہ اتنا نقصان نہیں کرتے جتنا حب شرف اور حب مال کرتے ہیں۔ بڑائی اور نام کی خواہش اور شہرت کی طلب پوری عمر کی محنت کو بر باد کرتی ہے دوسرے اچھا سمجھیں بھلا یہ بھی کوئی کمال ہو سکتا ہے یہ تو دوسروں کے اختیار میں ہے (۸) ظاہری

اصلاح باطن کے زریں اصول

بعد الحمد والصلوۃ: اللہ تعالیٰ کا ولی بننے کا شوق رکھنے والے بعض غلط رسوم میں پڑ جاتے ہیں بعض مقصود حاصل ہونے کے باوجود اپنے کو محروم سمجھتے ہیں دونوں کی اصلاح کے لئے چند ہدایات ہیں۔ (۱) سلوک اور تقویٰ کے معنی ہیں کہ ظاہری اعمال نماز روزہ وغیرہ کی بھی پابندی ہو اور دل میں (۲) عقائد و اعمال و اخلاق کا پابند ہو (۳) متکبر اور ترلیس نہ ہو (۴) کسی شیخ سے فائدہ حاصل کیا ہو (۵) مریدوں میں نیکی ہو حرس نہ ہو (۶) انصاف والے علماء و مشائخ اسے اچھا سمجھتے ہوں (۷) عوام سے زیادہ سمجھدار اس کی طرف متوجہ ہوں (۸) شفتت بھی کرے اور ڈانٹنے بھی (۹) پاس بیٹھنے سے دنیا کی محبت کم ہو اللہ تعالیٰ کی محبت زیادہ ہو (۱۰) کچھ نہ کچھ ذکر و شغل بھی کرتا ہو (۱۱) بیعت سے مقصود شریعت کی پابندی اور کثرت ذکر سے رضائے حق حاصل کرنا ہے بیعت صرف سنت غیر مکملہ ہے اور یہ چیزیں مقصود نہیں۔ ۱۔ کشف۔ ۲۔ کرامت۔ ۳۔ پیر کو بخشش کا ذمہ دار سمجھنا۔ (۴) ایک نظر میں پیر کا دل کر دیکھا (۵) جوش و خروش مستی نعرے (۶) خود بخود گناہ چھوٹ جائیں اور نیک کام ہو جائیں (۷) دوسو سے ختم ہو جائیں (۸) عموماً درست رہے (۹) تعویذ لینا (۱۰) دعا سے ضرور سب کام ہو جائیں (۱۱) روشنی نظر آنا غیبی آوازیں سننا (۱۲) طریقت شریعت کا حصہ ہے یا عین شریعت ہے (۱۳) شیخ کے مشورہ سے ذکر اور دن رات کا دستور العمل اختیار کرے (۱۴) تشویش والے کاموں سے بچے کھانا سونا لباس اور بیوی سے مشغولی اعتدال سے کرے حرس مال اور اسراف اور بلا ضرورت دوستی اور دشمنی سے بچے۔ غیر اختیاری تکلیف آجائے تو اس میں حکمت سمجھے (۱۵) اختیاری کام میں کوتاہی نہ کرے اور غیر اختیاری کے پیچھے نہ پڑے۔ مثلاً توجہ سے نماز پڑھے و سواس سے پریشان نہ ہو کہ غیر اختیاری ہیں (۱۶) درویشوں کی ناجائز رسموں سے بچے (۱۷) ضروریات دین کی پابندی کرے۔ بلا ضرورت میل جول نہ کرے۔ وَاخِرُ دَعْوَانَا الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَالْوَاصِلَاتُ اَجْمَعِیْنَ وَکِتَابُہُ بِرُوحِہُ عَلٰیہِ (ماخوذ از قصد السبیل)